

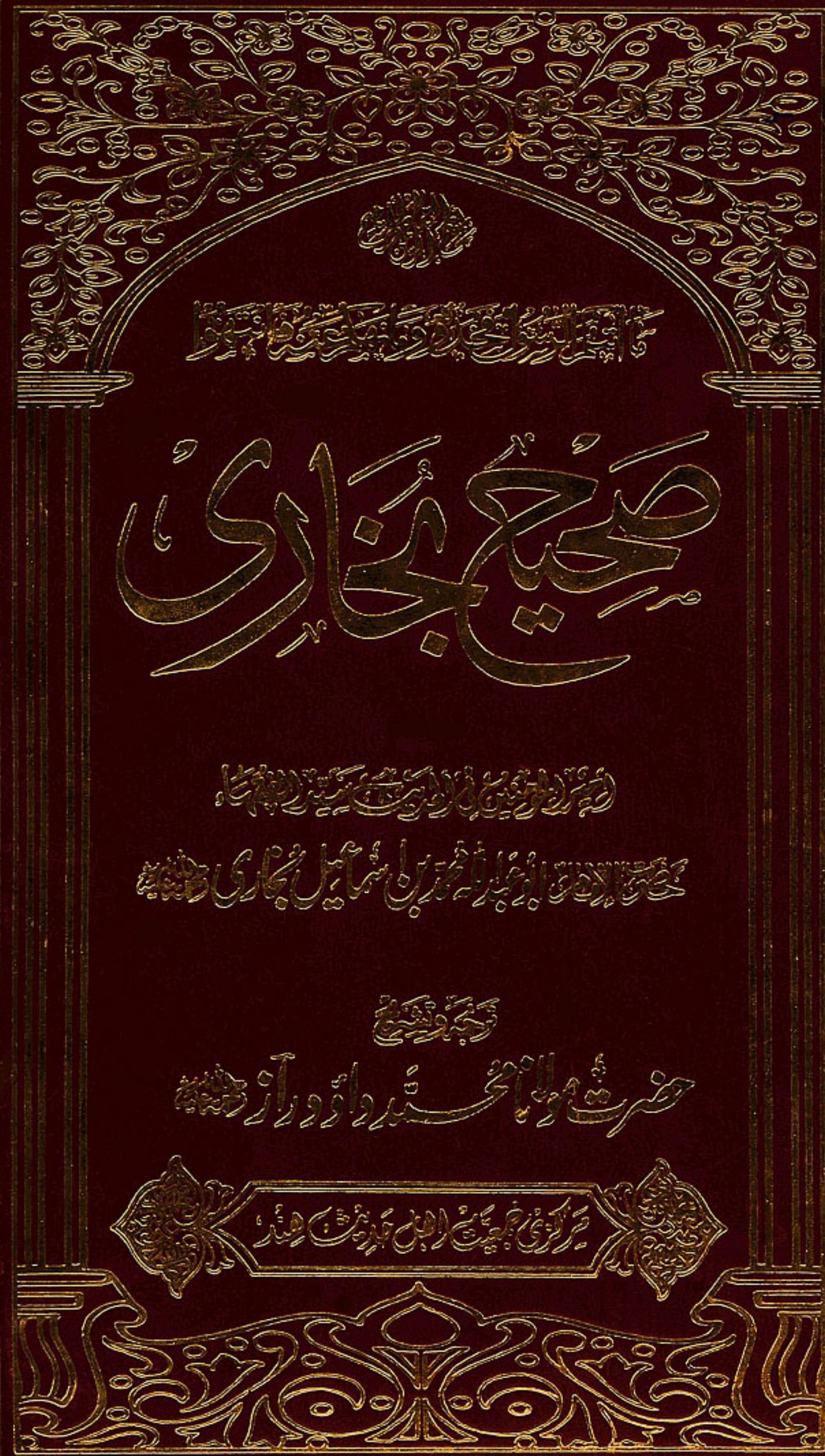
حَمْدُ لِلّٰهِ

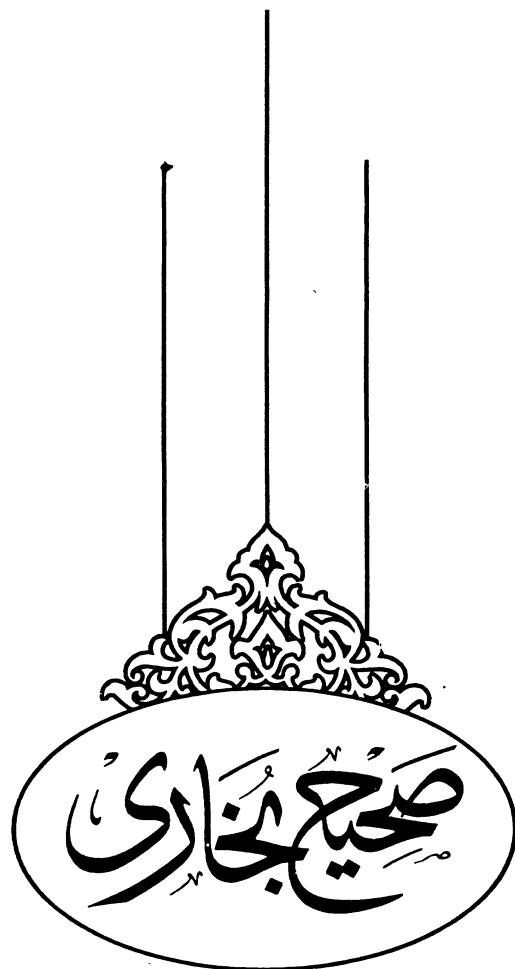
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْمُكَبِّرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ







بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ

# صَحْيَجْ بْنَ أَبِي حَارَى

جلد اول

أَعْيُرُ الْمُوْتَنِئِ فِي الْأَمْرِ، سَيِّدُ الْفَقَهَاءِ

حَنْثَى الْأَمْطَانِ، أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعِيلِ بْنِ حَارَى

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا مخدود اوزراز

نظریات

حضرت العلام ابو الفضل اشناواستاد بستیوی

مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند

# جملہ حقوق بحق مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند محفوظ @



نام کتاب	:	صحیح بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمۃ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند
سن اشاعت	:	۲۰۰۳ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

## ملنے کے پتے

- ۱۔ مکتبہ ترجمان ۳۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی - ۱۱۰۰۰۶
- ۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، روپوری تالاب، وارانسی
- ۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۲۲ اے، چاہرہ ہٹ جامع مسجد، دہلی
- ۴۔ مکتبہ مسلم، جمیعت منزل، برشاہ سری نگر، کشمیر
- ۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارینہ مسجد روڈ، بنگلور - ۵۶۰۰۵۱
- ۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار مسونا تھنہ بھنجن، یوپی





# فہرست مضمون

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۵	جیا بھی ایمان سے ہے	۲۵	سوانح حیات امام بخاریؓ
۲۰۶	آیت فان تابوا... الخ کی تفسیر	۳۳	مقدمہ بخاری
۲۰۸	ایمان عمل کا نام ہے	۱۲۹	باب وحی کی ابتدائیں
۲۱۰	جب کوئی اسلام حقیقی پر نہ ہو	۱۲۹	حدیث نبیت کی درستگی میں
۲۱۱	سلام پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے	۱۵۲	حدیث کیفیت وحی کے بارے میں
۲۱۲	ایک کفر کا دوسرا کفر سے کم ہونے کے بارے میں	۱۶۹	ابوسفیان و ہر قل کامکالہ
۲۱۳	گناہ جاہلیت کے کام ہیں		
۲۱۵	ظلم کی ویشی کے بیان میں		
۲۱۶	علمات منافق	۱۷۳	اسلام کی بنیاد پر انچڑیوں پر ہے
۲۱۷	قیام الیلة القدر ایمان سے ہے	۱۸۷	باب امور ایمان میں
۲۱۸	چہار ایمان سے ہے	۱۹۰	باب مسلمان کی تعریف میں
۲۱۹	رمضان کی راتوں کا قیام ایمان سے ہے	۱۹۱	کون سا اسلام افضل ہے
۲۱۹	صوم رمضان بھی ایمان سے ہے	۱۹۱	کھانا کھلانا بھی اسلام سے ہے
۲۲۰	دین آسان ہے	۱۹۲	اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کرے.....
۲۲۰	نمزاں بھی ایمان سے ہے	۱۹۳	رسول کریم ﷺ سے محبت ایمان میں داخل ہے
۲۲۱	انسان کے اسلام کی خوبی کے بارے میں	۱۹۳	ایمان کی مخاس کے بارے میں
۲۲۲	اللہ کو دن کا کون سا عمل زیادہ پسند ہے	۱۹۷	النصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے
۲۲۳	ایمان کی کوئی وزیادتی کے بارے میں	۱۹۸	باب تفصیل مزید
۲۲۵	زکوٰۃ دین اسلام میں داخل ہے	۱۹۹	فتلوں سے دور رہا گناہ دین ہے
۲۲۶	جنائزے کے ساتھ جانا ایمان میں داخل ہے	۲۰۰	رسول کریم ﷺ کا ایک ارشاد
۲۲۶	مومن کو اعمال کے ضیاء سے ڈرنا چاہیے	۲۰۱	باب ایمان کی ایک روشنی میں
۲۲۹	ایمان اسلام کے بارے میں حضرت جبریل کے سوالات	۲۰۳	اہل ایمان کا اعمال میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۰	اشارے سے سوال کا جواب دینا	۲۳۱	دین کو گناہ سے محفوظ رکھنے والے کی فضیلت
۲۶۱	وقد عبد القیس کو بدایات نبوی	۲۳۲	مال غیرت کا پانچواں حصہ ادا کرنا ایمان سے ہے
۲۶۲	مسائل معلوم کرنے کے لئے سفر کرنا	۲۳۳	بغیر خالص نیت کے عمل صحیح نہیں
۲۶۳	طلاء کے لئے باری مقرر کر لینا	۲۳۵	دین خیر خواہی کا نام ہے
۲۶۴	استاد کے خفاہونے کے بیان میں		<b>کتاب العلم</b>
۲۶۵	شاغر دکا دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھنا		فضیلت علم کے بارے میں
۲۶۶	معلم کا تین بار مسئلہ کو دہرانا	۲۳۷	اس بیان میں کہ جس شخص نے .....
۲۶۷	مرد کا پنی باندی اور گھروں کو تعلیم دینا	۲۳۸	علیٰ مسائل کے لئے آواز بلند کرنا
۲۶۸	عورتوں کو تعلیم دینا	۲۳۹	الفاظ حدثنا و اخربنا و انبانا کے متعلق
۲۶۹	علم حدیث کے لئے حرص کا بیان	۲۴۰	امتحان لینے کا بیان
۲۷۰	علم کس طرح اٹھایا جائے گا	۲۴۱	شاغر دکا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنانا
۲۷۱	عورتوں کی تعلیم کے لئے خاص دن مقرر کرنا	۲۴۲	باب مناولہ کا بیان .....
۲۷۲	شاغر دہنہ سمجھ کے تو دوبارہ پوچھ لے	۲۴۳	وہ شخص جو مجلہ کے آخر میں بیٹھ جائے .....
۲۷۳	جو موجود ہے وہ غائب کو پہنچاوے	۲۴۴	ایک ارشاد نبوی کی تفصیل
۲۷۴	جور سول پر جھوٹ باندھے	۲۴۵	علم کا درجہ قول و عمل سے پہلے ہے
۲۷۵	علوم دین کو قلم بند کرنے کے بیان میں	۲۴۶	لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے تعلیم دینا
۲۷۶	رات میں تعلیم دینا اور وعظ کرنا	۲۴۷	تعلیم کے لئے نظام الاوقات بنانا
۲۷۷	سونے سے قبل علیٰ گفتگو کرنا	۲۴۸	فتقہت دین کی فضیلت
۲۷۸	علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں	۲۴۹	علم میں سجدہ ادائی سے کام لینے کا بیان
۲۷۹	علماء کی بات خاموشی سے سننا	۲۵۰	علم و حکمت میں رشک کرنے کے بیان میں
۲۸۰	جب کسی عالم سے پوچھا جائے .....	۲۵۱	حضرت موسیٰ اور حضرت کے بیان میں
۲۸۱	کھڑے کھڑے سوال کرنا	۲۵۲	فہم قرآن کے لئے دعائے نبوی
۲۸۲	رمی جمار کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا	۲۵۳	پچے کا حدیث سننا کس عمر میں معتبر ہے
۲۸۳	فرمان الہی کہ تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے	۲۵۴	تلash علم میں گھر سے نکلنے کے بیان میں
۲۸۴	بعض بالتوں کو مصلحت چھوڑ دینا	۲۵۵	پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت
۲۸۵	مصلحت سے تعلیم دینا اور نہ دینا	۲۵۶	علم کے زوال اور جہل کی اشاعت کے بیان میں
۲۸۶	طالب علم کے لئے شرمنا مناسب نہیں	۲۵۷	علم کی فضیلت کے بیان میں
۲۸۷	شرمنے والا کسی کے ذریعے مسئلہ پوچھ لے	۲۵۸	سواری پر بھی فتویٰ دینا جائز ہے
۲۸۸	مسجد میں علیٰ نذارہ کرنا اور فتویٰ دینا	۲۵۹	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۷	جوتوں کے اندر پاؤں دھونا اور سُج کرنا	۲۹۷	سوال سے زیادہ جواب دینا
۳۱۸	وضاور غسل میں واکیں جانب سے ابدا کرنا		
۳۱۹	پانی کی تلاش ضروری ہے		
۳۲۰	جب کتابرن میں پانی لے	۲۹۸	<b>كتاب الوضوء</b>
۳۲۲	وضتوڑ نے والی چیزوں کا بیان	۲۹۹	آیت شریفہ اذا قمتم الى الصلوة کی تفسیر
۳۲۶	اس شخص کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کر لے	۳۰۰	نمایز بغیر پانی کے قبول نہیں
۳۲۷	بے وضو تلاوت قرآن وغیرہ	۳۰۰	وضو کی فضیلت کے بارے میں
۳۲۸	بیہو شی کے شدید دورہ سے وضو نہ کے بیان میں	۳۰۱	محض علّک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے
۳۳۰	پورے سر کا سُج کرنا ضروری ہے	۳۰۳	غتیر وضو کرنے کا بیان
۳۳۰	ٹخنوں تک پاؤں دھونا	۳۰۵	پورا وضو کرنے کے بیان میں
۳۳۱	وضو کے بچھے ہوئے پانی کے بیان میں	۳۰۶	پورا وضو کرنے کی دعا
۳۳۳	ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا	۳۰۶	پاخانہ کے قریب پانی رکھنا بہتر ہے
۳۳۳	سر کا سُج کرنے کے بیان میں	۳۰۷	پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا
۳۳۴	خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے	۳۰۸	دوائیوں پر پیٹھ کر قضاۓ حاجت کرنا
۳۳۴	بے ہوش آدمی پر وضو کا پانی چھڑ کنے کے بیان میں	۳۰۹	عورتوں کا قضاۓ حاجت کے لئے باہر لکھنا
۳۳۵	لگن پانی لے وغیرہ میں وضو کرنا	۳۱۰	کھروں میں قضاۓ حاجت
۳۳۷	طشت میں پانی لے کر وضو کرنا	۳۱۰	پانی سے طہارت کرنا بہتر ہے
۳۳۸	ایک مدپانی سے وضو کرنا	۳۱۱	طہارت کے لئے پانی ساتھ لے جانا
۳۳۹	موزوں پر سُج کرنا	۳۱۱	نیزہ بھی ساتھ لے جانا
۳۴۲	وضو کر کے موڑہ پہننا	۳۱۲	واکیں ہاتھ سے طہارت کی ممانعت
۳۴۲	بکری کا گوشت اور ستوکھا کر وضو کرنا ضروری نہیں ہے	۳۱۲	پھرروں سے استعمال کرنا ثابت ہے
۳۴۳	ستوکھا کر صرف کلی کرنا	۳۱۳	ہڈی اور گوبر سے استعمال کرے
۳۴۳	دودھ پی کر کلی کرنا	۳۱۳	اعضاء وضو کو دودھ پار دھونا
۳۴۴	سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں	۳۱۴	اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا
۳۴۵	بغیر حدث کے بھی نیا وضو جائز ہے	۳۱۵	وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے
۳۴۶	پیشاب کی چینیوں سے نہ پختا کیرہ گناہ ہے	۳۱۵	طاں ڈھیلوں سے استعمال کرنا
۳۴۶	پیشاب کو دھونے کے بیان میں	۳۱۶	وضو میں کلی کرنا ضروری ہے
۳۴۷	ایک دیہاتی کام سجد میں پیشاب کرنا	۳۱۷	ایریوں کے دھونے کے بارے میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۲	ہاتھ مٹی سے ملتا تک خوب صاف ہو جائیں	۳۲۸	مسجد میں پیشاب پرپانی بہانا
۳۷۲	کیا جبی اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے .....	۳۲۹	باب بچوں کے پیشاب کے بارے میں
۳۷۳	اس ٹھنڈ سے متلت جس نے عسل میں .....	۳۲۹	کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا
۳۷۴	عسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا	۳۵۰	اپنے کسی ساتھی سے آز بنا کر پیشاب کرنا
۳۷۵	جس نے ایک سے زائد مرتبہ جماع کر کے	۳۵۰	کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا
۳۷۶	ندی کا دھونا اور اس سے وضو کرنا	۳۵۰	حیض کا خون دھونا ضروری ہے
۳۷۷	عسل کے بعد خوشبو کا اثر باقی رہنا	۳۵۱	استخاضہ کے بارے میں
۳۷۷	بالوں کا خالل کرنا	۳۵۱	منی کے دھونے کے بارے میں
۳۷۸	عسل جتابت میں اعضائے وضو کو دوبارہ نہ دھونا	۳۵۲	اگر منی وغیرہ دھونے اور اس کا اثر نہ جائے
۳۷۹	جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اس کو .....	۳۵۳	اوٹ بکری کے رہنے کی جگہ کے بارے میں
۳۷۹	عسل جتابت کے بعد ہاتھوں سے پانی جمازنیا	۳۵۳	جب نجاست گھی اور پانی میں گر جائے
۳۸۰	جس نے اپنے سر کے دائبے حصے سے عسل شروع کیا	۳۵۴	نہبرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے
۳۸۱	جس نے تہائی میں نگے ہو کر عسل کیا	۳۵۴	جب نمازی کی پشت پر کوئی نجاست ڈال دی جائے .....
۳۸۲	نہاتے وقت پرودہ کرنا	۳۵۸	کپڑے میں تھوک اور رینڈ وغیرہ لگ جائے .....
۳۸۳	عورت کو احتلام ہونا	۳۵۹	نشہ والی چیزوں سے وضو جائز نہیں
۳۸۳	جبی کا پسند نہیں	۳۵۹	عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا .....
۳۸۴	جبی گھر سے باہر نکل سکتا ہے	۳۶۰	سواؤ کے بیان میں
۳۸۴	عسل سے پہلے جبی کا گھر میں نہ بہنا	۳۶۱	بڑے آدمی کو سواؤ دینا
۳۸۵	بغیر عسل کئے جبی کا سوتا	۳۶۱	سوئے وقت وضو کرنے کی فضیلت
۳۸۵	جبی پہلے وضو کرے پھر سوئے		
۳۸۶	جب دونوں شرم گاہیں مل جائیں تو عسل واجب ہوگا		
۳۸۷	اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرم گاہ سے لگ جائے	۳۶۵	
<b>كتاب الحيض</b>		۳۶۶	<b>كتاب الغسل</b>
۳۸۹	حیض کی ابتداء کیسے ہوئی	۳۶۷	قرآن حکیم میں عسل کے احکام
۳۹۰	حائضہ عورت کا اپنے شوہر کا سر دھونا	۳۶۷	عسل سے پہلے وضو کرنے کا بیان
۳۹۱	مرد کا اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا	۳۶۹	مرد کا بیوی کے ساتھ عسل کرنا
۳۹۱	نفاس کا نام حیض بھی ہے	۳۷۰	ایک صاع وزن پانی سے عسل کرنا
۳۹۲	حائضہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا	۳۷۰	سر پر تمن بارپانی بہانا
		۳۷۱	صرف ایک مرتبہ بدن پرپانی ڈالنا
			حباب یا خوشبو ہم کر عسل کرنا
			عسل جتابت کرتے وقت کلی کرنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۹	تیم میں صرف منہ اور دونوں پہنچوں پر سع کرنا کافی ہے	۳۹۳	حائضہ عورت روزہ چھوڑ دے
۳۲۱	پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے	۳۹۴	حائضہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ .....
۳۲۲	جب جبی کو عسل سے خطرہ ہو	۳۹۶	اتخاضہ کا بیان
۳۲۶	تیم میں ایسی دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے	۳۹۷	حیض کا خون دھونے کا بیان
<b>کتاب الصلوٰۃ</b>		۳۹۸	اتخاضہ کی حالت میں اعتکاف
۳۲۸	شب معراج میں نماز کیسے فرض ہوئی؟	- ۹۹	کیا عورت حیض والے کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے
۳۳۳	کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے	۳۹۹	عورت حیض کے عسل میں خوبصورتی استعمال کرے
۳۳۴	نماز میں گدی پر تمدن باندھنا	۴۰۰	حیض سے پاک ہونے کے بعد عسل کیسے کیا جائے؟
۳۳۵	مرغ ایک کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھنا	۴۰۱	حیض کا عسل کیوں نکر ہو
۳۳۸	جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھے .....	۴۰۱	عورت کا حیض کے عسل کے بعد سکھی کرنا
۳۳۸	جب کپڑا اچھ ہو تو کیا کرے	۴۰۲	حیض کے عسل کے وقت بالوں کو کھولنا
۳۳۹	غیر مسلموں کے بنے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا	۴۰۳	خالقہ وغیر خالقہ کی تفسیر
۳۴۰	بے ضرورت ننگا ہونے کی کراہت	۴۰۳	حائضہ عورت حج اور عمرہ کا حرام کس طرح باندھے
۳۴۰	قیص اور پا جامد وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا	۴۰۴	حیض کا آتا اور اس کا ختم ہونا
۳۴۲	ستر عورت کا بیان	۴۰۵	حائضہ عورت نماز کی تفہانہ کرے
۳۴۳	بغیر چادر اور اڑھے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا	۴۰۵	حیض کے لئے علیحدہ کپڑے
۳۴۴	ران کے متعلق روایات	۴۰۶	عیدین میں حائضہ بھی جائیں
۳۴۷	عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے	۴۰۸	اگر کسی عورت کو ایک ماہ میں تین بار حیض ہو
۳۴۸	تین لگے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا	۴۰۹	زرو اور شیالار گنگ ایام حیض کے علاوہ ہوتے .....
۳۴۸	ایسا کپڑا جس پر صلیب یا تصویر ہوں .....	۴۱۰	استخاضہ کی رگ کے بارے میں
۳۴۹	ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھنا	۴۱۱	جو عورت طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو
۳۴۹	سرخ رنگ کے کپڑے میں نماز پڑھنا	۴۱۲	جب متھاضہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟
۳۵۰	چھٹ اور نمبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا	۴۱۳	نفاس میں مرنے والی عورت کا نماز جنازہ
۳۵۲	جب سجدے میں آدمی کا کپڑا اس کی عورت سے لگ جائے		
۳۵۳	بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان	۴۱۳	<b>کتاب التیمم</b>
۳۵۴	کبھوکی کی چٹائی پر نماز پڑھنا	۴۱۷	جب پانی میں توکیا کرے
۳۵۴	بچھوئے پر نماز پڑھنے کے بیان میں	۴۱۷	اقامت کی حالت میں تیم
۳۵۵	خت گری میں کپڑے پر بجھہ کرنا	۴۱۸	کیا مٹی پر تیم کے لئے ہاتھ مارنے کے بعد .....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸۳	گرجائیں نماز پڑھنے کا بیان	۳۵۶	جو توں سیت نماز پڑھنا
۳۸۵	میرے لئے ساری زمین پر نماز پڑھنے.....	۳۵۶	موڑے پہنچے ہوئے نماز پڑھنا
۳۸۶	عورت کا مسجد میں سوتا	۳۵۷	جب کوئی پورا اجدهہ نہ کرے
۳۸۷	مسجدوں میں مردوں کا سوتا	۳۵۷	مسجدہ میں بظلوں کو کھلار کھنا
۳۸۹	سفر سے واپسی پر نماز پڑھنا	۳۵۸	قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت
۳۸۹	جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھے	۳۵۹	مدینہ اور شام والوں کا قبلہ
۳۹۰	مسجد میں ہو اخراج کرنا	۳۶۰	مقام ابراہیم کو مصلی بناو
۳۹۱	مسجد کی عمرات	۳۶۳	ہر مقام اور ہر ملک میں رخ قبلہ کی طرف ہو
۳۹۲	مسجد بنانے میں مدد کرنا	۳۶۵	قبلہ سے متعلق اور احادیث
۳۹۳	مسجد کی تعمیر میں کارگروں سے امداد لینا	۳۶۷	اگر مسجد میں تھوک لگا ہو تو کمر جذانا
۳۹۴	مسجد بنانے کا جرو ثواب	۳۶۸	مسجد میں سے رینٹ کو کمر جذانا
۳۹۵	مسجد میں تیر و غیرہ لے کر گزرنा	۳۶۹	نماز میں داعی طرف نہ تھوکنا
۳۹۵	مسجد میں شعر پڑھنا	۳۶۹	بائیں طرف بیانیں پاؤں کے نیچے تھوکنا
۳۹۶	چھوٹے نیزوں سے مسجد میں کھیلتا	۳۷۰	مسجد میں تھوکنے کا کفارہ
۳۹۷	منبر پر سائل خرید و فروخت کا ذکر کرنا	۳۷۰	بلغم کو مسجد میں مٹی کے اندر چھپانا
۳۹۸	مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا.....	۳۷۱	جب (نماز میں) تھوک کاغذ بہو.....
۳۹۸	مسجد میں جمازو دینا.....	۳۷۲	نماز پوری طرح پڑھنا اور قبلہ کا بیان
۳۹۹	مسجد میں شراب کی سوداگری کی حالت کا اعلان کرنا	۳۷۲	کیا یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں خانلن کی ہے؟
۴۰۰	مسجد کے لئے خادم مقرر کرنا	۳۷۳	مسجد میں بال تقیم کرنا
۴۰۱	قیدی یا قرضدار مسجد میں باندھنا	۳۷۵	جنے مسجد میں کھانے کی دعوت دی جائے
۴۰۱	جب کوئی غصہ اسلام لائے.....	۳۷۵	مسجد میں فیصلے کرنا
۴۰۱	مسجد میں مریضوں کے لئے خیمد لگانا	۳۷۶	کھروں میں جائے نماز مقرر کرنا
۴۰۲	ضرورت سے مسجد میں اونٹ لے جانا	۳۷۹	مسجد میں داخل ہونے اور دیگر کاموں کی ابتداء.....
۴۰۳	مسجد میں کھڑکی اور راستہ	۳۷۹	دور جاہلیت کے مشکوں کی قبروں کو کھو دذا.....
۴۰۵	کتبہ اور مساجد میں دروازے	۳۸۱	بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا
۴۰۶	شرک کا مسجد میں داخل ہونا	۳۸۱	اوٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا
۴۰۶	مسجد میں آواز بلند کرنا	۳۸۲	اگر نمازی کے آگے آگ ہو.....
۴۰۸	مسجد میں حلقة بنا کر یا بیوی نبھی بیٹھنا	۳۸۲	مقبروں میں نماز کی کراہیت
۴۰۹	مسجد میں چلتی لیٹتا کیسے ہے؟	۳۸۳	عذاب کی جگہوں میں نماز

صفہ	مضمون	صفہ	مضمون
۵۲۳	نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے رب سے گوکلام ہوتا ہے	۵۱۰	عام راستوں پر مسجد بنانا
۵۲۴	خت کری میں ظہر کو مٹھنے دے وقت میں پڑھنا	۵۱۰	بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا
۵۲۵	مٹھنے کرنے کا مطلب	۵۱۱	مسجد وغیرہ میں انگلیوں کا قبیچی کرنا
۵۲۶	دوزخ نے حقیقت میں شکوہ کیا	۵۱۳	مدینہ کے راستے کی مساجد کا بیان
۵۲۷	سن میں ظہر کو مٹھنے دے وقت پڑھنا	۵۱۸	امام کا سترہ مقتدیوں کو کفارت کرتا ہے
۵۲۸	ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے کبھی ظہر کی نماز عصر کے وقت تک موخر کی جاسکتی ہے	۵۲۰	نمازی اور عترة کی طرف نماز پڑھنا
۵۲۹	نماز عصر کے وقت کا بیان	۵۲۱	برچھی اور عترة کی طرف نماز پڑھنا
۵۳۰	نماز عصر کے چھوٹ جانے پر کتنا گناہ ہے	۵۲۲	مکہ اور دیگر مقامات پر سترہ کا حکم
۵۳۱	نماز عصر کی فضیلت کا بیان	۵۲۲	ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنا
۵۳۲	جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے .....	۵۲۳	دوستونوں کے بیچ میں اکیلا نمازی .....
۵۳۳	مغرب کی نماز کے وقت کا بیان	۵۲۵	اوٹ اور درخت دچار پائی وغیرہ کا سترہ
۵۳۴	جس نے مغرب کو عشا کہنا کرو رہ جانا	۵۲۵	چاہئے کہ نماز پڑھنے والا سامنے سے .....
۵۳۵	عشاء اور عتمہ کا بیان	۵۲۷	نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ
۵۳۶	نماز عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہو جائیں	۵۲۸	ایک نمازی کا دوسرا کی طرف رج ترنا
۵۳۷	نماز عشاء کے لئے انتظار کرنے کی فضیلت	۵۲۸	سوتے ہوئے شخص کے پیچے نماز پڑھنا
۵۳۸	نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے	۵۲۹	عورت کو بطور سترہ کر کے نفل نماز پڑھنا
۵۳۹	نماز عشاء کا وقت آدمی رات تک ہے	۵۳۰	نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی .....
۵۴۰	نماز فجر کی فضیلت	۵۳۰	نماز میں اگر کوئی گردان پر پیگی اٹھا لے .....
۵۴۱	نماز فجر کا وقت	۵۳۱	حائضہ عورت کے بستر کی طرف نماز .....
۵۴۲	فجر کی ایک رکعت پانے والا	۵۳۲	اس بیان میں کہ کیا مرد اپنی بیوی کو .....
۵۴۳	جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے	۵۳۵	عورت نماز پڑھنے والے سے گندگی ہنادے
۵۴۴	صح کی نماز کے بعد نماز پڑھنا	۵۳۸	<b>مواقيت الصلوات</b>
۵۴۵	سورج چھپنے سے پہلے قصد نمازہ پڑھنے	۵۳۸	نماز کے اوقات اور ان کے مسائل
۵۴۶	جس نے نقط عصر اور فجر کے بعد نماز کو کرو رہ جانا	۵۳۹	آیت منبین الیہ و اتفقہ کی تفسیر
۵۴۷	عصر کے بعد قضا نمازیں	۵۴۰	نماز کو درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا
۵۴۸	ابر کے دونوں میں نماز کے لئے جلدی کرنا	۵۴۱	نمازو وقت پر پڑھنے کی فضیلت
۵۴۹	وقت تکل جانے کے بعد نماز پڑھنے وقت اذان دینا	۵۴۲	پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں
۵۵۰	قطعاً نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا	۵۴۲	نماز کو بے وقت پر ہنار نماز کو ضائع کرتا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰۶	نماز کے لئے جلدی نہ اٹھے	۵۷۹	جو شخص کوئی نماز بھول جائے.....
۶۰۷	کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے.....	۵۷۹	اگر کئی نمازیں قضا ہو جائیں.....
۶۰۸	آدی یوں کہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی.....	۵۸۰	عشاء کے بعد دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے
۶۰۹	بکیر کے بعد اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے؟	۵۸۱	عشاء کے بعد مسائل کی باتیں کرنا
۶۱۰	بکیر ہو چکنے کے بعد باتیں کرنا	۵۸۲	عشاء کے بعد اپنی بیوی یا مہمان سے باتیں کرنا
۶۱۱	جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے		
۶۱۲	نماز باجماعت کی فضیلت		
۶۱۳	فخر کی نماز باجماعت کی فضیلت	۵۸۳	اذان کیوں کر شروع ہوئی
۶۱۴	ظہر کی نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت	۵۸۷	اذان کے کلمات دو دو مرتبہ
۶۱۵	جماعت کے لئے ہر قدم پر ثواب	۵۸۹	اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ.....
۶۱۶	عشاء کی نماز باجماعت	۵۹۰	اذان دینے کی فضیلت
۶۱۷	دو یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے	۵۹۱	اذان بلند آواز سے ہو
۶۱۸	نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت	۵۹۲	اذان کی وجہ سے خون ریزی کا رکنا
۶۱۹	مسجد میں صبح و شام آنے والوں کی فضیلت	۵۹۲	اذان کا جواب کس طرح دینا چاہئے
۶۲۰	جب نماز کی بکیر ہونے لگے.....	۵۹۳	اذان کی دعا کے بارے میں
۶۲۱	بیار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہئے	۵۹۳	اذان کے لئے قرعہ اندازی کا بیان
۶۲۲	بارش اور کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھنا	۵۹۳	اذان کے دوران بات کرنا
۶۲۳	بارش میں جو لوگ مسجد میں آ جائیں	۵۹۵	نامیہا اذان دے سکتا ہے
۶۲۴	جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی بکیر ہو جائے.....	۵۹۶	صبح ہونے کے بعد اذان دینا
۶۲۵	جب امام کو نماز کے لئے بلا یا جائے.....	۵۹۷	صبح صادق سے پہلے اذان دینا
۶۲۶	اس آدمی کے بارے میں جو امور خانہ میں صرف.....	۵۹۹	اذان اور بکیر کے بیچ میں درمیان کتنا فاصلہ ہو
۶۲۷	طریقہ نبوی کی وضاحت کے لئے نماز کی ادائیگی	۶۰۰	اذان سن کر جو گھر میں بکیر کا انتظار کرے
۶۲۸	امامت کرنے کا حقدار کون ہے؟	۶۰۱	اذان اور بکیر کے درمیان نفل پڑھنا
۶۲۹	جو شخص کسی عذر کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو	۶۰۱	سفر میں ایک ہی شخص اذان دے
۶۳۰	ایک شخص نے امامت شروع کر دی.....	۶۰۲	اگر کئی مسافر ہوں.....
۶۳۱	قرات میں اگر سب برابر ہوں.....	۶۰۳	کیا موذن اذان میں اپنانہ بادھ را ہر گھمائے.....
۶۳۲	جب امام کسی قوم کے ہاں گیا.....	۶۰۵	یوں کہنا کیسا ہے کہ نماز نے ہمیں چپوڑ دیا.....
۶۳۳	امام کی اقتداء ضروری ہے	۶۰۵	نماز کا جو حصہ جماعت کے ساتھ پاسکو.....
۶۳۴	متقدی کب سجدہ کریں؟	۶۰۶	نماز کی بکیر کے وقت کس وقت کمرے ہوں؟

### کتاب الاذان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۶۷	بکیر تحریمہ کا واجب ہوتا	۶۳۳	امام سے پہلے سر اٹھانے کا گناہ
۶۶۸	صفۃ الصلوۃ	۶۳۴	غلام کی امامت کا بیان
۶۶۹	بکیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا	۶۳۵	اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں
۶۷۰	بکیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین	۶۳۶	بانی اور بد عقیقی کی امامت کا بیان
۶۷۱	ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہئے	۶۳۷	جب صرف دو ہی نمازی ہوں .....
۶۷۲	قدہ اویٰ سے اٹھنے کے بعد رفع الیدین کرنا	۶۳۸	کوئی شخص امام کی بائیس طرف کھڑا ہو .....
۶۷۳	نماز میں دلیاں ہاتھ بائیس پر رکھنا	۶۳۸	اگر امام نیت نہ ہو لیکن لوگ شامل ہو جائیں .....
۶۷۴	نماز میں خشوع کا بیان	۶۳۹	اگر امام بھی سورۃ شروع کر دے .....
۶۷۵	بکیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھے؟	۶۵۰	امام کو چاہئے کہ قیام پلاکارے .....
۶۷۶	نماز میں امام کی طرف دیکھنا	۶۵۰	جب اکیلا نماز پڑھے تو پختی چاہے طویل کر سکتا ہے
۶۷۷	نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیسا ہے	۶۵۲	جس نے امام سے نماز کی طوالت کی شکایت کی
۶۷۸	نماز میں اوہر اوہر دیکھنا کیسا ہے؟	۶۵۲	نماز مختصر لیکن پوری پڑھنا
۶۷۹	اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو	۶۵۳	پنج کے رو نے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا
۶۸۰	امام اور مقتدی کے لئے قرأت کا واجب ہوتا	۶۵۳	ایک شخص نماز پڑھ کر پھر دوسرا لے لوگوں کی امامت کرے
۶۸۱	امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا بیان	۶۵۵	اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی بکیر نئے
۶۸۲	نماز ظہر میں قرأت کا بیان	۶۵۶	ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں
۶۸۳	نماز عصر میں قرأت کا بیان	۶۵۷	اگر امام کوشک ہو جائے .....
۶۸۴	نماز مغرب میں قرأت کا بیان	۶۵۸	امام اگر نماز میں رو نے لگے
۶۸۵	نماز مغرب میں بلند آواز سے قرأت	۶۵۹	بکیر کے وقت صفوں کا برابر کرنا
۶۸۶	نماز عشاء میں بلند آواز سے قرأت	۶۵۹	صفیل برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا
۶۸۷	نماز عشاء میں قرأت کا بیان	۶۶۰	صف اول کا ثواب
۶۸۸	عشاء کی پہلی دور کتعیین بھی اور آخری دو مختصر	۶۶۱	صف برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے
۶۸۹	نماز فجر میں قرأت قرآن	۶۶۱	صفیل برابر نہ کرنے والوں کا گناہ
۶۹۰	فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت	۶۶۳	کندھے سے کندھا اور قوم سے قدم ملانے کا بیان
۶۹۱	ایک رکعت میں دو سورتیں	۶۶۳	اگر کوئی شخص امام کے بائیس طرف کھڑا ہو .....
۶۹۲	چھپلی دور کتعیین میں سورۃ فاتحہ	۶۶۴	اکیلی عورت ایک صفا کا حکم رکھتی ہے
۶۹۳	ظہر و عصر میں قرأت آہستہ	۶۶۵	مسجد اور امام کی داہنی جانب کا بیان
۶۹۴	چھپلی رکعت میں قرأت طویل	۶۶۶	جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو
۶۹۵			رات کی نماز کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱۰	جہری نمازوں میں امام کا بلند آواز سے آمین کہنا	۷۱۰	آمین کہنے کی فضیلت
۷۱۱	مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا	۷۱۹	جب صفتک چانپنے سے پہلے ہی کسی نے رکوع کر لیا
۷۲۰	رکوع کرنے کے وقت بھی عکسیر کہنا	۷۲۱	سبدے کے وقت بھی پورے طور پر عکسیر کہنا
۷۲۲	جب سجدہ کر کے کھڑا ہو تو عکسیر کہے	۷۲۳	رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکنا
۷۲۳	اگر رکوع اطمینان سے نہ کرے .....	۷۲۴	رکوع میں پیشہ کو برابر کرنا
۷۲۴	جب نے رکوع پوری طرح نہیں کیا .....	۷۲۵	رکوع کی دعا کا بیان
۷۲۵	رکوع سے سراخانے پر دعا	۷۲۶	اللهم ربنا ولک الحمد کی فضیلت
۷۲۶	رکوع سے سراخانے کے بعد کیا کہا جائے .....	۷۲۸	سبدہ کے لئے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے
۷۲۹	سبدہ کی فضیلت کا بیان	۷۳۱	سبدہ میں دونوں بازوں کھلے ہوں .....
۷۳۵	سبدہ میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں	۷۳۵	جب سبدہ پوری طرح نہ کرے
۷۳۶	سات ہڈیوں پر سبدہ کرنا	۷۳۸	سبدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا
۷۳۸	کچھ میں بھی ناک زمین سے لگانا		

## نہر سنت تشریعی مضمون

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۱	نامہ مبارک میں تردید تقلید شخصی	۱۵۰	وہی کی تفصیلات
۱۷۲	حضرت امامؒ کی طرف سے ایک ایمان افروز اشارہ	۱۵۱	حدیث انما الاعمال بالنیات کی تشرع
۱۷۳	غیر مسلموں کے ساتھ اخلاق فاضل کا برداشت	۱۵۲	مذکورین حدیث کے ایک خیال کی تردید
۱۷۴	آیات قرآنیہ بابت کمی و بیشی ایمان	۱۵۲	حالات و شہادت فاروق اعظم
۱۷۵	حضرت عمر بن عبد العزیز	۱۵۳	اقسام وہی کا بیان
۱۷۶	لفظ ایمان کی لغوی و اصطلاحی تفصیل	۱۵۳	فضائل محدثین کرام حبیبهم اللہ
۱۷۷	ایمان سے متعلق مسلم محدثین	۱۵۷	غار حار اور اوالین وہی
۱۷۸	فرقہ مرجیہ کے بارے میں :	۱۵۷	ناموس اکبر کی تعریف
۱۷۹	مزید تفصیلات ایمان اصطلاحی	۱۵۸	بشارات مسن جانب و رقة بن نو فل
۱۸۰	ایمان کی کمی و بیشی کے بارے میں	۱۵۸	بابت رکنیت سورہ فاتحہ حفیہ کو ایک جواب
۱۸۱	امام ابو حنیفہؒ کا صحیح مسلم	۱۶۰	وہی مکتواب وہی غیر مکتوک بیان
۱۸۲	ایمان کی کمی و بیشی آیات قرآنیہ کی روشنی میں	۱۶۰	آداب معلمین و متعلمنین
۱۸۳	سنت رسولؐ سے استدلال	۱۶۱	بعض راویان حدیث کے مختصر حالات
۱۸۴	اعمال صالحہ داخل ایمان ہیں	۱۶۱	آغاز وہی رمضان شریف میں
۱۸۵	فرضیت صائم و حج	۱۶۲	مطلوب تحمل سند حدیث
۱۸۶	ایمان اور نیک اعمال	۱۶۲	حدیث ہر قل محدث تفصیلات متعلقہ
۱۸۷	ایمان سورہ مونون کی روشنی میں	۱۶۷	انام بخاریؓ مجہد مطلق تھے
۱۸۸	ایمان کی کچھ اور پرسترشا خصیں ہیں	۱۶۸	شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کا بیان
۱۸۹	ہجرت ظاہری اور ہجرت حقیقی	۱۶۸	مشہور مورخ گنبد کا ایک بیان
۱۹۰	مکارم بالیہ اور مکارم بدنبیہ ہی کا نام اسلام ہے	۱۶۹	مکالہ ابوسفیان و ہر قل
۱۹۱	ایمان کی حلیفہ نقی	۱۷۰	نامہ مبارک اولاد ہر قل میں حفوظ رہا
۱۹۲	محبت طبعی برائے رسول اللہ ﷺ	۱۷۱	بشارات محمدی کتب سابقہ میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۲	ایک حدیث نبوی ہے مدار اسلام کہا جاسکتا ہے	۱۹۵	نئی اور اثبات کا بیان
۲۳۳	اعمال صالح داخل ایمان ہیں مر جیہے کی تردید	۱۹۵	مذاہب معلوم کے مقدمہ حضرات
۲۳۴	جمع فی القرآن سے متعلق ایک نوٹ	۱۹۶	لننت ایمان کے تین خصال محبہ
۲۳۷	کتاب الایمان کے اختتام پر ایمان افروز اشارات	۱۹۶	ایک خطیب کے متعلق علمی نکتہ
۲۳۷	کتاب الایمان اور کتاب العلم میں ایک زبردست رابطہ	۱۹۷	فضائل انصار (رضی اللہ عنہم)
۲۳۸	اہل علم کے درجات عالیہ غیر معین ہیں	۱۹۸	ایک حدیث سے پانچ مسائل کا تجزیہ
۲۴۰	اصطلاحات محدثین کا مأخذ قرآن مجید اور اسوہ نبوی ہے	۲۰۰	دین پچانے کے لئے یکسوئی اختیار کرنے کا بیان
۲۴۰	استاد دین میں داخل ہے	۲۰۱	مر جیہے اور کرامیہ کی تردید
۲۴۱	منکرین حدیث کی ایک ہنوفات کی تردید	۲۰۲	ایک عظیم فتنے کا بیان
۲۴۲	لقط اللہ ہم کی اہمیت	۲۰۳	ایک خواب نبوی کی تبیر
۲۴۵	دور حاضرہ کا ایک فتنہ	۲۰۵	حیاکی حقیقت
۲۴۶	مراتب فرانض و سنن و نوافل	۲۰۷	بکھیر اہل بدعت کا بیان
۲۴۷	خرس و پریز کی شرارت اور اس کا نتیجہ	۲۰۹	حج مبرور کی تعریف
۲۴۸	جالس علمی کے آداب	۲۰۹	شاہوی اللہ سے ایک نام نہاد فقیہہ کا مناظرہ
۲۴۹	شرعی حقائق کو فلسفیانہ رنگ میں بیان کرنا	۲۱۰	امام بخاری پچ عارف باللہ تھے
۲۵۲	اصول تعلیم پر ایک نشان دہی	۲۱۱	ایمان دل کا ہے
۲۵۳	حق پر قائم رہنے والی جماعت حقہ	۲۱۲	محض معصیت سے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا جاسکتا
۲۵۸	سیاہ امام مہدی حنفی مذہب کے مقلد ہوئے	۲۱۳	افر کی چار قسموں کا بیان
۲۶۳	شبہ کی چیز سے پچھائی بہتر ہے	۲۱۶	عملی نقاۃ کی علامتوں کا بیان
۲۶۴	طلب معاش کا اہتمام بھی ضروری ہے	۲۱۸	لیلۃ القدر کا بیان
۲۶۶	بے ہودہ معاملات پر عالم کا غصہ کرنا بجا ہے	۲۱۹	ترواۃ کا بیان
۲۶۷	شاگرد کے لئے استاد کا ادوب بے حد ضروری ہے	۲۲۰	اسلام آسان ہے
۲۶۸	علم کے ساتھ تربیت بھی لازمی ہے	۲۲۳	ایمان کی دو زیادتی آیات قرآنی و احادیث نبوی سے
۲۶۹	اسلاف امت اور طلب حدیث	۲۲۴	عبد نبوی میں اسنام مکمل ہو چکا تھا
۲۷۰	عور توں کا عیدگاہ میں جانا ضروری ہے	۲۲۴	تقلیدی مذاہب سب بعد کی ایجادات ہیں
۲۷۱	الحمدیث کی فضیلت	۲۲۶	ایمان سے متعلق ایک غلط خیال کی تردید
۲۷۲	رائے اور قیاس پر فتویٰ دینے والوں کی مدد ملت	۲۲۸	فضائل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۷۳	شاگرد کا استاد سے بار بار پوچھنا بھی ایک حد تک درست ہے	۲۳۰	ایمان اسلام اور احسان کی تفصیلات بزبان نبوی
۲۷۵	احادیث نبوی کا ذخیرہ مفرد لوگوں کی دست بردنے .....	۲۳۰	حضرت امام بخاری پر ایک حملہ اور اس کا جواب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۰	پورے سر کا مسح ضروری ہے	۲۷۷	اسلام کی جزوں کو کھو کھلا کرنے والے
۳۳۲	صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ	۲۷۹	چکھ کذاب اور مفتری لوگوں کا بیان
۳۳۵	کلالہ کے متعلق ایک نوٹ	۲۸۰	حدیث قرطاس کی وضاحت
۳۳۷	تیز بخاروں میں ٹھنڈے پانی سے ٹسل مفید ہے	۲۸۱	باریک کٹرے پہنچے پرو عید
۳۳۸	صاحب جمازی اور صاحب عراقی کی تفصیلات	۲۸۲	حیات خضر کے متعلق امام بخاریؓ کا فتویٰ
۳۳۹	امام ابو یوسفؑ امام بالکؑ کی خدمت میں	۲۸۳	مقلدین کی طرف سے حضرت ابو ہریرہؓ کی شان میں گستاخی
۳۳۹	امام ابو یوسفؑ نے صاع کے بارے میں اپنا مسلک چھوڑ دیا	۲۸۸	حدیث موسیٰ و خضر مزید تفصیل کے ساتھ
۳۴۰	موسوں پر مسح کرنا ستر صحابہ سے مردی ہے	۲۸۹	احناف کا تعصب
۳۴۱	عماضہ پر مسح کرنے کی تفصیلات	۲۹۱	روح کے متعلق تفصیلات
۳۴۲	چکھ گناہوں کا بیان جن سے عذاب قبر ہوتا ہے	۲۹۲	کسی بڑی صلحت کی خاطر کسی مستحب کام کو ملتوی کر دینا
۳۴۸	ایک دیہاتی کام مسجد بنوی میں پیشاب کرنا	۲۹۲	لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق بات کرو
۳۴۹	کوٹ پتلون میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا	۲۹۳	دعوائے ایمان کے لئے عمل صالح شرط ہے
۳۵۱	مکرین حدیث کی ایک حماقت	۲۹۵	نوٹکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی
۳۵۲	نجاست کا صاف کرنا اشد ضروری ہے	۲۹۸	لفظ و ضوکی لغوی اور شرعی تحقیق
۳۵۳	دارالبرید کوفہ میں ایک سر کاری جگہ	۲۹۹	وصولوں سے متعلق ایک قاعدہ کلیہ
۳۵۴	چکھ مرتدین کی سیز اؤں کا بیان	۳۰۲	آب زمرم سے وضو کرنا جائز ہے
۳۵۶	ہاتھی کے دانت کی نکتھیاں اور ان کی تجارت	۳۰۳	وضو بغیر بزم اللہ درست نہیں ہے
۳۵۶	مٹک جو ایک جہا ہو اخون ہے وہ پاک ہے	۳۰۴	مولانا اور شاہ صاحب مرحوم کا ایک ارشاد گرامی
۳۵۹	نماز کے دوران تھوکنا	۳۰۵	مقلدین کام بخاریؓ پر ایک اور حملہ محدث جواب
۳۶۱	نبیز سے وضو ناجائز ہے	۳۰۶	بیت اللہ کے وقت کی دعائیں
۳۶۲	فونکد سواک	۳۰۷	مدینہ والوں کا قبلہ جانب شمال دائر ہے
۳۶۲	سوتے وقت کی مسنون دعا	۳۰۸	عورت مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں
۳۶۲	حضرت امام بخاریؓ کی نظر غائزہ کا بیان	۳۱۲	آداب طہارت کا بیان
۳۶۲	ٹسل جنابت کی فرضیت	۳۱۶	روافض کے ایک غلط فتویٰ کی تردید
۳۶۸	حضرت عائشہ کا ٹسل کی تعلیم دینا	۳۲۰	حضورؐ کے موئے مبدک کے بارے میں
۳۶۸	حدیث پر اعتراض کرنے کی نہ مت	۳۲۱	حنفیہ کا ایک خلاف جہور مسئلہ
۳۷۱	طلاب کی تشریع	۳۲۳	کلب معلم کی تعریف
۳۷۲	وضو کے بعد اعضاء پوچھنا	۳۲۶	صحبت کے بعد ٹسل واجب ہے
۳۷۲	جنبی کا برتن میں ہاتھ ڈالنا	۳۲۸	اتباع رسول الحدیث کے لئے باعث فخر ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۳	بی کریم ﷺ کا سورج نکلنے کے بعد نماز فخر پڑھنا؟	۳۷۶	بی کریم ﷺ کی اذوایی زندگی
۳۲۷	تیم میں ہاتھ صرف ایک مرتبہ مٹی ہرمارنا ہے	۳۷۸	بالوں میں خلاں کرنا
۳۲۹	نماز کے مسائل	۳۸۰	سر پر پانی بہانا
۳۳۲	واقدہ معراج اور فرضیت نماز	۳۸۰	شنگے نہانہ
۳۳۳	ایک کپڑے میں نماز کا مطلب؟	۳۸۳	مومن کی نجاست
۳۳۴	غلط قسم کی خرید و فروخت	۳۸۴	تقلیدی مذاہب کا نامناسب طریقہ
۳۳۵	صلح حدیث کے بعد کیا ہوا	۳۸۸	محض دخول کے بعد عسل کرنا
۳۳۵	ران شرم گاہ میں داخل ہے	۳۸۹	حیض کی ابتداء
۳۳۵	ماہر کتب یہود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۳۹۲	نفاس کا مسئلہ
۳۳۵	حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	۳۹۳	مُنکرین حدیث کا رد
۳۳۷	نماز میں عورت کا لباس	۳۹۳	کس پر لعنت کرنا جائز ہے
۳۵۳	جده کرنے کے لئے مٹی ہونے کی شرط نہیں ہے	۳۹۵	حائضہ اور جنی کے لئے قراءت قرآن
۳۵۶	جو توں میں نماز بشر طیکہ وہ پاک ہوں	۳۹۸	مستحاضہ کے مسائل
۳۵۷	جرابوں پر موزے کا بیان	۳۹۹	مقام حیض پر خوشبو کا استعمال
۳۵۷	مسنون نماز جماعت الہدیث کا ایک طراہ امتیاز	۴۰۰	حیض کے بعد عسل
۳۵۸	تحویل قبلہ کا بیان	۴۰۱	حائضہ کا حرام
۳۵۹	اسلام کی بنیادی باتوں کا بیان	۴۰۲	حالات حمل میں خون
۳۶۰	چار مصلووں کی ایجاد	۴۰۳	مدت حیض
۳۶۱	مولانا انور شاہ صاحب مرحوم کا ایک بہترین بیان	۴۰۵	حائضہ پر نماز معاف
۳۶۳	اتحاد ملت کا ایک زبردست مظاہرہ	۴۰۷	اجتیاع عیدین میں عورتوں کی شرکت
۳۶۴	مسجد اقربین کا بیان	۴۰۹	حیض اور مسئلہ طلاق
۳۶۵	نسیان ہر انسان سے ممکن ہے	۴۱۱	استحاضہ والی عورت کے لئے عسل
۳۶۷	نماز میں بھول چوک کے متعلق	۴۱۲	حدیث نبوی کی موجودگی میں رائے سے رجوع کرنا
۳۷۱	مسجد کے آداب	۴۱۵	تیم کی ابتداء کیسے ہوئی
۳۷۲	ایک مجذہ نبوی کا بیان	۴۱۶	تیم پاک مٹی سے ہو
۳۷۲	تفریق بن اسلمین کا ایک مظاہرہ	۴۱۷	اکرپانی اور مٹی دو نوں نہ طیں
۳۷۳	مشق کے لئے گھوڑوڑ کرنا	۴۱۸	حالات حضر میں تیم
۳۷۳	مسجد نبوی میں ایک خزانے کی تیم	۴۱۹	حضرت عمر کا اجتہاد اور رجوع
۳۷۴	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب و واقعہ	۴۲۱	تیم کے لئے مٹی ضروری ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۳	کفار قریش کے لئے نام بنا م بدعا کرنا	۳۷۶	لسان کے کہتے ہیں؟
۵۳۴	مومن کا آخری ہتھیار دعا ہے	۳۷۸	فتولی بازی میں جلدی کرنا تھیک نہیں
۵۳۶	نماز کے اوقات کی تحقیق	۳۷۸	ایک حدیث سے انہیں مسائل کا اثبات
۵۳۰	امت کا افتراق	۳۸۰	قبو پرستی کی تردید
۵۳۲	صحابہ کرام کا نماز کے لئے اہتمام	۳۸۱	مسجد نبوی کی تعمیر
۵۳۳	ظہر کو ضعیض کرنے کا مطلب	۳۸۵	حافظ ابن قیم کی ایک قابل مطالعہ تحریر
۵۳۵	دوزخ کا گھوہ	۳۸۵	قبوں کے متعلق اسلامی تعلیمات
۵۳۶	امام بخاری کا اسلوب تفسیر	۳۸۶	چند خصائص نبوی کا بیان
۵۳۹	دونمازوں کا مجمع کرنا	۳۸۷	ایک مظلوم کی دعا کی قولیت
۵۵۰	نماز عصر کا وقت	۳۸۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو تراب
۵۵۱	حضرات احباب کی عجیب کادش	۳۹۰	بوقت خطبہ بھی تھیہ المسجد کی دور کعینیں.....
۵۵۵	نماز کی ایک رکعت پانا	۳۹۱	مسجد کی غیر معمولی آرائش
۵۵۷	یہود و نصاری اور مسلمانوں کی مثال	۳۹۲	تعمیر مسجد نبوی کی ایک اور تفصیل
۵۵۸	نماز مغرب کا وقت	۳۹۳	الل عالم و فضل اور سبقت بازی
۵۶۰	نماز عشاء یا عتمہ	۳۹۳	الل اللہ کی خدمت سے تقرب حاصل کرنا
۵۶۳	نماز عشاء میں تاخیر	۳۹۶	شاعر دربار سالت کا ذکر خیر
۵۶۸	نماز بھر اندر ہیرے میں پڑھنے کا بیان	۳۹۷	مسجد میں جنگی صلاحیتوں کی مشق
۵۷۰	دیوبند میں نماز بھر غلس میں	۳۹۸	مسجد میں مسائل بیچ و شراء
۵۷۷	قصانماز کے لئے اذان دینا	۵۰۰	حضرت مریم اور ان کی والدہ کا قصہ
۵۷۸	جو نماز چہاد کی وجہ سے رہ گئی	۵۰۱	مسجد میں قید کرنا
۵۸۱	نماز عشاء کے بعد دین کی بابت کرنا	۵۰۲	شہادت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
۵۸۵	اذان کی ابتداء	۵۰۳	حضرت امام بخاری کا مقام ابتداء
۵۸۶	اًقامت لیٰنی اکھری عجیب کرنے کا بیان	۵۰۵	فضیلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۵۸۸	ترجیع کے ساتھ اذان	۵۰۵	مقام خلت کا بیان
۵۸۸	اس بارے میں مولا نا انور شاہ کا موقف	۵۱۲	کاش امت مسلمہ و سیت نبوی کو یاد رکھتی
۵۹۰	احباب کا رویہ	۵۱۳	حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف ایک غلط عقیدہ کی نسبت
۵۹۱	اذان سن کر شیطان کا بھاگنا	۵۱۹	سترے کے مسائل
۵۹۵	پارش میں اذان	۵۲۷	ندی کے آگے سے گزنا
۵۹۸	حری کی اذان	۵۳۰	حضرت امامہ بنت زینبؓ رسول کریمؐ کی محبوب نواسی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۹۰	امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا	۶۰۰	نماز مغرب سے قبل دور کتعین
۶۹۵	امنه کرام سے فاتحہ کا ثبوت	۶۰۲	سفر میں اذان
۷۰۱	مختلف نمازوں میں قرأت القرآن	۶۰۶	مقدتی نماز کے لئے کب کھڑے ہوں
۷۱۱	بلند آواز سے آمین کا مسئلہ	۶۰۷	اذان و عجیب کے بعد مسجد سے باہر جانا
۷۱۲	بلند آواز سے آمین اور خلائق احناف	۶۰۹	تاریکیں جماعت کے لئے دعید
۷۱۹	فاتحہ کے بغیر رکوع کی رکعت	۶۱۰	نماز باجماعت کا ثواب
۷۲۳	رکوع و بخود میں سکون و اطمینان	۶۱۸	سات خوش نصیب جن کو عرش الہی کا سایہ میر آئے گا
۷۲۵	رکوع و بخود کی تسبیح	۶۱۹	فرض نماز کے ہوتے ہوئے کوئی نماز نہیں
۷۳۳	دیوار الہی اور کلام الہی	۶۲۰	حضرت سید نذیر حسین محمد شدید دہلوی کا
		۶۲۵	بیمار کا سہارے کے ساتھ مسجد میں آتا
		۶۲۸	معدور اپنے گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے
		۶۳۱	جلہ استراحت
		۶۳۲	امامت کی شرعاً اطاعت
		۶۳۳	حضرت ابو بکرؓ کی امامت
		۶۳۰	امام پیشہ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہوں
		۶۳۳	قرآن سے دیکھ کر نماز میں قرأت کرنا
		۶۳۶	بدعی کی اقتداء درست نہیں
		۶۳۹	امام افضل پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرض
		۶۴۷	نمازوں میں روتا
		۶۵۸	صفوں کا برابر کرنا
		۶۶۲	قدم سے قدم ملاانا
		۶۶۵	امام کی دائیں جانب کھڑے ہوتا
		۶۶۸	امام مقتدی کا سعی اللہ لمن حمدہ کہنا
		۶۷۰	سلکہ رفع الیدين
		۶۷۵	صحابہ کرام کا رفع الیدين کرنا
		۶۷۷	مکررین رفع الیدين کے دلائل اور ان کے جوابات
		۶۷۹	بیٹنے پر ہاتھ باندھنے کا بیان
		۶۸۲	بسم اللہ بلند آواز سے یا آہنے
		۶۸۶	نمازوں اور صراحت دیکھنا

## عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين و الصلاة والسلام على سوله الکریم و على آلہ الطیبین و اصحابہ  
حملة السنة النبوية أجمعین وبعد

**أصح الكتب بعد كتاب الله** "الجامع الصحيح المستند من أمور رسول الله ﷺ و سنته وأيامه" المعروف به صحيح بخاري شریف امیر المؤمنین فی الحدیث امام جامع محدثین امام علی البخاری رحمۃ اللہ (۲۵۶ھ) کی تصنیف ہے اور تدوین حدیث کے سنہری دور کا سب سے عظیم و مستند شاہکار ہے۔

اس کتاب عظیم کا مقام و مرتبہ امت مسلمہ میں مسلم ہے اور جمہور اہل سنت بالاجماع اسے حدیث پاک کی سب سے صحیح ترین کتاب تعلیم کرتے ہیں۔ بعض امامان دین کے بقول صحیحین اور اس کے عالی مقام مصنفین کی تتفیص و توہین کو فقہ قرار دیتے ہیں، اسی لیے ایک مومن صادق پیارے رسول ﷺ کے ارشادات عالیہ کے اس عظیم مجموعہ کو قرآن کریم کے بعد تعلیمات دین کا سب سے اہم اور ضروری مصدر و مرجع مانتا ہے اور اس میں تشکیک کی شاذشوں کو بھی نہیں کہ بقول نہیں کرتا بلکہ اس کی نکیر کرتا ہے اور اپنے اس منع صافی سے تمک فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوشش بسیار کے باوجود جو اعادے سنت نے اطفائے شان صحیح بخاری اور تتفیص امام بخاری کے سلسلے میں روکھی ہے۔ اس کے مقام و مرتبے میں ذرہ برا بر کی نہیں کر سکے۔ اور ان کے سارے جدوجہد رائیگاں ثابت ہوئے۔

یہ بات بہت خوش آئند ہے اور لاائق شکر بھی کہ تمام عالم اسلام میں عموماً اور برصغیر میں خصوصاً فتنہ انکار سنت اور نبذی و مسلکی تعصب و تنگ نظری اور جمود و تقلید آراء کے علی الرغم اتباع سنت اور محبت رسول کا جذبہ صادق پروان چڑھ رہا ہے۔ اور ہر حلقة میں کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات اور قرآن و حدیث کی طلب عام ہو رہی ہے اور امت کے بیشتر افراد اس بات سے واقف ہو رہے ہیں کہ دین کے نام پر جہاں بہت ساری بے بنیاد باتوں کو اسلام سمجھ کر قبول کر لیا گیا ہے وہیں پر پیارے رسول ﷺ کی طرف منسوب بہت سی باتیں صحیح نہیں ہیں، لہذا امت نے اب صحیح احادیث رسول کی تلاش و تجویز شروع کر دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خاص طور پر بخاری شریف کی مقبولیت عام ہو گئی ہے اور اس کے تقاضے روزافزوں ہو رہے ہیں۔

اسی متفق علیہ اصح ترین مجموعہ حدیث کا ترجمہ بزبان اردو سب سے پہلے جماعت اہل حدیث کے ایک عظیم عالم علامہ وحید الزماں حیدر آبادی رحمۃ اللہ نے دیگر بہت سی اہم کتب حدیث کے ساتھ کیا تھا اور اس کو شائع فرمایا تھا، بعد میں جماعت کے

ایک دوسرے بڑے عالم علامہ محمد داود راز حمہ اللہ سابق ناظم مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند نے بھی والہانہ وجذبہ محبت نبوی سے سرشار ہو کر رواں و سلیس ترجمہ کیا جس کا لفظ لفظ قاری کو محفوظ کرتا ہے اور دامن دل کو بخینچتا ہے۔ علامہ نے اپنی زندگی میں ہی اہتمام خاص سے اسے شائع فرمایا، بعدہ ”مکتبہ قدوسیہ“ لاہور نے محنت شاہقہ اور عنایت فائقة سے کپیوٹر پر تائپ کر کے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

علوم کتاب و سنت کی نشر و اشاعت مرکزی جمیعت کے وسیع تراشاعیتی پروگرام میں داخل ہے اور میری دیرینہ خواہش رہی ہے کہ جماعت اہل حدیث کے اس عظیم مرکز سے حدیث رسول ﷺ کی خدمت اس ناحیہ اور زاویہ سے بھی زیادہ سے زیادہ ہو، چنانچہ مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند مکتبہ قدوسیہ کے شکریہ کے ساتھ اسی نئی کوہنڈستان میں شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزاً خیر دے محترم بھائی نذری احمد بن علامہ داود راز حمہ اللہ علیہ کو جنہوں نے ترجمہ مذکور کا حق طباعت ہمیشہ کے لیے مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کو دے دیا۔

آج ہمیں بے خدسرت ہو رہی ہے کہ ہم اپنے چند عظیم مخلصین و محسین کے تعاون سے اس سمت میں پیش قدمی کر رہے ہیں اور علم دین کی خدمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور اصلاح امت کا ایک قدم اور آگے بڑھ رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ شیدائیان رسول اکرم ﷺ و محبین کتاب و سنت کے لئے اس شمع رسالت سے روشنی حاصل کرنا آسان ہو جائے گا اور ہمارے رسول ﷺ کی سب سے پیاری بات، سب سے میٹھی بولی اور بہترین ہدایت سے شاد کام ہوں گے اور مؤلف، مترجم، ناشر، محسین و معاونین کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت عامہ عنایت کرے۔ آمين

۱۳۲۳ھ زی الحجه ۲۵

مطابق: ۱۴ فروری ۲۰۰۳ء

دہلی

کتبہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

ناظم عومنی

مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند

بسم الله الرحمن الرحيم  
نحمده و نصلى على رسوله الكريم

## سوانح حیات امیرالمحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امام اسلامین، قدوة الموحدین، امیرالمحدثین حضرت امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے ان ماہی زمان فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام نای اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ دنیا شہ زندہ رہے گا۔ احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جامع پڑتاں، پھر ان کی جمع و ترتیب پر آپ کی مسائی جیلیہ کو آئے والی تمام مسلمان نسلیں خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی۔ آپ کا ظہور پر سرور عین اس قرآنی پیش گوئی کے مطابق ہوا جو باری تعالیٰ نے سورہ جمہ میں فرمائی تھی۔ وَ اخْرَيْنِ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجحہ: ۳) یعنی زمان در سالت کے بعد کچھ اور لوگ بھی وجود میں آئیں گے جو علوم کتاب و حکمت کے حامل ہوں گے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یقیناً ان ہی پاک نفوس کے سر خیل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آں فارس میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اگر دینی علوم شیاستارے پر ہوں گے تو وہاں سے بھی وہاں کوڈھونڈنا کالیں گے۔

مبارک ہے وہ فارسی خاندان جس میں حضرت امیرالمحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔ اور آپ نے اپنی علمی کا وشوں سے رسالت مآب ﷺ کی پیشگوئی کو حرف صحیح کر کے دکھلادیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاکیزہ اور حیات طیبہ پر ان بارہ سور بسول میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے آج بہت سی تایاب بھی ہو چکی ہیں اور بہت سی موجود بھی ہیں۔ عربی و فارسی کے علاوہ اردو میں بھی بہت کافی مواد موجود ہے۔ جس کی روشنی میں اگر مفصل قلم انداختا جائے تو ایک مستقل خیم کتاب تیار ہو سکتی ہے چونکہ یہاں طوالت کا موقع نہیں ہے لہذا مختصر حالات زندگی بدیہی ناظرین کے جاتے ہیں۔

### نام و نسب و پیدائش :

امیر المؤمنین فی المدیث حضرت امام بخاری کا نام نای "محمد" اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراء بن منیر میں بردازہ بن بذذ بالجعفی البخاری۔ حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بردازہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آتش پرست تھے۔ اس سے آپ کا فارسی لائل ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام بخاری کے پرودا مغیرہ نے یہاں الجعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شر بخارا ہی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اسی وجہ سے حضرت امام کو الجعفی البخاری کہا جاتا ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت العلام مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر محدثین میں سے ہیں۔ کنیت ابو الحسن ہے۔ حضرت امام مالکؓ کے افضل تلامذہ میں سے ہیں۔ اور حضرت امام مالکؓ کے علاوہ حماد بن زیدؓ اور ابو محاویؓ عبد اللہ بن مبارکؓ وغیرہ سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں۔ احمد بن حفصؓ، نصر بن حسینؓ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ اس قدر پاکباز، متدين، محتاط تھے خاص طور پر اکل حلال میں کہ آپ کے مال میں ایک درم بھی ایمانہ تھے ملکوک یا حرام قرار دیا جاسکے۔ ان کے شاگرد احمد بن حفص کا بیان ہے کہ میں حضرت مولانا اسماعیل کی وفات کے وقت حاضر تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کمائے ہوئے مال میں ایک درم بھی مشتبہ

پچھوڑ کر نہیں چلا ہو۔

امام بخاری قدس سرہ شریف میں تاریخ ۱۳۱۹ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ فخر امت میں کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا ہے کہ باپ بھی محدث ہوا اور بیٹا بھی محدث بلکہ سید الحدیثین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب فرمایا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو کریم ابن الکریم کہا گیا ہے۔ حضرت امام بخاری بھی محدث ابن المحدث قرار پائے۔ مگر صد افسوس کہ والد ماجد نے اپنے ہونہار فرزند کا علمی زمانہ نہیں دیکھا اور آپ کو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت امام کی تربیت کی پوری ذمہ داری والدہ محترمہ پر آگئی جو نہایت ہی خدا رسیدہ عبادت گزار شہبیدار خاتون تھیں۔ والدین کی علمی شان و دینداری کے پیش نظر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت امام کی تعلیم و تربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوئی۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فقد ربی فی حجر العلم حتی ربا و ارتضع ثدی الفضل فکان فطامہ علی هذَا البداء۔ لیش آپ نے علم کی گود میں پروردش پائی۔ یہاں تک کہ آپ بڑھے اور علم کی پستان سے شیر پایا۔ اور اسی پر آپ کا فظام یعنی دودھ چھڑا ہے کا زمانہ ختم ہوا۔

### اویں کرامت:

فخار نے تاریخ بخاری میں اور لاسکائی نے شرح السنہ باب کرامات الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ بچپن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بسارت جاتی رہی تھی۔ والدہ ماجدہ کے لئے اپنی بیوگی ہی کا صدمہ کم نہ تھا کہ اچاک یہ ساختہ پیش آیا۔ اطباء علاج سے عاجز آگئے۔ والدہ ماجدہ والپتی تین بچے کی اس حالت پر رات دن رو تیں اور دعا کرتیں۔ آخر ایک رات بعد عشاء مصلی ہی پر روتے اور دعا کرتے ہوئے آپ کو نیند آٹھ۔ خواب میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور بشارت دی کہ ”تمہارے رونے اور دعا کرنے سے اللہ پاک نے تمہارے سے بچے کی بینائی درست کرو دی ہے۔“ صحیح یونی تو فی الواقع آپ کی آنکھیں درست تھیں۔ بعد میں اللہ پاک نے آپ کو اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ ”تاریخ کبیر“ کا پورا مسودہ آپ نے چاندنی راتوں میں تحریر فرمایا۔

تین الدین بکل نے طبقات کبھی میں لکھا ہے کہ دعوپ اور گرمی کی شدت میں حضرت امام نے طلب علم کے لئے سفر فرمایا تو دوبارہ آپ نے بینائی ختم ہو گئی۔ خراسان پہنچنے پر آپ نے کسی حکیم حاذق کے مشورہ سے سر کے بال صاف کرائے اور گل غلطی کا ضماد کیا۔ اس نتے انہوں پاک نے آپ کو شفائے کامل عطا فرمائی۔ دس سال کی عمر تھی کہ آپ تکمیلی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ اور اسی تخفی عمر سے ہی آپ کو واحد یہث نبوی یاد کرنے کا شوق دامن گیر ہو گیا اور آپ مختلف حلقة ہائے درس میں شرکت فرمانے لگے۔

### ستر ہزار احادیث نبوی کا حافظ ایک ہو ہونہار نوجوان :

ان دونوں شریف بخاری میں علوم قرآن و حدیث کے بہت سے مرکز تھے جمال قال اللہ وقال الرسول کی صدایں بلند ہو رہی تھیں۔ حنفہ تلامیم ان مرکز سے استفادہ فرمائے گئے۔ ایک دن محدث بخاری حضرت امام داخلی رحمہ اللہ کے حلقة درس میں شریک تھے کہ امام باخث نے ایک حدیث کی سند بیان کرتے وقت سفیان عن ابو الزیبر عن ابی الزیبر عن ابراهیم فرمادیا۔ امام بخاری بولے کہ حضرت یہ سند اس طرف نہیں ہے کیونکہ ابوالزیبر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے۔ ایک تو عمر شاگرد کی اس گرفت سے محدث بخاری اچونکہ پڑے لور خنکی کے لیج میں آپ سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے استاد محترم کا پورا لوب طحہ رکھتے ہوئے بڑی ہمیگی سے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس اصل شاب ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیجئے۔ علامہ نے گھر جا کر اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو امام بخاری کی گرفت کو تسلیم فرمایا۔ لور والہی پر منصف مزان؟ اس نتدی کی صحیح کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ امام بخاری نے برجت جواب دیا کہ صحیح سند یوں ہے سفیان عن الزیبر وہو این عددی عن ابراهیم۔ اس وقت حضرت امام کی عرصہ فرمایا۔ اس سال کی تھی۔

ہونہار برو کے چکنے چکنے پا

ان بھی ایام میں آپ نے بخارا کے انحصار میں فیوض حاصل کرتے ہوئے پیشتر ذخیرہ احادیث محفوظ فرمایا تھا۔ امام و کمیٹ اور امام مبدی اللہ بن مبارک کی کتابیں آپ کو برلن کے زبان یاد تھیں۔ علامہ داخلی کے ساتھ واقعہ نہ کورہ سے بخارا کے ہر ملی مركز میں آپ کا چرچا ہونے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑے بڑے اساتذہ کرام آپ کے حفظ و ذہانت کے قائل ہونے لگے۔ علامہ بیکندی علیہ الرحمۃ جو ایک مشور محدث بخارا میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں جب بھی محمد بن اسماعیل آجاتے ہیں مجھ پر عالم تحریر طاری ہو جاتا ہے۔ ایک دن ان علامہ کی خدمت میں ایک بزرگ سلیمان بن جابد حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم را پسلے آجاتے تو ایک ایسا ہونہار نوجوان دیکھتے ہیں ستر بڑا حد شیش حفظ میں۔ سلیمان بن جابد یہ سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔ اور حضرت امام میں ملاقات کے اشتیاق میں نکلے۔ ملاقات ہوئی تو حضرت امام نے فرمایا کہ نہ صرف ستر بڑا بلکہ ان سے بھی زائد احادیث مجھے یاد ہیں۔ بلکہ سلسہ مند، حاصلات، رجال سے جیسا بھی سوال کریں گے جواب دون گا حتیٰ کہ احوال صحابہ و تابعین کے بارے میں بھی تلا اسکتا ہوں کہ وہ کون کسی آیات قرآنی، احادیث نبوی تے مأخذیں۔ (مقدمہ فتح الباری)

یہ سب اسی زمانے کی باتیں میں کہ ابھی آپ اپنے وطن لاوف بخارا ہی میں سکونت پذیر تھے۔ علامہ بیکندی فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت محمد بن اسماعیل حفظ و ذہانت کے انتبار سے لاثانی شخصیت کے ماں کیں ہیں

### طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی رحلت:

انظر حالت اُنھوںی معنی کوچ کرنے کے ہیں مگر اصطلاح محدثین میں یہ لفاظ اس سفر کے لئے اصطلاح بن گیا ہے جو حدیث یادہ حدیث کی کسی سند عالیٰ کے لئے کیا جائے۔ صحابہ و تابعین ہی کے باہر کوت زمانوں سے اکابر امت میں یہ شوق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ علوم کی تحصیل کے لئے دور دور تک کا سفر کرنے لگے۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کار ارشاد تھا کہ فلو لا نفر من کل فرقہ متنه طالقہ لیست قہدا فی الدین ایسا (اتقہ پ ۱۲۲) مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور دینی علوم کی تحصیل و فقاہت کے لئے لگرستے باہر نکلا چاہئے۔ اس کی تعلیم لئے محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کمر بستہ ہوئے اور انہوں نے اس پایہ زمہ مقصد کے لئے ایسے کئی سفر اختیار کئے کہ وہ دنیا کی تاریخ میں بے مثال بن کئے۔

سید الحشیثین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر شریف کے سولویں سال ۶۱۰ھ میں اپنی والدہ محترمہ اور محترم بھائی احمد کے ساتھ سفر جو پرداز ہوئے اور مکہ المکرہ پہنچے۔ آپ نے اس مرکز اسلام میں بڑے بڑے ملائے اکابر و محدثین حفاظ سے ملاقات فرمائی۔ اور جو کے بعد والدہ محترمہ ایجاد سے تحصیل علوم حدیث کے لئے کہی میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت مدد شریف ارباب علم، فضل میں عبد اللہ بن یزید، ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر، ابوالولید احمد بن الازرقی اور علامہ حمیدی و نیمیہ ممتاز تحصیلوں کے مالک تھے۔ آپ نے پورے دو سال مکہ المکرہ میں رہ کر ظاہری و باطنی کمالات میں حاصل فرمائے اور ۶۱۲ھ میں مدینۃ المورہ کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں کے مشاہیر محدثین کرام مطرف بن عبد اللہ ابراہیم بن منذر، ابو ثابت محمد بن عبید اللہ ابراہیم بن حمزہ وغیرہ وغیرہ بزرگوں سے اتنا سبب فیض فرمایا۔ بلاد حجاز میں آپ کی اقامت چھ سال رہی۔ پھر آپ نے بصرہ کارخ فرمایا۔ اس کے بعد کوفہ کا قصد کیا۔ حضرت دراق بخاری نے کوفہ اور بغداد کے بارے میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ لا احصی کم دخلت الی انکوفہ و بعد د مع المحدثین۔ میں شمار نہیں کر سکا کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ کتنی مرتبہ داخل ہوا ہوں۔

بغداد چوک کے عباسی حکومت کا پایہ تخت رہا ہے۔ اس لئے وہ علوم و فون کا مرکز بن گیا تھا۔ بڑے بڑے اکابر عصر بغداد میں جمع تھے۔ اسی لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار بغداد کا سفر فرمایا۔ وہاں کے مشائخ حدیث میں حضرت امام احمد بن حبیل رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی

خصوصیت سے قابل ذکر ہے آٹھویں مرتبہ جب حضرت امام بخاری بخداوسے آخری سفر کرنے لگے تو حضرت امام احمد بن حبل رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھے پر درود سمجھے میں فرمایا۔ اتنک الناس والعصر والعلم وتصیر الی خراسان کیا آپ لوگوں کو اور بخداوسے کے اس زمانہ کو اور یہاں کے علوم و فنون کے مرائز کو مچھوڑ کر خراسان پلے جائیں گے؟ بخارا کے ابتلائی دور میں جب کہ وہاں کا حاکم آپ سے ناراض ہو گیا تھا، آپ حضرت امام احمدؓ کے اس مقولہ کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے۔

امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر ۱۸ اسال کی تھی تو میں نے کتاب قضاۓ صحابہ و تابعین ہائی تصنیف کی، پھر میں نے مدینہ منورہ کے پاس بیٹھ کر تاریخ تصنیف کی جسے میں چاندی راتوں میں لکھا کر تاتھا۔ پھر میں نے شام اور صدر جزیرہ اور بخداوسے بصرہ کا سفر کیا۔ حاشد بن اسماعیل آپ کے ہم عصر کتے ہیں کہ آپ بصرہ میں ہمارے ساتھ حاضر درس ہوا کرتے تھے۔ محض ساعت فرماتے اور کچھ نہ لکھتے۔ آخر سولہ دن اسی طرح گزر گئے ایک دن میں نے آپ کو نہ لکھنے پر ملامت کی تو آپ بولے کہ اس عرصہ میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اسے حاضر کرو اور مجھ سے ان سب کو برزاں سن لو۔ چنانچہ پندرہ ہزار احادیث سے زیادہ تھیں جن کو امام بخاری نے صرف اپنی یادداشت سے اس اہتمام سے سنایا کہ بست سے مقامات پر ہم کو اپنی کتابت میں صحیح کرنے کا موقعہ ملا۔

ابو بکر بن الجی عتاب ایک بزرگ محدث فرماتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے حدیث لکھی اور اس وقت تک ان کی دلائل میں موجود نہیں تھے۔ حافظ ابن حجرؓ فرماتے ہیں کہ محمد بن یوسف فربیابی نے ۲۱۲ھ میں انتقال فرمایا اس وقت امام بخاری کا سن المختارہ برس یا کم تھا۔ محمد بن ازہر سختیانی نے کہا کہ میں سلمان بن حرب کی مجلس میں خداوند امام بخاری ہمارے شریک درس تھے گر احادیث کو تلبید نہیں کرتے تھے۔ لوگوں نے اس پر استجواب کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ بخارا جا کر اپنی یاد سے ان سب احادیث کو ضبط کر لیں گے۔

حضرت امام بخاریؓ کے سفر کے سلسلہ میں مردی، بیخ، ہرات، نیشاپور، رئے وغیرہ بست سے دور دراز شہروں کے نام آئے ہیں۔ آپ نے طلب حدیث کے لئے تقریباً تمام عی اسلامی ممالک کا سفر فرمایا۔ جعفر بن محمد بن خطان کتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنائے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور میرے پاس جس قدر بھی احادیث ہیں ان کی سندیں اور رواۃ کے جمیع احوال مجھے محفوظ ہیں۔

یوسف بن موسیٰ مروزی کتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ حضرت امام الحوشین کی تعریف آوری کا اعلان کیا گیا۔ لوگ جو درجوق آپ کے لائق شان استقبال کو جانے لگے جن میں میں بھی شامل ہوا۔ اس وقت حضرت امام بخاری عالم شباب میں تھے۔ بے حد حسین سیاہ ریش۔ آپ نے پہلے مسجد میں نمازو افرمائی پھر لوگوں نے ان کو درس حدیث کے لئے گھیر لیا۔ آپ نے دوسرے روز کے لئے یہ درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ دوسرے دن بصرہ کے محمد بن حنفیہ جمع ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ بصرہ والا! آج کی مجلس میں تم کو اہل بصرہ ہی کی روایت پیش کروں گا جو تمہارے ہاں نہیں ہیں۔ پھر آپ نے اس حدیث کا الماء کرایا۔ حدثنا عبد اللہ بن عثمان بن جبلة بن ابی رواد العقلی بیلد کم قال حدثنا ابی عن شعبہ عن منصور وغیرہ عن سالم بن ابی الجعد عن انس بن مالک ان اعرابیا حجاء الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال يا رسول الله الرجل يحب القوم..... الحديث حدیث الماء کراکر ارشاد فرمایا کہ اے اہل بصرہ یہ حدیث تمہارے پاس مخصوص کے واسطے سے نہیں ہے۔ اور اسی شان کے ساتھ آپ نے گھنٹوں اس مجلس کو بہت کی احادیث الماء کرائیں۔

آپ کی قوت حافظ سے متعلق بہت سے واقعات مورخین نے تقلیل کئے ہیں۔ جن کو جمیع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ و فیہ کفایۃ لمن له درایۃ۔

### خانگی پائیزہ زندگی، اخلاص و اتباع سنت:

سید الحدیثین امام تفقین نداء سنن سید المرسلین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد ماجد مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ترک سے کافی دولت حاصل ہوئی تھی۔ آپ نے اس پاکیزہ ماں کو بصورت مضارب تجارت میں لگایا تھا۔ تاکہ خود تجارتی جمیلوں سے آزاد رہ کر بے سکون قلب خدمت حدیث نبوی علیہ فداء الابی و ابی کر سکیں۔

(مضارب تجارت کی صورت یہ کہ کسی شخص کو سرمایہ برائے تجارت اس شرط پر دے دیا جائے کہ نفع و نقصان میں ہر دو فریق شریک رہیں گے۔ ایک فریق کا سرمایہ ہو گا؛ دوسرا کی محنت ہو گی)

اللہ پاک نے اس تجارت کے ذریعہ آپ کو فارغ الابی عطا فرمائی تھی۔ باوجود اس کے لیام طالب علمی میں آپ نے بے انتہا برداشت کیں۔ اور کسی مرحلہ پر بھی صبر و شکر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ وراق بخاری کے بیان کے مطابق ایک دفعہ حضرت امام اپنے استاد آدم بن ابی ایاس کے پاس طلب حدیث کے لئے تشریف لے گئے مگر تو شرخ تم ہو گیا۔ اور سفر میں تین دن متواتر گھاس اور پتوں پر گزارہ کیا۔ آخر ایک اجنبی انسان ملا۔ اور اس نے ایک تھیلی دی جس میں دینار تھے۔

حضرت بن عمر الشتر آپ کے بھوکے ہم سبق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کمی روز تک شریک درس نہ ہوئے۔ □ کے بعد معلوم ہوا کہ خرچ تم ہو گیا تھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کو بدن کے کپڑے بھی فروخت کرنے پڑے گے۔ چنانچہ ہم نے آپ کے لئے امدادی چندہ کر کے کپڑے تیار کرائے تب آپ درس میں حاضر ہوئے۔

ابو الحسن یوسف بن ابی ذر بخاری کہتے ہیں کہ اسی فقر کیشی کی وجہ سے ایک دفعہ حضرت امام علیل ہو گئے۔ طبیبوں نے آپ کا قارورہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ یہ قارورہ ایسے درویشوں کے قارورے سے مشابہ رکھتا ہے جو درویشوں کے ساتھ سالن کا استعمال نہیں کرتے۔ جو صرف سوکھی روئیاں کھا کر گزارہ کیا کرتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چالیس سال سے آپ کا یہی عمل ہے کہ صرف سوکھی روئی کھا کر گزارہ کرتے رہے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں سالن کھانا تجویز کیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر علاج سے انکار کر دیا۔ جب آپ کے شیوخ نے بہت بجور کیا تو درویشوں کے ساتھ شکر کھانی منظور فرمائی۔

ابو حفص ہاتھی بزرگ آپ کے والد ماجد کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ کچھ ماں آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اتفاق ہوتے کہ شام کو بعض تاجر ہوں نے اسی ماں پر پہنچ بزرگ منافع دے کر اسے خریدنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ صحیح بات پختہ کر دوں گا۔ صحیح ہوئی تو دوسرے تاجر پہنچے اور انہوں نے دس بزرگ منافع دے کر وہ ماں خریدنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے شام کو آنے والے اور صرف ۵ بزرگ دینے والے تاجر کو یہ ماں دے دینے کی نیت کر لی تھی۔ اب میں اپنی نیت کو توڑا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے دس بزرگ کے نفع کو چھوڑ دیا۔ پہلے تاجر ہتھی کے مال حوالہ فرمادیا۔

مراجع میں انتشار جو کی رحمدی اور نرمی اللہ نے بخشی تھی۔ ایک دفعہ آپ کا ایک مضارب (شریک تجارت پارٹر) آپ کے ۲۵ بزرگ منافع دیا بیٹھا۔ آپ کے بعض شاگردوں (محمد بن ابی حاتم وغیرہ) نے کہا کہ وہ قرضدار شر آمل میں آگیا ہے اب اس سے روپیہ وصول کرنے میں آسانی ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ میں قرض دار کو پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ قرض دار خوف سے خوارزم چلا گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ گورنر کی طرف سے ایک خط حاکم خوارزم کو لکھوا کر اسے گرفتار کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حکومت سے ایک خط کے لئے طبع کروں گا اس کے عوض حکومت کل میرے دین میں طبع کرے گی میں یہ بوجو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلا آخرا مام نے مقر و ضم سے اس بات پر مصالحت کر لی کہ وہ ہر ماہ ایک مخصوص رقم حضرت کواد اکیا کرے گا لیکن وہ تمام روپیہ ضائع ہو گیا اور وہ امام کا ایک پیسہ بھی نہ واپس کر سکا۔ مگر آپ نے حلم و عنوان کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ حق ہے۔

شنبیدم کہ مردان رہ خدا دل دشمناں ہم نہ کر دند نک

امام کرمائی کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کمی کئی دن مسلسل بغیر کھائے پے گزار دیا کرتے تھے۔ اور کبھی صرف دو تین پادام کھایا۔ ان کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ بہت ہی سختی اور غرباء نواز و مساکین دوست انسان تھے۔ اپنی تجارت سے حاصل شدہ نفع طلب و محدثین پر صرف فرمادیتے تھے۔ ہر ماہ فقراء و مساکین و طلبہ و محثثین کے لئے باغی سورہ ہم تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس بے نفسی کا یہ عالم کہ ایک دفعہ آپ کی ایک لوٹی گھر میں اس طرف سے گزری جہاں آپ گما غذہ دوات، قلم وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ اس باندی کی خوب کرسے ہپ کی دوات کی ساری روشنائی فرش پر پھیل گئی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حرکت پر باندی کو ٹوکا تو اس نے جواب دیا کہ جسپ کی جانب راستہ ہی نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حرکت پر باندی کو ٹوکا تو اس کے فرمایا کہ جاؤ میں نہ تم کو آزاد کر دیا۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ اس نے تو نارانگی کا کام کیا تھا آپ نے اسے آزاد کیوں فرمادیا۔ آپ نے کہا اس کے اس کام سے میں نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی اور اسی خوشی میں اسے پروانہ آزادی دے دیا۔

ایک مرتبہ آپ نے ابو معشر ایک نایاب بزرگ سے فرمایا کہ اے ابو معشر تم مجھے معاف کر دو۔ انہوں نے حیرت و استجواب کے ساتھ کہا کہ حضرت یہ یعنی کس بات کی ہے؟ آپ نے بتایا کہ آپ نے بتایا کہ آپ ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرط سمرت میں انوکھے انداز سے اپنے سر اور ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے۔ جس پر مجھ کو ہنسی آگئی۔ میں آپ کی شان میں اسی گستاخی کے لئے آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ ابو معشر نے جواب میں عرض کیا کہ اے حضرت امام آپ سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہے۔

غالبہ بن احمد ذہبی حاکم بخاری نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں درخواست پہنچی کہ آپ دربار شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور میرے شنزادروں کو صحیح بخدا دی اور تاریخ کا درس دیا کریں۔ آپ نے قاصد کی زبانی کملا بیججا کہ میں آکر شاہی خوشابدیوں کی فہرست میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ مجھے علم کی بے قدری گوارا ہے۔ حاکم نے دوبارہ کملوایا کہ پھر شنزادروں کے لئے کوئی وقت مخصوص فرمادیں۔ امام نے اس پر جواب دیا کہ میراث نبوت میں کسی امیر غریب کا انتیاز نہیں ہے۔ اس لئے میں اس سے بھی محدود ہوں۔ اگر حاکم بخارا کو میرایہ جواب ناگوار خاطر ہو تو جبرا امیر ادرس حدیث روک سکتے ہیں تاکہ میں خداوند قدوس کے دربار میں عذر خواہی رکھوں۔ ان جوابات سے حاکم بخارا سخت برہم ہونے اور اس نے حضرت امام کو بخارا سے نکالنے فی سازش کی۔

عبادت میں آپ کا استغراق اس درج تھا کہ امام کو ایک باغ میں نہ عوکیا گیا۔ جب امام ظہر کی نمازے فارغ ہو گئے تو نوالی کی نیت باندھ لی۔ نماز سے فراغت کے بعد قیص کا دامن اٹھا کر کسی سے فرمایا کہ دیکھنا قیص میں کوئی مودی جانور محسوس ہو رہا ہے۔ دیکھا گیا تو ایک زنبور نے سڑھ جگہ ڈک لگائے تھے۔ اور جسم کے نیش زدہ حصوں پر درم آرہا تھا۔ کہا گیا کہ آپ نے پہلی ہی بار کیوں نہ نماز چھوڑ دی۔ امام نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسی سورۃ شروع کر کر کی تھی کہ در میان میں اس کا قطع کرنا گوارانہ ہوا۔

آخرات میں تیرہ کھتوں کا آپ بیشہ سڑو سر میں معمول رکھتے تھے۔ اسوہ حسنہ کی بیوی میں تجد کی نماز کبھی ترک نہ فرماتے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح سے فارغ ہو کر صرف شب سے لے کر سحر تک خلوت میں تلاوت قرآن پاک فرماتے اور ہر تیرے دن ایک قرآن کریم ختم فرمادیتے اور دعا کرتے اور فرماتے کہ ہر ختم پر ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ابتاع منت کا اس قدر جذبہ تھا کہ خالص اسوہ حسنہ کے پیش نظر تیر اندازی کی مشق فرمائی۔ اس قدر کہ آپ کا نشانہ کبھی چوتھت نہیں دیکھا گیا۔ ایک دفعہ آپ کا تیر ایک پل کی سینچ پر جالا۔ جس سے پل کا نقصان ہو گیا۔ آپ نے پل کے مالک سے درخواست کی کہ یا تو پل کی مرمت کے لئے اجازت دی جائے یا اس کا توان لے لیا جائے تاکہ ہماری غلطی کی علاقی ہو سکے۔ پل کے مالک حمید بن الاحضر نے جواب میں آپ کو بہت بست سلام کملا بیججا اور کہا کہ آپ ہر حال صورت بے قصور ہیں۔ میری تمام دولت آپ پر قربان ہے۔ پیغام پہنچے پر

آپ نے ۵ سو احادیث بیان فرمائی اور تین سو دراہم بطور صدقہ فقراء و مسکینین میں تقسیم فرمائے۔ (مقدمہ فتح الباری)

### امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری ببغداد میں :

عباسی حکومت کا پایہ تخت ببغداد بھی دنیا نے اسلام کا مرکز اور اسلامی علوم و فنون کا بیش باماخوذ رہ چکا ہے۔ یہی حضرت سید الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شریت و علمی قبولیت کا زمانہ ہے۔ مشکلین و محشین و فقیاء و مفسرین اطرافِ عالم سے سمٹ کر ببغداد میں جمع ہو چکے تھے۔ اس دور میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ببغداد میں تشریف لائے۔ پورا ببغداد آپ الی شریت سے گونج اٹھا۔ ہر مسجد ہر مدرسہ ہر خانقاہ میں آپ کے ذہن و حفظ و ذہانت و صفات حدیث کا چرچا ہونے لگا۔ آخر دارالخلافہ کے بعض محشین نے آپ کے امتحان کی ایک ترکیب سوچی وہ یہ کہ سو احادیث نبوی میں سے ہر حدیث کی سند و سری حدیث کے متن میں ملاودی اور ان کو دس آدمیوں پر برابر تقسیم کر دیا اور مقررہ تاریخ پر مجمع عام میں آپ کے امتحان کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر سارا شر امنڈ آیا۔ ان دس آدمیوں نے نمبر وار اختلاط کی ہوئی احادیث امام صاحب کے سامنے پڑھی شروع کیں۔ اور آپ سے استصواب چاہا۔ گر آپ ہر شخص اور ہر حدیث کے بارے میں یہی فرماتے رہے کہ لا اعرفہ (میں اس حدیث کو نہیں جانتا) اس طرح جب سو احادیث ختم ہو چکیں تو لوگوں میں چہ میگریاں شروع ہوئیں۔ کسی کا خیال تھا کہ امام حقیقت حال کو بچان پچے ہیں۔ اور کسی کا خیال تھا کہ آپ نے محشین ببغداد کے سامنے پر ڈال دی ہے۔

امام الحدیثین اسی وقت کھڑے ہو کر پلے سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ امام حدیثک الاول فیہذا الاستناد خطاطع و صوابہ کذا یعنی تم نے پہلی حدیث جس سند سے بیان کی تھی وہ غلط تھی اس کی اصل سند یہ ہے۔ اسی طرح آپ نے دسوں اشخاص کی سنائی سو احادیث کو بالکل صحیح درست کر کے بدتر ترتیب سوالات پڑھ کر سنادیا۔ اس خداداد حافظہ و صفات فن حدیث کو دیکھ کر اہل ببغداد حیرت زدہ ہو گئے۔ اور بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا کہ فن حدیث میں عصر حاضر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

### علم الاسناد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صفات تامہ :

مشور مقولہ ہے الاستناد من الدين ولو لا الاستناد لقال من شاء ماشاء یعنی اسناد کا علم بھی دینی علوم میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہ ڈالتا۔ اسی لئے حدیث کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ متون احادیث کے ساتھ تمام رواۃ حدیث کے بارے میں ان کی پیدائش اور وفات کے اوقات کی خبر رکھتا ہو۔ ان کے باہمی ملاقات کے سنین یاد ہوں۔ ان کے القاب اور کنیتیں یاد ہوں۔ اور جملہ راویوں کے الفاظ حدیث بھی پوری طرح ضبط ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس فن میں صفات تامہ رکھتے تھے۔

حافظ احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں عثمان بن ابو سعید بن مردان کے جنازہ میں حاضر ہوا۔ امام بخاری بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقع پر امام محمد بن سیعیذی نے امام بخاری سے اسماۓ رواۃ اور علی احادیث کے سلسلہ میں کچھ پوچھا۔ امام بخاری نے اس قدر بر جنکی سے جوابات عنایت فرمائے جیسے کوئی قل هو اللہ الاحمد تلاوت کرتا ہو۔

اصطلاح حدیث میں علت قادر اس پوشیدہ سبب کا نام ہے جس سے حدیث کی صحت مشکوک اور مجروح ہو جاتی ہے۔ علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے صرف یہی ایک چیز ایم ہے جس کے لئے بے پناہ قوت حافظہ ذہن رسا اور نقد و انتقاد کا مغل صفات درکار ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو باری تعالیٰ نے ان جملہ علوم میں صفات تامہ عطا فرمائی تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں مقیم تھے۔ اس زمانہ کا واقعہ ابو احمد اعمش بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کی مجسم میں حاضر ہوا۔ امام مسلم تشریف لائے۔ اور ایک مسلم حدیث کا در میانی حصہ سن کر پوچھا کہ یہ حدیث آپ کے پاس ہو تو سے مقصس فہ دیکھئے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عبیدالله بن عمر عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ...

و معنا ابو عبیدۃ الحدیث۔ امام بخاری نے اسی وقت حدیث کو متصل السنہ پڑھ کر سنادیا کہ حدثنا ابن ابی اویس قال حدثی اخنی عن سلیمان بن بلاں عن عبیدالله الی اخر الحدیث۔

اسی مجلس کا قصہ ہے کہ کسی نے یہ حدیث مع سنہ پڑھی۔ حجاج بن محمد عن۔ بن جریج عن موسی بن عقبہ عن سهیل ابن ابی صالح عن ابی هزیرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان يقول سبحانک اللهم و بحمدک استغفرک و اتوب الیک۔ سن کرام مسلم بولے کہ اس حدیث کی اس سے اوپری سنہ ساری دنیا میں نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مگر اس کی سنہ معلوم ہے۔ یہ سن کرام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں رہ گئے اور فرمائے لگئے کہ علت سے آگاہی فرمائیے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ رہنے دیجئے جس پر اللہ نے پردہ دال رکھا ہے۔ آپ کو بھی اس پر پردہ دال تاجا ہے۔ مگر امام مسلم نے اصرار فرمایا تو آپ نے فرمایا۔ اچھا سنو غیر معلوم سلسلہ سندیوں ہے۔ حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وهب حدثنا موسی بن عقبہ عن عون بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفارۃ المجلس --- اذا الحدیث۔ حدیث کی علت کے سلسلہ میں حضرت امام نے بتایا کہ موسی بن عقبہ کی کوئی حدیث سیل سے مرفع نہیں ہے۔ پھر اس کے لئے حضرت امام نے ثبوت پیش فرمایا۔ ہے سب حاضرین مجلس علمائے حدیث نے تسلیم کیا۔ (فتح الباری)

### جرح و انتقاد کے لئے قرآنی ہدایت:

محمدین کرام نے رواۃ حدیث کی جرح و انتقاد کا طریقہ قرآن مجید کی آیت کریمہ یا ایہا الذین امنوا اذا جاءء کم فاست بنا فتبیسو (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسن انسان کچھ خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو) اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل ہی سے اخذ کیا تھا۔ کیونکہ ایک گروہ حدیث گھر نے والوں کا پیدا ہو چکا تھا۔ عبد الکریم و ضاء مشور ہے جس نے چار ہزار احادیث وضع کیں۔ اور خوارج اور روانی میں موضوعات کا ایک ابصار موجود ہو رہا تھا۔ ان حالات میں جرح انتقاد کا دائرہ و سیق تھا تا چلا گیا۔ ایسی جرح و تعلیل وہ غیبت نہیں ہے جس کے لئے قرآن مجید نے منع کیا ہے۔ اس حقیقت باہرہ کے باوجود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ہر ہی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور عام اصطلاح محمدین کی طرح و ضاء "ذباب" کے الفاظ کی جگہ "ملزوک" "مکر" الحدیث وغیرہ کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ اسی لئے آپ کا ارشاد ہے کل من قلت فیه منکر الحدیث لا بحل الروایة عنه۔ یعنی جس روایی کے متعلق میں لفظ منکر الحدیث استعمال کر دوں، اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔ یہ سب احتیاط اس لئے کہ آپ خواہ کوہ کسی مسلمان کی غیبت کے گناہ میں ملوث نہ ہو جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ غیبت کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے کوئی دادخواہ نہ ہو سکے گا۔ آپ کے ایک شاگرد نے کہا کہ آپ کی تاریخ کے بارے میں لوگ غیبت کا الزام لگاتے ہیں۔ فرمایا کہ تاریخ میں ہم نے صرف حدت میں کے اتوال تقلیل کے ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے اس میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

### امام بخاری قدس سرہ کی بے نظیر ثقاہت:

علامہ علاؤنی نے آپ کی ثقاہت کے بارے میں یہ عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ دریا کا سفر کر رہے تھے اور آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ ایک رفیق سفر نے عقیدت مدنادہ را وہ رسم بڑھا کر اپنا اعتماد قائم کر لیا۔ حضرت امام نے اپنی اشرفیوں کی اسے اطلاع دے دی۔ ایک روز آپ کا یہ رفیق سو کراچھا تو اس نے بآواز بلند روتا شروع کر دی۔ اور کئنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں گم ہو گئیں۔ چنانچہ تمام مسافروں کی تلاشی شروع ہوئی۔ حضرت امام نے یہ دیکھ کر کہ اشرفیاں میرے پاس ہیں اور وہ ایک ہزار ہیں۔ تلاشی میں ضرور مجھ پر چوری کا الزام لگایا جائے گا۔ اور میں اس کا مقصد تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر تھیلی سندر کے حوالہ کر دی۔ امام کی بھی تلاشی لی گئی۔ گمراہ اشرفیاں ہاتھ نہ آئیں اور جہاں والوں نے خود اسی مکار رفیق کو ملامت کی۔ سفر ختم ہونے پر اس نے حضرت امام سے اشرفیوں

کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سمندر میں ڈال دیا۔ وہ بولا کہ اتنی بڑی رقم کا نقصان آپ منے کیسے برداشت فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس دولت شاہت کو میں نے تمام عمر عزیز گنو اکر حاصل کیا ہے۔ اور میری شاہت جو تمام دنیا میں مشور ہے کیا میں اس کو چوری کا شتبہ اپنے لوپر لے کر ضائع کر دیتا۔ اور ان اشر فیوں کے عوض اپنی دینات و مانت و شاہت کا سودا اکر لیتا میرے لئے ہر گز یہ مناسب نہ تھا۔

### حد درجہ قابل صد افسوس :

یہ اس امام الائمه کے پاکیزہ حالات ہیں جن پر امت اسلام تائیامت فخر کرتی رہے گی۔ مگر دوسری طرف یہ کس قدر افسوسات کی بات ہے کہ آج بہت سے تقلید جامد کے فدائی علماء حضرت امام الحدیثین کی شاہت کو مجرد حکم کے لئے ہاتھ دھوکران کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ انوار الباری کا مقدمہ اور ساری کتاب جو صحیح بخاری کا ترجمہ و شرح کے نام سے وجود میں لاٹی گئی ہے پڑھ جائیے۔ ایک سادہ لوح انسان صحیح بخاری اور حضرت امام بخاری قدس سرہ کے بارے میں بہت ہی غلط تاثرات لے سکتا ہے۔ صاحب انوار الباری نے یہ ساری کاوش اپنے مسلک کی حمایت میں کی ہے۔ مگر یہ مسلک کی تعمیری خدمت نہیں ہے۔ اگر جو ابی سلبلہ درسلسلہ چل پڑا تو اکتب تواریخ درجال کی روشنی میں وہ تفصیلات پلک میں لاٹی جائیں گی جن سے آج کل کے نوجوانان اسلام کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ اسلاف امت کے متعلق آزادانہ قیاس آرائیاں شروع کر کے بہت ہی خطرناک راستے پر جائیں گے۔ امت کی ہزار سالہ باہمی فقہی چیقلش کوتازہ کر کے پھر اس کے لئے راستہ کھولنا آج کے حالات کے تحت کسی طرح بھی مناسب نہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ تقلید جامد کے شدائد شاید پھر ان بو سیدہ اکھاڑوں کی تعمیر جدید چاہتے ہیں۔ حق ہے۔

دین ملا فی سبیل اللہ فاد

جن حضرات نے ذکورہ بالا کتاب کا بنظر انصاف مطالعہ کیا ہے وہ ہمیں ان سطور کے لئے پریقیناً مخدور تصور فرمائیں گے۔

### وجه تالیف الجامع الصحیح البخاری :

حافظ ابن حجرؓ نے مقدمہ فتح الباری میں تفصیل اکھاہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین کے پاکیزہ زمانوں میں احادیث کی جمع و ترتیب کا سلسلہ کا حق نہ تھا۔ ایک تو اس لئے کہ شروع زمانہ میں اس کی ممانعت تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔ مخف اس ڈر سے کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث کے متون باہمی طور پر گذشتہ ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کے حافظے و سمع تھے۔ زہن صاف تھے۔ کتابت سے زیادہ ان کو اپنے حافظ پر اعتماد تھا اور اکثر لوگ فن کتابت سے واقف نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتابت احادیث کا سلسلہ زمانہ رسالت میں بالکل نہ تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وجود بالا کی بنا پر کا حق نہ تھا۔ پھر تابعین کے آخر زمانہ میں احادیث کی ترتیب و توبیب شروع ہوئی۔ خلیفہ خامس حضرت عزیز بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو ایک فن کی حیثیت سے جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ تاریخ میں ریبع بن صحیح اور سعید بن عروفة وغیرہ حضرات کے نام آتے ہیں جنہوں نے اس فن شریف پر باضابطہ قلم اٹھایا۔ اب وہ دور ہو چلا تھا جس میں خوارج و روانض و دیگر اہل بدعت نے من گھڑت احادیث کا ایک خطرناک سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر طبقہ مالک کے لوگ اٹھے اور انہوں نے احکام کو جمع کیا۔ حضرت امام مالک نے مؤطاً تصنیف کی جس میں اہل حجاز کی قوی روایتیں جمع کیں، اور اقوال صحابہ فتاویٰ و تابعین کو بھی شریک کیا۔ ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جرجج نے مکتوبہ میں اور ابو عمرو عبد الرحمن بن عمر اوزاعی نے شام میں اور عبد اللہ سفیان بن سعید ٹوری نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حجاج بن سلمہ دیبار نے بصرہ میں حدیث کی جمع ترتیب و تالیف پر توجہ فرمائی۔ ان کے بعد بہت سے لوگوں نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی اور دوسری صدی کے آخر میں بہت سی مسندات وجود پذیر ہو گئیں جیسے مسند امام احمد بن حنبل، مسند امام الحنفی بن راہویہ، مسند امام عثمان بن ابی شیبہ، مسند امام ابی بکر بن ابی شیبہ وغیرہ

وغیرہ۔ ان حالات میں سید الحدیثین امام الامم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا۔ آپ نے ان جملہ تصانیف کو دیکھا، ان کو روایت کیا۔ ان سے علوم نبوی کا کافی مزہ اٹھایا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کتابوں میں صحیح اور حسن اور ضعیف سب قسم کی احادیث موجود ہیں۔

### ایک مبارک خواب :

حدیث رسول پاک ﷺ کے لئے آپ کے قلب مبارک میں ایک خاص الخاص جذب تھا۔ ایک رات آپ خواب دیکھتے ہیں کہ حضور رسول ﷺ آرام فرمائے ہیں اور آپ حضور کے سرہانے کھڑے ہو کر پچھا جھل رہے ہیں اور کمکھی وغیرہ موزی جانوروں کو آپ سے دور کر رہے ہیں۔ ہیدار ہو کر مجرمین سے تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ آپ رسول کریم ﷺ کی احادیث پاک کی عظیم خدمت انجام دیں گے۔ اور جھوٹے لوگوں نے جو احادیث خود وضع کر لی ہیں، صحیح احادیث کو آپ ان سے بالکل علیحدہ چھانٹ دیں گے۔

اسی دوران آپ کے بزرگ ترین استاد حضرت الحنفی بن راہویہ نے ایک روز فرمایا لو جماعت کتاباً مختصراً الصحيح سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کاش آپ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث پر مشتمل ایک جامع مختصر کتاب تصنیف کر دیتے۔ حضرت امام فرناتے ہیں فوق ذلک فی قلبی میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے اسی دن سے جامع صحیح کی تدوین کا عزم بالجزم کر لیا۔

اسی سلسلہ میں نجم بن فضیل اور وراق بخاری کا خواب بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول کریم ﷺ قبر شریعت سے باہر تشریف لائے اور جب آپ قدم مبارک اٹھاتے ہیں، امام بخاری آپ کے قدم مبارک کی جگہ پر اپنا قدام رکھ دیتے ہیں۔ ابو زید مرزا زی کا خواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ میں رکن اور مقام کے درمیان بیت اللہ کے قریب سورہ تھا۔ خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابو زید! کب تک شافعی کی کتاب کادر سند یت رہو گے اور ہماری کتاب کادر سند دو گے۔ عرض کیا حضور ندا اکابی وائی آپ کی کتاب کو نئی ہے؟ فرمایا جسے محمد بن اسما میل بخاری نے جمع کیا ہے۔

یہی وہ عظیم الشان تصنیف ہے جس کی وجہ سے حضرت امام بخاریؓ کو حیات جادواں ملی اور وہ دنیاۓ اسلام میں امیر المؤمنین فی الحدیث جیسے عظیم خطاب سے نوازے گئے۔

### طریقہ تالیف :

اس بارے میں خود امام بخاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کر کے دور کعut نماز اوناں کر لی ہو۔ بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تایف کیا اور دور کعut نماز پڑھ کر ہر حدیث کے لئے استخارہ کیا۔ مجھے جب ہر طرح اس حدیث کی صحیت کا یقین ہوا، تب میں نے اس کے اندر اج کے لئے قلم اٹھایا۔ اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے جست بنا لیا ہے۔ اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ جھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا ہے۔

علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی جماعت سے ناقل ہیں کہ امام بخاری الجامع الحسیج کے تمام تراجم ابواب کو مجرہ نبوی اور منبر کے درمیان بینجھ کر اور ہر ترجمہ الباب کو دور کعut نماز پڑھ کر اور استخارہ کر کے کامل طینان قلب حاصل ہونے پر صاف کرتے۔ وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں امام بخاری کے ساتھ تھا۔ میں نے آپ کو کتاب التفسیر لکھنے میں دیکھا کہ رات میں پندرہ نیس مرتبہ انھیتے چھقاں سے آگ روشن کرتے اور چار جلاتے اور حدیثوں پر نشان دے کر سورجتے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب سفر و حضرت میں ہر جگہ تالیف کتاب میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب بھی جہاں بھی کسی حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا، اس پر نشان لگادیتے۔ اس طرح تمیں مرتبہ آپ نے اپنے ذخیرہ پر نظر فرمائی۔ آخر تراجم ابواب کی ترتیب اور تذییب اور ہر باب کے تحت حدیثوں کا درج کرتا۔ اس کو امام صاحب نے ایک بار حرم مکہم میں اور دوسری بار مدینہ منورہ مسجد

نبوی منبر اور محراب نبوی کے درمیان بینیجہ کر انعام دیا۔ اسی تراجم ابواب کی تمنذیب و تجویب کے وقت جو حدیثیں ابواب کے تحت لکھتے پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے۔ اس طرح پورے سولہ سال کی مدت میں اس عظیم کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔  
**آوازہ خلق کو نقارہ خدا کہتے ہیں :**

حضرت امام الحشین جبل الحظہ سید نام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جامع صحیح کے بارے میں ان بارہ صد سو برسوں میں اکابر امت نے جن آراء مبارکہ کا اظہار کیا ہے، ان سب کی جمع و ترتیب کے لئے بھی ایک مستقل کتاب درکار ہے۔ ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا خوف تردید کما جاسکتا ہے کہ حضرت امام بخاری عبد اللہ مقبول اور آپ کی جامع صحیح بھی عبد اللہ مقبول اور امت کے لئے بلا شک و شبہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح ترقائل عمل کتاب ہے۔ جو شخص بھی حضرت امام کی شان میں تتفیص و تحفیض اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں شکوک و شبہات کی فضایپا اکرتا ہے وہ اجماع امت کا مخالف ہے۔ غالباً ہے، ناقابل التفات ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے لفظوں میں وہ بدعتی ہے۔

ہم بہت ہی اختصار کے پیش نظر صرف چند آراء مبارکہ نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ صاحبان صدق و صفا کے لئے یہ کافی ہوں گی اور وہ ہر گز کسی متفقہ اور نامعقول ناقہ کے دوسارے معقولات سے متاثر نہ ہوں گے۔

جامع صحیح کے متعلق پہلے خود امام بخاری کا بیان سنئے۔ فرماتے ہیں لم اخرج فی هذا الكتاب الا صحیحاً میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کی تحریخ کی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

اور فرمایا کہ میں نے تقریباً پچھ لاکھ طرق سے جامع صحیح کی احادیث کا انتخاب کیا ہے۔

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں تمام مندرجہ احادیث مکررات سیت ۵۷۲ کی تعداد میں میں اور مکررات کو نکال دیا جائے تو چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں (مقدمہ فتح الباری ص ۸)

یہ اختلاف تعداد بعض مختلف القسم احادیث کی گنتی کے اعتبار سے ہے اس لئے دونوں بیان صحیح ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں نوے ہزار اشخاص نے برادر است آپ سے اس عظیم کتاب کا درس لیا اور بلا واسطہ ان کی سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت امام بخاری جب اس کی جمع و تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے امام احمد بن حبیل اور امام تیجی بن معین اور امام علی بن مدینی وغیرہ اکابر امت کے سامنے پیش کیا۔ سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کو مسخرن قرار دیا۔ اور اس کی صحت کی گواہی دی۔ بعض حضرات نے صرف چار احادیث سے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا۔ مگر آخر میں ان کے متعلق بھی حضرت امام بخاری ہی کا خیال شریف صحیح ثابت ہوا (مقدمہ فتح الباری ص ۸۷۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت امام قدس سرہ نے اپنی جامع صحیح کو نہ کورہ بزرگوں کے علاوہ وقت کے دیگر مشائخ و فقہاء و محمد شیعوں کے سامنے بھی پیش کیا۔ سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کی صحت کی تصدیق و توییث فرمائی۔

ملکی قاری نے مشائخ عصر کے یہ لفظ نقل کئے ہیں۔ انه لا نظير له فی بابه (مرقة جلد اول ص ۱۵) یعنی جامع صحیح اپنے باب میں بن نظیر کتاب ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں احتجوں هذه الكتب كتاب البخاري واجمعت الامة على صحة هذين الكتابين۔ یعنی امت کا صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر دو کتابوں کی صحت قطعی پر اجماع ہو چکا ہے اور جملہ کتب احادیث میں صحیح بخاری سب سے افضل ہے۔

البداية والنهاية جلد یازدهم ص ۲۸ پر امام فضل بن اسما علی جمالی کا ایک تصدیقہ بابت مد بخاری شریف متفقہ ہے جس کا خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری سند اور متن کے اعتبار سے اس قدر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ اس کی افضلیت پر جملہ اہل علم کا اتفاق اور اجماع ہے۔ نبی

کریم ﷺ کے دین کے لئے یہ کتاب وہ کوئی ہے جس کے آگے عرب و عجم سب نے سرتسلیم ختم کیا ہے۔

بلائشک صحیح بخاری آپ زر سے لکھنے جانے کے قابل ہے۔

### صحیح بخاری کی کتابت آپ زر سے:

امت میں ایسے بھی قدر دال گزرے ہیں جنہوں نے قرآن مجید اور اس کے بعد صحیح بخاری شریف کو خالص آپ زر سے لکھوادیا۔ چنانچہ ایک عالم دین ابو محمد منی کے ذکر میں لکھا ہے کہ انہوں نے کتابت کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کو آپ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کتابیں تمام و کمال آپ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کی گئیں۔ (مقتاۃ السعادۃ جلد اول ص ۷)

امام ابو الحسن علی فرماتے ہیں صحیح بخاری کا متن حدیث قوی اور رجال اسناد عالی مرتبہ ہیں۔ صحت میں اس کو وہ بلند مرتبہ حاصل ہے گویا ہر حدیث کو امام بخاری نے آنحضرت ﷺ سے برادر است خود حاصل کیا اور درج فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام امام بیقی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری حافظ عصر حضرت امام بخاری کی وہ اہم تصنیف ہے جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی سنن صحیح کو جمع فرمایا ہے۔ رجال بخاری سب صدوق اور ثقات ہیں۔ ان فضائل و خصوصیات کی بنا پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن شریف کے بعد دنیاۓ اسلام کے ہاتھوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ (ارشاد الساری جلد اول ص ۲۳)

علامہ عینی (حفظی) شارح بخاری لکھتے ہیں اتفاق علماء الشرف والغرب علی انه ليس بعد كتاب الله اصح من صحيح البخاري فرجع البعض صحيح مسلم على صحيح البخاري والجمهور على ترجيح البخاري على مسلم (عدمة القاري ص ۵) یعنی مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ بعض ائمہ نے مسلم کو بخاری پر مقدم قرار دیا ہے۔ لیکن جمیور علمائے امت نے صحیح بخاری کو مسلم کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے۔

ججۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محمد رحلوی مرحوم فرماتے ہیں وانہ کل من یہوں امرہ کما فهو مبتدع متبع غیر سیل المؤمنین (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۳۴) جو شخص بخاری و مسلم کی توہین و تخفیف کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ایمان والوں سے علیحدہ راستہ ہے (جس کا نتیجہ دوزخ ہے)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث رحلوی فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم و مؤطا امام مالک کی احادیث نہیں صحیح ہیں۔ جامع صحیح بخاری میں بخطاط اغلب خود مؤطا کی بھی مرفوع حدیثیں موجود ہیں، اس لحاظ سے صحیح بخاری سب سے زیادہ صحیح اور جامع کتاب ہے۔ (عالہ نافعہ ص ۶)

حضرت مولانا احمد علی سارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری پھر مسلم ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں میں صحیح بخاری صحیح مسلم میں بڑھ کر ہے اور زیادہ فوائد کی جامع ہے (مقدمہ حضرت مولانا سارنپوری مرحوم علی البخاری ص ۲)

حضرت مولانا اور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح و حافظ ابن حجر و علامہ ابن تیمیہ شمس الامم سرخسمی وغیرہ اجلہ محدثین و فقماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی سب حدیثیں جنت کے لئے قطعی ہیں۔ اور ان اجلہ اصحاب الحدیث و محققین کا فعلہ میرے نزدیک بالکل درست فیلمہ ہے۔ (فیض الباری)

علامہ شیر احمد عثمانی دیوبندی مرحوم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے صرف احادیث صحیح کو جمع فرمایا ہے وہ امام بخاری ہیں۔

پھر ان کے نقش قدم پر امام مسلم نے اپنی صحیح کو جمع فرمایا۔ یہ دونوں کتابیں مصافت حدیث میں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ (فتح المیم شرح مسلم ص ۵۲)

اس قسم کے ہزار ہا علماء و فضلاء اکابر امت حتدین و متاخرین کے ہدایات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ جن سب کا جمع کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ناممکن ہے۔ اس لئے ان چند ہدایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان ہی سے ناظرین کو اندازہ ہو سکے گا کہ امت میں امام بخاری اور ان کی جامع اصح حکایات مقام کتنا بلند ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

### محمد بن اعظم و مجتهد معظم حضرت امام بخاریؓ اور مسائل مروجه :

مسائل مروجه سے مراد مذہب اربعہ ہیں جو ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام بالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب ہیں۔ ان مسائل کے بیوہ و کارائے اپنے امام کی تقلید علی الاطلاق اپنے لئے واجب جانتے ہیں۔ اور اس تقلید مخصوصی کا ترک ان کے ہاں کسی طرح بھی جائز نہیں۔ تقلید کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ التقلید اتباع الرجل غیرہ فيما سمعہ بقوله او فی فعله علىٰ زعم انه محقق بلا نظر في الدليل (حاشیہ نور الانوار لكتاب مسلم ص ۲۱۶)

یعنی تقلید کئے ہیں کسی کا قول محسن اس حسن ظن پر مان لیا کہ یہ دلیل کے موافق ہی ہو گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔

صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں التقلید العمل بقول الغیر من غير حجة (مسلم ص ۲۸۹) یعنی بغیر دلیل کسی کی بات کو عملاً مان لینا تقلید ہے۔ عام طور پر مقلدین مذہب اربعہ کا سریعہ ہے۔ اس روشنی میں حضرت محمد بن اعظم مجتهد معظم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مسائل اربعہ میں سے کسی ایک مسئلہ کا مقلد بنا ایسا ہی ہے جیسا کہ جھکتے ہوئے سورج کورات سے تبریز کرتا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی مذہب متبہ کے مقلد نہ تھے۔ ان کا علم و فضل ان کا درجہ ابتداء و استبطان اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کو مقلد کمناس اسر جمل و حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند ترین مقام نصیب فرمایا تھا۔

کچھ حتدین نے ان کو طبقات شافعیہ میں شامل کیا ہے مگر یہ ان کی محض خوش فہمی ہے یا یہ مراد ہے کہ مسائل خلافیہ میں وہ زیادہ تر امام شافعیؓ کو موافقت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو شافعی کہہ دیا گیا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جامع صحیح میں جس طرح مقلدین اختلاف سے اختلاف کیا ہے اسی طرح اسی طبقات شافعیہ اور حتابہ سے بھی بعض بعض مقامات پر اختلاف کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ مر حوم فرماتے ہیں واما البخاری فهو وان كان متنسبا الى الشافعی موافقا له في كثير من الفقه فقد حالنه ايضا في كثير الى آخره یعنی کثرت موافقات کے سبب حضرت امام بخاری کو حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جس کثرت سے موافقت ہے اسی کثرت سے امام شافعی کی مخالفت بھی موجود ہے۔ جن کی بہت سی مشائیں بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہوں گی۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر بجا رشارد فرمایا ہے کہ ان البخاری عندي سلک مسلک الاجتہاد ولم یقلدا احدا في کتابه الخ (فیض الباری جلد اول ص ۳۲۵) یعنی امام بخاری نے ایک مجتهد کی حیثیت سے اپنے مسائل بنیا ہے اور اپنی کتاب میں ہرگز انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی۔

صاحب ایضاً بخاری دیوبندی لکھتے ہیں۔

”لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبل سے تلمذ اور تحصیل علوم کی بنابر کسی کو شافعی یا حنبل کمنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گھرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتهد ہیں۔ انہوں نے جس طرح اختلاف رحمۃ اللہ سے

اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ احتفاظ حبّم اللہ کے ساتھ ان کا لوب ولجو کرخت ہے۔ اور مشور مسائل میں ان کی رائے حضرات شوافع کے موافق ہے..... امام کے اجتماع اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جاسکتا۔” (ایضاً الحخاری جزاول ص ۳۰)

غاصۃ الرام یہ ہے کہ حضرت سید الحدیثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجتہد اعظم تھے۔ وہ قرآن و حدیث کو برادرست اپنامار عمل قرار دیتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں وہ نہ صرف الحدیث بلکہ امام الحدیث تھے۔ ان کی جامع الحجۃ کا ایک ایک ورق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ احادیث نبوی ہی ان کا اوڑھنا پچھونا تھا۔ حدیث کی ادنیٰ سی مخالفت بھی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ صحیح معنوں میں فدائے رسول تھے۔ وہ درحقیقت میثار ہدایت تھے۔

### دیگر تصانیف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ :

اپ کی علمیں تصنیف الجامع الحجۃ پر جو کچھ کہما گیا وہ محض مشتہ نمونہ از خواراء ہے۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے ایک ایک لفظ کی شرح و تفصیل کے لئے دفاتر دکار ہو سکتے ہیں۔ اس کی بہت سی شرودهات ہیں۔ فتح الباری کو کسی قدر جامع کہا جاسکتا ہے۔ مگر عمر حاضر میں آج ایک اور فتح الباری کی ضرورت ہے۔ جس میں علوم بدیہیہ، کی روشنی میں احادیث نبوی کے اس عظیم خزانہ کا مطالعہ ہونا چاہئے۔ اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ دنیاۓ اسلام کا کوئی ہمایہ تاز فرزند علامہ ابن حجر عسکری کی شکل میں پیدا ہوا ریہ خدمت انجام دے۔ اپ نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں ”تفہیما الصحاہ و التبعین“ آپ نے اپنی عمر عزیز کے انہار ہوئیں سال میں پہلی تصنیف فرمائی تھی۔ مگر افسوس کہ آج اس کا کوئی نسخہ موجودہ علم میں نہ آسکا۔ عمر کے اسی دوران آپ نے ”التاریخ الکبیر“، لکھی ہے وائرۃ المعارف حیدر آباد نے بصورت اجزائی شائع کیا تھا۔

”التاریخ الاوسط“ اور ”التاریخ الصغیر“ بھی آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ خلق افعال العباد، کتاب الصعفا، الصغیر، المسند الکبیر، الادب المفرد بھی آپ کی شاندار یادگاریں ہیں۔ خصوصاً الادب المفرد بڑی جامع پاکیزہ اخلاقی کتاب ہے۔ جسے آپ نے بہترین مدل طور پر جمع فرمایا ہے۔ اس کی عربی شروح اور ادو تراجم کافی شائع ہو چکے ہیں۔ (حج ۲۲ء میں ایک نسخہ معد شرح فضل اللہ الصدق جده سے بطور تحفہ ملا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء) جزء القراءۃ خلف الامام بھی آپ کا مشور رسالہ ہے۔ جو القراءۃ خلف الامام کے متعلق ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ آپ نے اس رسالہ میں احادیث و سنن کی روشنی میں قرأت فاتح خلف الامام کا اثبات فرمایا ہے۔ اور خلاف دلائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح دوسرا رسالہ آپ کا جزء رفع الیدين کے نام سے مشور ہے۔ جس میں آپ نے بطریق الحدیث رفع الیدين کا مدل اثبات فرمایا ہے۔ ان دونوں اجزاء کے آپ سے روایت کرنے والے آپ کے شاگرد رشید محمود بن اسحاق خراونی ہیں۔ آپ حضرت امام کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے بخاری میں سب سے آخر میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آپ کی تلقی یادگاریں ہیں جن میں سے اکثر ناپید ہو چکی ہیں۔ بعض کے قلمی نسخے دوسری جنگ عظیم سے قبل کتب خانہ دار العلوم جرمن میں پائے گئے۔ اب نہ معلوم انتقالات زمانہ نے ان کو بھی باقی رکھا ہے یا نہیں۔ بہ حال یَمْحُوا اللہُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْهُ أَمُّ الْكِتَابِ۔ (الرعد: ۳۹)

### وفات حضرت آیات حضرت امام الحشین محمد بن اسما عیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ :

خالد بن ذہلی حاکم بخاری کا بابت کہما جا چکا ہے کہ وہ حضرت سید الحشین سے محض اس بنا پر کہ آپ نے درس حدیث کے لئے شاہی دربار میں جانے اور اس کے صاحبزادوں کے لئے وقت مخصوص کرنے سے انکار فرمادیا تھا، مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے حضرت امام کو شر بخارا سے نکال دیا جائے۔ جس میں وہ اس زمانہ کے علمائے سوء کے تعاون سے کامیاب ہو گیا۔ انہوں نے

حضرت امام پر عقائد کے بارے میں الزام لگایا اور پھر حفظ اسن کے بہانے سے حضرت امام کو بخاری سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ آپ بادل ناخواستہ بخاری سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ ”خداؤندا! ان لوگوں نے میرے ساتھ جوارا وہ کیا تھا۔ وہی صورت حال ان کو اپنے اور ان کے الہ عیال کے بارے میں دکھلا دے۔“ مظلوم امام کی دعا قبول ہوئی۔ اور ایک ماہ بھی نہ گزر اتحاکر ذہلی امیر طاہر کے حکم سے معزول کر کے گدھے پر پھر لایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ اور حریث بن الجی و رقاء جو آپ کے نکلوانے میں سازشی تھا۔ اس کو اور اس کے گھروالوں کو سخت مصیبت شیش آئی۔ اور دوسرے مخالفین بھی اسی طرح خائب و خاسر ہوئے۔

دیبا کا یہی دستور ہے ایک دن وہ فنا کہ حضرت امام بخاری اپنے علمی اسفار سے بخارا واپس لوٹے تو شر سے تم میں کے فاطلے پر ان کے لئے ڈریے لگائے گئے۔ اور پورا شر ان کے استقبال کے لئے امندآیا اور ان پر روپے اور اشر فیال تصدق کئے گئے۔ ایک دن آج ہے کہ حضرت امام کو اپنے وطن مالوف سے کلالا جا رہا ہے اور وہ دست بدعا بے کسی کی حالت میں وطن سے بے وطن ہو رہے ہیں۔ آپ بخاری سے چل کر پیغمبر پنچے وہاں سے سرفقد والوں کی دعوت پر سرفقد کے لئے دعوت قبول فرمائی۔ خرچک نبی ایک گاؤں میں جو مضافات سرفقد سے تھا، آپ پنچے ہی تھے کہ طبیعت خراب ہو گئی اور وہاں اپنے اقرباء میں اتر گئے۔ ایک رات آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ العالمین اب زمین میرے لئے بخوبی نظر آرہی ہے، بہتر ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلا۔ آخر ۳ اوں کم سال کی عمر میں یہ آنکاب حدیث خرچک کی زمین میں غائب ہو گیا۔ انا اللہ و انا الیه راجعون۔ روح پرواز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم پر پسندے جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ کو غسل دے کر کفن میں لپیٹ دیا گیا۔ کچھ لوگ سرفقد لے جانے کے خواہشند ہوئے۔ مگر خرچک ہی میں تدفین کے لئے اتفاق ہو گیا۔ عید الفطر کے دن نماز ظهر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک خلق کثیر نے تدفین میں شرکت کی۔ اور آج وہ احادیث رسول کریم ﷺ کا آنکاب عالمتاب دنیاۓ اسلام کا محسن اعظم خاک میں چھپ گیا اور دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ ایک شاعر نے آپ کے سال ولادت اور سال وفات ہر دو کو ایک ہی بند میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

کان البخاری حافظا و محدثا جمع الصحيح مکمل التحریر

میلادہ صدق و مدة عمرہ فیها حمید وانقضی فی نور

۱۹۳ ۶۲ ۲۵۶

خطیب عبدالواحد بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں چند اصحاب کرام کے ساتھ کسی کا منتظر دیکھا۔ سلام کے بعد عرض کیا حضور کس کا انتظار فرمادے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ میں آج محمد بن اسما میں بخاری کے انتظار میں کھڑا ہوا ہوں۔ بعد میں جب حضرت امام کے انتقال کی خبر پہنچی تو میں نے خواب کے وقت کے بارے میں سوچا، امام کے انتقال کا نھیک وہی وقت تھا۔ آپ کی وفات حضرت آیات پر دنیاۓ اسلام میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ ہر شرود قریب میں مسلمانوں نے انہمار غم کیا۔ اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ علمائے امت اور مشاہیر اسلام نے اس سانحہ پر بہت سے مقالے جات اور اشعار لکھے جو کتب تواریخ میں لکھے ہوئے ہیں۔



## شارح کے مختصر حالات اور چند ضروری گذارشات

شہر دہلی سے ۳۰-۳۱ میں دور جنوب مغربی علاقے کو میوات کے نام سے پکارا گیا ہے جو ضلع گورنگھاؤں کی تھیں نوح فیروز پور بھر کے اور ریواڑی و پٹپول اور ضلع اور اور بھرت پور راجستان کے اکثر حصوں پر مشتمل ہے۔ باشدنے زیادہ تر میور اچھوت مسلمان ہیں۔ جن کا آبائی پیشہ کاشتکاری ہے۔ یہی علاقہ راقم الحروف کا ملک مالوف ہے۔ ضلع گورنگھاؤں کی تھیں فیروز پور بھر کے میں قبہ گلاؤ کے نزدیک ایک موضع رہوا ہاں نی چیز کا مقام سکونت ہے۔ اور یہیں مختصر سی بویداری ہے جو بچوں کے لئے ذریعہ معاش ہے۔ اللہم بارک لنا فیما اعطیت امین۔

اگرچہ تقسیم ملک کی وجہ سے اس علاقے پر بہت کافی اثر پڑا تاہم آج بھی یہاں کی مسلم آبادی کئی لاکھ ہے۔ یہاں توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا لوین سرا ان بزرگان قوم کے سر پر ہے جو آزادی وطن کے اولین علمبردار حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پاکباز بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ یہاں آئے اور اصلاح و سدھار کے فرائض انعام دیئے۔ بعد میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذری حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ حضرات نے بھی یہاں کافی کام کیا۔ تقبل اللہ حسناتہم امین۔

راقم الحروف کا بچپن ابتدائی اسکولی تعلیم سے شروع ہوا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پسلے ہی داغ غفارقت دے چکے تھے۔ بڑے بھائی مرحوم اور والدہ مرحومہ کے زیر سایہ غالباً ۲۷۱۴ھ میں دارالعلوم و ملی جاگر مرسر سید حمید یہ صدر بازار میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس زمانہ میں یہ مدرسہ مسلمان بچوں کے لئے نہ صرف تعلیم بلکہ بہترین تربیت و پرورش کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ لائق ترین اساتذہ مقرر تھے۔ اور بچوں کے چھلے مصارف خود کو یہیں اعظم دہلوی حضرت شیخ حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برداشت فرماتے تھے۔ اسی درستگاہ میں قرآن مجید اور فارسی و صرف و نحو و غیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر دہلوی میں حضرت مولانا الشیخ عبد الوباب صدری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں متحصیل کر کے آپ ہی سے سند فراغت حاصل کی۔ یہ غالباً ۳۲۶۱ھ کا زمانہ تھا۔ ان دونوں دہلوی فی الواقع دارالعلوم تھی۔ بڑے بڑے علمائے اسلام یہاں موجود تھے اور ویگر اکابر اطراف ہند سے آتے بھی رہتے تھے۔ بھاندھا پنے تحقیق طبع رہجان کے تحت بیشتر علمائے کرام کی علمی مجالس سے استفادہ کے موقع حاصل ہوئے۔ ان ہی ایام میں مدرسہ سعید یہ پل بنگش بھی نہائے دلباء کے لئے ایک زبردست علمی مرکز تھا۔ جہاں یہی تھی دور اہل حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسہ درس جاری تھا۔ آپ کی صحبت میں بھی حانگری کا موقع ملا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے تھے مگر ۱۳۷۲ھ میں آپ بمبئی تشریف لائے اور تقریباً یادو ماه یہاں آپ کی خدمت کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ ان ہی ایام میں آپ نے سند اجازت مرمت فرمائی مولانا نے مرحوم کی پاکیزہ صحبت سے دل دماغ نے بہت روشنی حاصل کی اللہ پاک آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ اساتذہ کرام کو بہترین جزاً میں عطا کرے خاص طور پر والدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے جنمون نے اس زمانہ کی مشکلات کے پیش نظر ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پورے انہاک کے ساتھ میری دینی تعلیم کے سلسہ کو جاری رکھا اور میرے لئے بہت سی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا۔ اللہ پاک ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر کو منور فرمائے۔ جب بھی اس زمانہ کے حالات اور مرحومہ والدہ ماجدہ غفران اللہ لما کی مساعی یاد کرتا ہوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں رینا اغفرلی ولوالدی

وللهم منین ہوم یقوم الحساب

بکھر قربوں کو یاد ہیں سچے ہملوں کو حفظ۔ عالم میں کمرے مری داستان کے میں اب کہ عمر عزیز سامنہ سال کو بھی چڑھتی ہے۔ سفر آخرت قریب ہی ہوتا چاہا ہے دعا ہے کہ اللہ پاک اتنی سملت عطا فرمائے کہ میں بخاری شریف کی اس خدمت کو بھی پورا کر جاؤ اور اللہ تعالیٰ دے کہ عزیزان طیلی احمد و نذیر احمد و سعید احمد سلسلہ اللہ تعالیٰ اس پاک سلسلہ تبلیغ و اشاعت کو جاری رکھ سکیں، آمین یا اللہ العالیٰ۔

ذکرہ بالا چند الفاظ کی چند احادیث میں قریب سامنہ سے مذکورہ مقالہ کی ضرورت نہ تھی مگر برسم قیمت مذکورہ کتب اسلام یہ فتح ساتھ احادیث کی ضرورتی تھی۔

وتشہروا ان لم تکونوا مظلوم ہم۔ ان العشه بالکرام فلاخ  
معزز ناظرین کرام اس تفصیل سے اندازہ لٹکیں گے کہ میں ایک علم و عمل سے تمی دست انسان اس قابل نہ تھا کہ اسی اکتب بعد کتاب اللہ الجامع ایجاد بخاری جیسی اہم مقدس کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے قلم اٹھانے کی جرأت کر سکوں مگر بیشیت ایزدی نے کل امر مرحون باوقاتہ کے تحت اس خدمت کا آغاز کرایا ہی دیا۔ جس کا منسوبہ آج سے پندرہ سال قبل شائی ترجمہ والے قرآن مجید کے پہلے ایڈیشن کے ساتھ ہی بنا لیا گیا تھا۔ اپنے معزز اکابر علماء جماعت کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ آج میں بخاری شریف کا پہلا پارہ متوجہ اور مقدر دانوں کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔ میرے یہ پندرہ سال بھی متفرق علمی مشاغل میں گزرتے چلے گئے اور ان میں مزید در مزید تجربات حاصل ہوئے۔

مشہور مقولہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے آج جب کہ ہمارے بعض حصہب مقلد حضرات حدیث خصوصاً بخاری شریف کے ترجمہ و شرح کی خدمت کا نام لے کر اس مقدس کتاب کے خدا و امقام کو گرانے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ خود امام الدین ایمان الحدیث حضرت امام بخاری قدس سرہ کی تخفیف و تتفییض کر کے اپنے مزروعات کی برتری ثابت کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ میں مثاثے ایزدی اور سخت ترین ضرورت کے تحت اس خدمت کا آغاز کیا گیا ہے جسے تھکیل کو پہنچانا گنبد خدا کے کمین یعنی رب اور ساری کائنات کے پروردگار کا کام ہے۔

اصل عربی متن کو جس خوبی کے ساتھ کتابت کرایا گیا ہے وہ قدر دانوں کے سامنے ہے۔ پھر بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے بہت سی شرودھات حدیث اور بہت سے تراجم قدیم و جدید کو سامنے رکھ کر مسلم محمد بن کیزہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے نہایت ہی احتیاط سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ اختلافی مقامات پر تعصب بے جا سے پرہیز کرتے ہوئے بلا انتیاز فقیہ مالک جملہ ائمہ دین علماء اسلام کے اسلامی ادب و احترام کو ہر جگہ مخوذ رکھا گیا ہے۔ پھر بھی ایک حیران انسان ہوں اگر کوئی لفظ کیسی بھی کسی بھائی کو ناگوار خاطر نظر آئے تو اس کے لئے معافی کا طلبگار ہوں۔ ترجمہ اور شرح میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی طول طویل فہرست پیش کر کے اپنے معزز قارئین کرام کے قیمتی وقت کو ضائع کرنا مناسب نہیں جانتا نہ رکی نمائش مقصود ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ بخاری شریف جیسی اہم مقدس کتاب کی کھلی اردو شرح کا تصور ایک کوہ ہمالیہ جیسا تصور ہے۔ اس عظیم جامع کتاب کا لفظ لفظ بہت کچھ تفصیل طلب ہے۔ ساتھ ہی مباحثت تبویب و اقسام حدیث و تفاصیل رجال و انساد اور ہوابات اعترافات جدیدہ اور دفاتر تھانوں بخاری و غیرہ وغیرہ ایسے عنوانات میں کہ ان سب پر کماحتہ تفصیلات کے لئے آج ایک اور عظیم اردو فتح الباری شرح بخاری کی اشد ضرورت ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر علمائے اسلام کی ایک منتخب جماعت اس خدمت پر مامور کی جائے اور ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں میا کر دی جائیں اور ایک مستقل ادارہ صرف اسی ایک خدمت کے لئے کربستہ ہو جائے تو ایک مدت میدی کی شبانہ روز کا وہ شوں کے بعد اردو فتح الباری تمیں جلدیوں میں مرتب ہو سکے گی۔ جس کی ہر جلد کم سے کم ایک ہزار صفحات پر پھیل ہوتی ہو

گی۔ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا مشکل ہے کہ وہ کسی بھی وقت اس عظیم خدمت کے لئے اپنے کچھ پیارے بندوں کو پیدا فرمادے۔ میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے اردو دل طبقہ اور نئی نسلوں کے لئے بہت ہی مختصر پیانے پر اس خدمت کو شروع کیا ہے۔ اپنی ہر قسم کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے بھی میں صرف اس پسلے ہی پارہ کو سمجھنے والوں صفات پر پھیلا سکتا تھا۔ مگر دیکھا جا رہا ہے کہ آج کا تعلیم یافتہ طبقہ موجودہ کشاکش حیات کی وجہ سے کسی طول طویل کتاب کو پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔ پھر علمی مباحث خصوصاً دینات سے جوڑ آئی بعد پیدا ہو رہا ہے ان سب کا حساس نہ کرنا موجودہ علمائے اسلام کی ایک خطرناک قلطی ہے۔

ہر حال یہ حقیر خدمت قدر انوں کے سامنے ہے۔ معزز علماء کرام کو اس میں بہت ہی خانیاں نظر آسکتی ہیں۔ متن اور ترجمہ اور تعریحات میں کچھ مناسب اصلاحات بھی دی جاسکتی ہیں جن کے لئے اپنے معزز علماء کرام کا مذکور ہوتے ہوئے طبع ثانی پر ان کی لگارثات سے استفادہ کر سکوں گا۔

### شکر پر :

بڑی ناقداری ہو گی اگر میں یہاں ان جملہ علمائے کرام کا شکر پر نہ ادا کروں جن کی پاکیزہ دعاؤں سے میری بڑی ہست افرائی ہوئی۔ ایسے معزز حضرات میں سے بیشتر کے دعائیہ پیغامات جریدہ نور الایمان میں و تفاؤق تابعیت کے جا چکے ہیں اور بہت سے پیغامات اشاعت میں لائے بھی نہ جاسکے ہیں۔ کچھ حسب منجاٹ اس اشاعت کے ساتھ دئے جا رہے ہیں ان سب کا دلی شکر پر نہ ادا کرتا ہوں، پھر ان جملہ معاد نین کرام و مخلصین عظام کا شکر پر نہ ادا کرتا ہوں جن کے مخلصانہ تعاون سے اس عظیم خدمت کو شروع کیا گیا ہے جن میں جریدہ نور الایمان کے ارکین خصوصی و معزز سرپرست حضرات اور جملہ قدر ان خریدار حضرات شامل ہیں۔ امید ہے کہ اللہ پاک ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے کر ضرور ضرور ان سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے گا۔ اور کتنے سعادت مند مرد و عورتوں و نوجوانوں کو اس کے مطالعہ سے ہدایت فرمائے کر جملہ معاد نین کرام کے لئے اسے صدقہ جاریہ کرے گا۔ و ما ذلك على الله بعزيز۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم وصل وسلم الف الف صلوة على حبيبک الکریم امین يا رب العلمین۔

(امیدوار مغفرت)

ناشر القرآن والسن

محمد او اوزراز السنفی ولد عبد اللہ سکنہ رہپواہ

تحصیل فیروز پور جھرکہ ضلع گوگاڑ، ہریانہ (بھارت)

وارد حال دھلی۔ شعبان ۷-۱۳۸۷ھ

بسم الله الرحمن الرحيم  
نحمده و نصلى على رسوله الكريم

## مقدمہ صحیح بخاری شریف مترجم اردو

رَبِّ يَسْرُرُ لَا تُقْسِرُ وَ تَقْمِلُ الْخَيْرَ وَ بِكَ نَسْتَعِينُ، بعد حمد پاری تعالیٰ و تقدير درود وسلام بر ذات ستوده صفات رسول القدس ملی اللہ علیہ الف الف مرد و سلم، شا تقویں علم حدیث نبوی کی خدمت میں بڑے ادب اور احترام کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ بخاری شریف پارہ اول کے دیباچہ میں آپ نے امام الدین ابی الحدید حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات زندگی ملاحظہ فرمائے ہیں۔ پارہ دوم کے ساتھ شیخ الحدید حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب آف گور انوالہ طاب الله ثراه و جعل الجنۃ مشواہ کے قلم حقیقت رقمے مقدمہ صحیح بخاری شریف مترجم اردو شائع کرنے کا خیال تھا۔ جس کے لئے حضرت مرحوم بشرط صحت میری درخواست منظور بھی فرمائکے تھے۔ مگر مشیت ایزدی کے تحت اس خدمت کی انجام دہی کا موقعہ آپ کونہ مل سکا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ پاک آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ مرحوم نے پورے پچاس سال مندرجہ مدرس و مدرسہ پر گزارے۔ علم حدیث پر آپ کو جو گہری بصیرت حاصل تھی، دور حاضرہ میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ ملک الحدید کے لئے آپ کو امام الحضرات کہنا مبالغہ نہ ہو گا۔ مجھے اپنی حیات مستعار میں جن اکابر سے دین فہی کا تھوڑا شعور پیدا ہوا، ان میں آپ کی ذات گرامی میرے لئے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ علمی و روحانی شفقت کا یہ حال کہ میری درخواست پر شائی ترجیہ والے قرآن مجید کا ترجیہ اور حواشی لفظان نظام المطالع فرمائے اور اصلاحات سے نوازا۔ اس پر ایک علمی مقدمہ القرآن تحریر فرمایا۔ اور جریدہ نور الایمان و بخاری شریف مترجم اردو کے پروگرام سے اس قدر خوش کہ ہمیشہ اپنی دعاوں اور علمی مشوروں سے نوازتے رہے۔ تقیم ملک کے بعد آپ کی تمنا رہی کہ میں حاضر خدمت ہو کر شرف نیاز حاصل کروں مگر اللہ کو منظور نہ ہوا۔ اور یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ سوچتا ہوں تو صدمے سے دل کا پتپنہ لگ جاتا ہے کہ آپ اگر بخاری شریف کا مقدمہ موعودہ لکھ جاتے تو ہم جیسے ناجائز معلمین کے لئے معلومات کا ایک خزانہ ہوتا مگر

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

آج اسلام جن ناک حالات سے دوچار ہے کہنے کی بات نہیں۔ ایک طرف کفر و طغیان ہے جو سر اٹھائے ہوئے ہے اور اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ دوسرا طرف خود مسلمان ہیں جو علوم دین قرآن و حدیث سے دن بدن دوسر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ مسجد دین ایسے بھی ہیں جو سرے سے اسلام کی شکل و صورت ہی کو بدلت دینا چاہتے ہیں اور اس نیا پاک مقعدہ کی تعمیل کے لئے وہ حدیث جیسے ظلمیں اسلامی ذخیرہ کی تکنیکی کے درپے ہیں۔ کچھ مسالک مردوچ کے مقصوبین اہل علم ہیں جو پوری کاؤشوں میں مصروف ہیں کہ احادیث نبوی و کتب احادیث کو وہ اپنے مزبورہ مسالک کے قالب میں ڈھال لیں۔ خاص طور پر حضرت امام بخاری قدس سرہ اور آپ کی جمع فضوہ صحیح بخاری شریف ان کی کوتاه میں نگاہوں میں ہمیشہ خار نظر آتی رہی ہیں۔ آج کل اس مقدمہ کتاب

۱۔ حضرت مولانا محمد داود راں نے مقدمہ بخاری مختلف پاروں کے آغاز میں رقم فرمایا تھا۔ چونکہ مولانا را از مرحوم بخاری شریف کے ہر پارے کو علیحدہ شائع کر رہے تھے اس لئے ہر پارے کے شروع میں تھوڑا تھوڑا مقدمہ لکھتے گئے۔ لیکن ہم نے مختلف پاروں کے آغاز میں موجود اس مقدمہ کو سمجھا کر دیا ہے۔

کے کافی ایک تراجم شائع ہو رہے ہیں مگر بعض میں حضرت امام بخاریؓ کے خلاف تصب نمایاں نظر آ رہا ہے۔  
 الغرض یہ حالات ہیں جن میں صحیح بخاری شریف متزمم اردو کی اشاعت کا یہ پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ خود میان مل باغدیت  
 سال اور مدھمنت کے اس قدر فکار ہو رہے ہیں جن پر ”چنان خلائق اند کہ گوئی مردہ اند“ کا فقرہ صادق آ رہا ہے۔ ایسے ماہیں کن حالات  
 اور اپنی ہر قسم کی تحریکی و علمی و عملی بے باعثی کے پابند صحیح بخاری شریف متزمم اردو کے مقدمہ کے لئے محض تو کلا علی اللہ قلم اخافرہ  
 ہوں۔ یہ مقدمہ حدیث و اہمیت حدیث و فضائل الحدیث و حالات حدیث و تفصیلات کتب احادیث اور فضائل حضرت امام بخاری  
 رحمۃ اللہ علیہ اور خصوصیات بخاری شریف جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہو گا۔ جسے بخاری شریف متزمم اردو کے شائع ہونے والے پاروس  
 کے ساتھ قطعاً وار شائع کرنے کی سعی کی جائے گی۔ اپنا کام کوشش ہے۔ کامیابی بخششے والا اللہ رب العالمین ہے۔ وہی توفیق خیر دینے والا اور  
 وہی لغزشوں سے بچانے والا اور اغلاظ کا معاف کرنے والا ہے۔ بیده انصۃ التحقیق و هو خیر الرفیق و هو حسینی علیہ توکلت و  
 (نَّاجِيْ مُحَمَّد وَأَوْرَازْ عَنْهُ)

الیہ انبیاء۔

## تعریف علم حدیث

علم حدیث کی تعریف، اس کا موضوع اور اس کی غرض و غایبیت کیا ہے؟ ان سب کا جواب علامہ کرمانی شارح بخاری نے ان لفظوں  
 میں دیا ہے:

اعلم ان علم الحدیث موضوعہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حيث انه رسول اللہ وحدہ هو علم يعرف  
 به اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و افعالہ و احوالہ و غایبته هو الفوز بسعادة الدارین (مقدمہ تحفۃ الاحوذی)  
 یعنی علم حدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات گرائی ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اس علم کی  
 تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے رسول کریم ﷺ کے ارشادات گرائی، آپ کے افعال پاکیزہ اور احوال  
 شاکست معلوم کئے جاتے ہیں۔ اور اس علم کی غرض و غایبیت دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

و قال الباجوری فی حاشیتہ علی الشماط المحمدیۃ انہم عرفوا علم الحدیث روایة بانہ علم یشتمل علی  
 نقل/ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیل او الی صحابی او الی دونہ قولا او فعلا او تقریرا او صفة و  
 موضوعہ ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حيث انه نبی لامن حيث انه انسان مثلا و واضعه اصحابه  
 صلی اللہ علیہ وسلم الذین تصدوا الضبط اقوالہ و افعالہ و تقریراتہ و صفاتہ و غایبته الفوز بسعادة الدارین۔

(مقدمہ تحفۃ الاحوذی)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ علم حدیث ان معلومات پر مشتمل ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ وہ آپ کے  
 ارشادات یا آپ کے پاکیزہ افعال ہوں یا وہ ایجھے کام جو آپ کی موجودگی میں کئے گئے اور آپ نے ان پر سکوت فرمایا۔ یا آپ  
 کے صفات حصہ۔ علم حدیث کا موضوع رسول کریم ﷺ کی ذات گرائی انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ نبی و رسول  
 بر حق ہونے کی حیثیت سے ہے۔ علم حدیث کے اولین واضح صحابہ کرام میں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی پوری حیات طیبہ  
 آپ کے ارشادات و افعال و تقریرات آپ کے اوصاف حصہ سب کو اس طرح ضبط کیا کہ دنیا میں کسی نبی و رسول کی تاریخ

میں ایسی مثال ملنی مشکل ہے۔ علم حدیث کی غرض و نایت دونوں جہاں دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔  
محمدؐ کیبیر حضرت مولانا عبد الرحمن مبارکوری قدس سرہ اس سلسلے کی بہت سی تفصیلات کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت قد ظہر من هذه العبارات ان علم الحديث يطلق على ثلاثة معان الاول انه علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم و افعاله و احواله و قد قيل له العلم برواية الحديث و الثاني انه علم يبحث فيه عن كيفية اتصال الاحاديث بالرسول صلى الله عليه وسلم من حيث احوال رواتها ضبطاً و عدالة و من حيث كيفية السند اتصالاً و انقطاعاً و غير ذلك و علم الحديث بهذا المعنى الثاني هوالمعروف بعلم اصول الحديث وقد قيل له برواية الحديث ايضاً كما في عبارة الكشف والحظة و قد قيل له العلم بدراسة الحديث ايضاً كما في عبارة ابن الأكفاني والباحوري الثالث انه علم باحث عن المعنى المفهوم من الفاظ الحديث و عن المراد منها مبنيا على قواعد العربية و ضوابط الشرعية و مطابقا لاحوال النبي صلى الله عليه وسلم كما في عبارة الكشف فاحفظ هذا۔

خلاصہ عبارت یہ کہ علم حدیث کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔ اول وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال و احوال معلوم کئے جاتے ہیں۔ اس کو علم روایت الحدیث بھی کہا گیا ہے۔ دوم اس علم میں رسول کریم ﷺ کے احادیث پہنچانے کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔ کہ اس کے روایت کرنے والوں کے حالات ضبط و عدالت کیسے ہیں اور اس حدیث کی سند متصل ہے یا مقطوع ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ علم اصول حدیث کے نام سے بھی موسوم ہے۔ سوم علم حدیث وہ ہے جس میں اس مفہوم کے بارے میں بحث ہوتی ہے جو الفاظ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بحث قواعد عربیہ اور ضوابط شرعیہ کے تحت ہی ہو سکتی ہے اور احوال رسول اللہ ﷺ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تحقیق کی جاتی ہے۔  
علم اصول کے ماہرین نے حدیث نبوی کو تین اور قسموں پر بھی منقسم کیا ہے۔

(۱) حدیث قولی یعنی رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی۔

(۲) حدیث فعلی جو رسول اللہ ﷺ کے کردار سے متعلق ہے اور جن میں آپ کے افعال محسودہ کو نقل کیا گیا ہے۔

(۳) حدیث تقریری کسی حدیث میں کسی بھی صحابی کا کوئی ایسا کام متعلق ہو جو آپؐ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور آپؐ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو۔

الغرض لفظ حدیث ان تینوں حالات نبوی کو شامل ہے اور یہی وہ علم شریف ہے جس کو قرآن مجید کی تفسیر کہا جائے تو میں مناسب ہے۔ اور یہی وہ حکمت ہے جس کا جا بجا قرآن پاک میں ذکر ہوا ہے۔

### لفظ حدیث قرآن مجید میں:

الله رب العالمين جس نے قرآن مجید کو اپنے حبیب رسول کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔ وہ جانتا تھا کہ ہمارے محبوب رسولؐ کے ارشادات گرامی کو لفظ "حدیث" سے تعبیر کیا جائے گا اس لئے تاکہ یہ لفظ قرآن مجید پر ایمان لانے والے کسی بھی انسان کو غیر مانوس نہ معلوم ہو خود قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اس مبارک لفظ حدیث کا استعمال فرمایا گی۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ﴿هُلَيْأَتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ﴾ (سورہ الطور: ۳۳) مکرین قرآن اگر اپنے دعویٰ میں پچھے ہیں تو قرآن مجید جو بہترین حدیث ہے اس جیسی کوئی حدیث وہ بھی بنائیں گے۔ اس آیت میں قرآن مجید پر لفظ حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(۲) ﴿لَمْ يَأْتِ هَذَا الْحَدِيثُ تَعْجِلُونَ﴾ (سورہ النجم: ۵۹) کیا تم یہ حدیث (قرآن مجید) سن کر تعجب کرتے ہو؟

(۳) ﴿فَهُمْ لَا يَكُونُونَ يَقْهَرُونَ حَدِيثًا﴾ (النساء: ۸۷) اس قوم کا فرکو کیا ہو گیا جو اس حدیث یعنی قرآن مجید کو سمجھتے ہی نہیں۔

(۴) ﴿هُوَ مَنْ أَصْدَقَ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (النساء: ۸۶) الشیاک کی فرمودہ حدیث سے بڑھ کر کس کی حدیث صحیح اور پچی ہو سکتی ہے۔

(۵) ﴿هُوَ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثَ﴾ (زمیر: ۲۳) الشیاک ہی ہے جس نے بہترین حدیث (قرآن مجید) کو نازل فرمایا۔

(۶) ﴿وَفَيْهِذَا الْحَدِيثُ أَنَّمَا مُدَهِّنُونَ﴾ (الواقعہ: ۸۱) پس کیا تم اس حدیث یعنی قرآن مجید کے معاملہ میں ماهتمام تھی برتنے والے ہو اور خواہ نخواہ اس کی تکذیب کے درپے ہو۔

(۷) ﴿هُمَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى﴾ (یوسف: ۱۱۱) یہ حدیث (یعنی قرآن مجید) من گھرست نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں قرآن مجید کو لفظ حدیث سے تعبیر کیا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ جب اقوال صادقہ پر بولا جائے تو یہ عند اللہ بہت سی محبوب ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ کے ارشادات طیبہ کے لئے لفظ حدیث کا استعمال قرار پایا۔ اور علم حدیث اللہ کے نزدیک بھی ایک شریف ترین علم ٹھہرا۔ اور اس علم کے حاملین کرام لفظ "مدین" سے موسوم ہوئے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ حجہ ہے۔

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے      دردانہ      درج      مصطفیٰ ہے

### حدیث کیا ہے؟

محترم مولانا عبد الرشید نعمانی دیوبندی کو کون الہ علم ہے جو نہیں جانتا۔ حدیث نبوی کی تعریف اور اہمیت پر آپ کے قلم سے ایک طویل تხیرہ آپ کی پر از معلومات کتاب "علم حدیث اور ابن ماجہ" سے نقل کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام اندازہ لگا سکیں کہ علم حدیث کیا ہے اور اس کی اہمیت کے اعتراض سے کسی کو مفر نہیں۔ عنوان مذکورہ کے تحت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

قرآن کریم دین اللہ کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر نازل کی گئی۔ اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبouth کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوا یا یاد کر لیا اور بخوبی سمجھایا۔ اور خواہ اس کے جملہ احکامات و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا۔ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر ہے۔ آپ کے ان ہی اقوال اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظ "حدیث" عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں "نکتگو" کلام یا بات سے مراد لیتے ہیں۔ چونکہ رنی علیہ الصلوٰۃ والسلام نکتگو اور بات کے ذریعہ پیام اللہ کو لوگوں تک پہنچاتے اور اپنی تقریر اور بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دھلاتے تھے۔ اسی طرح جو چیزیں آپ کے سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزو دین سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ امور مختلفے دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرمادیتے۔ لہذا ان سب کے مجموعہ کا نام "حدیث" قرار پایا۔

ہنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ خود قرآن مجید سے ہی مستبد ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی نشر و اشاعت کو "حدیث" سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

وَإذْكُرُوا نَعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا تَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَبِ وَالْحِكْمَةُ يَنْظُرُكُمْ بِهِ (ابقرہ: ۲۳۱) اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت و اور جو تم پر کتاب و حکمت نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعہ نصحت فرمائے۔

۱۰۔ تکمیل دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

اللَّيْوَمْ أَكْتَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ بِعَمَّتِي (المائدہ: ۳) آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔  
دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو ”نعمت“ کہا ہے۔ اور سورہ ”الٹھی“ میں آنحضرت ﷺ کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے۔

وَإِمَّا بِعِنْدِهِ رَبِّكَ فَخَدِّثْ (الٹھی: ۱۱) ”اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے۔“  
بس آنحضرت ﷺ کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں۔

یہی نہیں انہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ”حدیث“ ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چنانچہ سورہ ”الذاریات“ میں حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے ہلُّ آنکھ حَدِّيْثُ صَبِيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكَرَّمِيْنَ (الذاریات: ۲۳)

ار حضرت موی علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والصلیم کے حالات میں ایک جگہ نہیں دو جگہ فرمایا ہے ہلُّ آنکھ حَدِّيْثُ مُوسَى (ط: ۹) خود آنحضرت کے قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں ”حدیث“ کا لفظ موجود ہے وَإِذَا سَأَلَ النَّبِيُّ إِلَيْهِ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ حَدِّيْثُ (الخریم: ۳) اور جب چھپا کر کبھی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات۔

### حدیث کی دینی حیثیت:

حدیث شریف کا دین میں کیا درج ہے، اس کو ہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی حسب ذیل جیشات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔  
(۱) آپ مبلغ تھے۔

بَأَنَّهَا الرَّسُولُ بَلَغَ مَا نُزِّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (المائدہ: ۶) اے رسول پہنچاد تجھے جو کچھ اتنا رکھا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

(۲) آپ مراد الہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں۔  
وَإِنَّ لَنَا إِلَيْكَ الدَّسْكُرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل: ۲۴) اور آپ پر بھی ہم نے یہاودا شت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتنا رکھا ہے آپ اس کو کھوں کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

(۳) آپ معلم کتاب و حکمت ہیں۔  
إِنَّمَا مِنَ اللَّهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَذْبَعَ فِيهِمْ رَهْبَةً لِمَنْ تَقْبِيْهِمْ يَتَلَوَّا عَلَيْهِمْ أَيْمَهُ وَيُرِكِيْهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالحِكْمَةُ (آل عمران: ۱۶۳) بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجاں میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آئیں اور ان کو سفارتا ہے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴) تخلیل و تحریم یعنی اشیاء کو حلال و حرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا۔

وَيَحْلُّ لِهِمُ الصَّيْبَتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْحَيْثَ (الاعراف: ۱۵) اور وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور کندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔ قاتلوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحِرِّمُونَ مَا حَرَمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ (التوبہ: ۲۹) لڑوان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور بچھلے دن پر اور نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جن کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

(۵) آپ امت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةً إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَذْكُرُ لَهُمُ الْجَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ (الاحزاب: ۳۶) اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے جب کہ فیصلہ کردے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک وہ صریح طور پر گمراہ ہو گیا۔

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قفسیوں میں حکم ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بِنَهْمٍ لَمْ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسْتَأْمِنُوا تَسْلِيْمًا۔ (التساءل: ۲۵) سو تم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں ہی حکم نہ بیانیں اس جھگڑے میں کہ جوان کے باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خلقی بھی نہ محوس کریں اور تسلیم کر کے مان لیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَكَ اللَّهُ - (النَّاهٌ: ۱۰۵) بے شک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو باہم جو کچھ اللہ تھیں سمجھائے اس سے فیصلہ کیا کرو۔

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر ہم من کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (الاحزاب: ۲۱) بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت سے آس لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

(۸) آپ کی اتباع سب پر فرض ہے۔

فَإِنَّمَا يَأْمُنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْغَيْرُ الْأَمِيَّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ كَلِمَتِهِ وَاتَّبَعُوهُ۔ (الاعراف: ۱۵۸) سو ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے نبی اپنی پر کہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔

فَإِنَّمَا كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّكُمُ اللَّهُ وَيَعْنِفُكُمْ ذُنُوبُكُمْ - (آل عمران: ۳۱) آپ کہہ دیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو تاکہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

(۹) جو کچھ آپ دین اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے۔

وَمَا أَنْكُمُ الرَّسُولُ فَحُدُودُهُ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (حشر: ۷) اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے، سو چھوڑو۔

(۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ (محمد: ۳۳) اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

(۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔

وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا۔ (النور: ۵۲) اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آجائے گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آخر پختہ نے جس قدر امت کو ہدایتیں دیں۔ جو جو چیزیں ان سے بیان فرمائیں اور کتاب و

حکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور جن چیزوں کو حرام نہیں فرمایا، تازیات و خصومات کو جس طرح پوچکایاں سب کی حیثیت دینی اور تشریعی ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے۔ جو آپ حکم دیں اس کو بجالانا اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہر مومن کے لئے لازم اور ضروری ہے مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ وضو، غسل، روزہ، نماز، رکوۃ، حج، درود، دعا، جہاں ذکر الہی، اسی طرح نکاح، طلاق، نیج، شراء، فعل قضایا و خصومات، اخلاق و معاشرت، سیاسیات ملت غرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن ان احکام کی تشریع، ان کے جزئیات کی تفصیل اور ان کی عملی تشكیل آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال کے جانے بغیر بالکل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کے نامکن اور محال ہے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۲۸-۱۲۹)

محترم مولانا نے حدیث کا تعارف کرنے کے بعد حدیث کی دینی حیثیت پر قرآن مجید کی جو آیات پیش فرمائی ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات قرآنی ہیں جن کی روشنی میں حدیث کی دینی حیثیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَتْقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَيِّئُ عَلَيْمُ (الحجرات: ۱) اے ایمان والو! اللہ

اور اس کے رسول سے آگے پیش قدی نہ کرو اور اللہ سے ڈر و بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جانے والا ہے۔

اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

هذه ادب ادب الله تعالى بها عباد المؤمنين فيما يعاملون به الرسول ﷺ من التوقير والاحترام والتجليل  
والاعظام فقال تبارك وتعالى يايهما الذين امنوا لا تقدموا بين يدي الله ورسوله اي لا تسرعوا في الاشياء بين  
يديه اي قبله بل كونوا بتعاله فى جميع الامور حتى يدخل فى عموم هذا الادب الشرعي حديث معاذ رضى الله  
عنه حيث قال له النبي ﷺ حين بعثه الي اليمن بم تحكم قال بكتب الله تعالى قال ﷺ فان لم تجد قال بسنة  
رسول الله ﷺ قال ﷺ فان لم تجد قال رضى الله عنه اجتهد راتي فضرب في صدره وقال الحمد لله الذي وفق  
رسول رسول ﷺ لما يرضي رسول الله ﷺ وقد رواه احمد وابو داؤد والترمذى وابن ماجه فالغرض منه انه  
اخرايه ونظره واجتهاده الى ما بعد الكتب والسنۃ ولو قدمه قبل البحث عنهمما لكان من باب التقديم بين يدي  
الله ورسوله وقال على ابن طلحة عن ابن عباس رضى الله عنهما لا تقدموا بين يدي الله ورسوله لا تقولوا

خلاف الكتب والسنۃ الخ (ص ۲۳ مقدمہ تحفة الاخوہی حضرت مبارک بوری حرموم)

یعنی ان آیات میں الشیواک نے ایمان والوں کو اپنے رسول ﷺ کی تو قیر و تظمیم کے آداب تعلیم فرمائے ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ ہر کام میں رسول کریم ﷺ کے فرمانبردار بن کر رہو۔ اس ادب شرعی کے ذیل حدیث معاذ ہے جن کو آنحضرت ﷺ نے یہیں کا حاکم بنائے بھیجا تھا۔ اور آپ نے ان سے رواگی کے وقت پوچھا تھا کہ تم کس چیز کے ساتھ حکومت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ پھر آپ نے پوچھا تھا کہ قرآن مجید میں اگر کوئی حکم صریح نہ پاڑ پھر کون سا قانون تلاش کرو گے؟ انہوں نے کہا تھا کہ اس صورت میں رسول کریم ﷺ کی سنت پر فیصلہ کیا کروں گا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اگر سنت رسول بھی کہیں ظاہر نہ ہو تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے بتایا کہ اس صورت میں خود اپنی خداداد سمجھ کی بنا پر فیصلہ

کروں گا۔ رسول کریم ﷺ ان کی یہ تقریر سن کر بے حد خوش ہوئے۔ اور آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضرت معاذؓ نے اپنی رائے قیاس اجتہاد کو کتاب و سنت کے بعد رکھا۔ اگر وہ ان کو کتاب و سنت پر مقدم کرتے تو یہ اللہ و رسول پر پیش قدی ہو جاتی۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کے ذیل فرماتے ہیں کہ اللہ و رسول پر پیش قدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ جاؤ۔ بہرحال قرآن و سنت کے تابع رہو۔

ارشاد نبوي کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ بھی ایک عظیم روشنی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا تَحْمِلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءً بَعْضُكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لَوْاً ذَلِكَ حَدَرَ الدِّينِ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَذْ تُصِيبُهُمْ فِتْنَةً أَوْ يُصِيبُهُمْ عَذَابًا أَيْمَمْ (النور: ۲۳) یعنی جب بھی کسی امر کے لئے رسول کریم ﷺ تم کو بلا میں آپ کے بلانے کو ایسا نہ سمجھا کرو جیسا تم آپ میں ایک دوسرا ہے (اللہ کے رسول کی دعوت غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ یاد رکھو) جو لوگ (ہمارے رسول کی دعوت سن کر بھی) اور ہادر کھک جاتے ہیں۔ (ان کا انعام اچھا نہیں) آپ ان لوگوں کو جو ہمارے رسول علیہ السلام کے حکم کی خلافت کریں ان کو ذرا ناچاہئے کہ کہیں اس نافرمانی کی سزا میں ان کو کوئی عظیم فتنہ نہ پکڑ لے یا کوئی دکھ دینے والا عذاب ان کو لا حق نہ ہو جائے۔

اس آیت کے ذیل محدث کبیر حضرت مولانا عبد الرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں:-

فیه ان دعاء الرسول ﷺ ليس كدعاء احاد الامة بل هو اعظم خطرا واحل قدرًا من دعوات سائر الخلق فإذا دعا احدا تعين عليه الاجابة ولاريب ان ﷺ قد دعا امته الى التمسك بكتاب الله وستبه في غير موضع منها فتعين على جميع الامة ان يحييه ولا يقعدها عن استجابته و دعاؤه ﷺ ايام الساعة باق الى يوم بقاء الاحاديث في الامهات السنته وغيرها و بقاء القرآن في الدنيا الى قيام الساعة لا يررأ ذمة احد من الامة من اجابة دعوته في اي عصر وقطر عند وجود هذه الكتب بين ظهراني العلماء من سائر اصنافهم على اختلاف مذاهبهم و تباين مشاربهم فمن لم يحب داعي الله فهو خاسر في الدنيا والآخرة (مقلمه تحفة الاحوذى)۔

اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی پکار معمولی پکاروں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اس کو نہ سننے کی صورت میں عظیم خطرہ ہے اور ساری حقوق کی پکاروں سے یہ پکار بڑا اونچا مقام رکھتی ہے۔ آپ جیسے بھی جب بھی بلا میں بلکہ کہنا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ اور بلا شک و شبہ آپ نے اپنی امت کو کتاب و سنت کے ساتھ چکل مارنے کی دعوت دی ہے۔ پس امت کے لیے لازم ہے کہ آپ کی اس دعوت پر بلکہ کہیں اور آپ ﷺ کی دعوت حق دنیا میں اس وقت تک باقی رہنے والی ہے جب تک کتب احادیث صحافت (بخاری و مسلم و ابو داؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ) باقی ہیں اور جب تک دنیا میں قرآن باقی ہے آپ کی دعوت باقی ہے۔ قرآن و کتب صحافت کی موجودگی میں امت کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کسی ملک میں رہتا ہو آنحضرت ﷺ کی دعوت حق کی قویت سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا، خواہ اختلاف مذاہب و تباين مشارب کے لحاظ سے وہ کچھ بھی ہو۔ پس جو کوئی بھی اللہ کے داعی رسول کریم ﷺ کی پکار کو قبول نہ کرے وہ دنیا اور آخرت میں سراسر خسارہ و نقصان اٹھانے والا ہے۔

ابن بحث سے متعلق اللہ نے خود قرآن مجید میں آخری فصلہ دے دیا ہے۔ وَمَا يُطِيقُ عَنِ الْهُوَ إِذْ هُوَ إِلَّا وَخَيْرٌ یوْخی (الجم: ۲۳) یعنی وہ رسول ﷺ اپنی خواہش نفسانی سے نہیں بولتا۔ دین کے بارے میں وہ جو کچھ بھی منہ سے نکالتے ہیں وہ

سب اللہ کی وحی کی بنا پر کاتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید کو وحی جلی اور حدیث نبوی کو وحی فتحی کہا گیا ہے۔ حافظ ابن قیم اپنی مشہور کتاب الصواعق المرسلہ میں بذیل آیت کریمہ اَنَا تَحْنُنْ نَزَّلْنَا إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ (ابجر: ۹) (ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) لکھتے ہیں۔ فعلم ان کلام الرسول ﷺ فی الدین کلمہ وحی من عند اللہ فهو ذکر انزلہ اللہ (صیانۃ الحدیث ص ۳۹) بحوالہ صواعق مرسلہ جلد دوم ص ۳۷۱ یعنی دینی امور میں رسول اللہ ﷺ نے جو بھی فرمایا وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور وہ سب ذکر ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے۔ اندھپاک اس کی حفاظت کا بھی خود ذہد دار ہے۔ چنانچہ الشپاک نے اس عظیم خدمت کے لئے جماعت محدثین کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے احادیث نبوی کی خدمت و حفاظت کے سلسلہ میں وہ وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جن کی مثل ملنی حوال ہے۔ اس سلسلہ کی دیگر تفصیلات موقع پر موقع یہاں ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

### فن حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ و تابعین میں:-

اوپر کی تفصیلات پر مزید و توق حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ جس طرح قرآن مجید کی نزول کی تاریخ اس کے مضبوط و حفاظت کا اہتمام صحابہ کرام کا اس سلسلہ میں ذوق عہد رسالت و عہد صحابہ میں نمایاں نظر آتا ہے۔ احادیث کے ساتھ بھی صحابہ کرام کا عہد رسالت اور بعد کے زانوں میں یہی معاملہ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اگرچہ بعض مواقع پر تاکید فرمائی تھی کہ قرآن مجید کی کتابت کی جائے اور احادیث کو اس ذر سے نہ لکھا جائے کہ کہیں اس کا قرآن مجید میں اخلاط نہ ہو۔ پھر حسب موقع آپ نے خود کتابت حدیث کا حکم دیا۔ اور بعض احادیث کی آپ نے خود امامہ بھی کرائی۔

اس طویل بحث کے لئے بھی ہم نہایت ہی شکریہ کے ساتھ اپنے محترم مولانا عبدالرشید نعماںی کا تبرہ پیش کر رہے ہیں۔ جو اگرچہ طویل ہے مگر اس میں آپ نے بہت سے گوشوں کو روشن کر دیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے اس سلسلہ کی بہت سی معلومات ہمارے ناظرین کے سامنے آجائیں گی۔ کتابت حدیث کے عنوان کے ذیل مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

عرب کی قوم عام طور پر اسی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتبی یا زبانی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو ایسیں ہی فرمایا ہے۔ خود آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی قرآن پاک میں ”نَبِيُ الْاٰلِ“ وارد ہے ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا حافظ نہایت ہی توی تھا۔ وہ اپنے تمام شیرہ ہائے نسب اہم تاریخی واقعات، جگل کا زمانے، بڑے بڑے خطبے لے لے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادات کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ نے اس کو بربزبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے جاری فرمادیا۔ اسی لئے ارشاد ہے۔

بَلْ هُوَ اِلَيْتُ بَيْتَ فِي صَدُورِ الْذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ (العلکوت: ۲۹) بلکہ یہ قرآن کملی کملی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

تاہم چونکہ قرآن مجید تامتر مجذہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الہی ہے۔ جس میں کسی ایک لفظ کی بجاۓ دوسرے اس کے ہم معنے اور مترادف الفاظ لانے کی بھی سنگاٹش نہیں ہے۔ اس بنابر آنحضرت ﷺ نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ معنوں مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترنی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کر دیتے ہیں اور کسی کتاب کو بلا کر اس کو لکھوادیتے۔ مگر اصل توجہ اس کے حفظ و تلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآل تھی۔

برخلاف اس کے حدیث مجذہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے۔ اور آپ

۱۔ یعنی قرآن جیسا مجذہ ہے حدیث ایسا مجذہ نہ تھی۔ ورنہ اوتیت جو اعم الکلم کے تحت حدیث نبوی بھی اپنی حیثیت کے اندر ایک عظیم مجذہ نبوی ہے (راز)

اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھنا پڑتا تھا۔ اسی بنا پر اس کے لفظوں کی بعضیہ تلاوت کا حکم نہ تھا۔

علاوه ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظ اور یادداشت پر پوچھ پورا اعتماد اور ثائق کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحو حافظہ پر ثبت ہو جاتا تھا۔ اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ صرف زبانی روایت کا حکم دیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ دعید بھی سنادی گئی۔ کہ آپ کے بارے میں عمدًا کسی قسم کی غلط بیانی یا دروغ زندگی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ اتنی ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی زبانی آنحضرت ﷺ کی یہ روایت بھی منقول ہے کہ:-

لَا تكتباوا عنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرُ الْقُرْآنَ فَلِيَمْحِهِ، وَحَدَّثُوا عَنِّي وَلَا حَرْجٌ، وَمَنْ كَذَّبَ عَلَيَّ مَعْنَادًا فَلِيَبُوأْ

مقعدہ من النَّارِ رَبَابُ التَّشْبِيهِ فِي الْحَدِيثِ وَحْكَمُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ -

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہا سے مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ

حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولा اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اگرچہ امام بخاری اور دیگر صحیحین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلوم ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت ﷺ کے نہیں بلکہ خود ابو سعید خدریؓ کے ہیں۔ جن کو غلطی سے روایی نے مرغعاً نقل کیا ہے۔ لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ ممانعت و قبیل اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر خفاقت قرآن کے سلسلہ میں کر دی گئی تھی۔ جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ "جوامع الكلم" بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاد لفظی و معنوی کے اعتبار سے اپنی نظر آپ تھے۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ اتنی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو خلط ملطنه کر دیں۔ اس بنا پر غایت اختیاط کے مد نظر آپ نے قرآن مجید کے سواہر چیزیں کے لئے کہنے کی ممانعت کر دی۔ اور عام حکم دے دیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ لیا گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے۔ احادیث فعلیہ میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تکمیل تھی۔ عملی چیزیں لکھوانے کی پہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں۔ اس لئے آپ نے ان کے بارے میں بھی طریقہ اختیار فرمایا اور یہ روایت کر دی کہ:-

صلوا کما رأيتمنى اصلى (صحیحین) جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔ اور جو جتنے الوداع میں رہی جمار کرتے ہوئے فرمایا۔

حددوں عنی مناسک کم فانی لا ادری لعلی لا احتج بعد حجتی هذه (صحیح مسلم) مجھ سے تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پڑھنیں شایدیں اس حج کے بعد و سراج حج ز کر سکوں۔

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو ہوتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے طرزِ عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجائے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا۔ ایسی حدیثیں تقریری کہلاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلم بند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اونٹوں پر لادنے والی صنیع کتاب بنتی۔ جس کی تکلیف اس وقت کے امیوں کے لئے تکلیف مالا بیاق سے کم نہ تھی خصوصاً جب کہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جانے والوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ انگلیوں پر گئے جا سکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں، اونٹ اور بکری کے شانوں کی بڈیوں، جانوروں کے چیزوں اور

کھالوں پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چکلے اور پتے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظت دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مردوج طریقہ تھا۔ قرآن مجید جو دین کی تمام نیازی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل، اور جملہ عقائد و احکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے، اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا۔ مزید احتیاط کے لئے معتبر کتابوں سے خود آنحضرت ﷺ نے اس کو لکھوا ہے۔ ”حدیث ریف“ جو شرعاً اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تعلیمات پر حاوی ہے اس کا قولی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطبیوں کے خطبے، شاعروں کے قصیدے اور حکماء کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے۔ اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔

لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہو چکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے ذوق آشنا ہو گئے اور اس بات کا اندازہ بالکل جاتا رہا کہ ”کلام الہی“ کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائیں گے۔ ادھر غزوہ بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھا بھی سیکھ لیا تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے کہ:-

كان رجل من الانصار يجلس الى رسول الله ﷺ فيسمع من النبي ﷺ الحديث فيعجبه ولا يحفظه فشكى ذلك الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله اني لاسمع منك الحديث فيعجبني ولا احفظه فقال رسول الله ﷺ استعن بيمنيك وأومأ يده للخط - (ترمذی باب ماجاء فی الرخصة فی کتابة العلم)

ایک صحابی انصاری آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں بیٹھتے، آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے، مگر یاد رکھ پاتے۔ آخر انہوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سننا ہوں، وہ مجھے اچھی لگتی ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ ”اپنے داہنے ہاتھ سے مددو“ اپنے دست مبارک سے ان کو لکھتے کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت رافع بن خدتؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں گزارش کی کہ:-

يا رسول الله انا نسمع منك اشياء فنكتبها - يا رسول الله هم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں -  
تو آپ نے فرمایا کہ:-

اكتبوا ولا حرج - لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں -

اور شفیع ابی داؤد اور منداری میں حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے۔

كنت أكتب كل شيء اسمعه من رسول الله ﷺ أريد حفظه فنهتى قريش وقالوا تكتب كل شيء نسمعه  
ورسول الله ﷺ بشر بتكلم في الغضب والرضا فامسك عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول الله ﷺ فاوما

باصبعه الى فيه فقال اكتب فوالذى نفسى بيده ما يخرج منه الا حق۔ (سنن ابی داؤد باب کتابة العلم)  
میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سننا ہا حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا۔ پھر قریش نے مجھ کو منع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔ غصب میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی اگوشت سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے کہ تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں لکھتا۔

بلدہ حکیم ترمذی اور سویہ نے حضرت انسؓ سے اور طبرانی نے مجوم کیر میں اور حاکم نے متدرک میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے آنحضرت ﷺ کا شادبھی نقل کیا ہے کہ:-  
قیدوا العلم بالكتاب - علم کو قید کتابت میں لے آؤ - (فتح کنز العمال ج ۲۹ ص ۶۹)

### آنحضرت ﷺ کی طرف سے املا:-

خدود آنحضرت ﷺ نے بھی متعدد موقع پر ضروری احکام وہیات کو قلم بند کر دیا ہے۔

- (۱) چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح کم کے سال قبلہ خزانہ کے لوگوں نے نبی لیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی گئی تو آپؐ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں حرم محترم کی عظمت و حرمت اور اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلہ میں قصاص و دیت کا بیان تھا۔ خطبہ سے فراموش ہوئی تو میں کے ایک صاحبی حضرت ابو شاہؓ نے انٹھ کر درخواست کی کہ اکبتوالی یا رسول اللہ (یا رسول اللہ یہ خطبہ میرے لئے تکواد بھجے) آپؐ نے ان کی درخواست منظور فرمایا کہ اکبتوالی شاہ (ابو شاہ کے لئے خطبہ لکھ دیا جائے) (بخاری باب کتابۃ العلم) اور حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم مفصلہ میں لکھتے ہیں کہ:-

و کتب رسول اللہ ﷺ کتاب الصدقات والديات والفرض و السنن لعمرو بن حزم وغيره۔ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن حزم وغيرہ کے لئے صدقات زیبات فرانض اور سنن کے متعلق ایک کتاب تحریر کروائی تھی۔

عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اہم میں الی نجران پر عامل بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ یہ نوشہ آپؐ نے ان کو جب یہ میں جانے لگے تو حوالہ کیا تھا۔ سنن نسائی میں ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ کتب الی اهل الینم کتابا فی الفرائض والسنن والديات و بعث به مع عمرو بن حزم فقرأت على اهل الینم (ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول)

رسول اللہ ﷺ نے الی میں کی طرف ایک نوشہ تحریر کیا تھا جس میں فرانض سنن اور خون بھا کے احکام تھے اور یہ نوشہ عمر بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ الی میں کے سامنے پڑھا گیا۔

اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:- من محمد بن النبی ﷺ الی شرحبیل بن عبد کلال و نعیم بن عبد کلال والحارث بن عبد کلال قبیل ذی رعنی و معاور و همدان اما بعد (سنن نسائی)  
اور "کتاب الجراح" کی ابتداء میں یہ تحریر تھا۔ هذا بیان من اللہ و رسوله یا ایها الذین امنوا او فوا بالعقود۔ پھر یہاں سے لے کر ان اللہ سریع الحساب تک مسلسل آیات درج تھیں۔ اس کے بعد لکھا تھا هذا کتاب الجراح، فی النفس مائة من الابن الحنخ (سنن نسائی)

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب پھرے پر تحریر تھی اور عمر بن حزم کے پوتے ابو بکر بن حزم کے پاس موجود تھی۔ وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ (سنن نسائی)  
حافظ ابن حثیث اس کتاب کے پارے میں فرماتے ہیں:-

فهذا الكتاب متداول بين ائمة الاسلام قدماً و حديثاً يعتمدون عليه و يفزعون في مهمات هذا الباب اليه، كما قال يعقوب بن سفيان لا اعلم في جميع الكتب كتاباً اصح من كتاب عبد الله بن حزم، كان اصحاب رسول اللہ ﷺ يرجعون اليه ويدعون اراءهم۔

یہ کتاب عهد قدیم و عهد جدید دونوں میں اگر اسلام کے مابین تداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب کے مہم مسائل میں رجوع کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی رایوں کو چھوڑ دیجے۔ چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر، سعید بن الحسیب سے بہ سنت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اسی کتاب کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم کے پاس ملی۔ جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی۔ اور دوسرا آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی جو حضرت عمر نے اس سلسلہ میں اپنے عمال کے نام لکھی تھی۔ ان دونوں نوشتوں کا مضمون ایک ہی تھا۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے تمام عمال اور ولاۃ کے نام فرمان باری کر دیا۔ کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں میں تحریر ہے اسی کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔

اور حافظ جمال الدین زیلہ نصہ الرایہ میں بعض حفاظات حدیث سے نقل ہیں کہ:-

نسخہ کتاب عمرو بن حزم تلقاہا الائمة الاربعة بالقبول وهی متواترة کنسخة عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب کو چاروں آنکھے نے قبول کیا ہے اور یہ نسخہ بھی ”نسخہ عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده“ کی طرح متواتر ہے۔

حدیث کی پیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جتنے حدیثیں منقول ہیں، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:-

”اس کو مندا بھی روایت کیا گیا ہے اور مرسل بھی۔ چنانچہ جن حفاظ و ائمہ حدیث نے اس کو مندا روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مند میں، امام ابو داؤد کتاب المرائل میں، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن داری، ابو علی موصی، اور یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مندوں میں، نیز حسن بن سفیان نسوی، عثمان بن شعیب داری، عبد اللہ عبد العزیز ببغی، ابو زرعہ دمشقی، احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی الکبیر، حامد بن شعیب بھنی، حافظ طبرانی، اور ابو حاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور یہی لکھتے ہیں کہ ہو حدیث موصول الاسناد حسن۔ رہی مرسلاۃ روایت سودہ توہہت سے طریقوں سے منقول ہے۔“

مؤٹا امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مردی ہیں اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے تریٹھے حدیثیں نقل کی ہیں، اسی طرح سنن دارقطنی اور سنن یعنی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں۔

(۱) سنن دارقطنی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مردی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معاف وہ ماں کے دیگر اہل یمن کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زرمی پیدا اور کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔

(۲) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی ایک تحریر کا ذکر امام شعیی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشته کی متعدد حدیثیں امام شعیی کی روایت سے منقول ہیں۔

(۳) ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کتاب الصدق تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ کیا تھا کہ رحلت فرمائے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ بھی وفات پائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل درآمد کیا۔ یہاں تک کہ

ان کی بھی وفات ہو گئی۔ ابو داؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

والعمل علی هذا الحديث عند عامة اهل العلم۔ عامہ علماء کا عمل اس حدیث پر ہے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن الجیشہ، سنن داری اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مردی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی۔ چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبد اللہ اور سالم سے لے کر نقل کر لیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں میں نے اس نوختہ کو زبانی یاد کر لیا تھا۔

(۲) سنن ابن داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ محبینہ کی طرف یہ لکھ کر بیہيجا تھا کہ مردار کی کھال اور پھونوں کو کام میں نہ لایا جائے۔ امام ترمذی کی روایت میں زمانہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔

(۳) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں امام ابو جعفر محمد بن علی (باقر) سے سند نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تکوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ جامع بیان العلم میں اس میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں۔

یہ تو بعد وہے چند تحریروں اور بعض نوشتتوں کا ذکر تھا۔ ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات، سلطانین وقت اور مشہور فرمائزروں کے نام اسلام کے دعوت نامے، عمال اور ولات کے نام احکام، معاهدات، صلح نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت ﷺ نے وفاتو تا قلمبند کروائیں۔ محدثین نے آپ کے نامے اور معاهدات و وثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون و مشقی حنفی متوفی ۹۵۳ھ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

### عبد الرسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے:

سابق میں سنن ابن داؤد اور سنن داری کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ: "میں آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادہ سے قلمبند کر لیا کرتا تھا۔"

اسی حدیث میں آپ یہ بھی پڑھ پکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی اجازت اور آپ کے حکم سے تھا، صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت ﷺ سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں، مگر ہاں عبد اللہ بن عمر وہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور تیہی نے مد غل میں مجاهد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سننا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا کوئی عالم نہیں مگر عبد اللہ بن عمر و (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مشتمل ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے۔ اور میں صرف یاد کرتا تھا، لکھتا تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی، اور آپ نے ان کو اجازت دے دی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص (رضی اللہ عنہما) نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو گئی تھی جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا۔ یہ کتاب انہیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

ما یرغبنی فی الحیة الا الصادقة والوھط۔ مجھے زندگی کی سیکھی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں، صادقہ اور وھط۔ پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

واما الصادقة فصحیفة کتبتها من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم واما الوھط فارض تصدق بها عمرو بن العاص کان یقوم علیها۔

صادقہ توہہ صحیفہ ہے جس کوئی نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور وھط وہ ذمیں ہے جس کو (والد بزرگوار) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے راہ خدا میں وقف کیا تھا اور وہ اس کی دیکھی بھال رکھا کرتے تھے۔

یہ صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبد اللہ کو ملا تھا۔ اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث کی کتابوں میں ”عمرو بن شعیب عن ایہ عن جده“ کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں م McConnell ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں۔ سابق میں بعض حافظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ کر ہیں کہ یہ نسخہ متواتر ہے۔ شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ اس لئے پوتے کی تمام ترتیب دادے ہی کے ظل عاطفہ میں ہوئی تھی۔ البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادے سے پڑھا تھا یا نہیں۔ بعض سخت گیر محدثین نے اسی بنا پر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب العجذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجیح میں بھی بن معین سے نقل ہیں کہ

هو ثقة في نفسه و ما روى عن ايه عن جده لا حجة فيه و ليس بمتصل و هو ضعيف من قبيل انه مرسل، وجد شعيب كتب عبدالله بن عمرو فكان يرويها عن جده ارسالاً و هي صحاح عن عبدالله بن عمرو غير انه لم يسمعها.

یہ خود توثقہ ہیں اور جو روایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے کرتے ہیں وہ جدت نہیں غیر متصل ہے اور بسب مرسل ہونے کے ضعیف ہے۔ شعیب کو عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں، چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسل اور روایت کرتے ہیں۔ یہ روایتیں اگرچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں۔ لیکن ان کو شعیب نے نہیں سناتا۔ حافظ ابن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔

قلت فاذا اشهد له ابن معین ان احادیثه صحاح غير انه لم يسمعها و صح سمعاه لبعضها فغاية الباقي ان يكون وجادة صحیحة و هو احد وجوه التحمل۔

میں کہتا ہوں جب کہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنانہیں ہے اور بعض حدیثوں کو سامع صحت کو پہنچ چکا ہے تو تبقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ ”وجادہ صحیح“ سے ہو گی۔ اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے۔

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں۔

و من تکلم في حديث عمرو بن شعيب انما ضعفه لانه يحدث عن صحیفة جده کانهم رأوا انه لم يسمع هذه الاحادیث عن جده۔

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے، سو بعض اس بنا پر اس کی تفعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ گویا ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادے نہیں سناتا۔

لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو جوت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی عبارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے نقل ہیں کہ

رأب احمد و اسحق و ذکر غیرہما یتحجرون بحدیث عمرو بن شعیب۔ میں نے احمد بن حبیل، الحنفی بن راہو یہ اور ان دونوں کے علاوہ محدثین (کامبی ذکر کیا کہ) ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث کو جوت مانتے تھے۔ اور ”باب ماجا فی زکوٰۃ مال الیتم“ میں لکھتے ہیں:-

و اما اکثر اهل الحديث فیتحجرون بحدیث عمرو بن شعیب و پیشونه۔ اور اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث کو جوت سمجھتے اور ثابت مانتے ہیں۔

لام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی ہیں۔ شعیب کو تو یہ پورا نسخہ دراثت میں طلبی تھا۔ لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما سے ان کے دوسرے تلمذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں وہ بھی اسی صحیحہ صادقہ کی ہیں۔

(۲) عہد رسالت کے تحریری نوشتہوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیحہ بھی تھا۔ جس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ:-  
ما کتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا القراء و ما فی هذه الصحفة۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ نے بجز قرآن کے اور جو کچھ اس صحیحہ میں درج ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔

یہ صحیحہ چڑھنے کے ایک تھیلے میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکوار مع نیام کے رسمی رہتی تھی، یہ وہی صحیحہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحزادے محمد بن حنفیہ سے مذکور ہے کہ  
ارسلنی ابی، خذ لهذا الكتاب فاذهب به الى عثمان فان فيه امر النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی الصدقۃ۔ مجھ کو میرے والد نے بیجا کہ اس کتاب کو لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ کیونکہ اس میں زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ کے احکام درج ہیں۔

اس صحیحہ میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا اسیروں کی رہائی کافر کے بدالے مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، تقضی عہد کی رہائی۔ غیر کے لیے ذمہ کرنے پر عید اور زمین کے نشانات مٹانے کی ذمہ وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی اکثر کتابوں میں اس صحیحہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاری نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیحہ کی ذکر کو رہ بالاروایات کو نقل کیا ہے۔ (۱) باب کتابۃ العلم - (۲) باب حرم المدینہ - (۳) باب فکاک الاسیر (۴) باب ذمة المسلمين و حوارہم واحدہ یسعی بہا ادنالہم (۵) باب ائم من عاهد ثم غدر (۶) باب ائم من تبرأ من موالیہ (۷) باب العاقله (۸) باب لا یقتل المسلم بالکافر (۹) باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ میرب پر خطبہ دیا تو آپ کی تکوار کے ساتھ یہ صحیحہ آؤزیاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بھروسہ کتاب اللہ کے اور جو کچھ اس صحیحہ میں مرقوم ہے اس کے علاوہ کوئی نوشہ نہیں کہ جو پڑھا جائے۔ اس کے بعد آپ نے اس صحیحہ کو کووا۔ اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاع ہوئی۔

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت خود آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت ﷺ کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں۔ من امام احمد بن حبیل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ خود ان نے خطبہ دیا جس میں کہ معظمه اور اس کی حرمت کا ذکر تھا۔ تو حضرت رافع بن خدیج رضی

اللہ عنہ نے پنکار کر کہا اک اگر کہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم ہمارے پاس چڑے پر لکھا ہوا ہے اک تم چاہو تو تمہیں پڑھ کر سنادیں۔ مروان نے جواب دیا ہے میں بھی آپ کا یہ حکم پڑھا ہے۔

### صحابہ کرام کے بعض اور نوشتہ

(۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد (باب فی زکوٰۃ السالمة) سنن نسائی (باب زکوٰۃ الابل) میں نہ کوہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین پر عالی ہاکر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے مسائل و احکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی "جو ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے۔"

بسم الله الرحمن الرحيم 'هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتي

امر الله بها رسوله الخ (صحيح بخاري "باب زکوٰۃ الغنم")

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو "کتاب الزکوٰۃ" کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے۔ چھ جگہ "کتاب الزکوٰۃ" میں "ذو جگہ" "کتاب الملہس" میں اور ایک ایک جگہ "کتاب الشرکة" "ابواب امس" اور "کتاب الحبل" میں۔ یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر حفظ چلا آتا تھا۔ چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبد اللہ بن ثعلب بن انس سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں روایت کیا ہے۔ محمد اس کو اپنے والد عبد اللہ سے اور عبد اللہ اپنے پیغمبر اُمّہ مسیحہ بن عبد اللہ بن انس سے اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں۔ اور امام ابو داؤد اس کو حدیث کے مشہور راوی حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ جن میں حماد کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ "میں نے خود شامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے اس پر آنحضرت ﷺ کی مہربانی کی بھی ثابت تھی۔"

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیکی سے مقول ہے کہ حسن بصری اور قاتد، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاتد کے ترجمہ میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ

كان قاتدة أحفظ أهل البصرة لا يسمع شيئاً الا حفظه قرأت عليه صحيفة جابر مرتة فحفظها۔

قاتدة الہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے جو سنتا ہاد ہو جاتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا، اُس انہیں یاد ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب البہذیب میں اسْعَیْلِ بن عبد الکریم صنعاوی المتوفی ۴۲۰ھ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو دہب بن منہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ اور سلیمان بن قیس یشکری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:-

قال ابو حاتم حالم جالس جابرأ و كتب عنه صحيفه و توفى و روى ابو الزبير و ابو سفيان والشعبي عن جابر و هم قد سمعوا من جابر و اكثره من الصحيفه و كذلك قاتدة۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تہم نشیخ اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا۔ اور وفات پاگئے اور ابو الزبیر، ابو سفیان اور شعبہ نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں۔ اور ان لوگوں نے حضرت جابر سے حدیثیں بھی سنی ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قاتد نے بھی۔

اور طلحہ بن نافع ابو سفیان و اسٹلی کے ترجمہ میں سفیان بن عینہ اور شعبہ دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ:-

حدیث ابی سفیان عن حابر انما ہی صحیفہ۔ ابوسفیان جابرؓ سے جو حدیث روایت کرتے ہیں وہ صحیفہ سے ہوتی ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں حضرت حسن بصری کے ترجیح میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سرہ بن جنبد رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی پیشہ حدیثیں سنن اربعہ میں منقول ہیں۔ علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسعودہ تھیں۔ یہیں بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشہ سے روایت ہیں۔ اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت سرہ بن جنبد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجیح میں مذکور ہے۔ ”روی عن ایہ نسخۃ کبیرۃ۔“

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ مدد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انہوں نے بھی اپنی تمام مرفیات کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمر و بن امیہ ضری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہمچہ پڑکر مجھے اپنے گھر پر لے گئے۔ اور حدیث بُوی کی کتابیں دکھلا کر کہنے لگے ذکر یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے۔

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں ”کتاب العلل“ کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لے کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) نے اس کتاب کو لے کر پڑھنا شروع کیا، مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جو اس روایت میں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنانا اور میرا اقرار کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا۔

(۶) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نبیرہ معن بن عبد الرحمن کی زبانی نقل کیا ہے کہ:

آخر إلى عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود كتاباً و حلف له أنه من خط أية يده  
(والله أعلم) عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ايك كتاب ميرے سامنے نھال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ ابا جان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اتفاقی کی ہے کہ جو بہت کی احادیث پر مشتمل تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کو حیثیت رکھتے تھے۔ ورنہ اگر نحاحا کی ان تمام تحریرات کو تکمیل کیا جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہئے۔ جس کے لئے کافی فرست اور وسیع مطالعہ اور تحقیق و تلاش کی ضرورت ہے۔

### عبد صحابہ میں تابعین کے نوشہ:

(۱) سنواری میں بشیر بن نبیک سدوی سے جو مشہور تابعی ہیں، منقول ہے کہ:

كنت أكتب ما أسمع من أبی هريرة فلما أردت ان افارقته اتيته بكتابه فقرأه عليه و قلت له هذا ما شمعت منك  
قال نعم (باب من رخص في كتابة العلم)

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سننا گھ لیتا تھا۔ پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے کی ہیں۔ فرمائے گئے ہیں۔

امام ترمذی نے بھی ”کتاب العلل“ میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مردیات سے ایک صحیفہ ہمام بن منہہ بیانی نے بھی مرتب کیا تھا۔ اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکور ہیں۔ یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی منہڈ میں سمجھا وایت کیا ہے۔ صحیفین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس صحیفہ کے متعلق ان خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ ”صحیفۃ همام عن ابی هریرۃ مشہورۃ“ یہ صحیفہ آج بھی برلن کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۳) سنن داری میں سعید بن جبیر سے جو مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں، مروی ہے کہ کنت اکب عند ابن عباس فی صحیفۃ (باب من رخص فی کتابۃ العلم) میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس بیٹھا صحیفہ میں لکھتا ہوا تھا:-

داری ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے ہمراہ ہوتا۔ وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پلان کی لکڑی پر لکھ لیتا۔ تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کر سکوں۔ سنن داری ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) اور حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے رات کو حدیث سنتا تو پلان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔

(۴) سنن داری میں سلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے اباں کو دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھیوں پر لکھتے ہے تھے۔ (باب مذور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل نہ تھے۔ مروان نے اپنی امارت مدینہ کے زمانہ میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں۔ مگر آپ نے منظورہ فرمایا۔ آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردے کے پیچھے کا تب بھایا۔ اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا۔ یہاں مختلف لوگ آپ سے سائل و احکام دریافت کرتے اور آپ جو کچھ فرماتے کا تب لکھتا جاتا۔

#### حفظ حدیث:

یہ محدودے چند واقعات ہیں جن میں خود صحابہ یا صحابہ کے سامنے حدیث کے صحیفے اور نوشته لکھنے جانے کا ذکر ہے۔ دور تابعین میں اگرچہ احادیث کے قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ تاہم اب تک عام طور پر لوگ لکھنے کے عادی نہ تھے اور جو کچھ لکھنے اس سے مقصود صرف اس کو از بر کرنا ہوتا تھا اس زمانہ میں حدیثوں کو سن کر انہیں زبانی یاد کرنے کا اسی طرح رواج تھا جس طرح مسلمان قرآن پاک کو یاد کرتے ہیں۔

امام بالک فرماتے ہیں:-

لَمْ يَكُنْ الْقَوْمُ يَكْبُونَ إِنَّمَا كَانُوا يَحْفَظُونَ فِيمَ نَكِبَ مِنْهُمُ الشَّيْءُ فَإِنَّمَا يَكْبُهُ لِيَحْفَظُهُ فَإِذَا حَفَظَهُ مَحَاهُ۔  
اگلے لوگ لکھتے نہ تھے اور جو کوئی ان میں سے کچھ لکھ بھی لیتا تو حفظ کرنے ہی کے لئے لکھتا اور جب حفظ کر لیتا تو اسے مٹا داتا۔

تقریباً پہلی صدی ہجری تک عرب علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظ فطر تانہایت تھا۔ وہ جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے۔ ایسی صورت میں کسی بغیر کو لکھنا تو درکار اس کا دوبارہ پوچھنا بھی نظر استجواب سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سنن داری میں ابن شرمسہ کی زبانی منقول ہے کہ ”شیعی کہا کرتے تھے۔ اے شاہک (شیعی کے شاگرد کا نام) میں تم سے دوبارہ حدیث بیان کر رہا ہوں حالانکہ میں نے کبھی کسی سے حدیث کے دوبارہ اعادہ کی درخواست نہیں کی۔“

اسی کتاب میں شعی کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ  
ما کبست سواداً نی بیاض ولا استعدت حدثا من انسان۔ میں نے بھی سپیدی پر سیاہی سے لکھا ورنہ بھی کسی انسان سے  
ایک مرتبہ حدیث سن کر دوبارہ اس سے اعادہ کروا یا۔  
سنن داری ہی میں امام بالک سے یہ بھی مردوی ہے کہ امام زہری نے ایک بار ایک حدیث بیان کی پھر کسی راستے میں میری زہری کی  
ملاقات ہوئی۔ تو میں نے ان کی لگام تمام کر عرض کیا کہ اے ابو بکر (یہ امام زہری کی لکھتی ہے) جو حدیث آپ نے ہم سے بیان کی تھی  
اے زرائجے دوبارہ بتا دیجئے۔ جواب دیا تم حدیث کو دوبارہ پوچھتے ہو امیں نے کہا کیا آپ دوبارہ نہیں پوچھتے تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے  
کہا لکھتے بھی نہ تھے؟ کہنے لگے، نہیں۔

حافظ ابن عبد البر، جامع بیان العلم میں ان تمام علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہ جو کتابت علم کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے  
تھے، فرماتے ہیں

من ذکرنا قوله في هذا الباب فاما ذهب في ذلك مذهب العرب لأنهم كانوا مطبوعين على الحفظ  
مخصوصين بذلك 'والذين كرهو الكتاب كابن عباس والشعبي وابن شهاب والنخعي وقادة و من ذهب  
مذهبهم و جبل جبلتهم كانوا قد طبعوا على الحفظ فكان احدهم يحتزى بالسمعة الاترى ماجاء عن ابن  
شهاب انه كان يقول اني لامر بالباقع فاسد اذاني مخافة ان يدخل فيها شيء من الخطا فوالله ما دخل اذنى شيئاً  
قط فحسبه <sup>و</sup> وجاء عن الشعبي نحوه وهو لاء كلهم عرب وقال النبي صلى الله عليه وسلم نحن امة امية لا  
نكب ولا نحسب ' وهذا مشهور ان الغرب قد خصت بالحفظ كان احدهم يحفظ اشعار بعض في سمعة  
واحدة ' وقد جاء ان ابن عباس رضي الله عنه حفظ قصيدة عمر بن ربيعة "امن ال نعم انت غاد فمبكر" في  
سمعة واحدة على ما ذكروا ' وليس احد اليوم على هذا ولو لا الكتاب لضاع كثير من العلم وقد رخص  
رسول الله صلى الله عليه وسلم في كتاب العلم و رخص فيه جماعة من العلماء و حملوا ذلك

جس کا قول بھی ہم نے اس بات میں ذکر کیا ہے وہ اس بارے میں عرب کی ہی روشن پر گیا ہے۔ کیونکہ وہ فطری طور پر قوت  
حافظ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ممتاز تھے۔ اور جن حضرات نے بھی کتابت کو ناپسند فرمایا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضي  
الله عنہما، امام شعی، امام ابن شہاب زہری، امام ابراہیم نجاشی اور قیادہ اور وہ حضرات جوان ہی کے طریقے پر چلے اور ان ہی کی  
فطرت پر بیدا ہوئے، یہ سب کے سب وہ ہیں جو طبی طور پر قوت حافظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص صرف  
ایک بار سن لینے پر اتفاق کیا کرتا تھا۔ دیکھتے نہیں کہ ابن شہاب سے مردوی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے میں جب بیقع سے گزرا تا  
ہوں تو اپنے کان اس ڈر سے بند کر لیتا ہوں کہ کہیں کوئی فرش بات اس میں نہ پڑ جائے۔ کیونکہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ  
کوئی بات میرے کان میں پڑی اور میں اس کو بھول گیا ہوں۔ اور شعی سے بھی اسی قسم کا بیان منقول ہے۔ یہ سب لوگ عرب  
تھے۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ہم ای لوگ ہیں نہ لکھنا جائیں نہ حساب کرنا۔"

اور یہ چیز تو مشہور ہے کہ عرب کو زبانی پر ادار کھنے میں خصوصیت حاصل ہے، چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص بعض لوگوں کے  
اشعار کو ایک دفعہ کے سنتے میں حفظ کر لیا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے عمر بن  
اب ریبیعہ کے قصیدہ <sup>و</sup> امن ال نعم انت غاد فمبکر <sup>ل</sup> کو صرف ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا۔ چنانچہ علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا

ہے۔ اور آج ایک شخص بھی اس طرح کی قوت حافظ نہیں رکھتا بلکہ اگر تحریر نہ ہو تو علم کا بواحصہ ضائع ہو جائے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ بھی کتابت علم کی اجازت مرحمت فرمائے ہیں۔ اور علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور اس کو فعل محمود قرار دیا ہے۔

اور یہ ان علماء ہی کی برکت ہے کہ جس کی بدولت ہم کو ایک ہزار سال تک ہر دور میں حدیث شریف کے حافظ کثرت نظر آتے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظت تو الحمد للہ آج بھی اسلامی دنیا کے چپے چپے پر چھیلے ہوئے ہیں۔ کچھی چند صدیوں میں اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ بہت ہی کم ہو گیا، تاہم مطالعہ کے وجود میں آنے سے پہلے پہلے علماء اسلام کا یہ عام و ستور تھا کہ دہ ہر فن میں ایک مختصر متن طالب علم کو حفظ یاد کر دیا کرتے تھے۔ موجودہ صدی کو چھوڑ کر کسی صدی کے علماء کا تذکرہ اٹھا لیجئے اور ان کے حالات پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ مختلف علوم و فنون کی کتنی کتابیں زبانی یاد کرتے تھے۔

ناظرین کرام نے تفصیلات مذکورہ سے اندازہ لگایا ہوا کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں مسلمانوں کی خدمات ان کو ایمان عالم کے پیروکاروں پر نمایاں مقام دیتی ہیں۔ اپنے مقدس رسول ﷺ کے ہر ہر ارشاد کی حفاظت کے لئے انہوں نے ہر وہ کوشش کی جو انسانی دائرہ امکان کے اندر داخل ہے۔ مسلمانوں کے ہاں لفظ "حافظ" اپنی جگہ پر خود ایک معزز لقب بن گیا۔ حفاظت قرآن کا تذکرہ ہی کیا ہے مگر حفاظت حدیث بھی اس کثرت کے ساتھ ہوتے چلے آرہے ہیں کہ ان کے تفصیلی تذکروں سے اسلامی تواریخ کی کتابیں بھرپور ہیں۔

### حفظ حدیث عہد صحابہ میں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ جعین کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حفظ احادیث کا بھی بے حد شوق تھا۔ بعض تو والہانہ انداز میں ہر لوگ ہر گھری اسی انتظار میں سرپا شوق بنے رہتے تھے کہ حضور کچھ فرمائیں اور وہ آپؐ کے ارشاد عالیٰ کو نوک زبان پر یاد کرنے کی سعادت حاصل کر لیں۔ ان میں حضرت سید نابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام نہایت ہی بلند ہے۔ آپؐ کو ۵۳۷ء میں ارشادات نبوی بر زبان یاد تھے۔ حافظ سخاویؒ نے ۵۳۶ء کی تعداد بتلائی ہے۔ ان حدیثوں میں سے صرف صحیح بخاری شریف میں ۱۳۸۶ احادیث متقول ہیں۔ جب کہ اس مستند و معتبر کتاب میں کسی اور صحابی سے اس قدر احادیث متقول نہیں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات کی کل تعداد ۲۲۳۰ حدیث بتلائی گئی ہے۔ جن میں سے بخاری شریف کے اندر ۲۰۷۰ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول پاکؓ ۲۲۸۰ احادیث نبوی کے حافظ تھے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ۲۲۱۰ فرمائیں رسول بر نوک زبان یاد تھے۔ جن میں سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع الحدیث کو نقل فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ۱۲۰ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ۱۵۲ حدیثوں کے حافظ تھے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو ۲۰۷ حدیثیں یاد تھیں۔ یہ چند مثالیں نمونہ کے طور پر دی گئی ہیں ورنہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سعادت کے حصول کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب رحماتہ اکابر نے اپنی قابل قدر کتاب میلۃ الحدیث میں صحابہ کرام اور حفظ حدیث کے سلسلہ میں ایک نقش تین مقالہ لکھا ہے۔ جسے ہم اپنے قارئین کرام کے ازدواج ایمان کے لئے لفظ بلفظ نقل کر رہے ہیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عہد صحابہ میں حدیث نبوی کو حفظ کرنے کا کس قدمہ اہتمام تھا۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

### چند واقعات:

چند واقعات صحابہ کرامؐ کے ضبط الفاظ اور حفظ حدیث کے بھی ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ صحابہ کرامؐ کا عملی اہتمام معلوم ہو کہ وہ کس طرح خود بھی یاد کرتے تھے اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی کس طرح حفظ احادیث کے لئے تاکیدات بلطفہ فرماتے تھے۔

۱۔ دوسرا اصرع ہے غذا غدام والج فمهجر۔ یہ پر اقصیدہ بزرگ طویل میں ہے۔ اور ستر اشعار کے قریب قریب ہے۔

- (۱) ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک مجلس میں پوچھا۔ ایکم یا حفظ قول رسول اللہ ﷺ فی الفتنة۔ یعنی فتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث کس کو خوب یاد ہیں؟ حضرت خدیفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ سبحان اللہ! کیسا حفظ و ضبط کا کمال ہے۔ اول ص ۹۷) میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ سبحان اللہ! کیسا حفظ و ضبط کا کمال ہے۔
- (۲) ایک موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک بیش آمدہ معاملہ میں احادیث رسول ﷺ کے متعلق صحابہ کرام کے مجع سے سوال کیا کہ اس معاملہ کے حل کے لئے کسی کو حدیث نبوی معلوم ہے؟ متعدد صحابہ کرام آگے بڑھے جس پر حضرت ابو بکرؓ نے خوش ہو کر فرمایا۔ الحمد لله الذي جعل فينا من يحفظ على نبينا (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۴۹) کہ اس مولائے کریمؓ کی تعریف ہے جس نے ہم میں ان لوگوں کو کھا جو احادیث نبویہ کے حافظ ہیں۔ اس سے متعدد صحابہ کا حافظ اللہ یہ ہوتا تابت ہوا۔
- (۳) حضرت علیؓ نے اپنے طرز عمل سے صحابہ کرام کو حفظ حدیث کا خوگر اور ضبط الفاظ کا پابند بنایا۔ آپؓ کے متعلق علامہ ذہبیؓ نے لکھا ہے۔ کان اماماً عالماً متصریاً فی الاخذ بحیث انه یستحلف من یبحثه بالحدیث (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۰) یعنی حضرت علیؓ امام جمیل الشان اور عالم تبریزؓ تھے۔ اور اخذ حدیث میں سخت تحری و تحقیق اور احتیاط فرماتے۔ حتیٰ کہ حدیث بیان کرنے والوں سے حلف لیتے کہ تم کو ٹھیک ٹھیک الفاظ نبوی یاد ہیں؟ اور الفاظ میں کوئی کمی میشی تو نہیں ہو رہی ہے۔ جب راوی قسم سے بیان کرتے کہ الجیفۃ الفاظ نبوی میں یہ حدیث ہے، تب قبول فرماتے۔
- واضح رہے کہ حضرت علیؓ کا مقصد اس سے صرف احادیث کا ضبط و تحفظ ہی تھا۔
- (۴) حضرت ابو ہریرہؓ بھی احادیث نبویہ کے بڑے ضابط و حافظ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات کے موقع پر ان کے اس وصف حفظ احادیث کو پابند کر کے افسوس و حسرت کے لہجہ میں فرمایا یا حفظ علیٰ المسلمین حدیث النبی ﷺ (فتح الباری جلد اول ص ۱۰۹) یعنی حضرت ابو ہریرہؓ اپنے زمانے کے تمام راویان حدیث میں سب سے بڑھ کر حافظ اللہ یہ ہیں۔ امام اعمشؓ نے فرمایا کان ابو ہریرہ من احفظ اصحاب محمد ﷺ۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ محمد ﷺ کے اصحاب میں سب سے زیادہ احادیث کے حافظ و ضابط تھے۔ (اول ص ۳۲۰ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹)
- (۵) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ نبی ﷺ سے احادیث سن کر یاد کیا کرتے تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ کنا نحفظ الحديث والحدیث یا حفظ عن رسول اللہ ﷺ (صحیح مسلم جلد اول ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عبد اللہ بن عباسؓ بلکہ جماعت صحابہ میں احادیث کے ضبط و حفظ کا عموم کے ساتھ اہتمام تھا۔
- (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ احادیث نبویہ کے طلب و تلاش اور احتیاط و ضبط الفاظ کی خود بھی بڑی پابندی فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں کو پابند فرماتے۔ علامہ ذہبیؓ لکھتے ہیں۔ کان من بن تحری فی الاداء و یشدد فی الروایة و یرجو تلامذته عن التهاون فی ضبط الفاظ۔ یعنی اصل الفاظ کو پابند کرنے کے لئے خود بھی بڑی احتیاط فرماتے اور اپنے شاگردوں کو بھی ضبط الفاظ کی تاکید فرماتے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۳)
- (۷) ایک بار حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے (غالباً کوفہ کے محلی کے زمانہ میں) اپنے تلامذہ اور رفقاء سے پوچھا کہ تم لوگ احادیث کو صحیح طریق سے ضبط رکھنے کے لئے باہم مذاکرہ اور درورہ کرتے ہو یا کسی کرتے ہو۔ تلامذہ نے جواب دیا کہ ہم لوگ دورہ حدیث اور ضبط الفاظ اور باہم مذاکرہ کے لئے اس قدر اہتمام رکھتے ہیں کہ ہمارا ہر ساقی دوسرے کو احادیث سناتا ہے۔ اگر کوئی ساقی کبھی غائب ہو جاتا ہے اور کسی وجہ سے وہ مذاکرہ میں شرک پک نہیں ہو سکتا تو باقی رفقاء اس سے وہیں جا کر ملتے ہیں اور اس طرح ہم مذاکرہ اور درورہ ضرور کر لیتے ہیں۔ (مسن واری ص ۷۹)

(۸) اسی طرح حضرت ابوالیوب انصاریؓ کا واقعہ ہے۔ اگرچہ یہ احادیث نبویہ کو پوری صحت کے ساتھ یاد رکھتے تھے لیکن ایک بار ان کو ایک حدیث میں کچھ اشعبہ پیدا ہو گیا۔ تو اس شک کو مٹانے کے لئے اپنے دوسرے ساتھی حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس مصراپنچے۔ جب مدینہ سے سفر کر کے مصر پنچے تو سواری سے اترتے ہی فرماتے ہیں حدیثاً ما سمعته من رسول اللہ ﷺ فی سترِ المُسْلِمِ اَمْ بِقَدْمِهِ سَفَرَ کَمْرَهُ پنچے تو سواری سے اترتے ہی فرماتے ہیں حدیثاً ما سمعته من رسول اللہ ﷺ فی سترِ المُسْلِمِ اَمْ بِقَدْمِهِ سَفَرَ کَمْرَهُ پنچے جو آپ نے رسول اکرم ﷺ سے مسلمانوں کے عیب پوشی کے متعلق سنی ہے۔ اور آپ کے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ میرے بعد آپ کے علاوہ اور کوئی دوسرا اس حدیث کے سنتے والوں میں سے اب باقی نہیں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے معزز مہمان کی دلداری میں سب سے پہلے وہی حدیث من ستر مسلمان خریزہ سترہ اللہ یوم القیمة سنا دی۔ آپ سنتے کے بعد خوش و خرم اپنی سواری کی طرف پڑے اور مدینے کی طرف فی الفور وانہ ہو گئے۔ مصر میں اپنا کجاؤ بھی نہ کھولا کیونکہ بجز اس حدیث کی کامع اور اتفاق شک کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ ابن عبد البرؓ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔ فاتی ابوالیوب مراحلتہ فر کبھا و انصرف الی المدینہ وما حل رحلہ (جامع بیان العلم ص ۲۲)

میزبان نے ہر چند ان کو نہ سمجھا۔ لیکن ان کا مقصد صرف حدیث کا سنتا اور صحیح طور سے محفوظ کر لینا ہی تھا۔ جب انہوں نے حدیث کو سن لیا تو پھر بلا تاخیر والیں چلے آئے۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام کسی دوسری غرض کی آمیزش کے بغیر صرف تحفظ حدیث کے لئے اپنے رفقاء درس کے پاس سفر کرتے اور اسفار طولیہ کو اس معاملہ میں آسان سمجھتے تھے۔ جو لوگ نہ صرف حدیث بلکہ حدیث سنتے والے اپنے تمام رفقاء کو بھی جانتے ہوں اور بوقت ضرورت ان سے مراجعت بھی ضرور کر لیتے ہوں ان کے صیانت حدیث کے معاملہ میں ادنیٰ شبہ بھی محض شیطانی دسوں ہے۔

(۹) اسی طرح امام داریؓ نے ایک اور صحابیؓ کا واقعہ قلم بند فرمایا ہے کہ وہ صرف ایک حدیث کی صحیح کی خاطر فضالؓ بن عبید اللہ کے پاس مصراپنچے۔ حضرت فضالؓ نے آپ کو دیکھ کر خوش آمدید فرمایا اور مر جا کہا۔ صحابیؓ نے کہا۔ اتنی لم اتنک زائرًا ولکنی سمعت وانت حدیثاً من رسول اللہ ﷺ رجوت ان تکون عنديک منه علم۔ یعنی میں آپ کے پاس بطور مہمان نہیں آیا ہوں بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث کی تھی۔ جو مجھے پوری طرح محفوظ نہیں رہی۔ اس خیال اور اس امید کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں کہ وہ آپ کو یاد ہو گی۔ (مسن واری ص ۲۹)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ضبط حدیث اور کمال صحت معلوم کرنے اور اسے یاد رکھنے کے لئے اپنے دیگر رفقاء درس کے پاس طویل سے طویل سفر اختیار کر کے پہنچ جاتے۔ کیاچ کہا ہے مولانا حائل مرحوم نے۔

سازان علم دیں جس بشر کو	لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
اسی دھن میں آسائیں کیا ہر سفر کو	اسی شوق میں طے کیا بزر و بر کو

(مسن حائل)

(۱۰) اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ اپنے رفقاء درس سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ مقامِ رینہ کے گوشہ تہائی میں جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو آپ کی الہیہ محترمہ یہ تہائی اور بے سر و سامانی دیکھ کر رونے لگیں۔ پوچھا کیوں روئی ہو؟ انہوں نے کہا آپ کی یہ حالت ہے اور کپڑے وغیرہ بھی نہیں ہیں۔ وفن و کفن کے عام فرائض سے بھی میں تھا سکدوش نہیں ہو سکتی۔ فرمایا تم نہ گھبراو، ایک بار آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ایک گوہن جنگل میں انتقال کرے گا۔ اور میرے کچھ صحابی بر و وقت پہنچ کر اس کے کفن و فن کا انتظام کریں گے تو چونکہ اس درس کے وقت کے میرے تمام ساتھی شہروں اور آبادیوں میں انتقال کر چکے ہیں۔ اس لئے اس حدیث کا مصدق صرف میں ہی رہ گیا ہوں۔ اور میں ہی آبادی سے باہر انتقال کر رہا ہوں۔ تو یقیناً خدا کے کچھ بندے

آنحضرت ﷺ کے پیش گوئی کے مطابق میرے کفن کو پہنچیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا ایک محض ساقفلہ بروقت کفن اور نماز جنازہ کے لئے پہنچ گیا۔ حافظ ابن قیم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا۔ ابسری ولا تبکی فانی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول لنفر انما فیهم لیموتُنْ رَجُلٌ مِنْكُمْ بِفَلَةٍ مِنَ الارض يشهده عصابة من المسلمين ولیس احد من اولئک النفر الا قد مات فی قریة وجماعۃ فانا ذلک الرجل انتهى۔ (زادالمعادض جلد ۶۰ ص ۴۱) والقصة بطولها۔

اس جگہ مجھے صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی یاد تھی اور اس کے ساتھ وہ اس حدیث کے تمام رفقاء کو بھی ان کے جائے سکونت اور جائے وفات وغیرہ سے بھی واقف تھے۔ محمد اللہ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ بروقت آئے اور کفن دفن کا انتظام ہو گیا۔

(۱۱) اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی احادیث نبویہ کو پوری طرح ضبط رکھتے تھے۔ آپ کے کمال ضبط اور عایت احتیاط فی الحدیث کے سلسلہ میں علامہ ذہبی نقش فرماتے ہیں۔ لم یکن احمد بن الصحابة اذا سمع من رسول اللہ ﷺ حدیثه حدیثنا واحداً احضر ان لا يزيد ولا ينقص منه و لا ولا من ابن عمر۔ یعنی صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بڑھ کر روایت حدیث میں کوئی اور محتاط نہ تھا۔ آپ حدیث نبوی کے اخذ و روایت میں ادنیٰ درج کی کی بیشی نہ ہونے دیتے تھے۔ ولا ولا من ابن عمر کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصل الفاظ کی ادائیگی اور ضبط و حفظ کے معاملہ میں ان کا کوئی بھی ہم پلہ و ہمسرنہ تھا۔ الفاظ نبوی کی صحیح ترتیب بھی ان کے حافظ میں محفوظ رہتی تھی۔ واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بنی الاسلام علی خمس و صیام رمضان والحج ہے۔ تلذذہ و رفقاء میں سے ایک صاحب نے تکرار و حظ کے لئے دہراتے ہوئے آخری لفظوں کی ترتیب کو پلٹ کر یوں دیا ویا والحج و صیام رمضان۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فوراً تو کا اور فرمایا اس طرح نہیں بلکہ و صیام رمضان والحج پڑھو۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے ایسا ہی سنائے۔ (صحیح مسلم جلد اس ۳۲ و فتح المغیث ص ۲۹۸)

#### افادہ:

حافظ سخاویؒ سے اس جگہ نقل روایت میں ذہول و تسامح و اتفاق ہوا ہے۔ کیونکہ مسلم شریف کی طرف مراجعت کے بغیر مخفی حافظ کے بھروسہ پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کو اور اس ممانعت کو یوں لکھ دیا ہے۔ اجعل الصیام اخرهن حالاکہ مسلم شریف کے حوالہ مذکور سے ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبوی کے مطابق آخری لفظ حج کو قرار دیتے ہیں الیہ کہ حافظ سخاویؒ کی اور کتاب پر نظر ہو۔

(۱۳) حضرت انسؓ اپنے حفظ روایت کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جس قدر حدیثوں کو مجلس نبوی میں سنتے آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد باہم ان حدیثوں کا تکرار اور دورہ کرتے۔ ایک صاحب اپنی باری پر سب حدیثوں کو بیان کر جاتے۔ پھر دوسرے بیان کرنے کے پھر تیسرا اسی طرح بسا اوقات ہم سائھ آدمی ہوتے تو پورے سائھوں آدمی اپنی باری پر نہیں۔ غرض پورا دورہ کر لینے کے بعد ہم لوگ منتشر ہوتے اس طرح کے حفظ و تکرار و مذاکرہ سے احادیث رسول اکرم ﷺ پوری طرح ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہو جاتیں۔ (مجموعہ الزوارہ جلد اول ص ۶۳)

#### افادہ:

حضرت انسؓ اول تو ان حدیثوں کو ذہن میں محفوظ کرتے۔ پھر ان کو قلم بند کر کے بغرض اصلاح نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش

کرتے۔ اس طرح نظر ہانی کر کے احادیث کو پوری صحت کے ساتھ سینہ و سفینہ میں جمع فرماتے۔ (مسندر ک حاکم و فتح المغیث ص ۳۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے بعد سب سے زیادہ حدیثیں حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ان سے دو ہزار دو سو چھیسا کی حدیثیں مروی ہیں۔ (تحقیق فہوم اہل الارض ص ۸۲ و فتح المغیث)

(۱۴) حضرت ہشامؓ بن عامر بھی بڑے ضابطاً اور احادیث نبویہ کے حافظ تھے۔ ایک بار اپنے رفقاء سے فرمایا۔ انکم متجاوزوں کی رہنمائی میں اصحاب النبی ﷺ میں کاتوا الحضی ولا حفظ لحدیثہ منی (مسند احمد جلد ۴ ص ۱۹) یعنی تم لوگ درس حدیث کے لئے جن صحابہ کرام کے پاس جاتے ہو وہ احادیث نبویہ کے حفظ و ضبط کے معاملہ میں مجھ سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ یعنی تم دور دراز بلا وجہ جاتے ہو۔ جب کہ احادیث نبویہ کے حفظ و ضبط میں کسی سے میں کم نہیں ہوں۔

(۱۵) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حدیث کو سن کر حفظ کیا کرتے تھے۔ سننDarī میں ہے کہ اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ جس طرح ہم نے بنی کریم ﷺ سے سن کر حدیثوں کو حفظ کیا ہے۔ اسی طرح تم لوگ ہم سے سن کر حدیثوں کو حفظ کرو اور اس کے لئے باہم نہ اکراہ اور تکرار کرتے رہو۔ (سنن Darī ص ۲۶)

اسی طرح ابن عبد البرؓ لکھتے ہیں۔ کان من حفظ عن رسول اللہ ﷺ سننا کثیرۃ (استیعاب ج ۲ ص ۵۶۷) یعنی حضرت ابو سعید خدریؓ نبی اکرم ﷺ کی احادیث کیشہ کے حافظ تھے۔

(۱۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی احادیث کو حفظ فرماتے اور لکھ بھی لیتے تھے۔ مسندر حمید میں حضرت ابو ہریرہؓ کا ان کے متعلق یہ اعتراف موجود ہے کہ عبد اللہ بن عمروؓ باتھ سے لکھتے بھی تھے اور ویسے یاد بھی کرتے تھے۔ علامہ ابن عبد البرؓ نے لکھا ہے۔ فانہ کان واعی القلب و کان یکتب (استیعاب ج ۱ ص ۳۷۰) یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص زبانی بھی یاد رکھتے تھے اور لکھتے بھی تھے۔ مسندر حمید میں ان کا بیان منقول ہے کہ میں یاد کرنے ہی کے لئے لکھتا تھا۔ (مسند احمد جلد ۲ ص ۱۶۲)

(۱۷) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی حافظ الحدیث تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی ایک حدیث پر مزید شہادت طلب کی۔ حضرت ابو موسیٰ انصار کے ایک جمیع میں تشریف لے گئے۔ اور اس حدیث کے متعلق سوال کیا کہ آپ لوگوں میں کسی نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے سنائے ہے۔ اور آپ لوگوں کو یاد ہو تو فرمائیے، پورے جمیع نے جواب دیا۔ ہاں ہم سب کو یہ حدیث نبوی یاد ہے۔ اور ہم سب نے سنائے ہے۔ (تمذکرہ اول ص ۶، جمیع اللہ اول ص ۱۳۰)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو احادیث بہت پختہ طریقہ سے یاد رہتی تھی۔

(۱۸) حضرت ابی ابن کعبؓ بھی احادیث نبویہ کے حافظ تھے۔ ایک بار آپ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ حضرت عمرؓ نے مزید شہادت ان سے بھی طلب فرمائی۔ حضرت ابی بن کعبؓ اور فاروق اعظمؓ دونوں انصار کے جمیع میں پہنچے اور زیر بحث حدیث کے متعلق اہل جمیع سے دریافت کیا۔ سب نے کہا۔ سقد سمعنا هذا من رسول اللہ ﷺ۔ یعنی ہم سب نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سنائے ہے۔ (تمذکرہ ج ۸ و منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۲۶۲)

ان دونوں روایتوں سے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے حفظ حدیث کی بکمال درج تائید و تصدیق بھی ثابت ہوئی۔ اور اجمالی طریقہ سے دیگر صحابہ کرامؓ کے حفظ حدیث کا حال بھی معلوم ہوا۔

(۱۹) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنے صاحبزادے ابو بردہ سے فرمایا حفظنا عن رسول اللہ ﷺ۔ یعنی جس طرح ہم نے آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو یاد کیا، اسی طرح تم بھی یاد کرو۔ (مجموع الزوائد ج ۱ ص ۲۰)

اسی حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے حفظ حدیث کا ثبوت تو ملتا ہی ہے۔ دیگر صحابہؓ کے حفظ احادیث کا بھی پتہ لگتا ہے۔ جیسا

کہ کما حفظنا عن رسول اللہ ﷺ اس پر ایک واضح دلیل ہے۔ علامہ یعنی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں۔ ورجاہہ رجال الصحیح۔

(۲۰) حضرت جابر بن عبد اللہؓ بھی احادیث شریف کے ضابط اور حافظ تھے۔ علامہ ابن عبد البرؓ لکھتے ہیں۔ و كان من المكثرين الحفاظ للمسن۔ یعنی حضرت جابرؓ نبويہ کے حافظ تھے (استیعاب جلد اول ص ۸۵)

(۲۱) انہی جابر بن عبد اللہؓ کے متعلق امام بخاریؓ نے نقل کیا ہے۔ ورحل جابر بن عبد اللہ مسيرة شهر الى عبد اللہ بن انس فی حدیث واحد (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷) یعنی حضرت جابرؓ نے صرف ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کیا اور عبد اللہ بن انس سے مل کر اس حدیث کا سامع کیا۔ یہ سفر جیسا کہ شار میں حدیث نے لکھا ہے مدینے سے شام تک کا تھا۔

علامہ ابن عبد البرؓ نے لکھا ہے کہ جب اس حدیث کے حاصل کرنے کے لئے مملکت شام پہنچے کارا وہ کیا تو اسی سفر کے لئے ایک اونٹ خریدا۔ یہ تمام اہتمام صرف ایک حدیث کے سنتے کے لئے تھا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ احادیث نبویہ کے صحیح طور سے یاد رکھنے اور اسے محفوظ و جمع کرنے کا کس قدر اہتمام تھا۔

(۲۲) ابو شریح خزاںؓ بھی حافظ الحدیث تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف جب یزید کے حکم سے عمرو بن سعید نے فوج کشی کے لئے مکہ پر پڑھائی کی تیاری کی تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے حرم مکہ میں لڑائی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ اس موقعہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ایہا الامیر احدثک قول اقام به النبی ﷺ سمعته اذنای ورعاه قلبی۔ یعنی میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سنارہوں جس کو خود میرے کانوں نے سناؤ مرے دل نے یاد رکھا۔ (صحیح بخاری ج ۱۷۷ آنکتاب العلم)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے حافظہ میں پوری صحت کے ساتھ فتح مکہ کے وقت سے لے کر یزید میں معاویہ کے عہد تک تقریباً نصف صدی سے ریاہد عرصہ تک محفوظ تھی۔

(۲۳) سرہ بن جندبؓ بھی حافظ الحدیث تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت سرہؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔ قد صدق و حفظ۔ یعنی وہ پچیس اور حافظ الحدیث ہیں۔ (الاستیعاب جلد دوم ص ۵۶۳)

حافظ سخاویؓ نے حضرت سرہ بن جندبؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی حدیشوں کو حفظ رکھتا تھا (فتح المغیث ص ۳۱۱)

غرض صحابہ کرامؓ ان حدیشوں کو نصر اللہ امراء سمع مقالتی فوعاہا وادها کما سمع منی کے تحت بیان کرتے تھے۔ جن کو انہوں نے اپنے زمانہ اسلام میں ساتھا۔ لیکن کمال یہ ہے کہ ان حضرات صحابہؓ نے اپنے اسلام لانے سے قبل بھی جن حدیشوں کو آنحضرت ﷺ کو بیان کرتے ہوئے ساتھا ان کو بھی خوب یاد رکھا۔ اور بعد اسلام ان کی ترویج دروایت فرمائی۔ حافظ سخاویؓ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔ قد ثبتت روایات کثیرہ لغیر واحد من الصحابة کانوا حفظوہا قبل اسلامہم و ادوہا بعدہ (فتح المغیث ص ۱۶۴)

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے حظ روایات کے متعلق حافظ ابن عبد البرؓ قطبی لکھتے ہیں۔ الذين نقلوها عن نبيهم ﷺ الى الناس كافة و حفظوها عليه وبلغوا ما عنه وهم صحابة و الحواريون الذين وعوها وادوها حتى كمل بما نقلوه الدين (خطب استیعاب جلد اول ص ۲)

اگر فرست اور وقت مساعدت کرے تو ایسی بہت ساری مثالیں سن۔ اربعہ صحیحین و مندرجات و معاجم کے طیون سے نکال کر پیش کی جائیں۔

حافظ ابن عبد البرؓ نے بالعموم تمام صحابہؓ کے حفظ احادیث کا اجمالی طور پر تذکرہ "خطبہ استیعاب" میں فرمایا ہے اور ادعا روایت و حفظ احادیث و تبلیغ سنن میں ان کے اہتمام عظیم کا اعتراف کیا ہے۔ ان حقائق کی موجودگی میں صحابہؓ کرامؓ کے حفظ روایات و تبلیغ احادیث کما ہی میں غلطی کا امکان پیدا کرتا دعاء باطل ہے۔ صحابہؓ کرامؓ خود بھی احادیث کو از بر کرتے اور اپنے شاگردوں کو بھی حفظ و تکرار، مداومت نظر کی تاکید کرتے۔ اور نبی کریم ﷺ کی دعا نضر اللہ امرء کے تحت وہیں کسی سرفرازی و سخرنوشی حاصل کرنے کے خیال سے صحابہؓ کرامؓ تا لبیعین عظام حفظ احادیث و تبلیغ سنن میں غیر معقول اہتمام رکھتے تھے۔ پس ایسے وسیع الحافظ اصحاب کرامؓ اور ان کے تربیت یافتہ تلامذہ کے لیئے عدم ضبط اور عدم حفظ اور نسیان کا وہم سراسر توہم پرستی اور حقائق سے انحراف و عناد ہے۔

### حفظ و ضبط کا تسلسل:

آنحضرت ﷺ نے ضبط روایت و تبلیغ احادیث پر جو بشارت نضر اللہ امرء سمع مقالتی فو عاها و ادھا کما سمع منی کے تحت دیا تھا۔ اس کا اثر صحابہؓ کرامؓ پر ایسا عمده واقع ہوا کہ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو خود بھی اچھی طرح محفوظ کیا۔ اور احادیث کا باہم مذاکرہ و دورہ کیا اور اپنے تلامذہ اور تابعین تک حدیثوں کو پہنچایا اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی خوب یاد رکھنے کے لئے تاکید شدید فرمائی۔ یہاں چند صحابہؓ کرامؓ کے انتباہ و تاکیدات کے واقعات اس سلسلہ میں مشتمل نمونہ از خوارے کے طور پر عرض کئے جاتے ہیں۔

- (۱) حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ صحابہؓ کرامؓ کو ضبط احادیث کی سخت تاکید فرماتے تھے (تذکرہ جلد اول ص ۷)
- (۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ احادیث نبوی کو ہر زیادت و نقصان سے محفوظ رکھنے میں سخت اہتمام فرماتے (تذکرہ جلد اول ص ۳)
- (۳) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے مشہور شاگرد امام نافع کو جو حدیثیں لکھوا میں وہ ان کو اپنے پاس بٹھا کر لکھوائیں تاکہ کمی میشی کا اونٹی اختال بھی نہ واقع ہو سکے۔ (سنن داری ص ۲۹)

یہ روایات کے حفظ و ضبط کا کس قدر اعلیٰ درجہ کا اہتمام ہے۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگردوں سے ضبط حدیث کے سلسلہ میں دورہ اور باہم تکرار و مذاکرہ کا حکم دیا۔ حافظ سخاوی نقیل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ تذکروں الحدیث فان حیاته مذاکرته (فتح المغیث ص ۳۲۱) و معرفة علوم الحدیث للحاکم ص ۱۴۱) یعنی احادیث کا باہم مذاکرہ کیا کرو۔ کہ یہ حدیث کی بقاء و حفاظت کا ضامن ہے۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے شاگردوں سے پوچھا۔ کہ تم لوگ روز مرہ احادیث کا دورہ اور باہم تکرار کر لیا کرتے ہو یا نہیں۔ شاگردوں نے کہا ہمارا یہ روز مرہ کا معمول ہے۔ ہم اپنے رفقاء دروس کے پاس خواہ کوفہ کے کسی بعد تین محلہ میں ہوں، جا کر ملنے ہیں اور تکرار و دورہ پاہم کر کرتے ہیں (سنن داری ص ۲۹)

(۶) حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ زیادہ تر کوفہ میں تھے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی طرف سے معلم بنا کر بھیج گئے تھے۔ تو ان کو فوج جن احادیث کو حضرت ابن مسعودؓ سے برداشت عمرؓ نے ان کی مزید قدمی اور سند عالیٰ کے خیال سے ابن مسعودؓ کے تلامذہ کو فوج سے مدینہ آکر حضرت عمرؓ سے ماع کرتے کہ حدیث نبوی اچھی طرح سے محفوظ ہو جائے۔ اور پوری طرح روایت کی سخت و الفاظ نبوی کا اوثق ہو جائے۔ (فتح المغیث ص ۳۳۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ان تاکیدات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سب تلامذہ پختہ حافظ و شیوخ وقت بن کر لئے حضرت علیؓ و حضرت سعید بن جبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب عبد اللہ سروج هذه القراءة (طبقات ابن سعد جلد سادس ص ۲۳) حضرت عبد اللہ کے تلامذہ اس بُحثی کے چراغ ہیں۔ سیمان تھی فرماتے ہیں کان فینا ستوں شیخا من اصحاب عبد اللہ۔ یعنی ہمارے زمانہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے ساٹھ شیوخ موجود تھے۔

(۷) حضرت علیؓ نے اپنے رفقاء و تلامذہ سے فرمایا تذاکروا هذا الحديث و ان لا تفعلوا يدرس (کنز العمال ج ۵ ص ۲۴۲) و جامع بیان العلم جلد اول ص ۱۰۱)

یعنی اپنے ساتھیوں سے باہم ملاقات کرتے رہو اور حدیث کا دروازہ اور مذاکرہ جاری رکھو۔ اور غفلت سے چھوڑنے نہ رکھو کہ مٹ جائے۔ جامع میں تو مزید یہ الفاظ ہیں۔ اکثر واذکر الحدیث فانکم ان لم تفعلوا يدرس علمکم۔ یعنی حدیث کا مذاکرہ بکثرت جاری رکھو۔ اگر اس میں غفلت کرو گے تو تمہارا علم مٹ جائے گا۔

(۸) حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے تلامذہ بھی حضرت جابرؓ کے حسب تاکید باہم دورہ و تکرار کرتے رہتے تھے۔ حضرت جابرؓ کے تلامذہ میں مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کا مقولہ امام ترمذیؓ نے نقل کیا ہے۔ قال کنا اذا خرجنا من عند جابر تذاکرنا حديثه و كان ابوالزبير احفظنا الحديث۔ (جامع ترمذی کتاب العلل ج ۲۲ ص ۲۳۶، طبقات ابن حجر جلد ۵ ص ۲۵۳) یعنی ہم لوگ حضرت جابرؓ کی مجلس سے بیان احادیث کے بعد اٹھتے تو باہم ان سے حاصل کردہ احادیث کا دروازہ و تکرار کرتے۔ اور پاری پاری باہم سنتے سنتے تھے۔ تمام ساتھیوں میں ہمارے ساتھی ابوالزیر کا حافظہ سب سے اچھا تاثب ہوتا۔

(۹) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خود بھی احادیث کریمہ کو حفظ رکھتے اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو احادیث کے حفظ کی تاکید کرتے۔ فرماتے تذاکروا هذا الحديث لا ينفلت منكم۔ حدیثوں کا باہم مذاکرہ و تکرار کرتے رہو۔ تاکہ غفلت کے سبب ذہن سے نکل نہ جائے۔ (سنن داری ص ۸۷ و فتح المغیث ص ۳۳۱)

(۱۰) حضرت ابوسعید خدریؓ خود بھی حافظ الحدیث تھے اور جن شاگردوں کو احادیث نبویہ بتاتے تھے ان سے بھی باہم تکرار و مذاکرہ اور حفظ حدیث کی تاکید فرماتے۔ (سنن داری ص ۶۲ و فتح المغیث ص ۳۳۱)

الغرض صحابہ کرام بالعلوم اپنے تلامذہ کو احادیث کے حفظ و ضبط کی تاکید کرتے تھے۔ چنانچہ ابن عبدالبرؓ نے حضرات صحابہؓ کا قول نقل کیا ہے۔ ان نبیکم ﷺ یہ حد ثنا فحفظ فاحفظوا کما کنا نحفظ۔ (جامع بیان العلم ص ۶۴)

#### افادہ:

حافظ سخاویؓ نے چند اور حضرات صحابہؓ کا نام قلم بند کیا ہے۔ الغرض آنحضرت ﷺ کے ان اصحاب کبار نے خود بھی احادیث نبویہ کو حفظ رکھا اور اپنے رفقاء و تلامذہ کو بھی حفظ احادیث کے لئے تاکیدات فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ جمعیں کا نام پیش کر کے ان کے متعلق لکھا ہے۔ امرروا بحفظہ کما انہدوں حفظاً (فتح المغیث ص ۲۳۷) یعنی جس طرح ان حضرات نے خود یاد رکھا اسی طرح لوگوں کو بھی ربانی یاد رکھنے کی تاکید فرمائی۔

ان چند مثالوں کے پیش نظر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ تابعین عظامؓ و ائمہ حدیث میں احادیث نبویہ کے ضبط و تثبت کا سلسلہ قرنا بعد قربن تسلیل کے ساتھ قائم رہا۔ ان حقائق کی موجودگی میں احادیث نبویہ کے کمال حفاظت اور سینہ و سفینہ میں ضبط و حفظ کا اہتمام و اعتماء صاف طور سے واضح ہو رہا ہے۔ فرضی اللہ عنہم اجمعین (صیانۃ الحدیث) حفاظ حدیث کے تذکرہ میں یوں تو بہت سی تکالیف لکھی گئی ہیں۔ مگر ہم بطور نمونہ چند کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔

#### تذکرہ الحفاظ :

اس عظیم کتاب کے مصنف حافظ شمس الدین ذہبی ہیں۔ جن کا نام وفات ۷۸۷ھ ہے۔ یہ کتاب چار حصیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں عہد صحابہ سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے بعد تک کے بہت سے حفاظ حدیث کا ذکر ہے۔ جس میں خاص امر یہ ہے کہ

آپ نے ان علماء کا تذکرہ بالکل چھوڑ دیا ہے جو اہل علم میں تو شمار ہیں مگر حافظ حدیث نہیں ہیں۔

ای طرح ان حضرات کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا گیا۔ جو بہ تحقیق محدثین متذکر الروایۃ قرار دیئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف واقدی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں:-

”الحافظ البحر لم اسوق ترجحه هنا لا تفاهم على ترك حدیثه وهو من اوعية العلم الكعبه لا يتفن الحديث وهو رأس في المغازى والسير ويروى عن كل ضرب۔ واقدی حدیث کے حافظ اور علم کے سند رہیں۔ مگر میں ان کا ترجیح بیان نہیں لایا۔ کیونکہ محدثین کرام نے بالاتفاق ان کو متذکر الحدیث قرار دیا ہے۔ یہ علم کا خزانہ ہیں مگر حدیث میں ان کو پنچھی حاصل نہیں تھی۔ اور مغازی اور سیر میں تو یہ امام فیں مسلم ہیں۔ مگر نقش یہ کہ ہر قسم کے لوگوں سے روایت لے لیتے ہیں۔“

الغرض حفاظت حدیث کے تذکرہ میں یہ کتاب بہت ہی قابل قدر ہے۔ جس میں خالصاً ان ہی علماء کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو حدیث کے حافظ تھے اور جن کی عدالت و ثقاہت پر امت کا اتفاق رہا ہے۔

### تذکرہ الحفاظ و تبصرة الایقاظ:

علامہ یوسف بن حسن بن عبدالہاری حنبل التوفی ۹۰۹ھ نے اس کتاب کو لکھا ہے۔ جس میں حفاظت حدیث کے نام بیان کر کے ہر ایک کے ساتھ اس کے حافظ حدیث ہونے کی تصریح بھی نقل کی ہے جو زیادہ تر علامہ ذہبی کی تاریخ کبیر اور کاشف سے منقول ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:-

”اس کتاب کے اندر میں ان کے ناموں کا ذکر کروں گا جو امت میں حدیث نبوی کے حافظ گزرنے ہیں۔ اس کتاب کو میں نے حروف بھرم پر مرتب کیا ہے۔ ویگر علمائے فن کی کتابیں میں نے دیکھی ہیں جن میں اکثر حافظان حدیث کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے صرف ایک سو کے قریب حفاظت کا تذکرہ کیا ہے۔ اور پھر محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کی اصطلاح میں جن کو حافظ کہا گیا ہے، اس کا حافظ نہیں رکھا ہے اس لئے مجھ کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔“

اس کتاب کا ایک ”قلمی نسخہ خود مصنف“ کے تابع کا لکھا ہوا کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ جس پر خود مصنف ہی کی قلم سے تعلیقات اور اضافے بھی ہیں۔ مصنف نے اس کو ۷۸۸ھ میں اپنے گھر پر لکھا تھا جو محلہ صاحبہ د مشق میں واقع تھا۔ حلب کے تکمیلہ اخلاقیہ کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک ”قلمی نسخہ“ موجود ہے۔

### كتاب الأربعين الطبقات:

اس عظیم کتاب کے مؤلف حافظ شرف الدین ابو الحسن علی بن مفضل التوفی ۱۱۶ھ ہیں۔ حفاظت حدیث کے حالات میں یہ نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے جو چالیس طبقات پر مرتب ہے۔ اور صاحب ”شف الفطعون“ نے نہایت شاندار لفظوں میں اس کتاب کا تعارف کرایا ہے۔

### طبقات الحفاظ:

حافظ جلال الدین سیوطی التوفی ۹۱۱ھ نے ذہبی کے تذکرہ الحفاظ کی تلمیحیں کی ہے، اسی کا نام طبقات الحفاظ ہے۔ تراجم میں مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ اور یورپ میں شائع ہو چکی ہے۔

طبقات الحفاظ ہی کے نام سے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ نے اس میں صرف ان حفاظت کو لیا ہے جن کا ذکر حافظ جلال الدین مزدی کی تہذیب الکمال میں نہیں آیا ہے۔ ایک طبقات الحفاظ شیخ الاسلام تقی الدین بن دیقی العید التوفی ۷۰۲ھ کی تصنیف بھی ہے۔ اس میں بھی صرف حفاظت حدیث کا تذکرہ ہے۔

## اخبار الحفاظ:

علام ابن جوزی المتنی ۷۵۹ھ کی قابل تدریکتاب ہے جس میں سو کے قریب ان حفاظ کا ذکر ہے جو اپنے فن حفظ کے اعتبار سے اپنے زمانوں میں یکتائے زمانہ شمار کئے جاتے تھے، لیکن یہ صرف حفاظ حدیث ہی کا ذکر نہیں بلکہ بعض دیگر علوم و فنون کے حفاظ کا ذکر بھی اس میں آگئی ہے۔

یہ چند کتابوں کا ذکر بطور نمونہ آگیا ہے ورنہ تفصیل سے لکھا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلاف کو حفظ قرآن و حفظ حدیث و دیگر علوم و فنون کا کس درجہ شوق تھا۔ اور اس سلسلہ میں وہ کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اسی کوشش کے طفیل آن تک قرآن شریف موجود رہا اور قیامت تک موجود رہے گا۔ اور اسی کوشش کے صدقہ میں ہزار ہا احادیث نبوی کا ذخیرہ ہم تک پہنچا اور کتابوں میں مدون ہو کر قیامت کے لئے محفوظ ہو گیا۔ ادیان عالم میں ایسی فنی علمی مشاہد متفقہ ہیں۔ اور یہ خصوصیت ہے جو اسلام اور خیبر اسلام کو اس لئے فیض ہوئی کہ ان کادین ان کی شریعت اب ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والی ہے۔ جب تک دنیا میں انسان باقی رہے کاملاً باقی رہے گا اور اسلام کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث باقی رہیں گے۔

### علم حدیث کافی حیثیت میں مدون ہونا:

ناظر بن کرام پچھلے صفات میں معلوم کر چکے ہیں اہم اگرچہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں زیادہ تر شوق حفظ قرآن و حفظ حدیث ہی کا تھا۔ پھر بھی تود رسول کریم ﷺ کے عہد مقدس میں آیات و سور قرآنیہ کا مختلف کاغذوں، چتوں، پتھروں وغیرہ پر لکھنا لکھوانا منقول ہے۔ اسی طرح احادیث کے لئے بھی خود ہدایات نبوی موجود ہیں کہ میری احادیث کو لکھو، مگر نہ اس طور پر کہ قرآن مجید سے ان کا انتلاط ہو سکے۔ اس بارے میں خاص طور سے تاکید فرمائی گئی کہ احادیث کا ذخیرہ قرآن مجید سے الگ رہنا ضروری ہے۔ بہر حال، بہت سے حدیثی نوشتوں کا عہد رسالت میں ثبوت موجود ہے۔ پھر عہد صحابہ میں بھی احادیث کے کتابی ذخائر مطلع ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر امت میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ حدیث نبوی کو باضابطہ فنی حیثیت سے مدون کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس سلسلہ میں الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اعلم علمی اللہ و ایاک ان اثار النبی ﷺ لم تکن فی عصر النبی ﷺ و عصر اصحابہ و تبعہم مدونة فی الجماع  
و لا مرتبة لوجهین احد هما انهم كانوا فی ابتداء الحال قد نهوا عن ذلك كما ثبتت فی صحيح مسلم خشية ان  
يختلط بعض ذلك بالقرآن العظيم و الثاني سعة حفظهم و سيلان اذهانهم و لازم اکثرهم كانوا لا يعروفون لكتابه  
ثم حدث فی اواخر عصر التابعين تدوين الآثار و توبیب الاخبار لاما انتشر العلماء بالامصار و كثرا الابداع من  
الخوارج والروافض ومنكري الاقدار (مقدمہ تحفۃ الاحدوی ص ۱۳)

یعنی رسول کریم ﷺ کے آثار مبارک آپ کے زمانہ اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں کتابوں میں مدون نہ تھے۔ اور نہ (بھل موجودہ) ان کی ترتیب تھی۔ جس کی دو وجہ ہیں۔ اول وجہ تو یہ کہ ابتداء اسلام میں وہ آثار نبوی کی کتابت سے روک دیئے گئے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اس نظر کی بنا پر کہ آثار کا کوئی حصہ قرآن مجید کے ساتھ مغلوب نہ ہونے پائے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ان حضرات صحابہ و تابعین کا حافظہ بہت و سچ قہار ان کے ذہن بڑے تیز اور قوی تھے۔ ان کی اکثریت فن کتابت سے اتفاق نہ تھی اس لئے وہ صرف اپنے حافظہ پر بھروسہ رکھتے تھے۔ پھر تابعین کے آخری دور میں آثار نبوی و اخبار رسالت کی تدوین و تبییب کا کام شروع ہوا جب کہ علماء مختلف شہروں میں پھیل گئے۔ اور خوارج روافض و مکرین تقدیر وغیرہ کی بد عادات نے زور پکڑا اس وقت ضروری معلوم ہوا کہ احادیث نبوی کو فنی طور مدون و مرتب کرنا ضروری ہے۔ پس جمع حدیث کافی

طور پر سب سے پہلے جمع کرنے کا شرف حضرت ربع بن فضیل اور سعد بن ابی عربہ وغیرہ کو حاصل ہے۔ آگے علامہ مرحوم فرماتے ہیں۔

فکانوا یصنفوں کل باب علیٰ حدۃ الی ان قام کبار اهل الطبقۃ الثالثۃ فی منتصف القرن الثانی فدونوا الاحکام فصنف الامام مالک المولٹا وتوخیٰ فیه القویٰ من حديث اهل الحجاز مزجھ باقول الصحابة والتابعین ومن بعد هم وصنف ابو محمد عبدالمملک بن عبدالعزیز بن حریج بمکة وابو عمرو عبد الرحمن الاوزاعی بالشام وابو عبدالله سفیان الشوری بالکوفہ وحمداد بن سلمہ بن دینار بالبصرة وهشیم بواسطہ وعمر بالیمن وابن مبارک بخراسان وحریر بن عبدالحمید بالری وکان هولاۓ فی عصر واحد فلا بدی ایہم سبق (حوالہ مذکور) یعنی وہ حضرات الگ الگ ابواب کے تحت کتب حدیث تفییف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قرن ثانی کے نصف میں طبقہ ثالثہ کے پڑے پڑے علماء وفضلاء کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے احکام وسائل کو دون فرمایا۔ پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطراً تفییف کی اور اہل حجاز سے صحیح احادیث کو نقل فرمایا اور اقوال صحابہ وتابعین و صحیح تابعین سے ان کو مؤید فرمایا۔ اور ابو محمد عبد الملک بن جرج نے کمک شریف میں اور ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی نے شام میں اور ابو عبدالله سفیان ثوری نے کوفہ میں اور حماد بن سلمہ بن دینار نے بصرہ میں اور ہشیم نے واسطہ میں اور معاشر نے یمن میں اور ابن مبارک نے خراسان میں اور جریر بن عبدالحمید نے رے میں تدوین احادیث کے فرائض کو انجام دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ جعین۔ یہ سب حضرات ایک ہی زمانہ میں تھے۔ لہذا نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے اولیٰ کس کو حاصل ہے۔

شا تفییف کرام کو سابقہ تفصیلات سے معلوم ہوا ہو گا کہ ”علم حدیث کافی حیثیت میں مدون ہوتا“ اتنا ہم کام تھا جس پر پوری امرت مسلم ہمیشہ تازاں رہے گی۔ اس سے برقا کہہ یہ ہوا کہ فرمائیں رسالت کی خواستہ کے ساتھ ساتھ تحقیق و تدقیق، جرح و تعریل کے بہت سے فی علوم وجود میں آگئے۔ اور تاریخ انسانیت کی جانشی کے لئے یہ یقین افروز راستہ کھل گیا۔ خدا خواستہ یہ کام نہ انعام دیا جاتا تو آج اسلام بھی فی حیثیت سے ایسا ہی گناہی کی نذر ہوتا جیسا کہ دیگر ادیان عالم کا حال ہے کہ ان کے متعلق صحیح ترین معلومات ظنون و تکوک کے درجہ میں ہیں۔

### تدوین احادیث کے بارے میں علامہ ابن حجر کا بیان :

علامہ موصوف مقدمہ فی المباری میں فرماتے ہیں۔

اعلم علمی اللہ و ایاک ان اثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم تکن فی عصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم تکن فی عصر الصحابة و کبار تبعہم مدونة فی الجموع ولا مرتبة لا مرتبتاً لامرين احدهما انهم كانوا فی ابتداء الحال قد نہوا عن ذلك كما ثبت فی صحيح مسلم خشية ان يختلط بعض ذلك بالقرآن العظيم و ثانیهما لسعة حفظهم و میلان اذهانهم و لان اکثرهم كانوا لا یعرفون الكتابة ثم حدث فی او اخر عصر التابعین تدوین الآثار و توبیب الاخبار لما انتشر العلماء فی الامصار و کثر الابتداع من الغوارج والروافض و منکری الاقدار فاؤل من جمع ذلك الربيع بن صیح و سعید بن ابی عربہ وغیرہما و کانوا یصنفوں کل باب علیٰ حدۃ الی ان قام کبار اهل الطبقۃ الثالثۃ فدونوا الاحکام الی اخرہ۔

یعنی جان لوک نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ آپ کے زمانہ میں اور بعد میں آپ کے صحابہ کے زمانہ میں پھر کبار تابعین۔ کے دور میں بھل کتب جو امتحان اور مرتبہ تھے۔ جس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ ابتدائے زمانہ اسلام میں صحابہ کرام کو

ارشادات نبوی کی کتابت سے اس لئے روک دیا گیا تھا تاکہ وہ قرآن مجید کے ساتھ خلط ملطنه ہونے پائیں۔ اور دوسرا وجہ یہ کہ صحابہ کرام کا حافظہ بے حد توی تھا اور ان کا ذہنی رجحان زیادہ تر حافظت ہی کی طرف تھا۔ اسی لئے ان میں اکثر فتن کتابت سے ناواقف تھے۔ پھر تابعین کے آخری دور میں جب علمائے اسلام شہروں اور دور دراز علاقوں میں منتشر ہو گئے اور خوارج و روانی اور قدریہ کی بدعتات نے زور پکڑا اس وقت ضرورت محسوس ہوئی اور تدوین احادیث نبوی کا کام شروع ہوا۔ پھر اول جس بزرگ نے یہ کام انجام دیا وہ رجع بن صبغی اور سعید بن ابی عربہ وغیرہ بائز رگان اسلام میں۔ ابھی تک یہ حضرات ہر باب علیحدہ علیحدہ مرتب فرمائے تھے۔ بیہاں تک کہ طبقہ ٹالیہ کے کبار ائمہ کرام و علماء عظام کھڑے ہوئے اور انہوں نے احادیث کو باضابطہ مدون کرنا شروع کیا۔

پس امام بالک نے موٹا کو مدون فرمایا اور جزا یوں کی قوی ترین احادیث کو انہوں نے مرتب فرمایا کہ اقوال صحابہ سے موثق کیا۔ اور ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریر نے مکہ المکرمہ میں اس کام کو انجام دیا اور ابو عمرو بن عبد الرحمن بن اوزاعی نے شام میں اور ابو عبد اللہ سفیان بن سعید نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ بن دینار نے بصرہ میں۔ پھر ان کے عصر میں بہت سے علمائے کرام نے اس نئی پر اس اہم خدمت کی طرف توجہ کی بعد میں مزید فتحی ترقیات و وجود میں آئیں۔

احادیث اور آثار کو اس تاثیر کے ساتھ مدون کرنے کا کام امت نے کیوں شروع کیا اور عہد رسالت میں احادیث لکھنے کا سلسلہ نہ تھا۔ اس بارے میں عصر حاضر کے ایک مشہور فاضل ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ حنفی سبائی کا ایک طویل مقالہ ہمارے سامنے ہے جس میں آپ نے حدیث کے بارے میں تیقی معلومات حوالہ قرطاس فرمائی ہیں۔ مقالہ عربی میں ہے۔ جس کا ترجمہ ملک غلام علی صاحب نے کیا ہے۔ جسے ہم ”جگی دیوبند“ اپریل ۱۹۵۵ء کے شکریہ سے ناظرین کی معلومات کے لئے نقل کر رہے ہیں۔

عہد نبوی میں احادیث کیوں مرتب نہیں کی گئیں؟

مولفین سیرت، علماء حدیث اور جہور مسلمین کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کی اولین توجہ حفاظت قرآن کی طرف مبذول تھی۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے وقت قرآن سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہو چکا تھا۔ صرف اسے ایک مصحف کی شکل دینے کی کسریاتی تھی۔ حدیث و سنت کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ اگرچہ اس کے مصدر تشریع ہونے کی حیثیت مسلم تھی۔ لیکن اس کی باضابطہ تدوین اس طریقے سے نہیں کی گئی جس طرح قرآن کی ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کا مسودہ قرآن کی طرح مختصر نہیں تھا۔ اقوال اعمال اور معاملات کا یہ عظیم الشان ذخیرہ ایک نبی کی جامع اور ہمہ گیر تحسیں سالہ حیات سے تعلق رکھتا تھا جس کے دیکھنے سنبھلنے اور جاننے والے ہزار ہا افراد تھے اور یہ دو وقت سب کو ہی اس سے واسطہ پیش نہ آتا تھا۔ بلکہ مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو کمیش آتا تھا۔ اس زمانے میں پڑھنے لکھنے صحابہ الگلیوں پر گئے جا سکتے تھے۔ سامان کتابت کا یہ حال تھا کہ قرآن کی کتابت کے لئے بھی کچھ کھجور کے پچے، جھلیاں اور پھر کی تختیاں بمشکل فراہم کرتے تھے۔ اس زمانے کے فن تحریر کو بھی آج کل کی زود نویسی سے کوئی نسبت نہ تھی۔ ان حالات میں کیسے ممکن تھا کہ ہر صحابی اپنے ساتھ ایک نوٹ بک اور پھل رکھتا۔ اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا سے لکھتا جاتا ان میں سے جو لکھنے پڑھنے تھے ان کے لئے بھی یہ عملاد شوار بلکہ ناممکن تھا کہ وہ قرآن کی طرح قرآن لانے والے کے اقوال اعمال کو بھی قلم بند کر لیتے۔ علاوہ ازیں چونکہ قرآن شریعت کا اولین اور اساسی منبع تھا۔ اس لئے کاتین صحابہ نے سب سے پہلے قرآن کی کتابت کا اہتمام فرمایا۔ تاکہ اسے بلا کم و کاست ایک منضبط تحریری شکل میں اپنے بعد کی نسلوں کے پرداز کر دیں۔ مزید برآں عرب ای اور ان پڑھتے۔ اگر وہ کسی چیز کو محفوظ کرنا چاہتے تھے تو اس معاملے میں ان کا واحد احتیاط اپنے حافظے پر ہوتا تھا۔ قرآن مجید چونکہ بخاتم الحجۃ اور ابتداء میں چھوٹی چھوٹی سور توں کی شکل میں نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے اس کا از بر کر لینا نبتاباً سہل تر تھا۔ اور طبائع فطری طور پر اس کے حفظ کے لئے

ماں اور آنادہ ہو گئیں۔ بر عکس اس کے سنت ایک وسیع الاطراف ذخیرے کا نام تھا جو عہد رسالت کے کفر التعداد تشریحی اقوال و اعمال پر مشتمل تھا۔ اگر اس پورے مواد کی باقاعدہ تدوین بھی قرآن کے ساتھ ساتھ کی جاتی تو لازماً صاحبہ کو قرآن کے علاوہ سنت کی حافظت کے لئے بھی اپنے حافظے پر شدید بوجہ ذالنایپڑتا اور اس بار کا ناقابل برداشت ہوتا بلکل ظاہر ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں بلا ارادہ جامن اور مختصر کلمات نبوی اور آیات تشریح آنفی خطوط ملطائف ہو جائیں۔ اس سے اعداءِ اسلام کے لئے بھی کافی اور احکام اسلامیہ پر حملوں کا درہ زادہ کھلتا تھا۔ اور سطوت دینی کی پامالی کا خطرہ تھا۔ عدم تدوین سنت کے اور بھی بہت سے وجودہ ہیں جو علماء نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ قول رسول مرسوٰ ہے کہ ”قرآن کے سوا کسی چیز کو میری طرف سے نہ لٹھو اور جس نے لٹھی ہو وہ مٹاوے۔“ وہ اسی صورت حال سے تعلق رکھتی ہے۔

کیا عہد نبویؓ میں احادیث لکھی ہی نہ گئی تھیں؟ لیکن عہد نبوی میں اگر قرآن کی طرح حدیث کی باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس عہد مبارک میں کوئی حدیث سترے سے لکھی ہی نہیں گئی۔ متعدد احادیث صحیح اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس عہد میں بھی کتابتِ حدیث ہوتی رہی ہے۔ امام بخاریؓ نے کتاب الحلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے سال بن خراص نے اپنے ایک مقتول کے عوض بتویف کا ایک آدمی حرم میں قتل کر دیا تھا۔ بنی کرم علیہ السلام یہ خبر پا کر سورا ہوئے اور آپؐ نے ایک تقریر فرمائی کہ:

”الله تعالیٰ نے مکہ میں قتال سے روک دیا ہے۔ اور یہاں اپنے رسول اور مومنوں کو غالباً کیا ہے۔ یہاں لڑائی مجھ سے پہلے نہ کسی کے لئے حلال تھی اور نہ آئندہ ہوگی۔ یہ دن کی چند گھنیوں کے لئے مجھ پر حلال کی گئی تھی جو اس وقت گذر رہی ہیں۔ نہ یہاں کا کاشنا تو زاجائے اور نہ شہنی کا کاشی جائے الایہ کہ کوئی حاجت مبندگری پڑی جن لے۔ مقتول کے وارث کے لئے دورانے ہیں۔ یا تو اسے دیت دی جائے یا قصاص۔“

تقریر کے خاتمے پر اہل یمن میں سے ایک صاحب ابو شاہ ناگی نے عرض کیا۔ ”یاد رسول اللہ! میرے لئے یہ خطبہ لکھوادیجے۔“ آپ نے فرمایا: ”اکتبوا الایی شاہ“ (ابو شاہ کو لکھ کر دے) وہ اسی طرح آپ نے ہم عمر ملوک اور امراء کے نام خطوط لکھوادیجے جن میں دعوتِ اسلام تھی۔ اور آپ اپنے عمال اور سپہ سالاروں کے لئے بھی ہدایات تحریر کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب قلاں مقام سے گزر جاؤ تو انہیں پڑھنا۔ بعض پڑھنے کے حوالہ کے صاحبہ کے پاس صحیفے اور یادداشتیں بھی ہوتی تھیں جن میں دہار شادات نبوی علیہ السلام کو لکھ لیتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس ایک نوٹ بک تھی جسے وہ ”صادقة“ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ امام احمد و یہنیؓ نے مدخل میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمروؓ کے سواب صحیح سے بڑھ کر کوئی عالم حدیث نہ تھا۔ وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ بعض صحابہ کی نگاہ میں حضرت عبد اللہ کا فعل کھنکا تھا۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ آپ رسول اللہ کی ہر بات لکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات حضور علیہ السلام ناراضی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور ابھی بات فرمائکتے ہیں جو مشروع نہ ہو۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے آپؐ سے رجوع کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ”تم مجھ سے سن کر لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبیلے میں میری جان ہے میرے منہ سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں لکھتا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے کہ ان کی ایک یادداشت میں دیت عاقلہ اور بعض دیگر احکام تحریر تھے۔ اسی طرح اس کا ثبوت موجود ہے کہ حضورؐ نے اپنے گورزوں کو فرمانیں ارسال فرمائے تھے جن میں مواثی اور دیگر اموال زکوٰۃ کے نصاب اور شرح زکوٰۃ کی تفصیل درج تھی۔

کتابت حدیث کے بارے میں اجازت اور ممانعت پر دلالت کرنے والی جود و طرح کی احادیث وارد ہیں۔ ان کے متعلق اکثر اہل

علم کی رائے یہ ہے کہ نبی پبلے تھی اور بعد میں اجازت دے دی گئی۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ نبی کی اصل غرض قرآن و سنت کو گذرنہ ہونے سے بچانا تھا۔ اس لئے جہاں اس امر کا خطرہ موجود تھا۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔ اور جہاں خطرے کا مکان تھا وہاں روک دیا۔

ہماری تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ جس چیز سے منع فرمایا گیا تھا وہ قرآن کی طرح حدیث کی باقاعدہ و باضابطہ تدوین تھی۔ ہاتھی ذاتی یادداشتوں کی صاف نہیں کی گئی تھی۔ اور خاص حالات و ضروریات میں اس کی اجازت تھی۔ جملہ احادیث پر غور و تأمل کرنے سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ نبی کا ایک عمومی حکم دینے کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے خاص افراد کو خاص حالات میں اجازت دے دی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حرمت کتابت کا عمومی حکم باقی نہیں رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا عہد نبوی کے آخر تک استرار کتابت اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زندگی کتابتِ حدیث نفس جائز تھی۔ بشر طیک وہ اتنے عمومی اور وسیع احتمام کے ساتھ نہ ہو جتنا کہ تدوین قرآن کے بارے میں اختیار کیا جا رہا تھا۔ بخاریؓ نے اپنی عبائیؓ سے جور دایت آپ کے آخری یام مرپس سے متعلق بیان کی ہے وہ بھی اذن کتابت کی تائید کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ آپؐ نے شدتِ تکلیف میں فرمایا تھا کہ کانفذ لاو، میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھوادوں تاکہ تم بعد میں بھکنے سپاڑ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے آپؐ کے درود کرب کے پیش نظر اس تجویز پر عمل در آمد نہیں ہونے دیا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذن ناتھ اور نبی منسوخ ہے۔

عہد نبویؓ کے بعد حدیث کے بارے میں صحابہ کا موقف:

حضرت زید بن ثابت سے ابو داؤد اور ترمذی کی یہ روایت پبلے نقل کی جا چکی ہے کہ ”اللہ اس آدمی کو خوش اور آسودہ رکھے جس نے میری بات سنی ظاہر سے محفوظ کر لیا۔ اور پھر اسے جیسے سنا تھا یہی دوسروں تک پہنچا دیا۔“ بسا واقعات سننے والے سے بڑھ کر محافظہ وہ شخص ہوتا ہے جس تک سننے والا پہنچتا ہے۔“ اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ”وَكَيْفُو! تَمِّ مِنْ سَجْدَةِ نَبِيٍّ“ جو یہاں موجود ہے وہ اس تک میری بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔“ (جامع بیان العلم عن ابی بکرہ حاص ۲۳۰ مسلم عن ابی بیریہ)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو دعیت فرمائی کہ وہ سنت کو صحت و تحقیق کے ساتھ اپنی آئندہ نسلوں تک پہنچائیں اور فرمایا ”ایک آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے بس بھی کافی ہے کہ جو سنے بلا تحقیق اسے دوسروں تک پہنچا دے۔“

ان ارشادات کے پیش نظر صحابہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ سنت کی اس امانت کو بلا کم و کاست دوسروں کے حوالے کرنے کا پورا پورا اہتمام کریں۔ خصوصاً جبکہ وہ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ اور تابعین نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اور طویل مسافتیں طے کر کے ان کے پاس آنا شروع کر دیا تھا۔ حدیث کے پھیلانے اور اسے جسمیں ملین تک پہنچانے میں مذکورہ بالا ارشادِ نبویؓ نے ایک زبردست محرك کا کام کیا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ روایت کی کثرت و قلت کے اعتبار سے صحابہ آپؐ میں متفاوت تھے۔

مثالاً حضرت زیر، زید بن ارقم اور عمران بن حسین رضی اللہ عنہم سے بہت کم احادیث م McConnell ہیں۔ امام بخاریؓ کتاب العلم میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زیرؓ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ”آپ فلاں فلاں صحابی کی طرح تزايد احادیث کیوں بیان نہیں کرتے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی آپؐ کے ہر وقت ساتھ رہتا تھا۔ لیکن میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے ساتھ رکھا کہ ”جس نے مجھ پر جھوٹ پاندھا وہ آگ میں اپنا مقام ہتا۔“ اسی طرح ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ زید بن ارقم سے جب کہا جاتا تھا کہ کوئی حدیث بیان کیجئے تو وہ کہتے:

”بہبیز میں ہو گئے ہیں۔ ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنا ایک برا کھنن کام ہے۔“

سانتب بن زین یہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مالکؓ کے ساتھ مدینے سے کے کاسفر کیا۔ اس اثناء میں میں نے ان سے ایک حدیث

بھی نہ سن۔ حضرت انس بن مالکؐ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے۔ ”او کما قال“ (آپؐ نے یہ بات یا تقریباً اس جیسی بات ارشاد فرمائی تھی) حضرت انس کی یہ اختیاط اس بنا پر تھی کہ کہیں کوئی غلط چیز آپؐ کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ حضرت زیدؑ زید بن ارقم اور ان کی طرح دوسرے قلیل الروایت صحابہ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ مباداً بلا ارادہ یا غیر شوری طور پر وہ غلط بیانی کا ارتکاب نہ کر بینھیں۔ نیزاً نہیں اپنے حافظے پر بھی اس حد تک اعتقاد نہیں تھا کہ انہیں اس امر کا کلی المیمان ہوتا کہ وہ احادیث کے الفاظ اور انداز بیان کو پوری صحت کے ساتھ نقل کر سکیں گے۔ اس لئے ان کے نزدیک اختیاط کا یہ بلواسی میں تھا کہ وہ کم روایت کریں اور صرف وہی حدیث روایت کریں جس کی صحت پر انہیں کامل اعتقاد ہو۔

ان سب اختیاطوں پر مستزاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ حدیث میں لوگ ایسے منہج نہ ہو جائیں کہ قرآن سے غفلت برتنے لگیں۔ قرآن کے نزول پر ابھی زیادہ عرصہ نہ گزارا تھا اور اس کی حفاظت، مطالعہ اور نقل و اشاعت کی ضرورت مقدمہ ترین تھی۔ امام شعیٰ قرظہ بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قرظہؓ نے کہا ”هم عراق کو جاری ہے تھے۔ حضرت عمرؓ ہمارے ساتھ مقام صرار تک آئے۔ یہاں انہوں نے وضو کیا۔ اور کہا کیا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہااں اس لئے کہ ہم اصحاب رسولؐ ہیں۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم ایسے لوگوں کے پاس جاری ہے ہو جو قرآن سے خصوصی لگاؤ رکھنے میں مشہور ہیں۔ اس لئے تم لوگ انہیں حدیث سنانا کر قرآن سے ”ن کی دلچسپی کونہ کم کر دینا۔ قرآن کی تجوید میں کوشش کرنا اور رسول اللہ ﷺ سے کم روایت کرنا۔ جاؤ میں تمہارا شریک ہو۔“ جب حضرت قرظہؓ عراق میں پہنچے۔ لوگوں نے کہا ہم سے حدیث رسول بیان کرچے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”ہمیں عمرؓ نے روک دیا ہے۔“

لیکن صحابہ کرام میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے اور جن سے دوسروں نے کثرت کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ ان کی روایت کردہ احادیث سے صحابہ کی محلیں گرم رہتی تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن عاصی اپنی نوٹ بک ”الصادقة“ سے اکثر حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کبار صحابہ سے احادیث حاصل کرنے میں گوناگون تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمان رسول اللہ سنانا کرتے تھے۔

ابن عبد البر ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا ”مجھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی حدیث کی اطلاع ملتی تھی تو میرے لئے یہ ناممکن نہیں ہوتا تھا کہ میں کسی آدمی کو بیچج کر انہیں اپنے یہاں بلوایتا۔ اور پھر ان سے حدیث رسول سن لیتا۔ لیکن میں خود جا کر ان کے دروازے پر انتظار میں لیٹ جایا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ صحابی گھر سے باہر نکلنے اور حدیث بیان کرتے۔“

غرض یہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے حصول حدیث کی خاطر بے حد حساب ॥ اور صعبہ تین برداشت کیں۔ اور جتنے صحابہؓ سے بھی آپؐ کی ملاقات ممکن تھی ان سے مل کر ان سے احادیث کو یہ تمام و کمال اخذ کیا۔ پھر اس پورے ذخیرے کی نشر و اشاعت کا فریضہ بھی اپنے ذمہ لیا۔ اور اس کی ادائیگی میں کسی طرح کا وقار یا غیر ضروری اعکس اپؐ کی راہ میں حائل نہ ہو۔ سکا۔ البتہ بعد میں جب جمیٹی احادیث وضع ہوئی شروع ہوئیں تو ابن عباسؓ نے روایت حدیث میں کسی کردی۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں روایت کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیثیں بیان کرنا شروع کیں۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ ”فلاں حدیث ایک بار پھر سنائیے۔“ پیغمبرؐ ابن کعبؓ نے وہ حدیث دوبارہ سنائی اور ساتھ ہی کہا ”معلوم نہیں کہ آپؐ نے میری ساری حدیثیں مان لی ہیں یا صرف اس ایک کو صحیح تسلیم کیا ہے؟“ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ”جب تک کہ وضع حدیث کافی نہ مودار نہیں ہو اتحاہم رسول اللہ سے روایت کرتے تھے لیکن جب سے لوگوں نے غیر ذمہ دار اور روشن اختیار کی ہے ہم نے بھی روایت کرنا ترک کر دیا ہے۔“

کثیر الروایت صحابہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں کم روایت کرتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں فلقاء ایک طرف حدیث میں تحقیق و تقدیم پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ اور دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق استوار کرنے میں کوشش رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا گیا کہ ”میا آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اسی طرح روایت کرتے تھے جس طرح اب کرتے ہیں؟ کہنے لگے ”اگر میں حضرت عمرؓ کے عہد میں اسیا کرتا تو وہ ذمہ سے میری خبر نہیتے۔“ (جامع احکام البیان ۲/۱۲۱)

کیا حضرت عمرؓ نے کثرت روایت کی بناء پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟

اس مقام پر حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کے موقف سے متعلق ذیل کے دو سوالات کا جواب دے دینا ضروری ہے۔

(۱) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت روایت کی بناء پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟

(۲) کیا صحابہ کرامؓ قبول حدیث کے لئے کچھ شرائط عائد کرتے تھے؟

یہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبار صحابہ میں سے تین اصحاب یعنی حضرت ابن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ اور ابوذر غفاریؓ کو کثرت روایت کی بناء پر قید کیا تھا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی معتبر کتاب میں مجھے یہ روایت مل جائے۔ لیکن میں ناکام رہا ہوں۔ اس روایت کا موضوع ہوتا واضح ہے۔ ابن مسعودؓ ایک جلیل القدر صحابی اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ تھی اک جب ابن مسعودؓ کو انہوں نے عراق بھجا تو اپنے اس فعل کا اہل عراق پر بطور ایک احسان کے ذکر کیا۔ اور ان سے کہا ”میں عبد اللہ بن مسعودؓ کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے تمہارے پاس بھیجنے میں بڑے ایجاد سے کام لے رہا ہوں۔“ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ابن مسعودؓ کا قیام عراق میں رہا۔ ان کو حضرت عمرؓ نے بھیجا ہی اس لئے تھا کہ اہل عراق کو احکام کتاب و سنت سکھائیں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں کثرت روایت کی وجہ سے قید کیا گیا ہو؟۔ جہاں تک حضرت ابوذرؓ اور ابوالدرداءؓ کا تعلق ہے ان دونوں اصحاب سے اتنی احادیث مردی ہی نہیں ہیں کہ انہیں مکفرین میں شمار کیا جاسکے۔ علاوہ ازیں ابوالدرداءؓ بھی ابن مسعودؓ کی طرح شام میں مسلمانوں کے معلم تھے۔ اور جو سوال آخر الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے وہی اول الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں حضرات روایت حدیث سے اجتناب کریں تاکہ دین کے احکام مخفی رہ جائیں۔ حضرت ابوذرؓ سے جو احادیث منقول ہیں وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کا ایک معمولی جزو تھی ہیں۔ تو پھر اگر ابوذرؓ کو محبوس کیا گیا تو حضرت ابو ہریرہؓ کو قید کرنا کہنیں زیادہ ضروری تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے ذر سے روایت نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابوذرؓ کو محبوس کیا گیا تو حضرت ابو ہریرہؓ کو قید کرنا کہنیں زیادہ ضروری تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے ذر سے روایت نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابوذرؓ کو حضرت عمرؓ کا خوف کیوں نہیں تھا؟

صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، جابر بن عبد اللہ اور حضرت عائشہؓ کو کثیر الروایت تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی کوئی اپنی بات مقول نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ کو روایت حدیث سے روکتے تھے۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے لوگوں سے کثرت سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ایک مرجب ان سے کہا۔ ”کیا آپ فلاں مقام پر موجود تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ موجود تھے؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”ہاں اور میں نے آپ سے یہ ساتھا کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اس نے آگ میں اپنٹھکانا بنا لیا۔“ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”اگر آپ کو یہ فرمان رسول یاد ہے تو پھر جائیے اور روایت کیجئے۔“ اب یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو چوڑ دیا گیا ہو جو کثرت روایت میں جملہ صحابہ پر فوکیت رکھتے تھے اور ابن مسعودؓ اور ابوالدرداءؓ جیسے صحابہ کو قید کر دیا۔ جن سے

ابو ہریثہ کی بہت بہت کروایات مقول ہیں۔

میں نے اس روایت پر بہت غور کیا۔ اسے مختلف طریقوں سے جانچا۔ حتیٰ کہ ابن حزم کی کتاب الاحکام جلد ۲ ص ۹۳ میں اس پر یہ تقدیمیری لگاہ سے گزری:-

”حضرت عمرؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ابن مسعودؓ ابو الدردؓ اور ابو ذرؓ کو بر بنائے اکثر حدیث قید کیا تھا یہ روایت ا نقطہ نظر سے مطعون ہے کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کا حضرت عمرؓ سے سننا ثابت نہیں ہے امام بنیہی نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یعقوب ابن شیبہ اور طبری وغیرہ نے سامع کو ثابت کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سامع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ راوی ننانوے یا پچانوے سن ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر پھر برس تھی۔ اس حساب سے ان کی پیدائش آذار خلافت عمر میں ہوئی۔ اس طرح عمرؓ سے ان کے سامع کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس بناء پر یہ روایت جنت و دلیل نہیں بن سکتی۔“

آگے چل کر ابن حزم لکھتے ہیں کہ:

”یہ روایت غسل بھی کذب و اخراج کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف تو صحابہ کرام پر اتهام کذب ثابت ہوتا ہے اور یہ ایک نہایت عجین بات ہے۔ اور دوسرا طرف اس سے حضرت عمرؓ کا تبلیغ سنت سے کبار صحابہ کو روشن اور احکام دین کا اغفاء و انکار لازم آتا ہے جو اسلام سے خروج کے مترادف ہے۔ معاذ اللہ! امیر المؤمنین یہ کیسے کر سکتے تھے؟ یہ بات تو کسی مسلمان کے شیان نہیں ہو سکتی اور اگر اصحاب ملاشند کوہرہ پر اس سلطے میں غلط پیمانی کا اتهام نہ تھا تو پھر انہیں نظر بند کرنا صریح ظلم کی تعریف میں آتا ہے۔ بہر حال یہ فاسد روایات ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ اسے مان لینے کے بعد دو خلافات آمیز مفرد ضουں میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا گزیر ہو جاتا ہے۔“

کیا صحابہ قبول حدیث کے لئے کچھ شرائط رکھتے ہیں:

اس سوال کا جواب دینے کیلئے چند درج ذیل احادیث کا مطالعہ ضروری ہے۔

- (۱) تذکرہ الحفاظ میں حافظہ ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”آپ حدیث قبول کرنے میں سب سے زیادہ محظاۃ تھے۔ ابن شہاب نے قیصہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بار ایک متوفی کی دادی ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئی کہ اسے بھی ورش میں سے کچھ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیراحصہ مقرر نہیں کیا گی اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ نے کہا کہ آپؓ نے اسے ملکہ کا حق دار بنا لیا ہے۔ خلیفہ اول نے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی اس کا شاہد ہے؟ محمد بن مسلمؓ نے مسلمؓ کے پاس آمدی۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے اسے نافذ کر دیا۔“
- (۲) حریری نے نظر سے اور انہوں نے ابی سعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ ابو موییؓ نے حضرت عمرؓ کے دروازے کے باہر سے انہیں تین بار سلام کہا۔ لیکن جب آپ نے جواب نہیں دیا تو واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر انہیں بولیا اور پوچھا کہ کیوں لوٹ گئے تھے؟ حضرت ابو موییؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنایا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین بار سلام کہے اور اس کا جواب نہ ملے تو پھر اسے لوٹ جانا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”اس پر کوئی ثبوت پیش کرو درن تھماری خیر نہیں۔“ راوی کہتا ہے کہ ابو موییؓ ”غمبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے، ان کے چہرے کارگ مختیز ہو رہا تھا۔ کہنے لگے ”تم میں سے کیا نے اس حدیث کو آخضور ﷺ سے سنایا ہے؟“ ہم نے کہا ”ہاں ہم سب نے سنایا ہے۔“ پھر ایک صحابی نے ان کے ساتھ جا کر گواہی دی۔ یہ روایت مسلم میں بھی موجود ہے۔“
- (۳) ہشام نے اپنے باپ سے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے عورت کے حمل ساقط

جانے کے متعلق پوچھا۔ تو مغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر دیت عائد کی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ حق ہے تو ایک گواہ لاو۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ محمد بن سلمہؓ نے آکر شہادت دی کہ آپؐ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا۔

(۲) امام ابن حکم الفزاری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے سنا۔ کہ جب آنحضرت ﷺ سے کوئی بات سنتا تو اس سے بتنا فائدہ میرے مقدار میں تھا، حاصل کرتا تھا۔ اور جب کسی اور سے آپؐ کی حدیث سنتا تھا تو اس سے حلف لیتا تھا۔ جب وہ حلف اٹھاتا تھا تو میں اسے تسلیم کرتا تھا۔ مجھے ابو بکرؓ نے بتایا اور انہوں نے مجھے کہا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سن کہ جو بھی گنہگار بندہ و ضور کے دور کعت پڑھتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے۔ اللہ سے بخش دیتا ہے۔“

علم حدیث سے بحث کرنے والوں نے مذکورہ آثار سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نزدیک اسی حدیث کی قبولیت کی شرط یہ تھی کہ اس کے راوی دو یادوں سے زیادہ ہوں۔ اور حضرت علیؓ کا طریقہ یہ تھا کہ راوی سے حلف لیا جائے۔ یہ نظریہ مسلم اصول کی حیثیت سے تاریخ تحریث اسلامی اور تاریخ علم حدیث کی اکثر ویسٹر کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے فاضل اساتذہ جنہوں نے تاریخ تحریث اسلامی تالیف کی ہے اسی نظریے کے قائل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ”شرط الائمه للعمل بالحدیث“ کے باب میں اس کا اس طرح ذکر کیا ہے گویا کہ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ اور علیؓ کے نزدیک عمل بالحدیث کے لئے یہی شرط مطلقاً ملزم تھی۔

لیکن امر واقع یہ ہے کہ ان آثار سے یہ نظریہ باقاعدہ اخذ کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی علمی غلطی ہے جس کی دوسرے منقولہ آثار تردید کرتے ہیں۔ اور اس امر کے ثابت ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ نے بکثرت ایسی احادیث کو تسلیم کیا ہے جن کا راوی صرف ایک ہے۔ اور حضرت علیؓ نے حلف لئے بغیر احادیث کو قبول کیا ہے۔ اس باب میں چند روایات درج ذیل ہیں:-

(۱) امام بخاری و مسلم ابن شہاب سے اور وہ عبد اللہ بن عامر بن ربعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ شام کو جاتے ہوئے جب ”سرغ“ کے مقام پر پہنچنے تو انہیں خبر ملی کہ شام میں دبا چکل پہنچ کر جائیں۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بتایا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے ”تم وہاں مت جاؤ۔ جس جگہ کے متعلق تم کو یہ معلوم ہو کہ دہاں دبا چکل پہنچ کر جائیں۔ جب تم کسی جگہ مقیم ہو جہاں وہاں پھوٹ پڑے تو وہاں سے بھاگو۔ بھی نہیں۔“ حضرت عمرؓ نے جب یہ حدیث سنی تو ”سرغ“ سے واپس لوٹ آئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں

”مجھے سالم بن عبد اللہ نے بتایا ہے کہ حضرت عمرؓ صرف حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی نیز روایت سن کر لونے تھے۔“

(۲) الرسالہ (امام شافعی) احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مالک کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دیت صرف ”عاقله“ کے لئے ہے اور یہ کہ عورت اپنے شوہر کی دیت کی وارث نہیں ہے۔ لیکن جب ان کو سحاق بن سفیان نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لکھا تھا کہ اشیم الصضاہی کی بیوی اس کی دیت کی وارث ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

(۳) ”الرسالہ“ ص ۲۴۲ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار کہا ”میا کسی نے خین کے متعلق نبی کریم ﷺ سے سنا ہے؟“ حمل بن مالک بن نابغہ نے کہا کہ ”میری دو بیویاں تھیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک نے دوسری کے ڈنالا جس سے اس کا حمل گر گیا۔ نبی کریمؐ نے غلام یا الونڈی کو اس کی دیت قرار دیا۔“ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا ”اگر میں یہ نہ سنتا تو اس کے خلاف فیصلہ دے دیتا۔“

(۴) روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے جوں کا ذکر کیا اور کہنے لگے ”مجھے معلوم نہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟“ عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا۔ میں نے نبیؐ سے سنا تھا آپؐ نے فرمایا کہ ”ان کے ساتھ اہل کتاب والا سلوک کرو۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث تسلیم کر لی۔ ”(الرسالہ ص ۲۳۰)۔

(۵) نام تبیل رحمۃ اللہ علیہ، ہشام بن تبیل مخدومی سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے

ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو بیت اللہ کی زیارت کرتے ہوئے حائض ہو جائے۔ آیاں کو طہور سے پہلے چلے جانا چاہئے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا۔ ”نہیں“ سائل نے کہا رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں آپ کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے سائل کو درے مار کر کہا ”تم لوگ مجھ سے وہ بات کیوں پوچھتے ہو جس کے متعلق رسول اللہ فیصلہ فرمائے ہیں۔“ (مذاہ الجہد للسیوطی ص ۳۱)

(۶) روایت ہے کہ حضرت عمرؓ انگوٹھے سے لے کر چنگلی تک کی پاچھے الگوں کے علی الترتبہ پندرہ دس تو اور چھوٹوں کی دیت مقرر کی تھی۔ لیکن جب عمرو بن حزم کے خط کی روایت ان سے بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر انگلی کے عوض میں دس انٹوں کی دیت کا فیصلہ فرمایا ہے تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ بعض اصول کی کتابوں اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تصنیف فتح المیم ص ۷ اذرا الحکام لابن حزم جلد ۲ ص ۱۳ میں توبہ و اقدامی طرح ذکر ہے لیکن ”الرسالة“ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اس تحریر کا علم حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد عمرو بن حزم کی اولاد کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے رجوع کر لیا تھا۔

(۷) فتح المیم ص ۷۴ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسح خین کا عمل بھی صرف سعد بن ابی و قاصِؓ کی روایت کی بنا پر شروع کیا تھا۔

(۸) الاحکام لابن حزم جلد ۲ ص ۱۳ میں مردی ہے کہ حضرت عمرؓ مجذوذ زانیہ پر حد جاری کرنے والے تھے۔ کہ ان کو نبی اکرمؐ کا یہ فرمان معلوم ہوا کہ تین اشخاص (تکلیف شرعی کے لحاظ سے) مرفع القلم ہیں۔ (انہی میں سے ایک مجذوذ ہے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجم سے منع کر دیا۔

یہ نہ کوہہ بالا آثار ہر لحاظ سے صحیح ہیں جن کو ائمہ ثقات حدیث نے نقل کیا ہے۔ ان آثار سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف ایک صحابی کی روایت کو بلا توقف و تردید قبول کیا ہے۔ اس قسم کی روایات ان روایات سے بہت زیادہ ہیں (اور صحت میں ان سے کم نہیں ہیں) جن میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک صحابی کی روایت کی صحت کے ثبوت میں کسی دوسرے راوی کو بطور شاہد طلب کیا ہے۔

اب جب یہ بات واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام اکثر مفرد راوی کی روایت کو قبول کر لیتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ سے متعلق طلب شہادت والی ان روایات کی تاویل کرنی پڑے گی جو ان کے اپنے اور دیگر صحابہ کے اکثر عمل کے خلاف پڑتی ہیں۔ ان روایات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسقاط حمل کے بارے میں مغیرہ بن شعبہ کی روایات حمل بن مالک سے بھی مردی ہے اور اس میں صاف طور پر یہ بھی نہ کوہہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس روایت کو بغیر شاہد کے بلا تعلیم قبول کر لیا تھا۔ اب صرف ابو موسیؓ کی سلام والی روایات باتی رہ جاتی ہے۔ اس روایت کو حضرت عمرؓ کی اپنی انفرادی محتاط اور محققانہ روشن پر اور صحابہ کرام کو اس پر کار بند رہنے کی تلقین پر محبوں کیا جائے گا۔ ابو موسیؓ ”اگر یاں لیا جائے کہ ان کی روایت کسی اور طریقہ سے مردی نہیں ہے“ اور مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ اس طرز عمل کا مقصد حقیقت میں صحابہ کرام کو حدیث رسول کی علت و تحقیق پر ابحارنا تھا۔ ایسے جلیل القدر صحابہ سے شہادت کا مطالبہ کر کے حضرت عمرؓ دراصل جہور مسلمین کو یہ تعلیم دیتا چاہتے تھے کہ دوسرے صحابہ و تابعین کے معاملہ میں بھی روایت و قبول حدیث کے وقت تحقیقی روشن کو ترک نہ کیا جائے۔ یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ خود حضرت عمرؓ نے ابو موسیؓ سے کہا تھا۔ ”میں آپ کو متهم کرنا نہیں چاہتا ہوں، لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا معاملہ ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ جب ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے ان کے اس طرز عمل کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ ”میں تحقیق چاہتا ہوں۔“

امام شافعیؓ نے حضرت عمرؓ کے مفرد صحابی سے روایت قبول کرنے کی متعدد مثالیں دینے کے بعد ان کے اس رویے کے متعلق لکھا

ہے کہ ”ابی موسیٰؓ کی روایت میں تو صرف احتیاط پیش نظر تھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک ابو موسیٰؓ“ کے ثقہ ہونے میں بھک نہیں تھا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب اس بن مالکؓ کی رہیجہ سے وہ روایت ہے جو رہیجہ نے متعدد علماء سے کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ سے یہ کہا تھا کہ ”میں آپ کو اس سلسلے میں معمم کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے غلط حدیث میں بیان کرنے والے شروع کر دیں۔“

قبول حدیث کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ سے صرف ”وراثت جده“ والی ایک ایسی روایت ہے جس کی تصدیق میں انہوں نے شاہد طلب کیا ہے۔ لیکن یہ روایت اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ ان کا موقف یہ ہے تھا کہ جب تک لاوی دوئے ہوں حدیث قبول نہ کی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ کو کوئی ایسے موقع پیش آئے جب کہ ان کو سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ لیکن اس ایک روایت کے علاوہ یہ کہیں نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی دوسرے راوی کو بطور گواہ کے طلب کیا ہو۔ بلکہ امام رازی محسوس میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے کوئی فیصلہ دیا تھا۔ بعد میں حضرت بلاںؓ نے ان سے کہا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف فیصلہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلے سے رجوع کر لیا۔ یہ روایت ہمارے خیال کی تائید کرتی ہے۔ علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعنین ص ۱۵ میں تھا کہ متعلق حضرت ابو بکرؓ کے طریقہ کذا کر تے ہوئے لکھا ہے کہ ”حضرت ابو بکرؓ کو کوئی فیصلہ دینا ہو تو وہ کتاب اللہ میں اس کو تلاش کرتے۔ اگر وہاں نہ ملتا تو پھر سنت رسول اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر اس میں سے بھی نہ ملتا تو پھر صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر اس سے بھی پتہ نہ چلتا تو پھر ممتاز صحابہ کو اکٹھا کر کے ان سے مشورہ لیتے۔ اور جب وہ لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو فیصلہ کر دیا جاتا۔“

حاصل یہ کہ ہمیں ”وراثت جده“ کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس کی تصدیق میں حضرت ابو بکرؓ نے کسی اور راوی کو طلب کیا ہو۔ اس روایت میں یہ اختال موجود ہے کہ انہوں نے تثبت اور تحقیق کے لئے ایسا کیا ہے کیونکہ انہیں ایک ایسا فیصلہ صادر کرنا تھا۔ اور ایک ایسا قانون بنانا تھا جس کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ قبول حدیث میں یہ ان کا کوئی مستقل مسلک تھا۔ امام غزالی المسستصفی میں لکھتے ہیں کہ ”مغیرہ کی اس حدیث کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے توافق کرنے کی وجہ ممکن ہے ہمیں معلوم نہ ہو سکی ہو، ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ آیا یہ حکم باقی ہے یا اسے کسی دوسرے فیصلے نے منسوخ کر دیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدعا یہ ہو کہ اگر کسی اور کے پاس اس حکم کے حق میں یا خلاف کوئی دلیل ہو تو وہ پیش کردے تاکہ حکم موکد یا منسوخ ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے ان کا مقصد روایت میں تاہل سے روکنا ہو۔ بہر حال ان میں سے کسی نہ کسی وجہ پر اس روایت کو محول کرنا پڑے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے منفرد صحابی کی روایت کو خود بھی قبول کیا ہے اور دوسرے قبول کرنے والوں پر بھی اعتراض کیا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں بھی یہ روایت کہ وہ راوی سے حلف لیا کرتے تھے مجھے عجیب معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں کلام نہیں۔ لیکن اگر صحیح نہ ہو تو پھر حضرت علیؓ کا مسلک بھی وہی ہو گا جو دوسرے صحابہ کا تھا۔ ان کے متعلق معلوم ہے کہ قبول حدیث کے معاملے میں ان کا طرزِ عمل دیگر صحابہ کرام سے مختلف تھا۔ امام رازی نے محسوس جلد ۲ میں ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ”انہوں نے مذکوری کے متعلق مقداد بن اسود کی روایت قبول کی ہے (یعنی بغیر حلف کے)“ اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایک روایت میں انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے حلف نہیں لیا۔ بلکہ کہا کہ ”ابو بکرؓ مجھ کہتے ہیں“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حلف لیما ان کا عام مسلک نہیں تھا۔

خلاصہ یہ کہ ابو بکرؓ عمر اور علی رضی اللہ عنہم سے منفرد راوی کی روایت قبول کرنا صحیح طور پر ثابت ہے۔ اور وہ حالات اور اسباب جن کے تحت دوسرے راوی طلب کیا گیا یا حلف لیا گیا ہے یہ ثابت نہیں کرتے کہ ان حضرات کا دامگی مسلک اور مستقل طرزِ عمل یہ تھا۔ اس

بحث و تحقیق سے یہ ثابت اور واضح ہو گیا کہ ان تین کہار صحابہ کامل ان صحابہ کرام کے موافق ہے جو صرف ایک راوی سے روایت قبول کر لیا کرتے تھے۔ اتنی

اظرین کرام نے اس تفصیلی مقالہ کے مطالعہ سے بہت سی معلومات کے ساتھ یہ بھی اندازہ لکھا ہوا گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم چیخن خصوصاً خلفائے راشدین احادیث رسول ﷺ کی صحت کے متعلق کس قدر احتیاط لغو خاطر رکھتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ پر کوئی غلط بات تھوپنا تابراً اگتا ہے جس کی سزا دوزخ ہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ ((من قال على ما لم اقل فليتبوا مقعده من النار) جو میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کی ہو۔ وہ اپنا عکس کا نادوزخ میں بنالے۔ یہی حدیث تھی جس کی تفصیل میں حضرات صحابہؓ انہائی احتیاط بر تھے تھے۔ اس بارے میں ہمارے محترم مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم جہنڈا انگر نے اپنی قابل قدر کتاب "صیانت الحدیث" میں ایک طویل مقالہ معلومات سے بھرپور لکھا ہے۔ جو نقل کیا جا رہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے بھی اندازہ لکھا جاسکے گا کہ حدیث نبوی کو فی حیثیت سے مدون کرنے والوں کو کس قدر احتیاط کا پہلو مدنظر رکھنا ضروری ہے باوجود یہ کہ فن حدیث کے لئے بہت سے قیمتی اصول اور بہترین فنی ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان اگلے صفحات پر آپ مطالعہ فرمائیں گے پھر بھی لفظ "احتیاط" ایسا ہے جو ہماب قدم پر سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اللہ پاک نے تر آن مجید میں ایک عام ہدایت فرمائی ہے کہ ﴿وَلَا تُنْفِعُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالبَصَرَ وَالْفُؤَادُ مُكَلَّلُوْنَ إِنَّ اللَّهَ عَنْهُ مَسْتُوْلٌ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳:۶) یعنی ایسی بات کے چھجھ بالکل نہ لگنا جس کا تجھ کو علم نہ ہو۔ اس لئے کہ کان اور آنکھ اور دل اللہ کے ہاں سب سے ہی سوال کیا جائے گا۔

مولانا جہنڈا انگری صاحب مظلہ تعالیٰ نے صحابہ کرام و خلفائے راشدینؓ کے اس پہلو پر تفصیلی قلم اٹھایا ہے۔ گویا ان قیمتی معلومات کو ایک جگہ صحیح فرمکر ہم جیسے طالبان حدیث کے لئے بیش بہاذ خیرہ مہیا فرمادیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

احتیاط صحابہ و تابعین و محدثین :

صحابہ کرام اور تابعین عظام ضبط روایت میں اصطلاحاً کمال اعتناء کے ساتھ ہی مخاطب بھی اس درجہ کے تھے کہ دو مترادف الفاظ میں جو معنی ایک ہوتے ہیں۔ روایت کرتے ہوئے یہ بتادیتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے اور فلاں راوی کے بیان میں یہ ہے۔ اس کی نظریں کتب حدیث میں خصوصاً مسند احمد اور مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔ (۱) حضرت انسؓ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں و معاون عکازہ اور عصار صحیح (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷)۔ ادنیٰ فرق کے ساتھ دونوں کے معنی لاٹھی کے ہیں۔ اس لئے مبین الفاظ میں احتیاط کے لئے او کے ساتھ دونوں لفظوں کو بیان کر دیا۔

(۲) نبی ﷺ سے سترہ کے بیان میں جو حدیث صحابہ سے مردی ہے اس میں صرف اربیعن کا لفظ ہے۔ لیکن اس سے کیا مراد ہے، چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال؟ پوچکہ کوئی تین نہیں ہے۔ اس لئے آخر تک تمام محمد بنین نے اسی طرح ابہام کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام بخاریؓ نے محدث ابوالنصر کا مقولہ نقل کیا ہے۔ قال لا ادری قال اربعین يوما او شهر او سنة۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۷۳)

(۳) حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث کے بیان میں عشاء یا عتمہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگرچہ معنی دونوں ایک سے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی تعبیر کن لفظوں سے تھی، حضرت عائشہؓ کے تلامذہ اور دیگر ائمہ حدیث نے احتیاط دونوں لہوں کی روایت کر دی کہ حضرت عائشہؓ نے اعظم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعشاء فرمایا تھا یا اعتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعتسه فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰)

- (۳) لا تضامون و لا تضاهون میں معنی کچھ فرق نہیں ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر کیا فرمایا تھا۔ حضرت جریر بن عبد اللہ نے احتیاط دنوں لفظوں کی روایت کر دی۔ (صحیح بخاری جلد اول ص ۸۱)
- (۴) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حدیث میقات احرام میں صرف ایک جملہ آنحضرت ﷺ سے خود نہ سکے بلکہ دوسروں سے سنا تو خاص طور پر اس کا اظهار کر دیا کہ حدیث و بہل اہل الیمن من یلم لم افقہ هذه من رسول الله صلى الله عليه وسلم و یزعمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال و بہل اہل الیمن من یلم لم (فتح المغیث ص ۲۹۰) یعنی انہوں نے غایت درج احتیاط کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میقات کی پوری تفصیل تو خود میری سنی ہوئی ہے۔ لیکن اہل الیمن کے میقات کا مکرا میں نے دوسروں سے سنا۔ انہوں نے کمال احتیاط سے ان کی نسبت ان دیگر اصحاب کی طرف کر کے روایت کی۔
- (۵) حضرت جابر بن سرہؓ ایک واقعہ اس طرح کا ہے فرماتے ہیں۔ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقُول یکون اثنا عشر امیراً فَقالَ لَمْ اسْمَعْهَا فَقَالَ إِنَّهُ قَالَ كَلْهُمْ مِنْ قَرِيبٍ۔ (فتح المغیث ص ۲۹۰) یعنی میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد آپؐ نے کچھ اور فرمایا۔ جسے میں نہیں سن سکا۔ تو میرے والد (سرہؓ) نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہب سب امیر قبیلہ قریش سے ہوں گے۔
- دیکھئے! حضرت جابرؓ نے غایت درج احتیاط سے یہ واضح کر دیا کہ اس قدر تو میں نے خود سنا اور یہ مکرا امیرے والد نے مجھے بتایا۔ میں آنحضرت ﷺ سے برادر است اسے نہیں سمجھ سکتا تھا۔
- (۶) حضرت انسؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت ابو الداؤدؓ وغیرہ سے متعلق حافظ شاواؓ نقل فرماتے ہیں کہ جب یہ کوئی روایت بیان فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ بمنظراً احتیاط اور کماقال بھی فرماتے۔ (فتح المغیث)
- (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ الفاظ نبوی کو صحت و ضبط کے ساتھ بیان کرنے کے باوجود احتیاط ایسی بھی فرماتے اما فوق ذالک و اما دون ذالک و اما قریب من ذالک۔ (فتح المغیث)
- (۸) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ الفاظ نبوی کو صحت و ضبط کے ساتھ بیان کرنے کے باوجود احتیاط ایسی بھی فرماتے اما فوق ذالک و اما دون ذالک و اما قریب من ذالک۔ (فتح المغیث ص ۲۷۹) یعنی حضرت ابو الداؤدؓ بیان حدیث کے بعد فرماتے قال هذا او نحو هذا او شبه هذا۔ (فتح المغیث ص ۲۷۹)
- آنحضرت ﷺ کے الفاظ بھی تھی یا اس کے قریب قریب تھے۔ حالانکہ مفہوم و معنی بلاشبہ درست ہوتا۔ بلکہ اکثر الفاظ بھی وہی ہوتے لیکن بخوبی حدیث من کذب علی معمداً بیان روایت کے وقت ضبط الفاظ کے معاملہ میں پر خذر رہتے۔
- (۹) محمد بن حمادؓ نے الفاظ کے تقدیم و تاخیر میں بر موقع شک بیان کر دیا کہ پہلے یہ لفظ تھایا وہ لفظ تھا۔ مثلاً ایک حدیث میں والبانصار عیتی و کرشی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ شکی و عیتی فرمایا تھا۔ یا حدیث اسلام و غفار منس اسلام و غفار تھا یا غفار و اسلام تھا۔ اسی طرح حدیث عاصم نے حدیث اوسعوا علی انفسکم اذا وسع الله علیکم کے متعلق فرمایا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اسی ترتیب سے تھا یا اس طرح تھا اذا وسع الله علیکم فاوسعوا علی انفسکم۔ (فتح المغیث ص ۲۹۸)
- ان تمام مواقع پر نہ الفاظ بدلتے ہیں نہ معنی، صرف الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اور شک یہ ہو جاتا ہے کہ ترتیب میں کون سالفظ پہلے تھا۔ احتیاطاً محدث نے دونوں ترتیب کا تذکرہ کر دیا۔ تاکہ الفاظ نبوی کی جو ترتیب ہو وہ صحیح طور پر سامنے آجائے۔
- (۱۰) امام شافعیؓ نے امام مالکؓ سے ایک روایت لی۔ اس میں ایک زمان کے بعد امام شافعیؓ کو شک ہو گیا کہ حدیث میں لفظ حتی یاتی حجازی من العابۃ او جاریتی من العابۃ بوجہ شک امام شافعیؓ کی جانب کو ترجیح نہ دے سکے تو واضح طریقہ سے بتایا کہ یہ شک مجھے ہو گیا۔ میرے شیخ امام مالکؓ کو شک نہ تھا۔ حافظ شاواؓ ناقل ہیں۔ قال انا شکت و قد قرأتہ علی مالک صحیحاً لا شک

فیہ ثم طال علی الزمان و لم احفظ حفظا فشككت - (فتح المغیث ص ۲۹۰) یعنی میں نے اپنے شیخ امام مالک سے اسے بغیر شک کے حاصل کیا تھا بعد میں ایک مدت دراز گزر نے پر خود مجھے صحیح طریقہ سے یاد نہ رہا - توبہ یہ شک مجھے عارض ہوا ہے -

(۱۴) ایک حدیث نے حدیث اشتتری النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلة بسبع و عشرین ناقۃ کے متعلق فرمایا کہ میرے حافظ میں یہاں لفظ حلة ہے اور میری کتاب میں حلد کے بجائے ثوین کا لفظ ہے - حافظ خداوی لکھتے ہیں کہ حلد اور ثوین میں کوئی تباہ نہیں ہے - لیکن حدیث نے کمال سے اس فرق کو بھی ظاہر کر دیا - حالانکہ مفاود و نوں کا ایک ہی ہے - (فتح المغیث ص ۲۷۳)

حافظ ابن الصلاح بھی حافظ اور کتاب کے لفظی تفاوت کے بیان کر دیئے کو احسن فرماتے ہیں - (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۰۳)

(۱۵) ایک بار امام شعبہ نے اپنی یادداشت سے ایک مرفوع حدیث سنائی - اور اس کے بعد کہا انہ فی حفظه کذالک و فی رسم فلاں و فلاں خلافہ - یعنی میرے حافظہ میں تو اسی طرح ہے لیکن فلاں فلاں حدیث کے حافظہ میں الفاظ اس کے خلاف ہیں - تو حاضرین درس میں سے ایک صاحب نے کہا - حدثنا بحفظك ودع عن فلاں و فلاں - یعنی ہمیں آپ صرف اپنے حافظہ سے حدیث سنائیے اور فلاں فلاں کے حافظ کاذک چھوڑیے - امام شعبہ نے جواب دیا ما احب ان عمری فی الدنيا عمر نوح و انى حدثت بهذا سکت عن هذا - (فتح المغیث ص ۲۷۵) یعنی اگر میری عمر نوح کی عمر کے برابر ہو جائے تو بھی میری یہ خواہش کبھی نہ ہو گی کہ میں اس حدیث کے بیان کے بعد فلاں فلاں کے اختلاف الفاظ کو نہ بیان کروں - مطلب یہ کہ جب وہ وقت بھی آجائے کہ صد براں کی عمر پا کر تمام معتقد میں و معاصرین کے خاتمہ کے بعد صرف طفظہ علمی اور جلالت شان باقی رہ جائے تو بھی میں یہ نہ کروں گا کہ روسرے حفاظ معتقد میں کے الفاظ کا تذکرہ نہ کروں -

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں - اذا خالفه فيما يحفظه بعض الحفاظ فليقل في حفظي كذا و كذا و قال فيه فلاں كذا و كذا . (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۰۳) یعنی اپنے اور دوسرے امام کے حافظہ میں جو فرق ہو اے واضح کر دیا جائے -  
یہاں تک اختیاط الفاظ کا بیان کیا گیا - اب دوسری طرح کے اختیاطوں کی مثالیں دیکھئے -

#### اخذ و سامع اور طریقہ روایت میں اختیاط:

ایک بار حافظ سہیل بن ابی صالح ایک حدیث بھول گئے اور ان کے شاگرد امام ربعیہ کو وہ روایت یاد رہی (امام ربعیہ امام مالک کے مشہور شیوه میں سے ہیں) جب امام ربعیہ نے یاد دیا یا کہ آپ ہی نے مجھے اس حدیث کو بیان کیا ہے تو حدیث سہیل اس روایت کو بیان کرنے لگے مگر کمال اختیاط ملاحظہ ہو کہ وہ اس روایت کو اپنے شاگرد کے واسطے سے اس طرح بیان کرنے لگے - اخبرنی ربعة و هو عندی نقاۃ اتنی حدثتہ ایاہ ولا احفظه . (فتح المغیث ص ۱۲۸) یعنی مجھے ربعیہ نے خبر دی جو میرے نزدیک ثقہ ہیں کہ میں نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی - لیکن خود مجھے یہ حدیث یاد نہیں رہی - اس لئے میں اپنے حافظہ سے نہیں ایک لا تلق اعتماد ثقہ شخص ربعیہ کے حافظہ کے واسطے سے روایت کرتا ہوں -

اس واقعہ کے پیش نظر ہمارے محدثین کرام کا بیان حدیث میں انجمنی اختیاط کا ملحوظ رکھنا صاف ظاہر ہے -

(۱۶) امام ابو داؤد کو اپنے شیخ حارث بن مسکین پر قرأت کا موقعہ نہیں ملا - اس لئے امام ابو داؤد نے سمعت یا حدثتی کا لفظ استعمال نہیں کیا - بلکہ کمال اختیاط فی الروایت ملحوظ فرما کر ایسے موقع پر سند میں صاف بیان کر دیا - فرئی علی حارث بن مسکین وانا شاهد - (فتح المغیث ص ۲۷۳ اور ظفر الامانی ص ۲۹۱)

(۱۷) اسی طرح امام نسائی کا بھی واقعہ ہے - کہ حدیث حارث بن مسکین قاضی مصر امام نسائی سے کسی معاملہ میں ناراضی تھے - اس لئے امام نسائی ان کی مجلس درس میں حاضر نہ ہو سکتے تھے - پس وہ اسی جگہ چھپ کر بیٹھتے تھے کہ حارث بن مسکین کی نظر امام نسائی پر نہ پڑے

عکتی تھی اور امام نسائی وہاں بیٹھ کر باطنیناں سماع کر لیتے۔ لیکن کمال تورع و احتیاط سے حدثنی یا سمعت نہیں فرماتے۔ بلکہ قری علی الحارث بن مسکین و انا اسمع فرماتے۔ (فتح المغیث ص ۲۷۳ اور ظفر الامانی ص ۲۹۱)

افادہ:

حافظ ابن الصلاح ائمہ سلف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ استاد کے بدوں علم جو سماع حاصل ہو وہ جائز ہے اور اس کی روایت بھی درست ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۹)

(۱۷) حافظ خطیب بغدادی کے شیخ حافظ بر قانی "سمعت حين التحدیث عن ابی القاسم کے الفاظ کے ساتھ حافظ ابوالقاسم سے روایت کرتے۔ ایک موقع پر امام خطیب بغدادی نے اپنے شیخ سے سوال کیا کہ آپ صراحت حدثنی ابوالقاسم یا سمعت عن ابی القاسم کیوں نہیں فرماتے؟ تو ان کے شیخ بر قانی نے کہا کہ شیخ ابوالقاسم با وجود ثابتہ دو دیانت، صلاح و تقوی کے بیان روایت میں بڑے مشدود تھے۔ ہر شخص کو سماع حدیث کی اجازت نہ تھی۔ چونکہ مجھے حضوری درس کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے میں اسکی جگہ بیٹھ کر سماع حدیث کرتا کہ وہ مجھ نہ دیکھ سکتے۔ میں وہاں سے چھپ کر سن لیتا۔ پس چونکہ یہ بیان حدیث میرے لئے نہ ہوتی تھی۔ اس لئے میں سمعت عن ابی القاسم نہیں کہا۔ اس لئے میں بنظر احتیاط اس طرح روایت کرتا ہوں۔ سمعت حين التحدیث عن ابی القاسم یعنی میں نے ابوالقاسم سے براہ راست نہیں سن لیکر جب وہ روایات کی تحدیث فرمائے تھے تو میں نے سماع کر لیا تھا۔ تاکہ صورت حال کی صحیح تصویر سامنے آجائے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۶۱ و کذافی فتح المغیث ص ۱۷۲)

افادہ:

حافظ ابن الصلاح مزید فرماتے ہیں اس قسم کا سماع اور اس کے بعد روایت دونوں ہی جائز ہیں۔ استاد ابواسحاق اس فرائیں وغیرہ کی بیک رائے ہے۔ البتہ طریقہ سماع کی وضاحت کردیں چاہئے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۶۹)

(۱۸) امام شعبہ فرماتے ہیں کہ جن روایات کو میں خود کسی حدیث سے نہیں سنتا اس کی تعمیر قال فلان سے کرنے کو زنا کاری کی طرح حرام سمجھتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید ظلم سمجھتا ہوں۔ ان کے الفاظ یہ میں لان ازنی احباب الی من ان اقول قال فلان و لم اسمع منه (فتح المغیث ص ۴۷۱)۔

(۱۹) بعض محدثین اپنی روایات کو صرف اہل ترین شاگردوں سے ہا۔ کرنے کے لئے یہ بھی انتظام کرتے تھے کہ اٹھیں تھیں تلامذہ کو مجلس درس کے کرہ میں محفوظ بھاکر باہر دربان مقرر کر دیتے کہ۔ شیخ مجلس درس کے کرہ میں حاضر نہ ہو سکے اور بعض یہ بھی کرتے تھے کہ مجلس درس سے باہر درس حدیث کی آوازا ناقابل سماں ہونے کے لئے کسی مزدور سے کرہ کے باہر یوں ہی باون دستہ کوٹاتے تھے کہ محدث کی آواز اور قرأت پر باون دستہ کی کھاکھٹ غالب آجائے اور دروازہ کے باہر اور اس کے آس پاس کے بیٹھنے والوں تک محدث کی آواز نہ پہنچ سکے اور اسے بیردنی لوگ نہ سن سکیں جو محدث کے نزدیک اور روایت و حفظ حدیث میں قابل اطمینان ہے۔ (فتح المغیث ص ۱۷۳)۔

(۲۰) محدثین نے یہاں تک احتیاط کیا ہے کہ ایسے شیخ کی روایت و سماع کو قبول نہیں کیا جو مریض یا اتنے ضعیف ہوں کہ تلامذہ کی قرأت کی صحیح نہ کر سکتے ہوں بلکہ تلامذہ کے سوالات پر صرف لا یا نعم کہہ سکتے ہوں۔ ایسے شیوخ سے روایت اور سماع محدثین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (فتح المغیث ص ۱۸۰)

(۲۱) بیان حدیث میں احتیاط:

محدثین کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ محض اپنے حفظ کے بھروسہ پر تلامذہ کو احادیث نہ لکھواتے، نہ بیان کرتے بلکہ

اصل کتاب بھی اپنے سامنے رکھتے تھے امام احمد بن حبیل نے اس کا مشورہ حضرت علی ابن مدینی اور میخی بن معین جیسے حفاظ کو دیا تھا۔ امام احمد بن حبیل نے فرمایا لہ تحدث الا من کتاب و لا شک ان الحفظ حوان۔ (فتح المغیث ص ۲۶۹) یعنی کتاب سامنے رکھ کر بیان کریں کیونکہ حافظ میں کمزوری بھی واقع ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں و لذالک امتنع جماعتہ من اعلام الحفاظ عن روایة ما يحفظونه الا من كتبهم۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۸۸) یعنی بغیر کتاب کے محض حافظ کے بھروسہ پر بڑے بڑے ائمہ نے حدیث کی روایت نہیں کی۔

#### (۲۲) نقل روایت میں احتیاط:

محدثین نے اس طرح بھی احتیاط ملحوظ رکھا ہے کہ اپنے تلامذہ کو اس وقت تک اپنی کتابوں سے نقل کردہ احادیث کی روایت کی اجازت نہیں دی جب تک کہ تلامذہ کی مقابلہ احادیث کا پی اصل کتاب سے مقابلہ و تصحیح نہ کر لیا۔ چنانچہ امام احمد بن حبیل نے اپنے تلامذہ کو اجزاء منقولہ کے روایت کی اجازت مقابلہ و تصحیح کے بعد دی۔ (فتح المغیث ص ۲۱۶ و لذالک اقبال الحافظ ابن الصلاح ص ۷۸)

(۲۳) امام اوزاعی نے بھی اپنے تلامذہ کو نقل کردہ احادیث کی مقابلہ و تصحیح کے بعد اجازت دی۔ (فتح المغیث ص ۲۱۸) حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ محدث نے اپنے منقولہ کتاب کے روایت کی اجازت بلا نظر و مقابلہ اگر کسی کو دے دی تو یہ اجازت صحیح نہ ہو گی۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۷۹)

(۲۴) اسی طرح حضرت عروہ نے (جو ایک جملہ القدر تابع اور حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں) اپنے صاحزوادے ہشام سے فرمایا کہ تم نے میری حدیثوں کو لکھا تو اصل سے مقابلہ کر لیا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم نے جو کچھ لکھا وہ سب کا عدم ہے۔ (فتح المغیث ص ۲۱۸، الکفایہ للخطیب ص ۷۲۳، مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۱)

(۲۵) اسی طرح امام قعنی نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ تم نے میری روایات کو میری کتاب سے نقل کیا تو اس کا مقابلہ کیا یا نہیں؟ طالب علم نے جواب دیا کہ مقابلہ تواب تک نہیں ہوا۔ فرمایا فلم تصنیع شیشا تو پھر تم نے کچھ نہیں کیا۔ (فتح المغیث ص ۲۵۰)

ان روایات سے محدثین کا کمال احتیاط ظاہر ہے۔ ان حضرات ائمہ نے احادیث کی غایت صحت اور ضبط روایت کے لئے ان تمام اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھا کہ باوجود حافظ کے اصل کتاب سے مقابلہ اور تصحیح کو لازمی قرار دیا۔ اور بعد التصحیح روایت کی اجازت دی۔

#### (۲۶) حلفیہ بیان اور غایت احتیاط:

محمد بن کرام نے اس طرح بھی احتیاط کیا ہے کہ جب ان کو شیوخ کے کسی حدیث کی متن یا سند میں کچھ شبہ گزرا جسے وہ خود حل نہ کر سکے تو اپنا شبہ ظاہر کر کے کمال صحت معلوم کرنے کے لئے بادب و رخواست کرتے کہ آپ حل سے بیان کریں کہ آپ نے اس حدیث کو فلاں عن فلاں اسی طرح نہیں۔ چنانچہ ایک بار حافظ الحدیث میخی بن معین نے تین ہزار حدیثوں کو پر کھر کر کوئی کیا۔ صرف ایک حدیث میں ان کو شبہ گزرا۔ وجہ شبہ ظاہر کر کے این معین نے اطمینان کامل حاصل کرنے کے لئے اپنے شیخ سے کہا کہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں آپ سے اس بارہ میں ایک سوال کر لوں۔ جب شیخ نے اجازت دی تو کہا۔ اتحلف لی انکہ سمعته من همام۔ (فتح المغیث ص ۲۲۲) یعنی کیا آپ میرے خاطر یہ حلٹ اٹھا کتے ہیں کہ آپ نے قطعی طور پر اس روایت کو ہام سے نہیں۔ شیخ نے بڑی تفصیل سے جواب دیا۔ آخر کہا میری الہیہ بنت عاصم کو تین طلاقوں پڑ جائیں اگر میں نے اس روایت کو بائیں طور ہام سے نہ سنا ہو۔

(۲۷) اسی طرح ایک حدیث نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کو فلاں صاحب سے سنائے۔ شیخ قبلہ رو ہو کر یہ نہ گئے۔ اور فرمایا ولله الذی لا اله الا ہو یعنی قسم وحدہ لا شریک لہ کی کہ میں نے اسی طرح سنائے۔

(۲۸) اسی طرح محدث زید بن وہب (تابی) تلامذہ و حاضرین درس کے اطمینان کامل کے لئے حلف اٹھا کر حدیثوں کو بیان کرتے تھے۔ مثلاً فرماتے حدثنا والله ابوذر بالربدة۔ (فتح المغیث ص ۲۶۶)

(۲۹) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی بنظر احتیاط ماسوا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باقی سب راویان حدیث سے احادیث کو حلف اٹھوا کرہی قبول کرتے۔ امام ذہبیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں:- فاذا حلف صدقۃ۔ کہ جب راویٰ حدیث حلف اٹھالیت کر میں نے آنحضرت علیہ السلام سے اسی طرح سناؤ ریار کھا ہے تو میں ایسی مصدقہ حدیث کو قبول کر لیتا۔ (تذكرة الحفاظ جلد اول و فتح المغیث ص ۲۶۶)

### (۳۰) شیوخ کا طریقہ درس اور احتیاط :

محدثین نے احادیث کو صحیح طریقہ سے ذہن نشین کرنے اور حافظہ میں محفوظ رکھنے کے خیال سے یہ بھی کیا ہے کہ اپنے شیوخ سے صرف دو دو چار چار حدیثوں کو حاصل کیا۔ اور اس کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھا۔ اور شیوخ نے بھی تلامذہ کو کمال ضبط کے خیال سے صرف چند حدیثوں کو قلم بند کر لیا۔ چنانچہ امام مالکؓ اپنے شیخ امام نافع سے اخذ حدیث کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں دو پھر کی چلچلاتی دھوپ میں امام نافع (مولیٰ ابن عمرؓ) کے مکان پر حاضر ہوتا اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتا۔ جب وہ خود باہر تشریف لاتے اور مسجد میں جا کر صحن میں اطمینان سے بیٹھ جاتے تو میں ان سے برداشت عبد اللہ بن عمرؓ چند حدیثوں کو حاصل کرتا اور جلد سبق بند کر دیتا۔ (الدیانہ المذہب لابن فرجون ص ۲۰)

(۳۱) امام مالکؓ خود بھی بیان حدیث میں احتیاط فرماتے۔ زیادہ سے زیادہ صرف چھ سات احادیث آنے والوں کو سناتے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ ایک بار کوفہ سے ایک جماعت امام مالکؓ کی خدمت میں مدینہ آئی تو امام مالکؓ نے ان کو صرف سات حدیثیں سنائیں۔ اس جماعت نے سوچا کہ ہم کوفہ سے مدینہ کا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں۔ کچھ اور بھی حاصل کر لیں۔ اس لئے ان لوگوں نے مزید حدیثوں کے بیان کی امام مالکؓ سے درخواست کی اس کو امام مالکؓ نے پسند نہیں فرمایا اور ان سب کو اٹھادیا اور سات حدیثوں سے زیادہ کسی کو کچھ نہ سنایا۔ (فتح المغیث ص ۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام و ائمہ حدیث نے خود بھی تھوڑا تھوڑا حاصل کیا اور تھوڑا تھوڑا اپنے تلامذہ اور رفقاء کو بھی سنایا۔ کہ کمال ضبط و حفظ راویت ان کے نزدیک مقصود اصلی تھا۔ اس سے زیادہ حصول ضبط و حفظ اور غایت احتیاط کیا ہو گی۔

(۳۲) امام شعبہ، معاشر ابن عتبہ وغیرہ کے متعلق امام خطیب بغدادی اپنی کتاب الحجامع الاداب الراوی و اخلاق السامع میں نقل کرتے ہیں کہ یہ حضرات اپنے شیوخ سے صرف چار چار احادیث کا سامع کر کے واپس آ جاتے تاکہ ان حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کر لیں۔ (فتح المغیث ص ۳۲۱ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹)

(۳۳) جس طرح امام شعبہ خود بھی صرف تین یا چار حدیثوں کو اساتذہ سے حاصل کرتے اسی طرح وہ اپنے طلبہ کو بھی صرف تین چار حدیثوں کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ بھی بن سعید قطان جیسے حفاظ حدیث کو تین چار سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے۔ امام خطیب بغدادی امام قطان کا مقولہ نقل کرتے ہیں۔ لزمت شعبة عشرين سنة فما كفت ارجع من عنده الا بشارة احاديث و عشرة اکثر ما كفت اسماع منه۔ (دار الخلیفہ جلد ۱۳۶ ص ۱۳۶) کہ امام شعبہ تین سے دس حدیث کے درمیان تعلیم دیتے تھے۔

اس طرح مجھے وہاں میں برس تک نہ ہر ناپڑا۔ بالعمودہ تین حدیث پڑھاتے گا ہے اس سے کچھ زیادہ بھی پڑھا دیتے۔ امام ذہبیٰ نے بھی بن سعید قطان کا بیان نقل کیا ہے ان سے کسی نے پوچھا کم صحبتہ یعنی امام شعبہ کے پاس آپ نے کتنا زمانہ گزارا۔ انہوں نے کہا عشرين سنہ۔ یعنی میں برس تک ان کے پاس تعمیل حدیث میں معروف رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ

احادیث کی بہت تھوڑی مقدار کی تعلیم دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۸۲)

(۳۴) اسی طرح امام غندر بصری بھی علم حدیث کے سلسلہ میں امام شعبہ کے پاس میں برس تک حاضر رہے۔ (حاشیہ تذکرۃ الحفاظ جلد اص ۶۷ و تاریخ ضمیر ص ۲۱۸)

(۳۵) اسی طرح امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں صرف چار پانچ حدیثوں کا امام اعمش و امام منصور سے ملائے کر کے واپس پلٹ آتا۔ اور اس سے زیادہ حدیثوں کو محض اس اندریش سے حاصل نہیں کرتا کہ وہ حافظہ کے قابو سے باہر نہ ہو جائیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ اسمع اربعۃ احادیث او خمسۃ ثم انصرف فکراهیہ ان تکرو تفلت۔ (فتح المغیث ص ۳۳۰) اس کا حاصل یہی ہے کہ میں روزانہ چار پانچ حدیث سے زیادہ کامیاب نہیں کرتا۔

(۳۶) اسی طرح امام سفیان بن عینہ کا بھی دستور تھا کہ روزانہ صرف پانچ حدیثوں کو پڑھاتے تھے اور اس دستور سے بہنے اور مزید سنانے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوتے (تاریخ ابن عساکر جلد دوم ص ۳۱۵)

(۳۷) یہی دستور اور یہی پابندی سلیمان تھی بھی فرماتے تھے۔ امام سلیمان تھی پہلے آنے والے طلبہ کا امتحان لیتے اور ان میں سے معیار سلف پر اترنے والے طلبہ کو درس حدیث میں شرکت کی اجازت دیتے اور حسب ضابطہ صرف پانچ حدیثوں کی اوسط نے تعلیم دیتے۔

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ اگر طالب علم تقدیر وغیرہ امور کا مکرر ہوتا تو مجلس درس میں شرکت کی اجازت ہی نہ دیتے اور اگر امور تقدیر یہ کا قائل ہوتا تو اس سے حلف لیتے فاذا حلف حدثہ خمسۃ احادیث۔ (تذکرۃ جلد اول ص ۱۳۵) یعنی جب حلف اخالتا تو اس کو صرف پانچ حدیثیں سناتے۔ مقصود یہ تھا کہ حدیثوں کو اچھی طرح محفوظ اور ذہن نشین کر لیں۔

امام بخاری نے بھی سلیمان تھی کے اس دستور کے متعلق لکھا ہے وہ ہو بحدث الشریف والوضع خمسۃ خمسۃ۔ (تاریخ ضمیر ص ۱۶)

(۳۸) امام زہری میسے قول الحافظ فضل صرف دو دو حدیثیں اپنے شیوخ سے حاصل کرتے اور اپنے رفقاء تلامذہ سے فرماتے یہ درک العلم حدیث اور حدیثان کہ علم نبوی ایک ایک دو دو حدیث حاصل کرنے سے قابو میں آسکتا ہے۔ یہ امام زہری نے کثرت طلب سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ علم حدیث اگر بیک وقت بہت سا حاصل کر دے تو تم اس پر قابو نہ پا سکو گے۔ (فتح المغیث ص ۳۳۱ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۹)

اس طرح کے نتیجت احتیاط کے باوجود ان ائمہ دین کے لئے تحریف و تبدیل و عدم حفظ کا الزام مکررین حدیث کی نہ صرف حدیث دشمنی بلکہ تاریخ حدیث و عقل سلیم اور انصاف و دیانت کی بھی دشمنی ہے۔

اب ہم صحابہ کرام دائرہ حدیث کے حالات قدرے تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں تاکہ بوضاحت معلوم ہو سکے کہ احادیث نبویہ کی تعلیم و ترویج کے لئے ان بزرگوں کی کیاسائی تھیں۔

اس سلسلہ کا آغاز ہم خلقائے راشدین کے تذکرہ جیل سے کریں گے۔ اور چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل الامات ہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا ایک قول حافظ سخاویؓ نے نقل کیا ہے اور جسے حکما مر فرع نمبر یا ہے کہ کتاب نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمرو عثمان و یسمع ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ينکره۔ (فتح المغیث ص ۴۷) یعنی ہم آنحضرت ﷺ کے سامنے کہا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمان (رضوان اللہ علیہم اجمعین) امت کے سب سے افضل اور بہتر لوگوں میں سے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ ہم کو روکتے نہیں تھے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں ہم خلاد راشدین میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کا تذکرہ لکھتے ہیں۔

### حضرت ابو بکرؓ :

حضرت ابو بکرؓ احادیث نبویہ کے جامع اور حافظ تھے۔ اور احادیث و سنن کے بیشہ متلاشی رہتے تھے۔ ساتھ ہی احادیث کے تثبت اور کمال بخط کو نہایت ضروری سمجھتے تھے، مگریں حدیث نے حضرت ابو بکرؓ کو حدیث دشمن ٹھہرا کر احادیث کے ایک مجموعہ کو جلانے کا نہایت غلط اور غیر صحیح واقعہ ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کی نظر صرف قرآن پاک تک ہی محدود ہوتی اور احادیث سے ان کو بیرون ہوتا تو کتب حدیث میں ایک روایت بھی ان سے مردی نہ ہوتی اور نہ وہ خود کسی حدیث کو روایت کرتے ہوئے نظر آتے۔ کیونکہ وہ وقت کے فرمازو اور افتدار اعلیٰ کے مالک تھے۔ وہ خود بھی روایت حدیث سے احتراز کرتے اور دوسروں کو بھی روکتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خود بھی موقد بمحقہ احادیث سے مسائل کو انداز کرتے اور صحابہ کرام بھی آپ سے حدیثوں کو روایت کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بہت سی حدیثوں کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا۔ اور بہت سی حدیثیں صحابہ کرام سے سن کر حاصل کی۔ یہی نہیں بلکہ حدیثوں کو حظوظ رکھنے والوں اور روایت کرنے والوں کی آپ نے تعریف بھی فرمائی۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ جب آپ کو کسی معاملہ میں حدیث معلوم نہیں ہوتی تو آپ صحابہ کرام کے مجمع کو مخاطب کر کے دریافت فرماتے کہ اس مسئلہ کے بارے میں کسی کو حدیث معلوم ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے زمیندار نہ کاروبار کی مصروفیات کی وجہ سے جملہ احادیث کا علم حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ لوگوں سے معلوم فرماتے تھے۔ اب چند واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

### (۱) فیصلہ جات :

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کی دادی حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں اپنی وراشت کے بارے میں دریافت کرنے آئی۔ دادی کے ورش کے بارے میں قرآن شریف میں کوئی تذکرہ نہیں اور نہ احادیث رسول کی روشنی ان کے سامنے تھی۔ اس لئے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ جدہ (دادی) کی وراشت کے بارے میں کسی کو کوئی حدیث معلوم ہے؟ تو حضرت مغیرہ بن شبہؓ نے فرمایا ”سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيها السادس“ کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے تاہمہ کہ آپ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مزید احتیاط کے پیش نظر دوبارہ پوچھا۔ کسی اور کو بھی یہ حدیث معلوم ہے؟ تو اسی وقت حضرت محمد بن مسلمؓ نے شہادت دی کہ میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو تسلیم کیا۔ اور جدہ کو چھٹا حصہ دلایا۔ (تذکرہ جلد اول ص ۲)

### (۲) تحدیث روایت:

حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حدیثیں بھی سنائیں۔ ازال جملہ حافظ ذہبیؒ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حدث یونس عن الزہری ان ابابکر حدث رجلا حدیث فاسفتهem الرجل ایاہ فقال ابوبکر هو کما حدث۔ (تذکرہ جلد اول ص ۳) یعنی حضرت ابو بکرؓ نے ایک شخص کو حدیث سنائی۔ اس نے آپ سے کچھ مزید دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا حدیث بالکل ثمیک ہے۔ جس طرح میں نے روایت کیا ہے حدیث اسی طرح ہے۔

(۳) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ارتحال کے بعد ترکہ نبویہ میں سے وراشت کی طالب ہوئیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنائے ”لا نورث ماتر کنا صلقة“۔ (مندرجہ بین خبل جلد اول) یعنی میرے ترک کا کوئی وراشت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ صدقہ کے طور پر فی سبیل اللہ تقسم ہو گا۔ (صدقہ آل نبی پر حرام ہے) اگر حضرت ابو بکرؓ میں حدیث ہوتے بھی بھی احادیث کو جنت اور دلیل کے طور پر قول نہ فرماتے۔ قرآن کریم میں بھی کا حصہ

مقرر ہے۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کو باپ کے مال سے صرف ایک حدیث کی بناء پر محروم کر دیا گیا۔

(۲) حضرت ابو بکرؓ سعیف بن ساعدہ میں ”انصار صحابہؓ“ کے عام اجتماع میں اس وقت پہنچ جب کہ انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کو اپنا امیر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ اور مہاجرین میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح اس انتخاب کے خلاف تھے۔ بلا خ غافلہ انھا کہ ”منا امیر و منکم امیر“ ایک امیر انصار میں سے لے لیا جائے اور ایک امیر مہاجرین میں سے۔“

اس شور و شغب اور نزاع کا خاتمہ صرف ایک حدیث کے ذریعہ ہو گیا۔ جس کو حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا۔ آپ نے خصوصیت سے حضرت سعد بن عبادہؓ کو مخاطب کیا کہ اے سعد! تم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تم نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”قربش ولادہ هذا الامر“ قربش یعنی میں سرداری اور خلافت رہے گی۔ تو حضرت سعدؓ نے یہ کہہ کر کہ صدقت (عکس) حدیث نبوی کو قبول کر لیا۔ (فتح الباری ب ۱۴ باب مناقب المهاجرین)

غرض آنف اناسی کلکش ختم ہو گئی۔ چنانچہ سب نے قبیلہ قرشیں کے ایک فرد ”حضرت ابو بکرؓ“ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ احادیث نبویہ کو یاد بھی رکھتے تھے اور مسائل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے احتجاج بھی فرماتے تھے۔ اور حدیث رسولؐ کی عظمت و احترام کے لئے سب کو پابند بناتے تھے۔

(۵) حضرت ابو بکرؓ صحابہؓ کرام کو احادیث نبویہ سناتے بھی تھے۔ علامہ ذہبیؓ حضرت علیؓ مقولہ نقل کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب میں کسی صحابی سے حدیث سنتا ہوں تو کمال اطمینان کی غرض سے حلف کے ساتھ اس حدیث کو قبول کرتا ہوں، مگر جب حضرت ابو بکرؓ کوئی حدیث سناتے ہیں تو میں اس کو بغیر حلف کے قبول کر لیتا ہوں، کیونکہ وہ صدیق ہیں۔ پس امام ذہبیؓ کے نقل کردہ الفاظ ”و حدثني أبو بكر“ اور ”صدق أبو بكر“ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ حدیث دوست تھے۔ اور حدیث کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و بیان سے دلچسپی رکھتے تھے۔ (تمذکرة جلد اول ص ۱۰)

(۶) توکل علی اللہ کا ایک بہترین نمونہ:

صحابہؓ کرامؓ حضرت ابو بکرؓ سے بھرت کے متعلق احادیث کو خاص طور پر فرمائش کے ساتھ سننے تھے۔ ازان جملہ ایک واقعہ صحیح بخاری کتاب المناقب میں اس طرح ذکر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک کجاؤہ (اوٹ کا پالان) حضرت عازبؓ سے تیرہ درہم میں خرید فرمایا اور ان سے یہ مزید استعمال کر آپ اپنے لڑکے براء کو اجازت دیجیئے کہ وہ کجاوے کو میرے گھر تک پہنچا دیں۔ حضرت عازبؓ نے کہا ”لا حتی تحدثنا“ یعنی جب تک ہم بھرت کے بارے میں آپ سے حدیث نہ سن لیں گے، آپ کو نہ جانے دیں گے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے واقعات بھرت کے سلسلہ میں بتایا کہ جب ہم دونوں غار میں چھپے ہوئے تھے تو مشرکین مکہ نے وسیع پیانے پر تلاشی شروع کی۔ چپے چپے چھان مارا۔ ایک جماعت غار کے دہانہ تک پہنچ گئی۔ میں نے کچھ خدا شہ ظاہر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”ما ظنك يا ابابکر باثنين الله ثالثهما“ اے ابو بکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا مگان ہے۔ جن کے ساتھ تیرالله تعالیٰ بھی ہے۔ یہاں تک کہ جب سراقت نامی ایک شخص آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں چند گزر کے فاصلہ پر آپنچا تو میرے دل میں آنحضرت ﷺ کے لئے پھر خدا شہ پیدا ہوا۔ اور میں نے گھبرائی خلاہ کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”لا تحزن ان الله معنا“ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (بخاری جلد اول ص ۵۱۶)

اگر بقول مکرین حدیث حضرت ابو بکرؓ حدیث دشمن ہوتے تو کوئی حدیث ان کی زبان سے کوئی صحابی نہیں سن سکتا تھا۔ اور اگر کسی صحابی کی طرف سے فرمائش ہوتی تو آپ اس کو زجر و تنبیہ فرماتے۔ اور پھر کسی کو اس قسم کی جرأت نہ ہوتی، پس معلوم ہوا کہ حدیث دشمنی کا فساد بالکل فرضی اور خود ساختہ اور سراسر اتهام و افتراء ہے۔

(۷) حضرت ابو بکرؓ احادیث یاد رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور حفظ حدیث پر صحابہ کرام سے مسرت کا اعلان فرماتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ دوسرے صحابہ کی طرح اپنے کار و باری مشاغل اور کاشت کاری کی مصروفیات کے باعث ہر وقت خدمت نبوی میں حاضری نہیں دے سکتے تھے۔ اس لئے دوسروں کو حدیثوں کا علم ہوتا تھا۔ اور پھر جب ان کے توسط سے کوئی حدیث حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوتی تو آپ بہت خوش ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ارتکاب کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ آپ کے پاس نہیں تھے بلکہ اپنے موضع ”خ“ میں تھے۔ امام بخاریؓ نقل کرتے ہیں۔ ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات و ابو بکر فی السنح۔ (بخاری جلد اول ص ۷۷)

بے شک زمینداری کا کام بہت مشغول رکھنے والا کام ہے اکبرالا آبادی مرحوم نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

ذرہ ذرہ سے لگاؤٹ کی ضرورت ہے یہاں عافیت چاہے جو انساں تو زمیندار نہ ہو

غرض زراعتی مشاغل کے سبب حضرت ابو ہریرہؓ دیگر اصحاب صدف کی طرح آپ بالعموم خدمت القدس میں حاضر نہ رہ سکے اور نہ بکثرت سماج احادیث کا موقعہ مل سکا۔ اس لئے جب منصب خلافت پر فائز کئے گئے تو نئے معاملات و مسائل کا فیصلہ آپ اس طرح کرتے کہ پہلے مسئلہ کتاب اللہ میں ڈھونڈتے ہیں اس کے بعد سنت رسول ﷺ میں تلاش کرتے۔ آخر میں صحابہ کرام کے مجھ سے بایں الفاظ سوال کرتے۔ ”اتانی کذا و کذا فہل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضی فی ذالک بقضاء“ یعنی ایسا ایسا معاملہ پیش آگیا ہے آپ میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ اس بارے میں معلوم ہو تو مطلع کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ متعدد اصحاب ان معاملات کے بارے میں سنت مطہرہ بیان کرنے کے لئے آگے بڑھتے۔ (کلمہ یذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیه قضاء) حضرت ابو بکرؓ خوش ہو کر فرماتے ”الحمد لله الذي جعل فيما من يحفظ على نبينا۔“ (جیۃ اللہ البالغون ص ۱۲۹) یعنی خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے سنن مطہرہ کو حفظ کر رکھتے ہیں۔

صحابہ سے حدیثیں معلوم کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان کو یاد بھی رکھتے تھے۔ اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ اماء الرجال کی مستند کتاب ”خلاصة العہدیب“ میں حضرت ابو بکرؓ سے ایک سو بیالیں مردی حدیثیں موجود ہیں۔ ان میں وہ حدیثیں بھی ہیں جو آپ نے خود نبی ﷺ سے سنیں اور وہ حدیثیں بھی ہیں جو صحابہ کرام کے توسط سے آپ کو ملی تھیں۔

امام سیوطیؓ کی تاریخ الخلفاء میں ایک سو چار حدیثوں کا ذکر موجود ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؓ نے ازالت الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی روایت کردہ تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

(۸) اسی طرح علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ شیخین حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی تازہ واقعہ پیش آ جاتا تو یہ دونوں شیخ پہلے کتاب اللہ میں غور کرتے۔ اگر اس میں مسئلہ کا حل مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اور اگر کتاب سے کوئی واضح بات نہ ملتی تو رسول اکرم ﷺ کی احادیث میں غور کرتے۔ اگر ان حضرات کو خود اپنے غور و خوض سے کوئی حدیث نہ ملتی تو لوگوں سے سوال کرتے۔ ”ہا علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فیه بقضاء“ یعنی آپ حضرات کو اس مسئلہ کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے کسی فیصلہ کا علم ہو یا آپ کے کسی قول یا فعلی اسوہ حسنة کا پتہ ہو تو پیش کیجئے۔ پناچہ یہ حضرات مختلف مواقع کی حدیثوں کو سناتے اور اس پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ عمل درآمد کرتے۔ (اعلام المؤمنین جلد اول ص ۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کتاب و سنت سے احتجاج فرماتے اور مسائل و قضیا کے لئے احادیث نبویہ کو بھیش میں نظر رکھتے۔ تم سک بالا احادیث اور قضیا بائن کے ائمہ و ائمبات کو علامہ ابن حزم نے پیش نظر رکھ کر حضرت ابو بکرؓ کا شادردی سعی

الا فتاہ صحابہ میں کیا ہے۔ اور مکفرین فی الفتاویٰ کے قریب آپ کو بھی قرار دیا ہے۔

از الہ وہم:

علامہ ذہبی نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ایک روایت لقیل کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ حدیثوں کو ناقابل اعتبار سمجھ کر جلا دیا تھا۔ اس پر مکفرین حدیث کو برداشت ہے۔ حالانکہ یہ روایت ہمیں صحیح نہیں ہے۔ اس کاراوی ابراہیم بن عمر مجہول ہے۔ خود حافظ ذہبی نے اس مرسل روایت کے آخر میں لکھ دیا ہے کہ ”فهذا لا يصح“ (یعنی یہ درست نہیں ہے)

امام ذہبی کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنا تبصرہ بالکل آخر میں درج میں کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے متعلق ایک حدیث لقیل کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔ ”هذا منقطع“ (تذکرہ الفتاویٰ جلد اول ص ۱۳۲) یعنی یہ حدیث منقطع ہے۔

اسی طرح جعفر بن محمد بن علی کی روایت کے آخر میں لکھا ہے ”هذا منقطع الاسناد“ (تذکرہ جلد اول ص ۱۵۸)

اسی طرح ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”هذا اسناد صحيح“ (تذکرہ جلد اول ص ۲۵) اسی طرح حافظ نوی کے متعلق ایک روایت پر آخر میں یہ کہہ کر تنتیہ کی ”ولم يصح“ (تذکرہ جلد دوم ص ۱۳۶) اسی طرح انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے مذکورہ واقعہ کے متعلق آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”فهذا لا يصح“

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں خود مکفرین حدیث کے خلاف ایک اندر ولی شہادت موجود ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے احادیث کے جس مجموعہ کو تلف کر دیا تھا وہ ان کے نزدیک قابل اعتقاد نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس فعل کے جواز میں فرمایا تھا۔ ”ولم يكن كما حدثني“ یعنی مجھے اندریشہ ہے کہ جو حدیثیں مجھ سے بیان کی گئی ہیں وہ واقعۃ اس طرح نہ ہوں۔ بنابر توڑع اور احتیاط یہ نے اس مشتبہ مجموعہ کو باقی نہیں رکھا۔ ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مبارک صاف طور سے تارہا ہے کہ آپ نے اس مجموعہ کو ناقابل اعتقاد سمجھ کر تلف کیا تھا۔ اس نے نہیں جلایا تھا کہ خدا خواستہ آپ حدیث نبی کے مکفر تھے۔ لیکن جیسا کہ ذہبی نے تصریح کی ہے یہ واقعہ ہی صحیح نہیں ہے۔

وہاں نہ ہم تھے اور نہ برق جو دیکھ سکتے کہ مجموعہ میں کس قسم کی حدیثیں ہیں۔ اور روایت کرنے والے کون تھے ان سب پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن جس قدر ظاہر ہے وہ صرف یہ کہ صدیق ابکؓ کے نزدیک وہ مجموعہ قابل اطمینان نہ تھا۔

اسی طرح حضرت امام بخاریؓ نے ایک موقع پر فرمایا: قد ترکت عشرۃ الاف حدیث لرجل فینظر و ترکت مثلها او اکثر منها لغیرہ لی فیہ نظر۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۵۶۸) یعنی ایک شخص کو میں نے قبل اعتراض پایا تو دس ہزار حدیثیں جو میں نے اس سے لی تھیں وہ میں نے چھوڑ دی اور اسی طرح ایک اور شخص کی روایتیں (جو تعداد میں اتنی ہی تھیں یا اس سے زیادہ) اس کو بھی چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ شخص ناقابل اعتقاد تھا۔ اب کیا کوئی شخص امام بخاریؓ کو اس احتیاط کے پیش نظر دشمن حدیث کہہ سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔

پس جس طرح دس ہزار حدیثوں کو متروک اور ناقابل اعتہد تھہر انے سے امام بخاریؓ پر حدیث دشمنی کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر چند ایک احادیث کو ناقابل اعتداد قرار دیئے اور ان کو تلف کر دینے سے حدیث دشمنی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ اقدام بالکل اسی طرح ہے جس طرح حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث نے مشتبہ اور مختلف قرائتوں کے ساتھ مخلوط قرآن مجید کے مجموعہ کو جلوادیا تھا۔

خلیفہ ثالثی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی احادیث کی اشاعت و روایت میں حد درجہ محتاط تھے۔ اُنہیں اس بات کا بہت خیال رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ ہمیشہ اس امر کا لحاظ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو بھی قول و فعل و مروی ہو

اس میں پوری صحت و صداقت کو پیش نظر کھا جائے۔ مگرین حديث نے آپ کی اس مختار روشن سے یہ نتیجہ نکالا کہ ”حضرت عمر“ بھی حضرت ابو بکرؓی طرح دشن حديث تھے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ مدیوں کو تلاش کر کے فاکر تر رہتے تھے۔ (دواسلام ص ۵۱) حضرت عمرؓ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ احادیث کو فاکر دیتے تھے یہ سرتاسر غلط ہے۔ کسی مستند تاریخ سے اس کی صحت کا ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن اگر بغرض محل یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ واقع درست ہے تو یہ کوئی ایسا مجموعہ ہو گا جو ان کے نزدیک قابل اعتقاد تھا۔ پس اگر ایسے کسی مجموعے کو حضرت عمرؓ باقی رہنے دیتے توامت میں اختلاف و شقاق کا موجب ہوتا۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ غلط اور مخلوق کے احادیث آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ ہوں اور بلا کمال تحقیق و تفییض کوئی روایت شائع نہ ہو۔ مگرین حديث فاروقؓ عظیمؓ کے حدیث دشن ہونے پر اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ جسے علامہ پیغمبرؓ نے مجمع الزوائد میں اور علامہ ذہبیؓ نے تذكرة الحفاظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بکثرت حديث میں کوئی روایت کرنے پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو مسعودؓ انصاریؓ کو مدینہ میں قید کر دیا تھا۔ اور ان کی یہ قید و بند کا سلسلہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت تک جاری رہا۔

لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ علامہ پیغمبرؓ مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں۔ ”قلت هذا امر منقطع و ابراهيم ولد سنة عشرين و لم يدرك من حياة عمر الا ثلاث سنين و ابن مسعود كان بالكونفة ولا يصح هذا عن عمر۔ (مجموع الزوائد ص ۵۹) یعنی ابراہیم کو (جو اس اثر کے راوی ہیں) حضرت عمرؓ کا مانہ نہیں ملا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت وہ صرف تین برس کے تھے۔ اس لئے ان کا حضرت عمرؓ سے روایت کرنا ممکن ہے۔ اس لئے یہ روایت بالکل ہی ناقابل قول ہے۔ علاوه ازیں معن بن عیسیٰ اور ذہبی کے درمیان کئی صدیوں کا فضل ہے۔ دوسرے سعید بن ابراہیم بھی جرح سے خالی نہیں۔ ابو درداء صاحب علم صحابی، ابو مسعود انصاریؓ صاحب کمال بدربی صحابی کے سزادے نے کادعہ بھی غلط ہے۔

دوسری بات اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت تک مدینہ میں ہی قید رکھا۔ اس کی تقدیم میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ تمام صحیح روایتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قیام کوفہ میں ثابت ہے۔ خود حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔ اور وہ کوفہ میں تعلیم سُنُن اور حکومت کی طرف سے عائد کر دے فرانکش کی ادائیگی میں برابر مشغول رہے۔ (تذكرة ص ۱۳ جلد اول و استیعاب ۳۶ جلد اول)

پس جب وہ کوفہ میں تھے تو مدینہ میں شہادت فاروقؓ تک مقید رہنے کی بات کیوں کر درست قرار دی جا سکتی ہے۔ پس بکثرت حدیثیں بیان کرنے کے جرم میں مقید ہو جاتا تھا کہ حقائق کی روشنی میں خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف علامہ پیغمبرؓ نے یہ کہہ کر ”ولا یصح هذا عن عمر“ اشارہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرف میں کامیاب انتساب غلط ہے۔ پس مگرین حديث کا اس قسم کی روایتوں کے بل بوجہ پر حضرت عمرؓ کو دشن حديث تحریر انسار تارد جل و فریب ہے۔

البیت حافظ سخاویؓ نے حضرت عمرؓ کے اس انتباہ کا ذکر فرمایا ہے جس میں فاروقؓ عظیمؓ نے حضرت کعب احبارؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کو اہل کتاب کے واقعات اور اسرائیلی روایات کے بیان کرنے پر سخت تنیبہ فرمائی تھی۔ حافظ سخاویؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”وقد منع عمر کعبا من التحدیث بذالک قائلًا له لترکه او لالحقنک بارض القردة و كذا النهي عن مثله ابن مسعود وغيره من الصحابة۔“ (فتح المغیث ص ۵۲)

پس اس قسم کی روایت کی تحدیث پر زجر و تنیبہ کو ”یاروں“ نے احادیث نبویہ کی ممانعت پر محول کر دیا۔ خدا نخواستہ اگر حضرت عمرؓ حسب بیان مگرین حديث دشن حديث ہوتے تو وہ خود احادیث کی روایت کیوں کرتے اور لوگوں سے احادیث نبویہ کیوں دریافت۔ فرماتے اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کو روایت حديث کی اجازت کیوں دیتے؟ حضرت عمرؓ کا منشاء انصباض روایت اور احتیاط فی الحدیث کے سوا

اور کچھ نہ تھا۔ اگر اسی کو ششیں مذکورین حدیث کے نزدیک حدیث کو مٹانے کے مترادف ہیں تو یہاں کامانہ اجتہاد ہے۔ اس آزادی کے دور میں درہ فاروقی نہیں ہے ورنہ فاروق اعظم پر حدیث دھنی کا افتراہ کا اصلی جواب درہ ہی تھا۔ پھر ہر مذکور حدیث چند دروں پر چلا گر اعلان کرتا (ذهب الذی کنت احده فی راسی) فاروق اعظم کا مقصد ان اعیانی ملی بند شوں سے صرف یہ تھا کہ نبی ﷺ کے تمام ارشادات اصلی حالات میں بغیر کسی اضافہ اور کسی نقصان کے دنیا کی رہبری کے لئے باقی رہبری میں اور کوئی صحابی فرمودات رسول میں کسی غلطی کا رہنمائی کر سکے۔ کسی لفظ کوئہ گھٹائے اور نہ بڑھائے۔ کنز العمال میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں احادیث کی روایت پر سخت قسم کی شرائط عائد تھیں اور ان سب کا منشاء یہ تھا کہ لوگ ہر قسم کی روایات بیان کرنے میں آزادی ہو جائیں۔

حضرت عمرؓ بیان روایت میں لوگوں کو اللہ کا خوف و ذر دلایا کرتے تھے تاکہ نبی کرم ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو واقعہ میں آپ سے ثابت نہ ہو۔ (منتخب کنز العمال جلد چہارم ص ۶۱)

اور اسی حقیقت کی طرف علامہ ذہبیؒ نے بایں الفاظ اشارہ کیا ہے ”ہو الذی سن المحدثین الشتب فی النقل و ربما کان یتوقف فی خبر الواحد اذار تاب۔ (تذکرہ جلد اص ۶) یعنی حضرت عمرؓ نے احادیث کے ضبط و حفظ اور روایات کے کمال ثبوت کا اس درجہ لاظر کا کہ تمام حدیث میں کے لئے آپ کا یہ طرز عمل ایک بہترین مسودہ بن گیا۔ حضرت عمرؓ کے تذکرے میں یہ واقعہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ بسا وقت آپ حدیث سن کر دوسرے صحابی کی تائید و تقدیم کا انتظار فرماتے۔ جب اطمینان بخش طریقہ پر ثبوت بہم پہنچ جاتا تو کمال شرح صدر کے ساتھ اس کو تسلیم کر لیتے۔

**صحیفہ عمرؓ**

خطیب بغدادیؒ نے کتاب الکفا یہ میں حضرت عمرؓ کے ایک ایسے صحیفہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے دستیاب ہوا تھا۔ اور جس میں حدیثیں درج تھیں۔ (فتح المغیث ص ۲۳۳)

حضرت عمرؓ کے کمال ضبط و احتیاط کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ان حدیثوں کو ہر طرح محفوظ کر لوجو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مردح تھیں۔ کیونکہ حضرت عمرؓ راویان حدیث کو کمال احتیاط کی تلقین فرمایا کرتے تھے، اور ان کو اس بات سے خوف دلاتے تھے کہ کوئی غلط چیز رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔

اگر حضرت عمررضی اللہ عنہ مذکورین حدیث ہوتے تو کوئی حدیث ان سے مردی نہ ہوتی۔ حالانکہ ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ نے مردیات عمومی تعداد ۵۳۷ تھائی ہے۔ (تلفیح فہوم اهل الائر لابن الحوزی ص ۱۸۴)

خلاصہ العذیب کے مؤلف نے حضرت عمرؓ کی مردیات کو ۵۳۹ لکھا ہے۔ جب خود حضرت عمرؓ سے اس قدر شدت احتیاط کے باوجود پانچ سو سے زائد احادیث مردی ہیں تو مذکورین حدیث کا حضرت عمرؓ کو دشمن حدیث قرار دینا سر تا پا جہالت و مثالات ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں اپنے محبوب رسول ﷺ کی شانِ القدس میں فرمایا تھا ہوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَنْذِلُوا عَلَيْهِمْ أَيْتِهِ وَبِزُكْرَبِهِمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْجَمْعَةُ وَإِذَا كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفْنِي ضَلَلُ مُؤْمِنُ۔ (الجمعہ: ۲) یعنی اللہ وہ ذات عالیٰ ہے جس نے ان پڑھوں میں اپنا ایک رسول ان ہی کی قوم سے مبوث فرمایا جو ان پر اس اللہ کی آیات پڑھتا اور ان کو برائیوں سے پاک کرتا ہے اور ان کو وہ کتاب اور حکمت کی تلمیز دیتا ہے اور وہ ان کی آمد سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں بدلاتے۔

اس آیت کریمہ میں جس چیز کو لفظ حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے یہ وہی چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں ”حدیث نبوی“ کہا جاتا ہے۔ ایک ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی منجاش نہیں ہے کہ حدیث نبوی حکمت کا ایک لا قابلی خزانہ ہے جو رسول نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنی امت کے حوالے فرمائے اور جسے امت نے پورے ذوق و شوق کے ساتھ اس طرح محفوظ رکھا جس طرح کہ قرآن مجید کے

کو محفوظ رکھا گیا۔ اس پارے میں ناظرین کرام بہت سی تفاصیل پختے بیانات میں ملاحظہ فرمائے ہیں۔ نیز صحابہ کرام خصوصاً حضرت سیدنا ابو بکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کا حال معلوم کرچے ہیں کہ وہ احادیث بنوی کے کس قدر دلادہ کس قدر محاطاً اور کتنے قدر دلادہ تھے۔ بعد کے زمانوں میں احادیث پر امت نے جس قدر توجہ دی ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک شہری باب ہے۔ چونکہ تدوین حدیث پر بیان چل رہا ہے اس لئے اچ اس کے متعلق مزید تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں۔ امید ہے کہ بغور مطالعہ فرمانے والے حضرات ان سے ایمان دلیقین کا بہت سا سرمایہ حاصل فرمائیں گے وہذا ہو المراد و ما توفیقی الا بالله۔

### تاریخ تدوین احادیث:

آستانی کے لئے ہم حدیث کے مرتب ہونے کے دور کو چار حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں تاکہ مفصل طور پر معلوم ہو سکے کہ ہر عہد میں احادیث بنوی کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں نے کیا کچھ محت و اور جانشنازی کی ہے۔ (۱) عصر رسالت ماتب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (۲) عهد صحابہ رضوان اللہ علیہم (۳) عهد تابعین رضوان اللہ علیہم (۴) تابعین کے بعد کا زمانہ۔

### عصر بنوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازا بعثت تا ۱۱۰ھ مدت ۲۳ سال:

عام انسانیت کی شب دیکھر کی نورانی صحیح جب وہ مجرماں افروز طلوع ہوا کتنی پر کیف تھی۔ اس کی حیات بخش کرنوں کی تاثیر سے بے حس ذرود میں بھی زندگی کروٹیں لیئے گئی۔ اس کی شوخ تجھیوں نے تشبیب و فراز صحراء کہ سار کو بقاعدہ نور بہادیا۔ خدا زدہ باغ ہستی میں سرمدی بہاریں پھر مستانہ دار جو منے لگیں اور انسان اپنا کھویا ہو ا مقام حاصل کرنے کے لئے پھر معروف تک دپونظر آنے لگا۔ دیا جان ہے کہ وہ نبی جس کی پہلی دعوت پر سار اعراب آگ بگولا ہو گیا اور آنکھوں میں غصہ و نفرت کے انکارے ناپنے لگے، جنہوں نے اس نبی کی آواز سننے سے اپنے کان بند کر لئے اور اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں مچ لیں جو اپنی پوری اجتماعی طاقت کے ساتھ اپنے گھروں سے بارہا تیر و سنان لے کر اسے مٹانے کے لئے نکلے تھے، کس طرح اس کے مشارہ پر جان عزیز تک شادر کرنے لگے۔ وہ ہستی جس کی ہر بات سے انہیں چڑھتی کس طرح ان کی عادات و ثناکل بلکہ احساں و تحمل کی محاسب بن گئی۔ صحابہ کرام کو جو عقیدت و نیازمندی محبت و شیشگی اس پیکر حسن و رعنائی جامع صفات انبیاء و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اس کی مثال میں عروہ بن مسعود ثقیقی نے صحابہ کی نیازمندیوں کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضور کریم ﷺ میں چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے عازم کہ ہوئے۔ حدیثیہ کے مقام پر پہنچ تو کفار کہ نے مزاحمت کی اور آگے جانے سے روک دیا اور مسلمانوں کی قوت کا جائزہ لینے کے لئے عروۃ بن مسعود ثقیقی کو مسلمانوں کی قیام گاہ پر بھیجا۔ عروہ طائف کار نیس تھا اور اسی کے اشارے پر طائف کی گیلوں میں نبی اکرم کی پنڈیلوں کو ابا شوہ نے پھر بارا کر لہو لہان کیا تھا۔ وہ ابھی تک مشرف بالسلام بھی نہیں ہوا تھا اس نے واپس آکر کفار کہ کو کہا۔

اس شخص سے صحیح کرلو اس کے مقابلہ کی تم میں تاب نہیں۔ میں قیصر روم، مسیحی ایران اور شاہ جہش کے درباروں میں گیا ہوں میں نے کسی رعایا کو اپنے بادشاہ سے وہ والہانہ محبت کرتے نہیں دیکھا جو میں نے اصحاب محمد میں دیکھی ہے۔ ان کی زبان سے کوئی حکم نہ تھا ہے تو سب بے تابانہ دار اس کی قیمتی پر کمرستہ نظر آتے ہیں۔ اگر وہ ضوکرتے ہیں تو پانی کے قطرے زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اپنے چہرہ پر مل لیتے ہیں۔ وہ تھوکتے ہیں تو اسے بھی وہ جسم پر مل لیتے ہیں۔ ان کی جامت کے بالوں کو بھی وہ محفوظ رکھتے ہیں جس قوم کو اپنے پیشوں سے اتنی محبت ہوا پر غالباً آنا تکن ہے۔

پر رائے کی عقیدت مدد کسی غیر جانبدار مبصر کی نہیں بلکہ اس دشمن کی ہے جس کی بہترین تمنا ہی تھی کہ مسلمان صفحہ ہستی سے حرفاً غلط کی طرح منادیے جائیں۔

اگرچہ صحابہ کی ہر ادای محبت مصطفویٰ کی غماز تھی لیکن محبت کی سرمسعیوں اور خود فراموشیوں کے جو مناظر میدان جنگ میں دیکھئے میں آئے وہ آج تک داشتہ ان عالم کے لئے ایک معنہ ہیں۔ مثلاً سترہ رمضان المبارک ۲ جبڑی کو بدر کے میدان میں حق و باطل کی پہلی نکر ہوئی۔ ایک طرف کفار کا مسلح لشکر تھا جس کی آتش غضب کو تیزی تر کرنے کے لئے دشیزگان عرب کی شعلہ نوازیاں تیل کا کام کر رہی تھیں۔ اور ہر صرف تین سوتیرہ اور وہ بھی نہتے جنہیں صرف محظوظ دو عالم کی دعاؤں کا ہمارا تھا۔ جنگ سے ایک روز پہلے آپ نے مجلس مشاورت طلب کی اور صحابہ سے جنگ کے متعلق دریافت فرمایا۔ مہاجرین نے عرض کی یا رسول اللہؐ ہم حاضر ہیں۔ آپ نے وسری دفعہ پھر پوچھا مہاجرین نے پھر یہی جواب دیا لیکن تیرسی بار پھر لب مصطفویٰ پر یہی سوال تھا تو اب انصار سمجھے کہ روئے خن ہماری طرف ہے۔ اس وقت حضرت مقداد اٹھئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! فداک ابی و امى آپ ہم سے خطاب فرمائے ہیں ہم قوم موی نہیں کہ جنگ کے وقت فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ہئنا قاعدون کہہ کر ٹال دیں۔ ہم تو حضور کے فرمان بردار ہیں اگر پہاڑ سے ٹکرانے کو کہیں تو نکلا جائیں، آگ میں کوئے کا حکم دیں تو کوئی جائیں اور اگر سمندر میں چھلانگ لگانے کا شارہ پائیں میں چھلانگ لگادیں جس سے آپ کی صلح اس سے ہماری صلح ہے اور جس سے آپ کی جنگ اس سے ہماری جنگ ہے۔

### احادیث نبوی یاد رکھنے کے بارے میں صحابہ کرامؐ کا شدید اہتمام:

یہ سن کر آنحضرتؐ کے لب جان بخش پر مسکراہٹ آئی۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جہاں ادب و احترام اور جانبازی و سرفروشی کا یہ عالم ہو، کیا ایسے پیارے پاک نبی کے الفاظ فراموش ہو سکتے ہیں۔ صحابہ کو حضورؐ کے ارشادات کی اہمیت کا پوچھا احساس تھا۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتے کہ حضورؐ کا کوئی حکم آپؐ کی کوئی حدیث ایسی نہ ہو جس کا نہیں علم نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؐ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ سے دو تین میل باہر ایک جگہ ایک انصاری بھائی حضرت عبان بن مالکؐ کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک روز میں بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا اور حضورؐ کے ارشادات سنتا اور شام کو واپس آ کر اسے سنادیتا۔ دوسرے روز وہ حاضر ہوتے اور میں کام و ہندا کرتا۔ اکثر صحابہ جو ہر روز حاضر نہ ہو سکتے ان کا بھی دستور تھا۔ اس کے علاوہ صحابہ کا ایک خاص گروہ تھا جنہیں اصحاب صد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کا کام بچھر تعلیم اور حاضری بارگاہ اقدس کے کچھ نہ تھا۔ وہ فرقہ فاقہ کی تختیاں خوشی سے برداشت کرتے، پھنسے چرانے کپڑے پہننے انہوں نے دنیا کے لذائذ کو خندہ پیشانی سے ترک کر رکھا تھا اور شب و روز مسجد نبوی میں رہتے، حضور کی احادیث سنتے اور انہیں یاد رکھتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی گروہ میں سے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی کثرت روایات کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

تم یہ خیال کرتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت کثرت سے حدیثیں حضور ﷺ سے بیان کرتا ہے، ہم سب کو بارگاہِ اللہؐ میں حاضر ہو نا ہے (اس لئے میں جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں) اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک مسکین آدمی تھا اور جو کچھ کھانا کو مل جاتا اس پر قاتعت کرتا اور ہمیشہ بارگاہ رسالت میں حاضر رہتا اور مہاجرین بازاروں میں تجارت کی وجہ سے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت کی وجہ سے مشغول رہتے۔ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو حضور نے فرمایا جو شخص جب تک میں اپنی بات ختم نہ کر لوں اپنی چادر بچھائے رکھے اور پھر اسے اکٹھا کرے تو اس کے بعد جو کچھ وہ مجھ سے نے گا وہ اسے نہیں بھولے گا۔ پس میں نے اپنی چادر بچھائی جو میں اوڑھے تھا۔ مجھے اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے میرے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس کے بعد میں نے حضور انورؐ کی زبان مبارک سے جو کچھ بھی سنا وہ مجھے فراموش نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ابو ہریرہ کو فرمایا تھا کہت الزمان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و احفظنا للحدیث۔ اے ابو ہریرہ تجھے ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میسر آئی اور تجھے حضور کی احادیث ہم سے زیادہ یاد ہیں۔ ان کے علاوہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد خاص کوشش سے احادیث نبوی یاد کیا کرتی تھی۔ چنانچہ امام المؤمن بن عائشہ صدیقہ عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا شمار حفاظت سنت میں ہوتا تھا۔

## سنت نبوی کو یاد کرنے والوں کے لئے دعائے نبوی:

مزید برآں نبی کریم ﷺ نے بارہا پنے صحابہ کو تاکید کی اور انہیں شوق دلایا کہ وہ آپ کے ارشادات اور خطبوں کو یاد کریں اور پھر انہیں دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں آپ نے دعا فرمائی جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امراً سمع مقالتی فوعاها فاواعها کما سمعها رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو پر نور کرے جس نے میری بات سنی، پھر اسے خوب یاد کیا اور اس کے بعد ہی سنا دیے ہی دوسرے لوگوں تک پہنچادیا۔ جیسے الوداع کے موقع پر جب ایک لاکھ سے زائد فرزندان توہید جمع تھے تو نبی اکرم ﷺ نے جو شہرہ آفاق خطبہ دیا اس کے چند آخری جملے ملاحظہ ہوں۔

وقال فان دمائکم و اموالکم و اعراضکم عليکم حرام كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا و ستلقون ربکم فيصالکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدى ضلا لا يضر ببعضکم رفاب بعض الا ليبلغ الشاهد الغائب فعلل بعض من يبلغه ان يكون اوعي له من بعض من سمعه۔

یعنی حضور نے فرمایا ہے تک تہماری جائیں، تمہارے اموال اور تمہاری آئروں میں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس مبارک ماہ کا اس مقدس شہر (لکھ) میں یہ روز سعید (تم) اپنے رب سے عقریب ملوگے اور وہ ذوالجلال تمہارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ وہ یو خبردار اکہیں میرے پیچھے پھر گراہ نہ ہو جاتا اور ایک دوسرے کی گردنوں کو نہ کاٹنا۔ کان کھول کر سنو! جو اس جگہ موجود ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ یہ احکام ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس وقت موجود نہیں۔ ممکن ہے جن لوگوں کو یہ احکام پہنچائے جائیں وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے اور سمجھ دار ہوں۔

حضور کریم کے اس ارشاد الا لیبلغ الشاهد الغائب سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضور اپنے ارشادات کو یاد کروانے والے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے لکھتی سنت تاکید فرماتے تھے کیونکہ قرآن و سنت نبوی کا چوپی دامن کا ساتھ ہے اور ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن ہے اور دین کے مختلف حضور کریم نے جو کچھ تعلیم دی اس میں اپنی خواہش اور ارادے کا کوئی دھل نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اس بات کو جو قرآن نے بار بار دہرائی ہے اپنے اس ارشاد میں واضح فرمادیا تاکہ کسی کو تک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ فال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم شیشیں لئے تضلوا بعدہما کتاب اللہ و سنتی و لئے یعنی رضا على الحوض ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر ان پر عمل پیرا رہے تو ہرگز گراہ نہیں ہو گے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور میری سنت۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض پر دونوں ایک ساتھ وارد ہوں۔ اس مضمون کی بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں جن میں حضور اکرم نے صحابہ کرام کو اپنے اقوال و احادیث کو یاد کرنے اور آئندہ آنے والی نسلوں تک اس امانت کو پہنچانے پر بہت زور دیا ہے۔

### عصر رسالت میں حدیث کی کتابت:

عصر رسالت مآب میں اگرچہ احادیث نبوی کا حفاظت کی دار و مدار اکثر قوت یاد و حفظ پر تھا لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی قطعاً غلط ہے کہ اس زمانہ میں حضور کے ارشادات بالکل قلمبند کئے ہی نہیں گئے۔ اسی شہادتیں کثرت سے ملتی ہیں کہ بارہا آپ نے خود کی مسائل کو اپنی تحریکی میں لکھا یا اور کئی صحابہ کو جن کو لکھنے کی پوری مہارت تھی انہیں احادیث کو ضبط کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی چنانچہ علامہ ابن قیم علیہ الرحمۃ اپنی کتاب زاد المعاد میں ان والا ناموں کا جو آپ نے اہل اسلام کو تحریر فرمائے تو کر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ((فمنها

كتابه في الصدقات الذي كان عند أبي بكر و كتبه أبو بكر لانس بن مالك لما و جهه إلى البحرين و عليه عمل الجمهور و منها كتابه إلى أهل اليمن وهو الكتاب الذي رواه أبو بكر بن عمرو بن حزم عن أبيه عن جده . وهو كتاب عظيم فيه أنواع كثير من الفقه في الرذكرة والديات والاحكام وذكر الكبائر والطلاق و العتاق و احكام الصلوة في الثوب الواحد والاحتباء فيه و مس المصحف و غير ذلك قال الإمام أحمد لاشك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتبه و اختج الفقهاء كلهم بما فيه من مقادير الديات و منها كتابه إلى بنى زهير و منها كتابة الذي كان عند عمر بن الخطاب في نصب الرذكرة و غيرها ))

ترجمہ: ان گرائی ناموں میں سے جو رحمت عالم ﷺ نے احکام شرعی کے متعلق مختلف لوگوں کو ارسال فرمائے چند ایک یہ ہیں -

(۱) ایک گرائی نامہ زکوٰۃ کے متعلق تھا جو خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کے پاس محفوظ تھا۔ اس کو آپؐ کے حکم سے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت انس بن مالک کے لئے لکھا تھا جب انہیں بھریں کی طرف روانہ کیا اور آج جمہور علماء کا علی اسی خط کے مطابق ہے (۲) ایک گرائی نامہ اہل میکن کی طرف ارسال کیا یہ وہ خط ہے جسے ابو بکر (تابعی ہیں) نے اپنے والد عمر سے اور انہوں نے اپنے والد حزم سے روایت کیا اور یہ بہت ہی عظیم الشان خط ہے اس میں اسلام کے کثیر التعداد مسائل درج ہیں (زکوٰۃ) دیت اور احکام کے علاوہ کبیرہ گناہوں 'طلاق' غلاموں کی آزادی 'ایک کپڑا میں نماز پڑھنے' ایک ہی کپڑا اڑھنے 'مصحف کو چھونے وغیرہ کے مسائل مذکور ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں کہ یہ خود آپؐ نے لکھوایا ہے اور تمام علماء اس خط میں درج شدہ دعویوں کی مقدار پر عمل پیرا ہیں (۳) ایک گرائی نامہ وہ ہے جو بنی زہیر کو بھیجا گیا۔ (۴) اور ایک وہ ہے جو خلیفہ مانی حضرت عمر فاروقؓ عظم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس میں زکوٰۃ کے نصاب اور دوسرے امور کے متعلق احکام تھے۔ عہد رسالت میں جو حضرات احادیث طیبہ کو قلمبند کیا کرتے تھے ان میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر کے متعلق تو حضرت ابو ہریرہ کے اس قول سے واضح ہوتی ہے، آپؐ سے مردی ہے ما من اصحاب النبي احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد الله بن عمر فانه کان یکب ولا اکب (الا صابہ فی معرفة الصحابة لابن حجر ج ۲ ص ۲۰۳) ترجمہ: صحابہ کرام میں سے مجھ سے زیادہ نبی کریم سے کسی نے احادیث روایت نہیں کیں سوائے ابن عمر کے کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق تو تصریح ملتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپؐ کو اپنے ارشادات تحریر کرنے کی صرف اجازت میں بخشی بلکہ ان کی حوصلہ افرائی بھی فرمائی تھی۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال كتب كل شئي اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتني قريش فقالوا انك تكتب كل شئي تسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم و رسول الله يشربتكلم في الخصب فامسكت عن الكتاب فذكرت ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال "اكتب فوالذى

نفسى بيده ما خرج مني الا الحق رواه الإمام احمد۔ (تفسير ابن كثير و النجم ج ۴ ص ۲۴۷)

یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان پاک سے جو لفظ سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا اس ارادے سے کہ اسے یاد کروں گا لیکن قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے جو سنتے ہو وہ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ تو بشر ہیں کبھی غصہ میں بھی بیکھ فرمادیتے ہیں (ان کی اس بات سے متاثر ہو کر) میں نے لکھنا ترک کر دیا پھر میں نے اس چیز کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا تو آپؐ نے فرمایا جو مجھ سے ستو ضرور لکھا کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے سوا اور کچھ نہیں لکھتا۔

اس حدیث میں دو لئے خاص طور پر قبل غور ہیں ایک تو حضرت عبد اللہ کا یہ کہنا کہ میں اس لئے لکھتا تھا کہ اسے یاد کروں جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں احادیث بنوی کے یاد کرنے کا عام و لولہ تھا اور اس کے لئے وہ اپنی طرف سے ہر امکانی کوشش کرتے تھے اور دوسرا ان کو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صریح حکم "اکتب" کہ ضرور لکھا کرو اور ساتھ ہی اس حکم کی وجہ بھی بیان فرمادی و ما خرج منی الا الحق کہ میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

اگر مندرجہ بالا تصریحات کو صرف دین کی تاریخی تسلیم کریا جائے جس سے منکرین سنت کو بھی انکار نہیں تو کیا ایک منصف پر یہ حقیقت مہر نیم روز کی طرح عیا نہیں ہو جاتی کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کو لا اور اس نہیں چھوڑا جیسے ان لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی ہے بلکہ اس کی حفاظت اس کی تبلیغ اور اس پر کاربنڈر ہنے کے لئے صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والی امت کو نہایت واضح اور صریح انداز سے حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے اپنے آقا اور بادی کے تمام ارشادات کو یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے اپنی انتہائی کوششیں صرف کیں۔ جن احادیث میں قرآن کریم کے بغیر کچھ اور لکھنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مخاطب عام لوگ ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب عام طور پر لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ سب سے پہلے اسلام نے ان کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ فن کتابت ان کے لئے انوکھا فن تھا جس میں مشاق اور پختہ ہونے کے لئے کافی مشق اور مہارت کی ضرورت تھی۔ اگر سنت بنوی کو لکھنے کی عالم اجازت دی جاتی تو اس سے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں نو آموزی کے باعث آیات قرآنی کے ساتھ احادیث کا اختلاط نہ ہو جائے اس خطرہ کے انسداد کے لئے عوام الناس کو روکا گیا لیکن جو اس فن میں مہارت اور کمال حاصل کر چکے تھے انہیں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا کہ وہ اکتب' ما خرج منی الا الحق ضرور لکھو جو مجھ سے سنو کیوں کہ میں ہمیشہ حق اور حق بات ہی کہتا ہوں۔ حق ہے و ما ینطق عن الھوی ان ہو الا وحی یوحی۔

### دور صحابہ کرام:

جب تک آفتاب نبوت خود عالم افرزو رہا اس وقت تک تو صداقت کے ساتھ آمیر ش کذب کا امکان نہ تھا لیکن حضور کے انتقال کے بعد مسلم معاشرہ میں عناصر پر مشتمل تھا۔ ایک تو وہ خوش نصیب تھے جو ایک مدت تک فیض صحبت سے بہرہ اندوز رہے، جن کی آنکھیں مشاہدہ جمیلی سے روشن تھیں اور دل جذبات محبت بنوی سے معور۔ جس طرح پانی کا قطرہ آغوش صدف میں رہ کر دریم بن جایا کرتا ہے اسی طرح رسالت مآب کے آغوش تربیت میں رہنے سے ان کے اندر ایسا انقلاب پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دنیا میں عدل و انصاف اور حق و صداقت کی جستی جاتی تصویر تھے۔ دوسرا غصر نو مسلموں کا جو زیادہ طور پر عرب کے بادیہ نہیں اعراب اور ہمسایہ ممالک کے باشندے تھے۔ انہیں فیض صحبت سے زیادہ فیض یا ب ہونے کا موقع نہیں ملا تھا اس لئے وہ اسلام کے اصول و قواعد کی روح سے پورے طور پر مانوس نہ ہوئے تھے اور تیرا عمر مباریے آئیں منافقین کا تھا جو مسلمانوں کی مخلکات میں اضافہ کرنے کے لئے کوئی موقعہ تھا سے نہیں جانے دیتے تھے قرآن کریم عہد رسالت میں اکثر صحابہ نے حفظ بھی کر لیا تھا اور کھجور کے پتوں اور چیزوں کے گلوکوں پر متفرق طور پر لکھ بھی لیا گیا تھا لیکن جنگ یمانہ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تو حضرت عمر رض کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر جنگوں میں حفاظ قرآن کی شہادت کی سیبی رفتار ہی تو کوئی حافظ قرآن باقی نہ رہے گا اس کا ذکر انہوں نے ظیفہ وقت حضرت صدیق اکبر رض سے کیا۔ باہمی مشورہ کے بعد قرآن کریم کو بیجا جمع کرنے کا اہم کام حضرت زید بن ثابت کے سپرد کیا گیا۔ اس طرح فاروق رض اعظم کے تدریسے قرآن کو ہمیشہ کے لئے تحریف و تبدل سے محفوظ کر دیا۔

### عہد خلافتِ راشدہ میں روایت حدیث میں سخت احتیاط:

احادیث کے متعلق بھی خلافت راشدہ میں سخت اہتمام تھا تاکہ کوئی منافق اپنی فطری بدباطنی یا کوئی نو مسلم اپنی کم علمی اور ناؤاقعی کے باعث غلط بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کر دے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات صحابہ کبڑے سے بھی بختنی سے احادیث کی

صحت کے لئے باز پرس کی جاتی۔ مثلاً

(۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اپنے پوتے کے درشت کا مطالبه کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں دادی کا حصہ قرآن میں بھی نہیں پاتا اور نہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دادی کا حصہ کچھ مقرر فرمایا۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ اشٹے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت دادی کو چھٹا حصہ دیتے۔ آپ نے دریافت کیا کوئی اور بھی ہے جس نے رسول کریمؐ سے ایسا نہ ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہ اشٹے اور حضرت مغیرہ کی تصدیق کی تب صدیقؓ اکبر نے رسول کریمؐ کے حکم کے مطابق اس عورت کو اس کے پوتے کا درشت دیا۔ (نذر کراحت الحفاظ)

(۲) ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؐ نے فاروقؓ عظیم کو باہر سے تین دفعہ سلام کیا لیکن جواب نہ ملا اور آپ و اپنے لوٹ آئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بلوا بھیجا اور لوٹ جانے کی وجہ پوچھی۔ ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین دفعہ سلام کہے اور اسے صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو وہ خواہ خواہ اندر جانے پر مصروف ہو بلکہ و اپنے لوٹ جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو اس حدیث کی صحت پر گواہ پڑیں کرو ورنہ تمہاری خبر لوں گا۔ وہ صحابہ کے پاس واپس گئے تو ان کے چہرہ پر ہوا نیا اڑ رہی تھیں۔ صحابہ نے وجہ پوچھی تو سارا ما جوہ کہہ سنایا۔ صحابہ نے کہا کہ ہم نے بھی آنحضرت سے یہ حدیث سنی ہے۔ چنانچہ ایک شخص ان کے ساتھ گیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے ابو موسیٰ اشعریؐ کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی وجہ بھی بیان فرمادی قال عمرانی لِمَ اتَهُمْ مُّهِمْ کرنے کا نہ تھا خوبیت ان یتقویں الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو موسیٰ میرا ارادہ تمہیں مُهِمْ کرنے کا نہ تھا لیکن میں نے اس خوف سے اتنی سختی کی تاکہ لوگ بے سرو پا باتیں آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرنے لگیں۔ اسی طرح بہت سی دیگر روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ خلفاء راشدین کثرت روایت سے لوگوں کو منع بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اگر کوئی اسی حدیث بیان کی جاتی جس کا آپ کو علم نہ ہوتا تو آپ راوی سے قسم لیتے۔ یہ ساری تدابیر اس لئے عمل میں لائی جاتیں تاکہ کسی طرح حضور ﷺ کی احادیث کے ساتھ دیگر اقوال کی آمیزش نہ ہونے پائے لیکن ان احتیاطی تدابیر سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ خلفاء کو احادیث کی صحت کے متعلق یقین نہ ٹھایا وہ احادیث پر عمل سے گزیر کرنا چاہتے تھے افراء محظی اور بہتان صریح ہے۔ ان کی ساری زندگیاں اطاعت رسول کریمؐ میں بسر ہوئیں۔

حضرت صدیقؓ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ عام میں نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک تصریح فرمادی اطیاعونی ما اطمعت اللہ و رسولہ فاذا عصیت اللہ و رسولہ فلا طاعة لی علیکم (بخاری و مسلم) ترجمہ: جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم بھی میری اطاعت کرتے رہو اور جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریمؐ کی نافرمانی کرنے لگوں تو اس وقت تم میری اطاعت کے پابند نہیں ہو۔ اس سے میں اور روشن دلیل اور کیا ہو گی؟ حضرت صدیقؓ اکبرؓ تو خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد اپنی اطاعت کو اطاعت رسولؓ سے مشروط کرتے تھے میں۔ ان سے بہتر اور کوئی ہم اپنے نبی پاک کی سنت کو ترک کر کے اس کے احکام کی پابندی کریں اور اسے ہی قرآنؓ نبی کا تقاضا۔ سمجھیں کیا یہ حضرات حضرت صدیقؓ سے بھی زیادہ قرآنؓ کو سمجھنے کے مدی ہیں؟

### عہد فاروقی میں تعلیم سنت کا نظام:

عہد فاروقی میں تو احادیث نبوی کی نشر و اشاعت کا اس قدر اہتمام کیا گیا جس کے لئے ساری امت ان کی شرمندہ احسان ہے۔ مملکت اسلامی کے گوش گوش میں حدیث کی تعلیم کے لئے ایسے صحابہ کو روشن کیا جن کی پچھلی سیرت اور بلندی کردار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفایم تحریر فرماتے ہیں۔

چنانکہ فاروق اعظم عبد اللہ بن مسعود را باجھے کوفہ فرستاد و مغلل بن یسار و عبد اللہ بن مغلل و عمران بن حسین را بہ بصرہ و عبادہ بن صامت والبودر داء راشام وہ معاویہ بن سفیان کہ امیر شام بود قد غنی میں نوشت کہ از حدیث ایش تجاوز نہ کند۔

ترجمہ: تعلیم القرآن و سنت کے لئے حضرت فاروق اعظم نے عبد اللہ بن مسعود کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا اور مغلل بن یسار و عبد اللہ بن مغلل و عمران بن حسین کو بصرہ اور عبادہ بن صامت اور البودر داء کو شام امیر معاویہ کو جو اس وقت شام کے گورنر تھے، سخت تاکیدی حکم لکھا کہ یہ حضرات جو احادیث بیان کریں ان سے ہرگز تجاوز نہ کیا جائے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین: حضرت عمر نے اہل کوفہ کو ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا۔ اُنیٰ قد بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا و عبد اللہ بن مسعود معلمًا وزیرا و هما من النجباء من اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم و من اهل بدر۔ ابھما و اسمعوا و قد آثرتكم بعد الله بن مسعود على نفسی (تذكرة الحفاظ) ترجمہ: میں تمہاری طرف عمار بن یاسر کو امیر بنا کر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجیں رہا ہوں اور یہ دونوں حضور کریم ﷺ کے برگ ترین صحابہ میں سے ہیں اور بدربی ہیں۔ ان کی پیروی کرو اور ان کا حکم مانو۔ عبد اللہ بن مسعود کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنے نفس پر ترجیح دی ہے۔

علامہ خضری نے تاریخ التشریع الاسلامی میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ و قد نام فی الكوفة يأخذ عنه اهلها۔ حدیث رسول اللہ ﷺ هو معلمهم و قاضیهم۔ یعنی اس کے بعد حضرت ابن مسعود متک کوفہ میں قیام پذیر ہے اور وہاں کے باشندے ان سے احادیث نبوی سیکھتے رہے۔ وہ اہل کوفہ کے استاذ بھی تھے اور قاضی بھی۔ حضرت فاروق نے جب بصرہ کی امارات پر حضرت ابو موسیٰ الشعراً کو مقرر کیا اور وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنے آنے کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان کی۔ بعضی عمر الیکم لاعلمکم کتاب ربکم و سنته نبیکم (الدارمی) ترجمہ: مجھے حضرت عمر نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ میں تم کو تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کی تعلیم دوں۔ اسکے علاوہ حضرت عمر جب بھی صوبوں کے حکام اور قضاۃ اور عساکر اسلامیہ کے قائدوں کو خط لکھتے تو انہیں کتاب اور سنت نبوی پر کاربند رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ آپ کا ایک تاریخی خط ہے جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ الشعراً کو ارسال کیا۔ اس میں قاضی کے واجبات اور مجلس قضاۃ کے آداب کو جس حسن و خوبی اور تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر اسے اسلام کا بدترین دشمن بھی پڑھے تو جھوم جائے دیگر امور کے علاوہ آپ نے انہیں یہ بھی تحریر فرمایا۔ ثم الفهم الفهم فيما خفی الیک معاورد عليك ما ليس فی قرآن ولا سنته ثم قائل الامور عند ذالك (اعلام الموقعين ج ۱ ص ۷۲) ترجمہ: ان واقعات جن کے لئے تمہیں کوئی حکم قرآن اور سنت میں نہ لے فیصلہ کرنے کے لئے عقل اور سمجھ سے کام لو اور ایک چیز کو دوسرا پر قیاس کیا کرو۔ آپ کا ایک اور مکتوب ہے جو قاضی شریح کو روانہ کیا گیا۔ اس میں آپ ان کے لئے ایک صلاح مقرر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اذا اتاک امر فاقض بما فی کتاب اللہ فان اتاک ما ليس فی کتاب اللہ فاقض بما سن فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الموافقات لللامام شاطبی ج ۴ ص ۷) ترجمہ: جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اگر کوئی ایسا وارد درپیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم اپنے عہد خلافت میں جب حج کرنے کے لئے گئے تو مملکت اسلامیہ کے تمام والیوں کو حکم بھیجا کر وہ بھی حج کے موقعہ پر حاضر ہوں۔ جب وہ سب بحیث ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر نے ایک تقریر فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آپ نے کہا: اے لوگو! میں نے تمہاری طرف جو حکام بھیجے ہیں وہ اس لئے نہیں بھیجے تاکہ وہ تمہیں زد و کوب کریں اور تمہارے اموال تم سے چھینیں میں نے انہیں صرف اس لئے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ وہ تمہیں تمہارا دین اور تمہارے بی کیم کی سنت سکھائیں۔ حکام میں سے اگر کسی نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو تو پیش کرو۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے میں اس حاکم سے قصاص لئے بغیر نہیں رہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب و کریم رسول کی سنت کی نشر و اشاعت اور تمام قلمرو اسلامی میں اس پر بختنی سے عمل کرانے کی جو مسائی کیسی یہ اس کا نہایت ہی مختصر خاکہ ہے لیکن کم از کم اس سے یہ حقیقت تو ہو یہ اہو جاتی ہے کہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ رسول اکرم کی اطاعت امت پر قیامت تک فرض ہے اور اسی میں ان کی ترقی عزت اور بیعت کا راز پہنچا ہے۔ اسی نئے تو آپ نے ملک کے گوشہ گوشہ میں جلیل القدر صحابہ کو بھیجا کر وہ لوگوں کو ان کے رسول کی سنت کی تعلیم دیں اور حکام کو بار بار ابتداء سنت کے لئے مکتوبات روانہ کئے۔

مذکورین سنت کہتے ہیں کہ حضور کی اطاعت فقط حضور کی ظاہری زندگی تک فرض تھی۔ اس کے بعد امت پر حضور کی اطاعت ضروری نہیں۔ حیرت ہے کہ اس امر کی طرف نہ تو قرآن نے اشارہ کیا، نہ اللہ کے رسول نے اور یہ راز نہ تو علماء راشدین کو سمجھ آیا اور نہ دوسرے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرصہ دراز نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں بس رکیا اور جن کی موجودگی میں سارا قرآن نازل ہوا آخر یہ راز سربستہ چودہ سو سال کے بعد ان حضرات پر کیے مکشف ہو گیا۔

### کیا حضرت عمرؓ نے بعض صحابہ کو کثرت روایت کی وجہ سے قید کیا تھا؟

مذکورین سنت صحیح اور مستند احادیث کو توانے سے گریزاں ہیں لیکن اگر کہیں کوئی غلط اور موضوع روایت ایسی ملتی ہے جس سے ان کے ملک کو کچھ تقویت پہنچتی ہو تو اسے اس دلوقت سے بیان کرتے ہیں جیسے انہوں نے اتنی صدیوں کی مسافت طے کر کے اس روایت کو خود اپنے کافلوں سے سنا ہو۔ یہ انسان کے ضعف اور اپنی اہواء سے بہت جلد مغلوب ہونے کی کھلی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف وہ ایسی بے سر و پا باتیں منسوب کرتے ہیں جنہیں سن کر انسان تصور حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر لوگوں کو احادیث بیان کرنے سے روکا کرتے تھے اور جو لوگ احادیث کو بکثرت بیان کرتے ان کو آپ نے قید بھی کر دیا تھا۔ آئیے ذرا ان کے اس دعویٰ کا بھی سراغ لگائیں کہ اس میں کہاں تک صحت ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو روایت حدیث سے منع کر دیا تھا۔ حالانکہ اس بات کی پاس کوئی قابل اعتبار سند نہیں۔ اس کے بر عکس صحیح روایت سے یہ ثابت ہے۔ روی ان عمر قال لابی هریرہ حين بدأ يكتب من الحديث اكتت معنا حين كان صلى الله عليه وسلم في مكان كذا؟ قال نعم سمعته صلى الله عليه وسلم يقول: من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار۔ فقال له عمر أما اذا ذكرت ذلك فادهب فحدث. ترجمہ: جب حضرت ابو ہریرہؓ نے کثرت سے احادیث بیان کرنی شروع کیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا تم ہمارے ساتھ تھے جب رحمت عالمیان ﷺ فلاں مکان میں تشریف فرماتھے؟ تو ابو ہریرہؓ نے جواب دیا ہاں میں نے حضور کو یہ فرمائی تھا کہ ”جس نے مجھ پر دانتہ جھوٹ بولا اس نے اپنا مکھتا آگ میں بنایا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تجھے آنحضرت کا یہ ارشاد یاد ہے تو جاؤ لوگوں کو احادیث بیٹھ نبوي سناو کیونکہ جسے یہ فرمان نبوي یاد ہو وہ کبھی جھوٹی حدیث بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ دوسرا لازم جو فاروق اعظم پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین بزرگ صحابہ ابن مسعودؓ ابو رداء اور ابو زورؓ کو نظر بند کر دیا کیونکہ وہ احادیث بہت کثرت سے بیان کرتے تھے۔

اس روایت کو دیکھتے ہی پڑتہ چل جاتا ہے کہ یہ روایت بے نیاد ہے کیونکہ اگر کثرت بیان احادیث سے ان کو قید کر دیا تو اور صحابہ کرام جو ان سے بھی زیادہ احادیث بیان کرتے تھے مثلاً ابو ہریرہؓ ان کے اپنے صاحبزادے عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباس وغیرہم ان کو گرفتار کیوں نہیں کیا۔ دوسرا یہ کہ ابوذر کا شمار تو ان صحابہ میں ہے ہی نہیں جن سے احادیث کثرت سے مردی ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود اور ابو رداء کو تو خود حضرت عمرؓ نے عراق اور شام میں روانہ کیا تاکہ لوگوں کو احادیث بیٹھ نبوي سکھائیں۔ پھر انہوں نے کون سا صورت کیا کہ ان کو قید کر دیا گیا۔ یہ تمام امور حضرت فاروق ایں جلیل القدر اور رفیع المرتبت ہستی سے بالکل بعید ہیں۔ جس کو آپ کی زندگی کے احوال پر معمولی سی

بھی آگاہی ہے وہ بلا ادنیٰ تامل فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ روایت جس کا سہارا ان حضرات نے لیا ہے، بے جان اور بے بنیاد ہے۔ اگر آپ اس پر اکتفاء نہیں کرتے تو ایک بے لالگ فقاد کا قول سننے۔ ابن حزم فرماتے ہیں  
ان الخبر فی نفسه ظاهر الکذب والتولید۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اس خبر کا کاذب اور موضوع ہونا بالکل ظاہر ہے۔  
**حصول احادیث کے لئے عام صحابہ کرام کا شوق:**

صحابہ کرام کو حصول حدیث کا اس قدر شوق اور اس کی صحت کا اس قدر اہتمام تھا کہ شائعین علم میں ان کی نظر نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر دو واقعیتیں پیش کرتا ہوں۔ (۱) حضرت ابوالیوب انصاری جنہیں مدینہ طیبہ میں رسول کریم ﷺ کی پہلی میربانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ نے ایک حدیث اپنے محبوب کریم سے سنی تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ انہیں اس حدیث کے صحیح الفاظ میں کچھ اشعاہ سا ہو گیا۔ اس وقت ان کے علاوہ فقط ایک اور صحابی عقبہ بن عامر زندہ تھے جنہوں نے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی تھی اور وہ مصر میں تھے۔ حضرت ابوالیوب عازم مصر ہوئے، اُنکی ودق سحر اُوں اور شخص منزلوں کو طے کرتے ایک ماہ بعد مصر پہنچے۔ انہیں حضرت عقبہ کی جائے ربانش کا پہنچہ نہ تھا اس لئے پہلے مسلمہ بن خلد انصاری امیر مصر کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں پہنچتے ہی ان سے کہا کہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی جو صحیح عقبہ کے مکان تک پہنچا دے۔ چنانچہ ان کے ہاں پہنچے۔ انہیں خبر ہوئی تو وہ دونوں دوڑے آئے اور فرط اشیاق سے گلے لگا لیا اور تشریف آوری کی وجہ پر چھپی۔ حضرت ابوالیوب نے جواب دیا کہ مومن کی پر وہ داری اور عیب پوشی کے متعلق جو حدیث تم نے آپ سے سنی ہے، فقط وہ پر چھپنے آیا ہوں۔ عقبہ کہنے لگے۔

سمعت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول من ستر مؤمناً فی الدنيا على عورة ستره اللہ يوم القيمة میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دنیا میں کسی مومن کے عیب کو چھپایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپا دے گا۔

حضرت ابوالیوب نے سن کر تقدیق کی اور فرمایا مجھے اس حدیث کا پہلے بھی علم تھا لیکن مجھے اس کے الفاظ میں وہم سا ہو گیا تھا اور میں نے گوارانہ کیا کہ تحقیق سے پہلے لوگوں کو یہ حدیث سناؤ۔ سبحان اللہ! کمال احتیاط کیا اونکا نہ ہے۔ ایک حدیث میں ذرا سا وہم ہو گیا فقط اس کے ازالہ کے لئے اتنا مبالغہ اغتیار کیا اور حدیث سننے کے بعد اسی روز اپنی سواری پر سورا ہو کر مراجعت فرمائے مددیہ ہو گئے۔ (یعنی، فتح الباری)

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ کو پڑھا کہ ایک شخص کے پاس آں حضرت ﷺ کی حدیث ہے اور وہ آج کل شام میں مقیم ہے۔ اسی وقت ایک اونٹ خرید اور شام کی طرف جل پڑے۔ پورے ایک مہینہ کے سفر کے بعد شام پہنچنے اور اس صحابی کے مکان پر جن کا نام عبد اللہ بن انس تھا گئے۔ حضرت جابر کا نام سننے ہی باہر آئے اور ان سے بغل گیر ہوئے۔ حضرت جابر کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس حضور کریم کی ایک حدیث ہے۔ جو میں نے سنی نہیں ہے اور مجھے انہیں ہوا کہ کہیں اس کے سننے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک نہ کہنا پڑے۔ اس نے جلدی جلدی آیا ہوں تاکہ میں آپ سے وہ حدیث حاصل کروں۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چیزاو بھائی تھے اور ہر وقت بارگاہ رسالت میں مسروف خدمت نظر آتے۔ حضور نے بارباالن کے لئے یہ دعا فرمائی تھی اللهم فقهہ فی الدین اے اللہ اے دین کی سمجھ عطا فرم۔ آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور اور اُن غفارقات دے گئے لیکن صحابہ کریم موجود ہیں انہیں سے کسب علم کریں۔ وہ بولے کہ اتنے اکابر صحابہ کی موجودگی میں کسے کیا پڑی ہے کہ وہ آکر ہم سے مسائل دریافت کرے۔ میں نے ان کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور حصول علم پر کمر باندھلی۔ جس سے متعلق مجھے علم ہوتا کہ اس نے کوئی حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی ہے تو اس کے پاس جا کر وہ حدیث سنتا اور یاد کر لیتا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا تو وہ سور ہے ہوتے۔ اپنی

چادر ان کی چوکھت پر رکھے ہیں جو رہتا اور بسا اوقات گرد و غبار سے میرا چوڑہ اور جسم اٹ جاتا۔ جب وہ بیدار ہوتے اس وقت ان سے وہ حدیث سنتا۔ وہ حضرات کہتے ہیں کہ آپ تو محجوب خدا کے برادرِ عالم زاد ہیں، آپ نے یہاں آنے کی رحمت کیوں اٹھائی ہیں یاد کیا ہوتا ہم آپ کے گھر آجائے لیکن میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں، اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق ہوں۔ بعض دریافت کرتے کہ کب سے میٹھے ہو؟ میں کہتا بہت دیر سے۔ تو وہ بہم ہو کر کہتے کہ آپ نے اپنی آمد کی اطلاع اسی وقت کیوں نہ بھجوادی تاکہ ہم اسی وقت آ جاتے اور آپ کو اتنا انتظار نہ کرنا پڑتا۔ میں کہتا میرا دل نہ چاہا کہ آپ میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فراغت پانے سے پہلے ہی آ جائیں۔ اسی جانشنازی اور عرق ریزی کا شہرہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی صفر سنی کے باوجود انہیں متاز علماء کی صفت میں جگہ دیتے۔

### احادیث کے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی وجہ:

احادیث نبوی کے محفوظ رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضور کے ارشادات صحابہ کے لئے فقط تبرک جملہ نہ تھے جنہیں تبرک کے لئے یاد کر لیا جاتا بلکہ ان کی زندگی کا ہر پہلو انہیں ارشادات کے مطابق ڈھلا ہوا تھا ان کے دل کے ان طفیل احساسات سے لے کر جنہیں پابند الفاظ نہیں کیا جاسکتا ان کی طبعی خواہش تک سب کے سب سنت مصطفوی کے پابند تھے۔ ان کی خلوتوں کا سوز و گدرا اور ان کی خلوتوں کا خروش عمل ان کی شب بیداریاں اور دن کے قیولے سب فرمان نبوی کے تابع تھے اور جو قول فعل سے ہر وقت ہمکنار رہے وہ بھی فراموش ہو سکتا ہے؟ اور وہ فرمان جس کے متعلق یقین ہو کہ اسی کی تعلیم میں ہماری فلاح داری ہے اس کی یاد کے نقوش بھی کبھی دھنڈ لے پڑتے ہیں؟ صحابہ کرام کو جو عشق تھا محجوب خدا سے، جو جنون قہاں کے ہر ارشاد کی تعلیم کا، جو سودا تھا حصول علم کا، جو جذبہ تھا تبلیغ دین قیم کا، اس کے پیش نظر ایک ابھنی بھی پورے و ثوق سے کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت کا ایک فرمان بھی فراموش نہ ہونے دیا ہو گا۔

اس سے یہ حقیقت بھی بخوبی واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ آنحضرت کے بعد بھی آپ کا ہر فرمان جوت ہے اور واجب اعلیٰ حکم و رنہ وہ اس کے حصول اور حفاظت کا اہتمام نہ کرتے اور فاروق اعظم جیسا مدبر سنت کی تعلیم و اشاعت کے لئے اتنے بڑے بڑے علماء، صحابہ کو مملکتِ اسلامی کے مختلف مرکزی مقامات پر نہ بھیجتا۔ صحابہ کرام نے احادیث نبوی کو صرف ان کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے محفوظ نہیں رکھا بلکہ اس لئے کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس چراغِ بدایت کی روشنی میں زندگی کی دشوار گزار گھانیاں طے کر کے شاہد مقصود سے ہمکنار ہوں گی۔

### عہد تابعین:

اصطلاح علم حدیث میں "تابع" اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جسے نبی اکرم ﷺ کا شرف دیتا تو میسر نہ ہوا ہو۔ لیکن صحابہ کرام کے فیض صحبت کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔

تابعین کے ابتدائی دور میں بھی احادیث کے متعلق وہی اہتمام رہا۔ ہر شہر میں درس و تدریس کے حلقة قائم تھے اور علم و دانش، دیانت و تقویٰ کے اعتبار سے شہر آفاق ہتھیاں احادیث نبوی کی تعلیم میں مشغول رہتیں اور اطراف و اکناف سے ششگان علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث سیکھتے۔ مثال کے طور پر مملکتِ اسلامیہ کے چند مرکزی شہروں میں تدریس میں حدیث پاک کی خدمت میں مشغول رہتے اور اسے چند تابعین کے احوال مختصر اذکر کئے جاتے ہیں۔

### (۱) سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ:

ان کی ولادت خلافتِ فاروقیٰ کے دوسرے سال میں ہوئی انہوں نے حضرت عمرؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سن علم حدیث حضرات عثمانؓ

زید ابن ثابت، عائشہ، سعد، ابی ہریرہ و رضی اللہ عنہم سے سیکھا۔ بڑے بڑے فضلاً عصر کو ان کی جلالت علی کا اعتراف تھا۔ ابن عمرؓ انہیں مفتیوں میں شمار کرتے تھے۔ قیادہ کہتے ہیں میں نے سعید بن الحسین سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ زہری اور کھول کی بھی پہنچ رائے تھی۔ علی بن مدینی کہتے ہیں تابعین میں سے وسعت علم میں سعید سے زیادہ میں کسی کو نہیں جانتا۔ میرے نزدیک وہ بزرگ تین تابعی ہیں۔ ریاضت و عبادت کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور عمر میں چالیس رج کے جماعت کے اس قدر پابند تھے کہ پچاس سال تک عجیب اولی قضا نہیں ہوئی اور نہ ہی ان سے پہلے کوئی مسجد میں گیا ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے لگیں کسی حکیم نے کہا کہ اگر حقیقی (ایک جگہ کاتام ہے) چلے جاؤ تو وہاں سبزہ زاروں کی طرف دیکھنے سے اور تازہ اور سفری ہوا سے آنکھیں درست ہو جائیں گی۔ فرمائے گئے عشاء صبح کی نماز کا کیا کروں یعنی وہ جماعت سے ادا نہ کر سکوں گا اور ترک سنت کا مرکب ہوں گا۔ اپنا اجماع سنت نبوی کا یہ جذبہ اور اس پر غیر متزال استقامت کی یہ کیفیت تھی اور دوسرا جو حضور کیم ﷺ کے ارشاد کی خلاف درزی کرتا نہیں ایک آنکھ نہ بھاتا۔ ابن حملہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن میتب کو کبھی کسی کو برا بھلا کہتے نہیں سن۔ پہلے دفعہ میں نے ان کو کہتے تھا کہ خدا فلاں کو ہلاک کرے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے حضور ﷺ کے فیصلہ کے خلاف حکم دیا۔ حدیث بیان کرتے وقت ادب و احترام کو پورا لمحہ ظور رکھتے۔ ایک دفعہ آپ یہاں تھے اور چار پانی پر لیٹے ہوئے تھے کہ مطلب بن حظب بن حظب ان کے ہاں آئے اور ایک حدیث کے متعلق دریافت کرنے لگے فرمائے گئے مجھے بخادوں میں اس چیز کو اپنے کرتا ہوں کہ لیئے لیئے حضور نبی کیم کی حدیث بیان کر دوں۔

استقلماء اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی کسی بادشاہ کا تکہ قبول نہیں کیا۔ ان کے پاس چار سو دینار تھے ان سے زیتون کی تجارت کیا کرتے تھے اور جو کچھ فتح ہوتا سے گذر اوقات کرتے۔ ایمان انسان کو کس قدر جری اور غیر کر دیتا ہے، آپ اس کی زندگی مثال تھے۔ ہمیشہ خلفاء ہی امیبے کے فتن و فجور اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرتے رہے۔ عبد الملک نے ان کو اپنا زیب فرائی بنائے کے لئے طرح طرح کے چیلے کے نیکین یہ شایین زیر دام نہ آیا۔

ایک دفعہ عبد الملک نے ان کی خدمت میں تیس ہزار سے زائد روپیہ ارسال کیا آپ سنے یہ کہہ کرو اپس کر دیا لا حاجۃ لی فبها ولا فی مروان یعنی نہ بھجے اس روپیہ کی ضرورت ہے اور نہ مردانہ کی۔ ان کی ایک صاحبزادی تھیں جو حسن سیرت و صورت میں رنگ روزگار تھیں۔ قرآن کریم کی حافظہ اور علوم سنت کی ماہر تھیں۔ عبد الملک نے اپنے ولی عہد ولید کے لئے رشتہ طلب کیا لیکن آپ نے اس کی درخواست کو نا منظور فرمادیا اور ابو وادع جو بالکل تمی دست تھے لیکن مقنی اور پرہیز گار تھے ان کو اپنی دادا کی فخر بخشنا۔ عبد الملک نے جب ولید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور تمام لوگوں سے اس کے متعلق بیعت لے لی اور حضرت سعید بن میتب اپنے انکار پر مصروف ہے تو عبد الملک نے مدینہ طیبہ کے ولی کی طرف سے حکم لکھا کہ جس طرح بھی ہو سکے ان سے ولید کے لئے بیعت لے اور اگر راضی نہ ہوں تو ان کو قتل کی دھمکی دے اس کی اطلاع جب سلیمان بن یسیار و عروۃ بن زیبر اور سالم بن عبد اللہ کو ہوئی تو وہ ان کے پاس آئے اور ان کو آگاہ کیا اور اس میکل سے پہنچ کے لئے ان کے سامنے مختلف تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے ان سے کہا کہ جب ولی خط لے کر آپ کے پاس آئے اور آپ کو سنائے تو آپ خاموشی اختیار فرمائیے اور ہاں یا نہیں کچھ نہ کہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے تلوگ یہ اندازہ لگائیں گے کہ سعید نے بیعت کر لی اور میں بیعت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ انہوں نے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ آپ چند روز گھر میں اقامت فرمائیے اور باہر نہ نکلے تاکہ یہ جوش ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا فانا اسمع الاذان فوق اذنی حیی علی الصلوٰۃ ما انما بفاعل ذلك میں جب اذان کا یہ جملہ سنوں گا کہ حی علی الصلوٰۃ کہ آؤ نماز کی طرف آؤ نماز کی طرف تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ میں اس کے باوجود گھر میں بیٹھا رہوں۔

آخری تجویز یہ تھی کہ آپ نشدت گاہ بدل لیں اور والی جب آپ کو اپنی مقررہ جگہ پر نہ پائے گا تو اسی پر قائم ہو جائے گا۔ یہ سن کر

مومن کی زبان سے ایک جملہ لکھا جس سے فضائلِ منیٰ پھیل گئی۔ افراقا من مخلوق اللہ کا بندہ ہو کر مخلوق سے ڈر دیں مجھ سے نہیں ہو گا۔ چنانچہ نبیر کی نماز کے بعد انہیں والی نے بلایا اور ولید کے لئے بیعت طلب کی تو مجسم حق و صداقت نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے قتل کی دھمکی دی لیکن بے سود۔ آخر آپ کو پچاس کوڑے لگائے اور شہر کے کوچہ و بازار میں انہیں پھر لایا گیا لیکن جون عشق کے یہ اندازہ چھٹے۔ اس مومن پاکباز اور مرصد احت شعاد نے اپنی قوت و توانائی کا آخری قطرہ تک علم نبوت کی شمع کو فروزان رکھنے کے لئے صرف کر دیا اور اسی خدمت گزاری میں ۱۰۵۰ء میں بمقام مدینۃ المؤورہ اپنی جان جان آفرین کی نذر کر دی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة:

### (۲) عروہ بن زبیر بن عموم قرشی اسدی:

مدینہ طیبہ کے علماء اعلام میں شمار ہوئے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ انہیں سے زیادہ علم سیکھا۔ ان کے علاوہ حضرات زید بن ثابت، امامہ بن زید، سعید بن زید، حکیم بن حرام اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں ان کے لڑکے ہشام، محمد، عثمان، یحییٰ عبد اللہ کے نام اور امام زہری (ابوالزناد) ابن المکدر، صالح بن کیسان کے اسماء بہت مشہور ہیں۔ امام زہری کہتے ہیں، میں نے انہیں بزرے کے بیٹے ہشام سے مردی ہے کہ ان کے والد مکرم عروہ ہمیشہ کے روزہ دار تھے۔ دن کو قرآن کریم کا چوتھا حصہ تلاوت کرتے اور شب کی تہائیوں میں نماز تجداد کرتے وقت پھر اس کی تلاوت سے لذت اندوز ہوتے۔ ایک دفعہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا (آکل) نکل آیا۔ طیبہ نے کہا اگر اسے کاشیں کے نہیں تو سارا جسم خراب ہو جائے گا۔ کاشنے سے پہلے آپ سے کہا گیا کہ شراب پی لیجھے تاکہ درد کی افیت نہ ہو۔ فرمائے گئے میں اس چیز کو استعمال نہیں کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ پھر انہیں کہا گیا کہ خواب آور دوائی (المرقد) پی لیجھے۔ کہنے لگے اگر نیند کی حالت میں آپ نے میرا پاؤں کا ناتوشہ اتم میں صبر کرنے کی لذت سے محروم رہ جاؤں گا۔ پاؤں کا گوشہ چھری سے اور پھر بڑی آری سے کافی گئی لیکن انہوں نے اف تک نہ کی۔ جب یہ عالم ہو کہ چھری سے گوشہ اور آری سے ہڈی کٹ رہی ہواں وقت اللہ تعالیٰ کی اس آزمائش پر صبر میں جو لطف ہوتا ہے اسے کچھ وہی اولو الحرم ہستیان محسوس کر سکتی ہیں، ہم تو ایسے واقعات پڑھ کر ہی کانپ اٹھتے ہیں۔ جب پاؤں کاٹ دیا گیا اور خون بند کرنے کے لئے گرم تیل میں اسے رکھا گیا تو غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو اپنے کئے ہوئے پاؤں کو ہاتھ میں لے کر فرمانے لگے اما والذی حملنی علیک اہلیت بلکہ الی معصیۃ۔ اس ذات پاک کی قسم جس نے مجھے آج تک تھوڑا مٹھا رکھا ہے رکھا ہو جانتی ہے کہ میں تیرے ساتھ چل کر گناہ کی طرف کبھی نہیں گیا۔

### (۳) سالم بن عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم:

آپ مدینہ طیبہ کے سات فتحاء میں سے ہیں۔ ان کا شمار تابعین کے چونی کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور دوسرے صحابہ سے احادیث نبوی سنیں اور امام زہری اور نافع اور دیگر محدثین نے آپ سے علم احادیث حاصل کیا۔ آیک دفعہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ان کی طرف حضرت عمرؓ کے خطوط میں سے کوئی خطروانہ کریں تو ان کی طرف یہ پند آمیز اور ناصحانہ خط ارسال فرمایا۔ ترجمہ: ”اے عمر! ان بادشاہوں کو یاد کر جن کی وہ آنکھیں جن سے وہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے تھے، پھٹ پھٹیں اور ان کے وہ پیٹ جو کبھی سیر نہ ہوئے تھے پھٹ پھٹیں اور وہ منی کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑنے ہیں اور اگر انہیں دفن نہ کیا جاتا اور ان کے جسموں کو ہمارے مکانوں کے نزدیک ڈال دیا جاتا تو ان کی عفونت سے ہمیں سخت افیت پہنچتی۔“ ہمیشہ ان کا لباس زیب تن ہوتا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا تمام کام کرتے۔ آپ جو کے لئے گئے ہوتے تھے کہ سلیمان بن عبد الملک نے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا تو آپ سے کہنے لگا سلنی حوانچک یعنی اپنی ضروریات کے لئے مجھ سے طلب کرو، میں پوری کروں گا۔ فرمائے گئے وہ اللہ لا سالت فی بیت اللہ غیر اللہ۔ بخدا: میں اللہ کے گھر میں غیر اللہ سے سوال نہیں کیا کرتا۔ امام بالکہ کہا کرتے تھے کہ سالم سے بڑا کروزہ

و تقویٰ اور میانہ رویٰ میں سلف صالحین کے ہم مثل اور کوئی نہیں۔ آپ دودھ کا کپڑا اپہننا کرتے۔ آپ کا انتقال ماہذی الحجہ کے آخر میں

۱۰۶ء میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔

### (۲) امام علقمہ بن قیس بن عبد اللہ کوفی:

انہوں نے علم حدیث حضرت عمر، عثمان، علی، عبد اللہ بن مسعود اور ابی الدرد و ارمضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سیکھا یہ اہن مسعود کے مایہ تاز شاگردوں میں سے تھے۔ ابن مسعود خود ان کی وسعت علمی کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ ما اقراء شيئاً و ما اعلم شيئاً الا و علقة  
یقروه و يعلمه۔ یعنی جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں علقمہ بھی اسے پڑھ سکتا ہے اور جانتا ہے۔ قوم کی طرف سے انہیں  
نقید العراق کا معزز ترین خطاب ملا ہوا تھا۔ کفی صحابہ بھی ان سے آکر مسائل دریافت کیا کرتے۔ قاتع و دیر چشمی کا یہ عالم تھا کہ کبکبوں کا  
ایک ریوپال رکھا تھا، اسی پر گذر اوقات تھی۔ اپنی بکریاں خود ہی دوہنے اور خود ہی انہیں گھاس ڈالتے۔ اپنے شاگردوں سے کبھی خدمت  
نفس کا کام نہیں لیا۔ علقمہ فرمایا کرتے احیاء العلم المذاکرة یعنی بار بار دھرانا علم کو زندہ رکھا کرتا ہے۔ اکثر اپنے شاگردوں کو نصیحت کیا  
کرتے۔ تذکروا الحدیث فان حیاته ذکرہ حدیث کو بار بار دھرایا کر دیکھ کر دھرانا اس کی زندگی ہے۔ اتنے علم و فضل اور فہم و ذکاء  
کے مالک نے اپنی ساری عمر تدریس حدیث میں گزار دی۔ ان کے ہزار ہاشماً شاگرد تھے جن میں ابراہیم مخنی، ابوالفضل، مسلم بن صحبی اور شعبی  
محاج تعارف نہیں۔ ان کا انتقال ۲۲ھ میں ہوا۔

### (۵) مسروق بن الاجدع کوفی:

یہ مجاهد اعظم عمرو بن معدیکرب کے بھائی تھے۔ انہوں نے حضرات عمر، علی، عماز، ابن مسعود، ابی رضی اللہ عنہم ایسے کبار صحابہ  
سے علم حدیث حاصل کیا۔ اتنے اوصاف حمیدہ کے باعث انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زدیک اتنی  
مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ حضرت صدیقہ نے انہیں اپنا مشتبہ بنا لیا۔ ان کے شاگردوں میں شعی ان کے شوق علم کی کیفیت بیان کرتے  
ہوئے کہتے ہیں۔ ما علمت احداً كان اطلب العلم منه۔ مجھے کوئی ایسا آدمی معلوم نہیں جس کے دل میں حصول علم کی ترپان سے  
زیادہ ہو۔ شعی کہتے ہیں کہ صرف ایک آیت کا معنی دریافت کرنے کے لئے کوفہ سے بصرہ کا سفر کیا لیکن وہاں مقصد حاصل نہ ہوا۔ انہیں  
بتلایا گیا کہ شام میں ایک فاضل ہے جو آپ کے سوال کا جواب دے سکتا ہے۔ شوق علم کی بے قراریاں ملاحظہ ہوں، اسی ایک آیت کا معنی  
دریافت کرنے کے لئے بصرہ سے شام کا رخ کیا۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ابوالحق کہتے ہیں کہ مسروق رح کو گئے اثناء رح میں اگر سوئے تو  
سجدہ میں سر رکھ کر ہی سوئے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پاؤں سوچ جاتے تھے۔ نماز شروع کرتے وقت اپنے گھر  
والوں کے درمیان پر دہلکا دیتے۔ پھر حوتی کی یہ کیفیت طاری ہوتی کہ دنیا و مفہیما کی خبر تک نہ رہتی۔ آپ کا ایک مقولہ آب زر سے لکھنے  
کے قابل ہے۔ کفی بالمرء علماً ان يخشى الله و كفی بالمرء جهلاً ان يعجب بعمله۔ انسان کے لئے اتنا علم کافی ہے کہ وہ  
خداؤند تعالیٰ سے ذر نے لگے اور اسے ذوبنے کے لئے اتنی جہالت کافی ہے کہ وہ اپنے عمل پر مغفور ہو جائے۔ یہ بھی مدعا العرکوفہ میں  
رس حدیث دیتے رہے آپ کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی۔

### (۶) امام ابو عمر واخنی:

یہ حضرت علقمہ بن قیس کے بھتیجے ہیں۔ انہوں نے علم حدیث حضرات عماز، ابن مسعود، حذیفہ، بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر  
ستباپ، کہا۔ اور اپنے بچپن علقمہ سے حاصل کیا۔ نہایت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ اپنی عمر میں اسی (۸۰) رجح اور عمر سے کے اور ہر روز  
۰۰۰ سے روز ختم قرآن کیا کرتے صرف شام اور عشاء کے درمیان مختصر سے وقت میں سوتے۔ باقی اکثر رات یاد خدا میں بیت جاتی اور

رمضان کے علاوہ چھٹے روز ختم قرآن کیا کرتے۔ علقہ بن مرید کہتے ہیں کہ آنھ تابعین نے زہد و ریاضت کی انتہا کر دی انہیں میں سے نجی ہیں۔

جب وقت مرگ قریب آپنچا تو بہت روئے۔ کسی نے کہا یہ گھبر اہٹ کیسی؟ کہنے لگے میں کیوں نہ گھبراؤں اگر بخش بھی دیا گیا تو اپنے کئے پر نہ امت کا احسان کیا کم ہے؟ بھی کوفہ میں احادیث کی تدریس میں مشغول رہے اور ۳۷ء میں انتقال فرمایا۔

#### (۷) ابوالعلیٰ الریاحیؓ: بصرہ عراق:

انہوں نے حضرت صدیق اکبر کی زیارت کی اور حضرت ابی سے قرآن سیکھا۔ حضرت عمرؓ علی، ام المومنین عائشہؓ اہن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں۔ مدینہ طیبہ میں علوم قرآن و سنت حاصل کرنے کے بعد واپس بصرہ آگئے اور وہاں تدریس علم میں مشغول ہو گئے۔ صدھا شخاص نے ان سے علم دین سیکھا۔ ان کے تلامذہ میں سے قادہ، خالد الخذاء، داؤد بن ابی ہند اور ربع ابن انس بہت مشہور ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ انہیں اپنے پاس چار پائی پر بھاتے اور قریشی یونچ بیٹھے ہوئے ہوتے اور فرماتے۔ ہکذا العلم یزید الشریف شرف۔ یعنی علم یوں شریفوں کے اعزاز و کرام میں اضافہ کرتا ہے۔ ابن ابی داؤد کہا کرتے کہ صحابہ کے بعد ان سے زیادہ علوم قرآن کا کوئی ماہر نہیں۔ ان کے مندرجہ ذیل بیان سے ان کے شوق علم اور پابندی شریعت کا تجویز اندماز ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جس وقت مجھے پڑھتا ہے کہ فلاں شخص کو حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی حدیث کا علم ہے تو کئی دونوں کی مسافت طے کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچتا ہوں۔ وہاں جا کر سب سے پہلے یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور نماز کے اركان کی ادائیگی کا پورا پورا اخیال رکھتا ہے؟ اگر اس کا تسلی بخش جواب پتا ہوں تو اس کے ہاں قیام بھی کرتا ہوں اور اس سے حدیث بھی سنتا ہوں۔ لیکن، اگر نماز کے بارے میں اس کی کہل انگاری کا پتہ چلتا ہے تو واپس لوٹ آتا ہوں اور اس سے حدیث نہیں سنتا اور کہتا ہوں کہ ہو لغیر الصلاة اضیع یعنی جسے نماز کا پاس و اہتمام نہیں وہ اگر کسی دوسری بات میں غفلت کرے تو کچھ بعید ہے۔ ابوالعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

#### (۸) ابو عثمان النہدی البصريؓ:

انہوں نے زمانہ نبوت پلیا لیکن زیارت نبوی سے مشرف نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر، ابن مسعود، حذیفة بن الیمان اور اسماء بن زید رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں۔ پھر بصرہ لوٹ آئے اور عمر بھر تدریس سنت نبی اکرم ﷺ میں مصروف رہے۔

حضرات قادہ، خالد، حمید، داؤد، سلیمان الحنفی وغیرہم نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ جگ یوموک میں مجاہدین اسلام کے ساتھ داوی شجاعت دی۔ بہت بڑے عالم، صائم الدھر اور قائم اللیل بزرگ تھے۔ نماز میں خشوع و خصوع کا یہ عالم تھا کہ بسا وفات بے ہوش ہو کر گرپتے۔ ان کے ایک شاگرد سلیمان تھی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ان سے کبھی کوئی گناہ سرزدی نہیں ہوا۔ ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوئی۔

#### (۹) ابو رجاء عمران بن ملکان العطار دی البصريؓ:

فتح کے وقت ایمان لائے لیکن زیارت نبوی نصیب نہیں ہوئی بعد میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور حضرات عمر، علی، عمران بن حسین، ابی مویی الاشعربی رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں۔ ابو مویی الاشعربیؓ سے ہی قرآن کریم پڑھا اور حضرت ابن عباسؓ کو قرآن سنایا۔ علم حاصل کرنے کے بعد بصرہ پڑھنے لگے اور وہاں قرآن و سنت کی تدریس میں آخردم تک منہک رہے۔ ایک کثیر تحداونے آپ سے قرآن کریم پڑھا اور ابوالیوب، ابن عون، جریر بن حازم، سعید بن ابی مہدی بن میمون نے آپ سے احادیث نبوی روایت کیں۔

ابن اعرابی کہتے ہیں کہ یہ بہت بزرگ اور عبادت گزار تھے اور قرآن کی تلاوت بہت کثرت سے کرتے تھے۔ سال وفات ۱۰۱ھ ہے۔

### (۱۰) عبد الرحمن بن غنم الأشعری شانی:

انہوں نے حضرات عمرؓ معاذ بن جبلؓ اور صحابہ کبار سے احادیث روایت کیں۔ حضرت فاروقؓ نے انہیں شام کی طرف روانہ کیا۔ پیچھے بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حدیث قرآن مجید ہی کی تفسیر کا نام ہے۔ اور حدیث بھی وہی ہے فرق اتنا ہے کہ قرآن مجید کو دو حصے میں تلو کہا جاتا ہے اور حدیث وحی غیر ملکو ہے۔ حدیث کی تاریخی حیثیت بھی بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔ عہد رسالت و عہد صحابہؓ میں حدیث کی کتابت پر بھی تفصیل تھہ کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حدیث کا انکار کرنے والے عقل خرد سے بالکل عاری اور اپنے ہوا نے نفس کے بندے بن چکے ہیں۔ مقام رسالت کو سمجھنے سے ان کو ذرہ برابر بھی واسطہ نہیں ہے۔ پارہ دہم سے حدیث پر فتنی حیثیت سے تبصرہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اور امید کی جانی چاہئے کہ اللہ نے چاہا تو کچھ نہ کچھ ہر پارہ کے ساتھ یہ مقدمہ دیا جائے گا۔ تاکہ ناظرین کرام و شاکرین عظام کے لئے از دیاد بصیرت کا ذریعہ ہو۔

### حدیث پر تبصرہ فتنی نقطہ نظر سے:

زمانہ قدیم میں ہر ملک و قوم میں خواندہ آدمی کم تھے۔ اسباب کتابت بھی کم تھے۔ سماں طباعت بالکل نہ تھا۔ تمام قومی و نمیبی روایات کا زبانی یادداشت پر انحصار تھا۔

ایک محدث آخر عمر میں نایبنا ہو گئے تھے۔ وہ اور ایک ان کا شاگرد ایک اونٹ پر سوار ہو کر سفر کو چلے۔ راستے میں ایک موقع پر محدث نبی کو بھکے۔ شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ کیوں بھکے؟ محدث نے کہا یہاں ایک درخت ہے۔ اس کی ایک شاخ بھکی ہوئی ہے، ممکن ہے سر میں لگ جائے۔ شاگرد نے کہا یہاں کوئی درخت نہیں۔ محدث نے کہا ہو کرو اور تحقیق کرو۔ اگر میری یہ یاد غلط ہے تو آج سے حدیث روایت نہ کروں گا۔ شاگرد نے قریب کے دیہات کے رہنے والوں سے دریافت کیا تو ایک بوڑھے نے کہا کہ یہاں ایک درخت تھا اس کی ایک شاخ بھکی ہوئی تھی۔ وہ کاث دیا گیا ہے۔ تب محدث کو اطمینان ہوا۔

تحریر میں آسانی سے جعل ممکن ہے۔ اگر تحریروں پر بھروسہ کیا جائے تو جعل مستقل صورت اختیار کر جاتا ہے۔ پھر اس سے اختلاف مشکل تھا۔ حضرت عباسؓ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے فیصلے کی نقل کر رہے تھے۔ بعض عقلات کو چھوڑ جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ علیؓ نے یہ فیصلہ ہرگز نہیں کیا ہو گا۔ (مسلم)

یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حفظ میں نیاں ممکن ہے لیکن نیاں سے اس قدر خطہ نہیں ہتنا جعل سے ہے۔ نیاں کی اصلاح و درسرے مستبر راوی سے ممکن ہے۔ اس کی نظیریں پہلے لکھی جا چکی ہیں کہ محشیں خفیہ شہر پر صحیح کے لئے مہیوں کا سفر کر کے پہنچے۔

اسا عیل بن عبدالکریم اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ وہب تابعی کے صحیفہ سے دیکھ کر روایت کرتے تھے۔ (تہذیب) اس لئے قرن اول و قرن ثالث میں تحریر کار واج کم رہا۔ قرن ثالث میں جب لوگوں کے حافظے کمزور ہو گئے اور تالیف و تصنیف کا زور ہوا تو مدد میں تحریر پر مجبور ہوئے۔ کثرت تحریر و تصنیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ حفاظت حدیث کی تعداد کم ہو گئی، یہاں تک کہ امام سیوطیؓ کے بعد ایک بھی حافظ حدیث نہ ہوا۔

### اختلاف حدیث:

حدیث کی روایتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک روایت بالمعنی۔ دوسری روایت باللفظ۔

### اختلاف الفاظ:

روایت بالحقیقی یہ کہ راوی اپنے الفاظ میں حضور ﷺ کے قول و فعل وغیرہ کو بیان کرے۔ اس کے الفاظ و عبارت میں تو اختلاف ہوتا ہی چاہیے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے حسب فہم و استعداد الفاظ و عبارت بولے گا۔ مطلب میں فرق نہ آتا چاہئے۔ روایت باللفظ یہ کہ راوی وہ الفاظ بیان کرے جو حضور علیہ السلام نے فرمائے ہیں۔ اس فہم کی بھی بعض رواۃ رسول اللہ کی عبارت کے الفاظ میں فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اوقات میں آنحضرت ﷺ نے ایک ہی کام کے متعلق ایک ہی حکم دیا۔ مگر کبھی کچھ الفاظ ہوئے، کبھی اس کے متراوف الفاظ ہوئے، مطلب ایک ہی رہا۔

امام ابن سیرینؓ کا قول ہے کہ میں نے ایک حدیث کو دشیوخ سے سنا جس کو ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا مگر معنے ایک تھے۔ (مصنف عبد الرزاق)

### اختلاف مطلب:

بعض حدیشوں کے مطلب و معنی میں بھی فرق ہے کیونکہ بتھائے مصلحت و ضرورت حضور ﷺ نے ایک ہی کام کے متعلق ایک دفعہ ایک حکم دیا۔ دوسری دفعہ اس کے خلاف حکم دیا جو مصلحت و تقاضائے ضرورت شرعی کے تحت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریشی کپڑا اپنے کو حضور ﷺ نے ناجائز قرار دیا، مگر حضرت عبد الرحمن بن عوف و حضرت زید بن العوام کو اجازت دی، جو ان حضرات کے خاص حالات کے تحت تھی۔

اینہ کراکر تختز کے ساتھ چلنے کی حضورؐ نے ممانعت فرمائی، مگر جنگ احمد میں جب ابو جانہؓ حضور ﷺ کی تلوار لے کر اکڑ کر چلے تو ان کی تعریف فرمائی، کیونکہ یہ تختز اعلاء کلمة اللہ کے لئے تھا۔

و اوقات کے متعلق دو مرد گواہ یا ایک مرد دو عورت بطور گواہ کی ضرورت قائم کی لیکن حضرت خزیرؓ کی تہاگو ای کو کافی قرار دیا۔ نماز کی خت تاکید فرماتے تھے مگر جنگ خند میں مجبور انماز قضا ہو گئی۔

اسکی تھی مختلف صورتیں اور اوقات پیش آئے کہ مختلف طرح کے احکام اور عمل ہوئے۔ جس نے جو دیکھا جو سناؤہ گردہ باندھ لیا۔

### صحیح احادیث میں اختلاف محدثین:

بعض احادیث کی صحیحی میں جو محدثین اختلاف ہے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) جس نے تضعیف کی اس کو وہ حدیث بسٹ ضعیف پہنچی جس نے صحیح کی اس کو بسٹ توی پہنچی، یادوں کو بسٹ ضعیف پہنچی۔ مگر ایک کو اس کی شوابد و متابعات روایتیں مل گئیں، دوسرے کو نہیں ملیں۔ یادوں کو ملیں مگر ایک نے باعتبار سند خاص و متن خاص تضعیف کی۔ چنانچہ ترمذی میں بعض جگد یوں ہے۔ غریب بہذا اللفظ یعنی باعتبار متن خاص وہ حدیث غریب ہے۔

(۲) کسی راوی پر جرح ہوئی، لیکن سبب جرح ایک محدث کو نہ معلوم ہوا۔ اس نے تضعیف کی۔ دوسرے کو سبب جرح معلوم ہو گیا، اور وہ قابل التفات نہ تھا۔ اس نے صحیح کر دی۔

(۳) بعض امور ایسے ہیں کہ ان کو ایک محدث موجب جرح سمجھتا ہے، دوسرے نہیں سمجھتا۔ اس اختلاف سے صحیح و تضعیف ہوئی۔

(۴) کسی امام کے کسی راوی پر جرح دیکھ کر اس کی تضعیف کر دی گئی اور جرح کرنے والے امام نے اس جرح کو غلط پا کر اس سے رجوع کر لیا۔ جو عکی اطلاع تضعیف کرنے والوں کو نہیں پہنچی، اس لئے وہ اس کی تضعیف پر قائم رہے جن کو اطلاع ہو گئی انہوں نے صحیح کی۔

(۵) کسی امام نے کسی راوی کی تقدیش کی اور اس میں کوئی امر قابل جرح نہ پیلا، اس نے اس کی صحیح کی۔ کچھ دنوں کے بعد راوی کی حالت بدلتی ہی۔ اس حالت کو جس نے دیکھا اس کی تضعیف کی۔ اس اختلاف کا ارتفاع مراجعت کتب سے بہولت ممکن ہے۔

### تین کم کے راوی اور روایتیں:

- (۱) ایک کم کے وہ لوگ تھے جو روایت بالفاظ کو ضروری اور روایت بالمعنی کو مضر سمجھتے تھے۔ ان کی تعداد زیادہ ہے۔
- (۲) وہ جو روایت بالفاظ کو بہتر جانتے اور مجبوراً بالمعنی بھی روایت کرتے تھے۔
- (۳) جو روایت بالمعنی کے عادی تھے اور اس میں کچھ نقصان نہ سمجھتے تھے، یہ تعداد میں بہت کم تھے اور ان میں سے خاص خاص ثقافت دہار علوم کی حدیثیں لی گئیں ہیں۔

تمام کتب حدیث میں انہیں تین قسموں کی روایتیں ہیں۔

### محمد بن کی سعی کا نتیجہ:

دنیا میں ہزاروں حدیثیں کتابوں میں درج ہیں۔ اگر محمد بن سعی صرف جمع حدیث پر قواعد کرتے تو اس سے بھی زیادہ ذخیرہ اکٹھا ہو جاتا اور حدیثوں کی دستیابی کا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوتا۔ آج جو بدعتیوں مگر ابھوں کو علم حدیث کی طرف نظر کر کے مایوسی ہوتی ہے وہ نہ ہوتی بلکہ ان کی ہر خواہش کا میاپ ہوتی۔ محمد بن سعی نے تلاش کر کے صحابہ کے تعالیٰ پر نظر کر کے راویوں کو جانچ کر مضمون کو عقل کی ترازوں میں توکل کر کتاب و سنت سے مقابلہ کر کے حدیثوں کے راویوں کے مدارج و مراتب مقرر کر دیے۔ اب کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ صحیح کو غیر صحیح اور ضعیف کو قوی بنا دے۔ یہ جانچ ایسے سخت اصولوں سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی ایسے کام میں ممکن نہ تھی۔ موضوعات کا ذخیرہ علیحدہ مرتب ہے۔ موضوعات کی شاخت کے قواعد مقرر ہیں۔ حدیث کے مراتب، رواۃ کے درجات کے خوابط مدون ہیں۔ علم الفاظ الحدیث کے اصول قائم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مغل عرش میں ایک راوی سے ذرا سی لفظی تقدیم و تاخیر ہو گئی تھی۔ محمد بن سعی نے تحقیق و تفتیش کر کے بتایا کہ اصل ترتیب اس طرح ہے (زہدۃ النظر)

محمد بن سعی درجہ تحقیق و تفتیش کرتے تھے کہ روایت کے صحیح صحیح حالات کل جاتے تھے۔ اور وضاع اقرار پر مجبور ہو جاتے تھے۔ مویل بن اسماعیل سے ایک شیخ نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل حضرت ابی ابن کعبؓ سے مر فو عارویت کے۔ مویل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس سے پہنچی؟ انہوں نے کہا مائن کے ایک شیخ سے اور وہ ابھی زندہ ہے۔ مویل مدائیں پہنچ کر اس شیخ سے ملے اور دریافت کیا۔ اس نے ایک اور شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ اس کے پاس گئے۔ اس نے بصرہ کے شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ بصرہ گئے۔ اس نے عبادان کے ایک شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ عبادان گئے۔ اس شیخ نے ان کی ایک شیخ سے ملاقات کرائی۔ مویل نے اس شیخ سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ترغیب کے لئے یہ حدیث وضع کی ہے۔ (تدریس الراوی)

اس طرح موضوع احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آگیا۔ مگر محمد بن سعی کرام نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھلایا۔

رحمہ اللہ اجمعین۔

### اقسام حدیث

حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ سب سے پہلے دو قسمیں ہیں۔ مقبول و مردود۔

خبر مقبول: وہ حدیثیں ہیں جن کو باعتبار روایت و درایت انہی نے قابل جلت قرار دیا ہے۔

خبر مردود: جن روایتوں کو انہی نے باعتبار روایت و درایت ناقابل جلت نہ ہے۔ یہ دونوں قسمیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔

قولی، فعلی، تقریری۔

قولی: رسول کریم ﷺ کا قول صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یوں فرمایا ہے۔

**فعلی:** رسول کریم ﷺ کا فعل صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یہ کام اس طرح کیا ہے۔

**تقریری:** صحابی یوں بیان کرے کہ میں نے یا فلاں شخص نے رسول کریم ﷺ کے سامنے یہ کام اس طرح کیا تو آپ نے سمع نہیں فرمایا۔

ان تینوں قسموں کی دو فرمیں ہیں صریح، حکمی۔

**صریحی قولی:** صحابی حضور ﷺ کے بیان فرمودہ الفاظ کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے صاف معلوم ہو کہ اس نے یہ حضور سے خود سنائے۔ جیسے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدثی یا حدثنا رسول اللہ یا اخبرنا یا اخبرنا رسول اللہ یا انبانی یا انبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر اس نے قال رسول اللہ و عن رسول اللہ کو بھی صریحی قولی میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ بعض صحابے نے دوسرے صحابے سے سن کر روایتیں کی ہیں۔

**صریحی فعلی:** صحابی آنحضرت ﷺ کے فعل کو اس طرح بیان کرے کہ اس نے یہ فعل آنحضرت ﷺ کو کرتے خود دیکھا ہے۔ جیسے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر محمد بنین نے کان رسول اللہ کو بھی اس میں شمار کیا ہے کیونکہ بعض صحابہ نے خود وہ فعل کرتے نہیں دیکھا۔ دوسرے صحابی سے سن کر روایت کیا ہے۔

**صریحی تقریری:** صحابی ایسے کام کو جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ نے اس سے روکا نہیں، ایسے الفاظ میں بیان کرے جس سے صاف معلوم ہو کہ یہ کام اس نے خود کیا یہ واقعہ اس کے سامنے ہوا۔ جیسے فعلت بحضورة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محمد بنین نے فعل فلاں بحضورة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔

**حکمی قولی:** ایک ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے کوئی بات مخوذ کرنے کا عادی نہیں ہے۔ وہ اسی بات بیان کرے جس کا تعلق عقل و اجتہاد بیان لغت اور شرح غریب سے نہ ہو۔ جیسے احوال قیامت، قصص انبياء و غيرہ۔

**حکمی فعلی:** صحابی نے ایسا کام کیا ہو کہ جس میں اجتہاد کا در خل نہ ہو۔

**حکمی تقریری:** صحابہ نے آنحضرت کے عبد میں آپ کی عدم موجودگی میں کوئی غیر منوع کام کیا ہو۔

باعتبار شہرت و عدم شہرت حدیث کی دو فرمیں ہیں۔ متواتر، آحاد۔

**متواتر:** وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو، علماء نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے۔

۳۰۰، ۲۰۰، ۱۳۰، ۱۰۰، ۷۰، ۵۰۔

تو اتر کی دو فرمیں ہیں۔ تو اتر فعلی۔ تو اتر قولی۔

**تو اتر فعلی:** رسول کریم ﷺ نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق ہر روزی اپنے وقت یا کچھ دنوں بعد پے در پے دستور العمل سے ہے اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔

**تو اتر قولی:** حضور ﷺ کا جو راشد تو اتر سے ثابت ہو، اس کی دو فرمیں ہیں۔ تو اتر لفظی، تو اتر معنوی۔

**تو اتر لفظی:** یہ کہ راویوں نے اس کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

**تو اتر معنوی:** یہ کہ راویوں نے اس کے معنی و مطلب کو محفوظ رکھا ہو۔ اور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔

ان جملہ متواترات کی دو فرمیں ہیں۔ ایک تو اتر سکوتی۔ دوسرے تو اتر غیر سکوتی۔

**تو اتر سکوتی:** یہ کہ راوی نے روایت کیا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔

**تو اتر غیر سکوتی:** یہ کہ لوگوں نے اس پر اثبات کیا اور عملدرآمد کرنے لگے۔

متواتر چونکہ مفید علم یقینی ہوتی ہیں اس لئے مقبول ہی ہوتی ہیں۔ مردود نہیں ہوتیں۔ خبر متواتر کا تعلق حس سے ہے۔ فعل کا تعلق حس باصرہ سے ہے اور قول کا حس سامنہ سے ہے۔

فعل کے متعلق راوی بیان کرے رأیت رسول اللہ یا فعل کذا۔

قول کے متعلق بیان کرے سمعت رسول اللہ یا قال کذا۔

آحاد: جو متواتر ہے۔ وہ روایات کہ عموماً ان کا تعلق عام خلائق سے ایسا نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت یا کچھ دنوں کے بعد پہ درپے عمل میں آتی رہی ہوں۔ بلکہ قلت و ندرت کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو۔

خبر واحد کے راوی اگر اچھے ہیں تو مقبول ہو گی اگر اچھے نہیں تو مردود ہو گی۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ اخبار

آحاد جو صحیحین کے علاوہ ہیں اس وقت واجب العمل ہوں گے جب کہ ان کی سند میں صحت کو پہنچ جائیں۔

خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

مشہور: جس حدیث صحیح کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین ضروری ہوں۔ یا جس کی روایت عہد صحابہ و تابعین میں کم ہوئی ہو اور بعد کو کچھ زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ روایہ کا سلسلہ ابتداء سے انتہائی کیاں ہو۔

اگر مشہور کے روایہ کا سلسلہ ابتداء سے انتہائی کیاں ہے تو اس کو مستغیض کہیں گے۔

عزیز: وہ حدیث صحیح جس کے سلسلہ روایات میں بیشہ دو ہی راوی پائے جائیں۔ گوئتے ہی طرق سے مردی ہو مگر ہر طریق میں ان ہی دوروایوں میں سے کوئی ایک راوی پایا جائے۔

غیریب: وہ حدیث جس کے اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔ فرد کی دو قسمیں ہیں۔ فرد مطلق، فرد نسبی۔

فرد مطلق: وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرتا ہے وہ متفرد ہے۔ اس کو غریب مطلق بھی کہتے ہیں۔

فرد نسبی: وہ ہے جس میں صحابی سے روایت کرنے والے کے بعد کوئی راوی متفرد ہے۔

غیریب بیندا اللفظ: جو حدیث باعتبار متن خاص کے غریب ہو۔

### خبر مقبول کی پہلی تقسیم:

صحیح: جس کے راوی متدين، مترشح، جید الحفظ، ضابط و عادل ہوں۔ اس کی سند مسلسل ہو۔ اس میں کسی قسم کی علت نہ ہو۔

حسن: مثل صحیح کی ہے، فرق اس قدر ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں۔ ان دونوں قسموں کی دو قسمیں ہیں۔ ابتدائیہ اور بغیریہ۔

صحیح لذات: جس کے راوی اعلیٰ درج کے ہوں اور معلم و شاذ نہ ہو۔

صحیح بغیریہ: راوی صحیح لذات سے کم درج کے ہوں متعدد طرق سے ہو اسناد متحمل ہوں شاذ نہ ہو۔

حسن لذات: جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں لیکن کثرت طرق سے ہو۔

حسن بغیریہ: جس کے راوی حسن لذات سے کم درج کے ہوں مگر متعدد طرق سے ہو۔

قوی: جس کے سب راوی عقیل اور قوی الحافظ اور ثابت ہوں۔

شاذ و محفوظ: اگر لقر راوی نے کسی ایسے راوی کے خلاف روایت کی جو اس سے راجح ہے تو اس حدیث کو شاذ کہیں گے اور اس کے مقابل کو محفوظ۔

**منکر و معروف:** اگر ضعیف راوی نے توی راوی کے خلاف روایت کی تو اس کی حدیث کو منکر اور متابعت کہتے ہیں۔  
**متتابع:** حدیث فرد کے جس راوی کے متعلق گمان تفرد تھا۔ اگر اس کا کوئی موافق مل گیا تو اس موافق کو متتابع اور موافق کو متابعت کہتے ہیں۔ اور اگر متابعت نفس منفرد راوی کے لئے ہے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے شیخ یا اوپر کے راوی کے لئے ہے تو متابعت قاصرہ کہیں گے۔

### خبر مقبول کی دوسری تقسیم:

**حکم:** جس حدیث مقبول کی کوئی حدیث معارض نہ ہو۔

**مختلف الحدیث:** اگر کسی خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہے اور ان دونوں میں بطریق اعتدال تطابق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

**ناکر و منسوخ:** جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو اور ان میں تطابق ممکن ہو تو جو حدیث مقدم ثابت ہو گی وہ منسوخ سمجھی جائے گی اور دوسری ناخ۔

**متوقف فیہ:** جن دو حدیثوں میں تعارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو اور شان نزول کے ذریعہ سے اس کو ناخ و منسوخ بھی قرار دینا جائے تو دونوں پر عمل کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

### تقسیم خبر مردود:

حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اپناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں۔ دوسری یہ کہ اس کا کوئی راوی بجا طرزیات و ضبط مجرد ہو۔

### باعتبار سند:

**عقوط راوی کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں، معلق، مرسُل، معضل، منقطع۔**

**معلق:** جس حدیث کے ابتداء سند سے بصرف راوی ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں یا اس کی سند حذف کر دی گئی ہو یا بیان کرنے والا اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ انشیخ سے روایت کرے تو یہ حدیث معلق کہلاتے گی۔ اگر راوی ملکس ہے تو حدیث ملکس کہلاتے گی۔

**مرسل:** تابی سے اوپر کار اوی جس حدیث کا ساقط ہواں طرح روایت کرنے کو اسال کہتے ہیں۔ اگر کوئی تابی اپنے ایسے ہم عصر سے ارسال کرتا ہے کہ جس سے اس کی ملاقات ثابت نہیں تو اس کو مرسل خفی کہتے ہیں۔

**معضل:** جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسئلہ ساقط ہوں۔

**منقطع:** جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔ حدیث متعفن: جس میں عنعنه فلان سے روایت ہو یا ”فیاں راوی سے مردی ہے“ بیان کیا جائے۔ اس میں امام بخاری کی یہ شرط ہے کہ راوی سے مردی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلم کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہمیصر ہوں۔ بعض نے راوی کا مردی عنہ سے روایت کرنا کافی سمجھا ہے۔

### بخلاف طعن راوی:

**موضوع:** جس کار اوی حدیثیں بنانے والا مشہور ہو۔

**متروک:** جس کو جھوٹی روایت کرنے والے راوی نے روایت کیا ہو۔

**منکر:** جس کار اوی بکثرت غلطیاں کرتا ہو۔

**معضل:** جس حدیث کی سند میں ایسی معلتمیں ہوں جو سند کی صحت میں خلل انداز ہوتی ہوں۔

درج: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک درج الاسناد۔ دوسرے درج السنن۔

(۱) درج الاسناد: جس کی سند میں تغیر کیا گیا ہو۔

(۲) درج السنن: متن حدیث میں صحابی یاتابعی کا قول ملا دیا گیا ہو۔

**مقلوپ:** جس حدیث کی سند میں اسماء مقدمہ خر ہو گئے ہوں یا متن میں الفاظ مقدمہ خر ہو گئے ہوں۔

**المزیدۃ متصل الاسناد:** جس کی سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

**مضطرب:** راوی میں اس طرح تبدیلی کردی گئی ہو کہ ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو یا راوی کو سلسلہ روایات یا عبارت متن حدیث مسلسل یانہ رہی ہو۔

**مصحف و حرف:** اسامی روایات میں یا الفاظ میں باوجود بقائے صورت خلی تغیر کر دیا گیا ہو جیسے شرعاً کو سرتاج کر دیا گیا ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اور اگر اسامی روایات میں اس طرح تغیر ہوا کہ جس کا جعفر ہو گیا ہو تو اس کو حرف کہتے ہیں۔

**روایت بالمعنى:** راوی حدیث میں اختصار کر لے یا الفاظ حدیث کو محفوظ نہ رکھا ہو بلکہ مطلب یاد رکھ کر اپنی عبارت میں بیان کیا۔

بعض ائمہ نے روایت بالمعنى کو جائز نہیں رکھا۔ بعض نے یہ شرط کی ہے کہ روایت بالمعنى اصحاب کے سوا کسی کو جائز نہیں۔ بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر روایت بالمعنى کرنے والا فقیہ و فہیم ہے تو اس کی روایت لی جائے گی اور اس کا اختصار جائز سمجھا جائے گا۔ تابعین میں سے امام حسن بصری، امام شعبہ، امام ابراہیم بن حنفی، امام سفیان ثوری روایت بالمعنى کو لیتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے دماغ میں تفہم فی الدین ہوتا ہے ان کو الفاظ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دماغ میں مطالب کا اس قدر بھوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے لئے مشکل سے ہنجارش ہو سکتی ہے۔ مجتہدین کی بھی کیفیت تھی۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ اگر ہم ایک حدیث کو اپنے سے ہوئے کے موافق یا ناقص ہاں تو نہیں بیان کر سکتے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا۔ ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا۔ مگر معنی ایک ہی تھے۔ (منصف عبد الرزاق)

تفہیم و فہیم کا بالمعنى یا بالاختصار روایت کرنا مضر نہیں، ہاں عموم کا ضرور موجب نقصان ہے۔ اس لئے خاص خاص مجتہدین نے روایت بالمعنى کو جائز رکھا باقی صحیح اکثر روایت باللفظ ہی کے پابند تھے اور ان کو یاد رہتا تھا اور وہ یاد رکھتے تھے۔ الفاظ رسول کا بیان حدیث قوی ہی میں ہو سکتا ہے۔ فعلی و تقریری کا بیان تو بالمعنى ہی ہو گا۔

**مبہم:** جس کے راوی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ یا اس طرح ذکر کیا گیا ہو کہ صحیح خیال قائم نہ ہو سکے۔

**مستور:** جس کو ایسے راوی نے روایت کیا ہو کہ جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو اور یہ تحقیق نہ ہو سکے کہ یہ روایت اس کے کس زمانہ کی ہے۔ قبل از عارضہ یا بعد از عارضہ۔

**شاذ:** جس کا راوی ہمیشہ بد حافظہ رہا۔

**خلط:** جس کے راوی کو کسی وجہ سے سہو نیاں کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔ ایسے راوی کی روایت جو قبل از عارضہ ہو گی وہ لی جائے گی جو عارضہ کے بعد ہو گی وہ قبول نہ کی جائے گی۔

**ضعیف:** جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم، بد حافظہ وغیرہ ہو۔

**تلقیٰ سیم خبر بخط اسناد:**

**مرفوع:** جس حدیث کی سند رسول کریم پر منسکی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں۔

**موقف:** جس میں راوی صحابی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے۔

**مقطوع:** جس میں راوی تابع کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے موقوف اور مقطوع کو اثر بھی کہتے ہیں۔

**مند:** مرفوع صحابی جو ایسی اسناد سے ثابت ہو کہ ظاہر متصل ہے۔

**متصل:** جس کے سلسلہ روایات میں ایک راوی بھی درمیان میں ساقط نہ ہوا ہو۔

**نوٹ:-** بعض حدیثوں کے ساتھ حسن غریب اور حسن صحیح وغیرہ لکھا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے

مردی ہے۔ متفق علیہ وہ حدیث ہے جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو۔ کل متفق علیہ حدیث (۲۳۲۶) ہیں۔

**حدیث قدسی:** وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم نے خداوندِ الجلال کی طرف سے بیان کیا ہو یعنی فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوں

فرماتا ہے۔ (افتباش از کتاب حسنات الاخبار تاریخ الحدیث، قاضی عبد الصمد صاریم سیوطی)

**حدیث:** پر فی نقطہ نظر سے تہرہ آپ مطالعہ فرمائے ہیں یہاں تک حدیث کے متعلق کچھ اصطلاحات آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں جن کی تفصیلات کے لئے مستقل دفاتر کی ضرورت ہے یہاں ایجاد و اختصار مد نظر ہے اب فن حدیث کے متعلق ایک بنیادی چیز پر آپ کو توجہ دلائی جائے گی وہ بنیادی چیز اسناد ہے جو محدثین کرام نے متفق طور پر یہ کہا ہے کہ الاستناد من الدین و لو لا الاستناد لقال من شاء ماشاء یعنی اسناد دین سے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔ اسناد سے مراد وہ سند ہیں جو محمد شین کرام اپنے اسنادہ کرام سے نقل کرتے ہوئے حدیث کو رسول کریم ﷺ تک پہنچادیتے ہیں۔ اسناد کی جائیج کے لئے علم اسماء الرجال وجود میں آیا جس کے متعلق ایک غیر مسلم فلسفی ڈاکٹر اسپر گرل کہتے ہیں ”نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پائی لا کھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔“ اسناد کی اہمیت پر علامہ حافظ ابن حزم نے بہت کچھ لکھا ہے جس کا بہترین خلاصہ استاذ الحدیث حضرت مولانا بدر عالم میرٹی مرحوم نے اپنی قبل قدر کتاب ”ترجمان النہ“ میں پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت میرٹی مرحوم علامہ ابن حزم کے ان مباحث کو اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

### سند صرف اسلام کی خصوصیت ہے:

حافظ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق میر نہیں ہوئی کہ اپنے رسول کے کلمات صحیح صحیح ثبوت کے ساتھ تحفظ کر سکے یہ صرف اس امت کا طفراء امتیاز ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک مکمل کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق بخش دی گئی ہے۔ آج روزے زمین پر کوئی نہ بہ ایسا نہیں ہے جو اپنے پیشوں کے ایک مکمل کی سند بھی صحیح طریق پر پیش کر سکے۔ اس کے برخلاف اسلام ہے جو اپنے رسول کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت و اتصال کے ساتھ پیش کر سکتا ہے۔

### دین کے ثبوت کی چھ صورتیں:

ہمارے دین کی معابر اور غیر معابر طور پر منقول ہونے کی کل چھ صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت میں شرق سے لے کر غرب تک مسلم و کافر سب شریک ہیں۔ یہاں منصف و معاند کی بھی کوئی تفصیل نہیں ہے جیسا قرآن کریم۔ تمام عالم اس کا شاہد ہے کہ جو قرآن ہمارے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ وہی قرآن ہے جو آپ پر نازل ہوا تھا اسی طرح پیش و قته نمازِ رمضان کے روزے رُزکۃ، حج اور اسی قسم کے وہ احکام جو قرآن کریم میں مخصوص ہیں سب تو اتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے مذہب میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس کے متعلق وہ اتنا عظیم الشان تواتر پیش کر سکتیں۔ ان کی شریعت کا تمام دار و مدار تواریخ پر ہے جس کے خود ثبوت ہی میں سو طرح کے شہادات ہیں۔ یہود کو اس کا اعتراف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد عام ارتداد پھیل گیا تھا۔ زمانہ دراز تک بت پرستی کی جاتی تھی انبیاء علیہم السلام کو ایذا کیسیں، یہ جاتی تھیں حتیٰ کہ بعض کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ شروع و فساد کے اس دور میں بھلا تواریخ کی حفاظت کا کیا

خیال کیا جاسکتا ہے اس کا تو اتر تودر کنار۔

نصاری کا حال یہ ہے کہ ان کے کل مذہب کی بنیاد پانچ اختصار پر ہے جن کا جھوٹ خود ان کے بیانات سے ثابت ہے قرآن کریم کے تو اتر سے بھلا اس کا کیا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ بھی متواتر ہے مگر اس کا دارہ پہلے سے کسی قدر بھک ہے یعنی پہلی صورت میں اہل علم اور بے علم، مسلم اور کافر سب اس میں شریک ہوتے ہیں۔ یہاں صرف ایک محدث دارہ کو اس کا علم ہوتا ہے اگرچہ اس کا احاطہ بھی بزاروں کی تعداد سے مجاہز ہوتا ہے جیسا کہ آپ کے مجرمات، مناسک حج اور زکوٰۃ کے بعض احکام اہل نبیر سے آپ کا معابدہ وغیرہ۔ یہود و نصاری کے پاس اس جنس کا ثبوت بھی ندارد ہے۔ (۳) تیسرا صورت یہ ہے کہ اس کے نقل کرنے والے اگرچہ حد تو اتر کو نہ پہنچیں مگر معتبر اشخاص ہوں پھر وہ اسی قسم کے دوسرے چند اشخاص یا ایک شخص سے نقل کریں اور اسی طرح یہ نقل طبقہ ب طبقہ آس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے یہود و نصاری کے یہاں اس قسم کی بھی کوئی سند نہیں ہے یہ اقتیاد صرف امت محمدیہ کا ہے کہ اس نے اپنے رسول کا ایک ایک گلہ ہر ممکن سے ممکن طریقے محفوظ کر لیا ہے۔ اور اس خدمت کے لئے شرق و غرب میں اتنے نفوس مارے مارے پھرے ہیں کہ ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا اسکی کو معلوم نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کسی فاسق کی یہ مجال نہیں رہی کہ وہ دین کا ایک شو شہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکے اس کے برخلاف یہود و نصاری اپنے دین کے کسی ایک مسئلہ کے متعلق بھی دلتوق کے ساتھ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے دین کا جزء ہے۔ (۴) چوتھی صورت مرسل ہے یعنی رسول اور ناقل کے درمیان کا واسطہ نہ کوئی تابعی برادرست آپ کا قول و فعل نقل کرے یہود و نصاری کے پاس زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی کوئی سند ہے تو اس قسم کی ہے پھر اس طریقہ میں بھی زمانہ نبوت سے جو قرب ہمیں حاصل ہے انہیں حاصل نہیں، اس پر ان کے لئے اندر وہی اور بیرونی حالات کی ناموافقت مزید براہ ہے اس لئے جتنے تردید اور شبہات کے امکانات وہاں پیدا ہو سکتے ہیں یہاں نہیں ہو سکتے۔ ہمارے علم میں یہود و نصاری کے پاس صرف ایک ہی مسئلہ ایسا ہے جس کو ان کے کسی عالم نے نبی اسرائیل کے کسی آخری نبی سے براہ براست نہ ہے، اس کے علاوہ ان کے تمام دین کے ثبوت کی درمیانی کڑی غائب ہے۔ ہم ان طریقوں میں سے اپنے تمام دین کی بنیاد صرف پہلے تین طریقوں پر قائم کرتے ہیں۔ مرسل کے قول و رد کرنے کے متعلق اصول حدیث میں اختلاف کیا گیا ہے ہر فریق کے دلائل وہاں نہ کوہ رہیں یہاں طوالت کے خوف سے ان کو نقل نہیں کیا گیا۔ قول و فعل صحابی کے متعلق بھی بڑی تفصیل ہے اگر حکماً مرفوع ہے تو وہ بھی قابل جلت ہے اس کی بحث بھی اصول حدیث کی کتابوں میں دیکھی جائے۔ (المثل والخلج ص ۲۶-۲۹)

(۵) پانچیں صورت یہ ہے کہ سند کے بعض راوی مجروح اور غیر شفیع بھی ہوں ہمارے نزدیک ایسی سند کا اعتبار کرنا حالال نہیں (۱) چھیٹی صورت یہ ہے کہ وہ آں حضرت ﷺ کا قول و فعل ہی نہ ہو بلکہ مذکورہ بالا طریقے سے کسی صحابی کا قول و فعل ہو اس کے تسلیم کرنے نہ کرنے میں بھی اختلاف ہے ہم اسے واجب لعلیم نہیں سمجھتے۔ (المثل والخلج جلد ۳ ص ۲۶-۲۹)

ابن حزمؓ کے اس قول سے معلوم ہو گیا کہ تو اتر کے علاوہ خبر واحد بھی دین میں جلت ہے۔ دین کی بنیاد صرف تو اتر پر قائم کرنا اس کے بہت بڑے حصہ کو ضائع کر دینا ہے کیونکہ تو اتر کے ساتھ جتنا حصہ ثابت ہے وہ تمام دین کے متعلقہ میں اتنا قلیل ہے کہ اس کو نہ ہونے کے برابر کہا جاسکتا ہے۔ آگے حضرت استاذ الحدیث نے خبر واحد کے متعلق ذرا مفصل سے لکھا ہے جسے ہم بھی مولانا مرحوم ہی کے لفظوں میں اپنے ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ مولانا شیخ الحدیث لکھتے ہیں۔

خبر واحد کی بحث:

اصول حدیث کی اصطلاح کے لحاظ سے اجمالی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) متواتر (۲) خبر واحد۔ ہر اس خبر کو جو متواتر نہ ہو

اصطلاحی طور پر خبر واحد ہی کہا جاتا ہے۔

لہذا خبر واحد کے لفظ سے اس کا جو مفہوم دیا گیا میں پیدا ہوتا ہے اسی میں خبر واحد کا انحراف کہنا چاہئے بلکہ تو اتر کا عدد کسی ایک طبقہ میں بھی فوت ہو جائے تو اس کو خبر واحد ہی کہا جاتا ہے خواہ وہ خبر کتنے ہی افراد سے روایت کی گئی ہو۔ اس کا صرف یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس کارروایت کرنے والا ہر دور میں صرف ایک ہی شخص ہو۔ جو لوگ متواتر کے سوا خبر واحد کو مطلقاً جنت نہیں مانتے ان کو زور اس پر غور بھی کرنا چاہئے اگر کسی حدیث کے راوی صحابہ و تابعین کے دور میں بکثرت موجود ہوں پھر کسی ایک دور میں استاذہ و تلامذہ کی نقل و حرکت کی تقلیل و کثرت ماحول کی موافقت یا ناموافقت کی وجہ سے کسی قدر کم ہو جائیں تو کیا ایسی خبر کو بھی رد کر دینا عقلاً مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض معزز لہ جو خبر واحد کے سب سے پہلے مذکور ہیں۔ اس پر غور کرتے کرتے اس فیصلہ کے لئے مجبور ہو گئے ہیں کہ اگر ہر دور میں اس کے راوی دو دو موجود ہیں تو پھر ایسی خبر کو جنت کہہ دیا جائے گا۔ اس کی تزوید کی اب کوئی وجہ نہیں رہتی حالانکہ صرف دو راویوں سے کسی خبر کو متواتر نہیں کہا جاسکتا وہ خبر واحد ہی رہتی ہے گرماں کو اسی وقت ضرور حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کو مفید یقین کہا جاسکتا ہے۔ پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ یہ تمام تسلیمیں اس قدر مدد و دوقت کے اندر اندر ہیں کہ اس میں ذخیرہ حدیث کو بالکل ساقط الاعتبار قرار دینا بہت بڑی غلفت ہے۔ تدوین حدیث کا دور تیسری صدی تک ختم ہو جاتا ہے پہلی صدی تک آں حضرت ﷺ کے دیکھنے والے صحابہؓ خود موجود ہیں اور آپؐ کی احادیث کا ذخیرہ مختلف طور پر ان کے پاس محفوظ تھا۔ اس کے بعد دوسری صدی شروع ہونے نہ پائی کہ تدوین حدیث کا آغاز باشابطہ ہو گیا۔ اتنے قلیل عرصہ میں تمام ذخیرہ احادیث کا یک قلم مکھوک ہو جاتا بہت بعید از قیاس ہے۔

اگر تدوین حدیث صحابہ و تابعین کے دور کے بعد شروع ہوتی تو حدیث کے ثبوت میں شبہ کرنا معقول ہوتا لیکن جب کہ فقط احادیث کا سلسلہ خود آپؐ کے زمانے سے برابر متصل طور پر چلا آ رہا ہے تو اب اس میں شبہ کرنے کی کوئی محکومیت باقی نہیں ہے۔ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں اس پر مستقل ایک مقالہ لکھا ہے اور آں حضرت ﷺ کے زمانہ ہی کے واقعات سے خبر واحد کی صحیحیت ثابت کی ہے ہم یہاں اس کا مختصر خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

#### پہلا واقعہ:

تحویل قبلہ سے پہلے اہل قباء کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا لیکن جب آں حضرت ﷺ کا قاصد صحیح کی نماز میں تحویل قبلہ کی خبر لے کر ان کے پاس پہنچا تو سب نے نماز کے اندر ہی اپنارخ بیت اللہ کی طرف بدل دیا اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ان کے نزدیک دینی مسائل میں خبر واحد جنت تھی اور اگر بالفرض ان کا یہ اقدام غلط ہوتا تو یقیناً آں حضرت ﷺ ان کو تنبیہ فرماتے کہ جب تم ایک قطعی قبلہ پر قائم تھے تو تم نے صرف ایک فرض ظیعی کو کیسے چھوڑ دیا اور برہار راست میری ہدایت یا خبر متواتر کا انتظار کیوں نہ کیا گریباں اعتراض کرنا تو درکار اپنی جانب سے خبر واحد کا بھیجا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ خود صاحب نبوتؐ کے نزدیک بھی دین کے بارے میں ایک ثقہ اور صادق شخص کا قول کافی ہے۔

#### دوسرہ واقعہ:

یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ”میں ابو عبیدہؓ ابو طلحہؓ ابی بن کعبؓ کو شراب پلارہ تھا کہ دفعۃ ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ یہ سن کر فوراً ابو طلحہؓ نے کہا انسؓ انہو اور شراب کے ملکے تو زدالو۔ میں انہا اور شراب کے برتن تو زد دیئے۔“ ظاہر ہے کہ شراب پہلے شرعاً حلال ہی تھی لیکن یہاں صرف ایک شخص کے بیان پر اس کی حرمت کا یقین کر لیا گیا اور اس کے برتن تو زد اے گے۔ حاضرین میں سے کسی نے اتنا مامل بھی نہ کیا کہ آنحضرت ﷺ سے بالشاذ جا کر پچھے آتا اور نہ کسی نے یہ اعتراض کیا کہ قبل از تحقیق یہ اشاعرے میں اور اسراف بے جا کیوں کیا گیا۔

**تیسرا واقعہ:**

خود آں حضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ آپ نے زنا کے ایک مقدمہ میں زانی کے اقرار پر اس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور جس عورت کے متعلق اس شخص نے زنا کرنے کا اقرار کیا تھا اس کے پاس انہیں کو بھیجا اور فرمایا کہ اس سے دریافت کرو۔ اگر وہ بھی اقرار کرے تو اس کو رحم کرو ورنہ اس شخص کو وعد قذف لگاؤ کیونکہ اس نے بلا شرعی ثبوت کے ایک عورت پر زنا کی تہمت کیے رکھی۔ انہیں پہنچے، اس عورت نے زنا کا اقرار کیا اور وہ بھی رحم کر دی گئی۔

**چوتھا واقعہ:**

عمرو بن سلیم زرتی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم منی میں مقیم تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ اونٹ پر سوار چیج چیج کر رہے کہتے چلے آ رہے ہیں کہ یہ کھانے پینے کے دن میں کوئی شخص ان میں روزہ نہ رکھے۔

**پاچواں واقعہ:**

بیزید بن شیبان کہتے ہیں کہ ہم مقام عرفات میں تھے۔ اتفاقاً ہمارا مقام آنحضرت ﷺ کی قیام گاہ سے دور تھا۔ اسی در میان میں ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کا قاصد یہ بیام لے کر پہنچا کہ ہم جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اپنی اسی جگہ پر رہیں وہاں سے منتقل ہونے کی ضرورت نہیں۔ میدان عرفات میں جہاں بھی قیام ہو جائے فریضہ و قوف ہو جاتا ہے۔

**چھٹا واقعہ:**

حضرت کے نویں سال آں حضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو حنفی کا امیر بن کر بھیجا تاکہ فریضہ حج کو ان جام زین اور ان کے بعد حضرت علیؓ کو روانہ کیا کہ وہ کفار کو سورہ برأت کی آیات سن کر ہوشیار کر دیں کہ انہوں نے خود بد عذری کی ہے اب خدا کا بھی ان سے معابدہ باقی نہیں رہا۔

ان سب احادیث میں آنحضرت ﷺ کا ایک ایک شخص کو اپنی جانب سے بھیجا باد جو دیکھ آپ کا بغش نفس تشریف لے جاتا بھی ممکن تھا، اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ دین میں ایک شفہ اور صادق شخص کی خبر جنت گردانی گئی ہے۔

**خبر واحد کی جیت کا ایک اور ثبوت:**

اس کے سوا آپ نے غالباً اور قاصد جہاں جہاں بھی بھیج ہیں ان میں عدد کا لحاظ کوئی نہیں کیا۔ قیم بن عاصم زر قران بن بدر اور ابن زیر وغیرہ کو اپنے قابل کی طرف روانہ کیا۔ وند بحرین کے ساتھ ابن سعید بن العاص کو بھیجا اور معاذ بن جبل کو یمن کے بال مقابل بھیجا اور جنگ کے بعد ان کو شریعت کی تعلیم دیئے کا حکم دیا یعنی کہیں مقول نہیں کہ آپ کے عاملین کے ساتھ کسی نے یہ مناقشہ کیا ہو کہ جو نکہ یہ ایک ہی فرد ہے اس نے اس کو صدقات و عشر نہیں دیئے جائیں گے۔

**خبر واحد کی جیت کا تیسرا ثبوت:**

اسی طرح آپ نے دعوت اسلام کے لئے مختلف بلاد میں بارہ قاصد روانہ فرمائے اور صرف اس بات کی رعایت کی کہ ہرست میں ایسا شخص بھیجا جائے جو اس نواحی میں متعارف ہو تاکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اندیشہ نہ رہے اور ان کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ وہ آں حضرت ﷺ کا قاصد ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے عاملوں اور قاضیوں کے پاس جب بھی آپ کے خطوط پہنچے تو ہمیشہ انہوں نے فوراً ان کو تافذ کیا اور خواہ مخواہ کے شہادات کو کوئی رahanہ دی پھر آپ کے بعد بھی آپ کے خلفاء و عمال کا یہی دستور رہا حتیٰ کہ مسلمانوں میں ایک ہی خلیفہ ایک ہی امام، ایک ہی تاضی، ایک ہی امیر ہوتا۔ ایک مسلمہ مسئلہ تھا۔ جس میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ خبر واحد کی جیت کے لئے یہ چند احادیث بطور شیوه نمونہ از خروارے کافی ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر ہم نے ان لوگوں کو پیلایا ہے جن کو کہ ہم نے دیکھا اور یہی عقیدہ انہوں نے اپنے پہلوں کا ہم سے بیان کیا۔

**خبر واحد کی جیت کا چھو تھا ثبوت:**

ہم نے مدینہ میں ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے صحابی ابو سعید خدریؓ ایک حدیث نقل کر دیتے ہیں اور اس سے دین کی ایک سنت ثابت ہو جاتی ہے۔ ابو ہریرہؓ ایک روایت کرتے ہیں اس سے ایک سنت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک صحابی کے بیان پر دین کی اور سنتیں ثابت ہوتی چلتی تھیں۔ خبر واحد اور متواتر ہونے کا کوئی سوال وہاں نہیں کیا جاتا تھا۔ آخر میں امام شافعیؓ لکھتے ہیں کہ میں نے مدینہ و مکہ، یمن و شام اور کوفہ کے حضرات ذیل کو دیکھا کہ وہ آں حضرت ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے تھے اور صرف اس ایک صحابی کی حدیث سے ایک سنت ثابت ہو جاتی تھی۔ الہ مدینہ کے چند نام یہ ہیں۔

محمد بن جبیر، نافع بن جبیر، یزید بن طلحہ، محمد بن طلحہ، نافع بن جبیر، ابو سلمۃ بن عبد الرحمن، حمید بن عبد الرحمن، خارجۃ بن زید، عبد الرحمن بن کعب، عبد اللہ بن ابی قتادة، سلیمان بن یسار، عطاء بن یسار وغیرہم۔ اور الہ مکہ کے چند اسماء حسب ذیل ہیں۔ عطاء، طاؤس، مجاهد، اہن ابی ملکیہ، عکرمہ بن خالد، عبد اللہ بن ابی یزید، عبد اللہ بن بابا، اہن ابی عمر، محمد بن المکدر وغیرہم اور اسی طرح یہ میں میں وہ بن منہہ اور شام میں مکھول اور یصرہ میں عبد الرحمن بن غنم، حسن اور محمد بن یسرین کو فہی میں اسود، علقہ اور شعی غرض تمام بلا اسلام ایسی عقیدہ پر تھے کہ خبر واحد جست ہے اگر بالفرض کسی خاص مسئلہ کے متعلق کسی کے متعلق کسی کے لئے یہ کہنا جائز ہوتا کہ اس پر مسلمانوں کا ہمیشہ اجماع رہا ہے تو خبر واحد کی جیت کے متعلق بھی میں یہ لفظ کہہ دیتا مگر احتیاط کے خلاف سمجھ کر اتنا پھر بھی کہتا ہوں کہ میرے علم میں فتحہ مسلمین میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

### **خبر واحد پر عمل نہ کرنے کی چند صورتیں:**

ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر کسی کے پاس خبر واحد پہنچی ہو تو اس نے اس پر اس لئے عمل نہ کیا ہو کہ اس کے نزدیک وہ خبر حدیث کو نہ پہنچی ہو یادہ حدیث دو معنوں کو محتمل ہو اور اس نے دوسرے مقنی پر عمل کر لیا ہو یا اس کے معارض اس سے زیادہ صحیح حدیث اس کے پاس موجود ہو۔ غرض جب تک وجہ ترجیح یا اسباب ترک میں سے کوئی سبب اس کے پاس موجود نہ ہو ہرگز کسی کیلئے خبر واحد کا ترک کرنا جائز نہیں۔

### **خبر واحد کے مراتب:**

اسی کے ساتھ یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ ایک وہ حدیث جس پر سب کا اتفاق ہوا اور ایک وہ جو کسی خاص مسئلہ کے متعلق صرف ایک روایی سے روایت کی گئی ہو، اس میں مختلف تاویلوں کی مخالفت بھی نہ ہو، دونوں برابر نہیں ہو سکتیں۔ پہلی حدیث کا تعلیم کرنا بلاشبہ قطعی ہے۔ اگر اس کا کوئی مکر ہو تو اس سے تو پہ کرائی جائے لیکن دوسرا قسم کی حدیث اس درجہ تقریباً نہیں۔ اگر اس حدیث میں کوئی شک کرے تو اس سے تو پہ کا مطالہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اس پر عمل کرنا واجب ہو گا جب تک کہ اسباب ترک میں سے کوئی سبب پیلانے جائے جیسا کہ شاہدؤں کے بیان پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہاں بھی غلطی اور غلوک کا اختال باقی رہتا ہے لیکن پھر بھی جب تک تحقیق نہ ہو ظاہر حال پر عمل کیا جاتا ہے۔

### **حدیث صحیحین مفید یقین ہیں:**

حافظ ابن حزمؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک حدیث کے لئے کتنے روایوں کی ضرورت ہے جس کے بعد حدیث بدعا نہ ہے۔ مگر کو مفید ہو جاتی ہے۔ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص عدد مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر دو شخص بھی کوئی خبر

دیں جن کے متعلق ہمیں یہ یقین ہو کہ اس سے پہلے نہ وہ بھی ایک دوسرے سے طے ہیں اور اس خبر میں ان کی طمع یا خوف کا کوئی مضمون ہے پھر ایک دوسرے کی لامی میں اس طویل خبر کو ہمارے سامنے پیان کریں وہ بھی از خود نہیں بلکہ ایک ایک جماعت کے واسطے سے تو ہمیں ان کے صدق کا بدیکی طور پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر وہ شخص جو دنیا کے معاملات میں گذرتا ہے، ہمارے اس پیان کی شہادت دے سکتا ہے۔ کسی کی موت، ولادت، نکاح، عزل، ولایت اور اس قسم کے تمام واقعات کا بدیکی علم ان طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں وہی شخص تک پہنچ پیدا کر سکتا ہے جو اپنے ان بدیکی معاملات کی طف غور نہ کرے اور روزمرہ کے ان واقعات سے قطع نظر کر لے۔ اگر آپ کسی آدمی سے ایک جھوٹا افسانہ تیار کرنے کے لئے کہیں تو وہ یقیناً ایک لبافائانہ گھر سکتا ہے لیکن اگر دو ماکنوں میں دو شخصوں کو علیحدہ علیحدہ بند کر دیں تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسی حکایت اپنی جانب سے تیار کر لیں جن میں دونوں اول سے آخر تک متوجہ ہوں ہاں شاذ نادر بھی ایسا والی ہو گیا ہے کہ دو شاعروں کے خیالات ایک آدمی مصروف میں اتنے مطابق ہو گئے ہیں کہ ان میں لفظی اتحاد بھی پیدا ہو گیا ہے مگر ہمیں اب تک اپنی عمر میں ایک واقعہ بھی ایسا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں دو شاعروں کا کسی ایک شعر میں بھی پورا پورا اتفاق ہو گیا ہو۔ اگرچہ لوگوں نے اس بارے میں ایسے کلام کی ایک فہرست پیش کی ہے مگر ہمارے نزدیک وہ اکثر علمی سرقة ہیں جن میں اپنی عیوب پوشی کے لئے اتحاد خواطر کے دعوے کردی ہے گئے ہیں۔ پس بھی خداوند میں بھی ایسے قرائیں جس ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی بدیکی طور پر یقین کو مفید ہو جاتی ہے اور کبھی ایک جماعت کی خر بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتی مثلاً اگر کسی خبر سے کسی شہر کا نفع و نقصان متعلق ہو تو عقل کے نزدیک اس تمام شہر کا جھوٹ پر متفق ہو جانا بھی محال نہیں ہے۔ بہر حال خبر کے مفید یقین ہونے کا کوئی ایک ضابطہ نہیں یہ حالات اور زمانہ کے تابع ہے۔

خبر واحد کے مفید یقین ہونے پر قرآن سے ایک استدلال:

اس کے بعد ابن حزم لکھتے ہیں کہ ایک قسم کی حدیث وہ ہے جس کی خبر دینے والا ایک ہی شخص ہے پھر جس سے وہ نقل کرتا ہے وہ بھی ایک ہی شخص ہے اسی طرح ایک ہی ایک راوی کے واسطے سے یہ خبر آنحضرت ﷺ تک متصل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ واسطے حسب ضابط پڑے اور عادل اشخاص ہیں تو اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔ حارث بن اسد حابی میں بن علی الکراہی کا بھی ذہب تھا، ابو سلیمان کا بھی مختار بھی تھا اور ابن خیر مدنانے بھی امام بالک<sup>ؑ</sup> سے بالک سے بھی نقل کیا ہے قرآن کریم بھی اس کی صحت کا شاہد ہے۔ فلتو لا نَفْرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلَيُثَذِّرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعْنَهُمْ يَعْدُرُونَ (الاتوب: ۱۲۲) (ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر جماعت میں سے ایک طائفہ دین کی تعلیم کے لئے کل کھڑا ہوتا تاکہ جب وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آتا تو ان کو ذرا تاشایدہ بھی بری با توں سے بچنے لگتے) لفت میں طائفہ کی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اس لئے اس کا طلاق ایک شخص سے لے کر جماعت تک کیا جا سکتا ہے لہذا آیت بالا کی بوجب ہر جماعت کا فرض ہے کہ جب ایک شخص یا کوئی جماعت ان کو دین کی باتیں پہنچائے تو وہ ان کو قبول کرس اور مانیں۔ (توجیہ النظر ص ۳۳۲ و ۳۰۰)

حافظ ابن تیمیہ نے بھی اس پر مستقل دو مقالے لکھے ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک واقعہ ایک شخص کی زبانی ہمارے سامنے معمول ہوتا ہے پھر مختلف گوشوں سے مختلف طور پر اس کی مختلف شہادتیں ہمیں مل جاتی ہیں تو اگرچہ ہر ہر شہادت اپنی جگہ خبر واحد ہوتی ہے لیکن خبروں کے مجموعہ سے ہمیں یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ یقیناً صحیح ہے عقل یہ ہرگز باور نہیں کر سکتی کہ مختلف اشخاص ایک دوسرے کی اعلیٰ میں کوئی ایک واقعہ نقل کریں اور پھر وہ ازاں اخیر کی ایک بیان میں متفق ہو جائیں مثلاً آں حضرت ﷺ اور جابر کا ایک واقعہ صحیح میں موجود ہے کہ ایک سفر میں آپ نے جابرؓ سے اونٹ خریداً گواں اونٹ کی قیمت بیان کرنے میں راویوں کا اختلاف ہے لیکن متعدد طریقوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے جابرؓ سے اونٹ خریدا تھا۔ پس جب مختلف اشخاص نے ہمارے سامنے اس

ایک واقعہ کو بیان کیا ہے در انحال لیکے ہمارے پاس اس کا بھی کوئی قرینة نہیں ہے کہ ان اشخاص نے اس سے قبل کہیں بیٹھ کر اس خبر کو بنانے میں کوئی مشورہ کیا تھیا اس خبر کے بیان کرنے سے ان کی کوئی خاص غرض متعلق ہے تو اس واقعہ کے یقین کرنے میں ہمیں کوئی ہال نہیں رہتا۔ اگر اس کے بعد بھی ہم اس واقعہ میں محض عقلی طور پر شک و تردود کریں تو اس کا نام تحقیق واقعہ نہیں بلکہ وہم پرستی ہے۔

علامہ جزاڑی نے ضمی طور پر یہاں ایک اور مفید بات لکھی ہے۔ بہت سے نادائق اصحاب کو محدثین پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حدیث کی کتابوں میں ضعیف حدیثیں کیوں جمع کر دی ہیں۔ اس کے جواب میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ محدثین مجہول اور کمزور حافظ کے اشخاص کی احادیث صرف اس لئے جمع کرتے تھے کہ یہ احادیث کم از کم ایک مضمون کی تقویت اور تائید میں کار آمد ہو سکتی ہیں۔ قال احمد قد اکب حدیث الرجل لاعتبرہ امام احمد فرماتے ہیں میں بھی ایک شخص کی حدیث اس لئے بھی لکھتا ہوں کہ اس کو متابعت اور شواہد کے طور پر کام میں لا سکوں۔ (توجیہ ص ۱۳۲)

### خبر واحد کے مفید یقین ہونے پر قرآن کریم سے دوسرا استدلال:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ يُبَيِّنُ لَكُمْ فَتَبَيَّنُوا أَنَّ تُصْبِيَّوْا قَوْمًا بِحَمَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ  
ثُلَّةً بَيْنَ - (المجرات: ۲)

اے ایمان والو اجب کوئی فاسق شخص تمہارے سامنے کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے تحقیق کسی قوم پر جا بڑو بعد میں اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ ہونا پڑے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے خبر واحد کو قبول کیا ہے اگر ایک شخص کی خبر قابل قبول نہ ہوتی تو وہ اس کو تحقیق کی بجائے رد کرنے کا امر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے خربی پہنچانے کے لئے بھی جو ذریعہ اختیار فرمایا ہے وہ بھی خبر واحد ہی ہے یعنی اللہ کا رسول ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر دین میں اصولی حااظت سے ایک شخص کی خبر قابل قبول نہ ہوتی خود رسول تمہا اپنی خبر پر دوسروں کو ایمان لانے کا حکم کیے دے سکتا تھا قرآن کریم نے جہاں بھی زور دیا ہے راوی کی عدالت پر اور اس کے صدق پر زور دیا ہے حتیٰ کہ صرف زنا کے ایک معاملہ کے سوا جان کے معاملہ میں بھی دو شخصوں کا بیان اعتبار کر لیا ہے اور ایک جگہ بھی خروں کی تقدیم کے لئے تو اتر شرط نہیں کیا۔ اگر دو شخصوں کے بیان پر ایک مسلمان کو قصاصاً قتل کیا جاسکتا ہے یا ایک چور کا ہاتھ کاتا جاسکتا ہے یا ایک شخص پر حد تذف لگائی جا سکتی ہے یا لاکھوں کروڑوں انسانوں کی بایت تقسیم کی جاسکتی ہے تو کیا یہ اس بات کا بدینہی ثبوت نہیں ہے کہ شریعت نے یقین کا معيار صرف تو اتر نہیں رکھا۔ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ شریعت نے ایک مسلمان کا قتل، ایک معصوم ہاتھ کا قطع، ایک بے گناہ پر حد تذف اور لاکھوں کی بایت کے تقسیم یقین حاصل ہوئے بغیر شخص ملن کی بنا پر جائز قرار دے دی ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ اگر زنا جیسے نازک معاملہ کے لئے بھی قرآن کریم نے چار شخصوں کی گواہی بصراحت لازم نہ کی ہوتی تو امت محمدیہ یہاں بھی دو شخصوں کے بیان سے رجم کرنے کا فیصلہ کر دیتی۔ علماء نے اس کی حکمتیں اپنی جگہ مفصل بیان کی ہیں مگر شاید اس کی ایک حکمت یہ بھی ہو کہ چونکہ زنا کے ایک ہی معاملہ کا تعلق دو جانوں کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھی دو شخصوں کو اس ایک ہی جرم کے ثبوت میں رجم کرنے کی نوبت آجائے اس لئے یہاں اس جرم کے ثبوت کے لئے وہ شہادت شرط کر دی گئی ہو جو تمبا تباہ و جرموں کے لئے شرط کی گئی تھی۔ یہاں یہ عذر کرنا کہ دو شخصوں کا بیان ایک مسلمان کے قتل کر دالئے کے لئے تو کافی ہو سکتا ہے مگر نماز کے ایک واقعہ، آپ کے حج کی ایک صورت، آپ کے روزہ کی ایک سنت نقل کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا، قطعاً غیر معمول ہے۔ معتبرہ بھی جو دراصل ملکرین حدیث کے قائلہ کے سارے بان میں۔ یہ دلکھ کہ خبر عزیز کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ وینی ثبوت کے لئے یقین کا مطالبہ تو معمول ہو سکتا ہے مگر تو اتر کی شرط لگاتا بالکل بے معنی بات ہے۔ پس ملکرین حدیث کو دو باتوں میں ایک بات صاف

کرد یا چاہئے یا کہ شریعت نے تو اتر کے علاوہ یقین کو یقین ہی نہیں کہا یا خرداحد کسی حال میں مفید یقین ہوتی ہی نہیں۔ اگر خارجی قرآن ملا کر کبھی خرداحد بھی یقین کا فائدہ دے سکتی ہے اور شریعت کے نزدیک بھی یہ یقین بھی معتبر ہے تو پھر یہ تغیریت کہ اس قسم کا یقین تو دین کے معاملہ میں معتبر ہے اور اس قسم کا معتبر نہیں، مخفی ایک وہم پرستی ہے۔  
آگے حضرت مولانا میرٹھی مرحوم فرماتے ہیں۔

ابن حزمؓ جیسا وہ سچ انظر مورخ اور عالم فن انساد کو اس امت کی خصوصیات میں شامل رکرتا تھا لیکن وہ بڑے فخر سے یہ اعلان کرتا ہے کہ دین کی حفاظت کے جو چند طریقے اس امت کو مرحمت ہوئے ان میں سے ایک بھی پہلی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا۔ بقول منکرین حدیث اگر دین کی حفاظت صرف تو اتر کی ایک ہی صورت میں محصر ہو تو پھر تمام دین کی حفاظت کا دعویٰ یا تو صرف ایک بے دلیل خوش عقیدہ گی۔ بن جائے یاد یعنی کے بہت بڑے حصہ سے دست بردار ہونا پڑے۔ قرآن کریم اگرچہ متواتر ہے مگر بہت سے مقامات پر اس کی مراد اور معنی کا متواتر ثابت نہیں ہو سکتا۔ ثابت میں اشراک ثابت ہے پھر حقیقت و مجاز استعارات و کنایات کا ایسا وہ سچ باب ہے جس پر معمزہ نے تو اپنے سارے مذہب کی بنیاد ہی رکھ دی ہے۔ ان کے نزدیک ذات و صفات کی آیات اکثر اسی باب میں داخل ہیں۔ ان احتلالات کے موجود ہوتے ہوئے ہر جگہ تو اتر اور قطعیت کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اس بنابر احادیث تودر کنار قرآنی احکام کے بہت بڑے حصہ سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا۔ اور اگر ہر دھرمی سے بھی دعویٰ کر دیا جائے کہ اس کی تمام تفصیلات بھی قطعی الثبوت اور متواتر ہیں تو مذہبی دنیا میں موجودہ حالت سے بھی زیادہ انتشار برپا ہو جائے گا۔ ہر شخص اپنے اندازہ عقل کے مطابق ایک معنی تراش لے گا۔ اور اس پر اس زعم میں بتلار ہے گا کہ بھی معنی متواتر اور قطعی ہیں۔ مثلاً منکرین حدیث اتابع وحی کی تمام آیات کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں حدیث کے انکار کی بہت بڑی دلیل موجود ہے۔ اور قائلین حدیث ان ہی آیات کو اثبات حدیث کی بہت بڑی جست سمجھتے ہیں۔ اب سوچنے کے اگر یہ دونوں معنی متواتر ہوں تو ایک دوسرے سے کہاں تک کشیدگی کی نوبت آجائے گی۔ لیکن اگر مسائل ظنیہ بھی قرآن کے ماتحت رہ سکتے ہیں تو پھر کسی فریق کو یقینی طور پر دوسرے کو باطل کہنے کا حق نہیں ہو سکتا۔ بہت سی آیات کے معانی میں صحابہ کرام کا اختلاف ثابت ہے۔ اس کے باوجود چونکہ قطعیت کا دعویٰ کسی کو نہ تھا اس لئے ان میں مخالفت کا کوئی اثر بھی نہ تھا۔

### انکار حدیث کے نتائج و عوائق:

انکار حدیث اور حصول یقین کے لئے تو اتر شرط کرنے کے لازمی نتائج حسب ذیل ہیں۔

- (۱) قرآن کریم کی معنوی حفاظت اور اسلام کے امتیازی طریقے حافظت کا انکار۔
- (۲) قرآن کی جامعیت کا وہ وہ سچ مفہوم جو احادیث نبوی پر نظر رکھنے سے پیدا ہوتا ہے، اس سے دست برداری۔
- (۳) آل حضرت ﷺ کے بیش قیمت تشریعی کلمات سے محرومی اور آپؐ کی پراسرار حالات زندگی سے لا پرواہی۔
- (۴) آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی اطاعت سے اصولی انکار۔
- (۵) قرآن کریم میں جہاں میں یوں جگہ اطاعت رسول کا صریح حکم موجود ہے، ان سب کی تاویل بلکہ تحریف۔
- (۶) جس دور میں عالی بالقرآن نہ ہوا میں اطیبو اللہ واطیقو الرسول کے تمام نظام کا تقطل۔
- (۷) رسول کی ذات میں بلا کسی شرعی ثبوت کے دو حصیتوں کا اعتقاد، پھر ان کے جدا جا حقوق کی محض اپنے دماغ سے تفہیم۔
- (۸) اس وہ رسول جو قرآن کی جامعیت کا مفصل نقشہ تھا اسکی قطع و برید اور بقیہ کی ذہنی تشکیل۔
- (۹) رسول کی ذات جو شرعی اور فطری جاذبیت ہے اس سے علیحدگی اور یکسوئی۔
- (۱۰) نتائجِ مین سازی میں عقول عامد کی اصولی دست اندازی۔

حدیث کا انکار تو آسان ہے لیکن اس کے انکار کے جو عواقب ہیں ان کا سنبھالنا ذرا مشکل ہے۔ یہ پہلو دین کی صرف تحریب کا پہلو ہے، اس کی تحریر کا پہلو نہیں۔ مگر ان حدیث کو چاہئے کہ پہلو وہ صرف قرآن اور اپنی عقل کی مدد سے دین کا ایک مکمل نقشہ تیار کر لیں۔ اس کے بعد اس مفصل نقشہ سے موازنہ کر کے دیکھیں جو احادیث کے زیر ہدایات مرتب ہو چکا ہے۔ اس وقت ان کو یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گا کہ مملکت دین کی وسعت، حکومات و قشاہیات کے علاقے، قرام و حللاں کے حدود، عقائد و اعمال کی بارگیاں، معیشت و تمدن کے شوئے، نظام و سیاست کی لاکھیں کس میں زیادہ نہیاں اور صاف نظر آتی ہیں۔ ہر مشکل کو غیر ضروری کہہ کر ٹال دینا، ہر مطلق العنانی کو دین کے سیر میں داخل کبھی لینا، سلف و خلف کی معروف شاہراہ کو چھوڑ کر منے راستے کی بنیاد ادا نہیں اپنے خود تراشیدہ خیالات و مزاعمت کو حقائق اور حقائق کو خیالات کبھی لینا دین نہیں بلکہ کوتاه نظری خود پسندی اور واجب التوقیر ہستیوں کی تحقیر کرتا ہے۔ درحقیقت یہ قدرت کی ایک تعزیر ہے جو انکارِ حدیث کے باعث ملی ہے۔

یہ امرِ حقیقی ہے کہ امت کا جو طبقہ جس قدر صاحبِ نبوت سے قریب تر ہے، اسی قدر مذہبی لحاظ سے صحیح تر ہے۔ اس لئے مذہب کی جھلک جتنی صحیح طور پر ان میں نظر نہیں آسکتی ہے، بعد کے دور میں نظر نہیں آسکتی۔ لہذا غالباً اللہ ہن ہو کر آپ براہ راست ان کی تاریخ کا مطالعہ کر جائی تو بلا کسی غور و فکر کے جو بات آپ کے ذہن میں پیدا ہوئی وہ صرف ایک بہی بات ہو گی کہ ان کے درمیان آنحضرت ﷺ کی حیثیت اپنی ۲۳ سالہ حیاتِ طیبہ میں رسالت ہی کی حیثیت صحیح گئی ہے اور آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی صرف ایک عام امام یا امیر کی حیثیت میں نہیں سمجھا گیا۔ ان کی نظروں میں آپ پر ایمان لانا، آپ سے محبت کرنا، آپ کی اطاعت کرنا اور وہ تمام قربانیاں جوان کے بس میں تھیں کہ گذرنا صرف رسالت ہی کی ایک حیثیت سے متعلق تھا۔ وہ آپ کی اطاعت اور آپ کی حکم برداری کے لئے کسی ادنیٰ پس و پیش کے بغیر ہر وقت تیار رہتے تھے اور کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن کے حکم پا آپ کے حکم کی بجا آوری میں سرمودکوئی تفریق کرتے ہوں، یا آپ کا حکم ثابت ہو جانے کے بعد حیات و وفات کی تفریق ان کے ذہنوں میں بھی گذری ہو۔ ان کے نزدیک آپ کے احکام اور آپ سے کی جو حیثیت تھی وہ ہرگز کسی حاکم کی امیر اور کسی بادشاہ کے حکم کی سے تھی سلف کی تاریخ کا یہی نقشہ اتنا چاہیے کہ اس میں مسلمان و کفار و دو رائیں رکھتے۔ رہ گئی سند کی تحقیق، شاہدؤں کی تلاش، ہر شخص کو معنے سمجھے ہوئے بغیر حدیث بیان کرنے کی ممانعت تو وہ صرف بمنظور احتیاط اور آپ کی طرف غلط انتساب کے سدباب کے لئے تھی۔ اگر قرآن کی طرح لکھتے، قرآن کی طرح حدیث کو اپنا مشغلہ بنائے رکھتے کی کسی دوری میں نے ممانعت کی تو اس نے صرف اس تحریف سے حفاظت کی خاطر جوان کی آنکھوں کے سامنے ابھی تواریخ انجیل میں ہو چکی تھی۔ الغرض سند کی تحقیق، شاہدؤں کا مطالبہ، ثابت کی ممانعت، مگر حفظ کا اہتمام ہر شخص کو تعلیم کی ممانعت اور ہر قسم کی حدیث کی روایت کی روک تھام۔ روایت حدیث کے وقت خوف و ہراس، عکسِ روایت سے احتراز و غیرہ، یہی صحابہ اور حدیث کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ اب چاہے تو اسے آپ حدیث کی مخالفت کا پروگرام کہہ لجئے، یا حدیث کی حفاظت، تعلیم دین کی اہمیت، روایات احادیث میں فہم، مخاطبین کی رعایت، اپنے احساس ذمہ داری، حدیث میں لا پرواہی سے اجتناب اور اپنی آئندگی تشریف و احتیاط سے تحریر کیجئے۔

ہر شخص کی زندگی میں کچھ واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر اس کے عام مذاق یا اس کے زمانہ کے عام مذاق کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کی اصل وجہ وقتي مصلحت یا کوئی اور عارضی سبب بھی ہو سکتا ہے، صرف ان واقعات کی بنا پر اس کی ساری زندگی یا اس زمانے کے سارے مذاق کو بدل دینا اس دور کی تاریخ کو سچ کرنے کے متراوہ ہے۔

افسوں ہے کہ اس زمانہ میں مذہبی لٹریچر اول تو کوئی دیکھتا ہے تو اگر کوئی دیکھتا ہے تو وہ بھی مخالف ہی کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو گیا کہ اسلام کے واضح اور سکھلے ہوئے حقائق ہر روز نظری مسائل بننے پڑے جاتے ہیں۔ اسلامی ذہنیت بدلتے ہیں کا یہ پہلا نقصان ہے اور ہر نقصان جو اس کے بعد ہے، وہ اس سے شدید تر ہے۔

لمثل هذا يذوب القلب من كمد ان كان في القلب اسلام و ايمان

(ترجمان النہ ص ۲۱۸)

فی طور پر مختصر لفظوں میں اتنی وضاحت پیش کی جا سکی ہے کہ قارئین کرام اس کے مطالعہ سے بہت سی علمی معلومات حاصل کر سکیں گے۔ اب ہمارے سامنے فضائل حدیث والحمد لله علیہ دحالت حضرت امیر الحمد شیخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و خصوصیات جامع الحجج چیزے اہم عنوانات ہیں۔ خدا کرے کہ ہم بقایا باروں کے ساتھ ان عنوانات پر مختصر جامع مواد پیش کرنے میں کامیاب ہو سکیں چونکہ محدثین خصوصاً حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی فقہی گروہ سے متعلق ہونے کے بجائے خود ایک فقہ الحدیث کے جامع مسلک کے داعی ہیں جو سراسر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔ اسی مسلک والوں کو اصطلاحاً ملک حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے اور خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی مسلک کے داعی ہیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ پہلے مسلک الہدیث کا تعارف کرایا جائے امید کہ قارئین کرام بغور مطالعہ کریں گے۔

### لفظ "اصل حدیث" کا مفہوم

یہ نام دللفظوں سے مرکب ہے پہلا لفظ ملک ہے دوسرا لفظ حدیث ہے۔ اس کا ترجمہ "حدیث والے" بتا ہے۔ حدیث اللہ کے پاک کلام قرآن مجید فرقان حمید کا نام ہے، پھر حدیث جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کا نام ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ملک حدیث کے معنی قرآن و حدیث والے کے ہیں۔

پہلے مسلک اہل حدیث کی بنیاد اولین قرآن مجید فرقان حمید ہے اور اس کے بعد احادیث صحیح جن کے دفاتر کو عرف عام میں "صحاح ستر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، یعنی صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ۔ ان چھ حدیث کی مضبوط و مشہور ترین کتابوں میں بخاری شریف کو اصحاب الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب قرآن مجید کے بعد یہ کتاب دنیاۓ اسلام میں سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب ہے۔ اہل اسلام میں اہل حدیث کے علاوہ دوسرے پیشہ زماں بھی قرآن و حدیث کا دام بھرتے ہیں مگر ان فرقوں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر تقییدی مذاہب میں اولین بنیاد اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا ہے پھر قرآن و حدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر قرآن و حدیث ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کی موافقت کریں تو ان کو تسلیم کرایا جاتا ہے اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کے خلاف واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ احادیث کو صرف تاویل سے روشنی کیا جاتا بلکہ ان کی تصنیف و تردید کے لئے دماغوں کی ساری کاہشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔ مقلدین نے جس قدر بھی کتب احادیث کی شریوح یا حواشی یا تراجم شائع کئے ہیں، ان سب میں یہی روشن نہیاں نظر آتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے شاہقین ہمارا مقالہ "ارباب دیوبند اور الہمدادیت" کا مطالعہ فرمائیں۔ اہل حدیث کا اصول یہ ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کو اقوال ائمہ و قواعد مختصرہ پر مقدم رکھا جائے۔ اگر اقوال ائمہ ان کے موافق واقع ہوں تو ان کو تسلیم کرایا جائے اور اگر خلاف واقع ہوں تو ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور قرآن و حدیث کو بہر حال مقدم رکھا جائے۔ اس لئے کہ ائمہ کرام اپنی جملہ خوبیوں کے باوجود مخصوص عن الخطا نہیں ٹھے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ سب سے غلطی، سبو، نیاں کا امکان ہے اسی لئے جملہ ائمہ اسلام نے اپنے شاگردوں کو تاکید فرمائی کہ ہمارا جو بھی قول کتاب و سنت کے خلاف پاؤ اس قول کو چھوڑ دینا اور کتاب و سنت کو بہر حال مقدم رکھنا (جیہۃ اللہ البالغ، عقد الجینہ وغیرہ) پہلے اہل حدیث کا یہ وہ صحیح ترین مسلک ہے جو عین قرآن مجید و حدیث نبوی کے مطابق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔ یا تیلہا الَّذِينَ امْنُوا أَطْبَعُوا اللَّهَ وَ أَطْبَعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِذْ كُشِّمْتُمْ نُؤْمِنُو بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْأَجْرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ الْحَسْنُ تَأْوِيلًا (الناء: ۵۹) (یعنی اے ایمان وواللہ کی

اطاعت کردا اور اس کے رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب اختیار ہوں لیکن اگر تم میں کسی چیز میں تنازع معاون ہو تو اس تنازع کو صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر اللہ اور حکیم دن پر تمہارا ایمان ہے یہ بہتر اور مدد ہے) از روئے تحقیق اس آیت کریمہ میں اللہ کی اطاعت ( بصورت اتباع قرآن مجید) اور رسول کی اطاعت ( بصورت اتباع احادیث نبوی ) کو مونوں کے لئے اصل نصب العین بتلایا ہے۔ اس کے بعد اولی الامر کی اتباع صرف دہاں تک ہے جہاں تک وہ اللہ در رسول کی اطاعت سے نہ گرانے بصورت دیگر اسے قرآن و حدیث کے مقابلہ پر دکر دینے کا حکم ہے کیونکہ لا طاعة للمغلوق فی معصية العالق اور یہی مسلک الـ حدیث ہے۔ قرآن پاک کے بعد احادیث نبوی، پھر ارشادات اصحاب رسول، پھر احوال ائمہ کرام صرف اسی مسلک حق کی تائید میں ہیں۔ خود سیدنا امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اذا صح الحدیث فهو منہی ( صحیح حدیث ہی میراث ہب ہے)۔ نیز فرمایا میر اجو بھی قول قرآن و حدیث کے خلاف ہواں کو چھوڑ دو۔ اور قرآن و حدیث پر عمل کرو۔ مسلک الـ حدیث کو ان شعروں میں باطریق احسن ادا کیا گیا ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث معینہ برجان مسلم داشتن  
و چہ خوش پاشدزا بر رحمت قول رسول گل زمین گلت د دل بزر دخشم داشتن  
از روایت فیض یاب دل به حسن اعتقاد در حرم کعبہ اسلام حرم داشتن  
گاہ از تذکار مسلم جان نمودن مت فیض گاہ در شوق بخاری دل تم داشتن  
شاید بعض حضرات کو ہمارے اس دعوے سے تعجب ہو کہ لفظ "حدیث" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم  
اپنے دعویٰ کو مدل کرنے کے لئے ذرا سی تفصیل ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔

### اویں حدیث قرآن مجید ہے

قرآن مجید میں پوچھے آیات اسی ہیں جن میں قرآن مجید فرقان حمید کے اوپر لفظ "حدیث" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ آیات مع حوالہ و ترجمہ بیہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) فَلَيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مَّثِيلٍ (الطور: ۳۲) مکریں اگرچہ ہیں تو قرآن مجید جیسی حدیث ہے اسکی کوئی حدیث وہ بھی بنا کر لائیں۔

(۲) أَقْبَلَ هَذَا الْحَدِيثُ تَعْجَبُونَ (النجم: ۵۹) کیا تم اس حدیث یعنی قرآن کو سن کر تعجب کرتے ہو۔

(۳) فَمَالِ هُؤُلَاءِ الْقَوْمُ لَا يَكَادُونَ يَفْهَمُونَ حَدِيثًا (التساء: ۸) اس قوم کو کیا ہو گیا جو اس حدیث یعنی قرآن کو سمجھتے ہی نہیں۔

(۴) فَبَأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَةٍ يُؤْمِنُونَ (المجاہد: ۶) پس الشباک اور اس آیات کے جو بہترین احادیث ہیں اور یہ کون کی حدیث پر ایمان لا میں گے۔

(۵) وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (التساء: ۸) اللہ کی حدیث سے بڑھ کر کس کی حدیث صحیح ہو گی۔

(۶) فَبَأَيِّ حَدِيثٍ نَعْذَدُ يُؤْمِنُونَ (الرسلات: ۵۰) قرآن مجید جیسی کے ہوتے ہوئے اور یہ کہن سی حدیث پر ایمان لا میں گے۔

(۷) مَا كَانَ حَدِيثًا يُنَتَرِى (یوسف: ۱۱۱) یہ حدیث من گھڑت نہیں بلکہ مخاب اللہ ہے۔

(۸) أَنَّهُ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسْقَنَا (الکہف: ۲) یہ لوگ اس حدیث (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے تو شاید تم مارے غم کے اپنے نفس کو بلاک کر دیوں لے ہو۔

(۹) افہمُهُذَا الْحَدِيثُ أَنْتُمْ مُذْهَنُونَ (الواقد: ۸۱) پس کیا تم اس حدیث کیا تھے سُقی کرنے والے ہو۔

(۱۰) فَذَرُنِي وَمَنْ يُكْذِبُ بِهَذَا الْحَدِيثَ (القلم: ۳۳) اس حدیث کے مذہب کو بس میرے لئے چھوڑ دے میں خود ان سے نہیں اون گا۔

(۱۱) اللہ نَزَّلَ أَخْسَنَ الْحَدِيثِ (الزم ۲۳) اللہ نے بہترین حدیث کو نازل فرمایا ہے۔

ان جملہ آیات میں قرآن مجید کے اور پر لفظ ”حدیث“ کا اطلاق کیا گیا ہے پس ان آیات پاک کی روشنی میں لفظ ”اصل حدیث“ کا مفہوم ”علمین قرآن“ حقیقت کی تجھی ترجیحی ہے مشہور حدیث نبوی اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الہدی هدی محمد ﷺ میں اسی حقیقت کو آفکار کیا گیا ہے۔ یعنی خود اللہ کے مقدس رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ بہترین حدیث اللہ کی کتاب قرآن مجید فرقان حید ہے۔ پھر بہترین طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔

### حدیث نبوی بھی عین وحی الہی ہے:

آیت کریمہ و ما ينطع عن الہوی ان هوالا وحی یوسی کے تحت احادیث رسول بھی عین وحی الہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ باصطلاح علمائے اسلام قرآن مجید کو وحی ملکوار حدیث شریف کو وحی غیر ملکو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث کی تعریف ذہن نشین کرنے کے لئے علمائے حدیث کی مندرجہ ذیل تعریفات مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

مقدسمہ ملکوۃ شریف میں ہے۔ الحدیث فی اصطلاح جمہور المحدثین یطلق علی قول النبی ﷺ و فعله و تقریره و معنی التقریر انه فعل اجد او قال شيئاً فی حضورته ﷺ و لم ينكِ ولم ينه عنه بل سكت و قوله یعنی جمہور محدثین کی اصطلاح میں لفظ حدیث آں حضرت ﷺ کے قول و فعل و تقریر پر بولا جاتا ہے اور تقریر کے معنی یہ ہیں کہ کسی نے آں حضرت محمد ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا کوئی بات کی اور آپ نے نہ تو اس بات پر بر امانت اور نہ اس سے منع کیا بلکہ اس پر آپ خاموش رہے اور اسے برقرار رکھا یہ بھی حدیث ہی میں داخل ہے۔

حدیث نبوی ہی وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی متعدد آیات میں (حکمة) سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔ **فُوَالذِّي  
بَعَثَ فِي الْأَمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَنْذِلُ عَلَيْهِمْ إِلَيْهِ وَغَرِّيْهِمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَهُمْ ضَلَالٌ مُّبِينٌ۔**  
(الجمد: ۲) یعنی اللہ پاک وہ ہے جس نے ان پر موصوں میں اپنا رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی پاک آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اپنی مقدس تعلیم سے ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حکمت (یعنی اپنی پاکیزہ حدیث) سکھلاتا ہے بے شک اس کی تشریف اوری سے قبل یہ لوگ کھلی ہوئی گراہی میں بجلاتھے۔ حدیث نبوی کی جیت کے بارے میں یہ آیت کریمہ اپنی کھلی دلیل ہے جس کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے قلوب نور ایمان سے محروم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ واضح ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے ابَا اَنْزَلَنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ تَعْلَمُكَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَكَ اللَّهُ (النَّاسَ: ۱۰۵) اے نبی بے شک ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ کی طرف حق کے ساتھ اتاری ہے کہ آپ کو گوں میں اس کے موافق فیصلہ کریں جو آپ کو خداد کھادے یعنی سمجھادے۔ اس آیت کے ذیل میں امام رازی فرماتے ہیں قال المحققون هذه الاية تدل على انه عليه الصلوة و السلام ما كان يحكم الا بالوحى والنص (تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۳۲) محققین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے وحی اور نص کے فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے آیت کریمہ فلا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُو حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ سَبَبَہ (النَّاسَ: ۲۵) کے تحت آپ کافیلہ آخری اور قطعی ہے جس کی نہ تو کہیں ایکل ہو سکتی ہے اور نہ اس پر نظر ہانی کی درخواست ردا ہے۔ آیت شریف قُلْ إِنَّكُمْ تُجْهَنَّمُ اللَّهُ فَإِنَّعُوْنَیْ یُحِبِّکُمُ اللَّهُ اَخْ (آل عمران: ۳۱) میں اس حقیقت کو اور بھی زیادہ واضح کر دیا یا ہے کہ اے نبی آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو اپنا محبوب بناتا چاہتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو۔ اس سے اللہ بھی تم کو اپنا محبوب بنالے گا پس معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع دین کے لئے بطور شرطاً اول کے ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔

بعضی بر سال خویش را کہ دیں ہم اوست  
وگر باونہ رسیدی تمام بولہی است

اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ آپ کے اقوال و افعال کی پوری اقتداء کی جائے اور آپ کے افعال اور اقوال کا نام حدیث ہے۔ قال  
صاحب کشف الظنون علم الحديث ہو علم یعرف به اقوال النبی ﷺ و افعاله و احوالہ یعنی علم حدیث وہ علم ہے جس کے  
ذریعہ سے جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال اور احوال معلوم کئے جاتے ہیں و قال الكرما فی هو علم یعرف به اقوال  
رسول اللہ ﷺ و افعاله و احوالہ حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے جناب نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال و احوال جانے جاتے ہیں قال  
السید الیمانی علم الحديث علم رسول اللہ ﷺ الذی خرج من بین شفته و ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی بوحی  
یعنی علم حدیث رسول پاک ﷺ کا علم ہے جو آپ کے دونوں مبارک ہونوں کے درمیان یعنی آپ کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔ آپ  
کی شان یہ ہے کہ دین الہی کے متعلق آپ بوجو کچھ بولتے تھے وہ عین دین الہی سے بولتے تھے پس حدیث میں وہی الہی ہے اور اس حقیقت  
کا انکار کرنا آفتاً نصف النہار کا انکار کرتا ہے۔

امام شوکاتی ارشاد الغول ص ۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں ثبوت حجۃ السنۃ المطہرۃ و استقلالها بتشريع الاحکام ضروریۃ  
دینیۃ ولا يخالف فی ذلك الا من لا حظ له فی دین الاسلام سنت مطہرہ یا حدیث نبوی کا تشریع احکام میں جلت ہونادین کا ایک  
ضروری مسئلہ ہے اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ امام الجوب سختیاً فرماتے ہیں۔ اذا حدث الرجل  
بسنة فقال دعنا عن هذا واجبنا عن القرآن فاعلم انه ضال (معرفۃ علوم الحدیث امام حاکم ص ۶۵) یعنی جب تم کسی کے سامنے  
حدیث رسول یا میان کرو اور وہ جواب میں حدیث کو رد کر کے صرف قرآن سے جواب مانگے تو جان لو کہ یہ شخص گمراہ ہے۔ امام جلال  
الدین سیوطی مفتاح الجن ص ۶ پر لکھتے ہیں۔ اعلموا ان من انکر کون الحديث النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولہ کان او فعلہ  
بشرطہ المعروف فی الاصول حجۃ کفر و خرج عن دائرة الاسلام یعنی جان لو کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث خواہ وہ قولی ہو  
یا فعلی اور شرعاً مقررہ کے تحت وہ حدیث صحیح ثابت ہو، ”انکار کرے توہ کافر ہے اور اسلام کے دائرہ سے خارج۔“

آج کل انکار حدیث کا طوفان جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے وہ اہل نظر پر مخفی نہیں، سخت ضرورت ہے کہ ہمدردانہ اسلام اس  
فتیے کا ذلت کر مقابلہ کریں۔ تاریخ اسلام میں یہ کوئی نی مصیبت نہیں ہے بلکہ اسلام تقریباً ہزار زمانہ میں اس سے بھی بڑے بڑے جملوں کا  
مقابلہ کر چکا ہے بالآخر فتح و نصرت اسلام ہی کوٹلی ہے اور صد ہزار نیق و ملاحدہ صرف ایک داستان پاریہ بن کر رہ گئے۔ آج کے مکرین  
حدیث و شسان سنت کا بھی یقیناً بھی انجمام ہو گا۔

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک  
غم کیا غم کہ میری آسمیں میں ہے یہ بیضا

### اہل حدیث کوئی جدید فرقہ نہیں ہے:

تحقیق بالا سے انصاف پسند ناظرین نے کبھی لیا ہو گا نہ قرآن مجید و حدیث نبوی صرف یہی دو چیزیں مسلک اہل حدیث کی بنیاد ہیں  
اور یہ ہر دو چیزیں جدید نہیں ہیں بلکہ اسلام کی ابتدائی بنیاد ان ہی ہر دو پر رکھی گئی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث کوئی جدید فرقہ نہیں  
ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاک زمانہ میں جس قدر بھی اہل اسلام تھے وہ قرآن و حدیث ہی کے مانسے والے تھے۔ اس مقدس زمانہ میں صرف  
ایک ہی مذہب اور ایک ہی مسلک اور ایک نام تھا۔ اور وہ صرف قرآن و حدیث مانسے والوں کی جماعت تھی۔ اس لئے اولین اہل حدیث  
جملہ صحابہ کرام تھے۔ چند ایسی تاریخی شہادتیں جن کو جھٹالیا نہیں جا سکتے درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو مشہور صحابی ہیں انہوں نے اپنے آپ کو اہل حدیث کہا ہے۔ دیکھو اصحابہ جلد چہارم ص ۲۰۳ تذکرۃ الحفاظ  
جن اص ۲۹ و تاریخ بغداد ص ۲۶۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو الہمدیث کہا گیا ہے جو مشہور ترین صحابی ہیں۔ دیکھو تاریخ  
بغداد ص ۲۲۷ جلد سوم حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا انکم حلوقنا و اہل الحدیث بعدنا (کتاب الشرف للخطیب  
ص ۲۱) یعنی ہمارے بعد تم تابیؓ لوگ اہل حدیث ہو۔ پس ظاہر ہے کہ صحابہ و تابعین سب اہل حدیث کے نام سے مشہور و معروف تھے۔  
امام شعیؓ جو مشہور ائمہ اسلام سے ہیں اور تابیؓ ہیں انہوں نے پائچ سو صحابہ رسولؐ کو دیکھا۔ اور سب کو لفظ اہل حدیث سے یاد کیا گیا  
ہے۔ (دیکھو تذکرۃ الحفاظ ص ۲۷۲)

### طاائفہ الہمدیث اور مصنفات قدماء اسلام

بعض ناواقف یا متعصب کہہ دیا کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث کی ابتداء شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی سے ہوئی ہے جن کی  
ولادت ۱۱۱۵ھ اور وفات ۱۴۰۶ھ میں ہوئی یہ نیافرقہ ہے۔ ایسے حضرات کے اس قول کی تردید کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ طائفہ اہل  
حدیث کا ذکر خیر ان کتابوں میں بھی موجود ہے جو شیخ محمد بن عبد الوہاب سے صدیوں پیشتر لکھی گئیں۔ پس اہل حدیث کی مذہبی نسبت شیخ  
موسوف کی طرف ہرگز درست نہیں کیونکہ کوئی منسوب شان نسبت میں اپنے منسوب الی سے پیشتر نہیں ہو سکتا۔ مذہب اسلام میں  
قدماء مصنفوں نے تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و کلام و تاریخ میں جس قدر کتابیں لکھی ہیں ان میں سے پیشتر میں اہل حدیث کا ذکر عزت  
سے پیاسا جاتا ہے۔

ہمارے محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی قدس سرہ تاریخ اہل حدیث میں اس موقع پر فرماتے ہیں ”اس سے  
صف ظاہر ہے کہ ان مصنفوں کی نظر میں ضرور ایک گروہ موجود تھا جن کی تحقیقات و تقدیم کی سب کو احتیاج تھی بعض جگہ تو ان کا ذکر لفظ  
اہل حدیث سے ہوا ہے اور بعض جگہ اصحاب حدیث سے۔ بعض جگہ اہل اثر کے نام سے اور بعض جگہ محدثین کے نام سے۔ مرچ ہر لقب  
کا یہی ہے کہ چونکہ اس گروہ باشکوہ کو احادیث و آثار نبویہ سے ایک خاص انس و شفعت ہے اس لئے ان کو پیارے القاب سے یاد کر کے صرف  
آئی حضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا اور مقولہ ”از مصنفو شیدن و از دیگران بریدن“ اور مصرع ”کی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے  
ہیں ہم“ کو صادر کر دکھایا۔ امام شافعیؓ فرماتے ہیں۔ بلقانی الرجال و اصحاب الحدیث منهم احمد بن حنبل و سفیان ابن عیینہ  
واوزاعی (رحلة الشافعی ص ۱۲) مجھے عام لوگ بھی ملتے تھے اور اصحاب حدیث بھی جن میں سے بعض یہیں احمد بن حنبل اور سفیان  
ابن عیینہ و اوزاعی۔ امام شافعیؓ کا سن ولادت ۱۵۰ھ اور سال وفات ۲۰۳ھ ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں اصحاب الحدیث  
مطابق بیان امام شافعیؓ کی نام سے مشہور و معروف تھے۔ امام احمد بغداد کے رہنے والے ہیں۔ امام سفیان بن عیینہ کو فہ کے اور امام اوزاعی  
شام کے۔ جغرافیہ اور نقشہ ایشیا پر نظر رکھنے والے اصحاب جان سکتے ہیں کہ بغداد اور کوفہ اور شام میں کس قدر بعد ہے اس سے معلوم ہو  
سکتا ہے کہ امام شافعیؓ کے وقت میں جماعت اہل حدیث کہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔ امام ابو عیینی ترمذیؓ میں پیدا ہوئے اور  
۲۷۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی الجامع الترمذی اہل حدیث اور اصحاب الحدیث کے ذکر خیر سے بھری پڑی ہے۔ کتب فتنی میں  
بھی اہل حدیث کو ایک ”فرقہ“ کر کے لکھا ہے۔ چنانچہ شامی جلد سوم ص ۲۹۳ پر لکھا ہوا ہے حکی ان رجالاً من اصحاب  
ابی حینیۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنته فی عهد ابی بکر الجوزجانی فایی الا ان یترک منهبه فیقراء حلف  
الامام ویرفع یدیه عند الانحناء و نحو ذلك فاجابه فروجہ۔ یعنی روایت ہے کہ قاضی ابو بکر جوزجانی کے عہد میں ایک ختنی نے  
ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس اہل حدیث نے انکار کر دیا مگر اس صورت میں کہ وہ ختنی اپنامہ ہب چھوڑ دے اور امام کے  
پیچھے سورہ فاتحہ بڑھے اور کوئی میں جاتے، وقت رفع یہ دین کرے۔

اور بھی اسی طرح دیگر مسائل الہدیت پر عمل کرے۔ چنانچہ اس شخص نے مسلم الہدیت اختیار کر کے آئیں و رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی اور اس الہدیت نے اپنا وحدہ پورا کرتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دی۔ یہ واقعہ خفیہ ہب کی مشہور کتاب شامی جلد سوم ص ۲۹۳، ۲۹۴ پر صاف اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلم الہدیت خالص آنیات و سنت پر عمل در آمد کرنے کا نام ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے ساری دنیا چودہ سو برس سے لفظ اسلام سے موسم کرتا ہے۔ اب ہم اس بحث کو یہاں چھوڑ کر حضرت امام بخاری اور جامع اصح کی طرف متوجہ ہونا ضروری جانتے ہیں۔

### ہندوستان میں معاندین امام بخاریؓ

مسلمانان ہند میں ایسے لوگ پائے گئے ہیں، جو شخص ازراہ تعصب حضرت امام بخاریؓ سے لیتی بغرض رکھتے ہیں اور جامع اصح کی عظمت و فقار گرانے میں کوشش رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ہماری نظروں میں ہیں، ان پر نام بنا مہم تبصرہ کر سکتے ہیں مگر طوالت بہت ہو جائے گی۔ اس لئے سردست ہمارے سامنے ذاکر عمر کرم خفیح سالاری ہیں۔ آپ پیش کے رہنے والے تھے۔ اللہ کو بیارے ہو چکلے ہیں، اللہ ان کی لغزشوں کو معاف کرے۔ حضرت امام بخاری اور جامع اصح پر ذاکر صاحب حرمت نے آج سے ترقی با پیشہ سال پہلے ایک کتاب الجرح علی البخاری لکھی تھی جس میں انہوں نے دل کھول کر حضرت امام بخاری اور جامع اصح کو ہدف ملامت بنایا تھا۔ یہی مادا ہے جسے بعد کے علمائے متخصصین نے سامنے رکھ کر اس موضوع پر مختلف صورتوں میں خاصہ فرمانی کی ہے اور آج کل بھی کرتے رہتے ہیں۔ ذاکر کے سامنے ذاکر صاحب ہی کا مادا ہے۔ اسی زمانہ میں جماعت الہدیت کے مشہور عالم مناظر اسلام حضرت مولانا ابو القاسم صاحب سیف بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذاکر صاحب کی ناروا تقدیمات کا بہترین مدل مہذب جواب ہری تفصیل سے شائع فرمادیا تھا۔ یہ فاضلانہ جواب الکوثر بخاری فی جواب الجرح علی البخاری:

کے نام سے میرے سامنے ہے جو کئی جلدیوں میں مفصل اور مدل ہے۔ ہمارے قارئین کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہم حضرت مولانا سیف بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کتاب ہی کے مختلف اقتباسات معاندین بخاری کے جواب میں اپنے مقدمة البخاری کی زینت بنا رہے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے قارئین معاندین بخاری وہ مر جو میں ہو چکے ہوں یادہ موجود ہوں بہر حال ان کے بے جا اعتراضات اور ان کے مدل جوابات سے آگاہ ہو سکیں گے۔ اہل علم کے لئے حضرت مولانا سیف بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہائی جس قدر مستند اور محبوب ہے اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امنید ہے کہ اس سلسلہ کے یہ اقتباسات توجہ اور غور سے مطالعہ کئے جائیں گے اور ایک حد تک حضرت امام بخاریؓ اور جامع اصح کے بارے میں بہترین معلومات کا ذریعہ ہوں گے، وہ موفق۔

پہلا اقتباس ہم شروع کتاب ہی سے دے رہے ہیں جو الکوثر بخاری کا مقدمہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هجوت محمدا فاجبت عنه و عند الله في ذلك الجزاء

الحمد لله الملك القدس السلام المؤمن المهيمن العزيز الباري۔ الذى بعث فى الدنيا لاحياء سنن نبيه الاكرم ابا عبدالله محمدًا البخارى و الصلوة والسلام على رسوله محمد صاحب الكوثر الحارى۔ الذى فاحت روانح احاديشه فى اقطار العالم بالصحيح البخارى۔ من اخده احد بحظ وافرو علا قدره كعلو الكواكب الدرارى۔ و من حرم عن درسه و تدریسہ خرم عن التخبر کله و لم ينزل بصياء سارى۔ اللهم صلي وسلم على سيدنا محمد و على آله و صحبه ما سمعه سامع و قوله القرارى۔ اما بعد فياليها الاخوان۔ اس زمانہ آخر پر آشوب میں جو ہدوش ہے ساعت کبری کامل فتن نے ہر طرح کامل چایا ہے، قیامت کا ہگامہ اٹھایا ہے۔ جدھر

دیکھو اہل بدعت کا زور ہے، اہل ہوتی کا شور ہے۔ اتباع سنت کا طریقہ سرداور نرم ہے، بدعت کا بازار گرم ہے۔ عوام تقید کے نشیں مخوب ہیں اور سنت سے کو سول دور ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیور کرشمہ ناز بوخت عقل زیرت کہ ایں چہ بو الجمی سست  
صحیح بخاری جس کا اصح اکتب ہونا مسلم ہے، اس پر طرح طرح کی ژولیدہ زبانی و ژاٹ خانی کی جا رہی ہے تاکہ اس کا نام و نشان صفحہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مناکر کا لعدم کر دیا جائے لیکن حریفوں کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ۔

چرانے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریش بوزد  
اس نور الہی ضایوں ہی رہے گی افواہ سے ممکن نہیں اطفاء بخاری  
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان دونوں ایک رسالہ الاجرح علی البخاری (جو مجموع ہے مضامین اخبار اہل فقہ کا) ڈاکٹر عمر کریم حنفی  
پھوپی نے شائع کیا ہے جس میں نہایت بے باکی سے صحیح بخاری پر فرضی نکتہ چیباں اور جھوٹے اعتراضات کے گئے ہیں اور نہایت رکیک  
اور بیہودہ الفاظ امام عالی مقام کی شان والا شان میں استعمال کر کے تہذیب و حیا کا خون کیا گیا ہے گویا در پرداہ اپنی کم مائیگی اور قلیل البھاعتی کا  
ثبوت دیا گیا ہے۔ ان امورات متذکرہ بالا کے وجہ سے جواب لکھنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ لیکن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا  
شعر معنوئہ بالایاد آیا۔

هجوت محمدًا . فاجبٌ عَنْهُ وَعِنْ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءِ  
اس دوسرے مصريع نے طبیعت کو ابخار دیا اور باللہ التوفیق کہہ کر قلم باتھ میں اٹھایا۔ خدا سے دعا ہے کہ اس کٹھن بیڑے کو پار لگاوے اور  
منزل مقصود کو پہنچائے۔

وَ يَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ أَمِينًا

چونکہ ان جرحوں سے اکثر کے جوابات و قافوٰ قاشائیں ہو چکے ہیں لہذا ان میں اختصار سے کام لیا جائے گا اور بسا لو قات حوالہ پر اکتفا کافی ہو گا۔ خدا امعرض صاحب کو زندہ رکھے۔ ان کے امعرض کی بد دلست صحیح بخاری کے مطلع حقیقت سے الزامات کا گرد و غبار دور ہو گیا۔ اور اس کے چہرہ کا نکھرا رنگ اہل نظر کے پیش رو ہو گیا۔

مانگا کریں گے اب سے دعا بھیوار کی آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ رسالہ کا جواب شروع کرنے سے قبل چند ضروری اور مفید امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے کتاب پر دشمنی پڑنے کی امید ہے۔ والله الموفق والمعین۔

### امام بخاریؓ

ہمارے علم کیش ڈاکٹر عمر کریم نے بوجہ اپنی حفیت کے رسالہ جرج میں اکثر مقامات پر امام کی نسبت یہ الزام رکھا ہے کہ حفیت کے نزد یک ان کا علم و فہم و حفظ و احتجاد و درایت و عرقان چونکہ غیر مسلم ثابت نہیں ہے لہذا حنفی لوگ ان کے قائل قدر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؓ کی نسبت محض حفیت کے اقوال پیش کروں تاکہ اصلی حنفی کو سرتاہلی کی گنجائش نہ ہو۔ شامی (ردد المغارب) کے مؤلف کو کون نہیں جانتا؟ جن کا نام نہیں این عابدین ہے۔ اور مسلم حنفی میں اپنی کتاب مخدود الملائی میں فرماتے ہیں۔

الجامع المسند الصحيح لأمير المؤمنين و سلطان المحدثين الحافظ الشهير والنافذ البصير من كان وجوده من النعم الكبير على العالم الحافظ لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثبت الحجة الواضح المحجة محمد بن اسماعيل البخاري وقد اجمع الثقات على حفظه و اتقانه و حلالة قدره و تميزه على من عداه من

اہل عصرہ و کتابہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ واصح من صحیح مسلم و مناقبہ لا تستقضی لخروجها عن ان تخصی وہی منقسمۃ الى حفظ و درایہ و اجتہاد فی التحصیل و روایة و نسک و افادہ و ورع و زہادہ و تحقیق و اتقان و تمکن و عرفان و احوال و کرامات و هذه عبارات ليست بکثیره ولكن معانیها غزیرہ و قد افرد کثیر من العلماء ترجمنہ بالتألیف و اودعها فی قالب الترسیف و ذکرها من کراماته و مناقبہ و احوالہ من ابتداء امرہ الى اخر مالہ و ما اختص به صحیحہ من الخصوصیات المتكاثرۃ و یعلم به السامع ان ذلك فضل اللہ تعالیٰ یؤتیه من پشاء من عبادہ و یتبین ان معجزۃ للرسول صلی اللہ علیہ وسلم حیث و جد فی امته مثل هذَا الفرد العدیم النظر برحم اللہ روحہ و نور مرقدہ و ضریحہ و حشرنا فی زمرة تحت لواء سید المرسلین ... انتہی عقود الالالی۔ (ص ۲۱۰)

”جامع مسد صحیح مولفہ امیر المؤمنین سلطان الحکیم حافظ مشہور پر کئنے والے تجوہ کار جن کا وجود دنیا میں بہت بڑی نعمتوں میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے حافظ نہایت مہر راہ کے واضح کرنے والے محمد بن اسما علیل بخاری کے تمام ثقہ لوگوں نے ان کے حفظ اور اتقان اور بزرگی شان اور ان کے زمانہ والوں پر متاز ہونے پر اجماع کیا ہے اور ان کی کتاب (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب سے نہایت صحیح کتاب ہے حتیٰ کہ مسلم سے بھی زیادہ صحیح ہے اور ان کی تعریفیں بے حد ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں اور وہ حفظ اور درایت اور اجتہاد اور روایت اور عبادت اور افادہ اور پرہیز گاری اور زہد اور تحقیق اور اتقان اور تکنیک اور عرفان اور احوال اور کرامات پر متفقہ ہیں اور یہ عبارتیں بہت نہیں ہیں۔ لیکن معانی ان کے بہت ہیں۔ اور بہت سے علماء نے ان کا ترجیح اور حالات علیحدہ تالیف کئے ہیں اور اس کو قالب بیان میں لائے ہیں اور ان کی کرامتوں اور مقتبسوں اور حاتموں کو ابتداء انتہائے ذکر کیا ہے اور ان کی (جامع) صحیح کے اندر جو بہت سی خصوصیات ہیں ان کو بھی بیان کیا ہے کہ جس سے سننے والا معلوم کر لے گا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے دیوے اور یقین کر لے گا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا مجرہ ہے کہ آپ اسی امت میں ایسے ایسے نادرتیاں بے مثل لوگ پائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحم کرے۔ اور ان کی خواب گاہ و قبر کو منور کرے۔ اور ہم لوگوں کو ان کے زمرہ میں داخل کر کے سید المرسلین ﷺ کے جہنم کے بچھے میں داخل ہونے کی تمنا کرے دعائیں مانگی۔ اور کوئی اتنا متفروقی نہیں ہے۔“

الله اکبر! کوئی حنفی تو امام بخاری کے زمرہ میں داخل ہونے کی تمنا کرے دعائیں مانگی۔ اور کوئی اتنا متفروقی نہیں ہے۔

کلاہ خردی و تاج شاہی بہر کل کے رسد خاشا و کلا

عچ پوچھئے تو اس کے بعد اور کسی حنفی کی عبادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ علامہ شاہی حنفی نے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا اور امام بخاری اور ان کی جامع صحیح کی کچی حالت بیان کر کے ہمیں ڈگری دے دی۔ لیکن ہمارے متعرض ڈاکٹر عمر کریم کے نزدیک یعنی حنفی کا زیادہ اعتبار ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے رسالہ البر جو میں زیادہ تر عبارات یعنی کی پیش کی ہیں لہذا مناسب ہے۔ کہ ہم بھی علامہ یعنی حنفی کا قول پیش کریں کہ ان کے نزدیک امام بخاری کا کیا رتبہ تھا۔

یعنی حنفی کا قول:

چنانچہ فرماتے ہیں:-

الحافظ الحفیط الشہیر الممیز الناقد البصیر الذی شهدت بحفظه العلماء الثقات و اعترفت بضبطه المشائخ  
الاتبات و لم ینکر فضلہ علماء هذا الشان ولا تنازع فی صحة تقدیمه اثنان الامام الہمام حجۃ الاسلام ابو عبد الله

محمد بن اسماعیل البخاری اسکنہ اللہ تعالیٰ بھجایع جناته بعفوہ الجاری انتہی (عمدة القاری ص ۵ ج ۱) ”حافظ تہبان، مشہور، تمیز کرنے والے، پر کھنے والے، تحریر کار جن کے حظ کی شہادت معتبر علماء نے دی ہے اور ان کے ضبط کا اقرار معتبر مثالیٰ نے کیا ہے۔ اور اس شان کے علماء نے ان کے فضل کا انکار نہیں کیا اور انہیں ان کی پر کھنے کے صحیح ہونے میں دو شخصوں نے بھی اختلاف کیا۔ امام برزگ جیۃ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ خدا ان کو عفو جاری کے صدقہ میں اپنی جنت کے بیچ میں جگدے“

علامہ عینی کا تو امام کے ساتھ یہ عقیدہ ہے اور آپ کا کچھ اور ہی خیال ہے۔ نہ معلوم آپ کی ڈھفیت کس رنگ کی ہے۔ حالانکہ گذشتہ زمانے کے خفیہ کے خیال اور آپ کے تصور میں آسان و زمین کا فرق ہے۔ دیکھنے ملا علی قاری حنفی کیا لکھتے ہیں:-

امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویة و ناشر المواریث المحمدیة لم یرفی زمانہ مثله من جهہ حفظ الحدیث و اتقانہ و فہم معانی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ و من حبیبة حدة ذہنة و دقة نظره و وفور فقهہ و کمال زہدہ و غایہ ورمعہ و کثرة اطلاعہ علی طرق الحدیث و عللہ و قوہ احتجادہ و استنباطہ انتہی (مرقاۃ ۱۲ ج ۱)

مؤمنین کے امیر حدیث میں مدد کرنے والے نبوبی حدیثوں کے پھیلانے والے محمدی میراثوں کے، نہیں دیکھا گیا کئے زمانہ میں مثل ان کا، جوت سے حفظ حدیث اور اتقان حدیث اور سمجھنے معانی قرآن و حدیث کے اور بہ حیثیت تمیزی ذہن و پار کی نظر و زیادتی فقہہ و کمال زہد اور غایت پر ہیز گاری اور بہت اطلاع سندوں پر حدیث اور علتوں پر حدیث کے اور قوت و احتجاد و استنباط ان کا۔

سبحان اللہ! کیا کمال تھا امام کو کہ جس کے ذکر سے مختفیں خفیہ بھی رطب اللسان ہیں۔ ایسے باکمال امام کی شان میں آج کل کے خفی (جو دراصل اپنی ڈھفیت میں بھی دھبہ لگاتے ہیں) کیسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ خدا ان سے سمجھے۔

### شیخ عبدالحق حنفی و شیخ نور الحق حنفی کے اقوال:

ملائی قاری حنفی کے مثل بلکہ انہیں کی عبارت کا ترجیح شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے ”افتح اللمعات ص ۹ ج ۱“ اور ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق حنفی دہلوی نے تیسیر القاری ص ۲ ج ۱ میں بیک الفاظ یوں کیا ہے ”بخاری پیشواد و مقتداۓ فتن حدیث والل آں بوہدہ دا درا در میان محدثان امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبوی و ناشر المواریث المحمدیہ القاب است وے و در زمان خود در حفظ“

### ہندوستان میں تحریک اہل حدیث

از قلم استاذ الاسمذہ بحر العلوم حضرت استاذنا مولانا ناندیرا احمد صاحب رحمانی املوی یکے از بانیان مرکزی دارالعلوم بنارس - یو - ی -

(اس بخاری شریف مترجم اردو کی اشاعت کا مقصد علیم آج کی نئی نسلوں اور آئندہ آنے والے نوہالان اسلام کو صحیح اور صحیحہ اسلام سے متعارف کرانا ہے۔ اسی صحیحہ اسلام کا دوسرا نقیبی نام مسلک اہل حدیث ہے جس کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ علیہ السلام پر ہے

اور سنت نبوی کا صحیح و جامع ذخیرہ یہ مبارک کتاب بخاری شریف ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ قارئین کرام کو تحریک اہل حدیث سے تعارف کیا جائے جس کے لئے حضرت استاذ الاسلامہ مولانا ناصر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقالہ مقدمہ میں درج کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کرام تحریک الہدیث کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

امید ہے کہ یہ مقالہ اس عزت کی نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے گا جس کا یہ مستحق ہے۔ (خادم محمد داؤڈ راز)

اس تحریک کی عمارت اصول کے لحاظ سے ٹھیک انہیں نیادوں پر قائم ہے جن پر خود اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔ اس لئے اس کی تاریخ اتنی قدیم ہے۔ جتنی خود اسلام کی۔ لیکن میرا موضوع محدود ہے۔ مجھے صرف (قبل از تقسیم) ہندوستان کی تحریک اہل حدیث پر (اور وہ بھی سیاسی خدمات کے نقطہ نظر سے) ایک سرسری لگاہ ڈالنی ہے اس لئے اس کی عمومی تاریخ سے قطع نظر کرتے ہوئے میں اپنے موضوع کے حدود میں رہ کر ہی گھٹکوکر ناجاہتا ہوں۔

### تحریک کا اجمالی تعارف:

تحریک اہل حدیث اور اس کی دعوت کے تعارف اور اس کے اثرات اور کارناموں کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے ہندوستان کے ایک ایسے عالم کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کی علمی جلالت اور تاریخی بصیرت کا لوہا دنیا مان پچھی ہے، وہ ہیں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم۔ سید صاحب لکھتے ہیں۔ ہندوستان پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوئی کہ عین تنزلی اور سقوط کے آغاز میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے وجود نے مسلمانوں کی اصلاح و دعوت کا یہ نظام مرتب کر دیا تھا۔ اور وہ ”رجوع ای دین السلف الصالح“ ہے۔ اس دعوت نے ہندوستان میں فروغ حاصل کیا۔ اور گویا سیاسی حیثیت سے وہ ناکام رہا۔ تاہم نظری و نہ ہی و علمی حیثیت سے اس کی جزویں مضبوط نیادوں پر قائم ہیں۔ جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب بھی اپنی جگہ سے ہلاکہ کر دیا۔

اس تحریک کا اولین اصول یہ تھا کہ اسلام کو بدعتات سے پاک کر کے علم و عمل میں سلف صالحین کی راہ پر چلنے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے اور مسائل فقہیہ میں فقہاء محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے (یہاں سے سید صاحبؒ کی طرف سے ایک حاشیہ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں ”لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ فقہ میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب نے اپنے سوانح حیات ”الجزء الطفیل“ کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے۔ فرماتے ہیں: بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ اصول فقہ ایشان و احادیث کے متسلک ایشان است قرار دار خاطر بہ نور غیبی روشن فقہاء محدثین افتاد“ یعنی مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کا طریقہ دل نہیں ہوا)

اسی زمانے میں یمن اور نجد میں اس تحریک کی تجدید کا خیال پیدا ہوا جس کو ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں کے شروع میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیمؓ نے مصر و شام میں شروع کیا تھا۔ اور جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ائمہ مجتہدین کی مسجد تقلید اور بے دلیل پیروی سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی اتباع کی دعوت دی جائے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عہد میں یہ تحریک ہندوستان تک بھی پھوپھی اور خالص ولی اللہی تحریک کے ساتھ آکر منتظم ہو گئی۔ ”اسی کا نام ہندوستان میں الہدیث ہے“ (مقدمہ سند ہی افکار پر ایک نظر)

سید صاحب کے اس بیان کے مندرجہ ذیل چند فوائد خاص طور سے قابل توجہ ہیں (الف) ہندوستان میں جس دینی تحریک اور دعوت و مسلک کا نام ”اہل حدیث“ ہے وہ ”غالص ولی اللہی“ تحریک ہے بالفاظ دیگر ہندوستان میں اس تحریک کے داعی اول حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ ہیں۔

(ب) اس تحریک کا اولین اصول اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام کو بدعات سے پاک کیا جائے۔ اور مسلمانوں کو مجدد تقلید اور ائمہ مجتہدین کی بے دلیل چیزوں سے آزاد کر کے عقائد و اعمال میں اصل کتاب و سنت کی ابجائے کی دعوت دی جائے۔  
 (ج) اس تحریک کو فروع اور عروج مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کے عہد میں حاصل ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی پیدائش ۱۴۲۳ھ اور وفات ۱۴۵۲ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ کی ولادت ہندوستان کے مشہور دین دار بادشاہ اور مگز زیب عالم گیر کی وفات سے چار سال پہلے ہوئی۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اب تک ہندوستان کتاب و سنت کی روشنی سے یکسر محروم تھا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ تقلید جامد کے بند ہموں سے آزاد ہو کر فتحیے محدثین کے طریق پر براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو متسلک قرار دینا، اس ذہن و فکر کی بہیاد حضرت شاہ صاحب ہی نے ڈالی ہے۔ اسی لئے یہ کہنا پاکل گھج ہے کہ ہندوستان میں ملک اہل حدیث اور تحریک الہدیث کے سب سے پہلے دامی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ ہی ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے اپنی تصنیف میں تقلید اور عمل بالحدیث کے ملک کو خوب نکھارا ہے۔ بالخصوص مجہۃ اللہ البالغہ میں تو جنت تمام کر دی۔ اسی لئے بقول مولانا عبد اللہ سندھی حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے یہ کتاب اپنے پیشاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ سے پڑھی تو اس کا عملی غمودہ بن کر میدان میں آگئے۔ مولانا سندھی فرماتے ہیں

جب مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے جنتۃ اللہ امام عبد العزیز سے پڑھی تو اپنے جدا مجدد کے طریق پر عمل شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنی ایک خاص جماعت بھی تیار کی جو جنتۃ اللہ البالغہ پر عمل کرے۔ یہ لوگ شافعیہ کی طرح رفع یہیں اور آمین بالحمد کرتے تھے جیسا کہ سنن میں مردی ہے۔ اس سے دہلی کے عوام میں شورش پھیلتی رہی مگر حزب ولی اللہ کا کوئی عالم مولانا اسماعیل شہیدؒ اور ان کی جماعت پر معترض نہ ہو سکتا تھا (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک طبع ثانی ص ۱۰۵)

یہ ان کی شہادت ہے جو مولانا اسماعیل شہیدؒ کی "خاص جماعت" (الہدیث) سے سخت ناراضی ہیں۔ اس لئے کہنا چاہیے کہ یہ الفضل ما شهدت به الاعداء کی مصدق ہے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تحریروں سے تقلید جامد پر انکار اور کتاب و سنت کے ساتھ براہ راست تمک کی تاکید کے متعلق بکثرت اقتباسات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن اختصار کے خیال سے یہاں صرف ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کر تاہوں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"وَرَبُّ انسَانٍ مِنْكُمْ يَلْعَلُهُ حَدِيثٌ مِنْ أَحَادِيثِنِّي كُمْ فَلَا يَعْمَلُ بِهِ وَيَقُولُ إِنَّمَا عَمَلَ عَلَى مِذَهَبٍ فَلَانَ لَا عَلَى الْحَدِيثِ ثُمَّ احْتَالَ بَانَ فِيهِمُ الْحَدِيثُ وَالْفَضَاءُ بَهْ مِنْ شَانَ الْكَمْلَ الْمَهْرَةِ وَإِنَّ الْأَئْمَةَ لَمْ يَكُونُوا مِنْ يَخْفَى عَلَيْهِمْ هَذَا بِالْحَدِيثِ فَمَا تَرَكُوهُ إِلَّا لِوَجْهِ ظَهَرَ لَهُمْ فِي الدِّينِ مِنْ نَسْخٍ أَوْ مَرْجُوْحَةٍ أَعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْدِينِ فِي شَيْءٍ إِنْ أَمْتَنْتُ بِنِيَّكُمْ فَإِنَّهُمْ مُخَالِفُ مَذَهَبِهِ أَوْ وَاقْفَهُ كَانَ مَرْضِيُّ الْحَقِّ إِنْ تَشْتَغِلُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَسَنَةِ رَسُولِهِ ابْتِدَأُ فَإِنْ سَهَلَ عَلَيْكُمْ إِلَّا حَذَّرْتُ بِهِمَا فِيهَا وَنَعْمَتْ وَإِنْ قَصَرْتُ أَهْمَاسِكُمْ فَاسْتَعِنُوا بِرَأْيِي مِنْ الْعُلَمَاءِ مَا تَرَوْهُ أَحَقُّ وَأَصْرَحُ وَأَوْفَقُ بِالسَّنَةِ أَنْتَهِيُّ (تفہیمات النہیہ ص ۲۱۴ جلد اول)

(ترجمہ) تم میں بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے پاس نبی ﷺ کی حدیثوں میں سے کوئی حدیث پتختی ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مغل فلاں (امام) کے مذہب پر ہے، حدیث پر نہیں ہے۔ اس کے لئے وہ حیله بیان کرتے ہیں کہ حدیثوں کا سمجھنا اور ان کے مطابق فیصلہ کرنا مہربن اور بکمال (اماوس) کا کام ہے۔ ہمارے امام ایسے نہ تھے جن کو یہ حدیثیں نہ معلوم رہی ہوں۔ اس لئے جب (جان بوجھ) کر انہوں نے اس حدیث کو چھوڑ دیا ہے تو ضرور اس

کی کوئی وجہ ہے۔ یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا مرجوح ہے (شاہ صاحب اس حیلہ کے جواب میں فرماتے ہیں) خوب جان لو کہ (تمہارے) اس (حیلہ) کا دین سے کچھ بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اگر تم اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لائے ہو تو ہر حال میں ان کی اتباع کرو۔ خواہ ان کی بات کسی امام کے مذهب کے موافق ہو یا مخالف (یہ بھی جان لو) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی علیہ السلام کی سنت کے ساتھ سب سے پہلے مشغولیت اختیار کرو۔ اگر قرآن اور حدیث کو خود سمجھو لو تو اس سے کیا بہتر ہے۔ اور اگر تمہاری سمجھ اس سے قاصر ہو تو گذشت علماء کی رایوں سے مدد لو۔ ان میں سے جس کی بات کو حق پا ڈا اور سنت کے موافق رکھوں اس کو لے لو۔

اس اقتباس میں شاہ صاحب نے کتاب و سنت کے ساتھ جس طرح کا اعتغال اختیار کرنے کو اللہ تعالیٰ کی "پسندیدہ بات" "قرار دیا ہے اور قرآن و حدیث کے ساتھ جس طریق مغل کو اختیار کرنے کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اہل حدیث نجیک اسی بات کے قائل ہیں اور اسی کو اپنا مسلک جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اس لئے بلاشبہ شاہ صاحب الہ حدیث مسلک کے دائی موسس اور مفتدا تھے (ماخوذ۔ از کتاب الحمدیث اور نیاست)

## تحریک اہل حدیث کے ثمرات و اثرات

### از فاضل دورال حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اس تحریک نے ہندوستان کے مسلمانوں پر کیا اثر کیا اور اس کی بدولت انہیں کس کس نوع کی اصلاح ہوئی اس کا حال جاننے کے لئے بھی مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کامن درج ذیل بیان پڑھیے۔ سید صاحب فرماتے ہیں "اہل حدیث" کے نام سے ملک میں اس وقت بھی جو تحریک جاری ہے حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا امام علیل شہید جس تحریک کو لے کر اٹھتے تھے وہ فقد کے چند مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توجیہ خالص اور اتباع نبی ﷺ کی بنیادی تعلیمات تھیں، مگر افسوس کہ سیالاب نکل گیا اور باقی جوڑہ گیا ہے وہ گذرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے۔ بہر حال اس تحریک کے جواہرات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک دورادبار کی سطح میں اس سے جو جنیں ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکر یہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توجیہ کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے برادرست ہمارا شریت دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و انشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا کے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فتنہ کے بہت سے مسئللوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) یہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا وہ سالہاں تک کے لئے دوبارہ پیدا ہو گی۔ مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے۔ (الشپاک حضرات الہحدیث کو یہیان بغور مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

اس تحریک کی بہس گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ "چہار" جس کی آنگ اسلام کے مجسہ میں محنثی پڑ گئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ گذرا کہ دہلی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنا کے سر قلم ہو گئے، کتنا کو سولیوں پر لکھنا پڑا اور کتنا پا بجولان دریائے شور عبور کر دیئے گئے یا نگ کو ٹھریوں میں انہیں بند ہونا پڑا۔ اور اب پرده کیا! صاف کہنا ہے کہ مولانا عبد العزیز رحیم آزادی کی زندگی تک تحریک کے علمبرداروں میں یہ روح کر رہی تھی۔ افسوس کز قبیلہ مجرموں کے نمائند۔

علماء الحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مر حوم کے قلم اور مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علماء الحدیث کا مرکز رہا، قرون، سہوں اور عظیم گذھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یعنی ان سب کے سر خلیل تھے۔ اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی مندوسرس پچھی ہوئی تھی اور جو حق در جو حق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کی درسگاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آرڈی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد دالی۔ اس درسگاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مر حوم (صاحب عنون المبعود) ہیں جنہوں نے کتب حدیث کی جمع اور اشاعت اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے اور اس درسگاہ کے تیرے نامور حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری ہیں جنہوں نے درس و تدریس کی ذریعہ خدمت کی۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے بعد درس کا انتابرا احتلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔ اس درسگاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گذھ) میں مولانا عبدالرحمن صاحب مر حوم مبارکپوری تھے جنہوں نے تدریس و تحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحزوی (عربی) لکھی۔

اولنک آبائی فحختی بعثتمہم واذا جمعتنا يا حریر المحاجع(ران)  
اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا۔ اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سر نو تحقیق و کاؤش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے دلائل کی خوبی پر قیل و قال کے مکر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصافتی طرف واپسی ہوئی (مقدمہ تراجم علماء حدیث ہند)

### سید صاحب کادوس را بیان:

میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مر حوم ”سیرت سید احمد شہید“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ”تیرھوں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بد عادات کا زور تھا۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے بخارا پر سکمتوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا۔ اور مسلمانوں کو اجتہاد کی دعوت دی جس کی آواز ہمایہ کی چونبوں اور نیپال کی تاریخوں سے لے کر خلیج بکال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جو حق درج اس علم کے پیچے جمع ہونے لگے۔ اس مجددانہ کارنامہ کی عام تاریخ نو گوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکمتوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا ایک باب ہے۔ اسی تحریک نے اپنے پیروؤں میں 『غلوص، اتحاد، نظم، سیاست اور تنظیم کا جو جو ہر پیدا کر دیا تھا، اس کے سمجھنے کے لئے کتاب (سیرت سید احمد شہید) کا چوتھا باب کافی ہے۔ بکال کی سرحد سے لے کر بخارا تک اور نیپال کی ترائی سے دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا مو جیسی مار رہا تھا اور حیرت انگیز وحدت کا سام آنکھوں کو نظر آ رہا تھا۔ سید صاحب کے خلفاء ہر صوبہ اور ولایت میں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرے میں تجدید اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے۔ اور مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے۔ بد عتیں چھوڑی جاری تھیں۔ نام کے مسلمان کام کے مسلمان ہن رہے تھے۔ جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا مکمل پڑھ رہے تھے (کہتے ہیں کہ اس تحریک سے چالیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے)۔ شراب کی بوتلیں توڑی جاری تھیں۔ تازی اور سیندھی کے خم لندھائے جا رہے تھے۔ بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے

تھے۔ اور حق و صداقت کی بلندی کے لئے علماء جمروں سے اور امراء الیاں نوں سے نکل کر میدانوں میں آ رہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مغلیٰ اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی چلی ہوئے تھے اور مجاهد تباخ اور دعوت میں گئے ہوئے تھے۔

### حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ:

مندرج بالا تفصیل کے ساتھ آج کے مشہور دوران حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب کا تبرہ بھی قابل مطالعہ ہے جو آپ نے مدرسہ دارالعلوم احمدیہ سلیمانیہ درج نگہد بہار میں تصریف لے جانے پر ٹیکش فرمایا تھا۔ چنانچہ حمد و نعمت کے بعد موصوف نے فرمایا ”ہندوستان میں تحریک الحدیث جن بنیادوں پر قائم ہوئی وہ بنیادیں چار تھیں عقیدہ تو حید ابتداع سنت جذبہ جہاد اور اثابت الی اللہ۔ جس کی تفصیل آیت ہو الذي بعث فی الامین رسولنا منهم (الایت) میں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے۔ جماعت الحدیث انہیں چار چیزوں کا جھومند تھی۔ دوسرے لوگوں میں دیکھتے کہ اگر تو حید ہے تو ابتداع سنت میں کوتاہی ہے۔ اگر ابتداع سنت کا جذبہ ہے تو جذبہ جہاد مفقود ہے۔ اگر کہیں ذکر و مکر ہے تو ابتداع سنت نہیں ہے۔ غرض یہ کہ لوگوں نے خاص چیزوں کو لے کر انہیں عمل کا درود مدار ہاں لیا ہے۔ بخلاف اس کے جماعت الحدیث میں چاروں خصوصیتوں کا اجتماع ہو کر شہیدین کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور جس جماعت نے ان چاروں کا مظاہرہ بیک وقت کیا وہ جماعت صادقور ہے جن کا ظلوس اور جن کا تعشق مع اللہ ہر ٹک و شبه سے بالاتر ہے (الحدیث اور سیاست ص ۱۵)

### امام بخاری اور صحیح بخاری پر بعض اعتراضات اور ان کا جواب:

اخبار اہل فتنہ کے افروری ۱۹۱۳ء میں متعلق بحدی شریف احادیث و سوالات شائع ہوئے تھے جن کے قاضلانہ جوابات درج ذیل ہیں۔

(از سلطان القلم استاذ العلماء حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

سوال (۱): سب سے پہلے بخاری کو صحیح الکتب کس نے کہا اور کس زمانہ میں اور کتاب مذکور کی تصنیف کے کتنے روز بعد کہا؟

جواب (۱): امام بخاری جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسی وقت اپنے مشائخ امام احمد بن حنبل و میکی بن میمین و علی بن مدینی وغیرہ پر اس کو پیش کیا۔ سب نے اس کی صحت کا اقرار کیا اور اسی وقت سے خلق میں اس کا صحیح الکتب ہونا شائع ہو گیا۔ دیکھو بدی الساری و مقدمہ مرقاۃ و تہذیب التہذیب وغیرہ

سوال (۲): جس وقت تک بخاری اصح الکتب نہیں کی گئی تھی اس وقت تک اس کا کوئی ایسا لقب جس سے اس کو دیگر کتب احادیث پر توفیر حاصل ہوا تھا نہیں؟ اگر کوئی ایسا لقب اس کا تھا تو کیا تھا؟ اور اگر نہیں تھا تو کیوں نہیں تھا؟

جواب (۲): اس وقت صحیح بخاری ان جملوں سے زیادہ تعبیر کی جاتی ہو اول من وضع فی الاسلام کتاباً صحيحاً (تہذیب ج ۹) وانه لا نظير له فی بابه (مرقاۃ ص ۱۵) وغیر ذلك يعني صحت میں بے نظیر ہے اور اسلام میں اول یہ کتاب صحیح تالیف ہوئی ہے۔ یہ عدیم النظیر ہونا معنی ہے اصح الکتب کا۔

سوال (۳): خود بخاری یا کسی محدث اصحاب روایت نے خصوصاً صحابہ والوں نے کتاب بخاری کو اصح الکتب کہلایا نہیں؟

جواب (۳): ہاں خود امام بخاری نے اپنی کتاب کو صحیح کہا ہے دیکھو تہذیب جلد ۹ اور ان محمد ثوں نے بھی کہا ہے جن کا نام اور مذکور ہوا اور وہ صحابہ والوں کے مشائخ و اساتذہ سے ہیں۔

سوال (۴): اگر نہیں کہا تو کیوں نہیں کہا؟

جواب (۴): یہ لفاظ اصح الکتب نہیں کہا۔ اس لئے کہ اس وقت تک سوائے موطا امام ماگ کے کوئی حدیث کی کتاب کسی کے پاس جمع شدہ موجود نہ تھی فن حدیث میں دوسری کتاب یہ جامع صحیح تالیف ہوئی ہے اور کتب لفاظ جمع ہے حالانکہ بالوقائع اس کے ایک سو طاری تھیں۔

اس لئے اس کا فقط صحیح کہنا بھی اس وقت اس درجے میں تھا جو وقت تالیف دیگر کتب احادیث اصح الکتب کا درجہ ہے۔

سوال (۵): امام مسلم ابو داؤد و نائی و ابن ماجہ نے اپنی اپنی صحیح میں امام بخاری سے کوئی روایت کی ہے یا نہیں؟

جواب (۵): امام ترمذی و امام نسائی نے اپنی کتاب میں امام بخاری سے روایتیں کی ہیں۔

سوال (۶): اگر ان لوگوں نے کوئی روایت کی ہے تو وہ کس مقام میں ہے اور اگر نہیں کی تو کیون نہیں کی؟ کیا یہ لوگ کتاب بخاری کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ ان سے روایت کریں؟

جواب (۶): امام ترمذی نے تو بے حد مقامات پر امام بخاری سے روایت کی ہے جس کا غالباً آپ کو بھی ملم ہے جب ہی تو سوال میں ترمذی کا نام نہیں لیا۔ ہاں امام نسائی کتاب الصیام کے باب الفضل و الحود فی شهر رمضان کی دوسری حدیث کو یوں شروع فرماتے ہیں۔ اخربنا محمد بن اسما میل بخاری (جلد اول) اس کے علاوہ ایک جگہ اور بھی ہے جس کو ابھی ہم نہیں بتائیں گے۔ ہاتھ رہے امام مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ انہوں نے بخوبی نازل ہو جانے سند کے روایت نہیں کی کیونکہ حدیث مسند عالیٰ کے ہوتے ہوئے سند نازل نہیں لیتے جس کو ہم بارہا لکھ پچھے ہیں۔ (دیکھو کتاب الکوثر المباری)

سوال (۷): امام بخاری کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حدیث کی خلاش میں بہت دور دور کا سفر کیا اور ان کے زمانہ میں چار امام خاندان رسول اللہ ﷺ کے موجود تھے۔ اول سید نام رضا علیہ السلام دوم سید نام رقی علیہ السلام سید نام عسکری علیہ السلام۔ اب سوال یہ ہے کہ بخاری ان چاروں ائمہ دین اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے خدمت شریف میں بخوبی حدیثوں کے پہنچے یا نہیں؟ اگر نہیں روایت کی تو اس کا کیا سبب؟ کیا بخاری کو یہ معلوم نہ تھا کہ اہل البیت ادری بما فیها۔

جواب (۷): امام بخاری نے اصل اہل بیت (حضرت عائشہ و جملہ ازواع امہات مومنین) سے بے شمار روایتیں کی ہیں اسی بنا پر کہ اہل البیت ادری بما فیها۔ باقی رہے ائمہ ذکر کوئین ان پر تخصیص اہل بیت کی نہیں ہے۔ علاوہ بریں جس شخص کے پاس احادیث اور رسول ہوئیں اس سے ضرور روایت لیتے۔ صحیح بخاری میں عدم ذکر عدم روایت کو مستلزم نہیں ہے مفصل جواب اس کا حصہ اول میں دیکھئے ص ۷۷ تا ص ۸۲

سوال (۸): امام بخاری نے کہا ہے کہ ہم نے بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور درج کتاب بخاری نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے دیہ دانست رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جو مسلمانوں کی رہنمائی کر تیں کیوں ترک کیں؟ یہ کہا جاتا ہے کہ بخوبی طوالت کتاب سب حدیثوں کو نہیں لکھا۔ خیر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں تو بخوبی طوالت چھوڑ دی گئیں لیکن بہت سی حدیثوں کی جو پچاسوں جگہ فضول طور پر لکھ کر اسی توکیا تو کیا اس سے کتاب کو طوالت نہ ہوئی؟

جواب (۸): امام بخاری نے جس موضوع پر صحیح تالیف کی تھی اس درجے کی وہ بقیہ احادیث نہ تھیں۔ اس لئے ان کو درج کتاب نہ کیا۔ باقی اپنے شاگردوں کو سب بتا گئے۔ خود امام بخاری کے شیخ حمیدی نے ان احادیث کو ”کتاب جمع بین الصحیحین“ میں جمع کر دیا۔ ان احادیث کے عدم ذکر کی وجہ خوف طوالت نہیں ہے بلکہ ان کی اسناد عالیٰ نہ تھیں۔

سوال (۹): اکابر محشرین و ائمہ دین مثلاً دارقطنی و ابن جوزی و ابن بطال و ابن عبد البر و علامہ عینی و باجی و ابن ہمام و شیخ عبدالحق دہلوی و ملا علی قاری و شاہ ولی و محبت اللہ بھاری و بحر العلوم و داؤدی و ابو مسعود حافظ و غسانی و ابن منده و ابن سعد و علامہ ذہبی و حافظ شرف الدین و دہمیانی و جبار اللہ زخیری و قاضی ابو بکر و باقانی و امام غزالی (مولوی عمر کریم) وغیرہ وغیرہ نے جو کتاب بخاری پر اعتراضات و جریں کی ہیں اور اس کی وجہ خوف طوالت کو غیر صحیح سمجھا ہے تو اس سے ان کا کیا مقصود تھا؟

جواب (۹): ان میں بعض نے تندو د بعض نے تعجب و بعض نے حد و بعض نے نا فہمی سے اعتراض کیا ہے لیکن سب بے اصل و بے نیا د بے جیسا کہ ہماری تالیفات بابت صحیح بخاری سے خوب واضح و لائج ہے۔

سوال (۱۰): جن راویوں کو بخاری نے خود ضعیف کہا تو پھر ان سے کتاب بخاری میں کیوں روایت کی؟ کیا اس سے توی راوی بخاری کو نہ مل سکے؟

جواب (۱۰): ان سے بالسابعہ روایت کی ہے نہ کہ بالانفراد - ولا حرج فیہ کما یہتہ فی بعض تصانیفی  
سوال (۱۱): کتاب بخاری کا تمیں پارہ کس وقت ہوا اور کس نے کیا؟

جواب (۱۱): شارحین نے آسانی شرح و محدثین نے آسانی درس و تدریس کے لئے ایک زمانہ کے بعد کیا۔

سوال (۱۲): مثل قرآن شریف کے جو بخاری کا تمیں پارہ بنایا گیا تو یہ شرک ہوا یا نہیں؟

جواب (۱۲): نہیں یہ شرک نہیں ہوا کیونکہ شرک کی تعریف اس پر صادق نہیں - اور خود کلام اللہ کے تمیں پارے خدا کے یہاں سے ہو کر نہیں آئے۔

سوال (۱۳): کیا امام ابو حنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ کی شرط ہر بخاری کی سب حدیثیں صحیح ٹھیرتی ہیں؟ اور اگر سب صحیح نہیں ٹھیرتی ہیں تو کس قدر صحیح ٹھیرتی ہیں؟

جواب (۱۳): امام ابو حنیفہ کی شرط صحت حدیث سند صحیح منقول نہیں - امام مالک کی شرط صرف ان کے عصر کے لئے ہے - جمہور کی شرط پر صحیح بخاری کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔

سوال (۱۴): کیا بخاری کی سب حدیثوں کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں طریقہ والوں نے قبول کر لیا؟ اور اپنا معمول بھی ٹھیرایا ہے؟

جواب (۱۴): ہاں ہر چہار مذہب والے اس سے استدال کرتے ہیں - اسی بنا پر امام بخاری کو حنبلیوں نے حنبلی اور شافعیوں نے شافعی اور مالکیوں نے مالکی صحیح لیا تھا جو کہ دراصل بالکل غلط تھا۔

سوال (۱۵): بخاری میں کوئی حدیث منسوخ بھی ہے یا نہیں؟

جواب (۱۵): ہاں جیسے قرآن مجید میں آیات منسوخ ہیں۔

سوال (۱۶): شرط بخاری اگر بہت عمده اور اعلیٰ تھیں تو دیگر محدثین اصحاب روایت نے اس کی پیروی کیوں نہ کی؟

جواب (۱۶): بہتوں نے پیروی کی علی بن المدینی و ابو بکر صیری وغیرہ سب امام بخاری کے موید تھے۔

سوال (۱۷): بخاری کی شرط پر جو حدیث صحیح ہو تو کیا یہ ضروری ہے کہ دیگر محدثین کی شرط پر بھی صحیح ٹھیرے؟

جواب (۱۷): ہاں جناب ادیگر محدثین اپنے روایۃ کی توثیق ان الفاظ میں کیا کرتے ہیں کہ یہ علی شرط ابخاری ہے - اس قدر اس پر اعتماد ہے۔

سوال (۱۸): کوئی ایک حدیث جو بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور کسی دوسرے محدث کی شرط پر صحیح نہیں ہے - تو وہ حدیث اس دوسرے محدث پر جس کی شرط پر وہ صحیح نہیں ہے اس کے تبعین پر جست ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی - اور اگر ہو سکتی ہے تو کیوں؟

جواب (۱۸): جست ہو سکتی ہے اس لئے کہ جمہور اسی طرف ہیں اور اگر کوئی جست نہ سمجھے تو اس کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ محدثین میں تکلید تو سرے سے نہیں ہے - کما ہو ظاہر - فالحمد لله الذى بنعمته تم الحواب وهو اعلم بالصواب والیه المرجع والماab -

(الکوثر بخاری حصہ ۳ ص ۲۳۶ / ۲۳۳)

### حضرت امام بخاری سے متعلق ایک ثانی جوابی مقالہ

(از شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوقاء ثناء اللہ صاحب امرتری رحمۃ اللہ علیہ)

ہمارے بعض حنفی برادر اہل حدیث کے سامنے دلائل میں اپنے آپ کو کمزور پا کر عام طور پر مشہور کیا کرتے تھے اور اب بھی بعض حلقوں میں کرتے ہیں کہ یہ لوگ (غیر مقلدین) ائمہ کرام کو بر اجھلا کہتے اور توبین کرتے ہیں - ہمیں حرمت ہوتی ہے کہ یہ آدھر کیوں

کسی راست گو کے منہ سے نکل سکتی ہے اور کوئی راست گو کیوں نکارا نہ دین کی تو ہیں کر سکتا ہے آخر بعد ملاش بھی ہم کو کوئی ایک غیر مقلد الہحدیث نہ ملا جو انہے دین کی ہنگر روا رکھتا ہو۔ ہاں ملے تو یہی حضرات ملے جو الہحدیث کی نسبت ایسا اتهام مشہور کرتے تھے۔ آج کل ان لوگوں کے سر کردہ مولوی عمر کریم صاحب حنفی پتوی ہیں، جنہوں نے الہرج علی البخاری لکھ کر دنیا میں ثابت کر دیا کہ امامان دین کی تو ہیں کرنے والوں کا وجود نیا میں آج کل بھی ہے، ہم جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ جمیور علماء حنفیہ خصوصاً اہل علم حنفیان حضرات کی اس رائے (تو ہیں امام بخاری) کے برخلاف ہیں لیکن پھر بھی بعض بعض اطراف میں ان کے ہم خیال بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ امر تسری کے ایک لوگ اخبار میں ایک مضمون سابق ایٹھے رفقہ کے قلم کا نکالا ہے جو ہمارے اس دعویٰ کی شہادت کاملہ ہے۔ کہ جو لوگ الہحدیث پر اتهام بدگوئی لگاتے ہیں، درحقیقت وہی انہے کے حق میں بدگوں ہیں ورنہ الہحدیث بدگوئی کو جائز نہیں جانتے۔ اعادنا اللہ منه۔ ہم اپنادعویٰ بے ثبوت چھوڑنا نہیں چاہتے اس لیے ان حضرات کی عبارات نقل کر کے دکھاتے ہیں۔ اور ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ غور کریں کو جو امام معاذ اللہ بد دینی کا امام بخاری پر لگایا گیا ہے وہ کسی اولی مسلمان پر بھی لگ سکتا ہے؟

راقم مضمون نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد یعنی شافعی المذہب تھے۔ اس غلط دعویٰ کا ثبوت دینا چونکہ بہت کمٹھن کام ہے جس کے لئے ساری دنیا کے مقلدین بھی سمجھی کریں تو یہاں ہے۔ اس لئے راقم مضمون نے اس کمٹھن کو یوں حل کیا کہ ایک تو امام تاج الدین بھی کی شہادت پیش کی۔ دوسرے امام بخاری کا اپنا فعل جس سے ثابت کرنا چاہا کہ امام موصوف شافعی تھے (نہ صرف شافعی بلکہ بڑے بد دینات معاذ اللہ) چنانچہ راقم کے الفاظ یہ ہے۔

”اول تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ انہے محمد بن مقلد نہ تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تقلید تمام موجودہ فرقہ اہل حدیث کرتا ہے اور ان کے مقابلہ میں کسی دوسرے حدیث کی ہستی نہیں سمجھتا، وہی متصب شافعی المذہب تھے۔ امام تاج الدین بھی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات کبری میں صاف بتایا ہے کہ امام بخاری شافعی تھے۔“ (بوجلائی ص ۳۲۰)

الہحدیث: تاج الدین بھی کی شہادت ہمیں منظور ہے لیکن اس کی کیفیت جب ہم کھولیں گے تو ہمارے دوست اس دعویٰ مقلد یہت بخاری کے مدعا خود ہی اس شہادت کو چھوڑ دیں گے۔ بیچھے سنیے! امام تاج الدین نے ایک کتاب لکھی ہے ”طبقات شافعیہ“ جو چھ جلدوں میں چھپی ہے۔ اس میں انہوں نے علماء شافعیہ کے نام اور کام لکھے ہیں۔ ان میں امام بخاری کو بھی لکھا ہے۔ لیکن یہ شہادت امام بخاری کے شافعی ہونے کی۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جنہوں نے طبقات بھی کو بھی نہ پڑھا ہو گا نہ سناؤ ہو۔ ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کہتے۔ سنیے! تاج الدین نے امام بخاری ہی کو اس کتاب میں نہیں لکھا بلکہ ایسے لوگوں بھی لکھا ہے جو یقیناً مقلد نہ تھے۔ چنانچہ داؤد ظاہری امام اہل الظاہر کو اس کتاب میں طبقات شافعیہ میں لکھا ہے (جلد ۲ ص ۲۲)

خبر یہ تو بھلا مشہور غیر مقلد ہے میں کہتا ہوں کعبہ شریف کے چوتھے امام کو بھی نہ شافعیوں میں لکھا ہے جن کا نام نامی امام احمد بن حنبل ہے۔ جو بالاتفاق چوتھے امام کعبہ شریف کی چوتھائی پر قابض، مجتهد مستقل، بہت بڑی جماعت کے مستقل امام مگر بھی نے ان کو بھی طبقات شافعیہ میں لکھ دیا ہے ملاحظہ ہو جلد اول ص ۱۹۹۔

کیا ہمارے دوست اپنے دعویٰ کے مطابق مان جائیں گے کہ امام احمد بھی شافعی المذہب کے مقلد تھے؟ پھر تو چار امام اور چار مصلی نہ ہوئے۔ تمنی رہ گئے۔ اور امام شافعی دوہرے حصے کے مستحق ہوئے بلکہ امام اعظم سے بھی بڑھ گئے۔ کہ ان کا ایک مقلد بھی مصلی کا مالک ہو گیا۔ حالانکہ امام اعظم صاحب کے کئی ایک شاگرد کامل تھے۔ مگر ان کو کعبہ شریف میں مصلی ملنے کا نہ ہب جاری ہوا۔ اتنا اللہ۔

رفع غلطی: اگرچہ ہمارا فرض نہیں کہ بھی کی اصطلاح بتائیں کہ کس طرح اس نے ایسے ایسے لاموسوں کو شافعی لکھا ہے۔ کیونکہ بعثیت فتن مناظرہ مخالف کی دلیل پر اتنا نقش کر دینے سے اس کی دلیل ضائع ہو جاتی ہے لیکن بغرض تفہیم مطلب ہم اصل اصطلاح بھی

باتے ہیں۔ تاکہ آئندہ کو ہمارے دوستوں کو اسی خام دلیل بیان کرنے سے ندامت نہ ہو۔

جن علماء کو امام شافعی سے شاگردی کا علاقہ ہے بلا واسطہ یا بلا واسطہ بکی کی اصطلاح میں وہ طبقات شافعیہ میں داخل ہیں۔ چنانچہ پہلے طبقہ کی بابت وہ یوں لکھتا ہے۔ الطبقۃ الاولی فی الذین جالسو الشافعی (جلد اول ص ۱۸۶)

یعنی پہلا وہ طبقہ شافعیہ کا ہے جو امام شافعی سے ہم صحبت ہوئے یعنی بلا واسطہ انہوں نے امام موصوف سے علم پڑھا۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جو آج کل کوئی شخص شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کے شاگردوں کے طبقات عزیز یہ لکھے۔ تو وہ سب علماء کو لکھ دے گا عام اس سے کہ مقلد ہوں یا غیر مقلد راضی ہوں یا خارجی اسے ان علماء کے مذہب سے غرض نہیں ہو گی بلکہ جو کوئی بھی شاگردی میں شاہ عبد العزیز صاحب سے متا ہو گا اسے وہ لکھ دے گا۔ یہی حقیقت ہے بکی کے طبقات شافعیہ کی جسے ہمارے دوست شدت تھلب میں سمجھتے نہیں اور جمٹ سے دلیل میں پیش کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اور پرمذکور ہوا۔

راقمذکور نے دوسری دلیل جس کو بڑی زبردست دلیل جانتا ہے یہ پیش کی ہے کہ امام بخاری کی اپنی کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے۔ کیونکہ شافعیہ کے مخالف حدیثوں کو چھپا جاتے تھے۔ یہی فقرہ اہل علم اور اہل دینات کے قابل غور ہے۔ گھریث

کلمۃ تَخْرُجُ مِنْ أَوْاهِهِمْ چنانچہ لکھتے ہیں:

”آؤ ہم خود امام بخاری کے افغال سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ بڑے پکے شافعی المذہب تھے۔ صحیح مسلم اور نسائی میں حدیث ہے کہ عن عطاء ابن یسار اہنے اخبرہ انه سائل زید ابن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا القراءة مع الامام في شيئاً وزعم انه قراء على رسول الله ﷺ والنجم اذا هوى فلم يسجد - عطاء بن یسار سے مردی ہے کہ انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے سوال کیا زید بن ثابت سے نسبت القراءات ساتھ امام کے تو زید بن ثابت نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ کسی حالت (یعنی نماز سری اور جہری) میں قراءت نہیں اور خیال کیا کہ تحقیق پڑھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہ النجم اور سجدہ نہیں کیا۔

امام مسلم نے اس حدیث کو یعنی بن یعنی اور یعنی بن ایوب و تقبیہ بن سعید اور ابن حجر سے سنًا اور امام نسائی نے صرف ابن حجر سے سنان سب نے بیان کیا کہ ہم نے اسے سمعیل بن جعفر سے سنًا۔ انہوں نے یزید بن حسینی سے انہوں نے تقطیع سے انہوں نے عطاء بن یسار سے اس طرح اسے سمعیل بن جعفر نے چار راویوں سے سنًا۔

ناظرین یاد رکھیں کہ چاروں راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اسے سمعیل بن جعفر سے جو سادہ کہا ہے کہ عطاء بن یسار نے زید بن ثابت سے کچھ پوچھا کیا پوچھا امام کے ساتھ پڑھنا چاہیئے یا نہیں۔ تو زید بن ثابت نے جواب دیا کہ امام کے ساتھ قراءات کسی حال میں یعنی کسی نماز میں وہ سری ہو یا جہری جائز نہیں۔ دوسری بات یہ کہی کہ سورہ النجم پڑھی گئی۔ اور سجدہ نہیں کیا۔

اسی حدیث کو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں سلیمان بن داؤد سے روایت کیا اور آگے وہی سلسلہ ہے جو مسلم اور نسائی نے بیان کیا یعنی سلیمان بن داؤد نے اسے سمعیل بن جعفر نے سنائی امام بخاری نے کیا لکھا لاحظہ ہو عن عطاء ابن یسار اہنے اخبرہ انه سائل زید بن ثابت فرعم انه قرأ على النبي ﷺ والنجم فلم يسجد فيها - عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے خبر دی اس کی کہ انہوں نے زید بن ثابت سے پوچھا (کیا پوچھا؟) اس کا پتہ نہیں۔ پس زعم کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر سورہ النجم پڑھی گئی اور اس میں سجدہ نہ کیا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اسے سمعیل بن جعفر نے امام بخاری کے راوی کو صرف اتنا سنایا ہو اور مسلم اور نسائی کے چار راویوں کو اس سے زیادہ سنایا ہو۔ بہر حال ضروری ہے کہ اگر اسے سمعیل بن جعفر صادق اور شفیع ہیں تو انہوں نے سب کو ایک ہی بات سنائی ہو گی۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ سنایا ہو۔ اب دو صورتیں ہیں۔ یا تو سلیمان بن داؤد نے امام بخاری کو کم سنایا اور اصلی الفاظ کو چھپایا اور یہ تحریف اور خیانت ہے۔ اگر ایسا ہے تو ایسے شخص کی بیان کروہ حدیث قبل اعتبار نہیں گریہ صورت نہیں ہو سکتی کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری نے بڑی تحقیق سے حدیث فی

روایت کولیا۔ تو دوسری صورت یہ ہو گی کہ امام بخاری نے قصد آن الفاظ کو چھوڑ دیا جو قرأتِ مع الامام کے متعلق ہیں اور یہی صحیح ہے۔ سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے ایسا کیوں کیا؟ صاف بات ہے کہ صرف اس لئے کہ یہ الفاظ امام شافعی کے مذہب کے خلاف تھے۔ امام شافعی قرأتِ خلف الامام کو واجب جانتے تھے مگر یہ الفاظ جو امام بخاری نے چھوڑ دیے اس کو ناجائز بتلاتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ امام بخاری شافعی تھے اور شافعی بھی کیسے شافعی کہ مذہب شافعی کو قائم رکھنے کے لئے حدیث کے الفاظ کو حذف کرنا جائز قرار دیا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری مقلد شافعی کے نہ تھے۔ اور ان کا مذہب حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ یہ بناہتا غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ حدیث کے الفاظ پورے نقل کرتے اور اپنا مذہب بھی قرار دیتے کہ خلف الامام جائز نہیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ (جولائی ۱۹۱۸ء ص ۲۳ کالم)

### الحمد لله

آپ کی تقریر سے امام بخاری کا شافعی المذہب مقلد ہونا ثابت ہو یا نہ ہو، خائن اور بد دیانت ہونا تو ثابت ہوتا ہے۔ غالباً بھی آپ کی مراد ہے، انا اللہ۔ کیا راقم مضمون مصنف البحرح علی ابی حنیفہ کو اجازت دیں گے کہ وہ بھی اس قسم کی کوئی روایت (اگر ان کو مل سکے) اپنے دعویٰ پر بیان کر دیں۔ حق توبیہ ہے کہ اس قسم کی متعصبانہ تحریروں نے البحرح علی ابی حنیفہ جیسی تیر انداز کتاب لکھائی تھی جس کا نہیں اور دیگر ممبر ان الحمدیث اور تحقیقین حنفیہ کو صدمہ ہے مگر بھلم۔ اے باود صبا ایں یہم آور دہ تست یہ سب وزر مصنفین البحرح علی بخاری پر ہے۔ آہ کس قدر ظلم، کس قدر افتراء ہے کہ جس نے صحیح بخاری جیسی اوق کتاب یقیناً استاذ سے نہیں پڑھی، الحمدیث سے تو کیا ہی پڑھی ہوتی ریونڈ کے مدرسہ میں حنفی استاذوں سے بھی نہیں پڑھی، محسن سے نائے پتوی اور بریلوی تحریروں سے اثر قبول کر کے اتنی بڑی خیانت اور تعصیب امام الحدیثین کی طرف منسوب کر لے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ کوئی صاحب داش و نیشن اس راقم مضمون سے دریافت کریں۔ کیا مذہبی تعصیب میں کسی حدیث یا روایت کو چھپا جانا اس لئے کہ میرے خود ساختہ مذہب پر حرف نہ آئے، کسی ایماندار کا کام ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ میرے چھپانے سے یہ روایت منقی تو ہو نہیں جائے گی، آخر دنیا میں رہے گی۔ جب موجود ہے گی اور ہے تو اس کا حکم بھی ہے اور رہے گا۔ ایسا کرنے والا تو محترمین یہود سے بھی بڑھ کر ہے جو اپنے مذہب کے خلاف کسی روایت کو پاک رکھ جاتا ہے۔ ایسا غسل ایک امام بلکہ امام الحدیثین کرے۔ اور پھر امام کا امام ہی بنارہے۔ الی المشتکی۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں اس فعل اور اس فاعل کی تحریر کر سکوں۔ راقم مضمون اپنی عادات کے مواقف ہم موجودہ علماء کو اور خاص کر خاکسار ہمچکار کو جو چاہتے کہہ لیتے اور اپنا پیش ہر لیتے۔ مگر انہوں نے اپنی پرانی روشن کے مطابق امام بخاری کو تختہ مشق بنایا۔ آہ اس موقع پر مولانا روم رحوم کا شعر یاد آتا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پر وہ کس درد میش اندر طعنہ پاکاں دہ

خیر ہمیں اس سے کیا۔ ہمارا تو مذہب ہے اور ہمارے بزرگ استاذ حضرت مولانا شمس العلماء سید محمد نذری حسین محدث دہلوی مرحوم کا فتویٰ ہے کہ صحابہ کرام کو بر اجائے والا بڑا راضی ہے۔ ائمہ کرام کی بدگوئی کرنے والا چھوٹا راضی۔ ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں۔

نظر اپنی اپنی پند اپنی اپنی

### اصل جواب سنئے!

ہم مانتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں دونوں کتابوں میں ہیں۔ مسلم کی روایت جلد اول باب سیودہ تلاوت میں اور بخاری کی روایت جلد اول باب من قرآن السجدہ و لم سجد میں ہے۔ امام بخاری نے اس باب میں دعویٰ کیا ہے اور ان کا مذہب ہے کہ مسجدہ تلاوت فرض واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جناب پھر انہوں نے اسی مضمون کا یہ باب تجویز کیا ہے لیکن روایت کے مکملے دو ہیں۔ ایک تو قرأت خلف الامام کی بات ذکر ہے۔ دوسرے میں مسجدہ تلاوت نہ کرنے کا مذہب کور ہے مگر امام بخاری کے باب سے اخیر مکملہ تلاوت رکھتا ہے۔ پہلا مکملہ باب وجود غیر

متعلق ہونے کے حدیث مرفوع نہیں۔ بلکہ صحابی کا موقف قول ہے جو محمد بنین کے نزدیک جنت اور دلیل شرعی نہیں۔ اس لئے امام موصوف نے پہلا نکار احادیث کا نقل نہیں کیا کہ وہ باب سے ہے تعلق ہے اور روایت بھی موقوفہ ہے۔ ہاں تعلق ہوتا یا مرفع روایت کا حصہ ہوتا تو نقل کر دیتے۔

بھلا اس (قول زید بن ثابت) سے امام بخاری کو ایسا خوف تھا کہ بقول نامہ نگار اس سے امام شافعی کا نام ہب غلط نہ ہو جاوے جبکہ امام شافعی اور دیگر محدثین کا نام ہب ہی یہ ہے کہ قول الصحابة لیس بحجۃ هم رجال و نحن رجال (ملاحظہ ہو تو ضعف تکویر) پھر ان کو کیا مشکل تھی کہ وہ اس کو مان کر اپنے اصول کے مطابق کہہ دیتے کہ موقف قول جنت نہیں۔ جیرانی ہے کہ امام بخاری کو اس موقف قول سے کیا مشکل پڑی تھی کہ بقول راقم مضمون وہ اسی خیانت اور بد دیانتی کے مرکب ہوئے۔ انا اللہ۔

### لطیفہ مثالیہ:

عرصہ ہوا جمع اہل علم میں ایک بڑے حنفی عالم نے سنبھالی بات بیان کی کہ مولوی نذر یہ حسین کے پاس کوئی شخص گیا کہ میں نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دی ہیں اب کیا کروں۔ مولوی صاحب بڑے خفا ہو کر بولے جاؤ جاؤ میں کیا کروں۔ اب تو حرام ہو گئی۔ رات کو وہ شخص ایک عمرہ سی لاٹھن دو روپیہ کی نذر ان لے کر گیا تو مولوی صاحب پوچھتے ہیں۔ اے طلاق کی تھی یا طلاق (ت سے) کبی تھی؟ اس نے کہا ہضور امیں نے تو طلاق طلاق کی تھی۔ فرمایا جاؤ۔ طلاق (ت سے) معنی ملنے کے ہے۔ جاؤ آپس میں میو۔ اس روایت کے بیان کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ مولوی نذر یہ حسین اس درجہ چھوٹی رشوت کھاتے اور مسائل غلط بتاتے تھے۔ میں بھی پاس بیٹھا تھا۔ میں نے کہا کہ حضرت! مولوی نذر یہ حسین کا تو نہ ہب یہ تھا کہ ایک دفعہ کی تین طلاقیں ایک ہی رجی ہوتی ہیں پھر ان کو تو اورت میں فرق کرنے سے کیا المطلب تھا۔ (مقالہ شانی)

### مکرین حدیث کے کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات:

جباں تک غور کیا گیا ہے مکرین حدیث کے خاص اعتراضات یہ دس ہیں۔ (۱) حدیث کی روایت عہد خلافے راشدین میں منوع تھی۔ عہد عبایس سے سلسلہ روایت شروع ہوا۔ ان میں اکثر بادشاہوں کی سیاسی اغراض کا دھن ہے۔ (۲) حدیث کا لکھنا اور اس پر تالیفات دوسری صدی کے بعد شروع ہوا۔ (۳) بعض حدیثوں سے رسول کریم ﷺ اور اسلام پر اعتراضات قائم ہوتے ہیں۔ (۴) بعض حدیثوں سے نزول وحی حسب خواہش رسول ثابت ہوتا ہے۔ (۵) بعض حدیثوں سے قرآن کی خالفت ثابت ہوتی ہے۔ (۶) اگر حدیثیں خدا اور رسول کے نزدیک واجب العمل ہو تو ان کی خلافت کا سامان بھی مثل قرآن کے ہوتا (۷) بعض مسائل کے متعلق مختلف حدیثیں ہیں۔ (۸) قرآن مجید کے متعلق خود قرآن میں ارشاد ہے (تفصیلًا لکل شنی و تبیانًا لکل شنی) پھر حدیثوں کی کیا ضرورت ہے۔ (۹) حدیث کو زیادہ سے زیادہ مثل علم تاریخ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱۰) بجز متوات روایات کے جو بہت قلیل ہیں اکثر احادیث اخبار آحاد ہیں۔ اخبار آحاد سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ ظن پر نہ ہب کا دار رکھنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔ (۱۱) رسول کریمؐ سے بعض امور میں سہو و نیسان ثابت ہے۔ وحی الٰہی میں سہو و نیسان کا دھن نہیں مانا جائے۔ (۱۲) قرآن کریم کا مکمل کتاب ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ حدیث کو مانا گویا قرآن کو محتاج قرار دینا ہے۔

### جوابات:

(۱) گذشتہ مضامین میں ثابت ہو چکا ہے کہ روایت حدیث عہد رسالت سے جاری تھی۔ حضورؐ نے اور خلیفہ اول و دوم نے کثرت روایت کو منع کیا ہے۔ اور غیر احکامی حدیثوں پر روکنے کی ہے۔ یہ دونوں ظفایاں خود حدیث کے بڑے روایوں میں سے ہیں۔ اگر یہ مانا جائے کہ حدیث کی روایت اور حدیث پر عمل عہد عبایس سے شروع ہو اور اس سے پہلے حدیث کوئی چیز نہ تھی تو لازم آتا

ہے کہ رسول کریمؐ کے بعد تمام امت مرحومہ گمراہ ہو گئی اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا۔ ایسی ناکامیاب نبوت تو انہیاء ساقین میں سے بھی کسی کی نہیں ہوئی۔ ختم امر علمیت سے زیادہ کامیاب وہی شخص رہا جس نے امت مرحومہ کو حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف اتباع حدیث پر قائم کر دیا۔ اس کامیابی کی نظریہ دنیا کے کسی ملک، کسی قوم، کسی نہ ہب میں نہیں مل سکتی کہ عرب سے چین تک سب ایک خیال پر قائم ہو گئے۔ نہ اس کامیاب دشمن حدیث لیڈر کا کسی کو نام معلوم نہ صفات تاریخ میں اس انقلاب عظیم کا ذکر کہ ایک بوند بھی خون کی نہ گری اور ساری دنیا کے مسلمان ایک امر پر متفق ہو گئے۔ ایک بھی صراط مستقیم پر قائم نہ رہا۔ ہر ملک میں ہر قوم میں جو جو تغیرات ہوئے ہیں، بالخصوص اسلام میں ان کا ذرا راز تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے مگر اس انقلاب عظیم کا ذکر نہیں وہ کون سی عظیم اشان ہستی تھی جس نے اصل نہ ہب کو اس طرح مٹایا کہ اس کا شان صفات تاریخ پر بھی نہ چھوڑا اور یہ انقلاب کس زمانے میں ہوا۔ خلفائے عبایہ نے مسئلہ خلق قرآن رائج کرنا چاہا۔ ہر قسم کے جبر و ظلم کے گے مگر یہ عقیدہ تسلیم نہ کرائے۔ نادر شاہ نے کوشش کی کہ صرف فنی شافعی حلبلی ماکی نہ ہب کے لوگوں کو ایک امر پر متفق کر دے مگر نہ کر سکا۔ یہ ایسا انقلاب کہ جس کا شان بطور آثار قدیمه بھی باقی نہ رہا۔ کتابوں میں بھی نہ ذکرہ نہ رہا۔ کس نے کرایا ایک کب کرایا، کیوں نکر کرایا۔ اگر در حقیقت یہ انقلاب کرایا گیا ہے تو یہ مجرہ ہے اور تمام انہیاء کے مجرزوں سے بڑھ کر ہے۔ خاتم النبیین سے بلند مرتبہ کون ہے جس نے ان کے کام کو ایک مجرے کے طور پر لوٹ دیا۔ ان سے بزرگ ہستی تو جناب باری عز اسمہ کی ہے۔ بس یہ انقلاب انہوں نے ہی کرایا ہے ان کے سوا اور کسی سے اس طرح ممکن ہی نہ تھا اور جب انہوں نے کرایا ہے تو حق ہے (مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ قول ہی غلط ہے عہد نبوی اور عہد خلافت میں ہر قدم پر حدیث کو مشعل راہ بنایا جاتا تھا)

(۲) اس اعتراض کا جواب ساقہ مضامین میں آگیا<sup>(۳)</sup> کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس سے حضور علیہ السلام یا اسلام پر کوئی معقول اعتراض ہو سکتا ہو۔ اگر کوئی غیر صحیح حدیث ایسی ہے تو اس کی ذمہ داری اہل حدیث و محدثین پر نہیں۔ کیونکہ جو چیز ان کے اصول روایت و درایت کے اعتبار کے درج سے گریجوہ ان پر جھٹ پسیں باقی مفترض اور اعتراضات کارکو کا کسی کے بس کی بات نہیں۔ پنڈت دیانند نے بسم اللہ الرحمن الرحيم جیسے متبرک و صاف جملے پر بھی اعتراضات کے ہیں ایسے مفترضوں اور اعتراضوں کی طرف متوجہ ہوتا ہل حق و اہل علم کا کام نہیں۔ قرآن مجید میں قصہ افک ہے۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر ہے۔ خالقین حق نے ان واقعات پر کثرت سے اعتراض کے ہیں۔ مذکورین حدیث حدیث میں ہر جو جواب ان آیات کے لئے تجویز کریں وہی حدیث کے لئے سمجھ لیں۔

(۳) اگر وہی کا نزول موافق منشاء حضور ہو تو اس میں کیا اعتراف ہے اور یہ کیا اعتراف ہے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے نزول وہی حسب خواہش رسول اکرمؐ ثابت ہے۔ حضور دل سے چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں آپؐ کی یہ آرزو پوری کی گئی۔ قَدْ نَرَى تَقْلِبَ وَ جِهَكَ فِي السَّمَاءِ فَلَوْلَيْكَ قِيلَةً تَرْضُهَا فَوَلَّ وَجْهَكَ شَطَرُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (البقرة: ۱۴۳) ہم دیکھتے ہیں پھر جاتا تیرامنہ آسمان میں سوالہ پھیریں گے ہم تھجھ کو جس قبلہ کی طرف تو ارضی ہے اب پھیسر منہ اپنا طرف مسجد حرام کی۔

رسول کریمؐ کے مکان میں صحابہؓ کھانا کھانے آئئے۔ کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے، آپؐ کو یہ امر گراہ تھا۔ لیکن آپؐ کہتے ہوئے شرما تھے اس پر وہی نازل ہوئی۔ إِذْ دَلِلْكُمْ كَادَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ۔ (الاذیاب: ۵۳)

(تمہاری اس بات سے بیکو تکلیف تھی اور وہ تم سے شرما تھا۔ اللہ حق بات بتانے میں شرم نہیں کرتا)

حضرت زید صحابی نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ کو طلاق دی دی۔ رسول کریمؐ کا ارادہ ہوا کہ وہ زینب سے نکاح کر لیں لیکن یہ دستور عرب کے خلاف تھا۔ اس لئے آپؐ اس خیال کو ظاہر نہ کرتے تھے جو چاہتے تھے۔ اس پر وہی نازل ہوئی۔ وَتُخْفَى فِي نَقْبَلِ مَا اللَّهُ مُبْدِيهٌ وَتَخْسَى النَّاسُ۔ (الاذیاب: ۲۷) (تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا ہے جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور لوگوں سے ڈرنا تھا) غرض مامور کے مخالف کے موافق احکام کا ناٹز ہونا کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ رسول اللہ تو مامور من اللہ تھے۔ قرآن مجید کی بعض آیتیں صحابہ

کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔ علوم قرآن کے متعلق موافقات صحابہ ایک مستقل فن ہے اور اس پر بہت سی تصنیفیں ہیں۔ اے باغبان بنت کی تجوہ کو خبر بھی ہے

(۵) حدیثیں ہر قسم کی ہیں۔ موضوع بھی یہ، ضعیف بھی ہیں صحیح بھی ہیں ان کے رد و قبول کا مدار ان کے درجہ پر ہے۔ کائنات کے خوف سے پھولوں کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ صحیح حدیث کوئی ایسی نہیں جس سے قرآن پاک کے خلاف کوئی اعتراض ثابت ہو۔

(۶) اصل شریعت قرآن مجید ہے۔ جب وہ محفوظ ہے تو کسی قسم کا خطہ نہیں۔ اس کی شرح کا اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری نہیں۔ عالم الغیب جانتا تھا کہ اس کے ایسے بھی بندے ہوں گے جو دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دکھادیں گے۔ علم حدیث کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ قرآن ایک مشخص و معین کتاب ہے۔ اس کے ہر لفظ کی حفاظت ہو سکتی ہے اور ہوئی بھی ہے۔ حدیث حضرت کے خواب و خور، سفر و حضر، غلوٹ و جلوٹ کے حالات کا مجموعہ ہے۔ اس کی وسعت لفظ لفظ کو محفوظ رکھنے میں مراحم ہوتی ہے۔ قرآن کلام الہی ہے جس کا لفظ لفظ حکمت ہے۔ ایک حرف بدلتے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ کسی کے امکان میں نہیں کہ قرآن کا ایک لفظ ہٹا کر اس موقع کے لحاظ سے اس مفہوم کے موافق دوسرا الفاظ کھو دے۔ حدیث میں ہم منفی لفظ آنے سے بہت کم مفہوم بدلتا ہے۔ قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا سوال قرآن پر ایمان رکھنے والا کوئی اہل کتاب نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ وحی مقلو تو ریت زیور، انجیل کی حفاظت بھی خانے میں قرآن کے نہیں کرائی۔ پھر وہی غیر ملتو کے لئے اس قسم کا اہتمام کیوں کیا جاتا۔

خد اور رسول کے کلام کا فرق بھی اس حفاظت کے سوال کو حل کرتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو حدیث کی حفاظت اگرچہ قرآن کی طرح نہیں ہوئی مگر ایسے بے نظیر طریق پر ہوئی ہے جو ایک مجذہ ہے۔ اور رسول کریمؐ کے عهد میں قرآن کے حفاظت ہے۔ سارا قرآن سب کو یاد رہتا ہے۔ بعض ایک ایک دو دو سورتوں کے حافظت ہے۔ حدیث کے حفاظت بھی تھے۔ ابو ہریرہؓ ایک ملٹ شہ حفظ حدیث میں صرف کرتے تھے۔ ان سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے ان میں سے نصف ان کی روایات ہیں۔ سرہ بن جندب حدیثیں حفظ کرتے تھے۔ جس طرح تھوڑا بہت قرآن بہت سے صحابہ کو حفظ رہتا۔ اسی طرح تھوڑی بہت حدیثیں بھی کوئی سمجھی کو بیان کر سکتی ہیں۔

ان اصحاب کی تعداد گیارہ ہزار ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اقوال و احوال رسول کریمؐ کوامت تک پہنچایا ہے۔ ہاں تمام حدیثوں کا کوئی ایک حافظ نہ تھا۔

جس طرح قرآن کی مختلف سورتیں مختلف اصحاب کے پاس لکھی ہوتی تھیں اسی طرح حدیثیں بھی اصحاب کے پاس لکھی ہوتی تھیں جس طرح ابو بکر و عمر نے قرآنی آتوں کو شہادت لے کر قبول کیا، اسی طرح حدیثوں کو قبول کیا۔

جس جرأت و ہمت و صداقت سے صحابہ و تابعین ویجت تابعین نے حدیثوں تک پہنچایا ہے، دنیا کی تاریخ اس کی نظر پیش نہیں کر سکتی۔ حدیث کی حفاظت و تدوین کے لئے سو کے قریب فنوں ایجاد ہوئے۔ لق و دق میدان، بحر و بر، کوه صحراء جہان مارے۔ ایک ایک حدیث کے لئے بے آب و گیاہ میدانوں میں ہمیزوں کا سفر کیا۔ حدیث کی جائج کے لئے ایسے سخت اور معقول شرط ادا قائم کئے کہ جس سے زیادہ عقول بشری تجویز نہیں کر سکتیں۔ راویوں، اقسام حدیث کتابوں کے طبقات سب قائم کردئے موضوعات اور دضا عووں کو نام بنا گنادیا۔ اگر کسی شخص کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے اور وہ تو پر کر لے تو اس کی شہادت تو قبول ہے مگر حدیث قبول نہیں۔ جھوٹ بولنا تو ایک طرف متمہ بالذنب کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی۔ امام بخاری نے ایک اونی شبہ پر ایک شخص سے بے شمار حدیثیں چھوڑ دیں۔ راویوں کے حالات کو اس طرح کھول دیا ہے کہ کسی ملک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ جس روایت میں علی بن مدینی، عیین بن معین، عبد اللہ بن مبارک ہوں گے وہ اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ جس روایت میں محمد بن الحنفی ہوں گے وہ ضعیف ہوگی۔ جس روایت

میں ان عکاشہ کرمانی ہو گا وہ موضوع ہو گی۔

سب سے بہتر بخاری کی حدیثیں ہیں پھر مسلم کی، اس کے بعد دیگر کتب صحاح کی ان کے بعد اور حدیث کی کتابوں کی درج بدرجہ اس کی تفصیل کسی جگہ ہے، اسی طرح موضوعات کی تفصیل بھی لکھی گئی ہے۔

حدیث کے حفاظت بھی کثیر تعداد میں ہوئے ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ امام احمد بن خبل کو دس لاکھ، حافظ ابو زرع کو سات لاکھ، محبی بن معین کو دس لاکھ، امام مسلم کو تین لاکھ، امام ابو داؤد کو پانچ لاکھ، حافظ ابو بکر کو ایک لاکھ، حافظ ابو العباس کو تین لاکھ سے زائد، اسحاق ابن راہویہ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ یہ ہم نے دو چار حضرات کی تفصیل لکھ دی ہے۔ باقی اور بہت سے حفاظت حدیث کا اس کتاب میں ذکر ہو گا۔

(۷) یہ پہلے بیان کیا جا پکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مبادلات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور نہ یہ پابندی ممکن تھی۔ انہر نے اخیر زمانہ کے اقوال و افعال کو جنت گردانا ہے۔ ایک مسئلہ پر تعدد روایات کا ہونا مفتر نہیں مفید ہے کہ ایک حکم پر عمل کرنے کی چند صورتیں پیدا ہو گئیں۔ اگر یہ روایتیں نہ ہوتیں تو تکلیف کا باعث ہوتا۔

(۸) اس کے متعلق علیحدہ مضمون ہے۔

(۹) حدیث و تاریخ کے متعلق علیحدہ مضمون ہے۔ حدیث و تاریخ میں یہ فرق ہے کہ علم حدیث ایک صحیح علم ہے۔ علم تاریخ مشتبہ علم ہے۔ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

(۱۰) بہت سے معاملات عدالتوں میں اخبار احادیث سے پیش ہوتے ہیں اور تسلیم کے جاتے ہیں۔ اگرچہ ہر شاہد کو جھوٹا سمجھے اور شہادت کی تلاش حد تواتر تک کرے تو دنیا کے کام درہم برہم ہو جائیں۔ ہر شخص صرف خبر واحد یعنی اپنی ماں کے بیان سے اس امر پر یقین کرتا ہے کہ وہ فلاں شخص کی اولاد ہے۔

اکثر خبر واحد کو قوی قرینہ کی بنا پر ترجیح دیتی چلتی ہے۔ قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا ہم کو صرف خبر واحد سے معلوم ہوا۔ رسول کریم کی صدق و راسعیازی پر نظر کر کے تهدیق کو بخوبی پر ترجیح دی گئی۔ یہی صورت احادیث میں ہے۔

وہ شہادتیں جن کی بنا پر قرآن ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے، ان پر یقین ٹلنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ یعنی و تجویز ہے جس کے سواد نیامیں کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جو مفید یقین ہو سکتا ہو۔ تو اتر کو بھی جھوٹ اس قیاس کی بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہونا مستجد ہے۔

یہ خیال بھی غلط ہے کہ متواتر حدیثیں کم ہیں۔ کتب احادیث جو علمائے عصر میں متداول ہیں ان کا انتساب جس مصنف کی طرف کیا جاتا ہے وہ ایک یقینی امر ہے۔ پس یہ مصنفوں اگر انہیں کتابوں میں متفق ہو کر ایک حدیث کو اس قدر رذوات سے روایت کریں کہ عاد ننان کا جھوٹ پر متفق ہونا یا اتفاقاً سے جھوٹ کا سرزد ہونا ممکن نہ ہو تو لاریب وہ حدیث متواتر ہو گی۔ اور ضرور اس کا انتساب قائل کی طرف بطور علم یقینی کے ہو گا۔ ایسی حدیثیں کتب حدیث میں کثرت سے ہیں۔



## ۱۔ کتاب الوحی

### کتاب وحی کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مخرو بخاری رضی اللہ عنہ  
نے فرمایا:

#### باب

اس بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدائی کیسے ہوئی  
اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان کہ ”هم نے بلاشبہ (اے محمد!) آپ کی  
طرف وحی کا نزول اسی طرح کیا ہے جس طرح حضرت نوحؑ اور ان  
کے بعد آئے والے تمام نبیوں کی طرف کیا تھا۔“

(۱) ہم کو حمیدی نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان  
نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ہم کو صحیح بن سعید النصاری نے یہ  
حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث محمد بن ابراہیم تھی  
سے حاصل ہوئی۔ انہوں نے اس حدیث کو علّامہ بن وقار لیش سے

قال الشیخ الیمام الحافظ أبو عبد الله  
محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن  
المیرۃ البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ آمين:

۱۔ باب: کیف کان بدء الوحی

إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: «إِنَا أَوْخَيْنَا إِلَيْكَ  
كَمَا أَوْخَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ»  
[النساء: ۱۶۳]

۲۔ حدثنا الحميدي، قال: حدثنا  
سفیان قال: حدثنا يحيی بن سعید  
الأنصاری قال: أخبرني محمد بن  
ابراهیم التميمي أنه سمع علّامة بن

سنا، ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ علی الحبیر کے سخن سے سنا، وہ فرمائے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا، آپ فرمائے تھے کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی طے گا۔ پس جس کی بھرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی بھرت ان ہی چیزوں کے لیے ہو گی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے بھرت کی ہے۔

وقاص النبی یقُولُ : سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْحَبِيرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا الْأَعْمَالَ بِالنِّيَاتِ، وَإِنَّمَا يَكُلُّ أَمْرَى مَا تَوَى؛ فَمَنْ كَانَ هَاجِرَةً إِلَى دُنْيَا يُهْتَهِهَا، أَوْ إِلَى أَمْرَأَةً يُنْكِحُهَا، فَهِاجَرَهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)).  
[اطرافہ فی: ۳۸۹۸، ۲۵۲۹، ۵۴، ۶۶۸۹، ۵۰۷۰، ۶۹۵۳].

**لشیخ** حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع صحیح کے اقتراح کے لیے یا تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحيم ہی کو کافی سمجھا کہ اس میں بھی اللہ کی حمد کا کامل طور پر موجود ہے یا آپ نے حمد کا تنظیم زبان سے ادا فرمایا کہ اس کے لیے لکھنا ہی ضروری نہیں۔ یا پھر آپ نے جناب نبی کریم ﷺ کی سنت ہی کو مخطوط خاطر رکھا ہو کہ تحریرات نبوی کی ابتداء صرف بسم اللہ الرحمن الرحيم ہی سے ہوا کرتی تھی جیسا کہ کتب تواریخ و سیرے نے ظاہر ہے۔ حضرت الامام قدس سرہ نے پہلے ”وَحِيٌ“ کا ذکر مناسب سمجھا اس لیے کہ قرآن و سنت کی اولین نیماد ”وَحِيٌ“ ہے۔ اسی پر آنحضرت ﷺ کی صداقت موقوف ہے۔ وَحِيٌ کی تعریف علامہ قسطلانی شارح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے ((والوحى الاعلام في خفاء و في اصطلاح الشرع اعلام الله تعالى انباءه الشيء اما بكتاب او برسالة ملك او منام او الهايم)) (ارشاد السارى ۱/۳۸) یعنی وَحِيٌ لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ مخفی طور پر کوئی چیز علم میں آجائے اور شرعاً وَحِيٌ یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نبیوں رسولوں کو براہ راست کسی مخفی چیز پر آگاہ فرمادے۔ اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں، یا تو ان پر کوئی کتاب نازل فرمائے یا کسی فرشتے کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے خبر دے یا خواب میں آگاہ فرمادے، یا دل میں ڈال دے۔ وَحِيٌ محمدی کی صداقت کے لیے حضرت امام نے آیت کریمہ «إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ (التساءل: ۱۲۳) درج فرمائی ہے۔ لطیف اشارات فرمائے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہے۔ مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وَحِيٌ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سلسہ عالیہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موی، عیسیٰ و جملہ انبیاء و رسول ﷺ سے مرلوٹ ہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس طرح آپ کی تصدیق جملہ انبیاء و رسول ﷺ کی تصدیق ہے اور آپ کی تکذیب جملہ انبیاء و رسول ﷺ کی تکذیب ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ((ومناسبة الآية للترجمة واضح من جهة ان صفة الوحي التي نسبنا صلی الله عليه وسلم توافق صفة الوحي التي من تقدمه من النبیين)) (فتح الباری ۹/۱) یعنی باب بدء الوحی کے انعقاد اور آیت (انا او حینا الیک) الایہ میں مناسب اس طور پر واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وَحِيٌ کا نزول قطعی طور پر اسی طرح ہے جس طرح آپ سے قبل تمام نبیوں رسولوں پر وَحِيٌ کا نزول ہوتا رہا ہے۔

ذکر وَحِيٌ کے بعد حضرت الامام نے حدیث: انما الاعمال بالنيات کو نقل فرمایا، اس کی بہت سی وجہوں ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ظاہر کرنا ہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خزانہ وَحِيٌ سے جو کچھ بھی دولت نصیب ہوئی یہ سب آپ کی اس پاک نیت کا ثروہ ہے جو آپ کو ابتداء عمرتی سے حاصل تھی۔ آپ کا بچپن، جوانی، الغرض قبل نبوت کا سارا عرصہ نہیں پاکیزگی کے ساتھ گزرا۔ آخر میں آپ نے زینا سے قطعی علیحدگی اختیار فرمایا کہ غار حرام میں خلوت اختیار فرمائی۔ آخر آپ کی پاک نیت کا ثروہ آپ کو حاصل ہوا اور غلعت رسالت سے

آپ کو نوازا گیا۔ روایت حدیث کے سلسلہ عالیہ میں حضرت الامام قدس سرہ نے امام حیدی رضی اللہ عنہ سے اپنی سند کا انتقال فرمایا۔ حضرت امام حیدی رضی اللہ عنہ علم و فضل، حسب و نسب ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے اس لیے کہ ان کی علمی و عملی جلالات شان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اساتذہ میں سے ہیں، حسب و نسب کے لحاظ سے قبیلی ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب نبی کریم ﷺ کی طرف دو حصے میں تقسیم کیا گیا۔ اس کی کنیت ابو بکر نام عبد اللہ بن نبی میں ہے، ان کے اجداد میں کوئی پزیرگ حید بن اسماء نبی مزدرا ہیں، ان کی نسبت سے یہ حیدی مشور ہوئے۔ اس حدیث کو امام بخاری رضی اللہ عنہ سے جو کہ کسی ہیں، لا کر یہ اشارہ فرمائے گئے ہیں کہ وہی کی ابتداء کے سے ہوئی تھی۔

حدیث «الما الاعمال بالنهيات» کی بابت علامہ قسطلاني فرماتے ہیں (و هذا الحديث احد الاحاديث التي عليها مدار الاسلام) ..... و قال الشافعی واحمد انه يدخل فيه للث العلم» (ارشاد الساری ۵۶۱/۵۷) یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار و مدار ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اکابر امت نے صرف اس ایک حدیث کو علم دین کا تائیں یا نصف حصہ قرار دیا ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی تقریباً میں اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم السلام بعضین نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا ہے۔ بعض علماء نے اسے حدیث متواتر بھی قرار دیا ہے۔ اس کے راویوں میں سعد بن ابی واقع، علی بن ابی طالب، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن مسعود، انس، عبد اللہ بن عباس، ابو ہریرہ، جابر بن عبد اللہ، معاویہ بن ابی سفیان، عبادہ بن صامت، عتبہ بن عبد اللہ، حلال بن سوید، عقبہ بن عامر، ابو ذر عقبہ بن المنذر، عقبہ بن مسلم اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امامے گرائی نقل کیے گئے ہیں۔ (قطلانی)

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع صحیح کو اس حدیث سے اس لیے شروع فرمایا کہ ہر یہی کام کی تجھیں کے لیے خلوص نیت ضروری ہے۔ احادیث نبوی کا جمع کرنا، ان کا لکھنا، ان کا پڑھنا، یہ بھی ایک یہی تین عمل ہے، پس اس فن شریف کے حاصل کرنے والوں کے لیے آداب شرعیہ میں سے یہ ضروری ہے کہ اس علم شریف کو خالص دل کے ساتھ شخص رضائی اللہ عزوجلہ و معلومات سُنْنَتِ رَسُولِ نَبِيٍّ کے لیے حاصل کریں، کوئی غرض فاسد ہرگز درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ یہ یہی عمل بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کے لیے منید عمل نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ اس حدیث کے شان و رود سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس نبی کو نکاح کا پیغام دیا تھا، اس نے جواب میں خبر دی کہ آپ بھرت کر کے مددیہ آجائیں تو شادی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ شخص اسی غرض سے بھرت کر کے مددیہ پہنچا اور اس کی شادی ہو گئی۔ دوسرے صحابہ کرام اس کو مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر آنحضرت ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

حضرت امام قسطلاني فرماتے ہیں۔ «واخرجه المؤلف في الایمان والعق و المهاجرة والنکاح والانذور وترك الحيل و مسلم والتزمدی والنسانی و ابن ماجہ و احمددوا الدارقطنی و ابن حبان و البیهقی» یعنی امام بخاری رضی اللہ عنہ اپنی جامع صحیح میں اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب الایمان میں بھی لائے ہیں اور وہاں آپ نے یہ باب منعقد فرمایا ہے «باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبنة ولکل امرء مانوی» یہاں آپ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ وضو، زکوة، حج، روزہ جملہ اعمال خیر کا اجر اسی صورت میں حاصل ہو گا کہ خلوص نیت سے بغرض طلب ثواب ان کو کیا جائے۔ یہاں آپ نے اشتہار مزید کے لیے قرآنی آیت کریمہ «قل کل بعمل على شاكلته» کو نقل کرتے ہوئے بتلیا ہے کہ شاکلته سے نیت ہی مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر بہ نیت ثواب خرج کرتا ہے تو یقیناً اسے ثواب حاصل ہو گا۔ تیسرے امام بخاری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو کتاب العق میں لائے ہیں۔ چوتھے باب المهاجرة میں پانچویں کتاب النکاح میں چھٹے نذر کے بیان میں۔ ساتویں کتاب الحیل میں۔ ہر جگہ اس حدیث کی نقل سے غرض یہ ہے کہ صحت اعمال و ثواب اعمال سب نیت پر موقوف ہیں اور حدیث ہذا کا مفہوم بطور عموم ہر دو صورتوں کو شامل ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں فتناء شوافع صرف صحت

اعمال کی تخصیص کرتے ہیں اور فقیاء احتفاظ صرف ثواب اعمال کی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشیری رحلتی نے ان ہردو کی تغایط فرماتے ہوئے امام الحدیث بن حنفیہ کے موقف کی تائید کی ہے کہ یہ حدیث ہردو صورتوں کو شامل ہے۔ (دیکھو انوار الباری ۲۷/۱)

نیت سے دل کا ارادہ مراد ہے۔ جو ہر فعل اختیاری سے پلے دل میں پیدا ہوتا ہے، 'نماز' روزہ وغیرہ کے لئے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا غلط ہے۔ علام ابن تیمیہ اور دیگر اکابر امت نے تصریح کی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا ثبوت نہ خود رسول کشم رحلتی سے ہے نہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم السلام علیہم السلام سے، لہذا زبان سے نیت کے الفاظ کا ادا کرنا محض انجاد بندہ ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

آج کل ایک جماعت مذکورین حدیث کی بھی پیدا ہو گئی ہے جو اپنی امورات کے سلسلے میں حضرت عمر رحلتی کا اسم گرامی بھی استعمال کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رحلتی روایت حدیث کے خلاف ہے۔ امام عثماری رحلتی نے اپنی جامع تصحیح کو حضرت عمر رحلتی کی روایت سے شروع فرمایا ہے۔ جس سے روز روشن کی طرف واضح ہو گیا کہ مذکورین حدیث کا حضرت عمر رحلتی پر یہ الزام بالکل غلط ہے۔ حضرت عمر رحلتی خود احادیث نبوی کو روایت فرمایا کرتے تھے۔ ہاں صحت کے لئے آپ کی طرف سے احتیاط ضرور مرکوز رہا اور یہ ہر عالم امام 'حدیث' کے سامنے ہونا ہی چاہیے۔ مذکورین حدیث کو معلوم ہونا ہا ہیے کہ یہاں حضرت عمر رحلتی نے اپنے مدد خلافت میں احادیث نبوی کی نشر و اشتاعت کا غیر معمول اهتمام فرمایا تھا اور دنیائے اسلام کے گوش گوش میں ایسے جلیل القدر صحابہ کو اس غرض کے لئے روانہ فرمایا تھا، جن کی چنگی سیرت اور بلندی کروار کے علاوہ ان کی جلالت علمی تمام صحابہ میں مسلم تھی۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحلتی ازالۃ الغفایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"فاروق اعظم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اور مغفل بن یار و عبداللہ بن مغفل و عمران بن حسین کو بصرہ میں مقرر فرمایا اور عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام روائہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کے عمال کو لکھا کہ ان حضرات کو ترویج احادیث کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حضرات جو حدیث بیان کریں ان سے ہرگز تجدیز نہ کیا جائے۔ معاویہ بن ابی سفیان جو اس وقت شام کے گورنر زندگی ان کو خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ دلائی۔"

حضرت عمر رحلتی نبوی میں ایمان لائے اور آپ کے مسلمان ہونے پر کعبہ شریف میں مسلمانوں نے نماز باجماعت ادا کی یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کے مقابلہ پر حق سر بلند ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کو رسول کشم رحلتی نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ آپ بڑے نیک، عادل اور صائب الرائے تھے۔ رسول اللہ رحلتی آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ ۱۳ نبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف بھرت فرمائی۔ حضرت ابو بکر رحلتی کے بعد خلافت اسلامیہ کو سنبھالا اور آپ کے دور میں فتوحات اسلامی کا سلیاب دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ آپ ایسے مفکر اور ماہر سیاست تھے کہ آپ کا دور اسلامی حکومت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ مخیرہ بن شعبہ کے ایک پارسی غلام نیزور نبی نے آپ کے دربار میں اپنے آقا کی ایک نفلہ شکایت پیش کی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رحلتی نے اس پر توجہ نہ دی۔ مگر وہ پارسی غلام ایسا برا فروختہ ہوا کہ صحیح کی نماز میں بخیز چھپا کر لے گیا اور نماز کی حالت میں آپ پر اس غلام نے حملہ کر دیا۔ اس کے تین دن بعد یکم محرم ۲۲۲ھ کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور نبی اکرم رحلتی اور اپنے قلص رفق حضرت ابو بکر صدیق رحلتی کے پہلو میں قیامت تک کے لیے سو گئے۔ ((الله و نا الہ راجعون۔ اللهم اغفر لهم اجمعین۔ آمين۔))

## باب

## باب

(۲) ہم کو عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، ان کو مالک نے ہشام ۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَفَ قَالَ:

بن عروہ کی روایت سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے نقل کی، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر نسبت نقل کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حارث بن ہشام نبیؓ نے آنحضرتؐ پر نسبت سے سوال کیا تھا کہ حضور آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو تھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت بھی ہے کہ شاق گذرتی ہے۔ جب یہ کیفیت فرمت ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتے بھل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ پر نسبت کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑا کے کی سردی میں آنحضرتؐ کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپؐ کی پیشانی پسند سے شراب پور تھی۔

اخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَا بَنِيَّكَ الْوَحْيُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (أَخْتَانَا يَا بَنِيَّنَا مِنْ قَبْلِ مَنْفَعَتْهُ التَّجْرِيسُ وَهُوَ أَهْدَاهُ عَلَيْنِ لِتَفَعِيمِهِ فَلَمَّا وَعَنَتْ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَخْتَانَا بِمَنْفَعَلِ لَنِي الْمَلْكُ رَجُلًا لِيَكْلُمَنِي فَأَعْيُ مَا يَقُولُ). فَأَلَّتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: وَلَقَدْ رَأَيْتَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ فِي الْيَوْمِ الشَّيْنِيَّةِ الْأَنْزِيَّةِ لِتَفَعِيمِهِ عَنْهُ وَإِنْ جِئْنَاهُ لِتَفَعِيمَهُ عَرَقًا.

[اطرافہ فی : ۳۲۱۵]

**ابنیاء میثکم** خصوصاً حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہؐ پر نزول وحی کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں اور ان کے قلوب محلی پر جو واردات یا الملاحم ہوتے ہیں وہ بھی وحی ہیں۔ کبھی اللہ کا فرستادہ فرشتہ اصل صورت میں ان سے ہو کرلام ہوتا ہے اور کبھی بصورت بشر حاضر ہو کر ان کو خدا کا فریان سناتا ہے۔ کبھی باری تعالیٰ و تقدس خود برہ راست اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے۔ نبی کریمؐ کی حیات طیبہ میں وقت وحی کی یہ جملہ اقسام پائی گئیں۔ حدیث بالا میں جو تھنٹی کی آواز کی مشاہدہ کا ذکر آیا ہے حافظ ابن حجر رحمۃؓ نے اس سے وحی مراد لے کر آنے والے فرشتے کے پیروں کی آواز مراد بتائی ہے، بعض حضرات نے اس آواز سے صوت باری کو مراد لیا ہے اور قرآنی آیت (وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَ اللَّهُ إِلَّا وَخِنْأَ مِنْ وَزَآئِي جنگاب) اخْرُجَ (الشوری: ۱۵) کے تحت اسے وراء جنگاب والی صورت سے تعبیر کیا ہے، آج کل ٹھیں فون کی ایجاد میں بھی ہم ویکھتے ہیں کہ فون کرنے والا پسلے تھنٹی پر انگلی رکھتا ہے اور وہ آواز جہاں فون کرتا ہے تھنٹی کی محل میں آواز دیتی ہے۔ یہ تو نہیں کما جا سکتا کہ حدیث مندرجہ بالا میں بھی کوئی ایسا ہی استعارہ ہے۔ ہاں کچھ نہ کچھ مشاہدہ ضرور ہے وحی اور امام بھی اللہ پاک کی طرف سے ایک غیبی روحاںی فون ہی ہے جو عالم بالا سے اس کے مقبول بندگان انبیاء و رسول کے قلوب مبارک پر نزول کرتا ہے۔ نبی کریمؐ پر وحی کا نزول اس کثرت سے ہوا کہ اسے باران رحمت سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ قرآن مجید وہ وحی ہے جسے وحی ملتو کہا جاتا ہے، یعنی وہ وحی جو تا قیام دنیا مسلمانوں کی تلاوت میں رہے گی اور وحی غیر ملتو آپؐ کی احادیث قدیسیہ ہیں جن کو قرآن مجید میں "الحكمة" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر دو قسم کی وحی کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس چودہ سو سال کے عرصہ میں جس طرح قرآن کریم کی خدمت و حفاظت کے لیے حفاظ، قراء، علماء، فضلاء، مفسرین پیدا ہوتے رہے، اسی طرح احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے اللہ پاک نے گروہ محمد بن امام مغاریؓ و مسلمؓ وغیرہم جیسوں کو پیدا کیا۔ جنہوں نے علوم نبوی کی وہ خدمت کی کہ قیامت تک امت ان کے احسان سے عمدہ برآئیں ہو سکتی۔ حدیث نبوی کہ اگر دین شریا پر ہو گا تو آل فارس سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو وہی سے بھی آسے حاصل

کر لیں گے، بلکہ و شبہ اس سے یہی محدثین کرام امام بخاری و مسلم وغیرہم مراد ہیں۔ جنہوں نے احادیث نبوی کی طلب میں ہزاراں میل پہل سفر کیا اور بڑی بڑی تکالیف برداشت کر کے ان کو مدون فرمایا۔

صد الفوس کہ آج اس چودہویں صدی میں کچھ لوگ حکم کھلا احادیث نبوی کا اکار کرتے اور محدثین کرام پر پہبندیاں اڑاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پیدا ہو چلے ہیں جو بظاہر ان کے احرام کا دام بھرتے ہیں اور درپرده ان کو غیر لائق، محض روایت کنندہ، درایت سے عاری، ناقص الحسم ثابت کرنے کے لئے ایسی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ پاک نے اپنے مقبول بندوں کی خدمات جلیلہ کو ہو دوام بخوا اور ان کو قول عام عطا فرمایا وہ ایسی غلط کاوشوں سے راکش نہیں ہو سکتا۔ الفرض وہی کی چار صورتیں ہیں (۱) اللہ پاک ہر اہ راست اپنے رسول نبی سے خطاب فرمائے (۲) کوئی فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آئے (۳) یہ کہ قلب پر القاء ہو (۴) چوتھے یہ کہ پچھے خواب دکھائی دیں۔

اصطلاحی طور پر وہی کا لفظ صرف بخیروں کے لئے بولا جاتا ہے اور المام عام ہے جو دوسرے نیک بندوں کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں جانوروں کے لئے بھی لفظ المام کا استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ واوی ربک الی النحل (النحل: ۶۸) میں مذکور ہے۔ وہی کی مزید تفصیل کے لئے حضرت امام حدیث ذیل نقش فرماتے ہیں۔

(۳) ہم کو سیکھی بن کر کرنے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی ہم کویٹ نے خبر دی، یہی عقیل سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل ابن شاہب سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتالیا کہ آنحضرت سنتہیم پر وہی کا ابتدائی دور باجھے پچھے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صحن کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ تنہائی پسند ہو گئے اور آپ نے غار حرام میں خلوت نشین اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یادِ الٰہی و ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا تو شہ ہمراہ پیسے ہوئے وہاں رہتے۔ تو شہ ختم ہونے پر ہی الہیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے اور کچھ تو شہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ پر حق مکشف ہو گیا اور آپ غار حرامی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبریل ﷺ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کماکہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینپا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کماکہ پڑھو،

۳- حدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثُّ عَنْ عَفَنِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوْلَ مَا بُدِئَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصَّبْعِ. ثُمَّ خَبَبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءَ، وَكَانَ يَخْلُو بِعَلَارٍ حِرَاءً فَيَتَحَمَّثُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعْبُدُ - الْلَّيَالِيَّ دُوَاتِ الْعَدُوِّ، قَبْلَ أَنْ يَنْزَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَرَوَّذَ لِذِلِّكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى حَدِيدَةَ فَتَرَوَّذَ لِمِنْهَا، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارٍ حِرَاءَ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ لَقَالَ: أَفْرَا؟ فَقَالَ: فَقَلَّتْ ((مَا أَنَا بِقَارِيءٍ)). قَالَ: ((فَأَخَذَنِي فَقَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِي الْجَهَنَّمَ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي)) فَقَالَ: أَفْرَا؟ ((فَقَلَّتْ: مَا أَنَا بِقَارِيءٍ). فَأَخَذَنِي

میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کما کہ پڑھا! میں نے کما کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسرا بار مجھ کو پکڑا اور تیسرا مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ پڑھوا پہنچے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پوچکی سے بنا یا پڑھا اور آپ کا رب بہت ہی محترم ہے اور کرنے والا ہے۔ پس یہی آئیں آپ حضرت جبریل سے سن کر اس حال میں غار حراء سے واپس ہوئے کہ آپ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کبل اڑھادو، مجھے کبل اڑھادو۔ لوگوں نے آپ کو کبل اڑھادیا۔ جب آپ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خلیلہ کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمائے گے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ کی الہیہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خلیلہ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور کما کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ خدا کی قسم آپ کو اللہ کبھی رسول نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجہ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مغلوں کے لیے آپ کلاتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت زلت و خواری کی موت نہیں پاسکتا۔ پھر مزید تلی کے لیے حضرت خدیجہ بنت خلیلہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جوان کے چچازاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب مشائی خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بیٹلی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ بنت خلیلہ نے ان کے سامنے آپ کے

لفظیں الثانيَةَ حَتَّى تَلْعَمْ مِنِي الْجُهْدُ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي) لفقال: افرا: ((لَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِيٍّ، فَأَخَذَنِي لَفَظُنِي الْفَالَّةُ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي لِقَالَ: هَلْ أَرْتَنَا بِإِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، افرا وَرَبِّكَ الْأَكْرَمُ )) فَوَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْجُفُ فُؤَادَهُ، فَلَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَقَالَ: ((زَمْلُونِي زَمْلُونِي) فَزَمْلُوْةٌ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرُّوْغُ، فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ، ((لَقَدْ خَشِيَتْ عَلَى نَفْسِي)). لَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَاللَّهِ مَا يَخْزِنُكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِيلُ الرِّجْمَ، وَتَحْمِلُ الْكُلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَغْدُومَ، وَتَقْرِي الصَّيْفَ، وَتَعْيَنُ عَلَى نَوَابِ الْحَقِّ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلَ بْنَ أَسْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّزْقِ - ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ - وَكَانَ امْرًا تَنْصَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ، فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شِيخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ، لَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ: يَا ابْنَ عَمٍ اسْمَعْ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: يَا ابْنَ أَخِينِي مَاذَا تَرَى؟ ((لَأَخْبُرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَ مَا رَأَى)) لَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ

حالات بیان کئے اور کہا کہ اے پچازاد بھائی! اپنے سنتی (محمد) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے۔ وہ بولے کہ سنتی آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ نے ازادل تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کرو رہے بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو ہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰ ﷺ پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش! میں آپ کے اس عمد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شر سے نکال دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر تجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ حق ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر وہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔

(4) ابن شاب کہتے ہیں مجھ کو ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت جابر بن عبد اللہ النصاری رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کے زمانے کے حالات بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف ایک آواز سنی اور میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کیا رکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حرام میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے تقیچ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا اور گھر آنے پر میں نے پھر کمبل اوڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت اللہ پاک کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اے لخاف اوڑھ کر لیئے والے! اٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ اس کے بعد وحی تیزی کے ساتھ پے در پے آنے لگی۔ اس حدیث کو یحییٰ بن کبیر کے علاوہ یايث بن سعد سے عبد اللہ بن یوسف

علی موسیٰ، یا یائیتی فیہا جدعاً، لیتی  
اکون حیا اذ يخر جلک قوْمك. فَقَالَ  
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَوْ  
مُخْرِجِيْ هُمْ؟)) قَالَ: نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ  
رَجُلٌ قَطُّ بِعِيلٍ مَا جَنَّتْ بِهِ إِلَّا عَوْدِيْ،  
وَإِنْ يَذْرِكْنِي بِوْمَكَ أَنْصُرُكَ نَصْرًا  
مُؤْزِرًا. لَمْ لَمْ يَنْتَهِ وَرَكَةً أَنْ تُؤْمِنَ،  
وَقَرَرَ الْوَحْيُ.

[اطرافہ فی : ۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵]

[۶۹۸۲، ۴۹۵۷، ۴۹۵۶]

۴ - قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ  
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: وَهُوَ يَحْدُثُ عَنْ فَرْتَةِ  
الْوَحْيِ - فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((يَبْأَسُ  
أَمْشِي، إِذْ سَمِعْتُ صَوْنَتِي مِنَ السَّمَاءِ،  
فَرَغَتْ بَصَرِيْ فِيَذَا الْمَلَكُ جَاءَنِي  
بِسْحَرَاءَ جَالِسٌ عَلَى كُنْسِيْ بَيْنَ السَّمَاءِ  
وَالْأَرْضِ، فَرَعَيْتُ مِنْهُ، فَرَجَعَتْ فَلَقْتُ:  
رَمْلُونِيْ رَمْلُونِيْ: فَلَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: هُوَ يَا  
أَيُّهَا الْمُدْتَرُ، قُمْ فَأَنْلِزْ - إِلَى قَوْنِيْ -  
وَالرُّجْزَ فَاهْجِزْ هُو). فَعَمِيَ الْوَحْيُ  
وَتَتَابَعْ). تَابَعَهُ عَنْدَهُ بْنُ يُوسَفَ وَأَبُو  
صَالِحَ، وَتَابَعَهُ هَلَالُ بْنُ رَوَادَ عَنْ

الزُّهْرِيُّ، وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرُ (بَوَادِرَةَ). اور ابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عقیل کے علاوہ زہری سے [اطراfeہ فی : ۳۲۳۸، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳] میں لفظ "فوادہ" کی جگہ "بَوَادِرَةَ" نقل کیا ہے۔

**تَشْبِيهٍ** بادر، بادر کی جمع ہے۔ جو گردن اور موذنے کے درمیانی حصہ جسم پر بولا جاتا ہے۔ کسی دہشت الگیز منظر کو دیکھ کر بسا اوقات یہ حصہ بھی پھر کئے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس حیرت الگیز واقع سے آپ کے کائدھے کا گوشت تیزی سے پھر کئے لگا۔

ابتدائی وَجِيْ کے متعلق اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول منامات صادقة (چے خوابوں) کے ذریعہ آپ کا رابطہ عالم مثال سے قائم کرایا گیا، ساتھ ہی آپ نے غار حرامیں خلوت اختیار کی۔ یہ غار مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے وہاں "تحت" اختیار فرمایا۔ لفظ تحت زمانہ جاہلیت کی اصطلاح ہے۔ اس زمانہ میں عبادت کا اہم طریقہ یہی سمجھا جاتا تھا کہ آدی کسی گوشے میں دنیا و مافیا سے الگ ہو کر کچھ راتیں یاد خدا میں بس رکرے۔ چونکہ آپ کے پاس اس وقت تک وَجِيْ نہیں آئی تھی، اس لیے آپ نے یہ عمل اختیار فرمایا اور یادِ الہی ذکر و فخر و مراقبہ نفس میں بالقائے رہائی وہاں وقت گزارا۔ حضرت جبریل ﷺ نے آپ کو تین مرتبہ اپنے سینے سے آپ کا سینہ ملا کر زور سے اس لیے بھینپا کر بحکم خدا آپ کا سینہ کھل جائے اور ایک خاکی و مادی مخلوق کو نورانی مخلوق سے فوری رابطہ حاصل ہو جائے۔ یہی ہوا کہ آپ بعد میں وحیِ الہی افرا باسم ربکو فرزفادا کرنے لگے۔ پہلی وحی میں یہ سلسلہ علوم معرفت حق و خلقت انسانی و اہمیت قلم و آداب تعلیم اور علم و جمل کے فرق پر جو جو طفیل اشارات کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں نہیں ہے۔ ورقہ بن نوافل عبدِ جاہلیت میں بت پرستی سے تنفس ہو کر نورانی ہو گئے تھے اور ان کو سریانی و عبرانی علوم حاصل تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کی وفات پر ان کو جنتی لباس میں دیکھا اس لیے کہ یہ شروع ہی میں آپ پر ایمان لا پچھے تھے۔ حضرت خدیجہؓ الکبریؓ پہنچنے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ کی ہمت افزائی کے لیے جو کچھ فرمایا وہ آپ کے اخلاق فاضلہ کی ایک بہترین تصوری ہے: حضرت خدیجہؓ پہنچنے عرف عام کے پیش نظر فرمایا کہ آپ جیسے ہدو انسانیت با اخلاق ہرگز ذمیل و خوار نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ آپ کا مستقبل تو بے حد شاذار ہے۔ ورقہ نے حالات سن کر حضرت جبریل علیہ السلام کو لفظ "نَامُوسُ أَكْبَرْ" سے یاد فرمایا۔ علامہ قطلانیؓ شرح مختاری میں فرماتے ہیں ہو صاحب سرالوحی والمراد بہ جبرنیل علیہ الصلوٰۃ والسلام و اہل الكتاب یسمونہ الناموس الاصکر یعنی یہ وحی کے راز داں حضرت جبریل ﷺ پیں جن کو اہل کتاب "نَامُوسُ أَكْبَرْ" کے نام سے موسم کیا کرتے تھے۔ حضرت ورقہ نے باوجودیکہ وہ عیسائی تھے مگر یہاں حضرت موسیٰ ﷺ کا نام لیا، اس لیے کہ حضرت موسیٰ ہی صاحب شریعت ہیں۔ حضرت عیسیٰ ﷺ شریعت موسیٰ ہی کے مبلغ تھے۔ اس کے بعد تین یا اڑھائی سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا کہ اچانک سورہ مدثر کا نزول ہوا۔ پھر برابر پے در پے وحی آنے لگی۔

حضرت جبریل ﷺ نے آپ کو دیکھا۔ اس کے متعلق علامہ قطلانیؓ فرماتے ہیں وہاں الفاظ لیفرغہ عن النظر الی امور الدنيا و بقیل بكلیة الی ما یلقی الیه و کردہ للمبالغة واستدل به علی ان المودب لا يضرب صبیا اکثر من ثلاث ضربات و قبیل الغطة الاولی ایتحلی عن الدنيا والثانیة لیفرغ لما یوحی الیه والثالثة للموانسة (ارشاد الساری ۱/۶۳) یعنی یہ دبانا اس لیے تھا کہ آپ کو دنیاوی امور کی طرف نظر ڈالنے سے فارغ کر کے جو وحی وبار رسالت آپ پر ڈالا جا رہا ہے، اس کے کلی طور پر قبول کرنے کے لیے آپ کو تیار کرو جائے۔ اس واقعہ سے دلیل کپڑی گئی ہے کہ معلم کے لیے مناسب ہے کہ بوقت ضرورت اگر متعلم کو مارنا ہی ہو تو تین وفہ سے زیادہ نہ مارے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ "خطہ" کو آنحضرت ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ دیگر انبیاء کی ابتداء وَجِيْ کے وقت ایں

واقعہ کہیں مقول نہیں ہوا۔ حضرت ورقہ بن نوفل نے آپ کے حالات سن کر جو کچھ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مزید تفصیل علاقہ قطلانی یہ نقل فرماتے ہیں۔ «فقال له ورقة ابشر ثم اشهد انك الذي يبشر به ابن مريم وانك على مثل ناموس موسى وانكنبي موسى» یعنی ورقہ نے کہا کہ خوش ہو جائے، خوش ہو جائے، میں یقیناً گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی و رسول ہیں جن کی بشارة حضرت عیسیٰ ابن مريم نے دی تھی اور آپ پر وہی ناموس نازل ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا اور آپ پیشک اللہ کے فرستادہ پر رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو مرنے کے بعد جنتی لباس میں دیکھا تھا۔ اس لیے کہ وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی؛ اس لیے جنتی ہوا۔ ورقہ بن نوفل کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس کو دوسرے اسلامی فرائض ادا کرنے کا موقع نہ ملتے، اس سے پہلے ہی وہ انتقال کر جائے، اللہ پاک ایمانی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت مولانا شاعر اللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ: بذیل تفسیر سورہ مدثر "وثیابک فطہر" فرماتے ہیں کہ عرب کے شعراً یثاب سے مراد دل لیا کرتے ہیں۔ امر القیس کہتا ہے۔ وان کشت قدساتک منی خلیفۃ فسلی ٹیابی من ٹیابک تسلی اس شعر میں یثاب سے مراد دل ہے۔ یہاں مناسب یہی ہے کیونکہ کپڑوں کا پاک رکھنا صحت صلوٰۃ کے لیے ضروری ہے مگر دل کا پاک صاف رکھنا رہا جال میں لازمی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے ((ان فی الجسد مضغة اذا اصلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا و هي القلب)) یعنی انسان کے جسم میں ایک مکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگز جاتا ہے تو سارا جسم بگز جاتا ہے، سو وہ دل ہے۔ ((اللهم اصلاح قلبي و قلب كل ناظر)) (تفسیر شاہ)

**عجیب لطیفہ:** قرآن مجید کی کون ہی سورہ پہلے نازل ہوئی؟ اس بارے میں قدرے اختلاف ہے مگر سورہ اقراء باسم ربک الذی پر تقدیری اکثر کا اتفاق ہے، اس کے بعد فرقۃ وحی کا زمانہ اڑھائی تین سال رہا اور پہلی سورہ یا ایہا المدثر نازل ہوئی۔ مسلکی تعصب کا حال ملاحظہ ہو کہ اس مقام پر ایک صاحب نے جو بتاری شریف کا ترجیح با شرح شائع فرمرا ہے ہیں۔ اس سے سورہ فاتحہ کی نماز میں عدم رکنیت پر دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”سب سے پہلے سورہ اقترا نازل ہوئی اور سورہ فاتحہ کا نزول بعد کو ہوا ہے تو جب تک اس کا نزول نہیں ہوا تھا، اس زمانے کی نمازیں کس طرح درست ہوئیں؟ جب کہ فاتحہ رکن نماز ہے کہ بغیر اس کے نماز درست نہیں ہو سکتی قائلین رکنیت فاتحہ جواب دیں۔“ (انوار الباری، جلد: اول / ص: ۳۰)

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا صحت نماز کے لیے ضروری ہے، اس پر یہاں تفصیل سے لکھتے کا موقع نہیں نہ اس بحث کا یہ محل ہے ہاں حضرت شاہ عبدالقدار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظوں میں اتنا عرض کرو دینا ضروری ہے فان قراتها فریضة و ہی رکن تبطل الصلوٰۃ بتركها (غینۃ الطالبین، ص: ۵۳) یعنی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا بطور رکن نماز فرض ہے جس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، موصوف کے جواب میں ہم سروست اتنا عرض کرو دیا کافی سمجھتے ہیں کہ جب کہ ابھی سورہ فاتحہ کا نزول ہی نہیں ہوا تھا جیسا کہ موصوف نے بھی لکھا ہے تو اس موقع پر اس کی رکنیت یا فرضیت کا سوال ہی کیا ہے؟ ابتدائے رسالت میں بہت سے اسلامی احکام وجود میں نہیں آئے تھے جو بعد میں تلاعے گئے۔ پھر اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ احکام شروع زمانہ رسالت میں نہ تھے تو ان کا ماننا ضروری کیوں؟ غالباً کوئی ذی عقل انسان اس بات کو صحیح نہیں سمجھے گا۔ پہلے صرف دو نمازیں تھیں بعد میں نمازِ خُن و قیۃ کا طریقہ جاری ہوا، پہلے اذان بھی نہ تھی بعد میں اذان کا سلسلہ جاری ہوا۔ کی زندگی میں رمضان کے روزے فرض نہیں تھے، مفہی زندگی میں یہ فرض عائد کیا گیا۔ پھر کیا موصوف کی اس نازل دلیل کی ہے اپنے ان جملہ امور کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ ایک ادنیٰ تامل سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی تھی، مگر جمال قدم پر مسلکی و فتحی جو دل کام کر رہا ہو وہی وسعت نظری کی تلاش عبث ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب بھی سورہ فاتحہ کا نزول ہوا اور نماز فرض باجماعت کا طریقہ اسلام میں راجح ہوا، اس سورہ شریفہ کو رکن نماز قرار دیا گیا۔ نزول سورہ و فرض نماز جماعت سے قبل ان چیزوں کا کوئی سوال ہی

نہیں پیدا ہو سکتا۔ باقی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث قدسی میں سورہ فاتحہ کو ”نمزا“ کہا گیا ہے۔ شاید مفترض صاحب اس پر بھی یوں کہنے لگیں کہ جب سورہ فاتحہ ہی اصل نماز ہے تو اس کے نازول سے قبل والی نمازوں کو نماز کہنا کیوں کر صحیح ہو گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ نماز کا ایک ضروری رکن ہے اور مفترض کا قول صحیح نہیں۔ یہ جواب اس بنا پر ہے کہ سورہ فاتحہ کا نازول کم میں نہ مانا جائے لیکن اگر مان لیا جائے جیسا کہ کتب تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی تو مکہ شریف ہی میں اس کی رکنیت نماز کے لیے ثابت ہو گی۔

## باب

(۵) موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی، ان کو ابو عوانہ نے خبر دی، ان سے موسیٰ ابن ابی عائشہ نے بیان کی، ان سے سعید بن جبیر نے، انسوں نے ابن عباسؓ سے کلام الٰہی لاتحرک اُخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوں قرآن کے وقت بہت سخت محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی (علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباسؓ نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباسؓ کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انسوں نے اپنے ہونٹ ہلاتے۔ (ابن عباسؓ نے کہا) پھر یہ آیت اتری کہ اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاو۔ اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں یعنی قرآن آپؐ کے دل میں جمار دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھ جکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں (اس کا مطلب یہ ہے) کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو (یعنی اسکو محفوظ کر سکو) چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس حضرت جبریل ﷺ (وَحْيٌ لَهُ كَمَا تَرَى) آتے تو آپ (توجه سے) سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ ﷺ (اس (وَحْيٌ) کو اسی طرح پڑھتے جس طرح حضرت جبریل ﷺ نے اسے پڑھا تھا۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے وہی کی ابتدائی کیفیت کے بیان نہیں اس حدیث کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا جس سے وہی کی

## ۵۔ بَابُ

۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جَبَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قُرْنَيْهِ تَعَالَى: هُلَا تَحْرُكُ بِهِ إِلَسَانَكَ لِتَغْجَلَ بِهِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شَدَّدَهُ، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَّيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمَّا أَخْرَكَهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحَرِّكُهُمَا، وَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا أَخْرَكَهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسَ يُحَرِّكُهُمَا - فَحَرَّكَ شَفَّيْهِ - فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: هُلَا تَحْرُكُ بِهِ إِلَسَانَكَ لِتَغْجَلَ بِهِ إِنْ عَلَيْنَا جَمْعَةُ وَقْرَأَنَا فَقَالَ: جَمْعَةُ لَكَ صَنْتَرَكَ وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأَنَا فَاتَّبَعَ قُرْآنَهُ فَقَالَ: فَاسْتَمْعْ لَهُ وَأَنْصِتْ هُنْمَ إِنْ عَلَيْنَا بِيَانَهُ هُنْمَ إِنْ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاهُ جِبْرِيلَ اسْتَمْعَ، فَلِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَمَا قَرَأَهُ [اطرافہ فی : ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۵۰۴۴، ۷۵۲۴]۔

عقلت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اس لیے کہ اللہ پاک نے ان آیات کریمہ «اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْهَاكُ بِهِ لِيَسْأَلَكُ لِتَفْجَلَ بِهِ» (القیامہ: ۲۷) میں آپ کو پورے طور پر تسلی دلائی کر وچی کا نازل کرنا، پھر اسے آپ کے دل میں جماونا، اس کی پوری تفسیر آپ کو سمجھاونا، اس کا ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا یہ جملہ ذمہ داریاں صرف ہماری ہیں۔ ابتداء میں آپ کو یہ کھنکا رہتا تھا کہ کہیں حضرت جبریل نبیل زبان کے جانے کے بعد میں نازل شدہ کلام کو بھول نہ جاؤں۔ اس لیے آپ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ پڑھنے اور یاد کرنے کے لیے اپنی زبان مبارک ہلاتے رہتے تھے، اس سے آپ کو روکا گیا اور بخور و توجہ کامل سخنے کے لیے ہدایتیں کی گئیں، جس کے بعد آپ کا یہی معمول ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ایت کریمہ «لَا تَحْرُكْ بِهِ لِمَّا نَزَلَ كَمْ مِنْ زَوْلٍ كَمْ مِنْ وَقْتٍ عَالَمْ وَجَوَدْ مِنْ نَهْ تَحَقَّقَ» میں جب بھی آنحضرت محبوب وی کے ابتدائی حالات بیان فرماتے تب ابتدائے ثبوت کی پوری تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے، ہونٹ ہلانے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے عمد میں دیکھا اور فعل نبوی کی اقدامات میں اپنے ہونٹ ہلا کر اس حدیث کو نقل فرمایا۔ پھر حضرت سعید بن جبیر نے بھی اپنے عمد میں اسے روایت کرتے وقت اپنے ہونٹ ہلانے۔ اسی لیے اس حدیث کو "مسلسل بصریک الشفین" کہا گیا ہے۔ یعنی اسی حدیث جس کے راویوں میں ہونٹ ہلانے کا تسلیل پایا جائے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وچی کی حفاظت کے لیے اس کے نزول کے وقت کی حرکات و سکنات نبویہ تک کو بذریعہ نقل در نقل محفوظ رکھا گیا۔ آیت شریفہ «لَمْ أَنْ عَلِمْنَا بِيَاهِ» میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر جو آنحضرت محبوب نے بیان فرمائی اور اپنے عمل سے دکھلائی۔ یہ بھی سب اللہ پاک کی وچی کے تحت ہے، اس سے حدیث نبوی کی عقلت نباہر ہوتی ہے۔ جو لوگ حدیث نبوی میں ٹکوک و شہمات پیدا کرتے اور ان کو غلط قرار دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کے خیالات بالظلم کی بھی بہال پوری ترویج موجود ہے۔ صحیح مرفع حدیث یقیناً وچی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآنی وچی کو وچی مخلو اور حدیث کو وچی غیر مخلو قرار دیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ سے معلم و متعلم کے آداب پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آنحضرت محبوب کو ایک متعلم کی حیثیت میں استماع اور انصات کی ہدایت فرمائی گئی۔ استماع کا نوں کافی نہ ہے اور انصات بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنکھوں سے ہوتا ہے۔ پس متعلم کے لیے ضروری ہے کہ درس کے وقت اپنے کافنوں اور آنکھوں سے معلم پر پوری توجہ سے کام لے۔ اس کے چہرے پر نظر جائے رکھے، لب والجہ کے اشارات سمجھنے کے لیے نگاہ استاد کی طرف اٹھی ہوئی ہو۔ قرآن مجید و حدیث شریف کی عقلت کا یہی تقاضا ہے کہ ان ہر دو کادر س لیتے وقت متعلم ہمہ تن گوش ہو جائے اور پورے طور پر استماع اور انصات سے کام لے۔ حالت خطبہ میں بھی سامعین کے لیے اسی استماع و انصات کی ہدایت ہے۔ نزول وچی کے وقت آپ پر تختی اور شدت کاظماری ہونا اس لیے تھا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے «إِنَّا سَلَقَنَا عَلَيْكَ قَوْلًا نَّقِيلًا» بے شک ہم آپ پر بخاری با عقلت کلام نازل کرنے والے ہیں۔ پھری حدیث میں گذر چکا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی نزول وچی کے وقت آپ پہنچنہ پہنچنہ ہو جاتے تھے۔ وچی کیفیت بیان بیان کی گئی ہے۔ آیت شریفہ میں زبان ہلانے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث ہذا میں آپ کے ہونٹ ہلانے کا ذکر ہے۔ یہاں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کتاب التفسیر میں حضرت جریر نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں ہونٹوں کے ساتھ زبان ہلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ «کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل جبریل بالوحی فلکان مما يحرک بلسانه وشفته» اس صورت میں آیت و حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

**راویان حدیث:** حضرت موسیٰ بن اساعیل منیری۔ منیر بن عبید الحافظ کی طرف منسوب ہیں جنہوں نے بصرہ میں ۵۲۳ھ ماہ ربیع میں انتقال فرمایا۔ غفراللہ ل۔ ابو عوانہ وصالح بن عبد اللہ ہیں جن کا ۹۶۴ھ میں انتقال ہوا۔ موسیٰ بن ابی عائشہ (الکوفی المدائی) ہیں۔ سعید بن جبیر بن ہشام الکوفی الاسدی ہیں۔ جن کو ۹۶۷ھ میں مظلومانہ حالت میں حاجی بن یوسف ثقیقی نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ

قتل کیا۔ جن کی بد دعا سے حاج پھر جلد ہی غارت ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رض کو ترجیح القرآن کامانگیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے فرم قرآن کی دعا فرمائی تھی۔ ۲۸  
میں ظائف میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی روایت سے دو سو سترہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ (قطلانی)

## باب

## باب

(۲) ہم کو عبدان نے حدیث بیان کی، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، ان کو یونس نے، انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ (دوسری سند یہ ہے کہ) ہم سے بشر بن محمد نے یہ حدیث بیان کی۔ ان سے عبد اللہ بن مبارک نے، ان سے یونس اور سعید ردونوں نے، ان دونوں نے زہری سے روایت کی پہلی سند کے مطابق زہری سے عبد اللہ بن عبد اللہ نے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد (عنی) تھے اور رمضان میں (دوسرے اوقات کے مقابلہ میں جب) جبریل آپ سے ملتے ہی زیادہ جود و کرم فرماتے۔ جبریل صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے، غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھالائی پہنچانے میں بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ جود و کرم فرمایا کرتے تھے۔

۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّهْبِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الدَّهْبِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : وَحَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الدَّهْبِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْنُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَعْوَهُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانٍ حِينَ يَلْقَاهُ جَنَاحِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانٍ فَيَدَرِسُهُ الْقُرْآنَ . فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنِ الرَّبِيعِ الْمُرْسَلَةِ .

[اطرافہ فی : ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴]

. ۴۹۹۷]

**لَذِيقَةِ بَرِيجَ** اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ رمضان شریف میں حضرت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تو معلوم ہوا کہ قرآن یعنی وہی کا نزول رمضان شریف میں شروع ہوا۔ جیسا کہ آیت شریفہ (شهر رمضان الذى انزل فیه القرآن) (البقرة: ۱۸۵) میں مذکور ہے۔ یہ نزول قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں ساء دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول بھی رمضان شریف ہی میں شروع ہوا۔ اسی لیے رمضان شریف قرآن کرم کے لیے سلامان یادگار میمین قرار پایا اور اسی لئے اس ملے مبارک میں آپ اور حضرت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی آپ کے "بود" کا ذکر خیر بھی کیا گیا۔ سخاوت خاص مال کی تقدیم کا نام ہے۔ اور جود کے سنتے ((اعطاء ما يحبه لمن يبغى)) کے ہیں جو بست زیادہ عمومیت لئے ہوئے ہے۔ پس جود مال ہی پر موقوف نہیں۔ بلکہ جو شے بھی جس کے لیے مناسب ہو ودے دی جائے اس لئے آپ ابود الناس تھے۔ حاجت مندوں کے لئے ملی سخاوت، تشنیغان علوم کے لئے علمی سخاوت، گمراہوں کے لئے فوض روحلانی کی سخاوت، الغرض آپ ہر لحاظ سے تمام ہی نوع انسان میں بہترن تھی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوتوں کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں منقول ہیں۔ آپ کی جود و سخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی ہوازوں سے دی گئی جو بست ہی مناسب ہے۔ باران رحمت سے زمین سر بیز و شواب ہو جاتی ہے۔ آپ کی جود و سخاوت سے ہی نوع انسان کی اجزی ہوئی دنیا آبلہ ہو گئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بنتے گے۔ خدا شناشی اور اخلاق فاضلہ کے سمندر موچیں مارنے

گلے۔ آپ کی سخاوت اور روحانی کمالات سے ساری دنیائے انسانیت نے فیض حاصل کئے اور یہ مبارک سلسلہ تا قیام دنیا قائم رہے گا۔ کیونکہ آپ پر نازل ہونے والا قرآن مجید وچی متوار حدیث شریف وچی غیر متوار تاقیم دنیا قائم رہنے والی چیزیں ہیں۔ پس دنیا میں آنے والے اہل بیسیت انسان ان سے فیوض حاصل کرتے ہی رہیں گے۔ اس سے وچی کی عظمت بھی ظاہر ہے اور یہ بھی کہ قرآن و حدیث کے معلمین و مسلمین کو ہر نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ سُنیٰ جواد و سعی القلب ہونا چاہیے کہ ان کی شان کا یہی تقاضا ہے۔ خصوصاً رمضان شریف کا ممیزہ جود و سخاوت ہی کا ممیزہ ہے۔ کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب کتنے ہی درجات حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کرم ﷺ اس ماہ مبارک میں خصوصیت کے ساتھ اپنی ظاہری و باطنی سخاوتوں کے دریا بہادیتے تھے۔

**سندر حدیث:** پہلا موقع ہے کہ امام بخاری رض نے یہاں سندر حدیث میں تحویل فرمائی ہے۔ یعنی امام زہری تک سندر پہنچادیئے کے بعد پھر آپ دوسری سندر کی طرف لوٹ آئے ہیں اور عبدان پلے استاد کے ساتھ اپنے دوسرے استاد بشر بن محمد کی روایت سے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور زہری پر دونوں سندوں کو یکجا کر دیا۔ محدثین کی اصطلاح میں لفظ حج سے یہی تحویل مراد ہوتی ہے۔ اس سے تحویل سندر اور سندر مخصوص ہوتا ہے۔ آگے اس قسم کے بہت سے موقع آتے رہیں گے۔ بقول علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی سندر میں روایت حدیث کی مختلف اقسام تحدیث، اخبار، عنده، تحویل سب جمع ہو گئی ہیں۔ جن کی تفصیلات مقدمہ میں بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۷) ہم کو ابوالیمان حکم بن نافع نے حدیث بیان کی، انہیں اس حدیث کی شعیب نے خبر دی۔ انہوں نے زہری سے یہ حدیث سنی۔ انہیں عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس سے ابوسفیان بن حرب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہر قل (شہر روم) نے ان کے پاس قلیش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا اور اس وقت یہ لوگ تجارت کے لئے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے قلیش اور ابوسفیان سے ایک وقت عمد کیا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہر قل کے پاس ایسا پہنچے جس ہر قل نے دربار طلب کیا تھا۔ اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء وزراء، امراء) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر قل بنے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلوایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعا رسالت کا زیادہ قربی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے زیادہ قربی رشتہ دار ہوں۔ (یہ سن کر) ہر قل نے حکم دیا کہ اس کو (ابوسفیان کو) میرے قریب لا کر بخاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پیٹھے کے پیٹھے بخادو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے

۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانُ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ  
قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ:  
أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ بْنِ  
مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ  
أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ  
أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبِهِ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوا  
تُجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادِ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ.  
فَأَذْنَوْهُ وَهُمْ بِأَلْيَاءٍ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ  
وَحَوْلَهُ عَظِيمَةُ الرُّؤُومِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا  
تَرْجِمَانَهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسِيَّاً بِهَذَا  
الرُّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟  
فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسِيَّاً.  
فَقَالَ: أَذْنُوْهُ مِنِّي، وَقَرِبُوا أَصْحَابَهِ  
فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهَرِهِ. ثُمَّ قَالَ لِتَرْجِمَانَهُ:  
قُلْ لَهُمْ إِنَّنِي سَائِلٌ عَنْ هَذَا الرُّجُلِ، فَإِنَّ

(یعنی محمد ﷺ کے) حالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بول دے تو تم اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ (ابوسفیان کا قول ہے کہ) خدا کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ لوگ مجھ کو جھٹالائیں گے تو میں آپ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہر قل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی سب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کی تھی؟ میں نے کہا نہیں کہنے لگا، اچھا اس کے بروں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا، بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا نہیں کمزوروں نے۔ پھر کہنے لگا، اس کے تابعدار روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی سا تھی پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا، کیا اپنے اس دعوائے (بوت) سے پہلے کبھی (کسی بھی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اور اب ہماری اس سے (صلح کی) ایک مقررہ مدت ٹھہری ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس میں کیا کرنے والا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں) میں اس بات کے سوا اور کوئی (جھوٹ) اس گنتگو میں شامل نہ کر سکا۔ ہر قل نے کہا، کیا تم ساری اس سے کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا کہا۔ بولا پھر تم ساری اور اس کی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا، لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی وہ ہم سے (میدان جنگ) جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا، وہ تمیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا، وہ کہتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناو اور اپنے باپ دادا کی (شکر کی) باتیں جھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے، حج بولنے، پرہیز گاری اور صدر حرمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) پھر ہر قل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابو سفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی سب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی سب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعویٰ نبوت کی) یہ بات

کذبی فکذبوا. فَوَاللَّهِ لَوْلَا الْحَيَاةُ مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَىٰ كَذِبَةٍ لَكَذَبَتْ عَنْهُ. ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ: كَيْفَ نَسْبَةُ فِيْكُمْ؟ قَلَّتْ: هُوَ فِينَا ذُو نَسْبَةٍ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قَلَّتْ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قَلَّتْ: لَا. قَالَ: فَإِشْرَافٌ النَّاسِ أَتَبْغُوهُ أَمْ ضَعْفَاقَاوْهُمْ؟ فَقَلَّتْ: بَلْ ضَعْفَاقَاوْهُمْ. قَالَ: أَيْنِدُونَ أَمْ يَنْقَصُونَ؟ قَلَّتْ: بَلْ يَرْنِدُونَ. قَالَ: فَهَلْ يَرْنَدُ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ قَلَّتْ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كَثُنَمْ تَهْمُونَهُ بِالْكَذْبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولُ مَا قَالَ؟ قَلَّتْ: لَا. قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قَلَّتْ: لَا، وَتَخْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا تَنْرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا. قَالَ: وَلَمْ تُمْكِنْيْ كَلْمَةً أَذْخِلَ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ. قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قَلَّتْ نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَاهَا؟ قَلَّتْ: الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ، يَنَالُ مِنَ وَنَالُ مِنْهُ. قَالَ: مَا ذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قَلَّتْ: يَقُولُونَ أَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُونَا بِهِ شَيْئًا. وَأَنْزَكُونَا مَا يَقُولُ أَباؤُكُمْ: وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَ وَالْعَفَافِ وَالصَّلَةِ. فَقَالَ لِلْتَّرْجِمَانَ: قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسْبِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيْكُمْ ذُو نَسْبَةٍ، وَكَذَلِكَ الرُّسْلَ تُبَثُّ فِي نَسْبَ قَوْمِهَا. وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلُ؟ فَذَكَرْتَ

تمہارے اندر اس سے پہلے کسی اور نے بھی کمی تھی، تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کمی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اسی بات کی تقیدی کی ہے جو پہلے کمی جا پچکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بروں میں کوئی بادشاہ بھی گزر رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہو گا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آباء و اجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دیوارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی پیغمبری کا دعویٰ کرنے) سے پہلے تم نے کبھی اس کو دروغ گوئی کا الزام لگایا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہ سکتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے لوگ اس کے پیرو ہوتے ہیں یا کمزور آدمی۔ تم نے کہا کہ مزدوروں نے اس کی اتباع کی ہے، تو (در اصل) یہ لوگ پیغمبروں کے متبوعین ہوتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ کبھی عمدہ ٹھنکی کرتے ہیں۔ تم نے کہا نہیں۔ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے، وہ عمدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تم سے کس چیز کے لئے کرتے ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھنکرو اور تمہیں ہتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔ بچ بولنے اور پرہیز گاری کا حکم دیتے ہیں۔ لذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہوں ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کمالک ہو جائے گا کہ جہاں میرے یہ دونوں

آن لا، فَقُلْتَ : لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا  
الْقَوْلُ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَنَاسِي بِقَوْلٍ قَبْلَ  
قَبْلَهُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَاءِكَ مِنْ  
مَلِكٍ. فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، فَقُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ  
آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ  
أَبِيهِ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَتَمْتُ تَهْمُونَهُ بِالْكَذِبِ  
قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ؟ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا،  
فَلَقَدْ أَغْرِفَ اللَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَنْزَرَ الْكَذِبَ عَلَى  
النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ. وَسَأَلْتُكَ  
أَشْرَافُ النَّاسِ أَتَبْعُؤُهُمْ أَمْ ضَعْفَاؤُهُمْ ؟  
فَذَكَرْتَ أَنْ ضَعْفَاءَهُمْ أَتَبْعُؤُهُمْ، وَهُمْ أَتَبَاعُ  
الرَّوْسُلِ، وَسَأَلْتُكَ أَتَرِيدُنَّ أَمْ يَنْقُصُونَ ؟  
فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ أَنَّهُ  
الإِيمَانَ حَتَّى يُتَمَّمْ. وَسَأَلْتُكَ أَتَرِيدُ أَخْدَهُ  
سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ، فَذَكَرْتَ  
أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الإِيمَانَ حِينَ تَخَالَطُ  
بِشَاشَةِ الْقُلُوبِ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ ؟  
فَذَكَرْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الرَّوْسُلُ لَا تَغْدِرُ.  
وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ  
يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ  
شَيْئًا وَيَهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأُوْلَانِ وَيَأْمُرُكُمْ  
بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعُفْفَافِ، فَلَمَّا كَانَ مَا  
تَقُولُ حَقًا فَسِيمَلِكُ مَوْضِعَ قَدْمَيِّهِ هَاتَيْنِ.  
وَفَقَدْ كُنْتَ أَغْلَمَ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظْنَ  
أَنَّهُ مِنْكُمْ، فَلَوْ أَنِّي أَغْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ  
لِتَجْشَمْتُ لِقَاءَهُ، وَلَوْكُنْتُ عِنْدَهُ لَقَسْتُ  
عَنْ قَدْمَيِّهِ. ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ

پاؤں ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ (پیغمبر) آنے والا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر ہو گا۔ اگر میں جانتا کہ اس تک پہنچ سکوں گا تو اس سے ملنے کے لئے ہر تکلیف گوارا کرتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہر قل نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط منگالیا جو آپ نے دجیہ کلبی پتوخ کے ذریعہ حاکم بصری کے پاس بھیجا تھا اور اس نے وہ ہر قل کے پاس بھیج دیا تھا۔ پھر اس کو پڑھا تو اس میں (لکھا تھا):

اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مریان اور رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے یہ خط ہے شاہ روم کے لئے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ اسلام لے آئیں گے تو (دین و دنیا میں) سلامتی نصیب ہو گی۔ اللہ آپ کو دو ہرا ثواب دے گا اور اگر آپ (میری دعوت سے) روگروانی کریں گے تو آپ کی رعایا کا لگنا بھی آپ ہی پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات پر آجائو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکمل ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنارب بنائے۔ پھر اگر وہ اہل کتاب (اس بات سے) منہ پھیلیں تو (مسلمانوں!) تم ان سے کہہ دو کہ (تم مانو یا نہ مانو) ہم تو ایک خدا کے اطاعت گذار ہیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں: جب ہر قل نے جو کچھ کہنا تھا کہ دیا اور خوچڑھ کر فارغ ہوا۔ تو اس کے ارد گرد بہت شور و غوغما ہوا۔ بہت سی آوازیں اٹھیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے (آنحضرت ﷺ) کا معاملہ تو بت بڑھ گیا۔ (دیکھو تو) اس سے بنی اصغر (روم) کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ مجھے اس وقت سے اس بات کا لیقین ہو گیا کہ حضور ﷺ عنقریب غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ اللہ نے مجھے مسلمان کر دیا۔ (راوی کامیاب ہے کہ) ان ناطور ایلیاء کا حاکم ہر قل کا صاحب اور شام کے نصاریٰ کالاث پادری بیان

الَّذِي بَعَثَ لِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلَى  
عَظِيمٍ بَصَرَى، لَدَقْنَةَ عَظِيمٍ بَصَرَى إِلَى  
هِرَقْلَ، لَقْرَأَهُ، فَإِذَا فِيهِ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى  
هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّؤْمِ.

سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا  
بَعْدُ فَلَأَنِّي أَذْعُونَكَ بِدِعَائِي لِإِسْلَامٍ، أَسْلَمْ  
تَسْلِيمٍ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرْتَبَيْنِ。 فَإِنْ  
تَوَلَّتِ فَلَأَنْ عَلَيْكَ إِنْمَاءَ الْيَرْنِسِيتَيْنِ وَ هُوَ يَا  
أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةِ سَوَاءِ بَيْنَنَا  
وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نُشَرِّكُ بِهِ  
شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ  
دُونِ اللَّهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوْا بِإِنَّا  
مُسْلِمُوْنَ).

قالَ أَبُو سَفِيَّانَ : فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ، وَفَرَغَ  
مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ، كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّحَّبُ،  
وَأَرَنَفَعَتِ الْأَصْنَوَاتُ، وَأَخْرِجَنَا. فَقَلَّتِ  
لِأَصْحَابِيِّ حِينَ أَخْرِجَنَا : لَقَدْ أَمْرَأَ ابْنَ  
أَبِي كَبَشَةَ، إِنَّهُ يَخْالِفُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ.  
فَمَا زِلْتُ مُؤْقَتاً أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى اذْخَلَ  
اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ.

وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ - صَاحِبُ إِيلِيَّاءِ  
وَهِرَقْلَ - أَسْفَفَ عَلَى نَصَارَى الشَّامِ  
يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيلِيَّاءَ أَصْبَحَ  
خَيْثَ النَّفْسِ، فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقِيهِ: قَدْ  
اسْتَكْرَنَا هَيْنَاتَكَ. قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ: وَكَانَ

کرتا تھا کہ ہر قل جب ایلیاء آیا، ایک دن صبح کو پریشان اٹھا تو اس کے درباریوں نے دریافت کیا کہ آج ہم آپ کی حالت بدی ہوئی پاتے ہیں (کیا وجہ ہے؟) ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہر قل نجومی تھا، علم نجوم میں وہ پوری سماحت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ہم نشینوں کو بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ ہمارے ملک پر غالب آگیا ہے۔ (بھلا) اس زمانہ میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ سوان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ سلطنت کے تمام شروں میں یہ حکم لکھ بھیجی کہ وہاں جتنے یہودی ہوں سب قتل کر دیئے جائیں وہ لوگ انہی باتوں میں مشغول تھے کہ ہر قل کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔ جسے شاہ غسان نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے حالات بیان کئے۔ جب ہر قل نے (سارے حالات) سن لئے تو کہا کہ جا کر دیکھو وہ ختنہ کئے ہوئے ہے یا نہیں؟ انہوں نے اسے دیکھا تو بتلایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے۔ ہر قل نے جب اس شخص سے عرب کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہر قل نے کہا کہ یہ ہی (محمد ﷺ) اس امت کے بادشاہ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے اپنے ایک دوست کو رومیہ خط لکھا اور وہ بھی علم نجوم میں ہر قل کی طرح ماہر تھا۔ پھر وہاں سے ہر قل حفص چلا گیا۔ ابھی حفص سے نکلا نہیں تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آگیا۔ اس کی رائے بھی حضور ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہر قل کے موافق تھی کہ محمد (واتقی) پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد ہر قل نے روم کے بڑے آدمیوں کو اپنے حفص کے محل میں طلب کیا اور اس کے حکم سے محل کے دروازے بند کر لئے گئے۔ پھر وہ (اپنے خاص محل سے) باہر آیا۔ اور کہا：“اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارے لیے بھی ہے؟ اگر تم اپنی سلطنت کی بقاچا ہتے ہو تو پھر اس نبی کی بیعت کرلو اور مسلمان ہو جاؤ۔” (یہ سننا تھا کہ) پھر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے (مگر) انہیں بند پایا۔ آخر جب ہر قل نے

ہر قل خزانہ بنظر فی النجوم، فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ: إِنِّي رَأَيْتُ الظِّلَّةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النَّجُومِ مَلِكَ الْجَنَّاتِ قَدْ ظَهَرَ، فَمَنْ يَعْتَقِنُ مِنْ هَذَا الْأُمَّةِ؟ قَالُوا: لَيْسَ يَعْتَقِنُ إِلَّا الْيَهُودُ، فَلَا يُهِمُّنَا شَانُهُمْ، وَأَكْتَبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلَيَقْتَلُو مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ. فَبِنِمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أَتَيَ هِرَقْلُ بِرَجْلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَانٍ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلٌ قَالَ: أَذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمْخَنَتْ هُوَ أَمْ لَا؟ فَنَظَرُوا إِلَيْهِ، فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخَنَّتْ، وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ: هُمْ يَعْتَقِنُونَ. فَقَالَ هِرَقْلٌ: هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ. ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبِ لَهُ بِرُؤْمِيَّةَ، وَكَانَ نَظِيرَةً فِي الْعِلْمِ. وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمْصَ، فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابًا مِنْ صَاحِبِهِ يُوافِقُ رَأَيَ هِرَقْلٍ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِذَا هِرَقْلُ لِعَظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسْكُرَةِ لَهُ بِحِمْصَ، ثُمَّ أَمْرَ بِأَبْوَابِهَا فَعَلَقَتْ، ثُمَّ الطَّلَعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الرُّومِ، هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَبْتَهِ مُلْكُكُمْ فَبَأْيَعُوا هَذَا النَّبِيُّ؟ فَحَاصُوا حِنْصَةَ حُمْرٍ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهَا قَدْ غَلَقَتْ، فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلٌ نَفَرَتْهُمْ وَأَيْسَ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ: رُدُوْهُمْ عَلَيْهِ. وَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي أَنِّي أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتِكُمْ

(اس بات سے) ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو کہنے لگا کہ ان لوگوں کو میرے پاس لاو۔ (جب وہ دوبارہ آئے) تو اس نے کہا۔ میں نے جوبات کی تھی اس سے تمہاری دینی پختگی کی آزمائش مقصود تھی سوہہ میں نے دیکھ لی۔ تب (یہ بات سن کر) وہ سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اس سے خوش ہو گئے۔ بالآخر ہرقل کی آخری حالت یہ ہی رہی۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صالح بن کیسان، یونس اور عمر بن بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

عَلَى دِينِكُمْ، فَقَدْ رَأَيْتُ. فَسَجَدُوا لَهُ  
وَرَضُوا عَنْهُ، فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنٍ هِرْقَلَ  
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ صَالِحٌ بْنُ كَيْسَانَ  
وَيُونُسَ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[اطرافہ فی : ۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۴۰۵۳، ۳۱۷۴، ۲۹۷۸، ۲۹۴۱، ۵۹۸۰، ۷۱۹۶، ۶۲۶۰، ۷۵۴۱].

**لَئِسَّهُ مُنْجِحٌ** وہی "نزول وہی" اقسام وہی "مقام وہی" ان جملہ تفصیلات کے ساتھ ضرورت تھی کہ جس مقدس فحصیت پر وہی کا نزول ہو رہا ہے ان کی ذات گرامی کا تعارف کرتے ہوئے ان کے حالات پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے۔ مشور مقولہ ہے الحق ما شهدت به الاعداء حق وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ اسی اصول کے پیش نظر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی العزیز نے یہاں اس تفصیلی حدیث کو نقل فرمایا جو دو اہم ترین شخصیتوں کے درمیان ایک مکالہ ہے۔ جس کا موضوع آخرین حضرت مسیح موعید کی ذات گرامی اور آپ کی نبوت و رسالت ہے۔ یہ دونوں شخصیتیں اس وقت غیر مسلم ہیں۔ باہمی طور پر دونوں کے قوم و وطن، تدبیب و تمدن میں ہر طرح سے بعد المشرقین ہے۔ امانت و دیانت اور اخلاق کے لحاظ سے ہر دو اپنی اپنی جگہ پر ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ اسی لئے علامہ سندھی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لما کان المقصود بالذات من ذکر الوحی هو تحقیق النبوة و انباتها و کان حدیث هرقل اوفر تادیۃ للذالک المقصود ادرجہ فی باب الوحی (والله اعلم) اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو اپر مذکور ہوا۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس مقام کے علاوہ کتاب الجہاد و کتاب التغیر و کتاب الشادات و کتاب الجربیہ و ادب و ایمان و علم و احکام و مجازی وغیرہ میں بھی نقل فرمایا ہے اور ہر جگہ اسی مقام کے باب سے اس کی مطالیقت پیدا کرتے ہوئے اس سے بہت سے احکام و مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ بعض متعصیین و مجدهوین کہتے ہیں کہ محمد شین کرام رحمہم اللہ علیہم ملک ناقلين روایت تھے، اجتہاد و استنباط مسائل میں ان کو درک نہیں تھا۔ یہ مخفی جھوٹ اور محمد شین کرام کی کھلی ہوئی توہین ہے جو ہر پہلو سے لاکن صدمہ مت ہے۔

بعض حضرات محمد شین کرام خصوصاً امام بخاری رضی اللہ عنہ کو مسلک شافعی کا مقلد بتلایا کرتے ہیں۔ مگر اس بارے میں مزید تفصیلات سے قلع نظر ہم صاحب ایضاح البخاری کا ایک بیان یہاں نقل کر دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ مقلد ہرگز نہ تھے۔ بلکہ آپ کو مجتہد مطلق کا درجہ حاصل تھا۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنفی سے تلمذ اور تحصیل علم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنفی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں، انہوں نے جس طرح احتجاف رحمہم اللہ علیہم ملک کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے----- امام بخاری" کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (ایضاح البخاری، جزء اول / ص: ۳۰)

صحیح بخاری شریف کے عین مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے استنباط مسائل و فقه الحدیث کے بارے میں

بہت ہی غور و خوض سے کام لیا ہے اور ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل ثابت کئے ہیں۔ جیسا کہ اپنے اپنے مقالات پر ناظرین مطالعہ کریں گے۔

علامہ حافظ ابن حجر مقدمہ کی فصل ثالثی میں فرماتے ہیں۔

((تقریر انہ التزم فیہ الصحة و انه لا یورد فیہ الا حدیثا صحيحا (الى قوله) ثم رأى ان لا يخلیه من الفوائد الفقهیة والنکت الحکمیة فاستخرج بفهمه من المتنون معانی کثیرہ فرقہا فی ابواب الكتاب بحسب تناسیها۔ (الى قوله) قال الشیخ محی الدین نفع اللہ به ليس مقصود البخاری الاقتصار علی الاحادیث فقط بل مراده الاستنباط منها والاستدلal لا ابواب ارادتها (الى قوله) وقد ادعی بعضهم انه صنع ذالک عمدا (هدی الساری ص: ۸، بیروت))

یہ بات ثابت ہے کہ امام نے اتزام کیا ہے کہ اس میں سوائے صحیح حدیث کے اور کسی قسم کی روایت نہیں ذکر کریں گے اور باہیں خیال کہ اس کو فوائد فقیہی اور حکمت کے نکالت سے خالی نہ رہنا چاہیے، اپنی فہم سے متن حدیث سے بہت بہت مخالف اخراج کئے جن کو متنابت کے ساتھ ابواب میں علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا۔ شیخ محی الدین نے کہا کہ امام کا مقصود حدیث ہی کا ذکر کر دینا نہیں ہے بلکہ اس سے استدلال و استنباط کر کے باب مقرر کرنا ہے (انہیں وجوہات سے) بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے یہ سب کچھ خود اور قصداً کیا ہے۔ (حل مشکلات بخاری حضرت مولانا سیف بخاری قدس سرہ ص ۱۶)

۷۵ ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے شہابن عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے معزز سفراء کے ہاتھوں روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ بہل کی زبان جانتا تھا کہ تبلیغ فرانس بخشن و خوبی انجام دے سکے۔ اسی ہی ضروریات کے لئے آپ کے واسطے چاندی کی مریتار کی گئی تھی۔ تین سطور میں اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ ہر قل شاہ قسطنطینیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذهب تھا۔ حضرت وجہہ کلبی رہنگار اس کے پاس نامہ مبارک۔ لے کر گئے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے۔ جسے یہاں لفظ ایلیا سے یاد کیا گیا ہے۔ جس کے سمنے بیت اللہ کے ہیں، ہر قل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا ہی شاندار دربار منعقد کیا۔ اور سفیر سے آخرت میں تھی کے بارے میں بہت ہی باشک دریافت کرتا رہا۔ اس کے بعد ہر قل نے مزید تحقیق کے لئے حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی مک کا آدمی آیا ہوا ہو تو اسے پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دونوں ابوسفیان مع دیگر تاجر ان مک ملک شام آئے ہوئے تھے، ان کو بیت المقدس بلا کر دربار میں پیش کیا گیا۔ ان دونوں ابوسفیان نبی کریم ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ مگر قیصر کے دربار میں اس کی زبان سوائے حق و صداقت کے کچھ نہ بول سکی۔ ہر قل نے آخرت میں تعلق ابوسفیان سے متعلق ابوسفیان سے متعلق ابوسفیان کے جو بہت گرے حقائق اپنے اندر رکھتے تھے۔ ان کے جوابات میں ابوسفیان نے بھی جن حقائق کا اطمینان کیا۔ ان سے آپ ﷺ کی صداقت ہر قل کے دل میں نقش ہو گئی مگر اپنی قوم و حکومت کے خوف سے وہ ایمان نہ لاسکا۔ بالآخر کفری کی حالت میں اس کا خاتمه ہوا۔ مگر اس نے جو پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن آئے گا کہ عرب مسلمان ہمارے ملک و تخت پر قاضی ہو جائیں گے وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور وہ دن آیا کہ مسیحیت کا صدر مقام اور قبلہ و مرکز اچاک عیسائی دنیا کے ہاتھ سے نکل کر ایک نئی قوم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

مشور مؤرخ گہن کے لفظوں میں تمام مسیحی دنیا پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی۔ کیونکہ مسیحیت کی اس سب سے بڑی توجیہ کو نہ تو مذہب کا کوئی متوقع مجرہ ہی روک سکا نہ عیسائی شہنشاہی کا لٹکر جرار۔ پھر یہ صرف بیت المقدس ہی کی قیض نہ تھی بلکہ تمام ایشاد افریقہ میں مسیحی فرمادزاوائی کا خاتمه تھا۔ ہر قل کے یہ الفاظ جو اس نے تخت جہاز پر لبنان کی چوبیوں کو مخاطب کر کے کے تھے آج تک موجود ہیں کی زبانوں پر ہیں ”الوداع سرزین شام ہیشہ کے لئے الوداع“

فادائے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیغمبر اولیٰ: مناسب ہو گا کہ اس مکالہ کو مختصر آندازے رسول حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب مصور پوری طبقہ کے لفظوں میں بھی نقل کر دیا جائے۔ جس سے ناگزین اس مکالہ کو پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔

قیصر: محمد کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟  
ابوسفیان تاجر: شریف و عظیم۔

قیصر: حق ہے نبی شریف گرانے کے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی اطاعت میں کسی کو عارضہ ہو۔  
قیصر: محمد پیغمبر سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تکلید اور رسیں کرتا ہے۔  
قیصر: نبی ہونے سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کر تاختایا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تمثیل دی گئی تھی؟  
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا تو وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔  
قیصر: اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟  
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ بنت کے بھانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
قیصر: محمد کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟  
ابوسفیان: مسکین حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا ہر نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔  
قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟  
ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا یہاں کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔  
قیصر: کوئی شخص اس کے دین سے بیزار نہ کر پھر بھی جاتا ہے؟  
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے کمال ذات ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تو جد انہیں ہوتی۔  
قیصر: یہ شخص کبھی عمد و پیان کو توڑ بھی دیتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔ لیکن اسال ہمارا محلہ اس سے ہوا ہے دیکھنے کیا انجام ہو۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فخرہ نیادہ کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ دی اور یوں کہا کہ بے شک نبی عمد ٹھکن نہیں ہوتے، عمد ٹھکنی دنیا دار کیا کرنے ہیں، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ تم اسی لڑائی بھی ہوئی ہے؟  
ابوسفیان: ہاں۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہا (پدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)۔

ہرقل نے کما خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان: ایک خدا کی عبارت کرو، باپ دادا کے طریق (بیت پرستی) چھوڑ دو۔ نماز، روزہ، سچائی، پاکدا منی، اور صدر رحمی کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کمانی موعود کی یہی علامتیں ہم کو پہنچی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظصور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہو گا۔ ابوسفیان! اگر تم نے حقِ حق جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ جمال میں بیٹھا ہوا ہوں (شام و بیت المقدس) کا ضرور مالک ہو جائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی ﷺ کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار سے سن کر قعْدَةٍ چلائے اور ہم کو دربار سے نکال دیا گیا۔ اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کا نقش ہو گیا۔ (رحمۃ للعلائیم، جلد: اول / ص: ۱۵۲، ۱۵۳)

ابوسفیان نے آپؐ کے لئے ابوکبشه کاظم استعمال کیا تھا۔ کیونکہ کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو طور اور تحریر کے طور پر ابن ابوکبشه کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ابوکبشه ایک شخص کا نام تھا جو بتوں کی بجائے ایک ستارہ شعری کی پوجا کیا کرتا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوکبشه آنحضرت ﷺ کے رضاعی باپ تھے۔

ہرقل کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگ کسی طرح بھی اسلام قبول نہیں کریں گے تو اس نے بھی اپنا پیشتراء بدلت دیا اور کما کہ اس بات سے محض نہ سارا امتحان مقصود تھا۔ تو سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے، جو گویا تعینم اور اطاعت کا اظہار تھا۔

ہرقل کے بارے میں بعض لوگ اسلام کے بھی قائل ہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ باوجود رغبت کے وہ اسلام قبول نہ کر سکا۔ علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ ان کے عمد یعنی گیارہویں صدی ہجری تک آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک ہرقل کی اولاد میں حفظ تھا اور اس کو ہرگز کرپڑے اہتمام سے سونے کے صندوق پنج میں رکھا گیا تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ: وَاوَصَانَا آبَاءُنَا مَادَامَ هَذَا الْكِتَابُ عَدَنَا لَا يَزَالُ الْمَسْكُ فِينَا فَنَحْنُ نَحْفَظُهُ غَايَةً الْحَفْظِ وَنَعْظِمُهُ وَنَكْتُمُهُ عَنِ النَّصَارَى لِيَسُومُ الْمُلْكَ فِينَا اَنْتَهِي (فتح الباری)

ابوسفیان آخر وقت میں جب کہ مکہ فتح ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کر کے فدائیان اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اس وقت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لعمرک انی یوم احمل رایہ حتب نیل اللات نیل مو

فکا لمدخل الحیران اظلم ليلة فهذا اوانی حين اهدى فاهتدى

مدا نی حاد غیر نسی و دلی الى الله من طردته كل مطرد

”تم ہے کہ جن دونوں میں نٹھان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بیت) کا لشکر محمد (رضی اللہ عنہ) کے لشکر پر غالب آجائے ان دونوں میں خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں لکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آگیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھی راہ اختیار کر لوں، مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور خدا کا راستہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جسے میں نے پورے طور پر دھکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔“

متفرقہات: ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جس مدت صلح کا ذکر کیا تھا۔ اس سے صلح حدیبیہ کی دس سالہ مدت مراد ہے۔

ہرقل نے کما تھا کہ وہ آخری نبی عرب میں سے ہو گا۔ یہ اس لیے کہ یہود و نصاری یہی گمان کئے ہوئے تھے کہ آخری نبی بھی بنی اسرائیل ہی سے ہو گا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ ﷺ کے اس قول کو بھلا دیا تھا کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا ایک پیغمبر میری طریقہ

پیدا کرے گا۔

اور اشیاء نبی کی اس بشارت کو بھی فراموش کر دیا تھا کہ قاران یعنی کم کے پاڑوں سے اللہ ظاہر ہوا۔ نیز حضرت مسیح یا علیہ السلام کی اس بات کو بھی وہ بھول چکے تھے کہ جس پھر کو معماروں نے کوئی نہیں ڈال دیا تھا، وہی محل کا صدر نہیں ہوا۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس مقدس گیت کو بھی وہ فراموش کرچکے تھے کہ ”وہ تو نمیک محمد ہے، میرا خلیل، میرا حبیب یہی ہے۔ وہ دس ہزار قروں سیوں کے درمیان جنہنے کے مانند کہا ہوتا ہے اے رودھم کے بڑے!

یہ جملہ بشارات یقیناً حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھیں۔ مگر یہود و نصاریٰ ان کو عناواد آبھول پکے تھے۔ اسی لئے ہرقل نے ایسا کہا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں آئیت کریمہ ﴿وَلَا يَخْذُلْ بَعْضًا إِرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (آل عمران: ٦٣) کا استعمال اس لیے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں اور بہت سے امراض کے ساتھ تقلید جامد کا مرض بھی بری طرح داخل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے مولویوں اور درویشوں کی تقلید میں اتنے اندر ہے ہو گئے تھے کہ ان ہی کافتوئی ان کے لئے آسمانی وحی کا رورجہ رکھتا تھا۔

ہمارے زمانے کے مقلدین جادیں کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو کتنی ہی قرآنی آیات یا احادیث نبوی دکھلاؤ، قول امام کے مقابلہ میں ان سب کو رد کر دیں گے۔ اسی تقلید جاد نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا۔ ﴿اَنَّ اللَّهَ ثُمَّ اَنَّ اللَّهَ﴾ خفی شافعی ہاموں پر جنگ و جدال اس تقلید حامل ہی کا شمارہ ہے۔

علمائے قطلانی حشیث نے لکھا ہے کہ ہر قل اور اس کے دوست ضفاطرنے اسلام قبول کرنا چاہا تھا۔ مگر ہر قل اپنی قوم سے ڈر گیا اور ضفاطرنے اسلام قبول کر لیا اور الوب کو اسلام کی دعوت دی، مگر رموزوں نے ان کو شہید کر دیا۔

ابوسفیان نے رومیوں کے لیے بنا صفر (زرد نسل) کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ روم کے جد اعلیٰ نے جوروم بن میس بن احشاق تھے ایک جبشی شہزادی سے شادی کی تھی۔ جس سے زرد یعنی گندم گوں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی لیے ان کو بنا صفر کہا گیا۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سے مسلمان، بر روشیز (رذق) سے۔

آداب مراسلت و طریق دعوت اسلام کے لئے نامہ مبارک میں ہمارے لئے بت سے اس باقی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تبلیغ کے لئے تحریری کوشش کرنا بھی سنت نبوی سے۔

دعوت حق کو مناسب طور پر اکابر عصر کے سامنے رکھنا بھی مسلمانوں کا ایک اہم فرضیہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ مختلف اقوام و ملے، اگر مسائل، مشترکہ میں، تجادلوں اور عمل، سے کام لیں تو، بھی، عین، منتشرے اسلام کے۔

ارشاد نبوی (فان علیک الہ البریسین) سے معلوم ہوا کہ بیوں کی فمد داریاں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یہ تین کاشتکاروں کو کہتے ہیں۔ ہر قل کی رعایا کاشتکاروں ہی پر مشتمل تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نے دعوتِ اسلام قبول نہ کی اور آپ کی متابعت میں آب کی رعایا بھی اس نعمت غلطی سے محروم رہ گئی تو ساری رعایا کا گناہ آب کے سر ہو گا۔

ان تفصیلی معلومات کے بعد ہرقل نے آخرت میں کامنہ مبارک میگایا جو عظیم بھری کی معرفت ہرقل کے پاس پہنچتا تھا۔ جس کا مضمون اس کا طرح شروع ہوتا تھا۔

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَيْهِ هرقل عظيم الروم» اسے سن کر ہرقل کا بھتیجا بست ناراض ہوا اور ہلکا کہ تسلی  
مبارک کو چاک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس میں شہنشاہ روم کے نام پر محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کو فوقیت دی گئی ہے اور شہنشاہ کو بھی  
صرف عظیم الروم لکھا گیا۔ حالانکہ آب بالک الروم و سلطانان الروم میرا۔

ہرقل نے اپنے بھتیجے کو ڈانٹنے ہوئے کماکھ کا خط میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ میں مالک نہیں ہوں، مالک تو صرف خدا ہوں کرم ہے۔

رہا اپنے نام کا تقدیم سو اگر وہ واقعیتی ہیں تو واقعی ان کے نام کو تقدیم کا حق حاصل ہے۔ اس کے بعد نامہ مبارک پڑھا گیا۔ این ناطور شام میں بیساکی لاث پادری اور وہاں کا گورنر بھی تھا۔ ہر قل جب حص سے ایسا آیا تو این ناطور نے ایک صحیح کو اس کی حالت مغیرہ متکر دیکھی۔ سوال کرنے پر ہر قل نے بتایا کہ میں نے آج رات ستاروں پر نظری تو معلوم ہوا کہ میرے ملک پر ملک الخان (خشنہ کرنے والوں کا بادشاہ) کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ہر قل فطری طور پر کاہن تھا اور علم نبوغ میں ممتاز تھا۔ مجھنی کا عقیدہ تھا کہ برج عقرب میں قران العدین کے وقت آخری نبی کا ظہور ہو گا۔ برج عقرب وہ ہے جب اس میں چاند اور سورج دونوں مل جاتے ہیں تو یہ وقت مجھنی کے نزدیک قران العدین کھلاتا ہے اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ یہ قران ہر بیس سال کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ولادت با سعادت بھی قران العدین میں ہوئی اور آپؐ کے سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی جس وقت رکھا گیا وہ قران العدین کا وقت تھا۔ فتح کے کے وقت بھی سعدین برج عقرب میں جمع تھے۔ ایسے موقع پر ہر قل کا جواب اس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے مصائب میں معلوم کیا کہ ختنے کا رواج کس ملک اور کس قوم میں ہے؟ چنانچہ یہودیوں کا نام لیا گیا اور ساتھ ہی ان کے قتل کا بھی مشورہ دیا گیا کہ حاکم غسان حارث بن ابی تامر نے ایک آدمی (یہ شخص خود عرب کا رہنے والا تھا) جو غسان کے بادشاہ کے پاس آنحضرت ﷺ کی خردی نے گیا، اس نے اس کو ہر قل کے پاس بھجوایا، یہ مختون تھا) کی معرفت ہر قل کو تحریری خردی کہ عرب میں ایک نی پیدا ہوئے ہیں۔ جب یہ معزز قاصد ہر قل کے پاس پہنچا۔ تو ہر قل نے اپنے خواب کی بنابر معلوم کیا کہ آئنے والا قاصد فی الواقع مخون ہے۔ ہر قل نے اسی کو اپنے خواب کی تعبیر قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ مدعا رسالت میری راجد ہانی تک جلد ہی سلطنت حاصل کر لے گا۔

اس کے بعد ہر قل نے بطور مشورہ مفاظت کو اٹی میں خط لکھا اور ساتھ میں مکتب نبوی بھی بھیجا۔ یہ ہر قل کا ہم سبق تھا۔ مفاظت کے نام یہ مکتب حضرت وجہہ کلبی رشتہ ہے۔ لے کر گئے تھے اور ان کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ خط مفاظت کو تہائی میں دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس نے نامہ مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا اور جواب میں ہر قل کو لکھا کہ میں ایمان لا چکا ہوں۔ فی الواقع حضرت محمد ﷺ نبی و رسول موعود ہیں۔ درباری لوگوں نے مفاظت کا اسلام معلوم ہونے پر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت وجہہ کلبی رشتہ واپس ہر قل کے دربار میں گئے اور ماجرہ ایمان کیا۔ جس سے ہر قل بھی اپنی قوم سے ڈر گیا۔ اس نے دروازوں کو بند کر کے دربار منعقد کیا تاکہ مفاظت کی طرح اس کو بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ درباریوں نے نامہ مبارک اور ہر قل کی رائے سن کر مخالفت میں شور و غوغاء برپا کر دیا۔ جس پر ہر قل کو اپنی رائے بدلتی پڑی اور بالآخر کفری پر دنیا سے رخصت ہوا۔

امام بخاری رشتہ نے اپنی جامع صحیح کو حدیث انما الاعمال بالنبیات اور آیت کریمہ انا او حبنا الیک سے شروع فرمایا تھا اور اس باب کو ہر قل کے قصہ اور نامہ نبوی پر ختم فرمایا اور ہر قل کی بابت لکھا کہ فکان ذالک اخترشان ہر قل یعنی ہر قل کا آخری حال یہ ہوا۔ اس میں حضرت امام بخاری رشتہ اشارہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی نسبت کی درستگی کے ساتھ اپنی آخری حالت کو درست رکھنے کی تکر کرے کہ اعمال کا اعتبار نسبت اور خاتمه پر ہے۔ شروع کی آیت شریفہ (انا او حبنا الیک) الایہ میں حضرت محمد ﷺ اور آپ سے قبل جملہ انبیاء و رسول صلی اللہ علیہم کی وہی کا سلسلہ عالیہ ایک ہی رہا ہے اور سب کی دعوت کا خلاصہ صرف اقامۃ دین و اقلاق ہائی ہے۔ اسی دعوت کو دہرا گیا اور بتایا گیا کہ عقیدہ توحید پر جملہ مل و ادیان کو جمع ہونے کی دعوت پیش کرنا یعنی اسلام کا اولین مقصد ہے اور نبی نوع انسان کو انسانی غلامی کی زنجیروں سے نکال کر صرف ایک خالق مالک قادر المسوات والارض کی غلامی میں داخل ہونے کا پیغام دینا تعلیمات محمد ﷺ کا لب لباب ہے۔ اقامۃ دین یہ کہ صرف خداۓ وحدہ لا شریک کی عبادت بندگی اطاعت فراتہم رداری کی جائے اور جملہ ظاہری و باطنی معمودان بالعلم سے منہ موڑ لیا جائے۔ اقامۃ دین کا صحیح مفہوم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے۔

ہر قل کافر قاتمگر آنحضرت ﷺ نے اپنے نامہ مبارک میں اس کو ایک معزز لقب "عظیم الروم" سے مخاطب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق فاضلہ و تندیب کے دائرہ میں خطاب کرنا سنت نبوی ہے۔ (متلبہ)

الحمد لله رب العالمین کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ والحمد لله اولاً واخرا ربنا لا تواحدنا ان نسبينا او اخططا ان امين۔

## ۳۔ کتاب الائیمان

# کتاب ایمان کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تشریع سے متصل ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اور ایمان کا تعلق قول اور فعل ہر دو سے ہے اور وہ بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تاکہ ان کے پسلے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور زیادتی ہو۔“ (سورہ فتح: ۲) اور فرمایا کہ ہم نے ان کو ہدایت میں اور زیادہ بڑھا دیا (سورہ کاف: ۱۳) اور فرمایا کہ جو لوگ سیدھی راہ پر ہیں ان کو اللہ اور ہدایت دیتا ہے (سورہ مریم: ۶۷) اور فرمایا کہ جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ نے اور زیادہ ہدایت دی اور ان کو پرہیز کاری عطا فرمائی (سورہ محمد: ۷) اور فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہوا (سورہ مدثر: ۳۱) اور فرمایا کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا؟ فی الواقع جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا (سورہ توبہ: ۱۲۳) اور فرمایا کہ مخالفوں نے مومنوں سے کما کر تمہاری بربادی کے لیے لوگ بکھوت بچ ہو رہے ہیں، ان کا خوف وحکم عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ای عدی بن

۱۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ :

(بَيْنَ النَّاسِ إِلَّا مَا أَنْعَمْنَا لَهُمْ وَهُوَ قَوْلُ الرَّفِيقِ وَتَبَرِيدُ وَتَنْقُصُ . قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : هَلْ يَرِيدُونَ أَنْ يُنَاهِيَنَّ عَنِ الْإِيمَانِ هُوَ رَبُّ ذَنَابِهِمْ هُدَى هُمْ وَرَبِّنِيَّةِ الَّذِينَ أَفْتَلُوا هُدَى هُمْ وَالَّذِينَ أَفْتَلُوا زَادَهُمْ هُدَى وَأَتَاهُمْ تَفَوَّهُمْ هُوَ رَبِّنِيَّةِ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانَهُمْ وَقَوْلُهُ : هَلْ يَكُنْ زَادَتُهُ هُدَى إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتُهُمْ إِيمَانًا هُمْ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : هَلْ فَاحْشَوْهُمْ فَرَآدَهُمْ إِيمَانًا هُمْ وَقَوْلُهُ تَعَالَى : هَلْ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيْمًا هُمْ وَالْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ مِنَ الْإِيمَانِ . وَكَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى عَبْدِهِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ

کرو۔ پس یہ بات سن کر ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور ان کے منہ سے یکی نکلا («حَسْبَنَا اللَّهُ وَنَعَمُ الْوَكِيلُ») (سورہ آل عمران: ۳۷) اور فرمایا کہ ان کا اور کچھ نہیں بڑھا، ہاں ایمان اور اطاعت کا شیوه ضرور بڑھ گیا۔ (سورہ احزاب: ۲۲) اور حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ کی راہ میں محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے دشمنی کرنا ایمان میں داخل ہے (رواه ابو داؤد عن ابی امامۃ) اور خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ نے عدی بن عدی کو لکھا تھا کہ ایمان کے اندر کتنے ہی فراخض اور عقائد ہیں۔

عَدِيٌّ أَنَّ لِلإِيمَانِ فَرَاضٌ وَشَرَائِعٌ وَحَدْوَادًا وَسُنَّةً، فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانُ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيمَانُ. فَإِنْ أَعْشَنَ فَسَأَبَيْنَهَا لِكُنْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنْ أَمْتَ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبِكُمْ بِحَرْبِنَصَّ.

۱۳ حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان اموی قرشی خلفاء راشدین میں خلیفہ خامس ہیں جن کو مطابق حدیث مجدد اسلام میں پہلا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ ۹۹ھ میں مند خلافت پر اس وقت مستینکن ہوئے کہ بنا امیر کے دور خلافت نے ہر چار اطراف میں مظالم و مفاسد کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ نے گدی نشین ہوتے ہی جملہ مظالم کا خاتمه کر کے شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر جمع فرمادیا۔ علامہ ابن جوزیؓ نے لکھا ہے کہ ایک دن چرواہے نے شور کیا۔ اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے آہ بھر کر کما کہ خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا آج انتقال ہو گیا ہے اسی لیے میں دیکھ رہا ہوں کہ بھیڑیے نے میری بکری پر حملہ کر دیا۔ تحقیق کی گئی تو جو وقت بھیڑیے کے بکری پر حملہ کرنے کا تھا وہی وقت حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خلیفہ خامس راشد کے انتقال کا تھا۔

آپ کا سن وفات ۱۰۴ھ ہے۔ آپ نے اپنی خلافت کے قلیل عرصہ میں اسلام اور ملت کی وہ تعمیری خدمات انجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک یاد گار رہیں گی۔ احادیث نبوی (فداہ روچی) کی جمع و ترتیب کے لئے آپ نے ایک مظہم اقدام فرمایا۔ بعد میں جو کچھ اس فن شریف میں ترقی ہوئیں وہ سب آپ ہی کی مسامی جیلہ کے نتائج ہیں۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں بنا امیر کی وہ جائیدادیں بھی بیت المال ضبط کر لیں جو انہوں نے ناجائز طریقوں سے حاصل کی تھیں اور وہ جملہ اعلیٰ سامان بھی بیت المال میں داخل کر دیئے جو لوگوں نے ظلم و جور کی بنا پر جمع کئے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دن اپنی الیہ مختصر کے گلے میں ایک قیمتی ہار دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی اسے بیت المال کے حوالہ کر دو۔ وہ کہنے لگیں کہ یہ توجہ کو میرے باپ عبد الملک بن مروان نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ چنانچہ اطاعت شعار یک خاتون نے خود ہی اپنا وہ ہار بھی بیت المال میں داخل کر دیا۔

ایک دفعہ ایک خواب دیکھنے والے نے آپ کو جناب نبی کریم ﷺ کے بے حد قریب دیکھا تھا کہ سیدنا ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق بن شہر سے بھی زیادہ قریب دیکھا دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ صدیقؓ و فاروقؓ نے ایسے وقوف میں انصاف سے حکومت کی جب کہ وہ انصاف ہی کا دور تھا اور عمر بن عبد العزیزؓ نے ایسے وقت میں انصاف کو بھیلایا جب کہ انصاف کا دور دورہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اپنے دور خلافت میں ہر رات سجدہ ریز رہتے اور روک روک دعا کرتے کہ خداوند قدوس! اے قادر قوم مولا! جو ذمہ داری تو نے مجھ پر ڈالی ہے اس کو پورا کرنے کی بھی توفیق عطا فرنا۔۔۔ کہتے ہیں کہ بنا امیر میں سے کسی ظالم نے آپ کو زہر کھلایا تھا، میں آپ کی وفات کا سبب ہوا۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

**وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ:** «وَلَكِنْ لِيَطْمَنَنْ فَلَمِنِیْهِ». اور حدود ہیں اور مستحب و مننون باقیں ہیں جو سب ایمان میں داخل ہیں۔ پس جوان سب کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جو **وَقَالَ مُعَاذُ:** اجلیں بنا نؤمِنْ مساعَةً۔

پورے طور پر ان کا لحاظ رکھے نہ ان کو پورا کرے اس نے اپنا ایمان پورا نہیں کیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو ان سب کی تفصیلی معلومات تم کو بتلاؤں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو اور اگر میں مرنی گیا تو مجھ کو تمہاری صحبت میں زندہ رہنے کی خواہش بھی نہیں۔ اور حضرت ابراہیم ﷺ کا قول قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ ” اور معاذ بِللّٰهِ نے ایک دفعہ ایک صحابی (اسود بن بلال ثانی) سے کہا تھا کہ ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ایک گھری ہم ایمان کی باقیں کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ یقین پورا ایمان ہے (اور صبر آدھا ایمان ہے۔ رواہ البیرانی) اور عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ بندہ تقویٰ کی اصل حقیقت یعنی کہنہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ جوبات دل میں ھکلتی ہو اسے بالکل چھوڑنہ دے۔ اور مجہدؓ نے آیت کریمہ (« شرع لكم من الدين ») الحج کی تفسیر میں فرمایا کہ (اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ ٹھرا ریا جو حضرت نوحؐ کے لیے ٹھرا ریا تھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جم۰! ہم نے تم کو اور نوحؐ کو ایک ہی دین کے لئے وصیت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آیت کریمہ (« شرعة و منهاجاً ») کے متعلق فرمایا کہ اس سے سبیل سیدھا راستہ اور سنت (نیک طریقہ) مراد ہے۔ اور سورہ فرقان کی آیت میں لفظ دعاء کم کے بارے میں فرمایا کہ ایمان کم اس سے تمہارا ایمان مراد ہے۔

**لَشْيَخ** حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع صحیح کو وہی اور اس کی تفصیل اور اس کی عقائد و صداقت کے ساتھ شروع فرمایا جس کے بعد ضروری تھا کہ دین و شریعت کی اولین بنیاد پر روشنی ڈالی جائے جس کا نام شریع اصطلاح میں ”ایمان“ ہے۔ جو خدا اور پرستے کے درمیان ایک ایسی کڑی ہے کہ اس کو دین کا اولین درجہ اور آخری درجہ دیا جاسکتا ہے۔ ایمان ہی دارین میں کامیابی کی کنجی ہے۔ حقیقی عزت و رفت اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

صاحب مکملہ نے بھی اپنی کتاب کو کتاب الایمان ہی سے شروع فرمایا ہے۔ اس پر حضرت مولانا شیخ الحدیث مبارکبوری مدحہ فرماتے ہیں۔ ” وقدمہ لانہ افضل الامور علی الاطلاق واشرفاہ ولانہ اول واجب علی المكلف ولانہ شرط لصحۃ العبادات المتقدمة علی المعاملات۔ یعنی ”ذکر ایمان کو اس لئے مقدم کیا کہ ایمان جملہ امور پر مطلقاً افضلیت کا درجہ رکھتا ہے اور ہر مکلف پر یہ پہلا واجب ہے اور عبادات کی صحت اور قبولیت کے لیے ایمان بنزدہ شرط اول کے ہے۔ ”

اس لیے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی باب بدء الوی کے بعد کتاب الایمان سے اپنی جامع صحیح کا افتتاح کیا ہے۔ فتح البری میں ہے۔ ولم

وَقَالَ أَبْنُ مَسْعُودٍ: الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ  
وَقَالَ أَبْنُ عُمَرَ: لَا يَنْلِعُ الْفَقِيدُ حَقِيقَة  
الْقَوْى حَتَّى يَدْعَ مَا حَالَ لَهُ الصَّدْرُ.  
وَقَالَ مُجَاهِدًا: ﴿ شَرَعْ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ  
مَا وَصَّا بِهِ نُونَخَا أُونِحِينَاكَ .﴾ يَا مُحَمَّدُ  
وَإِيَّاهُ دِينَاهُ وَاحِدًا.  
وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: ﴿ شِرْعَةٌ وَمِنْهَا جَاهٌ  
سَيِّلًا وَسُنَّةٌ .﴾

بسنف المصنف بدء الوحی بكتاب الایمان لان المقدمة لا تستفتح بما يستفتح به غيرها لا نهاد تطوري على ما يتعلّق بما بعدها فقط ”ایمان“ امن سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی سکون اور ایمان کے ہیں۔ امن لغوی جیشیت سے اس کو کہا جائے گا کہ لوگ اپنی جانوں اور مالوں اور عزت آبرو کے بارے میں سکون اور اطمینان و امن حسوس کریں جیسا کہ حدیث نبوی ہے المون من امنه الناس على دماء هم و اموالهم مومن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں رہیں۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے بھی ہیں جیسا کہ سورہ یوسف میں حضرت یعقوب عليه السلام کے بیٹوں کے ذکر میں وارد ہوا ہے۔ (وَمَا انت بعومن لنا ولو كما صدقين) (یوسف : ۷۶) یعنی اے بنا جان! ہم جو کچھ بھی (بن یا مین) کے بارے میں عرض کر رہے ہیں آپ (اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر) اس کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اگرچہ ہم کتنے ہی پچے کیوں نہ ہوں۔ یہاں ایمان تصدیق کے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کسی کی بات پر ایمان لانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنی مکنیب کی طرف سے مطمئن کر دیتے ہیں اور اس کی امانت و دیانت پر پورا اعتماد ثابت کر دیتے ہیں۔

علامہ ابن حجر العسقلانی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔ والا ایمان لغة التصديق و شرعاً تصدق الرسول بما جاء به عن ربه وهذا المقدر متفق عليه یعنی ایمان لغت مطلق تصدیق کا نام ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہیں کہ رسول کشم علیہ السلام جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے اصول و احکام دار کان دین لے کر آئے ان سب کی تصدیق کرنا سب کی سچائی دل میں بھانا۔ یہاں تک ایمان کے لغوی معنی و شرعی معنی پر سب کا اتفاق ہے۔ تفصیلات میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کی تفصیل مشہور مؤرخ اسلام محمد ابو زہرہ پروفیسر لاء کالج فواد یونیورسٹی مصر کے لفظوں میں یہ ہے جس کا اردو ترجمہ ”سیرت امام احمد بن حبل“ سے درج ذیل ہے۔

ایمان کی حقیقت ایسا مسئلہ ہے جو اپنے اندر متعدد اختلافی پہلو رکھتا ہے اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ اس نے متعدد فرقے پیدا کر دیے، جبکہ کاخیال ہے کہ ایمان معرفت کا نام ہے، اگرچہ وہ عمل سے ہم آنکھ نہ ہو۔ انسوں نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ معرفت کے ساتھ اذعان بھی واجب ہے۔ مفترض کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہیں۔ ان کے نزدیک جو شخص کیا کہ کار تکاب کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا اگرچہ وحدانیت خداوندی پر عقیدہ رکھتا ہو اور محمد علیہ السلام کو خدا کا رسول مانتا ہو۔ لیکن وہ کافر بھی نہیں ہونگے یعنی نہ پورا مومن نہ پورا کافر بلکہ ان دونوں کے میں میں۔ خوارج کا خیال ہے کہ گناہ کیہرہ کا ارتکاب کرنے والا مومن نہیں رہتا کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ عمل ایمان کا جزو ہے۔ ضروری تھا کہ محمد بن عاصی اور فتحاء اپنے اپنے انداز میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے اور ظاہر ہے ان کی روشنی کی ہو سکتی تھی کہ وہ عقل مجرور پر اعتماد کرنے کی بجائے کتاب و سنت پر بھروسکریں، پھر اس بارے میں ان کی آراء باہم ایک دوسرے سے گو نیا وہ بعید نہیں ہیں تاہم کسی نہ کسی حد تک مختلف ضرور ہیں۔ امام ابو حیفہؓ کے نزدیک ایمان غیر متزلزل اعتقد کا نام ہے۔ امام ابو حیفہؓ کے نزدیک اس اعتقد کی علامت صرف یہ ہے کہ آدمی خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اقرار کرے۔ امام ابو حیفہ کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک ایمان ایک اپنی مجرور حقیقت کا نام ہے جو بجائے خود کامل ہوتی ہے اور کسی زیادتی قول نہیں کرتی۔ حضرت ابو بکرؓ کا ایمان بھی ویسا ہی ہے جیسا تمام مسلمانوں کا۔ حضرت ابو بکرؓ جو فضیلت حاصل ہے وہ عمل کی بنا پر ہے (نہ کہ ایمان کی بنا پر) اور اس بنا پر کہ آنحضرت علیہ السلام نے آپ کو مجملہ دس لوگوں کے جنت کی بشارت دی تھی۔ اب اس کے بعد مسلمانوں کے اقدار کا بھی تفاوت صرف عمل اور تحلیل حکم اللہ اور احتساب نواہی کی بنا پر رہ گیا۔

امام مالکؓ کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق و اذعان کا لیکن ان کے نزدیک ایمان میں زیادتی ممکن ہے اس لئے کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایمان بروحتا ہے۔ جس طرح امام مالکؓ کے نزدیک ایمان میں اضافہ ہو سکتا ہے، اسی طرح کبھی وہ اس کی کسی کی صراحت بھی کر دیتے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی صراحت سے وہ رک گئے کیونکہ انہوں نے اس کا انعام فرمایا ہے کہ ایمان نام ہے قول و عمل کا وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ حافظ ابن الجوزی کی کتاب المناقب میں وارد ہوا ہے

کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے، ایمان نام ہے قول و عمل کا، وہ گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے۔ نیکو کاری تمام تر ایمان ہی ہے اور معاصی سے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ نیز وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، اہل السنۃ والجماعۃ مومن کی صفت یہ ہے کہ اس امر کی شہادت دے کے خدا کے سوا کوئی معبدو نہیں ہے، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ نیز یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نیز دوسرے انبیاء و رسول جو کچھ لائے ہیں ان کا اقرار کرے۔ اور جو کچھ اس کی زبان سے ظاہر ہو وہ اس کے قلب سے ہم آہنگ ہو۔ پس ایسے آدمی کے ایمان میں کوئی شک نہیں (حیات امام احمد بن حبیل، ص: ۲۲۷، ۲۳۶)

**مسلمک محمد شین و جمہور ائمہ اہل السنۃ والجماعۃ:** ایمان کے بارے میں جمہور ائمہ اہل سنۃ و جملہ محمد شین کرام سب کا مسلمک یہی ہے جسے علامہ نے حضرت امام احمد بن حبیل سے نقل فرمایا ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی ایمان مدل طور اسی کو بیان فرمایا ہے۔ امام ابن عبد البر "تمہید" میں فرماتے ہیں:

اجمع اهل الفقہ والحدیث علی ان الایمان قول و عمل و لا عمل الا بنتیہ قال والایمان عندهم یزید بالطاعة و ینقص بالمعاصی والطاعات كلها عندهم ایمان الاماڈ کر عن ابی حنیفة واصحابہ فانهم ذہبوا الى ان الطاعات الاسمی ایمانا قالوا انما الایمان تصدقی والاقرار ومنهم من زاد المعرفة وذکر ما احتججا به الى ان قال واما سائر الفقهاء من اکمل الرای والالثار بالحجاج والعراق والشام ومصر منهم مالک بن انس واللیث بن سعد وسفیان الثوری والاوزاعی والشافعی واحمد بن حبیل واسحق بن راهویہ وابو عبید القاسم بن سلام وداؤد بن علی و من سلک سبیلہم قالوا الایمان قول و عمل قول باللسان و هو الاقarro و اعتقاد بالقلب و عمل بالجوارح مع الاخلاص بالیة الصادقة وقالوا اکل مایطاع الله به من فریضة ونافلة فهو من الایمان قالوا والایمان یزید بالطاعات و ینقص بالمعاصی --- و هذا مذهب الجماعة من اهل الحديث والحمد لله

علامہ ابن عبد البر کی اس جامع تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل فتنہ اور اہل حدیث سب کا اجماع ہے کہ ایمان قول اور عمل پر مشتمل ہے اور عمل کا اعتبار نیت پر ہے۔ ایمان نیکیوں سے بڑھتا ہے اور گناہوں سے گھٹتا ہے اور نیکیاں جس قدر بھی ہیں وہ سب ایمان ہیں، ہاں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ طاعات کا نام ایمان نہیں رکھا جاسکتا، ایمان صرف تقدیق اور اقرار کا نام ہے بعض نے معرفت کو بھی زیادہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ جملہ فقہائے اہل الرائے و اہل حدیث مجازی، عراقی و شامی و مصری ہیں۔ سب یہی کہتے ہیں، (جن میں سے کچھ بزرگوں کے اسائے گرائی علامہ نے یہاں نقل بھی فرمائے ہیں) کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل میں اعتقاد رکھنا اور جوارح سے نیت صادقة کے ساتھ عمل کرنا ہے اور عبادات و طاعات فرض ہوں یا نفل سب ایمان ہیں۔ اور ایمان نیکیوں سے بڑھتا اور برائیوں سے گھٹتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی یہی مسلم ہے والحمد للہ۔ سلف امت سے اس قسم کی تصريحات اس قدر منقول ہیں کہ ان سب کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔ یہاں مزید طوالت کی گنجائش نہیں۔ وفیہ کفایہ لعن له درایہ

**فرقہ مرجیہ:** ایمان کے متعلق جملہ محمد شین کرام و ائمہ مثلاً اہل السنۃ والجماعۃ سے اگرچہ فرقہ خوارج اور معتزلہ نے کافی اختلافات کے ہیں۔ مگر سب سے بدترین اختلاف وہ ہے جو فرقہ مرجیہ نے کیا۔

صاحب ایضاخ البخاری لکھتے ہیں ”بیپیٹ ماننے والوں کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ایمان کی حقیقت صرف تقدیق ہے۔ اعمال اور اقرار ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں۔ امام عظیم اور فقہاء علیہم الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایمان صرف تقدیق کا نام ہے۔ لیکن اعمال ایمان کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اور مرجیہ کہتے ہیں کہ اعمال بالکل غیر ضروری ہیں۔ ایمان لانے کے بعد نماز ادا کرنا اور کھانا کھانا دونوں برابر ہیں۔ بیپیٹ ماننے والوں میں دوسری جماعت مرجیہ اور کرامیہ کی ہے۔ جو صرف اقرار کو ایمان کی حقیقت بتاتے ہیں۔ تصدیق اور اعمال اس کا جزو نہیں۔ صرف یہ شرط کہ اقرار لسانی کے ساتھ دل میں انکار نہ ہونا چاہئے۔ (ایضاخ البخاری، ج ۲، ص: ۱۰۰)

اس لیے اسلاف امت نے فرقہ مرجیہ کے خلاف بڑے ہی سخت بیانات دیئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نجعی فرماتے ہیں المرجیہ انحصار علی هذه الامة من الخوارج۔ یعنی امت کے لئے مرجیہ کا فتنہ فتنہ خوارج سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں ما ابتداع فی الاسلام بدعة اضر على اهله من الارجاء يعني اسلام میں فتنہ ارجاء سے بڑھ کر نقصان رسال اور کوئی بدعت پیدا نہیں ہوئی۔ یعنی ابن ابی کثیر اور قاتوہ فرماتے ہیں لبس شینی من الاہواء اشد عندہم علی الامة من الارجاء یعنی مرجیہ سے بڑھ کر خواہش پرستی کا اور کوئی فتنہ جو انتہائی خطرناک ہو اامت میں پیدا نہیں ہوا۔ قاضی شریک نے کامابے المرجیۃ اختیف قوم حسبک بالرافقۃ ولكن المرجیۃ یکذبون علی الله یعنی فرقہ مرجیہ بہت ہی گندی قوم ہے جو روا فرض سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جو خدا پر جھوٹ باندھنے میں ذرا بھی باک نہیں محسوس کرتے۔ امام سفیان ثوری، امام وکیع، امام احمد بن حبیل، امام قاتوہ، امام یوب سختیانی اور بھی بہت سے ائمہ اہل سنت حجم اللہ اعظمین نے ایسی ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

مرجیہ میں جو بہت ہی غال قسم کے لوگ ہیں ان کا کہنا یہاں تک ہے کہ جس طرح حالت کفر میں کوئی نیکی نفع بخش نہیں اسی طرح حالت ایمان میں کوئی بھی گناہ مضر نہیں اور یہ بدترین قول ہے جو اسلام میں کما گیا ہے۔ (لوامع انوار البیہی)

ایمان کے بسیط اور مرکب کی بحث میں علامہ سندھی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قاتل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ والسلف كانوا يتبعون الواردو لا يلتفتون الى نحو تلک المباحث الكلامية استخراجها المتاخرون يعني سلف صالحین صرف ان آیات و احادیث کی اتباع کو کافی جانتے تھے جو ایمان سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ ان مباحث کلامیہ کی طرف قفعی التفات نہیں کرتے تھے جن کو متاخرین نے ایجاد کیا ہے۔

ایمان بہر حال تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بدفنی ہر سے مرکب ہے اور یہ تینوں باہمی طور پر اس قدر لازم و ملزوم ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی اگر الگ کر دیا جائے تو ایمان حقیقی جس سے عند اللہ نجات ملنے والی ہے وہ باقی نہیں رہ جاتا۔

**حضرت العلامہ مولانا شیخ الحدیث صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ: حضرت العلامہ مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ نے "ایمان" سے متعلق ایک بہترین جامع تصریف فرمایا ہے، جو جستہ درج ذیل ہے۔**

فرماتے ہیں: وانما عنون به مع ذکرہ الاسلام ایضا لا نہما بمعنی واحد فی الشرع یعنی کتاب الایمان کے عنوان کے تحت اسلام کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام شریعت میں ایک ہی سمنے رکھتے ہیں۔ اختلافا فیہ علی القوال کے تحت حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ فقال الحنفیۃ الایمان ہو مجرد تصدیق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فيما علم مجیئہ به بالضرورة تفصیلا فی الامور التفصیلیۃ و اجمالا فی الامور الاجمالیۃ تصدیقا جازما ولو بغیر دلیل فالایمان بسیط عندہم غیر مرکب لا یقبل الزیادة والنقصان من حيث الکمية ارجع یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تصدیق مجرد کا نام ایمان ہے۔ تفصیل امور میں تفصیلی طور پر اور اجمالی امور میں اجمالی طور پر جو کچھ آپ احکام ضروری یہ لے کر تشریف لائے سب کی تھے دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے۔ احکاف کے نزدیک ایمان مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے اور وہ کیت کے اعتبار سے زیادتی اور کی کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں فرقہ مرجیہ ضالہ کی زد سے بچنے کے لیے وہ بھی اہل سنت و جملہ حدیثین کی طرح اعمال کو مکمل ایمان کی شرط قرار دیتے اور کمال ایمان کے لیے ضروری اجزا تعلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اور دیگر اہل سنت کے درمیان اس بارے میں صرف نزاع لفظی ہے۔ (رسالہ ایمان و عمل مولانا حسین احمد مدینی ص: ۲۲۳)

**حضرت شیخ الحدیث آگے مرجیہ سے متعلق فرماتے ہیں و قال المرجیۃ هو اعتقاد فقط والاقرار باللسان لیس برکن فیہ ولا شرط لجعلوا العمل خارجا من حقيقة الایمان کا الحنفیۃ و انکروا اجزئیته الا ان الحنفیۃ اهتموا به و حرضوا عليه و جعلوه سببا ساریا فی نماء**

الایمان واما المرجیة فھدروه و قالوا الحاجة الى العمل ومدارا النجاة هو التصديق فقط فلا يضر المعصية عندهم مع التصديق اور فرق خالہ مرجبیہ نے کہا کہ ایمان فقط اعتقاد کا نام ہے۔ اس کے لیے زبانی اقرار نہ رکن ہے نہ شرط ہے۔ حنفی نے بھی عمل کو حقیقت ایمان سے خارج کیا ہے اور اس کی جزویت کا انکار کیا ہے۔ مگر حنفی نے عمل کی اہمیت کو مانا ہے اور اس کے لیے رغبت دلائی اور ایمان کے نشوونما میں عمل کو ایک مؤثر سبب تسلیم کیا ہے۔ مرجبیہ نے عمل کو بالکل باطل قرار دیا اور کہا کہ عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نجات کا دار و مدار فقط تصدیق ہے جس کے بعد کوئی بھی گناہ مضر نہیں ہے۔ (غالباً حضرت مولانا مدنی صاحب مرحوم کے حوالہ مذکور کا بھی یہی مٹھا ہے) آگے کرامیہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ وقال الكرامیۃ هو نطق فقط فالاقرار باللسان يکفى للنجاة عندهم سواء وجد التصدق ام لا يعني مرجبیہ کے خلاف کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے جو نجات کے لئے کافی ہے۔ تصدیق کی جائے یا نہ۔

آگے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں: وقال السلف من ائمۃ الالانۃ مالک والشافعی واحمد وغيرهم من اصحاب الحديث هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان فالایمان عندهم مركب ذواجزاء والاعمال داخلة في حقيقة الایمان ومن ههنا نشالهم القول بالزيادة والنقصان بحسب الكمية اخ.

یعنی سلف امت ائمۃ الالانۃ مالک وشافعی واحمد بن حبیل اور دیگر اصحاب الحدیث کے نزدیک ایمان دل کے اعتقاد اور زبان کے اقرار اور ارکان کے عمل کا نام ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک ایمان مرکب ہے جس کے لئے مذکورہ اجزاء ضروری ہیں اور اعمال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اس دعوئی پر ان کے بیان بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی دلیل ہیں۔ جن کو امام بخاریؓ نے اپنی جامع میں اور علامہ ابن تیمیہؓ نے کتاب الایمان میں بیان فرمایا ہے اور مذہب حقیکی ہے۔ (مرعاۃ، جلد اول، ص: ۲۳۶)

اس تفصیل کی روشنی میں حضرت علامہ مبارکپوری دامت برکاتہم آگے فرماتے ہیں۔ وقد طہر من هذا ان الاختلاف بين الحنفیة واصحاب الحديث اختلاف معنوی حقیقی لا لفظیہ کما توهم بعض الحنفیة (مرعاۃ) یعنی ایمان کے بارے میں حنفیہ اور البحدیریہ کا اختلاف معنوی حقیقی ہے لفظی نہیں ہے جیسا کہ بعض حنفیہ کو ہم ہوا ہے۔

معزلہ کے نزدیک ایمان عمل اور قول و اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ ان کے نزدیک کبائر کا مرتكب نہ کافر ہے نہ مومن بلکہ کفر و ایمان کے درمیان ایک درجہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کبائر کا مرتكب بلا توبہ مرے گا تو وہ مخلد فی النار یعنی بیشه کے لئے دوزخی ہو گا۔ ان کے برخلاف خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ و صغیرہ ہر دو گناہوں کا مرتكب کافر ہو جاتا ہے۔ کفر اور ایمان کے درمیان اور کوئی درجہ نہیں ہے۔ یہ دونوں فرقے گراہ ہیں۔ ان کے برخلاف اہل سنت ایمان کو جمل اجزاء ملائیش سے مرکب اور قتل زیادت و نقصان مانتے ہیں وہاں ان کے نزدیک اعمال کو کمال ایمان کے لئے شرط بھی قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک مرتكب کبائر و تارک فرائض کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہوں گے (فتح الباری وغیرہ)

متاسب ہو گا کہ اپنے محترم قارئین کرام کی مزید تفصیل کے لیے ہم ایمان سے متعلق ایک مختصر خاکہ اور پیش کر دیں۔

(۱) ایمان بسیط ہے صرف دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا جس کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کوئی نیکی مغایر نہیں ہے۔ (مرجبیہ)

(۲) ایمان فقط زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو۔ زبانی اقرار نجات کے لیے کافی ہے۔ (کرامیہ)

(۳) ایمان بسیط ہے اور وہ صرف تصدیق کا نام ہے۔ اعمال اس میں داخل نہیں ہیں نہ وہ گھشتا ہے نہ بودھتا ہے۔ ہاں اعمال ایمان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ (حنفیہ) (دیکھو الیضاخ البخاری، ص: ۱۳۲)

(۴) ایمان اعتقاد اور عمل کا ایسا مجموعہ ہے جس کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت میں گناہ کبیرہ کا مرٹکب اگر بلا قوبہ مرتے گا تو وہ یہیش کے لیے دوزخی ہے۔ گویا اللہ پر مطیع کا ثواب اور عاصی کا عذاب واجب ہے۔ (معتلہ)

(۵) ایمان اعتقاد و عمل دونوں کا مجموعہ ہے جس کے بعد صرف کفر ہی کا درجہ ہے۔ لذات کبیرہ و صغیرہ ہر دو قسم کے گناہوں کا مرٹکب جو توہہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ (خوارج)

(۶) ایمان قول و فعل کا ایک مجموعہ ہے جس کے لئے تصدیق قلبی اور اقرار لسانی و عمل بالارکان ضروری ہے اور وہ ان اجزاء کے ملاш سے مرکب ہے۔ وہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرٹکب بشرط صحت ایمان اللہ چاہے تو اسے بخش دے یا دوزخ میں سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کر دے۔ پس مرٹکب کبائر کافر مطلق اور محروم الایمان نہ ہو گا۔ (اہل سنت والجماعت) اور یہی مذهب حق اور صائب ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ والسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان وارادوا بذلك ان الاعمال شرط في كماله ومن هنا نشا لهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي. والمرجنة قالوا هو اعتقاد ونطق فقط والكرامة قالوا هو نطق فقط والمعترلة قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطا في صحته والسلف جعلوها شرطا في كماله الخ (فتح الباری) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

**ایک لطیف مکالمہ:** ہمارے محترم مولانا الفاضل المنظر مولوی عبدالملیک بنظر صاحب بستوی نے شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے استاد جبائی معترلی کا وہ لطیف مکالمہ ”عقائد اسلام“ میں درج فرمایا ہے۔ یہ ایک لطیف مکالمہ ہی کما جا سکتا ہے۔ (یہ مکالمہ بستی کتب عقائد میں مذکور ہے) جس کا خلاصہ یہ کہ ایک دن شیخ ابوالحسن اشعریؒ نے جبائی سے پوچھا کہ آپ ان تین بھائیوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جن میں سے ایک مطیع تابعدار مرد۔ دوسرا عاصی نافرمان اور تیرا بچپن ہی میں مر گیا۔ جبائی نے جواب کا کپڑا غرض جنت میں دوسرا دوزخ میں اور تیرا دونوں سے الگ۔ نہ جنت میں نہ دوزخ میں۔ اس پر ابوالحسن نے پوچھا کہ اگر تیرا شخص اللہ سے عرض کرے کہ مجھے کیوں نہ زندگی عطا ہوئی کہ بڑا ہو کرئی کرتا اور جنت پاتا۔ تو اللہ کیا جواب دے گا۔ جبائی صاحب نے کہا کہ اللہ فرمائے گا میں جانتا تھا تو بڑا ہو گا تو نافرمانی کر کے جنم میں داخل ہو گا۔ لذات تیرے لئے بچپن ہی میں مر جانا بہتر تھا۔ ابوالحسن اشعریؒ نے کہا اگر دوسرا عرض کرے کہ میرے رب تو نے مجھ کو کیوں نہ بچپن ہی میں موت دی کہ میں تیری نافرمانیوں سے فتح کر دوزخ سے نجات پاتا۔ تو آپ کے مذهب کے مطابق اللہ پاک کی طرف سے اس کو کیا جواب ملے گا؟

اس سوال کے بعد ابو علی جبائیؒ (معتلہ) لا جواب ہو گیا اور ابوالحسن اشعریؒ نے اپنے استاد جبائی کا مذهب ترک کر کے معترلہ کی تردید اور ظاہر سنت کی تائید اور اثبات میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ کیا خوب کہا گیا ہے۔

ماتریدی و اشعری ہم خوب لیک طور سلف بود مرغوب  
چیست دانی عقائد ایشان انتخاب فوائد ایشان  
پائے برپائے مصطفیٰ رفتہ بر خوش نے ز پا رفتہ  
پشت پا بروزون بغیر جیل بر قیاسات و ایں ہم تاویل

نسال الله النجاة يوم المعاذ و ان يطهر قلوبنا عن قبائح الاعتقاد و يستغفر الله لنا ولكافة المسلمين من اهل الحديث والقرآن و اصحاب التوحيد والایمان۔ آمين

چونکہ مذکورہ بالتفصیلات میں کئی جگہ ایمان کے مطلق ”حفیہ“ کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ اس سلسلے کی کچھ تفصیلات

ہم موجودہ اکابر علمائے احتجاف ہی سے نقل کر دیں۔ جس سے ناظرین کو مسلک محمد بن کرام اور موجودہ اکابر علمائے احتجاف کے خیالات کے سمجھنے میں کافی مدد مل سکے گی۔

دیوبند سے بخاری شریف کا ایک ترجمہ مد شرح ایضاخ البخاری کے نام سے بھی شائع ہو رہا ہے۔ جو حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحجۃ وارالعلوم دیوبند صدر جمعیت علمائے ہند کے افادات پر مشتمل ہیں ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ مستند بیان اور نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ ذیل تفصیلات ہم لفظ بلطف اسی ایضاخ البخاری سے نقل کر رہے ہیں۔

ایمان میں کمی زیادتی کا بیان: امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جس انداز سے مسئلہ شروع فرمایا ہے، اس کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایمان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اعتقاد قلبی، قول لسانی، افعال جوارح۔ کیونکہ جملہ وہ قول و فعل میں قول و فعل دونوں میں تعمیم ہو سکتی ہے۔ یا تو قول کو قول لسانی اور قول قلبی دونوں پر عام کر دیا جانے۔ مگر عرف عام میں قول کا لفظ صرف قول لسانی ہی پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کو بابیں معنی قول قلبی پر بھی عام کیا جا سکتا ہے کہ دل میں تصدیق کا پیدا ہوا ہو جانا ایمان نہیں ہے بلکہ پیدا کرنا ایمان ہے اور جب قول دل اور زبان دونوں پر عام ہو گیا تو فعل سے مراد فعل جوارح ہو ہی جائے گا۔ ورنہ اگر قول کو صرف قول لسانی پر محدود کر دیا جائے تو لفظ فعل میں تعمیم کر دی جائے گی جو فعل قلبی اور فعل جوارح پر عام ہو جائے گا۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ تصدیق و اعتقاد کا مسئلہ تواہ فن کے نزدیک مسلم تھا۔ اختلاف صرف زبان اور جوارح کے سلسلہ میں تھا۔ اس لئے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اوہ ہر یہ تو جب مبذول فرمائی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایمان میں تین چیزوں داخل ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایمان میں کمی زیادتی ممکن ہو گی۔ یہ کمی بیشی بظاہر امام بخاری علیہ الرحمہ کی قائم کردہ ترتیب کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجزا کے اعتبار سے ہے۔ یعنی چونکہ ایمان ایک ذی اجزاء چیز ہے اور تین چیزوں سے مرکب ہے۔ اس لئے ضروری کمی زیادتی کی قابلیت ہوئی چاہئے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مطابق سلف کا بھی مذہب یہی ہے۔ کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جملہ اساتذہ سے یزید و ینقصہ ہی نقل کیا ہے اور اگر اس سلسلہ میں کچھ اختلاف نظر آتا ہے تو وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ صرف امام ہی کی طرف لا یزید و لا ینقص کی نسبت کی گئی ہے۔ اور جبور یزید و ینقص کے قائل ہیں گویا امام بساطت ایمان کے قائل ہیں اور جبور ترکیب کے۔ اس لئے پر ظاہر تردید امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان قائلین تردید نے اس پر غور نہیں کیا کہ امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کا لا یزید و لا ینقص جبور کے یزید و ینقص سے معارض ہی ہے یا نہیں۔ اگر یہ حضرات اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کو ہدف بنانے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہوتا ہی ایسا آیا ہے۔

اس لئے اصل تو یہ ہے کہ امام حنفیہ رضی اللہ عنہ سے لا یزید و لا ینقص کا ثبوت ہی دشوار ہے۔ کیونکہ جن تصانیف پر اعتماد کر کے اس قول کی نسبت امام رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے۔ تحقیق کی روشنی میں امام علیہ الرحمہ کی جانب غلط ہے۔ مثلاً فقة اکابر امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن حق ہے کہ یہ امام کے تلمذ ابو مطیع البُلْجِی کی تصنیف ہے۔ جو فقہاء کے نظر میں بلند مرتبت سی مگر محمد بن شین کی نگاہ میں کمزور ہیں۔ اسی طرح العالم والمتعلم، الوصیة اور وسیطین امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ امام رضی اللہ عنہ کی نسبت کی صحت میں کلام ہے۔ اور حضرت علامہ شمسیری رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق امام حنفیہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کا رخ ہی یہ نہیں ہے کہ جس کو امام بخاری رضی اللہ عنہ سے سمجھ رہے ہیں۔ نیز ابراءیم بن یوسف تلمذ امام ابو یوسف<sup>ؓ</sup> اور احمد بن عمران کا قول طبقات الحنفیہ میں موجود ہے کہ وہ ایمان کی کمی بیشی کے قائل ہتھے۔ اخ (ایضاخ البخاری، ص: ۷۲ و ص: ۱۳۸)

آگے اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ بالفرض لا یزید و لا ینقص امام علیہ الرحمہ ہی کا قول مان لیا جائے تو اس کی صحیح توجیہ کیا ہے۔ اس تفصیل سے چند امور روشنی میں آجائے ہیں۔

- (۱) ایمان کی کمی و بیشی کے متعلق یزید و ینقص عی کا نظریہ جسور کا نظریہ ہے اور یہی صحیح ہے۔
- (۲) حضرت امام ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ کی بابت لا یزید و لا ینقص بن کتابوں میں نقل ہے وہ تابیں امام صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور ان کو حضرت امام کی طرف منسوب کرنا ہی غلط ہے۔ جیسا فقہ اکبر وغیرہ۔

(۳) امام ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ بھی ایمان میں کمی و بیشی کے قائل تھے۔ فہم الوفاق و جبذا الاتفاق

اس تفصیل کے بعد مسلم ک محمد شین کی تخلیط میں اگر کوئی صاحب لب کشائی کرتے ہیں تو یہ خود ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جسور سلف اور خود امام ابو حنفیہ علیہ الرحمۃ کے متعلق صحیح موقف یہی ہے جو تفصیل بالا میں پیش کیا گیا۔ اللہ پاک سب مسلمانوں کو مسلم حق محمد شین کرام پر زندہ رکھے اور اس پر موت نصیب کرے اور اس پر حشر فرمائے تاکہ قیامت کے دن شفاعت نبوی سے حصہ و افراد نصیب ہو آئیں یا رب العالمین۔

**مقصد ترجمہ:** حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الایمان کو آنحضرت ﷺ کی حدیث بنی الاسلام علی خمس سے شروع فرمایا۔ جس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام عمل جواہر کا۔ مگر بطور علوم خصوص مطلق حقیقت میں دونوں ایک ہیں اور نجات اخروی کے لیے باہمی طور پر لازم طریق ہیں۔ اسی لیے آپ نے دوسرا جملہ ایمان کے لیے یہ استعمال فرمایا وہ قول و فعل یعنی وہ قول (زبان سے اقرار) اور فعل (یعنی اعمال صالح) ہے۔ تیرا جملہ فرمایا و یزید و ینقص یعنی وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہو جاتا ہے۔ ان تینوں جملوں میں ہر پہلا جملہ دوسرے کے لئے بہترہ علت یا ہر دوسرا جملہ پہلے کے لیے بہترہ نتیجہ کے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے جسے دوسرے لفظوں میں اسلام کہتا چاہئے اور اس میں کمی و زیادتی کی ملاحتی ہے۔

کتاب الایمان والاسلام میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؓ فرماتے ہیں الایمان والاسلام احادیثاً مرتبطة بالآخر فهمَا كثني واحد لا ایمان لمن لا اسلام له ولا اسلام لمن لا ایمان له اذ لا يخلو المسلم من ایمان به بصحب اسلامه ولا يخلو المون من اسلام به بحق ایمانه یعنی ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں اور وہ ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔ کیونکہ جو اسلام کا پابند نہیں اس کا ایمان کا دعویٰ غلط ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں اس کا اسلام غلط ہے۔ مسلمان جو حقیقی معتقدوں میں مسلمان ہو گا وہ بھی بھی ایمان سے خالی نہیں ہو سکتا اور مومن جو حقیقی مومن ہو گا، اس کو اسلام کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ اسی سے اس کا ایمان متفق ہو گا۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مقاصد کو بایں طور تھیں کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ایمان و اسلام آپس میں مربوط ہیں۔

(۲) ایمان میں قول و فعل داخل ہیں۔

(۳) ایمان میں کمی و زیادتی ہو سکتی ہے۔

امام برزن نے جو کچھ فرمایا ہے یہی جملہ سلف امت کا مسلک ہے۔ صحابہ و تابیعین و تبع تابیعین و جملہ ایمان اسلام سب ان پر بالاتفاق عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں مرجیہ و کرامیہ و جہیہ و مفترضہ و خارج و روانہ فرض کو ان سے اختلاف ضرور ہے اور ان عی کی تردید حضرت امام رضی اللہ عنہ کا مقصد ہے۔

ضرورت تھی کہ اپنے دعاویٰ کو پہلے کتب اللہ الحمد سے ثابت کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس مقام پر قرآن شریف سے استدلال کے لئے آیات ذیل کو نقل فرمایا ہے۔ بن میں ایمان کو ہدایت و دعا وغیرہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس کے بڑھنے اور زیادہ ہونے کا صراحتا ذکر موجود ہے۔

(۱) ﴿ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ الشِّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيُزَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُزُ الدُّنْوَنَ وَالْأَذْضَنَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْنَا

حکینشا ) (الحق : ۳)

وَاللَّهُ هُنَّ تَحْمِلُونَ كہ ایمان والوں کے دلوں میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) تکمیں نازل فرمائی۔ تاکہ وہ اپنے سابقہ ایمان میں اور زیادتی حاصل کر لیں۔ اور زمین و آسمانوں کے سارے لکھر خدا گی کے قبضے میں ہیں اور وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“ اس آیت میں واضح طور پر ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

(۲) ﴿تَعْنُنْ نَفْشُ عَلَيْكَ تَبَاهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِيْنَهُ أَمْتَهَا رِبَرْتَهُمْ وَزَدَهُمْ هَذِهِ﴾ (الکوثر : ۱۳)

”اصحاب کوفہ کی ہم صحیح صحیح خبریں آپ کو سناتے ہیں بلاشک وہ چند نوجوان تھے۔ جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے ہم نے ان کو ہدایت میں زیادتی عطا فرمائی۔“

یہ آیت کریمہ بھی صاف بتاری ہے کہ ایمان و ہدایت میں بغفل اللہ تعالیٰ زیادتی ہوا کرتی ہے۔

(۳) ﴿وَزَيَّنَ اللَّهُ الْجِنَّةَ اهْتَدَوْا هَذِهِ وَالْبَيْنَتُ الصَّلِيلُخَيْرٌ عَذَنْ رِبَكَ تَوَابَا وَخَيْرٌ مُرَدًا﴾ (مریم : ۶۷)

”جو لوگ ہدایت پر ہیں خدا ان کو ہدایت میں اور زیادتی عطا کرتا ہے اور نیک اعمال (بعد موت) پیچھے رہنے والے ہیں۔ تمہارے رب کے نزدیک ثواب اور انعام کے لحاظ سے وہی اچھے ہیں۔“

یہاں بھی ہدایت میں زیادتی کا ذکر ہے۔ جس سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔

(۴) ﴿وَالْجِنَّةَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هَذِهِ وَإِنَّهُمْ تَفَوَّهُمْ﴾ (محمد : ۷)

اور جو لوگ ہدایت یا بہی خدا ان کو ہدایت اور زیادتی دیتا ہے اور ان کو تقویٰ پر ہیز گاری کی تو یہی بھتھا ہے۔

اس آیت شریفہ میں بھی ہدایت (ایمان) کی زیادتی کا ذکر ہے۔ اور یہی مقصود ہے کہ ایمان کی زیادتی ہوتی ہے۔

(۵) ﴿وَمَا جَعَلْنَا أَضَحْبَ الظَّارِ إِلَّا مُلْكَةً وَمَا جَعَلْنَا عَدَّهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيُشْتَقِّنَ الْأَيُّنَ أُولُو الْكِبَرُ وَزَيْدَادُ الْجِنَّةِ اهْتَدَوْا إِيمَانًا إِلَيْهِ﴾ (المدثر : ۳۱)

”ہم نے دوزخ کے محافظ فرشتے ہی ہنائے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی اتنی مقرر کی ہے کہ وہ کافروں کے لیے فتنہ ہو اور اہل کتاب اس پر یقین کر لیں۔ اور جو ایماندار مسلمان ہیں وہ اپنے ایمان میں زیادتی اور ترقی کریں۔“

اس آیت شریفہ میں بھی ایمان والوں کے ایمان کی زیادتی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۶) ﴿وَإِذَا مَا أَنْوَلَتْ سُوْرَةً فِيْنَهُمْ مَنْ يَقُولُ إِنَّكُمْ زَادَتُهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَنْوَلَنَا لَكُمْ أَمْتَهَا فَرَأَدَتُهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبِّهُونَ﴾ (الاتوبہ : ۱۲۳)

”یعنی جب کوئی سورہ شریفہ قرآن کریم میں نازل ہوتی ہے تو مخالف لوگ باہمی طور پر کہتے ہیں کہ اس سورہ نے تم میں سے کس کا ایمان تازہ کر دیا ہے؟ ہاں جو لوگ ایماندار ہیں ان کا ایمان تیزیزیار ہو جاتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔“

اس آیت شریفہ میں نہایت ہی صراحت کے ساتھ ایمان کی زیادتی کا ذکر ہے۔

(۷) ﴿الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ قَدْ جَعَلْنَاهُمُ الْكُمْ فَأَخْشُوهُمْ فَرَأَدَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبَنَا اللَّهُ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (آل عمران : ۱۷۳)

”وہ راجح الایمان لوگ (انصار و مساجرین) جن کو لوگوں نے ڈراتے ہوئے کماکہ لوگ بکثرت تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں، تم اس سے ڈرو تو ان کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے فوراً کماکہ ہم کو اللہ ہی کافی وافی ہے اور وہ بسترن کار ساز ہے۔“

اس آیت شریفہ میں بھی ایمان کی زیادتی کا ذکر واضح لفظوں میں موجود ہے۔

(۸) ﴿وَلَمَّا زَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَخْرَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادُهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيْنًا﴾

(احزاب : ۲۲)

”ایمانداروں نے (بجگ خدق میں) جب کفار کی فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی واقعہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے

پسلے ہی سے کیا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے حق فرمایا اور اس سے بھی ان کے ایمان و تسلیم میں زیادتی ہی ہوئی۔“  
اس آیت میں بھی ایمان کی زیادتی کا صاف ذکر موجود ہے۔

قرآن شریف کے بعد سنت رسولؐ سے استدلال کرنے کے لیے آپ نے مشور حدیث (الحُبُّ فِي اللَّهِ) الحُكْمُ كَوْزِرْ فرمایا کہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے بغضہ رکھنا یہ بھی داخل ایمان ہے۔ محبت اور دشمنی ہر دو گھنٹے اور بڑھنے والی چیزوں ہیں۔ اس لئے ایمان بھی حسب مراتب گھنٹا اور بڑھتا رہتا ہے۔ خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا فرمان بھی آپ نے استدلالاً نقل فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ خیر القرون میں فرانس اور شرائی اور حدود اور سنن سب داخل ایمان سمجھے جاتے تھے اور ایمان کے کامل یا ناقص ہونے کا تصور ان جملہ امور کی ادائیگی و عدم ادائیگی پر موقف صحبا جاتا تھا اور مسلمانوں میں عام طور پر ایمان کی کمی و بیشی کی اصطلاحات مروج تھیں۔ حضرت سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کا قول (لِيَطْمَنَ قَلْبَيْ) بھی اسی لئے نقل فرمایا کہ ایمان کی کمی و بیشی کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اور امراللہ پر جس تدریجی طبقیان قلب حاصل ہو گا، ایمان میں ترقی ہو گی۔ علم الائین میں الائین کے ساتھ حق الائین کے ساتھ ہے۔ اور امراللہ پر جس تدریجی طبقیان قلب حاصل ہو گا، ایمان میں ترقی ہو گی۔ علم الائین میں الائین کے ساتھ حق الائین کے لئے آپ نے یہ درخواست کی تھی۔ جیسا کہ شد کی مٹھاں صرف خبر پہنچنے والا اور دوسرا اس کو آنکھوں سے دیکھنے والا اور تیرا اسے دیکھنے والا اور پھر پہنچنے والا۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کافی فرق ہے۔ حق الائین اسی آخری مقام کا نام ہے۔ حضرت معاذ نے اپنے ساتھی سے جو کچھ فرمایا ہے حضرت امام نے یہاں نقل فرمایا ہے اس سے بھی ایمان کی ترقی مراد ہے۔ بقول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ لقین کل (اپنی جملہ قسموں کے ساتھ) ایمان ہی میں داخل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حقیقت تقویٰ کے بارے میں جو فرمایا اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے۔ مشور مفسر قرآن مجید حضرت مجلہؓ نے آیت شریفہ (شَرِعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ) الحُكْمُ کے بارے میں جو فرمایا۔ وہ وضاحت سے بتا رہا ہے کہ ایمان اور دین کے بارے میں جملہ انبیاء کرام کا اصولاً اتحاد رہا ہے۔

آیت کریمہ (لَكُلٌ جَعَلْنَا مِنْكُمْ فِتْرَةً وَ مِنْهَا جَا) (المائدہ: ۳۸) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرعاً سے مراد ہدایت (سنت طریقہ) اور منها جا سے (بیتل) یعنی دینی راستہ مراد ہے۔ مقصد یہ کہ ایمان ان سب کو شامل ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ (فَلَمْ يَغْنُمُ إِنْ كُمْ زَيْنٌ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَأْثَمْتُمْ فَسُوْفَ يَنْكُنُ لِزَانًا) (الفرقان: ۷۷) یعنی کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کی عبادات نہیں کرتے تو خدا کو بھی تم ساری پروادا نہیں۔ سوتم نے مکنذیب پر کرباندھی ہوئی ہے۔ پس عنقریب وہ (عذاب اللہ) بھی تم کو چھٹ جانے والا ہے۔ یہاں دعاوکم میں حقیقتاً ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہی مراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ اپنے طور طریق پر عبادات بھی کرتے تھے۔ پس ایمان ہی اصل بنیاد نجات ہے اور عبادات اور جملہ اعمال صالحہ اس کے اندر داخل ہیں۔ آیت کریمہ (وَمَا كَانَ اللَّهُ يَهْبِطُ إِيمَانَكُمْ) (البقرہ: ۱۳۳) میں اللہ پاک نے خود نماز کو لفظ ایمان سے تحریر فرمایا ہے۔ ان جملہ نصوص قلیعہ کے بعد بھی اعمال نماز روزہ وغیرہ کو ایمان سے علیحدہ کہا صریحاً غلطی ہے۔ اللہ نیک سمجھ دے۔ آمین۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ اور جملہ محمد شین کرام و امامان ہدیٰ کا بھی یہی مسلک ہے۔ و نقل الشافعی علی ذالک الاجماع و قال البخاری لفیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فہما رایت احداً منهم بختله فی ان الایمان قول و عمل و نیزہ و بیقص (وابیع الانوار الہمیہ، ص: ۳۲۱) یعنی امام شافعیؓ نے اس مسلک پر اہم جل نقل کیا ہے اور امام بخاریؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلامی ممالک کے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد اہل علم و فضل و کمال سے ملا۔ ان میں سے میں نے کسی کو اس بارے میں مختلف نہیں پایا کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے اور وہ بڑھتا بھی ہے اور گھنٹا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (فَلَمْ أَوْزَنَا الْكِتَبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادَنَا فَمِنْهُمْ كَالِمُ تَقْسِيمُهُ وَ مِنْهُمْ مُفْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَاقِ بِالْغَيْرِتِ بِلِدْنِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَيْتَبِ) (فاطر: ۳۲) یعنی (اہل کتاب کے بعد) ہم نے اپنی کتاب قرآن پاک کا وارث ان لوگوں کو بھیا جن کو ہم نے اس کے لئے جن لیا تھا۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفوں پر علم کرنے والے ہیں۔ بعض درمیانی راستے چلے والے اور بعض نیکیوں

کے لئے سبقت کرنے والے اللہ کے حکم سے اور یہی برا فضل ہے۔

اس آئیت کریمہ میں نمبر اول پر وہ مسلمان مراد ہے جو مسلمان تو ہے مگر اس نے ایمانی و اسلامی فرانگش کو کماحتہ ادا نہ کر کے اپنے نفس پر غلام کیا اور دوسرے نمبر پر وہ ہے جس نے دینی واجبات کو ادا کیا اور محروم سے بچا وہ مومن مطلق ہے اور تیرسا سابق بالخیرات وہ محض ہے جس نے اللہ کی عبادت پاہیں طور کی گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ حاصل یہ کہ دین کے یہی تین مدارج ہیں۔ اول اسلام۔ اوسط ایمان۔ اعلیٰ احسان۔ اسلام انتیاد ظاہری اور ایمان تصدیق خدا اور رسول کے ساتھ انتیاد باطن کا نام ہے۔ اس لحاظ سے اسلام و ایمان میں جو فرق ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پھر ایمان محل تو یہ کہ اللہ و رسول کی تصدیق کی جائے اور قیامت و تقدیر و جملہ رسول و انبیاء کرام و فرشتوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان کا مفصل کی کچھ اور ساختہ یا ستر شاخیں ہیں۔ جن میں سے کچھ کے متعلق وہ احادیث ہیں جن کو حضرت امام بخاری درج کیا تھا کتاب الایمان میں روایت فرمائے ہیں۔ ہر حدیث کے مطالعہ کے ساتھ اس حقیقت کو سامنے رکھنے سے بہت سے علمی و تزویحانی فوائد حاصل ہوں گے۔ وباشد التوفیق۔

(۸) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کی بابت حنظله بن ابی سفیان نے خردی۔ انہوں نے عکرہ بن خالد سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی و نیک کہ اللہ کے سوا کوئی معبوود نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے چے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۸ - حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سَفِيَانَ عَنْ عَكْرَمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((بَنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَالْحِجَّةِ، وَصَومُ رَمَضَانَ)).

[طرفة فی : ۴۵۱۵]

**لشیخ** حضرت امام بخاری درج کیے ہے اس مرفوع حدیث کو یہاں اس مقصد کے تحت بیان فرمایا کہ ایمان میں کی و بیشی ہوتی ہے اور جلد اعمال صالح و ارکان اسلام ایمان میں داخل ہیں۔ حضرت امام کے دعاویٰ بھیں طور ثابت ہیں کہ یہاں اسلام میں پانچ ارکان کو بنیاد بتالیا گیا اور یہ پانچوں چیزوں بیک وقت ہر ایک مسلمان مردوں عورت میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ اسی اعتبار سے مرتب ایمان میں فرق آ جاتا ہے عورتوں کو ناقص العقل والدین اس لیے فرمایا گیا کہ وہ ایک ماہ میں چند ایام بغیر نماز کے گزارتی ہیں۔ رمضان میں چند روزے وقت پر نہیں رکھ پاتیں۔ اسی طرح کتنے مسلمان نمازوی بھی ہیں جن کے حق میں 『(وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ فَأَمْوَالُ كُنْسَتِهِ)』 (التساء ۱۳۲) کہا گیا ہے کہ وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاملی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ پس ایمان کی کی و بیشی ثابت ہے۔

اس حدیث میں اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں کو بتالیا گیا۔ جن میں اولین بنیاد توحید و رسالت کی شادوت ہے اور قصر اسلام کے لئے بیکی اصل ستون ہے جس پر پوری عمارت قائم ہے۔ اس کی خیثت قلب کی ہے جس پر خیمہ اسلام قائم ہے بلی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بنزولہ اوتاد کے ہیں۔ جن سے خیمے کی رسیاں باندھ کر اس کو مضبوط و مخلکم بنالیا جاتا ہے، ان سب کے مجموعہ کا نام خیمہ ہے جس میں درمیانی اصل ستون و دیگر رسیاں اوتاد و چھست سب ہی شامل ہیں۔ ہو بھو کی مثال اسلام کی ہے۔ جس میں کلمہ شلوٹ قلب ہے۔ بلی اوتاد و ارکان ہیں جن کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

اس حدیث میں ذکر حج کو ذکر صوم رمضان پر مقدم کیا گیا ہے۔ مسلم شریف میں ایک دوسرے طریق سے صوم رمضان حج پر مقدم

کیا گیا ہے۔ یہی روایت حضرت سعید بن عبدہ نے حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کی ہے، اس میں بھی صوم رمضان کا ذکر حج سے پہلے ہے اور انہیں حظله سے امام مسلم نے ذکر صوم کو حج پر مقدم کیا ہے۔ گوا حظله سے دونوں طریق مذکور ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عزرؓ نے آنحضرت ﷺ سے دونوں طریق سنائے ہے۔ کسی موقع پر آپؐ نے حج کا ذکر پہلے فرمایا اور کسی موقع پر صوم رمضان کا ذکر مقدم کیا۔

اسی طرح مسلم شریف کی روایت کے مطابق وہ بیان بھی صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب والحج و صوم رمضان فرمایا تو راوی نے آپؐ کو نوکا اور صوم رمضان والحج کے لفظوں میں آپؐ کو لقمہ دیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ہکذا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنی میں نے رسول کشم ﷺ سے ”والحج و صوم رمضان“ سنائے۔ حافظ ابن حجرؓ نے مسلم شریف والے بیان کو اصل قرار دیا ہے اور بخاری شریف کی اس روایت کو بالعنی قرار دیا ہے۔ لیکن خود امام بخاری ﷺ نے اپنی جامع تصنیف میں ابواب حج کو ابواب صوم پر مقدم کیا ہے۔ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری ﷺ کے نزدیک یہی روایت اصل ہے جس میں صوم رمضان سے حج کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔

صیام رمضان کی فرضیت ۲۰ھ میں نازل ہوئی اور حج ۲۰ھ میں فرض قرار دیا گیا۔ جو بدنبی و مالی ہر دو قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اقرار توحید و رسالت کے بعد پسلار کن نماز اور دوسرا رکن زکوٰۃ قرار پایا جو علیحدہ بدنبی و مالی عبادات ہیں۔ پھر ان کا مجموعہ حج قرار پایا۔ ان منازل کے بعد روزہ قرار پایا۔ جس کی شان یہ ہے۔ الصیام لی وانا اجزی بہ (بخاری کتاب الصوم) لعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں ہی دے سکتا ہوں۔ فرشتوں کو تاب نہیں کہ اس کے اجر و ثواب کو وہ قلم بند کر سکتیں۔ اس لحاظ سے روزے کا ذکر آخر میں لایا گیا۔ حضرت امام بخاری ﷺ نے غالباً ایسے ہی پاکیزہ مقاصد کے پیش نظر ابواب صیام کو نماز، زکوٰۃ، حج کے بعد قلم بند فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ان اركان خسے کو اپنی اپنی جگہ پر ایسا مقام حاصل ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سب کی تفصیلات اگر قلم بند کی جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ یہ سب حسب مرتب پانچ ارتیاطاتام رکھتے ہیں۔ ہاں زکوٰۃ و حج ایسے ارکان ہیں جن سے غیر مستحب مسلمان مستثنی ہو جاتے ہیں۔ جو (لا يكفل الله نفسا الا وسعها) کے تحت اصول قرآنی کے تحت تھت ہیں۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجرؓ فرماتے ہیں کہ یہاں ارکان خسے میں جادا ذکر اس لئے نہیں آیا کہ وہ فرض کفایہ ہے جو بعض مخصوص احوال کے ساتھ متعین ہے۔ نیز کلمہ شادوت کے ساتھ دیگر انبیاء و ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہی ان سب کی تصدیق ہے۔ فیستلزم جمیع ما ذکر من المعتقدات اقامت صلوٰۃ سے ثہر غھر کر نماز ادا کرنا اور مداومت و حافظت مراد ہے۔ ایمان زکوٰۃ سے مخصوص طریق پر مال کا ایک حصہ نکال دینا مقصود ہے۔

**علامہ قسطلاني فرماتے ہیں۔** - ومن لطائف اسناد هذا الحديث جمعه للتحديث والاخبار والمعنى و كل رجاله مكتوب الا عبید الله فإنه كوفي وهو من الرباعيات و اخرج منه المولف ايضا في التفسير و مسلم في الإيمان خماسي الأسناد۔ لینی اس حدیث کی سند کے لئاف میں سے یہ ہے کہ اس میں روایت حدیث کے مختلف طریقے تحدیث و اخبار و منفذ سب تبع ہو گئے ہیں۔ (جن کی تفصیلات مقدمہ بخاری میں ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ) اور اس کے جملہ راوی سوائے عبید اللہ کے کی ہیں، یہ کوئی میں اور یہ رباعیات میں سے ہے (اس کے صرف چار راوی ہیں جو امام بخاری اور آنحضرت ﷺ کے درمیان واقع ہوئے ہیں) اس روایت کے متن کو حضرت امام بخاریؓ نے کتاب التغیر میں بھی ذکر فرمایا ہے اور امام مسلمؓ نے کتاب الایمان میں اسے ذکر کیا ہے۔ گروہاں سند میں پانچ راوی ہیں۔

### اور اللہ پاک کے اس فرمان کی تشریح کہ

نیکی یہی نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو بلکہ اصلی نیکی تو اس انسان کی ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر یقین رکھے اور قیامت کو برحق مانتے اور فرشتوں کے وجود پر ایمان لائے اور آسمان سے نازل ہونے والی کتاب کو سچا تسلیم کرے۔ اور جس قدر نبی رسول دنیا میں تشریف لائے ان سب کو سچا تسلیم کرے۔ اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں اپنے ( حاجت مند) رشتہ داروں کو اور (نادار) تیتوں کو اور دوسرا سے محتاج لوگوں کو اور (تک دست) سافروں کو اور (لاچاری میں) سوال کرنے والوں کو اور (قیدی اور غلاموں کی) گروں چھڑانے میں اور نماز کی پابندی کرتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے جب وہ کسی امر کی بابت وعدہ کریں۔ اور وہ لوگ جو صبر و شکر کرنے والے ہیں تک دستی میں اور بیماری میں اور (معرکہ) جہاد میں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کو سچا سومن کہا جا سکتا ہے اور یہی لوگ درحقیقت پر ہیز گار ہیں۔ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع خصوص کرنے والے ہیں۔ اور جو لغوباتوں سے برکنار ہنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ سے پاکیزگی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لوگوں سے کیونکہ ان کے ساتھ صحبت کرنے میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جوان کے علاوہ (زن) یا بلواطت یا مشت زنی وغیرہ سے) شوت رانی کریں ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو لوگ اپنی امانت و عمد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی کامل طور پر حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کی وراثت حاصل کر لیں گے اپھر وہ اس میں ہیشہ ہیشہ رہیں گے۔

(۹) ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن محمد جعفری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عامر عقدی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سیلمان بن

وقولُ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿ تَسْأَلُ النَّبِيُّ أَنْ تُؤْلَمُوا وَجُنُونُكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَلَكِنَّ النَّبِيُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَآتَيْنَا الْآخِرَةِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حَبَّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَاهْنَ السَّبِيلَ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْأَيَامِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْتَّأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ - ﴿ فَذَلِكَ الْأَلْحَقُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَشِيعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ الْكُفُورِ مُغَرِّضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلرَّزْكَوَةِ فَعَلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفِرْزِجِهِمْ حَفِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ آتُوا مَلِكَتَ أَيْمَانِهِمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِينَ لِمَنْ ابْتَغَى وَرَأَءَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُثْنَوْنَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْنِيهِمْ وَعَهْدِهِ هُنْ رَاغِبُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يَحَافِظُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْوَرِثُونَ الَّذِينَ يَرْثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَلِيلُوْنَ ﴾

۹۔ حدَّثَنَا عبدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حدَّثَنَا

سُلَيْمَانٌ هُنْ بِالْأَلْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَار  
عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الإِيمَانُ بِعِصْمَةِ  
وَسَيْطُونَ شَعْقَةَ، وَالْحَيَاةَ شَفَةٌ مِنَ  
الإِيمَانِ)).

**لشیح** امیر المحدثین علیہ الرحمۃ سابق میں بنیادی چیزیں بیان فرمائے کے اب فروع کی تفصیل پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے باب میں "امور الایمان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مرجبیہ کی تردید کرتا ہی مقصود ہے۔ کیونکہ پیش کردہ قرآنی آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں بعض امور ایمان گنائے گئے ہیں اور دوسری آیتوں میں ایمان والوں کی چند صفات کا ذکر ہے۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے جس میں دراصل اہل کتاب کی تردید مقصود ہے۔ جنہوں نے تحولی قبلہ کے وقت مختلف قسم کی آوازیں اٹھائی تھیں۔ نصاریٰ کا قبلہ مشرق تھا اور یہود کا مغرب۔ آپ ﷺ نے مدینہ نورہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ پھر مسجد الحرام کو آپؐ کا قبلہ قرار دیا گیا اور آپؐ نے ادھر منہ پھیر لیا۔ اس پر مخالفین نے اعتراضات شروع کئے۔ جن کے جواب میں اللہ پاک نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی اور بتلیا کہ مشرق یا مغرب کی عبالت کرنا ہی بالذات کوئی نیکی نہیں ہے۔ اصل نکیاں تو ایمان راجح، عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ معاشرتی یاک زندگی اور اخلاق فاضلہ ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلاني نے عبد الرزاق سے بروایت مجاهد حضرت ابوذر گنڈوی سے یہ لفظ کیا ہے کہ انسوں نے آخرت میں سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آپ نے جواب میں آیت شریفہ (لَيْسَ الَّذِي أَنْتُولَا وَجْهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكُنَ الْأَئْمَانُ مِنْ أَمْنٍ  
بِاللَّهِ وَإِنَّمَا الْأَخْرَى وَالْمُلْكَةُ وَالْكِتَابُ وَالثَّيْمَ وَأَنَّ الْمَالَ عَلَى خَيْرِهِ فَوْيِ الْقَزْنِيِّ وَالْبَشْمِيِّ وَالْمُلْكِسِكِينِ وَابْنِ الشَّبَيلِ وَالشَّائِلِيْنِ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقْامِ الصَّلَوةِ وَأَنَّ الرِّزْكَوَةَ وَالْمُؤْمِنُونَ يَعْهِدُهُمْ إِذَا عَهَدُوا وَالصَّسِيرِينَ فِي الْبَاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ  
الْمُشْتَقِّنُونَ)۔ (ابقرۃ: ۷۷) ترجمہ اور پاپ میں کھا جا سکتا ہے۔

آیات میں عقائد صحیحہ و ایمان رائج کے بعد ایثار، مالی قربانی، صلہ رحمی، حسن معاشرت، رفاه عام کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد اعمال اسلام نماز، زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ پھر اخلاق فاضلہ کی ترغیب ہے۔ اس کے بعد صبر و استقلال کی تلقین ہے۔ یہ سب کچھ ”بر“ کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوا کہ جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ ارکان اسلام میں داخل ہیں۔ اور ایمان کی ویسی بہرحال و بہر صورت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مرجیہ جو اعمال صالحہ کو ایمان سے الگ اور بیکار محفوظ قرار دیتے ہیں اور نجات کے لئے صرف ”ایمان“ کو کافی جانتے ہیں۔ ان کا یہ قول سرا سر قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

سورة مومون کی آیات یہ ہیں «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَشِيْفُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ الْغُوْرِ  
مُغْفِرَهُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلرَّبِّوْرَةِ فَعِلْمُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِغَزِيْلِهِمْ حَفِظُوْنَ إِلَى اَرْوَاهِجِهِمْ اُوْمَا مَلْكَتْ اِيمَانُهُمْ فَأَقْهَمُهُمْ غَيْرَ مُلْمِدِيْنَ لِمَنْ اتَّقْلَى وَرَأَءَ  
ذَلِكَ فَأَوْلَيْكُمْ هُمُ الْغَافِرُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لَا مُنْتَهِيْمَ وَعَهْدِهِمْ رَغُونَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يَحْاْفِظُوْنَ اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ تَرِيْثُوْنَ الْقِرْدَوْسَ  
هُمْ فِيْهَا خَلِيلُوْنَ» (المومون: ۱-۶) ان آیات کا ترجمہ بھی اور لکھا جا چکا ہے۔

اس بحث میں یہ بیان دوسرا اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد ہر دو آیات کا ایک ہی ہے۔ ہال اس میں بذیل اخلاق فاضل، عفت، عصمت شرم و حیا کو بھی خاص جگہ دی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اس آیت کا ارجمند اعلیٰ حدیث سے ہو رہا ہے جس میں حیا کو بھی ایمان کی ایک مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام نے یہاں ہر دو آیات کے درمیان واؤ عاطفہ کا استعمال نہیں فرمایا۔ مگر بعض نسخوں میں واؤ عاطفہ اور بعض میں وقول اللہ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ اگر ان نسخوں کو نہ لیا جائے تو حافظ ابن حجر العسکری نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ حضرت الامام پہلی آیت کی تفسیر میں المتفقون کے بعد اس آیت کو بلا فصل اس لئے نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ متفقون کی تفسیر اس آیت کو قرار دے دیا جائے۔ مگر ترجیح واؤ عاطفہ اور قول اللہ کے نسخوں کو حاصل ہے۔

آیات قرآنی کے بعد حضرت امام نے حدیث نبوی کو نقل فرمایا اور اشارہ بتایا کہ امور ایمان ان ہی کو کما جانا چاہیے جو پہلے کتاب اللہ سے اور پھر سنت رسول سے ثابت ہوں۔ حدیث میں ایمان کو ایک درخت سے تشبیہ دے کر اس کی ساختہ سے کچھ اور پر شاخیں بتائی گئی ہیں۔ اس میں بھی مرجبی کی صاف تردید تصور ہے جو ایمان سے اعمال صالح کو بے جوڑ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ درخت کی جڑ میں اور اس کی ڈالیوں میں ایک ایسا قادر تی ربط ہے کہ ان کو باہمی طور پر بے جوڑ بالکل نہیں کہا جاسکتا۔ جڑ قائم ہے تو ڈالیاں اور پتے قائم ہیں۔ جڑ سوکھ رہی ہے تو ڈالیاں اور پتے بھی سوکھ رہے ہیں۔ ہو بہو ایمان کی کیمی شان ہے۔ جس کی جڑ کلہ طبیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اور جملہ اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ و عقائد را خدا اس کی ڈالیاں ہیں۔ اس سے ایمان و اعمال صالحہ کا باہمی لازم طور میں ہوتا اور ایمان کا گھنٹا اور بڑھنا ہر دو امور ثابت ہیں۔

بعض روایات میں بعض و سعون کی جگہ بعض و سبعون ہے اور ایک روایت میں اربع و سعون ہے۔ اہل لغت نے بعض کا اطلاق تین اور نو کے درمیان عدد پر کیا ہے۔ کسی نے اس کا اطلاق ایک اور چار تک کیا ہے، روایت میں ایمان کی شاخوں کی تحدید مراد نہیں بلکہ کثیر مراد ہے۔ علامہ طہیبہ العسکری قول ہے۔ بعض علماء تحدید مراد لیتے ہیں۔ پھر سعون (۲۰) اور سبعون (۲۵) میں زائد سبعون کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ زائد میں ناقص بھی شامل ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک سعون (۲۰) ہی متفق ہے۔ کیونکہ مسلم شریف میں برروایت عبداللہ بن زینار جہاں سبعون کا نفاذ آیا ہے بطریق شک داقع ہوا ہے۔

والحياء شعبہ من الانیمان میں توین تظییم کے لیے ہے۔ حیا طبیعت کے افعال کو کہتے ہیں۔ جو کسی ایسے کام کے عینتھ میں پیدا ہو جو کام عرفایا شرعاً مذموم 'برا' بے حیائی سے متعلق سمجھا جاتا ہو۔ حیا و شرم ایمان کا اہم ترین درجہ ہے۔ بلکہ جملہ اعمال خیرات کا محضن ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا اذالم تستحقی فاصنعن ما شفت۔ "جب تم شرم و حیا کو اٹھا کر طاق پر رکھ دو پھر جو چاہو کرو۔" کوئی پابندی باقی نہیں رہ سکتی۔

امام تحقیقیہ نے حدیث ہذا کی تشریع میں مستقل ایک کتاب شبہ الانیمان کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔ جس میں ستر سے کچھ زائد امور ایمان کو مدلل و مفصل بیان فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ امام ابو عبد اللہ طہیبی نے فوائد المناجہ میں اور احراق ابن قرطبی نے کتاب النصالح میں اور امام ابو حاتم نے وصف الانیمان و شعبہ میں اور دیگر حضرات نے بھی اپنی تصنیفات میں ان شاخوں کو معمولی فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ ابن حجرؓ نے ان سب کو اعمال قلب (دل کے کام) اعمال لسان (زبان کے کام) اعمال بدن (بدن کے کام) پر تقسیم فرمایا کہ اعمال قلب کی ۲۳ شاخیں اور اعمال لسان کی سات شاخیں اور اعمال بدن کی ۳۸ شاخیں بالتفصیل ذکر کی ہیں۔ جن کا مجموعہ ۶۹ بن جاتا ہے۔ روایت مسلم میں ایمان کی اعلیٰ شاخ کلہ طبیبہ لا الہ الا اللہ اور اولیٰ شاخ امانتہ الاذی عن الطريق بتلائی گئی ہے۔ اس میں تعلق پالہ اللہ اور خدمت خلق کا ایک لطیف اشارہ ہے۔ کویا دونوں لازم طور میں ہیں۔ تب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے۔ خدمت خلق میں راستوں کی صفائی، سرکوں کی درستگی کو لفظ اولیٰ سے تعبیر کیا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدمت خلق کا مضمون بہت ہی وسیع ہے۔ یہ تو ایک معمولی کام ہے جس پر اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان باللہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے شروع ہو کر اس کی تخلق پر رحم کرنے اور تخلق کی ہر عملکی خدمت کرنے پر جا کر مکمل ہوتا ہے۔ اس شعر کے یہی معنی ہیں۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر نہ ہو درد کی چوت جس کے مجرم پر  
کرو مردانی تم الٰ نہیں پر خدا مردان ہو گا عرش بریں پر  
**۴- بَابُ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ** باب اس بیان میں کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ  
سے دیگر مسلمان نپچے رہیں (کوئی تکلیف نہ پائیں)

(۱۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے یہ حدیث بیان کی کہ ان کو شعبہ نے  
وہ عبد اللہ بن ابی السفر اور اسماعیل سے روایت کرتے ہیں، وہ دونوں  
شعبی سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی  
اللہ عنہما سے وہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ  
آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان نپچے  
رہیں اور مساجروہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع  
فرمایا۔

ابو عبد اللہ امام بخاری نے فرمایا اور ابو معاویہ نے کہ ہم کو حدیث بیان  
کی داؤد بن ابی ہند نے، انہوں نے روایت کی عامر شعبجی سے، انہوں  
نے کماکہ میں نے سن عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے، وہ حدیث بیان  
کرتے ہیں جناب نبی کرم ﷺ سے (وہی مذکورہ حدیث) اور کماکہ  
عبدالاعلی نے روایت کیا داؤد سے، انہوں نے عامر سے، انہوں نے  
عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے، انہوں نے نبی ﷺ سے۔

**لشیخ** امیرالمحدثین رضی اللہ عنہ نے یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام کی بنیاد اگرچہ پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ گمراہ سے آگے  
کچھ نیک عادات، پاکیزہ خصال بھی ایسے ہیں جو اگر حاصل نہ ہوں تو انسان حقیق مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نہ پورے طور پر  
صاحب ایمان ہو سکتا ہے اور اسی تفصیل سے ایمان کی کمی و بیشی و پاکیزہ اعمال و نیک خصال کا داخل ایمان ہونا ثابت ہے۔ جس سے  
مرجیہ وغیرہ کی تردید ہوتی ہے۔ جو ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں۔ نہ اعمال صالح و اخلاق حسنہ کو داخل ایمان مانتے ہیں۔ ظاہر ہے  
کہ ان کا قول نصوص صريح کے قطعاً خلاف ہے۔ زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم کیا گیا کہ یہ ہر وقت قیچی کی طرح چل سکتی ہے اور  
پسلے اسی کے وار ہوتے ہیں۔ ہاتھ کی نوبت بعد میں آتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

جو راحات السنان لها الیام ولا ينام ماجروح اللسان

”یعنی نیزوں کے زخم بھر جاتے ہیں اور زبانوں کے زخم عرصہ تک نہیں بھر سکتے۔“

”من سلم المسلمون“ کی قید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلمانوں کو زبان یا ہاتھ سے ایذا رسانی جائز ہے۔ اس شبہ کو رفع کرنے  
کے لیے دوسری روایت میں ”من اعنة الناس“ کے لفظ آئے ہیں۔ جملہ ہر انسان کے ساتھ صرف انسانی رشتہ کی بنا پر نیک معاملہ و  
اخلاق حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام کا ماغذہ ہی سلم ہے جس کے معنی صلح جوئی، خیر خواہی، مصالحت کے ہیں۔ زبان سے ایذا رسانی

۱۰ - حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ  
وَإِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ  
إِسْلَامِهِ وَتَبَدِّهِ، وَالْمُهَاجِرُ مِنْ هَجْرَ مَا نَهَى  
اللَّهُ عَنْهُ)).

قالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا  
ذَاوَدُ أَبْيَهُ هِنْدَةَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتَ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرُو يَحْدُثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ;  
وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: عَنْ ذَاوَدَ عَنْ عَامِرٍ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفة فی : ۶۴۸۴].

میں غیبت، گھلی گلوچ، چھلی، بد گوئی وغیرہ جملہ عادات بد داخل ہیں اور ہاتھ کی ایذا رسانی میں چوری، ڈاکہ، مارپیٹ، قتل و غارت وغیرہ وغیرہ۔ پس کامل انسان وہ ہے جو اپنی زبان پر، اپنے ہاتھ پر پورا پورا کششوں رکھے اور کسی انسان کی ایذا رسانی کے لیے اس کی زبان نہ کھلے، اس کا ہاتھ نہ اٹھے۔ اس معیار پر آج تلاش کیا جائے تو کتنے مسلمان میں گے جو حقیقی مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ غیبت، بد گوئی، گالی گلوچ تو عوام کا ایسا شیخہ بن گیا ہے کویا یہ کوئی عیب ہی نہیں ہیں۔ استغفار اللہ! شرعاً مسما بر وہ جو دار الحرب سے تکل کر دارالاسلام میں آئے۔ یہ بھرت بالطفی یہ ہے جو یہاں حدیث میں بیان ہوئی اور یہی حقیقی بھرت ہے جو قیامت تک ہر حال میں ہرجگہ جاری رہے گی۔

حضرت امام قدس سرہ نے یہاں دو تعلیقات ذکر فرمائی ہیں۔ پہلی کا مقصد یہ تھا کہ عامر اور شعبی ہردو سے ایک ہی راوی مراد ہے۔ جس کا نام عامر اور لقب شعبی ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ این ہندہ کی روایت سے شبہ ہوتا تھا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے شعبی نے براہ راست اس روایت کو نہیں سنایا۔ اس شبہ کے دفعیہ کے لیے غن عامر قل سمعت عبد اللہ بن عمرو کے الفاظ نقل کیے گئے۔ جن سے براہ راست شعبی کا عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مائع ثابت ہو گیا۔

دوسری تعلیق کا مقصد یہ کہ عبد العالیٰ کے طریق میں ”عبد اللہ“ کو غیر منصب ذکر کیا گیا جس سے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں عبد اللہ بن مسعود ہی تو مراد نہ ہوں جیسا کہ طبق صحابہ میں یہ اصطلاح ہے۔ اس لئے دوسری تعلیق میں ”عن عبد اللہ بن عمرو“ کی صراحت کر دی گئی۔ جس سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص مراد ہیں۔

## باب اس بیان میں کہ کون سا اسلام افضل ہے

(۱۱) ہم کو سعید بن سعید بن عینی بن سعید بن عینی قریشی نے یہ حدیث سنائی، انہوں نے اس حدیث کو اپنے والد سے نقل کیا، انہوں نے ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ سے، انہوں نے ابی بردہ سے، انہوں نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ؟ کون سا اسلام افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس کے مانے والے مسلمانوں کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

چونکہ حقیقت کے لحاظ سے ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں، اس لئے ای اسلام افضل کے سوال سے معلوم ہوا کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔ افضل کے مقابلہ پر ادنیٰ ہے۔ پس اسلام ایمان، اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کے لحاظ سے کم و زیادہ ہوتا ہے۔ یہی حضرت امام کا یہاں مقصد ہے)

## باب اس بیان میں کہ (بھوکے ناداروں کو) کھانا کھلانا بھی اسلام میں داخل ہے

(۱۲) ہم سے حدیث بیان کی عمرو بن خالد نے، ان کو یہ نے، وہ روایت کرتے ہیں یہاں سے، وہ ابو اثیر سے، وہ حضرت عبد اللہ بن عمرو

## ۵- باب: أَيُّ الْإِسْلَامُ أَفْضَلُ؟

۱۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَمْوَيِّ الْفَرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامُ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((مَنْ سَلَمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)).

چونکہ حقیقت کے لحاظ سے ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں، اس لئے ای اسلام افضل کے سوال سے معلوم ہوا کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے۔ افضل کے مقابلہ پر ادنیٰ ہے۔ پس اسلام ایمان، اعمال صالحہ و اخلاق پاکیزہ کے لحاظ سے کم و زیادہ ہوتا ہے۔ یہی حضرت امام کا یہاں مقصد ہے)

## ۶- باب: إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

۱۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ

بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کہ تم کھانا کھاؤ اور جس کو پچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پچانو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔

اللَّهُ بْنُ عَمْرٍ وَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْإِسْلَامُ خَيْرٌ؟ قَالَ : (الْتَطْعُمُ الطَّعَامَ، وَتَفَرَّأُ السَّلَامُ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ). [طرفہ فی: ۲۸، ۶۲۳۶]

**لشیخ** آپ ﷺ نے تو کل الطعام کی بجائے تطعم الطعام فرمایا۔ اس لئے کہ اطعام میں کھانا کھانا، پانی پاننا، کسی چیز کا چکھانا اور کسی کی خیافت کرنا اور علاوہ ازیں کچھ بطور عطا بخشش کرنا وغیرہ یہ سب داخل ہیں۔ ہر مسلمان کو سلام کرنا خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، یہ اس لئے کہ جملہ مومنین پاہنی طور پر بھائی بھائی ہیں، وہ کہیں کے بھی باشندے ہوں، کسی قوم سے ان کا تعلق ہو مگر اسلامی رشتہ اور کلمہ توحید کے تعلق سے سب بھائی بھائی ہیں۔ اطعام طعام مکارم مالیہ سے اور اسلام مکارم بدنیہ سے متعلق ہیں۔ گویا مالی و بدنی طور پر جس قدر بھی مکارم اخلاق ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ اس لئے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عبادات داخل اسلام ہیں اور اسلام و ایمان متاثر کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہ کچھ جس میں جس قدر بھی مکارم اخلاق بدنی و مالی ہوں گے، اس کا ایمان و اسلام اتنا ہی ترقی یافتہ ہو گا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ان کا یہ قول سرا سرناقاں الافتات ہے۔

اس روایت کی سد میں جس قدر راوی واقع ہوئے ہیں وہ سب مصری ہیں اور سب حملی التدر ائمہ اسلام ہیں۔ اس حدیث کو حضرت امام بخاریؓ اسی کتاب الایمان میں آگے چل کر ایک اور جگہ لائے ہیں۔ اور باب الاستیذان میں بھی اس کو نقل کیا ہے اور امام مسلمؓ نے اور امام نسائیؓ نے اس کو کتاب الایمان میں نقل کیا ہے اور امام ابو داؤدؓ نے باب الادب میں اور امام ابن ماجہؓ نے باب الاطعہ میں۔

غباء و مسکین کو کھانا کھانا اسلام میں ایک ہمیشہ باشان نیکی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں جنتی لوگوں کے ذکر میں ہے «وَ يَنْعِمُونَ لِتَعْلَمَ عَلَى خَيْرِهِ مِنْ كِبَشَا وَ يَنْبِئَا وَ أَيْسِتَرا» (الدهر: ۸) نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کی محبت کے لیے مسکینوں تبیہوں اور قیدیوں کو کھانا کھلانا ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام کا نشانی ہے کہ بنی نوع انسان میں بھوک و تجھ و سقی کا اتنا مقابلہ کیا جائے کہ کوئی بھی انسان بھوک کا ٹھکار نہ ہو سکے اور سلطنتی و امن کو اتنا وسیع کیا جائے کہ بد امنی کا ایک معمولی ساخ دشہ بھی بالی نہ رہ جائے۔ اسلام کا یہ مشن خلفائے راشدین کے زمانہ خیر میں پورا ہوا اور اب بھی جب اللہ کو منظور ہو گا یہ مشن پورا ہو گا۔ تاہم جزوی طور پر ہر مسلمان کے ذہنی فرائض میں سے ہے کہ بھوکوں کی خبر لے اور بد امنی کے خلاف ہر وقت جہاد کرتا رہے۔ یہی اسلام کی حقیقی غرض و مقصد ہے۔

اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی      یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی  
 باب اس بارے میں کہ ایمان میں داخل ہے کہ مسلمان جو  
 اپنے لئے دوست رکھتا ہے وہی چیز اپنے بھائی کے لیے  
 دوست رکھے

(۱۳) ہم سے حدیث بیان کی مدد نے، ان کو بھی نے، انہوں نے شعبہ سے نقل کیا، انہوں نے قہادہ سے، انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ

- خذَنَا مُسَدَّدًا قَالَ : خذَنَا يَحْتَى  
 هُنْ شَعْبَةُ عَنْ قَاتَدَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ

خادم رسول کریم ﷺ سے، انسوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ اور شعبہ نے حسین معلم سے بھی روایت کیا، انسوں نے قادہ سے، انسوں نے حضرت انس بن مالک سے، انسوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ چاہے جو اپنے افسوس کیلئے چاہتا ہے۔

باب اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا بھی

### ایمان میں داخل ہے

(۱۳) ہم سے ابو ایمان نے حدیث بیان کی، ان کو شعیب نے، ان کو ابو الزناد نے اعرج سے، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ ہو گا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤ۔

**تَشْرِيف** اور یہ تلاٹا کہ محبت رسول نبی سے ایمان کی اول و آخر تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے تو ایمان ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ اعمال صالح و اخلاق فاضل و خصال حمیدہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی حلیفہ نقی فرمائی ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت پر اس کے والد یا اولاد کی محبت غالب ہو۔ روایت میں لفظ والد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ اولاد سے زیادہ والدین کا حق ہے اور لفظ والد میں مال بھی داخل ہے۔

(۱۵) ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم نے، ان کو ابن علیہ نے، وہ عبد العزیز بن صہیب سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس بن مالک سے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں اور ہم کو آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، ان کو شعبہ نے، وہ قادہ سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت انس سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔

**تَشْرِيف** اس روایت میں دو سندیں ہیں۔ پہلی سند میں حضرت امام کے استاد یعقوب بن ابراہیم ہیں اور دوسرا سند میں آدم بن ابی ایاس ہیں۔ تحویل کی صورت اس لئے اختیار نہیں کی کہ ہر دو سندیں حضرت انس بن مالک پر جا کر مل جاتی ہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنِ الْمَعْلُومِ قَالَ: حَدَّثَنَا قَنَادَةُ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)).

- ۸- بَابٌ: حُبُّ الرَّئُسُوْلِ ﷺ مِنَ

### الإِيمَان

۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: ثَنَا شَعِيبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزَّنَادَ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِيهِ وَوَلَدِيهِ)).

**تَشْرِيف** پچھلے ابواب میں من الایمان کا جملہ مقدم تھا اور میان ایمان پر حب الرسول کو مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں ادب مقصود ہے اور یہ تلاٹا کہ محبت رسول نبی سے ایمان کی اول و آخر تکمیل ہوتی ہے۔ یہ ہے تو ایمان ہے یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اس سے بھی ایمان کی کمی و بیشی پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ اعمال صالح و اخلاق فاضل و خصال حمیدہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے ایمان کی حلیفہ نقی فرمائی ہے جس کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت پر اس کے والد یا اولاد کی محبت غالب ہو۔ روایت میں لفظ والد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ اولاد سے زیادہ والدین کا حق ہے اور لفظ والد میں مال بھی داخل ہے۔

۱۵ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبَيْبٍ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعِيبَ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعِيبَ عَنْ آدَمَ بْنَ أَبِي أَيَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعِيبَ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِيهِ وَوَلَدِيهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)).

**تَشْرِيف** اس روایت میں دو سندیں ہیں۔ پہلی سند میں حضرت امام کے استاد یعقوب بن ابراہیم ہیں اور دوسرا سند میں آدم بن ابی ایاس ہیں۔ تحویل کی صورت اس لئے اختیار نہیں کی کہ ہر دو سندیں حضرت انس بن مالک پر جا کر مل جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے لئے ان روایات میں جس محبت کا مطالبہ ہے وہ محبت طبی مراد ہے کیونکہ حدیث میں والد اور ولد سے مقابلہ ہے اور ان سے انسان کو محبت طبی ہی ہوتی ہے پس آنحضرت ﷺ سے محبت طبی اس درجہ میں مطلوب ہے کہ وہاں تک کسی کی بھی محبت کی رسائی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اپنے نفس تک کی بھی محبت نہ ہو۔

### یہ باب ایمان کی مٹھاس کے بیان میں ہے

(۱۶) ہمیں محمد بن شفیٰ نے یہ حدیث بیان کی، ان کو عبد الوہاب ثقفی نے، ان کو ایوب نے وہ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں۔ وہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا تین خصلتیں اسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محظی اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھے۔ تیسرا یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا بر اجائے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کوبرا جانتا ہے۔

### ۹۔ باب: حلاوة الإيمان

۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّهِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي قَلَبَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَلَاثُ مَنْ كُنْ فِيهِ وَجْهَ حَلاوةِ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْعَزَّةَ لَا يُحِبَّ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَغُودَ فِي الْكُفَّرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَقْذَفَ فِي النَّارِ)).

[اطرافہ فی : ۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱].

لئے جائیں یہاں بھی حضرت امام الحدیثین رحمۃ اللہ علیہ نے مرجبیہ اور ان کے کلی و جزوی ہم نواویں کے عقائد فاسدہ پر ایک کاری ضرب لگائی ہے اور ایمان کی کمی و زیادتی اور ایمان پر اعمال کے اثر انداز ہونے کے سلسلے میں استدلال کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ایمان کی حلاوت کے لئے اللہ و رسول کی حقیقی محبت اور ایمان میں استقامت لازم ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و فی قوله حلاوة الإيمان استعاره تخيلة شبه رغبة المون في الإيمان بشئي حلو و البت له لازم ذالك الشيء واضافه اليه وفيه تلميح الى قصة العريض والصحيف لان العريض الصفراوي يجد طعم العسل مرا والصحيف يذوق حلاوته على ما هي عليه وكلما نقصت الصحة شيئاً مانقص ذوقه بقدر ذالك فكان هذه الاستعارة من اوضح ما يقوى استدلال المصنف على الزيادة والنقص يعني ایمان کے لیے لفظ حلاوت بطور استعاره استعمال فرمکار مومن کی ایمانی رغبت کو میثھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے لازمہ کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کی طرف منسوب کیا اس میں مریض اور تدرست کی تشبیہ پر بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ صفراوی مریض شد کو بھی چکھے گا تو اسے کڑوا بتلائے گا اور تدرست اس کی مٹھاس کی لذت حاصل کرے گا۔ کویا جس طرح صحت خراب ہونے سے شد کامزہ خراب معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح معاصی کا صفرا جس کے مزاں پر غالب ہے، اسے ایمان کی حلاوت نصیب نہ ہوگی۔ ایمان کی کمی و زیادتی کو ثابت کرنے کے لیے مصنف کا یہ نہایت واضح اور قوی تراستدلال ہے۔

حدیث مذکور میں حلاوت ایمان کے لئے تین خصلتیں پیش کی گئی ہیں۔ شیخ حجی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دین کی ایک اصل عقیم ہے۔ اس میں پہلی چیز اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو قرار دیا گیا ہے جس سے ایمانی محبت مراد ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ کہ توحید الہیت میں اسے وحدہ لاشریک لہ یقین کر کے عبادت کی جملہ اقسام صرف اس اکیلے کے لیے عمل میں لائی جائیں اور کسی بھی نبی، ولی، فرشتہ، جن، بھوت، دیوی، دیوتا، انسان وغیرہ وغیرہ کو اس کی عبادت کے کاموں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا یہی تقاضا ہے۔ جس کے متعلق حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الدین الخالص" میں

فرماتے ہیں۔ وفی هذه الكلمة نفي الالوهية عما سوى الله تعالى من المرسلين حتى محمد صلى الله عليه وسلم والملائكة حتى جبرئيل عليه السلام فضلا عن غيرهم من الأولياء والصالحين وآياتها له وحده لا حق في ذلك لاحذر من المقربين اذا هم ذاك فتأمل هذه الالوهية التي اتبها كلها لنفسه المقدسة ونفي عن محمد وجبرئيل وغيرهما عليهم السلام ان يكون لهم مثقال حبة خردل منها (الدین الخالص، ج ۱/ ص: ۱۸۲)

یعنی اس کلمہ طبیہ میں نفی اور اثبات ہے۔ اللہ پاک کی ذات مقدس کے سوا ہر چیز کے لئے الوہیت کی نفی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ و حضرت جبرئیل ﷺ تک کے لئے بھی نفی ہے۔ پھر دیگر اولیاء و صالحین کا تو غور کرو کہ یہ الوہیت وہ ہے جس کو اللہ پاک نے اور مقربین میں سے کسی کے لیے اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ یہ الوہیت وہ ہے جس کو اللہ پاک نے خاص اپنی ہی ذات مقدس کے لئے ثابت کیا ہے اور اپنے ہر غیر حتیٰ کہ محمد و جبرئیل میںماں السلام تک سے اس کی نفی کی ہے، ان کے لئے ایک رائی کے وانہ برابر بھی الوہیت کا کوئی حصہ حاصل نہیں۔ پس حقیقی محبت الہی کا یہی مقام ہے جو لوگ اللہ کی الوہیت میں اس کی عبادت کے کاموں میں اولیاء صالحاء یا انبیاء و ملائکہ کو شریک کرتے ہیں۔

و يظنونَ اللَّهَ جعلَ نعْوَانَ الْخُلُقِ مَنْزَلَةً يُرْضِيَ الْعَامِيَ بِلِتْجِنِ الْبَيْهِمِ وَيَرْجُوْهُمْ وَيَخْالِفُهُمْ وَيَسْتَغْفِرُهُمْ وَيَسْتَعْنُونَ مِنْهُمْ بِقَضَاءِ حَوَانِجِهِ وَاسْعَافِ مَرَامِهِ وَاتِّجَاهِ مَقَامِهِ وَيَجْعَلُهُمْ وَسَانِطَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى هِيَ الشُّرُكُ الْجَلِيلُ الَّذِي لَا يَغْفِرُ اللَّهُ تَعَالَى أَبَداً (حوالہ مذکور) اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو ایسا مقام دے رکھا ہے کہ عوام ان کی طرف پناہ ڈھونڈیں، ان سے اپنی مرادیں مانگیں، ان سے استعانت کریں اور قطائے حاجات کے لئے ان کو اللہ کے درمیان وسیلہ ٹھیکرا دیں۔ یہ وہ شرک جلی ہے جس کو اللہ پاک ہرگز ہرگز نہیں بخشنے گا۔ (إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرُكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا ذُوْنُ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ)۔ (التساء: ۳۸) یعنی بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشنے گا اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخشن دے گا۔

”رسول“ کی محبت سے ان کی اطاعت و فرماتیداری مراد ہے اس کے بغیر محبت رسول کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز محبت رسول کا تقاضا ہے کہ آپ کا ہر فرمان بلند وبالاً تسلیم کیا جائے۔ اور اس کے مقابلہ پر کسی کا کوئی حکم نہ مانا جائے۔ پس جو لوگ صحیح احادیث مرفوعہ کی موجودگی میں اپنے مزعومہ اماموں کے اقوال کو مقدم رکھتے ہیں اور اللہ کے رسول کے فرمان کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کے متعلق سید العلامہ حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ فرماتے ہیں۔

تأمل في مقلدة المذاهب كيف اقرروا على انفسهم بتقليدها لاموات من العلماء والأولياء واعترفوا بان فهم الكتاب والسنة كان خاصا لهم واستدلوا الاشراكهم في الصلحاء بعبارات القوم و مكاففات الشيوخ في النوم و رجعوا كلام الامة والانتمة على كلام الله تعالى و رسوله على بصيرة منهم وعلى علم فما نذرى ما عذرهم عن ذلك غدا يوم الحساب والكتاب وما بهنهم من ذلك العذاب والعذاب (الدین الخالص، ج ۱/ ص: ۱۹۶)

یعنی مذاہب معلومہ کے مقلدین میں غور کرو کہ علماء اولیاء جو دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کی تقلید میں کس طور پر گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا ان ہی اماموں پر ختم ہو چکا، یہ خاص ان ہی کام تھا۔ صالحاء کو عبادات الہی میں شریک کرنے کے لئے عبارات قوم سے کثر ہوت نہ کر کے دلیل پکڑتے ہیں اور شیوخ کے مكاففات سے جوان کے خواہوں سے متعلق ہوتے ہیں اور امت اور ائمہ کے کلام کو اللہ و رسول کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ روشن صحیح نہیں ہے۔ ہم نہیں جان سکتے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ لوگ کیا عذر بیان کریں گے اور اس دن کے عذاب سے ان کو کون چیز نجات دلاسکے گی۔

الغرض اللہ و رسول کی محبت کا تقاضا ہی ہے جو اپر بیان ہوا اور نہ صادق آئے گا۔

تعصى الرسول و انت تظهر حبه هذا لعمرى فى القياس بديع

لوگان حبک صادقا لا طعنه ان المحب لمن يحب مطبع  
اس حدیث نبوی میں دوسری خصلت بھی بہت ہی اہم بیان کی گئی ہے کہ مومن کامل وہ ہے جس کی لوگوں سے محبت خالص اللہ کے لئے ہو اور دشمنی بھی خالص اللہ کے لئے ہو۔ نفسانی اغراض کا شابتہ بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیؑ کی پابت مرموی ہے کہ ایک کافر نے جس کی چھاتی پر آپ چڑھے ہوئے تھے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ تو آپ فوراً ہٹ کر اس کے قتل سے رک گئے اور یہ فرمایا کہ اب میرا یہ قتل کرنا اللہ کے لئے نہ ہوتا۔ بلکہ اس کے تھوکنے کی وجہ سے یہ اپنے نفس کے لئے ہوتا اور مومن صادق کا یہ شیوه نہیں کہ اپنے نفس کے لئے کسی سے عداوت یا محبت رکھے۔

تمیری خصلت میں اسلام و ایمان پر استقامت مراد ہے۔ حالات کتنے بھی ناساز گار ہوں ایک سچا مومن دولت ایمان کو باخوبی نہیں جانے دیتا۔ بلاشبہ جس میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہوں گی اس نے درحقیقت ایمان کی لذت حاصل کی پھر وہ کسی حال میں بھی ایمان سے محروم پسند نہ کرے گا اور مرتد ہونے کے لئے بھی بھی تیار نہ ہو سکے گا۔ خواہ وہ شید کر دیا جائے اسلامی تاریخ کی ماضی و حال میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے مغلیں بندگان مسلمین نے جام شہادت پی لیا مگر امرداد کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد و عورت کے اندر ایسی ہی استقامت پیدا فرمائے آئیں۔

ابو قیم نے مستخرج میں حسن بن سفیان عن محمد بن المشری کی روایت سے ویکرہ ان یعروود فی الکفر کے آگے بعد اذ انقدر اللہ کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ خود امام بخاری قدس سرہ نے بھی دوسری سند سے ان لفظوں کا اضافہ نقل فرمایا ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان لفظوں کا ترجیح یہ کہ وہ کفر میں واپس جانا مکروہ سمجھے اس کے بعد کہ اللہ پاک نے اسے اس سے نکلا۔ مراد وہ لوگ ہیں جو پسلے کافر تھے بعد میں اللہ نے اس کو ایمان و اسلام فیض فرمایا۔

علام ابن حجرؓ فرماتے ہیں هذا الاستدلال به بصريون يعني اس سند میں سب کے سب بصري راوی واقع ہوئے ہیں۔

**ایک اشکال اور اس کا جواب:** حدیث مذکورہ میں ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ ماما سواہما فرمایا گیا ہے۔ جس میں ضمیر تثنیہ ”ھما“ میں اللہ اور رسول ہردو کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ جمع کرتا اس حدیث سے گلرتا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ کسی خطیب نے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں ایک خطبہ بایں الفاظ دیا تھا من يطع الله و رسوله فقد رشد و من يعصهما آپؐ نے یہ سن کر اظہار خنفی کے لئے فرمایا بنس الخطيب انت یعنی تم اچھے خطیب نہیں ہو۔ آپؐ کی یہ خنفی یہاں ضمیر (ھما) پر تھی جب کہ خطیب نے ”عصهما“ کہہ دیا تھا۔ اہل علم نے اس اشکال کے کئی جواب دیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تعلیم اور خطبہ کے موقع الگ الگ ہیں۔ حدیث ہذا میں آپؐ نے بطور معلم اختصار و جامعیت کے پیش نظر یہاں ”ھما“ ضمیر استعمال فرمائی اور خطیب نے خطبہ کے موقع پر جب کہ تفصیل و تطویل کا موقع تھا۔ اختصار کے لئے ”ھما“ ضمیر استعمال کی جو بہتر نہ تھی۔ اس لئے آپؐ نے اس پر خنفی فرمائی۔ کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ حدیث مذکور میں مقام محبت میں ہردو کو جمع کیا گیا ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اللہ و رسول کی محبت لازم و ملزم، ہردو کی محبت جمع ہو گئی تو نجات ہو گئی اور ایمان کا مدار ہردو کی محبت پر ہے اور خطبہ مذکور نے معصیت کے معاملہ میں دونوں کو جمع کر دیا تھا جس سے وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہردو کی معصیت نقصان کا باعث ہے اور اگر کسی نے ایک کی اطاعت کی اور ایک کی نافرمانی تو یہ موجب نقصان نہیں حالانکہ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی اطاعت نہ کرنا بھی گمراہی اور رسول کی نافرمانی بھی گمراہی، اس لئے وہاں الگ الگ بیان ضروری تھا، اسی وجہ سے آپؐ نے تثنیہ فرمائی کہ تم کو خطبہ دیا نہیں آتا۔

امام طحاویؑ نے مشکل الاتمار میں یوں لکھا ہے کہ خطبہ مذکور نے لفظ ”ومن يعصهما“ پر سکتہ کر دیا تھا اور ٹھیک کر بعد میں کما ”فقد غُری“ اس سے ترجیح یہ ہو گیا تھا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ نیک ہے اور جو نافرمانی کرے وہ بھی، اس طرز ادا سے

بڑی بھاری غلطی کا امکان تھا۔ اس لئے آپ نے اس خطیب کو تنیہ فرمائی۔

حافظ ابن حجر العسقلانی میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ میں "معا سواہما" کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ "معن سواہما" نہیں فرمایا گیا، اس لئے کہ الفاظ سابقہ میں بطور عموم الہ عقل اور غیر الہ عقل یعنی انسان جیوان، جانور، بیاتات، جادوات سب داخل ہیں۔ "معن سواہما" کئنے میں خاص الہ عقل مراد ہوتے، اس لئے "معا سواہما" کے الفاظ استعمال کئے گئے اور اس میں اس پر بھی دلیل ہے کہ اس تنیہ کے استعمال میں کوئی برائی نہیں۔

حدیث مذکورہ میں اس امر پر بھی اشارہ ہے کہ نیکیوں سے آراستہ ہونا اور برائیوں سے دور رہنا تجھیں ایمان کے لئے ضروری

۔

## باب: اس بیان میں کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے

## ۱۰ - بَابٌ: عَلَامَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

(۷) ہم سے اس حدیث کو ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انس بن عبد اللہ بن جبیر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انس بن مالک بن شیخ سے اس کو سنًا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا ناقص کی نشانی ہے۔

۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ  
قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْإِيمَانِ  
حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُخْضُ الْأَنْصَارِ))

[اطرافہ فی : ۳۷۸۴]

**تَسْبِيحَ** امام عالی مقام نے یہاں بھی مرچیہ کی تردید کے لیے اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ انصار الہ عینہ کا لقب ہے جو انسین مکہ سے بھرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی امداد و اعانت کے صدر میں دیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عینہ منورہ کی طرف بھرت فرمائی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد عینہ آگئی تو اس وقت عینہ کے مسلمانوں نے آپ کی اور دیگر مسلمانوں کی جس طرح امداد فرمائی۔ تاریخ اس کی تظییر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا جس کو اللہ کی طرف سے اس طرح قبول کیا گیا کہ قیامت تک مسلمان ان کا ذکر انصار کے معزز نام سے کرتے رہیں گے۔ اس نازک وقت میں اگر الہ عینہ اسلام کی مدد کے لئے نہ کھڑے ہوتے تو عرب میں اسلام کے امیر نے کا کوئی موقع نہ تھا اسی لئے انصار کی محبت ایمان کا جزو قرار پائی۔ قرآن پاک میں بھی جا بجا انصار و معاجرین کا ذکر خیر ہوا ہے اور رضی اللہ عنہم و رضوان عنه سے ان کو یاد کیا گیا ہے۔

انصار کے مناقب و فضائل میں اور بھی بہت سی احادیث مروری ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہو گا۔ ان کے باہمی جگ و جدال کے متعلق علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وانما کان حالہم فی ذالک حال المجتهدین فی الاحکام للمسیب اجران وللمخطی اجر واحد اللہ اعلم یعنی اس بارے میں ان کو ان مجتہدین کے حال پر قیاس کیا جائے گا جن کا اجتہاد درست ہو تو ان کو دو گناہ ثواب ملتا ہے اور اگر ان سے خطا ہو جائے تو بھی وہ ایک ثواب سے محروم نہیں رہتے۔ المجتهد قدیمخطی و بصیرت ہمارے لئے یہی بہتر ہو گا کہ اس بارے میں زبان بند رکھتے ہوئے ان سب کو عزت سے یاد کریں۔

انصار کے فضائل کے لیے اتنا یہ کافی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے بارے میں فیلیا لولا الهجرة لکنت امرا من الانصار (بخاری شریف) اگر بھرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی اپنا شمار انصاری میں کرتا۔ اللہ پاک نے انصار کو یہ عزت عطا فرمائی کہ قیامت

نک کے لئے آنحضرت ﷺ ان کے شرمندہ میں ان کے ساتھ آرام فرمائے ہیں۔ (محدث)

ایک بار آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار ہی کی وادی کو اختیار کروں گا۔ اس سے بھی انصار کی شان و مرتبت کا اظہار مقصود ہے۔

## باب

(۱۸) ہم سے اس حدیث کو ابوالیمان نے بیان کیا، ان کو شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے نقل کرتے ہیں، انہیں ابوذر بن عائذ اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور لیلۃ العقبہ کے (بارة) نقیبیوں میں سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور نہ عمدًا کسی پر کوئی ناحق بہتان باندھو گے اور کسی بھی اچھی بات میں (خدا کی) نافرمانی نہ کرو گے۔ جو کوئی تم میں (اس عمد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں (اسلامی قانون کے تحت) سزا دے دی گئی تو یہ سزا اس کے (گناہوں کے) لئے بدلا ہو جائے گی اور جو کوئی ان میں سے کسی بات میں جلتا ہو گیا اور اللہ نے اس کے (گناہ) کو چھپا لیا تو پھر اس کا (معاملہ) اللہ کے حوالہ ہے، اگر چاہے معاف کرے اور اگر چاہے سزا دے دے۔ (عبادہ کہتے ہیں کہ) پھر ہم سب نے ان (سب باتوں) پر آپ سے بیعت کر لی۔

۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَفَقْبَتُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِذْرِينَ عَابِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبَادَةَ بْنَ الصَّامِيتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَكَانَ شَهِيدًا بِذَرَّةٍ، وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيَلَةَ الْعَقْبَةِ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَحْزَنَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: ((بَأَيْغُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرُقُوا، وَلَا تَرْتُنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أُولَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبَهْنَانَ تَفْرُونَةَ بَيْنَ أَنْدِنِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا لِي مَعْرُوفَ). فَعَنْ وَلَىٰ مِنْكُمْ فَأَجْزِهُ عَلَىَّ اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا لَعْنَوْبَةَ لِيَ الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَرَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَيَّ اللَّهِ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّلَهُ عَنْهُ، وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ).  
بَأَيْغُونَهُ عَلَىَّ ذَلِكَ.

[اطرافہ فی : ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹]

۶۸۷۳، ۶۸۰۱، ۶۷۸۴، ۴۸۹۴

۷۰۰۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸]

لئے جائیں اس حدیث کے راوی عبادہ بن صامت خزری محدث ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مکہ آکر مقام عقبہ میں آنحضرت ﷺ سے بیعت کی اور اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ نے جن بارہ آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا تھا، یہ ان میں سے ایک ہیں اور جنگ بدر کے محبہوں میں سے ہیں۔ ۳۲ سال کی عمر پا کر انتقال کیا اور رملہ میں دفن ہوئے۔ صحیح بخاری میں ان سے نو احادیث مروی ہیں۔

النصاری کی وجہ تسلیہ یہ ہے کہ مہینہ کے لوگوں نے جب اسلام کی امانت کے لئے مکہ آکر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو اسی بنا پر

ان کا نام انصار ہوا۔ انصار ناصر کی جمع ہے اور ناصر مددگار کو کہتے ہیں۔ انصار عمد جاہلیت میں بنو قید کے نام سے موسم تھے۔ تیلہ اس میں کو کہتے ہیں جو دو قبائل کی جامعہ ہو۔ جن سے اوس اور خوزج ہر دو قبائل مراد ہیں۔ ان ہی کے مجموعہ کو انصار کہا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون کے تحت جب ایک مجرم کو اس کے جرم کی سزا مل جائے تو آخرت میں اس کے لئے یہ سزا کفارہ بن جاتی ہے۔

دوسرے مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگناہ کی سزا دے۔ اسی طرح اللہ پر کسی نیکی کا ثواب دینا بھی ضروری نہیں۔ اگر وہ گندہ گار کو سزا دے تو یہ اس کامیں انصاف ہے اور گناہ معاف کردے تو یہ اس کی میں رحمت ہے۔ نیکی پر اگر ثواب نہ دے تو یہ اس کی شان بے نیازی ہے اور ثواب عطا فرمادے تو یہ اس کامیں کرم ہے۔

تمیرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرٹکب بغیر توبہ کے مرجائے تو اللہ کی مرضی پر موقف ہے، چاہے تو اس کے ایمان کی برکت سے بغیر سزادیے جنت میں داخل کرے اور چاہے سزادے کر پھر جنت میں داخل کرے۔ مگر شرک اس سے منع ہے کیونکہ اس کے بارے میں قانون الہی یہ ہے ﴿اَنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَنْ يَشْرِكُ بِهِ﴾ الایہ جو شخص شرک پر انتقال کر جائے اللہ پاک اسے ہرگز نہیں بخشنے گا اور وہ بیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کسی موسمن کا خون ناقح بھی نفس قرآنی سے یہی حکم رکھتا ہے۔ اور حقوق العباد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب تک وہ بندے ہی نہ معاف کر دیں، معلق نہیں ٹلے گی۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی عام آدی کے بارے میں قطعی جنتی یا قطعی دوزخی کہنا جائز نہیں۔

پانچویں بات پر معلوم ہوئی کہ اگر ایمان دل میں ہے تو محض گناہوں کے ارتکاب سے انسان کا فرق نہیں ہوتا۔ مگر ایمان قلبی کے لئے زبان سے اقرار کرنا اور عمل سے ثبوت ایمان دینا بھی ضروری ہے۔ اس حدیث میں ایمان، اسلام، اخلاق، حقوق العباد کے وہ پیشتر مسائل آگئے ہیں۔ جن کو دین و ایمان کی بنیاد کما جاسکتا ہے۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ نیکی و بدی یقیناً ایمان کی کی و بیشی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور جملہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل ہیں۔ ان احادیث کی روایت سے حضرت امیر الحوشین کا یہی مقصد ہے۔ پس جو لوگ ایمان میں کی و بیشی کے قائل نہیں وہ یقیناً خطا پر ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کے مرٹکب کو کافر یا بیشہ کے لئے دوزخی بتلاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہماری روایت کے مطابق یہاں لفظ باب بغیر ترجمہ کے ہے اور یہ ترجمہ سابق ہی سے متعلق ہے۔

ووجه التعلق انه لما ذكر الانصار في الحديث الاول اشار في هذا الى ابتداء السبب في تلقيم بالانصار لازماً اول ذلك كان ليلة العقبة لاما توقفوا مع النبي صلى الله عليه وسلم عند عقبة متنى في الموسم كما سياقى شرح ذلك ان شاء الله تعالى في السيرة النبوية من هذا الكتاب يعني اس تعلق کی وجہ یہ ہے کہ حدیث اول میں انصار کا ذکر کیا گیا تھا یہاں یہ بتلایا گیا کہ یہ لقب ان کو کیا گر ما۔ اس کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب کہ ان لوگوں نے عقبہ میں منی کے قریب آخرت میں ہی کی موافقت و ارادہ کے لئے پورے طور پر وعدہ کیا۔ لفظ ”عصابة“ کا اطلاق زیادہ سے زیادہ پالیس پر ہو سکتا ہے۔ یہ بیعت اسلام تھی جس میں آپ نے شرک بالله سے توبہ کرنے کا وعدہ لیا۔ پھر دیگر اخلاقی برائیوں سے بچنے کا اور اولاد کو قتل نہ کرنے کا وعدہ لیا۔ جب کہ عرب میں یہ برائیاں عام تھیں۔ بہتان سے بچنے کے بھی وعدہ لیا۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی کوئی اصلیت نہ ہو۔ الفاظ بین ایدیکم و ارجلکم میں دل سے کنایہ ہے۔ یعنی دل نے ایک بے حقیقت بات گھڑی۔ آگے آپ نے اصولی بات پر وعد دیا کہ ہر نیک کام میں یہیش اطاعت کرنی ہو گی۔ معروف ہر وہ چیز ہے جو شریعت کی نگاہ میں جانی ہوئی ہو۔ اس کی ضد مکر ہے۔ جو شریعت میں نگاہ نفرت سے دیکھی جائے۔

باب:- اس بیان میں کہ فتوؤں سے دور بھاگنا (بھی) دین (ہی) میں

۱۲ - بَابٌ مِنَ الدِّينِ الْفُرَارُ مِنْ

## الفِتْنَ

## شامل ہے

(۱۹) ہم سے (اس حدیث کو) عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انسوں نے اسے مالک سے نقل کیا، انسوں نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی صعصہ سے، انسوں نے اپنے باپ (عبد اللہ<sup>رض</sup>) سے، وہ ابوسعید خدربی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ<sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے فرمایا وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا (سب سے) عمده مال (اس کی) بکاریاں ہوں گی۔ جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بر ساتی وادیوں میں اپنے دین کو بچانے کے لئے بھاگ جائے گا۔

۱۹ - حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ صَفَصَفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرَى إِنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يُؤْشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مَالِ الْمُسْلِمِينَ غَيْرَ يَتَبَعُ بِهَا شَعْفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتْنَ)).

[اطرافہ فی : ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵]

. [۷۰۸۸]

**لِتَشْرِيفِ** مقصد حدیث یہ ہے کہ جب فتنہ و فساد اتنا بڑھ جائے کہ اس کی اصلاح بظاہر ناممکن نظر آنے لگے تو ایسے وقت میں سب سے بکھری بھتر ہے۔ فتنہ میں فتن و فجور کی زیادتی، سیاسی حالات اور ملکی اتفاقات کی بد عنوانی، یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ جن کی وجہ سے مرد مومن کے لئے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت دشوار ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر محض دین کی حفاظت کے جذبے سے آدمی کسی تہائی کی جگہ چلا جائے۔ جہاں فتنہ و فساد سے بچنے کے قویہ بھی دین ہی کی بات ہے اور اس پر بھی آدمی کو ثواب ملے گا۔

حضرت امام<sup>رض</sup> کا مقصد یہی ہے کہ اپنے دین کو بچانے کے لئے سب سے بکھری اختیار کرنے کا عمل بھی ایمان میں داخل ہے۔ جو لوگ اعمال صالح کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

بکھری کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس پر انسان آسانی سے قابو پالیتا ہے اور یہ انسان کے لئے مراحت بھی نہیں کرتی۔ یہ بہت ہی غریب اور مسکین جانور ہے۔ اس کو جنت کے چوبیوں میں سے کما کیا ہے۔ اس سے انسان کو فتح بھی بہت ہے۔ اس کا دودھ بہت مفید ہے۔ جس کے استعمال سے طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیز اس کی نسل بھی بہت بڑھتی ہے۔ اس کی خوراک کے لئے بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جنگلوں میں اپنا بیٹھ خود بھر لیتی ہے۔ بآسانی پہاڑوں پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ اس لئے فتنہ فساد کے وقت پہاڑوں جنگلوں میں تہائی اختیار کر کے اس مفید ترین جانور کی پرورش سے گذران میخت کرنا مناسب ہے۔ آنحضرت<sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے یہ بطور پیشین گوئی فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں بہت پر فتن زمانے آئے اور کتنے ہی بندگانِ الہی نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے آبادی سے ویرانوں کو اختیار کیا۔ اس لئے یہ عمل بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ اس سے ایمان و اسلام کی حفاظت مقصود ہے۔

۱۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ)) وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فَعْلٌ

باب:- رسول اللہ<sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کے اس ارشاد کی تفصیل کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور اس بات کا ثبوت کہ معرفت دل کا فعل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”لیکن (اللہ) گرفت کرے گا اس پر جو تمہارے دلوں نے کیا ہو گا۔“

الْقَلْبُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُ قُلُوبَكُمْ ﴾

(۲۰) یہ حدیث ہم سے محمد بن سلام نے بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ انہیں اس کی عبده نے بُرْدَیٰ وہ ہشام سے لفظ کرتے ہیں، ہشام حضرت عائشہؓ سے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معموم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی بھیں سب لغوشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لئے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادات کرنے کا حکم فرمائیے) (یہ سن کر آپ نادر ارض ہوئے حتیٰ کہ خلکی آپ کے چڑہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ بے شک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔ (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادات نہیں کر سکتے)

**تَقْرِيْبٌ** اس بُرْدَیٰ کے تحت بھی امام بخاریؓ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کا یہ فعل ہر جگہ یکمل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے قلب کی ایمانی کیفیت تمام صحابہؓ اور ساری مخلوقات سے بڑھ کر تھی۔ یہ مل حضرت امام بخاری مرجبی کے ساتھ کرامیہ کے قول کا بطلان بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول کا نام ہے اور یہ حدیث ایمان کی کی و زیادتی کے لئے بھی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان انا اعلمکم بالله سے ظاہر ہے کہ علم بالله کے درجات ہیں اور اس بارے میں لوگ ایک دوسرے سے کم و زیادہ ہو سکتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اس مخالفہ میں جمیع صحابہؓ بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ چڑھ کر حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض صحابی آپ سے بڑھ کر عبادات کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس خیال کی تنقیط میں فرمایا کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں۔ تم کتنی ہی عبادات کرو مگر مجھ سے نہیں بڑھ سکتے ہو اس لئے کہ صرف خداوندی تم سب سے زیادہ مجھ سی کو حاصل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادات میں میان رودی ہی خدا کو پہنچتا ہے۔ اسکی عبادات جو طاقت سے زیادہ ہو، اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان صرفت رب کا نام ہے اور صرفت کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے ایمان محض زبانی اقرار کو نہیں کہا جاسکتا۔ اس کے لئے صرفت قلب بھی ضروری ہے اور ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

باب: اس بیان میں کہ جو آدمی کفر کی طرف واپسی کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھے،  
تو اس کی یہ روشن بھی ایمان میں داخل ہے

(۲۱) اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، وہ قادة سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت انسؓ سے، اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، جس مغض

- ۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَنْهُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْرَهُمْ مِنْ الْأَطْهَارِ بِمَا يُعْتَقِدُونَ قَالُوا: إِنَّا لَسَنَا كَهْنَيْكَ نَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقْدَمْ مِنْ ذَنِبِكَ وَمَا تَأْخُرَ. فَنَفَضَبَ حَتَّى يَغْرِفَ الْفَضْبَتُ لِيَنْ وَجْهُهُ تُمَّ يَقُولُ: ((إِنَّ أَنْفَاصَكُمْ وَأَغْلَمَكُمْ بِاللَّهِ آتَاهُ)).

٤ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرِهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ

مِنَ الْإِيمَانِ

- ۲۱ - حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ بْنُ حَوْبَبَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ قَاتَدَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَلَّا تَرْكَ مِنْ كُنْ

میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص نے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماموا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کیلئے محبت کرے اور تیسرا بات یہ کہ نے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گرانے کو براجانتا ہے۔

**فِيهِ وَجَدَ حَلَوةً الْإِيمَانُ: مَنْ كَانَ اللَّهُ  
وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ  
أَحَبَّ عَنْهَا لَا يُحِبُّ إِلَّا اللَّهُ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَن  
يَعْزَذَ فِي الْكُفَّارِ بَقْدَ إِذْ أَنْقَدَهُ اللَّهُ كَمَا  
يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ).**

**لشیعیت** ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت فی الحقیقت بیٹھ جائے وہ کفر کو کسی حالت میں برداشت نہیں کرے گا۔ لیکن اس محبت کا انہمار محض اقرار سے نہیں بلکہ اطاعت احکام اور مجاہدۃ نفس سے ہوتا ہے اور ایسا ہی آدمی درحقیقت اسلام کی راہ میں مصیبیں جھیل کر بھی خوش رہ سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ عادات پاکیزہ اور استقامت یہ سب ایمان میں داخل ہیں۔ ابھی یہچہ بھی حدیث ذکر ہو چکی ہے۔ جس میں بعد اذ انقدر اللہ کے لفظ نہیں تھے۔ مزید تفصیل کے لئے پچھلے صفات کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت نواب صدیق حسن خاں **رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى** فرماتے ہیں وہاذا حدیث بمعنی حدیث ذات طعم الایمان من رضی بالله ربنا وبالاسلام دینا و بمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا و ذلك انه لا يصح المحبة لله و رسوله حقيقة و حب الاندمي في الله و رسوله و كراهة الرجوع الى الكفر لا يكون الا لمن قوى الایمان يقينه و اطمانت به نفسه والشرح له صدره و خالط لحمه و دمه وهذا هو الذي وجد حلوته والحب في الله من ثمرات حب الله (سراج الوضاح، ص: ۳۶) یعنی یہ حدیث دوسری حدیث ذات طعم الایمان الخ ہی کے سنتے میں ہے جس میں وارد ہے کہ ایمان کا مزہ اس نے پچھے لیا جو اللہ سے ازوئے رب ہونے کے راضی ہو گیا اور جس نے اسلام کو بھیت دیں کے پسند کر لیا اور حضرت محمد ﷺ کو بہ حیثیت رسول کے مان لیا، اس نے ایمان کا مزہ حاصل کر لیا۔ اور یہ نعمت اسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوتی ہے جس کے ایمان نے اس کے یقین کو طاقت ور کر دیا ہو اور اس سے اس کا نفس مطمئن ہو گیا اور اس کا سینہ کھل گیا اور ایمان و یقین اس کے گوشت پوست اور خون میں داخل ہو گیا۔ یہ وہ خوش نصیب ہے جس نے ایمان کی حلاوت پائی اور اللہ کے لئے اس کے نیک بندوں کی محبت اللہ ہی کی محبت کا پھل ہے۔ پھر آگے حضرت نواب صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ محبت ولی میلان کا ہام ہے۔ کبھی یہ حسین و جیل صورتوں کی طرف ہوتا ہے، کبھی اچھی آواز یا اچھے لکھنے کی طرف، کبھی یہ لذت میلان بالطفی معافی سے متعلق ہوتی ہے۔ جیسے صالحین و علماء و اہل فضل سے ان کے مراتب کمال کی بنا پر محبت رکھنا۔ کبھی محبت ایسے لوگوں سے پیدا ہو جاتی ہے جو صاحب احسان ہیں۔ جنہوں نے تکالیف اور مصائب کے وقت مدد کی ہے۔ ایسے لوگوں کی محبت بھی مستحسن ہے اور اس قسم کی جملہ خوبیات اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی میں جمع ہیں۔ آپ کا جبل ظاہر و باطن اور آپ کے خصال حمیدہ اور فضائل اور جمیع اسلامیین پر آپ کے احسانات ظاہر ہیں۔ اس لئے آپ کی محبت یعنی تقاضائے ایمان ہے۔

آگے حضرت نواب مرحوم نے عشق مجازی پر ایک طویل تصریح فرماتے ہوئے بتالیا ہے کہ و من اعظم مکائد الشیطان ما فتن به عشاقد صور المرد والنسوان وتلك لعمر الله فتنۃ کبریٰ و بلية عظمی اخ۔ یعنی شیطان کے عظیم تر جالوں میں سے ایک یہ جال ہے جس میں بہت سے عشاقد جلا رہتے چلے آئے ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں جو لڑکوں اور عورتوں پر عاشق ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کر لیتے ہیں اور قسم اللہ کی یہ بہت ہی بڑی مصیبت ہے۔ اللہ ہر مرد مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

آئمن۔

حضرت امام المغرین ناصر المودعین نواب صاحب مرحوم دوسری جگہ اپنے مشہور مقالہ تحريم المحررین فرماتے ہیں:

”مرض عشق کو شراب و زنا کے ساتھ مثل غنا کے ایک منابع خاص ہے۔ یہ مرض شوت فرج سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کی مزاج پر شوت غالب آجائی ہے تو یہ بیماری اس شوت پرست کو پکڑ لیتی ہے جب وصال عشق محال ہوتا ہے یا میر نہیں آتا تو عشق سے حرکات بے عقلی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لذا کتب دین میں عشق کی نہاد آئی ہے اور اس کا انجام شرک تھیرا یا ہے۔ قرآن و حدیث میں کسی جگہ اس مخصوص لفظ کا استعمال نہیں ہوا۔ قصہ زنجام افراد محبت کو بلطف ”شفق حب“ تعبیر کیا ہے۔ یہ حرکت زنجام سے حالت کفر میں صادر ہوئی تھی۔ ہنود میں بھی ظہور عشق عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ بخلاف عرب کے کہ وہاں مرعشماق زن ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ قیس لیلی پر فریقت تھا۔ اس سے بدتر عشق الہ فرس کا ہے کہ وہ امرد پر شیفتہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک قسم نواز اور افلام کی ہے۔ جس طرح کہ عورت کی طرف سے عشق کا ظہور ایک مقدمہ ہوتا ہے۔ جو کوئی اس مرض کا مریض ہوتا ہے وہ شریان رانی ہو جاتا ہے۔ الہ طم نے لکھا ہے کہ عشق بندے کو توحید خدا سے روک کر گرفتار شرک و بت پرستی کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ عاشق مشوق کا بندہ ہو جاتا ہے اس کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی پر مقدمہ رکھتا ہے۔ یہی اس کی صنم پرستی ہے۔ کتاب افاضۃ اللہ عَزَّوَجَلَّ و کتاب الدواء الکافی اور دیگر رسائل میں آفات و مصائب عشق کو تفصیل وار لکھا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس شرک شیرین و کفر نکلنے سے بچا کر اپنی محبت بخشنے اور محاز سے حقیقت کی طرف لائے۔ حدیث میں آیا ہے جبک الشی بمعنی و یضم یعنی کسی چیز کی محبت تجوہ کو انداھا بھرو ہوادتی ہے۔

رقم الحروف کرتا ہے کہ یہی حال مقلدین جلدیں کاہے جن کا طور طریقہ بالکل ان لوگوں کے مطابق ہے۔ جن کا حال اللہ پاک نے یوں بیان فرمایا ہے۔ (إِنَّهُدُوا أَنْجَبَاهُمْ وَرَهَبَانَهُمْ أَذْنَابًا مِنْ ذُنُونِ اللَّهِ) (التوبہ: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔ انہے مجتدین کا احترام اپنی جگہ پر ہے گران کے ہر فتویٰ ہر ارشاد کو وحی آسمانی کا درجہ دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو افراد و تقریب سے بچائے۔ آئین۔

## ۱۵ - بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ باب: (اس بیان میں کہ) ایمان والوں کا عمل میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا (عین ممکن ہے)

(۲۲) ہم سے اسماعیل نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں ان سے مالک نے، وہ عمرو بن سیکی المازنی سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر (بھی) ایمان ہو، اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ (یہی راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سالفظ استعمال کیا) اس وقت وہ دانے کی

۲۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ  
عَنْ عُمَرِ بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
أَبِيهِ سَعِيدِ الْعُدْنَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ  
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَدْخُلُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ  
وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ, ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى  
أَخْرِجُوكُمْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْقَالٌ حَبَّةٌ مِنْ  
خَرَذَلٍ مِنْ إِيمَانٍ, فَيُخْرِجُوكُمْ مِنْهَا قَدْ  
أَسْوَدُوكُمْ فَلَقُونَ فِي نَهْرِ الْحَيَا - أَوِ الْحَيَاةِ،  
شَكُّ مَالِكٌ - فَيُبَتُّونَ كَمَا تَبَتَّ الْجَجَةُ  
فِي جَانِبِ السَّيْلِ, أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ

صفراء ملعونہ)؟ قَالَ وَهُنَيْبٌ: حَدَّثَنَا عَمْرُو ((الْحَيَاةِ)). وَقَالَ: ((عَوْذِلُ مِنْ خَيْرِ)). [اطراfe فی : ۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ایمان) کی بجائے (خودل من خیر) کا لفظ بیان کیا۔

طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ لکھتا ہے۔ وہیب نے کہا کہ ہم سے عمرو نے (حیا کی بجائے) حیا، اور (خودل من خیر)۔ [۷۴۳۹، ۶۵۷۴، ۶۵۷۸]۔

**لشیخ** اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جس کسی کے دل میں ایمان کم سے کم ہو گا۔ کسی نہ کسی دن وہ مشیت ایزدی کے تحت اپنے گناہوں کی سزا بھٹکنے کے بعد وزن سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان پر نجات کا مدار تو ہے۔ مگر اللہ کے یہاں درجات اعمال ہی سے میں گے۔ جس قدر اعمال عمدہ اور نیک ہوں گے اس قدر اس کی عزت ہو گی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور یہ کہ کچھ لوگ ایمان میں ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے قلوب میں ایمان محض ایک رائی کے دانہ برابر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی میں اس قدروضاحت کے بعد بھی جو لوگ جملہ ایمانداروں کا ایمان یکساں مانتے ہیں اور کسی بیشی کے قائل نہیں ان کے اس قول کا خود اندازہ کر لیتا چاہئے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ووожہ مطابقة هذا الحديث للترجمة ظاهر وارد با مراده الرد على المرجنة لمعافیه من ضرر المعاصی مع الايمان وعلى المعتزلة في ان المعاصی موجبة للخلود یعنی اس حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور حضرت مصنف کا یہاں اس حدیث کے لئے سے مقصود مرجیہ کی تردید کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ایمان کے باوجود معاصی کا ضرر و نقصان بتلایا گیا ہے اور معززہ پروردہ ہے جو کہتے ہیں کہ گز گار لوگ وزن میں بیشہ رہیں گے۔

(۲۳) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے ابراہیم بن سعد نے، وہ صاحب سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن شاہب سے، وہ ابو امامہ بن سلیمان بن حنیف سے روایی ہیں، وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک وقت سورہ تھما، میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کے جا رہے ہیں اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرۂ سینے تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا ہے۔ (پھر) میرے سامنے عمر بن الخطاب لائے گئے۔ ان کے بدن پر (جو) کرتے تھا۔ اسے وہ گھسیت رہے تھے۔ (یعنی ان کا کرۂ زمین تک نیچا تھا) صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (اس سے) دین مراد ہے۔

۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبِيدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ شَهَابٍ عَنْ أَمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ أَنَّ سَمْعَ أَبْنَا سَعِيدِ الْخَذْرِيِّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا نَأْمَمُ رَأْيَتُ النَّاسَ يَعْرَضُونَ عَلَيْيَ وَعَلَيْهِمْ ثُمَّ مُضِنُّ، مِنْهَا مَا يَتَلَقَّعُ الْفُلْيَيْ، وَمِنْهَا مَا ذُوْنَ ذَلِكَ، وَغَرِضَ عَلَيْيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابَ وَعَلَيْهِ قَمِيْضَ يَعْجَرَةً، قَالُوا: فَمَا أَوْلَتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الَّذِينَ)).

[اطراfe فی: ۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹]۔

**لشیخ** مطلب یہ ہے کہ دین حضرت عمر بن حنثہ کی ذات میں اس طرح جمع ہو گیا کہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق بن حنثہ کی شخصیت اپنی فدا کاری و جان ثاری اور دینی عظمت والہیت کے لحاظ سے حضرت عمر بن حنثہ سے بھی بڑھ کر بے اور بزرگی و عظمت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اسلام کو جو ترقی اور بحیثیت دین کے جو شوکت حضرت عمر بن حنثہ کی

ذات سے ہوئی وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا کرتہ سب سے بڑا تھا، اس لئے ان کی دینی فرم بھی اور وہ سے بڑھ کر رہی۔ دین کی اسی کی بیشی میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس روایت کے نقل کرنے سے حضرت امام بخاریؓ کا یہی مقصود ہے۔

ومطابقہ للترجمة ظاهرة من جهة تاویل القمص بالدین وقد ذکر انهم متفاضلون في لبسها فدل على انهم متفاضلون في الإيمان (فتح) یعنی حدیث اور باب کی مطابقت بایس طور ظاہر ہے کہ قیصوں سے دین مراد ہے اور مذکور ہوا کہ لوگ ان کے پہنے میں کی بیش کی حالت میں ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ وہ ایمان میں بھی کم و بیش ہیں۔

علامہ قطلانیؓ فرماتے ہیں وہی اسی الحدیث الشییه البليغ و هو تشییه الدین بالقمص لانه لیست عورۃ الاسنان و کذاك الدين یستره من النار وفيه الدلالۃ على التفاصیل فی الإیمان كما هو مفہوم تاویل القمیص الدین مع ماذکرہ من ان الایاسین یتفاضلون في بسه لیعنی اس حدیث میں ایک گمراہ یلغی تشبیہ ہے جو دین کو قیص کے ساتھ دی گئی ہے، قیص انسان کے جسم کو چھپانے والی ہے، اسی طرح دین اسے دوزخ کی آگ سے چھپائے گا، اس میں ایمان کی کی بیشی پر بھی دلیل ہے جیسا کہ قیص کے ساتھ دین کی تعبیر کا مفہوم ہے۔ جس طرح قیص پہننے والے اس کے پہنے میں کم و بیش ہیں اسی طرح دین میں بھی لوگ کم و بیش درجات رکھتے ہیں، پس ایمان کی کمی و بیشی ثابت ہوئی۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں حضرت امام الحدیثین آگے ان چیزوں کا بیان شروع فراہر ہے ہیں، جن کے نہ ہونے سے ایمان میں نقص لازم آتا ہے۔

چنانچہ اگلا باب اس مضمون سے متعلق ہے۔

#### ۱۶ - بَابُ الْحَيَاةِ مِنَ الْإِيمَانِ

(۲۲) عبد اللہ ابن یوسف نے ہم سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مالک ابن انس نے ابن شاہ سے خبر دی، وہ سالم بن عبد اللہ سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے باپ (عبد اللہ بن عمر) سے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ نے اس انصاری سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

**لئے جائیں** بخاری کتاب الادب میں یہی روایت ابن شاہ سے آئی ہے۔ اس میں لفظ یعظ کی جگہ یعاب ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ انصاری اس کو اس بارے میں عتاب کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انصاری سے فرمایا اسے اس کی حالت پر رہنے دو۔ حیا ایمان ہی کا حصہ ہے۔

حیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان برائی کی نسبت اپنے نام کے ساتھ ہونے سے ڈرے۔ حرام امور میں حیا کرنا واجب ہے اور مکروہات میں بھی حیا کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ الحیاء لا یاتی الا بخیر کا یہی مطلب ہے کہ حیا خیر ہی خیر لاتی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے۔ خف اللہ علی قدرتہ علیک واستحقی منه علی قدرتہ قربہ منک۔ اللہ کا خوف پیدا کرو اس اندازہ کے مطابق کہ وہ تمہارے اوپر کتنی زبردست قدرت رکھتا ہے اور اس سے شرم رکھو یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ وہ تم سے کس قدر قریب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا خوف

پورے طور پر ہو کہ وہ تمہارے اوپر اپنی قدرت کامل رکھتا ہے جب وہ چاہے اور جس طرح چاہے تم کو پکڑے اور اس سے شرم و حیا بھی اس خیال سے ہونی چاہئے کہ وہ تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

الغرض حیا اور شرم انسان کا ایک فطری یہی جذبہ ہے جو اسے بے حیائی سے روک دیتا ہے اور اس کے طفیل وہ بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے نفع جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ چاہے مراد وہ ہے جا شرم نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان کی جرأت عمل ہی مفقود ہو جائے۔ وہ اپنے ضروری فرائض کی ادائیگی میں بھی شرم و حیا کا بہانہ تلاش کرنے لگے۔ حضرت امام الحمد شیعیں اس حدیث کی نقل سے بھی مرجبیہ کی تردید کرنا چاہئے ہیں جو ایمان کو صرف قول بلا عمل مانتے ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ میں جملہ اعمال صالح و عادات یہ سے کو ایمان ہی کے اجزاء اقرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے کہ حیا شرم جیسی پاکیزہ عادت بھی ایمان میں داخل ہے۔

**باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہ اگر وہ (کافر) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی ان سے جنگ نہ کرو)**

۱۷- بَابُ ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاءَ فَعَلَوْا سَبِيلَهُمْ﴾

(۲۵) اس حدیث کو ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، ان سے ابو روح حری بن عمارہ نے، ان سے شعبہ نے، وہ واقد بن محمد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں اس وقت تک کہ وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ کے پیچے رسول ہیں اور نماز ادا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دیں، جس وقت وہ یہ کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے، سوائے اسلام کے حق کے۔ (ربہ ان کے دل کا حال تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدَ الْمَسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحَنَ الْحَرَمِيُّ بْنُ عَمَارَةَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيهِ يَحْدُثُ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَمْرَتُ أَنْ أَقْبَلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ، وَيَقِنُوا الصَّلَاةَ، وَيَؤْتُوا الزَّكَاءَ. فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنْيَ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَجَسَاهُمْ عَلَى اللَّهِ)).

**لشیخ** علامہ ابن حجرؓ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابواب ایمان میں لانے سے فرقہ ضالہ مرجبیہ کی تردید مقصود ہے جن کا گمان ہے کہ ایمان کے لیے عمل کی حاجت نہیں۔ آیت اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے توہ کرنے اور نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کا راستہ چھوڑ دیجیں جنگ نہ کرو۔ اور حدیث میں اس کی تفسیر مزید کے طور پر نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ کلمہ شادوت کا بھی ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ جو لوگ ان ظاہری اعمال کو بجا لائیں گے ان کو یقیناً مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور وہ جملہ اسلامی حقوق کے متعلق ہوں گے۔ ربہ ان کے دل کا حال سو وہ اللہ کے حوالہ ہے کہ دلوں کے بھی دلوں کا جاننے والا وہی ہے۔ الا بحقِ الاسلام کا مطلب یہ کہ قوانینِ اسلام کے تحت اگر وہ کسی سزا یا حد کے متعلق ہوں گے تو اس وقت ان کا ظاہری اسلام اس بارے میں رکاوٹ نہ بن سکے گا اور شرعی سزا بالضور ان پر لاگو ہو گی۔ جیسے محسن زانی کے لئے رجم ہے۔ ناقن خون ریزی کرنے

والے کے لئے قصاص ہے۔ یا جیسے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد زکوٰۃ سے انکار کر دیا تھا۔ جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمادیا کہ لا قالدن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ جو لوگ نماز کی فرضیت کے قائل ہیں مگر زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں ان سے میں ضرور مقابلہ کروں گا۔ الا بحق الاسلام میں ایسے جملہ امور داخل ہیں۔

آیت شریفہ مذکورہ سورہ توبہ میں ہے جو پوری یہ ہے ﴿لَيَادِ النَّسْلَخِ الْأَشْهُرِ الْخَرْمَ فَأَنْتُلُوا الشُّفَرِ كَيْفَنِ حَتَّىٰ وَجَذَّبُوكُمْ وَاحْضُرُوكُمْ وَاقْعُدُوكُمْ كُلُّ مَوْضِيدٍ فَلَمَّا تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكُوٰةَ فَعَلَوْا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَفُوزٌ بِرِحْمَتِهِ﴾ (التوبہ: ۵) یعنی حرمت کے میں گزرنے کے بعد (مافعانہ طور پر) مشرکین سے جنگ کرو اور جمال بھی تمہارا داؤ گئے ان کو مارو، پکڑو، تید کرو اور ان کے پکڑنے یا زیر کرنے کے لئے ہر گھمات میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ شرارت سے توبہ کریں اور (اسلام قبول کر کے) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ پاک بخششے والا مریان ہے۔

آیت شریفہ کا تعلق ان مشرکین عرب کے ساتھ ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیا اور ہر وقت وہ میں سے ایسٹ سے ایسٹ بجائے کی ٹکر میں رہے اور ”خود جیو اور دوسروں کو جیئے دو“ کا نظری اصول قطعاً بھلا دیا۔ آخر مسلمانوں کو مجبور آمد افت کے لئے قدم اٹھانا پڑا۔ آیت کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے اس پر بھی ان کو آزادی وی گئی کہ اگر وہ جارحانہ اقدام سے باز آ جائیں اور جنگ بند کر کے جزیہ ادا کریں تو ان کو امن دیا جائے گا اور اگر اسلام قبول کر لیں تو پھر وہ اسلامی برادری کے فرد بن جائیں گے اور جملہ اسلامی حقوق ان کو حاصل ہوں گے۔

علامہ قطلانیؒ فرماتے ہیں ویو خذ من هذا الحديث قبول الاعمال الظاهرة والحكم بما يقتضيه الظاهر والاكتفاء في قبول الإيمان بالاعتقاد الجازم۔ یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال ظاہری کو قبول کیا جائے گا اور ظاہری حال ہی پر حکم لگایا جائے گا اور پختہ اعتقاد کو قبولیت ایمان کے لئے کافی سمجھا جائے گا۔

علامہ ابن حجرؓ فرماتے ہیں ویو خدمته ترک تکفیر اهل البدع المقربین بالتوحید الملزمن للشرعاء و قبول توبۃ الكافر من کفره من غیر تفصیل بین کفر ظاہر او باطن یعنی اس حدیث سے یہ بھی لیا جائے گا کہ جو اہل بدعت توحید کے اقراری اور شرائع کا الزرام کرنے والے ہیں ان کی عکیفہ نہ کی جائے گی اور یہ کہ کافر کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے کہ وہ توبہ ظاہری کر رہا ہے یا اس کے دل سے بھی اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ ہاں جو لوگ محبت بدعت میں گرفتار ہو کر علائیہ توہین و انکار سنت کریں گے وہ ضرور آئیت کریمہ ﴿فَإِنْ تُولُوا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَجُوزُ الْكُفُورُونَ﴾ (آل عمران: ۳۲) کے مصادق ہوں گے۔

حضرت امام الحمد شیخ مرجیہ کی تردید کرتے ہوئے اور یہ بتلاتے ہوئے کہ اعمال بھی ایمان ہی میں داخل ہیں، تفصیل مزید کے طور پر آگے بتلاتا چاہتے ہیں کہ بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی میں لفظ عمل استعمال ہوا ہے اور وہاں اس سے ایمان مراد ہے۔ پس مرجیہ کا یہ قول کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے، باطل ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبدی اللہ صاحب شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں۔ و فی الحديث رد على المرجحة في قوله ان الایمان غير مفترض الى الاعمال وفيه تنبیه على ان الاعمال من الایمان والحديث موافق لقوله تعالیٰ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ فلخلوا سبیلهم منتفق عليه اخراجه البخاری في الایمان والصلوٰۃ و مسلم في الایمان الا ان مسلما لم يذكر الا بحق الاسلام لكنه موارد والحديث اخرجه ايضا الشیخان من حدیث ابی هریثة والبخاری من حدیث انس و مسلم من حدیث جابر (موعده جلد: اول / ص: ۳۶۶) مراد وہی ہے جو اپر بیان ہوا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الایمان اور کتاب الصلوٰۃ میں نقل کیا ہے اور امام مسلم نے صرف ایمان میں اور وہاں لفظ الاحق الاسلام ذکر نہیں ہوا لیکن مراد وہی ہے نیزاں حدیث کو شیخان نے حدیث ابو ہریرہ سے اور بخاری نے حدیث انس سے اور مسلم نے حدیث جابر سے بھی روایت کیا ہے۔

## باب: اس شخص کے قول کی تصدیق میں جس نے کہا ہے کہ ایمان عمل (کام) ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور یہ جنت ہے اپنے عمل کے بد لے میں تم جس کے مالک ہوئے ہو“ اور بہت سے اہل علم حضرات ارشاد باری فوریک اخ لکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہاں عمل سے مراد ”لا اله الا اللہ“ کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”عمل کرنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنا چاہیے۔“

(۲۶) ہم سے احمد بن یوسف اور موسیٰ بن اسما عامل دونوں نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اہن شاب نے بیان کیا، وہ سعید بن المیبؑ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا“ کہا گیا، اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ ”اللہ کی راہ میں جناد کرنا“ کہا گیا، پھر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ”حج مبرور۔“

**۱۸ - بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ**

**الْعَمَلُ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :**

﴿وَرَبِّكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أَوْزِعُنَّاهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾۔ وَقَالَ عِذْتَةُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي قُوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَوْ رَبِّكَ لَتَسْأَلُهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ عنْ قَوْلِ لَأَ إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلَيَعْمَلُ الْغَافِلُونَ﴾

**۲۶ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَمُؤْنَسٌ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ هِبَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ أَيُّ الْعَمَلٍ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: (الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ) قَيْلَ: فَمُمْ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). قَيْلَ: فَمُمْ مَاذَا؟ قَالَ: ((الْحَجُّ مَبْرُوزٌ)).**

[ظرفہ فی : ۱۵۱۹]

**الشیخ** حضرت امام قدس سرہ یہاں بھی ثابت فرماتے ہیں کہ ایمان اور عمل ہر دو شے در حقیقت ایک ہی ہیں اور قرآنی آیات میں جو یہاں مذکور ہیں لفظ عمل استعمال کر کے ایمان مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ﴿وَ تَلَكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أَوْزِعُنَّاهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (الزخرف: ۷۲) میں ہے اور بہت سے اہل علم جیسے حضرت انس بن مالک اور جابر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کہا ہے کہ آیت کریمہ فوریک اخ لکی میں ﴿عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الحجر: ۹۳) سے کلمہ طیبہ لا اله الا اللہ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مراد ہے۔ کہ قیامت کے دن اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آیت شریفہ ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلَيَعْمَلُ الْغَافِلُونَ﴾ (الحالفات: ۷۱) میں بھی ایمان مراد ہے۔ مقصود یہ کہ کتاب اللہ کی اسی قسم کی جملہ آیات میں عمل کا لفظ استعمال میں لا کر ایمان مراد لیا گیا ہے۔ پھر حدیث مذکور میں نہایت صاف لفظوں میں موجود ہے ای العمل الفضل کون سا عمل بہتر ہے؟ جواب میں فرمایا ایمان بالله و رسولہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ یہاں اس بارے کی ایسی صراحت موجود ہے جس میں کسی تاویل کی کنجائیش نہیں۔ باب کا مطلب بھی یہیں سے لکھتا ہے، کیونکہ یہاں ایمان کو صاف صاف لفظوں میں خود آنحضرت ﷺ نے لفظ عمل سے تعبیر فرمایا ہے اور دوسرے اعمال کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ایمان سے یہاں اللہ و رسول پر یقین رکھنا مراد ہے۔ اسی ایمانی طاقت کے ساتھ مرد مومن میدان جناد میں گامزن ہوتا ہے۔ حج مبرور سے خالص حج مراد ہے جس میں ریاد نمود کا شانہ نہ ہو۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد آدمی گناہوں سے توبہ کرے۔ پھر گناہ میں جتلانہ ہو۔

علامہ سندی فرماتے ہیں۔ فما وقع فی القرآن من عطف العمل علی الایمان فی مواضع فهو من عطف العام علی الخاص لمزيد الاهتمام بالخاص والله اعلم یعنی قرآن پاک کے بعض مقالات پر عمل کا عطف ایمان پر واقع ہوا ہے اور یہ اہتمام خاص کے پیش نظر عام کا عطف خاص پر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ایمان قول بلا عمل کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ سراسر خط پر ہیں اور کتاب و سنت سے ان کا یہ عقیدہ باطل ظاہر و باہر ہے۔

علامہ ابن حجر العسکری میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کرنے والے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔  
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان بالله کے بعد جادا کا پھر حجج مبرور کا ذکر ہے۔ حدیث ابوذر میں حج کا ذکر چھوڑ کر حقن یعنی غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث ابن مسعود میں نماز پھر بر (شمی) پھر جادا کا ذکر ہے۔ بعض جگہ پسلے اس شخص کا ذکر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ یہ جملہ اختلافات احوال مختلف کی بنا پر اور اہل خطاب کی ضروریات کی بنا پر ہیں۔ بعض جگہ سامعین کو ہو چیز معلوم تھیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا اور جو معلوم کرانا تھا اسے ذکر کر دیا گیا۔ اس روایت میں جادا کو مقدم کیا جو ارکان خسے میں سے نہیں ہے اور حج کو مؤخر کیا جو ارکان خسے میں سے ہے۔ یہ اس لئے کہ جادا کا فتح متعدد ہے یعنی پوری ملت کو حاصل ہو سکتا ہے اور حج کا فتح ایک حاجی کی ذات تک محصر ہے۔ آیت شریفہ وتلک الجنة الح سورة زکر میں ہے اور آیت شریفہ فوریک الح سورة حجہ میں ہے اور آیت شریفہ لمثل هذا الح سورة صفات میں ہے۔

تنبیہ: حضرت امام الدین افی الحدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ کے جملہ تراجم ابواب پر نظر گائز ڈالنے سے آپ کی وقت نظر و دست معلومات، مجتہدانہ بصیرت، خداداد قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔ مگر تعصب کا برا ہو آج کل ایک جماعت نے اسی کو ”خدمت حدیث“ قرار دیا ہے کہ آپ کی علی شان پر جادو بے جاملے کر کے آپ کے خداداد مقام کو گرایا جائے اور صحیح بخاری شریف کو اللہ نے جو قبولت عام عطا کی ہے جس طور پر بھی ممکن ہو اسے عدم قبولت میں تبدیل کیا جائے۔ اگرچہ ان حضرات کی یہ غلط کوشش بالکل بے سود ہے۔ پھر بھی کچھ سادہ لوح مسلمان ان کی ایسی نامبارک مسائی سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ ان ”حضرات“ کی ایک نئی ائمہ یہ بھی ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ حدیث نبوی کے لئے ہائل شخص تھے۔ مجتہدانہ بصیرت ان کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ یہ قول اتنا باطل اور بے ہودہ ہے کہ اس کی تردید میں دفاتر لکھے جاسکتے ہیں۔ مگر بخوب طوالت ہم سردست صرف جو شاہ ولی اللہ محمدث دہلوی رضی اللہ عنہ کا ایک مختصر تصریح نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی شان میں ایسی ہرزہ سرائی کرنے والوں کی دیانت و امانت کس درجہ میں ہے۔ یہ تصریح حضرت الطاعم مولانا وحید الزمان رضی اللہ عنہ کے لفظوں میں یہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محمدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض تاییفات میں لکھا ہے کہ ایک دن ہم اس حدیث میں بحث کر رہے تھے۔ (لوگوں میں ایمان عند الشریعۃ النالہ رجال او رجل من هولاء یعنی اهل فارس و فی روایۃ لنالہ رجال من هولاء) میں نے کما امام بخاریؓ ان لوگوں میں داخل ہیں۔ کس لئے کہ خداۓ منان نے حدیث کا علم انہیں کے ہاتھوں مشور کیا ہے اور ہمارے زمانے تک حدیث باشاد صحیح مقلع اسی مرد کی ہست مردانہ سے باقی رہی۔ (جس شخص کے ساتھ بحث ہو رہی تھی) وہ شخص اہل حدیث سے ایک قسم کا بعض رکھتا تھا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر قبیلوں کا حال ہے۔ خدا ان کو بدایت کرے اس نے میری بات کو پسند نہ کیا اور کہا کہ امام بخاری حدیث کے حافظ تھے نہ عالم۔ ان کو ضعیف اور حدیث صحیح کی پچان تھی لیکن فتنہ اور فرم میں کامل نہ تھے (اے جمال! تو نے امام بخاریؓ کی تصنیفات پر غور نہیں کیا ورنہ ایسی بات ان کی حق میں نہیں نکالتا۔ وہ توفیقہ اور فرم اور باریکی استباط میں طاق ہیں اور مجتہد مطلق ہیں اور اس کے ساتھ حافظ حدیث بھی تھے، یہ فنیلت کسی مجتہد کو بہت کم نصیب ہوتی ہے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ کیونکہ جواب جلہلہ باشد خوشی) اور اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے کہا کہ حافظ ابن حجر تقریب

میں لکھتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل امام الدنیا فی فقه الحدیث لعنی امام بخاری ”سب دنیا کے امام ہیں ترقہ حدیث میں اور یہ امر اس غرض کے نزدیک جس نے فن حدیث کا ترتیب کیا ہو، بدیکی ہے۔ بعد اس کے میں نے امام بخاری کی چند تحقیقات ملیے جو سوانح کے کسی نے نہیں کی ہیں، بیان کیں اور جو کچھ خدا نے چالا وہ میری زبان سے تکلا۔ (مقدمہ تفسیر الباری، ص: ۲۷، ۲۸)

صاحب ایضاخ البخاری (دیوبند) نے بھی حضرت امام بخاریؓ کو ایک مجتهد تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے ص ۲۰ پر مرقوم ہے۔ مگر دوسرا طرف کچھ ایسے متعصب بھی موجود ہیں جن کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طور بھی ممکن ہو حضرت امام بخاریؓ کی تخفیف و تتفییض و تجھیل کی جائے۔

ایسے حضرات کو یہ حدیث قدسی یاد رکھنی چاہتے من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب اللہ کے پیارے بندوں سے عداوت رکھنے والے خدا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور نیجہ دیکھ لیں کہ اس جنگ میں ان کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت امام بخاریؓ اللہ کے پیارے اور رسول کشم طبلہؓ کے پچے فدائی تھے۔

یہ عرض کرونا بھی ضروری ہے کہ حضرت امام ابو حفیظؓ بھی اپنی جگہ پر امت کے لئے باعث صد فخر ہیں۔ ان کی مجتہدانہ مسائی کے شکریہ سے امت کی صورت میں بھی عمدہ بر آئیں ہو سکتی۔ مگر ان کی تعریف اور توصیف میں ہم امام بخاری و طبلہؓ کی تتفییض و تجھیل کرنا شروع کر دیں، یہ انتہائی غلط قدم ہو گا۔ اللہ ہم سب کو نیک سمجھ عطا فرمائے۔ آمين۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے مناقب کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ وہ نہ صرف محدث، فقیہ، مفسر بلکہ ولی کامل بھی تھے۔ خدا پرستی اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں آپ کو زنبور نے سترہ بار کاتا اور آپ نے نماز میں اف تک نہ کی۔ نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ سترہ جگہ زنبور کا ڈنگ لگا اور جسم کا پیشتر حصہ سوچ گیا ہے۔ آپ کی سخاوت کا ہر طرف چڑھا تھا مخصوصاً طلباءِ اسلام کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے، اسی لئے علماء معاصرین میں سے بہت بڑی تعداد کا یہ محققہ قول ہے کہ امام بخاری کو علماء پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے، وہ اللہ پاک کی آیات تدریت میں سے زمین پر چلنے پھرنے والی ایک زندہ نشانی تھے، (رجیل)

حافظ ابن حجرؓ فرماتے ہیں کہ یہ مناقب حضرت امام بخاری کے مشائخ اور ان کے زمانہ کے علماء کے بیان کردہ ہیں اگر ہم بعد والوں کے بھی اقوال نقل کریں تو کافی ختم ہو جائیں گے اور عمر تمام ہو جائے گی مگر ہم ان سب کو نہ لکھ سکیں گے۔ مطلب یہ کہ بیشتر علماء نے ان کی تعریف کی ہے۔

### باب:- جب حقیقی اسلام پر کوئی نہ ہو

بلکہ محض ظاہر طور پر مسلمان بن گیا ہو یا قتل کے خوف سے تو (الغوی حیثیت سے اس پر) مسلمان کا اطلاق درست ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ جب دیانتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہ دیجھئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کو کہ ظاہر طور پر مسلمان ہو گئے۔ لیکن اگر ایمان حقیقتاً حاصل ہو تو وہ باری تعالیٰ کے ارشاد (بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے) کا مصدقہ ہے۔ آیات شریفہ میں لفظ ایمان اور اسلام ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

۱۹- بَابٌ : إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ  
وَكَانَ عَلَى الْإِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ  
الْقُتْلِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿ قَالَتِ الْأَغْرَابُ  
آمَنَّا. قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا، وَلَكِنْ قُولُوا  
أَسْلَمْنَا﴾ فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ  
عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ  
اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾

(۲۷) ہم سے ابو ایمان نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب بن زہری سے خبر دی، انہیں عامر بن سعد بن ابی وقار نے اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے سن کر یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو کچھ عطیہ دیا اور سعد وہاں موجود تھے۔ (وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ وہ ان میں مجھے سب سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا حضور آپ نے فلاں کو کچھ نہ دیا حالانکہ میں اسے مومن گمان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مومن یا مسلمان؟ میں تھوڑی دریچپ رہ کر پھر پہلی بات دہرانے لگا۔ حضور ﷺ نے بھی دوبارہ وہی جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے سعد! باوجود یہ ایک شخص مجھے زیادہ عزیز ہے (پھر بھی میں اسے نظر انداز کر کے) کسی اور دوسرے کو اس خوف کی وجہ سے یہ مال دے دیتا ہوں کہ (وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام سے پھر جائے اور اللہ اسے آگ میں اونڈھاؤں دے۔ اس حدیث کو یونس، صالح، عمر اور زہری کے صحیح عبد اللہ نے زہری سے روایت کیا۔

۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: شَعِيبُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ عَنْ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى رَهْطًا - وَسَعْدًا جَالِسًا - فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجْلًا هُوَ أَغْبَجُهُمْ إِلَيْيَّ. فَلَقْتُهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فَلَانِ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي لِأَرَاهُ مُؤْمِنًا. فَقَالَ: (أَوْ مُسْلِمًا) فَسَكَتَ قَلِيلًا. ثُمَّ غَلَّبَنِي مَا أَغْلَمُ مِنْهُ فَعَذَتْ لِمَقَائِمِي فَلَقْتُ مَالِكَ عَنْ فَلَانَ قَوْلَهُ لِأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ: أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتَ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَّبَنِي مَا أَغْلَمُ مِنْهُ فَعَذَتْ الْمَقَائِمِيَّةِ. وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: (يَا سَعْدُ، إِنِّي لِأَغْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيْيَّ مِنْهُ، خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ لِفِي النَّارِ). وَرَوَاهُ يُونُسُ وَصَالِحٌ وَمَفْعُورٌ وَابْنُ أَخْيَ الْزُّهْرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[اطرافہ فی : ۱۴۷۸]

**لِتَشْرِيفِ** آئیت کریمہ میں بوسد کے کچھ بدیوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں آکر اپنے اسلام کا اظہار بطور احسان کر رہے تھے، اللہ نے بتایا کہ یہ ہمارا احسان ہے نہ کہ تمہارا۔ حضرت سعد نے اس شخص کے بارے میں تم کھا کر مومن ہونے کا بیان دیا تھا۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ کسی کو کسی کے باطن کی کیا خیر، ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا حکم لگا کتے ہو۔ اس باب اور اس کے ذیل میں یہ حدیث لا کرام بخاریؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام عند اللہ وہی قبول ہے جو دل نے ہو۔ ویسے دنیاوی امور میں ظاہری اسلام بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر حضرت امام بخاریؓ ایمان اور اسلام شرعی میں اتحاد ثابت کر رہے ہیں اور یہ اسی مجہد ان بصیرت کی بنابر ہے جو اللہ نے آپ کی فطرت میں ولیعت فرمائی تھی۔

## باب سلام پھیلانا بھی اسلام میں داخل ہے۔

عامر نے کہا کہ جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا اس نے سارا ایمان حاصل کر لیا۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا، اسلام کو عالم میں پھیلانا اور

## الإِسْلَامِ مِنْ إِنْصَافٍ

وقال عمر: ثلاثة من جمعهنَّ فقد جمعَ  
الإِيمَانَ: الْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ، وَبَذْلُ

السلام للعالم، والإنفاق من الإنفاق.

۲۸ - حَدَّثَنَا قُبَيْلَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا الْمَيْتُ عَنْ زَيْنَدَ بْنِ أَبِي حَيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ : ((تَطْعُمُ الطَّعَامَ وَتَفَرَّأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ)). [راجح: ۱۲]

(۲۸) ہم سے قتبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یہ نہ بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، انہوں نے ابوالخیر سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا اسلام بتترے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر شخص کو سلام کرے خواہ اس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

**لشیخ** امام بخاری و مسلم ہیں، ہمیں مرجبیہ کی تردید فرماتے ہیں کہ اسلام کے معمول اعمال صالح کو بھی ایمان میں شمار کیا گیا ہے۔ لہذا مرجبیہ کا ذہب باطل ہے۔ کھانا کھلانا اور اہل اسلام کو عام طور پر سلام کرنا الغرض جملہ اعمال صالح کو ایمان کیا گیا ہے اور حقیقی اسلام بھی یہی ہے۔ ان اعمال صالح کے کم و بیش ہونے پر ایمان کی کمی و بیشی مختص ہے۔ اپنے نفس سے انصاف کرنا یعنی اس کے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے بارے میں اس کا محاسبہ کرتے رہنا مراد ہے اور اللہ کی عنایات کا شکر ادا کرنا اور اس کی اطاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرنا بھی نفس سے انصاف کرنے میں داخل ہے۔ نیز ہر وقت ہر حال میں انصاف مدنظر رکھنا بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔

## باب خاوند کی ناشکری کے بیان میں اور ایک کفر کا

(اپنے درجہ میں)

دوسرے کفر سے کم ہونے کے بیان میں۔ اس بارے میں وہ حدیث

جسے ابو سعید خدری نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے

(۲۹) اس حدیث کو ہم سے عبد اللہ بن مسلم نے بیان کیا، وہ امام مالک سے، وہ زید بن اسلم سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دوزخ دھکلائی گئی تو اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا حضور کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھران میں سے کسی کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ پھر تمہاری طرف سے کبھی کوئی ان کے خیال میں ناگواری کی بات ہو جائے تو فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے کبھی بھی تجوہ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

۲۹ - حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدَ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَرَيْتَ النَّارَ، فَإِذَا أَكْتُرَ أَغْلِبَهَا النِّسَاءُ يَكْفُرُنَ)).

قَيْلَ : أَيْكُفُرُنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ : ((يَكْفُرُنَ الْعَشِيرَةُ، وَيَكْفُرُنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَخْسَنْتَ إِلَى إِخْدَاهُنَ الدَّهَرَ ثُمَّ رَأَيْتَ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ)).

[اطراfe في : ۴۳۱، ۷۴۸، ۱۰۵۲]

. [۵۱۹۷، ۳۲۰۲]

**تہذیب الحجۃ** حضرت امام الحدیث قدس سرہ یہ بتاتا چاہتے ہیں کہ کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو کفر حقیقی ہے جس کی وجہ سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے۔ دوسرے بعض گناہوں کے ارتکاب پر بھی کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ مگر یہ کفر حقیقی کفر سے کم ہے۔ ابوسعید والی حدیث کتاب الحیف میں ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے عورتوں کو صدقے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے وزن زیادہ تر تم کو دیکھا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لخت ہست کرتی ہو اور خاوند کافر یعنی ناشکری کرتی ہو۔ ابن عباس ہمہ اس کی یہ حدیث بڑی بُری بُری ہے۔ جو بخاری کی کتاب الحکوف میں ہے، یہاں استدلال کے لئے حضرت امام نے اس کا ایک مکارا ذکر کر دیا ہے۔

امام قسطلانیؒ فرماتے ہیں و فی هذا الحديث وعظ الرئيس المرووس وتحريضه على الطاعة ومراجعة المتعلّم العالم والنابع المتبع فيما قاله اذا لم يظهر له معناه اخْلُقْتُ اس حدیث کے تحت ضروری ہوا کہ سردار اپنے ماتحوزوں کو وعظ و نصیحت کرے اور نیکی کے لیے ان کو رغبت دلائے اور اس سے یہ بھی نکلا کہ شاگرد اگر استاد کی پات پورے طور پر نہ سمجھ پائے تو استاد سے دوبارہ دریافت کر لے اور اس حدیث سے ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی سے ایمان گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ معاصی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے مگر یہ وہ کفر نہیں ہے جس کے ارتکاب سے وزن زیادہ میں بیشہ رہنا لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عورتوں کا ایمان جیسے خاوند کی ناشکری سے گھٹ جاتا ہے، ویسے ہی ان کی شکرگزاری سے بڑھ بھی جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

حضرت امام نے کفر دون کفر کا مکارا حضرت ابن عباس ہمہ اس قول سے لیا ہے جو آپ نے آیت کریمہ ﴿وَمَنْ لَمْ يَخْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكُفَّارُ﴾ (المائدۃ: ٣٢) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ (اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں) حضرت ابن عباس ہمہ اس فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ کفر مراد نہیں ہے جس کی سزا عذوبی المغار ہے۔ اس لئے علماء محققین نے کفر کو چار قسموں پر تقسیم کیا ہے (۱) کفر باللہ انکار کے معنی میں ہے، یعنی اللہ پاک کا بالکل انکار کرنا اس کا وجود ہی نہ تسلیم کرنا، قرآن مجید میں زیادہ تر ایسے ہی کافروں سے خطاب کیا گیا ہے (۲) کفر محود ہے یعنی اللہ کو دل سے حق جانتا گرائے دنیاوی مفاد کے لئے زبان سے اقرار نہ کرنا، مشرکین مکہ میں سے بعض کا ایسا ہی کفر تھا، آج بھی ایسے بہت لوگ ملتے ہیں (۳) کفر عناد ہے یعنی دل میں تصدیق کرنا زبان سے اقرار بھی کرنا مگر احکام اللہ کو تسلیم نہ کرنا اور توحید و رسالت کے اسلامی عقیدہ کو ماننے کے لیے تیار نہ ہونا، ماضی و حال میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ (۴) کفر غافق ہے یعنی زبان سے اقرار کرنا مگر دل میں یقین نہ کرنا جیسا کہ آیت شریف ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَمْئُوا كَمَا أَمْئَلَ النَّاسُ قَالُوا آتُوْمُ كَمَا أَمْئَلَ الشَّفَاهُ﴾ (آل عمرہ: ۱۳) میں مذکور ہے۔ (یعنی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا بخشد ایمان لاو جیسا کہ دوسرے لوگ (انصار و معاویہ) لائے ہوئے ہیں تو جواب میں کہنے لگ جاتے ہیں کہ کیا ہم بھی بے وقوف جیسا ایمان لے آئیں۔ یاد رکھو یہی (منافق) بے وقوف ہیں۔ لیکن ان کو علم نہیں ہے۔

## ۲۲۔ بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

اور گناہ کرنے والا گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر شرک کرے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ آخر حضرت مسیح نے ابوذر سے فرمایا تھا تو ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت کی بو آتی ہے۔ (اس برائی کے باوجود آپ نے اسے کافر نہیں کہا) اور اللہ نے سورہ نساعہ میں فرمایا ہے بے شک اللہ

وَلَا يَكْفُرُ صَاحِبُهَا بِإِنْتَكَابِهَا إِلَّا بِالشُّرُكَ  
لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّكَ أَنْفُرُ فِيْكَ  
جَاهِلِيَّةً)).

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿هُنَّا اللَّهُ لَا يَغْفِرُ لَهُنَّا  
نَاسٌ مُّنَذَّلُونَ﴾

شک کو نہیں بخشنے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے وہ بخش دے۔ (سورہ حجرات میں فرمایا) اور اگر ایمانداروں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو (اس آیت میں اللہ نے اس گناہ کبیرہ قتل و غارت کے باوجود ان لڑنے والوں کو مومن ہی کہا ہے)

(۳۰) ہم سے بیان کیا عبد الرحمن بن مبارک نے، کہا ہم سے بیان کیا حماد بن زید نے، کہا ہم سے بیان کیا ابویوب اور یونس نے، انہوں نے حسن سے، انہوں نے احنف بن قیس سے، کہا کہ میں اس شخص (حضرت علیؑ) کی مدد کرنے کو چلا۔ راستے میں مجھ کو ابو بکر ملے۔ پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا، اس شخص (حضرت علیؑ) کی مدد کرنے کو جاتا ہوں۔ ابو بکر نے کہا اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تواریں لے کر بھڑجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ فرمایا ”وَهُوَ بْنِ أَنَّهُ أَنْتَ سَاحِقٌ كُوْمَارُ ذَا لَنْجَةَ كِرْصٍ رَكْتَاهَا“ (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا)

يُشْرِكُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا ذُنُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ  
وَإِنَّ طَافِقَاتِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَلُوا  
فَأَصْنِلُوهُا بِيَنْهَمَاهُ. فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِينَ.

۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ  
حَدَّثَنَا حَمَادَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْيَوبُ  
وَيُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَخْنَفِ بْنِ قَيْسِ  
قَالَ: ذَهَبَتْ لِأَنْصَرٍ هَذَا الرَّجُلُ، فَلَقِيَنِي  
أَبْوَبَكْرَةَ فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَلَّتْ: أَنْصَرُ  
هَذَا الرَّجُلُ. قَالَ: ازْجِعْ، فَلَمَّا سَمِعَتْ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ (( إِذَا لَقِيَ  
الْمُسْلِمَانِ بِسَيِّفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ  
فِي النَّارِ)). قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا  
الْفَاقِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: ((إِنَّهُ كَانَ  
حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ)).

[طریفہ فی : ۶۸۷۵ ، ۶۸۷۶] .

**لَشَرِيقٍ** اس بات کا مقصد خارج اور معززہ کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ احنف بن قیس جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے مددگاروں میں تھے۔ جب ابو بکر نے ان کو یہ حدیث سنائی تو وہ لوٹ گئے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابو بکر نے اس حدیث کو مطلق رکھا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بلا وجہ شرعی دو مسلمان تاقن لڑیں اور حق پر لڑنے کی قرآن میں خود اجازت ہے۔ جیسا کہ آیت ۹ (فَإِنْ نَفَثْتَ أَخْذَهُمَا عَلَى الْأَخْزَى) (حجرات: ۹) سے ظاہر ہے اس لئے احنف اس کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ رہے اور انہوں نے ابو بکر کی رائے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث نبویؐ کو پیش کرتے وقت اس کا موقع محل بھی ضروری بد نظر رکھنا چاہیے۔

(۳۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں اسے واصل احباب سے، انہوں نے معور سے، کہا میں ابوذر سے ربڈہ میں ملا۔ وہ ایک جوڑا پسند ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پسند ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص یعنی غلام کو بر اجلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت

۳۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ :  
حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ وَاصِلِ الْأَخْدَبِ عَنِ  
الْمَغْرُورِ قَالَ: لَقِيْتُ أَبَا ذَرًّا بِالرَّبَّدَةِ وَعَلَيْهِ  
خَلْلَةٌ وَعَلَى غَلَامِهِ خَلْلَةٌ، فَسَأَلَنَّهُ عَنْ ذَلِكَ  
فَقَالَ: إِنَّمِي سَأَبْيَثُ رَجُلًا فَعَيْرَتُهُ بِأَمْهِ،

دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ معلوم کر کے مجھ سے فرمایا۔ ابوذر! تو نے اسے مل کے نام سے غیرت دلائی ہے، بے شک مجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (انپی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کیلئے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔

فقاہ لی النبی ﷺ: ((بِاَهْبَاذَرَ، اُغْيِرْتَهُ  
بِأَمْهَلِهِ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيلَكَ جَاهِلِيَّةً. إِخْوَانَكُمْ  
خَوَلَكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيهِنَّكُمْ. فَمَنْ  
كَانَ أَخْوَهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلَيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ،  
وَلَيُلْبِسْنَهُ ثِيَابَ يَلْبِسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا  
يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَلَا عِنْتُوْهُمْ)).

[طرفاہ فی : ۲۵۴۰، ۶۰۵۰]

**لشیخ** حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ قدم الاسلام ہیں بہت ہی بڑے زاہد عبدالحق تھے۔ رہنہ مہیہ سے تین منازل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے، وہاں ان کا قیام تھا۔ بخاری شریف میں ان سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ جس شخص کو انہوں نے عار دلائی تھی وہ حضرت بالا تھے اور ان کو انہوں نے ان کی والدہ کے سیاہ قام ہونے کا طعنہ دیا تھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوذر ابھی تم میں جاہلیت کا فخر باتی رہ گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوذر اپنے رخسار کے بل خاک پر لیٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ جب تک بالا میرے رخسارے پر اپنا قدم نہ رکھیں گے۔ مٹی سے نہ انہوں گا۔  
حلہ دو چادروں کو کہتے ہیں۔ جو ایک تمد کی جگہ اور دوسری بالائی حصہ جسم پر استعمال ہو۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ کو آپ نے تعبیر فرمائی تھیں ایمان سے خارج ہیں تھلایا۔ ثابت ہوا کہ معصیت بڑی ہو یا چھوٹی مغض اس کے ارتکاب سے مسلمان کافرنیں ہوتا۔ پس معززہ و خوارج کا نامہ باطل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص معصیت کا ارتکاب کرے اور اسے حلال جان کر کرے تو اس کے کفر میں کوئی عذک بھی نہیں ہے کیونکہ حدود اللہ کا توڑا ہے، جس کے لئے ارشاد باری ہے «وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ»۔ (البقرۃ: ۲۲۹) جو شخص حدود اللہ کو توڑے وہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔ شیطان کو اس ذیل میں مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس نے خدا کی نافرمانی کی اور اس پر ضد اور بہت دھری کرنے لگا خدا نے اسی کی وجہ سے اسے مژدود و مطرود قرار دیا۔  
پس گنگاروں کے بارے میں اس فرق کا ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

### باب اس بیان میں کہ بعض ظلم بعض سے اونٹی ہیں۔

### ۲۳۔ بَابُ ظُلْمٍ دُونَ ظُلْمٍ

(۳۲) ہمارے سامنے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ ہم سے (اسی حدیث کو) بشر نے بیان کیا، ان سے محمد نے، ان سے شعبہ سے، انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے علمہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے جب سورہ انعام کی یہ آیت اتری جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی تو آپ کے اصحاب

۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ. ح. قَالَ: وَحَدَّثَنِي بَشْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: لَمَّا نَزَّلَتْ: ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَيُّنَا

لَمْ يَظْلِمْ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلُّ: هَبَان  
الشَّرْكَ لَظْلُمٌ عَظِيمٌ).  
[أطراfe في : ٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧].

**لَشَرِح** پوری آیت میں بظلم کے آگے اولنک لهم الامن و هم مہتدون کے الفاظ اور ہیں یعنی امن ان ہی کے لئے ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو مومود ہو گا اسے ضرور امن ملے گا کہ کتنا ہی گنگا رہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہوں پر بالکل عذاب نہ ہو گا جیسا کہ مردیہ کہتے ہیں۔ حدیث اور آیت سے ترجیح باب نکل آیا کہ ایک گناہ دو سے گناہ سے کم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں ظالم کا لفظ شرک و کفر و معاصی سب ہی پر عام تھا۔ اسی لئے ان کو اشکال پیدا ہوا۔ جس پر آیت کریمہ سورہ لقمان والی نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ پچھلی آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان کے ساتھ ظلم عظیم یعنی شرک کا اختلاط نہ کیا۔ ان کے لئے امن ہے۔ یہاں ایمان کی کمی و بیشی بھی ثابت ہوئی۔

### باب منافق کی نشانیوں کے بیان میں

(۳۳) ہم سے سلیمان ابوالریبع نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن جعفر نے، ان سے نافع بن ابی عامر ابو سیمیل نے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

### ٢٤ - باب علامۃ المُنَافِق

٣٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرِّبْعَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ بْنُ مَالِكٍ بْنُ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اتَّمَنَ خَانَ)).

[أطراfe في : ٢٦٨٢، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥].

**لَشَرِح** ایک روایت میں چار نشانیں مذکور ہیں، چوتھی یہ کہ اقرار کر کے دغا کرنا، ایک روایت میں پانچویں نشانی یہ تلائی گئی ہے کہ حکمران میں گالی گلروج بنانا، الغرض یہ جملہ نشانیاں نفاق سے تعلق رکھتی ہیں جس میں یہ سب جمع ہو جائیں اس کا ایمان یقیناً محل نظر ہے مگر احتیاطاً اس کو عملی نفاق قرار دیا گیا ہے جو کفر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اعتقادی منافقین کی ذمہت ہے جن کے لئے کما کیا ((ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار)) یعنی منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں داخل ہوئے۔

(۳۴) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے، وہ اعشش بن عبید اللہ بن مرہ سے نقل کرتے ہیں، وہ مسروق سے، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں جس کی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو

٤ - حَدَّثَنَا قَيْصِرَةُ بْنُ عَقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنِ الأَعْمَشِ بْنِ عَبْيَنِ اللَّهِ بْنِ مُرْءَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرَيْتَ مَنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصًا، وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْنَلَةً مِنْهُنْ كَانَ فِيهِ خَصْنَلَةً مِنَ النَّفَاقِ حَتَّى

(امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عمد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ اس حدیث کو شعبہ نے (بھی) سفیان کے ساتھ امکش سے روایت کیا ہے۔

یَدْعُهَا: إِذَا تَقْتَلَنَّ حَانَ، وَإِذَا حَدَثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ). تَابَعَهُ شَعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

[طرفہ فی : ۲۴۵۹ ، ۳۱۷۸]

**تَشْبِيهُ** پہلی حدیث میں اور دوسری میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں "منافق خالص" کے الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس میں چوتھی عادت بھی ہو کہ لاٹائی کے وقت گالیاں بنکا شروع کرے تو اس کا نفاق ہر طرح سے مکمل ہے اور اس کی عملی زندگی سرا سرفاق کی زندگی ہے اور جس میں صرف ایک عادت ہو تو برا حل نفاق توہ بھی ہے۔ مگر کم درجے کا ہے۔

حضرت امام بخاری رض کا مقصد ایمان کی کمی و بیشی ثابت کرنا ہے جو ان احادیث سے ظاہر ہے نیز یہ بتلانا بھی کہ معماں سے ایمان میں نقصان آ جاتا ہے۔

ان احادیث میں نفاق کی جتنی علاطین ذکر ہوئی ہیں وہ عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی مسلمان ہونے کے بعد پھر عمل میں نفاق کا مظاہرہ ہو اور اگر نفاق قلب ہی میں ہے یعنی سرے سے ایمان ہی موجود نہیں اور محض زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے تو وہ نفاق تو یقیناً کفر و شرک ہی کے برابر ہے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر۔ آیت شریفہ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدُّرُّكَ الْأَشَقِلَ مِنَ النَّارِ﴾ (التاء: ۱۳۵) یعنی منافقین دوزخ کے نیچے والے درجے میں ہوں گے۔ یہ ایسے ہی اعتقادی منافقوں کے ہارے میں ہے۔ البتہ نفاق کی جو علاطین عمل میں پائی جائیں، ان کا مطلب بھی یہ ہے کہ قلب کا اعتقاد اور ایمان کا پودا کمزور ہے اور اس میں نفاق کا گھن نکلا ہوا ہو خواہ وہ ظاہری طور پر مسلمان بنا ہوا ہو، اس کو عملی نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ظاہر و باطن کے اختلاف کے ہیں۔ شرع میں منافق اس کو کہتے ہیں جس کا باطن کفر سے بھر پور ہو اور ظاہر میں وہ مسلمان بنا ہوا ہو۔ بہا ظاہری عادات مذکورہ کا اثر سو یہ بات متفق علیہ ہے کہ محض ان خصالیں ذمہ سے مومن منافق نہیں بن سکتا۔ وہ مومن ہی رہتا ہے۔ امانت سے مراد امانت الہی یعنی حدود اسلامی ہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اسی کے بارے میں فرمایا ہے۔ ﴿إِنَّا عَزَّضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى الشَّمْوَتِ وَالْأَزْضَاضِ وَالْجَنَابِ﴾ (الاحزاب: ۲۷) یعنی ہم نے اپنی امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر انہوں نے اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر اس بار امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر انہوں نے اس کے لئے اقرار کر لیا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کتنا بڑا بوجھ ہے اس کے بعد ہاہمی طور پر ہر قسم کی امانت مراد ہیں، وہ مالی ہوں یا جانی یا توہی، ان سب کو ملحوظ خاطر رکھنا اور پورے طور پر ان کی حفاظت کرنا ایمان کی پیشگی کی دلیل ہے۔ بات بات میں جھوٹ بولنا بھی بڑی نہ موم عادت ہے۔ خدا ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

## باب شب قدر کی بیداری (اور عبادت گزاری) بھی ایمان (ہی میں داخل) ہے۔

٢٥ - باب قِيَامُ اللَّيلِ الْقَدْرِ مِنْ

### الإِيمَان

(۳۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے خردی کہا ان سے ابوالزندانے اعرج کے واسطے سے بیان کیا، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محضی ٹواب آخرت کے لئے ذکر و عبادت میں گزارے، اس کے گذشتہ گناہ بخش

٣٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الرُّنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يَقْعُدْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَأَخْسَابًا غَفَرَ لَهُ مَا تَقْدَمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

دیے جاتے ہیں۔

[اطرافہ فی : ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۱۴]

### باب جہاد بھی جزو ایمان ہے

(۳۶) ہم سے حری بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے، ان سے عمارہ نے، ان سے ابو زرعة بن عمرو بن جریر نے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفوشی کے لئے گھر سے) نکلا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں تو اب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔

### ۲۶۔ بَابُ الْجِهَادِ مِنَ الْإِيمَانِ

۳۶۔ حَدَّثَنَا حَرْمَيْهُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرُو بْنِ حَرْنَفِيرَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْتَّدَبَّرُ إِلَّا عَزُوجَلٌ لِمَنْ خَرَجَ لِنِي سَبِيلٍ)) - لَا يُغْرِيْجَهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي أَوْ تَصْدِيقٍ بِرُسُلِيْ - أَنْ أَزْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَيْرِهِ، أَوْ أَذْحَلَهُ الْجَنَّةَ. وَلَوْلَا أَنْ أَشْقَى عَلَى أَمْيَانِي مَا قَدَّنْتُ خَلْفَ سَرِيَّةِ، وَلَوْلَا دَنَّتْ أَنِي أَقْلَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَخْيَا، ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلَ)).

[اطرافہ فی : ۲۷۸۷، ۲۷۹۷، ۲۹۷۲، ۳۱۲۳، ۷۲۲۶، ۷۴۵۷].

[۷۴۶۳]

**تشریح:** حضرت امام رضا<sup>ع</sup> نے مچھلے ابواب میں نفاق کی ثانیوں کا ذکر فرمایا تھا، اب ایمان کی ثانیوں کو شروع فرمารہے ہیں۔ چنانچہ لیلۃ القدر کا قیام جو خالصاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ بتلایا گیا کہ وہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس سے حضرت امام کا مقدمہ ثابت ہوا کہ اعمال صالح ایمان میں داخل ہیں اور ان کی کمی و بیشی پر ایمان کی کمی و بیشی محصر ہے۔ پس مرجبیہ و کرامیہ جو عقائد رکھتے ہیں وہ سرا سر باطل ہیں۔ لیلۃ القدر تقدیر سے ہے یعنی اس سال میں جو حادث پیش آئے والے ہیں ان کی تقدیرات کا علم فرشتوں کو دیا جاتا ہے۔ قدر کے معنی حرمت کے بھی ہیں اور اس رات کی عزت قرآن مجید ہی سے ظاہر ہے۔ شب قدر رمضان شریف کی طلاق راتوں میں سے ایک رات ہے جو ہر سال اولتی بدلتی رہتی ہے۔ قیام رمضان اور قیام لیلۃ القدر من الدین کے درمیان حضرت امام نے ”جہاد“ کا ذکر فرمایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک جزو عظیم ہے۔ حضرت امام نے اپنی گمراہی نظر کی ہاپر جہاں اشارہ فرمایا ہے کہ جہاد مع النفس ہو (یعنی نفس کے ساتھ جہاد ہو) جیسا کہ رمضان شریف کے روزے اور قیام لیلۃ القدر وغیرہ ہیں۔ یہ بھی ایمان میں داخل ہیں۔ اور جہاد بالکفار ہو تو یہ بھی ایمان کا حصہ ہے۔ نیز اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ جہاد اگر رمضان شریف میں واقع ہو تو اور زیادہ ثواب ہے۔ پھر اگر شادت فی سبیل اللہ بھی نفیب ہو جائے تو نور علی نور ہے۔

حدیث جہاد کا مفہوم ظاہر ہے کہ مجاهد فی سبیل اللہ صرف وہی ہے جس کا خروج خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ تقدیر رسیل سے

مراد ان جملہ بشارتوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ہے جو اللہ کے رسولوں نے جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ مجلہ فی سبیل اللہ کے لئے اللہ پاک نے دو ذمہ داریاں لی ہیں۔ اگر اسے درج شہادت مل گیا تو وہ سید حاجت میں داخل ہوا، حوروں کی گود میں پنچا اور حساب و کتاب سب سے مستحق ہو گیا۔ وہ جنت کے میوے کھاتا ہے اور علیق قدیلیوں میں بسرا کرتا ہے اور اگر وہ سلامتی کے ساتھ گھروپس آگیا تو وہ پورے پورے ثواب کے ساتھ اور ممکن ہے کہ مال غنیمت کے ساتھ بھی واپس ہوا ہو۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔ جس سے آپ امت کو مرتبہ شہادت تلاٹا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے مومنوں سے ان کی جانب اور مالوں کے بدلتے میں جنت کا سودا کر لیا ہے جو بہترین سودا ہے۔

حدیث شریف میں جہاد کو قیامت تک جاری رہنے کی خبردی گئی ہے۔ ہاں طریقہ کار حالات کے تحت بدلتا رہے گا۔ آج کل قلمی جہاد بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

## باب: اس بارے میں کہ رمضان شریف کی راتوں میں نفلی

قیام کرنا بھی ایمان ہی میں سے ہے۔

(۳۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالکؓ نے بیان کیا، انہوں نے ابن شاہب سے نقل کیا، انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی رمضان میں (راتوں کو) ایمان رکھ کر اور ثواب کے لئے عبادات کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

## ۲۷۔ بَابُ تَطْوِعِ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ

۳۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْسَابَهَا غُفرَةً لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)).

[راجع: ۳۵]

**تفسیر حسن** ترجیح باب کا مقصد قیام رمضان کو بھی ایمان کا ایک جزو ثابت کرنا اور مرجبیہ کی تردید کرنا ہے جو اعمال صالحہ کو ایمان سے جدا قرار دیتے ہیں۔ قیام رمضان سے تراویح کی نماز مراد ہے۔ جس میں آٹھ رکعات تراویح اور تین و تر ہیں۔ حضرت عمر بن حفیظ نے اپنے عبد خلافت میں تراویح کی آٹھ رکعات کو باجماعت ادا کرنے کا طریقہ راجح فرمایا تھا۔ (مؤطا امام مالک)

آج کل جو لوگ آٹھ رکعت تراویح کو ناجائز اور بدعت قرار دے رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ خدا ان کو نیک سمجھ بخشنے۔ آئین۔

## باب: اس بیان میں کہ خالص نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھنا ایمان کا جزو ہیں۔

(۳۸) ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم میں محمد بن فضیل نے خبردی، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیکی بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ سے روایت کی، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے چھٹے گناہ

## ۲۸۔ بَابُ صَوْمِ رَمَضَانَ احْسَابًا مِنَ الْإِيمَانِ

۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْسَابَهَا غُفرَةً لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

بخش دیتے گئے۔

[ذنبہ)۔ [راجح: ۳۵]

### باب اس بیان میں کہ دین آسان ہے

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ وہ دین پسند ہے جو سیدھا اور سچا ہو۔ (اور یقیناً وہ دین اسلام ہے جسے ہے ان الدین عند الله الاسلام)

(۳۹) ہم سے عبد السلام بن مطر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عمر بن علی نے معن بن محمد غفاری سے خبر دی، وہ سعید بن ابو سعید مقبری سے، وہ ابو ہریرہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اسلئے) اپنے عمل میں سختی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور دوپر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادات سے) مدد حاصل کرو۔ (نماز پانچ وقتہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پابندی سے ادا کرو)۔

**لشیخ** سورہ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے (ما جعلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حِجَّةِ الْمُهْرَمِ إِلَّا هُنَّمُ (الحج: ۸۸)) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے۔ اس کے اصولی اور فرعی احکام اور جس قدر اوسرا و نواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو بطور رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ انجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل ہالیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اللہ یک سمجھ دے۔ آمین۔

باب اس بارے میں کہ نماز ایمان کا جزو ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں۔ یعنی تمہاری وہ نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں، قبول ہیں۔

(۴۰) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان کو حضرت براء بن عازب نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے

### ۲۹ - بابُ الدِّينِ يُسْتَرُ،

وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْحَيْثِيَّةُ السَّمْحَةُ))

۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامَ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلَيٍّ عَنْ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْفَيَّارِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدِ الْقَنْتَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((إِنَّ الدِّينَ يُسْتَرُ، وَلَنْ يُشَادُ الدِّينُ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدُّدُوا وَقَارُبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَأَسْتَعِنُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرُّؤْحَةِ وَشَنِيعَ مِنَ الدُّلُجَةِ)).

[اطرافہ فی : ۵۶۷۳، ۶۴۶۳، ۷۲۲۳۵]۔

**لشیخ** سورہ حج میں اللہ پاک نے فرمایا ہے (ما جعلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حِجَّةِ الْمُهْرَمِ إِلَّا هُنَّمُ (الحج: ۸۸)) یعنی اللہ نے دنیا میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی بلکہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔ آیات اور احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے۔ اس کے اصولی اور فرعی احکام اور جس قدر اوسرا و نواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو بطور رکھا گیا ہے مگر صد افسوس کہ بعد کے زمانوں میں خود ساختہ انجادات سے اسلام کو اس قدر مشکل ہالیا گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اللہ یک سمجھ دے۔ آمین۔

### ۴۰ - بَابُ الصَّلَاةِ مِنَ الْإِيمَانِ،

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى :

« وَمَا كَانَ اللَّهُ يُضِيغُ إِيمَانَكُمْ » یعنی صلاتکم عنده ایمان

۴۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهْرَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ أَوَّلَ مَا قَلَمَ الْمَدِينَةَ نَزَلَ

تو پہلے اپنی نامہ میں اترے، جو انصار تھے۔ اور وہاں آپ نے ۱۴۲۷ء میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی طرف ہو (جب بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا) تو سب سے پہلی نماز جو آپ نے بیت اللہ کی طرف پڑھی عصر کی نماز تھی۔ وہاں آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں سے ایک آدمی لکھا اور اس کا مسجد (بنی حارثہ) کی طرف گزر ہوا تو وہ لوگ رکوع میں تھے۔ وہ بولا کہ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ (یہ سن کر) وہ لوگ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور جب رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یہود اور عیسائی خوش ہوتے تھے مگر جب آپ نے بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا تو انہیں یہ امر ناگوار ہوا۔

زہیر (ایک راوی) کہتے ہیں کہ ہم سے ابو الحلق نے براء سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی سے پہلے کچھ مسلمان انتقال کر چکے تھے۔ تو ہمیں یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کی نمازوں کے بارے میں کیا کیسیں۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل کی «وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ» (ایمانکم) (البقرة: ۱۶۳)

علیٰ أَجَدَادِهِ - أَوْ قَالَ أَخْوَالِهِ - مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَّهُ صَلَّى قَبْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُفْجِيْهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَةً قَبْلَ الْبَيْتِ، وَأَنَّهُ صَلَّى أَوْلَى صَلَالَةِ صَلَالَهَا صَلَالَةَ الْعَصْرِ، وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمًا، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِبُوْنَ فَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللَّهِ لَقَدْ صَلَّيْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ قَبْلَ مَكَّةَ، فَذَارُوا - كَمَا هُمْ - قَبْلَ الْبَيْتِ. وَكَانَتِ الْيَهُودُ قَدْ أَغْجَبُهُمْ إِذْ كَانُ يُصَلِّي قَبْلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَأَهْلُ الْكِتَابِ، فَلَمَّا وَلَى وَجْهَهُ قَبْلَ الْبَيْتِ انْكَرُوا ذَلِكَ. قَالَ زَهْرَيْ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِي حَدِيثِهِ هَذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْفِتْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتُلُوا، فَلَمْ نَذِرْ مَا نَقُولُ فِيهِمْ، فَلَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: «وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ».

[اطرافہ فی: ۳۹۹، ۴۴۸۶، ۴۴۹۲،

.۷۲۵۲]

**مبارک خواب:** ایمان میں اعمال صالحہ بھی داخل ہیں، یہ بحث پہچھے بھی منفصل آچکی ہے مگر وہاں یہ آیت نہ تھی الحمد للہ ایک رات تجد کے وقت خواب میں مجھے کہا گیا کہ اس کو یہل بھی لکھو چنانچہ حدیث ۳۹ میں یہ آیت میں نے اسی خواب کی بنیاد پر نقل کی ہے۔۔۔۔۔ وکھی بھ شہیداً (راز)

**باب آدمی کے اسلام کی خوبی (کے درجات کیا ہیں)**  
 (۳۱) امام مالک کہتے ہیں مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے ان کو ابو سعید خدری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ

۳۱ - بَابُ : حُسْنُ إِسْلَامِ الْمَرءِ  
 ۴۱ - حَدَّثَنَا قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا

کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب (ایک) بندہ مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام عمده ہو (یعنی و خلوص کے ساتھ ہو) تو اللہ اس کے گناہ کو جو اس نے اس (اسلام لانے) سے پہلے کیا معاف فرمادیتا ہے اور اب اس کے بعد کے لئے بدلا شروع ہو جاتا ہے (یعنی) ایک نیکی کے عوض دس گناہ سے لے کر سات سو گناہ تک (ثواب) اور ایک برائی کا اسی برائی کے مقابل (بدلا دیا جاتا ہے) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس برائی سے بھی درگذر کرے۔ (اور اسے بھی معاف فرمادے۔ یہ بھی اس کے لئے آسان ہے)

(۲۳۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے عبدالرزاق نے، انہیں معرنے ہام سے خبر دی، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب اپنے اسلام کو عمده بنالے (یعنی شفاق اور ریاست پاک کر لے) تو ہر نیک کام جو وہ کرتا ہے اس کے عوض دس سے لے کر سات سو گناہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر بر اکام جو کرتا ہے تو وہ اتنا ہی لکھا جاتا ہے (جتنا کہ اس نے کیا ہے)۔

**لئے جائیں** حضرت امام الحدیث رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر یہاں بھی اسلام و ایمان کے ایک ہونے اور ان میں کمی و بیشی کے صحیح ہونے کے عقیدہ کا اثبات فرمایا ہے اور بطور دلیل ان احادیث پاک کو نقل فرمایا ہے جن سے صاف ظاہر ہے کہ ایک نیک کا ثواب جب سات سو گناہ تک لکھا جاتا ہے تو یقیناً اس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور کتاب و سنت کی رو سے یہی عقیدہ درست ہے جو لوگ ایمان کی کمی و بیشی کے قائل نہیں ہیں اگر وہ بنظر عیق کتاب و سنت کا مطالعہ کریں گے تو ضرور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اسلام کے بہتر ہونے کا مطلب یہ کہ اوامر و نو اہی کو ہر وقت سامنے رکھا جائے۔ حلال حرام میں پورے طور پر تمیز کی جائے، خدا کا خوف، آخرت کی طلب، دوزخ سے پناہ ہر وقت مانگی جائے اور اپنے اعتقاد و عمل و اخلاق سے اسلام کا سچا نمونہ پیش کیا جائے اس حالت میں یقیناً جو بھی نیکی ہو گی اس کا ثواب سات سو گناہ تک زیادہ کیا جائے گا۔

اللہ پاک ہر مسلمان کو یہ سعادت علیٰ نصیب فرمائے۔ آئیں۔

۳۲- بَابُ أَحَبِّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ  
باب اللہ کو دین (کا) وہ (عمل) سب سے زیادہ پسند ہے جس  
کو پابندی سے کیا جائے۔

(۲۳۳) ہم سے محمد بن المثنی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ (عروہ) نے حضرت

سَعِيدُ الْخَذْرِيُّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدَ لِخَسْنَ إِسْلَامَةً يُكَفِّرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّ سَيِّئَةٍ كَانَ رَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْفِصَاصُ: الْحَسَنَةُ بِعِشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمَائِةِ ضَعْفٍ، وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا، إِلَّا أَنْ يَتَجَاهَوْزَ اللَّهُ عَنْهَا)).

۴۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَغْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَخْسَنَ أَخْدُوكُمْ إِسْلَامَةً فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكَبَّرُ لَهُ بِعِشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمَائِةِ ضَعْفٍ، وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكَبَّرُ لَهُ بِمِثْلِهَا)).

۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ المُثْنَى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ

عائشہؓ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ دخل علیہا و عندها افراء۔ قال: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: فُلَانَةَ - تَذَكَّرُ مِنْ صَلَابِهَا - قَالَ: ((مَنْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمْلُأُ اللَّهُ حَتَّى تَمْلُو)). وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَأَوْمَ عَلَيْهِ صَاحِبَهُ۔ [طرفة في : ١١٥١].

کی یہ شہزادی کی جائیکے (اور انسان بغیر آتائے اسے انعام دے)

### باب ایمان کی کی اور زیادتی کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی (تفسیر) کا بیان۔

”اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادتی دی۔“ اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہ ”اور اہل ایمان کا ایمان زیادہ ہو جائے“ پھر یہ بھی فرمایا ”آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا“ کیونکہ جب کمال میں سے کچھ باقی رہ جائے تو اسی کو کمی کرتے ہیں۔

(۳۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے قاتاہ نے حضرت انس کے واسطے سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیوں کے دانہ برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں اک ذرہ برابر بھی خیر ہے۔

حضرت امام ابو عبد اللہ بخاریؓ فرماتے ہیں کہ اباں نے بروایت قاتاہ بواسطہ حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی جگہ ایمان کا لفظ نقل کیا ہے۔

عائشة أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا افْرَاءً。 قَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: فُلَانَةَ - تَذَكَّرُ مِنْ صَلَابِهَا - قَالَ: ((مَنْ، عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمْلُأُ اللَّهُ حَتَّى تَمْلُو)). وَكَانَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَأَوْمَ عَلَيْهِ صَاحِبَهُ۔

### ٣٣ - بَابُ زِيَادَةِ الإِيمَانِ وَنُقصَانِهِ، وَقُولِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿وَرَدَنَاهُمْ هَذِبِي﴾ ﴿وَبَرَزَادَ الدِّينِ آمُوا  
إِيمَانًا﴾ وَقَالَ: ﴿هُلَيْوَمْ أَكْمَلْتُ لَكُمْ  
دِينَكُمْ﴾ فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ  
نَاقِصٌ.

پن ان آیات سے ترجمہ باب کا اثبات ہوا۔

٤٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاتَادَةُ عَنْ أَنَسِ  
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ  
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ شَعْبَرَةٍ  
مِنْ خَيْرٍ. وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا  
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ بُرْةٍ مِنْ خَيْرٍ،  
وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ)).  
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ أَبَا إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا قَاتَادَةُ  
حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنَ الْإِيمَانِ))  
مَكَانٌ (مِنْ خَيْرٍ).

پہلی روایت میں لفظ خیر سے بھی ایمان ہی مراد ہے۔

٤٥ - حَدَّثَنَا الْمَحْسُنُ بْنُ الصَّبَاحِ سَيِّعَ  
جَعْفَرُ بْنُ عَوْنَ سَيِّدُهُ أَبُو الْعَمِيْسِ أَخْبَرَنَا  
قَسْبُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ  
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ  
لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَيْهَا فِي كِبَّكُمْ  
تَفَرَّوْنَاهَا لَوْ عَلَيْنَا مَغْشَرٌ الْيَهُودِ نَزَّلَتْ  
لَا تَحْذَنْنَا ذَلِكَ الْيَوْمُ عِنْدَهَا: قَالَ: أَيُّ أَيْدِي؟  
قَالَ: هُنَّ الْيَوْمَ أَكْمَلْنَا لَكُمْ دِيْنَكُمْ،  
وَأَتَمْنَتْ عَلَيْكُمْ بِغَمْتَى وَرَضِيتْ لَكُمْ  
الْإِسْلَامَ دِيْنَهُ الْمَائِدَةُ: ٣ .

قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَّفَنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ  
الَّذِي نَزَّلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: وَهُوَ قَائِمٌ  
بِعَرْفَةَ، يَوْمَ جُمُعَةٍ.

(٣٥) ہم سے اُس حدیث کو حسن بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن عون سے سنا، وہ ابو العمیس سے بیان کرتے ہیں، انہیں قیس بن مسلم نے طارق بن شاہب کے واسطے سے خبر دی۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا وہ کوئی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا (سورہ مائدہ کی یہ آیت کہ) "آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔"

حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ ہم اس دن اور اس مقام کو (خوب) جانتے ہیں جب یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (اس وقت) آپ عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے۔

**لَشَبَّرْجَنْ** حضرت عمر بن الخطاب کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کا دن اور عرفت کا دن ہمارے ہاں عید ہی مانا جاتا ہے اس لئے ہم بھی اس مبارک دن میں اس آیت کے نزول پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، پھر عرفت کے بعد والا دن عید الاضحی ہے، اس لئے جس قدر خوشی اور سرگرمی کو ان دنوں میں ہوتی ہے اس کا تم لوگ اندازہ اس لئے نہیں کر سکتے کہ تمہارے ہاں عید کا دن کمیل تاثیش اور لبو لعب کا دن مانا گیا ہے، اسلام میں ہر عید بہترین روحانی اور ایمانی پیغام لے کر آتی ہے۔ آیت کریمہ (النیم اکملت لکم دینکم)

(المائدہ: ٣) میں دین کے اکمال کا اعلان کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کامل صرف وہی چیز ہے جس میں کوئی تقضیہ بالی نہ رہ گیا ہو، پس اسلام آنحضرت ﷺ کے عمد مبارک میں کامل مکمل ہو چکا جس میں کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ کسی خاص امام کے مطاع مطلق کا تصور تھا۔ کوئی تیجہ، فاتح، چلم کے نام سے رسم نہ تھی۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نسبتوں سے کوئی اشتانہ تھا کیونکہ یہ بزرگ عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئے اور تقلیدی مذاہب کا اسلام کی چار صدیوں تک پتھر نہ تھا، اب ان چیزوں کو دین میں داخل کرنا، کسی امام بزرگ کی تقلید مطلق واجب قرار دینا اور ان بزرگوں سے یہ تقلیدی نسبت اپنے لئے لازم سمجھ لینا یہ وہ امور ہیں جن کو ہر باب سیرت مسلمان دین میں اضافہ ہی کئے گا۔ مگر صد اقوس کہ امت مسلمہ کا ایک جم غیر ان ایجادوں پر اس قدر پتختی کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کے خلاف وہ ایک حرف سننے کے لئے تیار نہیں، صرف یہی نہیں بلکہ ان ایجادوں نے مسلمانوں کو اس قدر فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے کہ

اب ان کا مرکز واحد پر جمع ہوتا تقریباً نامکن نظر آ رہا ہے۔ مسلم محمد شین بحمدہ تعالیٰ اس جمود اور اس اندھی تقدیم کے خلاف غالص اسلام کی ترجمانی کرتا ہے جو آیت شریفہ ﴿الیوم اکملت لكم دینکم﴾ (المائدہ: ۳) میں بتایا گیا ہے۔ تقدیمی مذاہب کے بارے میں کسی صاحب بصیرت نے خوب کہا ہے۔

وَمِنْ حَقِّ رَأْيَارْمَهْبَ سَاخِنْدَ رَخْنَهْ دَرْدِينْ نَبِيْ اَنْدَرْخَنْ  
لِيْنَ لُوْگُونَ نَهْ دِينْ حَقِّ جَوَائِکَ تَحَاَ اَسَ کَهْ چَارْمَهْبَ بَنَادَالَّهَ اَسَ طَرْجَنْبِیْ کَهْ دِينَ مِنْ رَخْنَهْ ڈَالَ دِیَاَ.

### باب زکوٰۃ رِبَّنا اسلام میں

#### داخل ہے

اور اللہ پاک نے فرمایا ”حالانکہ ان کافروں کو یہی حکم دیا گیا کہ غالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اسی اللہ کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی پختہ دین ہے۔“

(۳۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا ابو سعیل بن مالک سے، انہوں نے اپنے باپ (مالک بن الی عامر) سے، انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ سے وہ کہتے تھے نجد والوں میں سے ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، سر بریشان یعنی بال بکھرے ہوئے تھے، ہم اس کی آواز کی بھجنہاہست سننے تھے اور ہم سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نزدیک آن پہنچا، جب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا ہے، اس نے کہا بس اس کے سوا تو اور کوئی نماز مجھ پر نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل پڑھے (تو اور بات ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے روزے رکھنا، اس نے کہا اور تو کوئی روزہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر تو نفل روزے رکھے (تو اور بات ہے) طلحہ نے کہا اور آنحضرت ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا بیان کیا، وہ کہنے لگا کہ بس اور کوئی صدقہ مجھ پر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل صدقہ دے (تو اور بات ہے) راوی نے کہا پھر وہ شخص پیٹھے موڑ کر چلا۔ یوں کہتا جاتا تھا، قسم خدا کی میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ

#### وَقَوْلُهُ تَعَالَى :

﴿وَمَا أَمْرُوا إِلَّا يَعْقِلُوا أَللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ  
الَّذِينَ حُكْمَاءٌ، وَقَنِيمُوا الصَّلَاةَ وَيَنْتَوْا  
الزَّكَاةَ، وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةَ﴾ الیسیہ : ۶۵

۶۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ  
نَّ أَنَسُ عَنْ عَمْهُ أَبِيهِ سَهْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ  
أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ:  
جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مَسْأَلَهُ مِنْ أَهْلِ  
نَجْدٍ ثَانِي الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوْيَ صَوْنَهُ وَلَا  
نَفْقَهُ مَا يَقُولُ، حَتَّىٰ ذَنَا، فَلَمَّا هُوَ يَسْأَلُ  
عَنِ الْإِسْلَامِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ :

((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)).  
فَقَالَ: هَلْ عَلَيِّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ  
تَطْرُعَ)). قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : ((وَصَيَامُ  
رَمَضَانَ)). قَالَ هَلْ عَلَيِّ غَيْرُهُ؟ قَالَ:  
((لَا، إِلَّا أَنْ تَطْرُعَ)). قَالَ وَذَكَرَ لَهُ  
رَسُولُ اللَّهِ (زَكَاةً) قَالَ: هَلْ عَلَيِّ  
غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطْرُعَ)). قَالَ  
فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ : وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ  
عَلَىٰ هَذَا وَلَا أَنْفَعُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ :  
((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)).

[اطرافہ فی : ۱۸۹۱، ۲۶۷۸، ۶۹۵۶].

### ۳۵- بَابُ اتِّبَاعِ الْجَنَائِرِ مِنَ

#### الإِيمَان

٤٧- حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلَى  
الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا  
عَوْفُ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (مَنْ أَتَى  
جَنَائِرَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَاحْسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ  
حَتَّى يُصْلَى عَلَيْهَا وَيَقْرَغُ مِنْ دَفْهَا، فَإِنَّهُ  
يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيراطِينِ كُلُّ قِيراطٍ مِثْلُ  
أَحَدٍ. وَمَنْ صَلَى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَن  
تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيراطٍ). تَابَعَهُ  
عُثْمَانُ الْمُؤْذَنُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفُ عَنْ  
مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ  
نَحْوَهُ. [طرفہ فی : ۱۳۲۳، ۱۳۲۵].

(۳۷) ہم سے احمد بن عبد اللہ بن علی منجوی نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین سے، انہوں نے ابو ہریرہ بن ٹھہر سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوئے گا ہر قیراط اتنا برا ہو گا جیسے احمد کا پیار، اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوئے گا۔ روح کے ساتھ اس حدیث کو عثمان مؤذن نے بھی روایت کیا ہے۔ کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سیرین سے سن، انہوں نے ابو ہریرہ بن ٹھہر سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اگلی روایت کی طرح۔

**تشریح** حضرت امام بخاریؓ نے ان ابواب میں ایمان و اسلام کی تفصیلات بتاتے ہوئے زکوٰۃ کی فرضیت کو قرآن شریف سے ثابت فرمایا اور بتالیا کہ زکوٰۃ دینا بھی ایمان میں داخل ہے، جو لوگ فرائض دین کو ایمان سے الگ قرار دیتے ہیں، ان کا قول درست نہیں۔ حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے اس کا نام ضام بن شلبہ تھا۔ نجد لفت میں بلند علاقہ کو کہتے ہیں، جو عرب میں تمامہ سے عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ جنازے کے ساتھ جانا بھی ایسا نیک عمل ہے، جو ایمان میں داخل ہے۔

### ۳۶- بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ

#### بَعْطَةً عَمَلَهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

باب مومن کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کے اعمال مث نہ جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو۔

اور ابراہیم تھی (واعظاً) نے کہا میں نے اپنے گفتار اور کردار کو جب ملایا، تو مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں میں شریعت کے جھٹلانے والے (کافروں) سے نہ ہو جاؤں اور این ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملا، ان میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ: مَا عَرَضْتُ قَوْنِي  
عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذَّبًا  
وَقَالَ أَبِنُ أَبِي مُنْيَكَةَ: أَذْرَكْتُ ثَلَاثَتَينِ مِنَ  
أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كُلُّهُمْ يَعَافُ النَّفَاقَ

ذر لگا ہوا تھا، ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جریل و میکائیل کے ایمان جیسا ہے اور حسن بصری سے منقول ہے، "نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو ایماندار ہوتا ہے اور اس سے نذر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے۔ اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہوں پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورہ آل عمران میں فرمایا، "اور اپنے بڑے کاموں پر جان بوجھ کروہ اڑا نہیں کرتے۔"

(۳۸) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے زید بن حارث سے، کہا میں نے ابو داکل سے مرجبیہ کے بارے میں پوچھا، (وہ کہتے ہیں گناہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا) انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔

(۳۹) ہم سے قبیلہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے حمید سے، انہوں نے انس بنثیر سے، کہا مجھ کو عبادہ بن صامت نے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ اپنے مجرمے سے نکلے، لوگوں کو شب قدر بتانا چاہتے تھے (وہ کون سی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان آپس میں لڑپڑے، آپ نے فرمایا، میں تو اس لئے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتلوں اور فلاں فلاں آدمی لڑپڑے تو وہ میرے دل سے اخالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمہاری بستی ہو۔ (تواب ایسا کرو کہ) شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں، انتیسویں و پیچیسویں رات میں ڈھونڈا کرو۔

علی نفییہ۔ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى  
إِيمَانِ جِبْرِيلَ وَمِنْكَانِيْلَ۔ وَيَذَكُرُ عَنِ  
الْحَسَنِ : مَا خَالَةٌ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا أَمْنَةٌ إِلَّا  
مُنَافِقٌ۔ وَمَا يُخَلِّرُ مِنَ الْإِصْنَادِ عَلَى  
النَّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ، يَقُولُ اللَّهُ  
تَعَالَى : هُوَ لَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ  
يَعْلَمُونَ).

۴۸ - حدیثa مُحَمَّدٌ بْنُ عَزْغَرَةَ قَالَ :  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ زَيْنِدٍ قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا  
وَائِلَ عَنِ الْمُوْجَةِ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَنْهُ اللَّهُ  
أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((سَبَابُ الْمُسْلِمِ لَسْوَقٌ  
وَنَفَالَةُ كُفْرٌ)).

[طرفاہ فی : ۶۰۴۴ ، ۷۰۷۶]

۴۹ - حدیثa فَهْيَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حَبْيَدٍ عَنْ أَنْسِ  
قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبَادَةُ بْنُ الصَّابِطِ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ يَغْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ،  
فَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ :  
(إِنِّي خَرَجْتُ لِأَخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ  
تَلَاحَى لَلَّذَانِ وَفَلَانَ فَرَفَعَتْ، وَعَسَى أَنْ  
يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ الْعِمْسُوهَا فِي السَّعِي  
وَالْتَّسْعِي وَالْخَمْسِ)).

[طرفاہ فی : ۲۰۲۳ ، ۶۰۴۹]

ایمان کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طلاق راتوں میں سے ایک پوشیدہ رات ہے اور وہ شیخ اور گناہوں سے گھٹتا ہے۔

شب قدر کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طلاق راتوں میں سے ایک پوشیدہ رات ہے اور وہ ہر سال ان تواریخ میں گھومتی رہتی ہے، جو لوگ شب قدر کو ستائیسویں شب کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں۔

**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:** حدیث: ۲۵ میں اور اسی طرح بہت سی مرویات میں حضرت ابو ہریرہؓ کا نام بار بار آتا ہے لہذا ان کے مختصر حالات جانتے کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ اور اساطیر میں شمار ہیں، صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ علی شوق میں سارا وقت صحبت نبوی میں گذارتے تھے دعائیں بھی ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے، نشر حدیث میں بھی اتنے ہی سرگرم تھے، مرویات کی تعداد ۵۳۷۸ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، نتفہ میں بھی کامل درستگاہ حاصل تھی۔ عربی کے علاوہ فارسی و عبرانی بھی جانتے تھے، مسائل تورۃ سے بھی پوری واقفیت تھی۔

خشتیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ ”احساب قیامت“ کے ذکر پر حقیقت نام کر کے ہوش ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ مخصوص طور پر یہ حدیث سنائی جس کے دوران میں کئی مرتبہ بے ہوش ہوتے۔

”حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بروز قیامت سب سے پہلے عالم قرآن، شہید اور دولت مند فیصلہ کے لئے طلب ہوں گے، اول الذکر سے پوچھا جائے گا کہ میں نے تجھے علم قرآن عطا کیا، اس پر تو نے عمل بھی کیا؟ جواب دے گا شانہ روز تلاوت کرتا رہتا تھا۔ فرمائے گا، جھوٹ بولتا ہے، تو اس نے تلاوت کرتا تھا کہ قاری کا خطاب مل جائے، مل گیا۔ دولت مند سے سوال ہوا گا کہ میں نے تجھے دولت مند بننا کر دوسروں کی دست نگری سے بے نیاز نہیں کیا تھا؟ اس کا بدلا کیا دیا؟ عرض کرے گا صدر حرمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ ارشاد ہوا گا، جھوٹ بولتا ہے مقصود تو یہ تھا کہ حقیقی مشورہ ہو جائے، وہ ہو گیا۔ شہید سے سوال ہوا گا، وہ کہے گا الہ العالمین میں تو تیرے حکم جادہ ہی کے تحت لڑا، یہاں تک کہ تیری راہ میں مارا گیا۔ حکم ہو گا غلط ہے، تیری نیت تو یہ تھی کہ دنیا میں شجاع و جری مشورہ ہو جائے، وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ ہمارے لئے کیا کیا؟ یہ حدیث بیان کر کے حضور ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے انہیں تینوں سے جنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔“ (تفسیل ابواب الزبد)

عبادات سے عشق تھا، گھر میں ایک بیوی اور ایک خادم تھا، تینوں باری باری تالی تالی شب مصروف عبادت رہتے تھے بعض اوقات پوری پوری راتیں نماز میں گزار دیتے۔ آغاز ماہ میں تین روزے الزرام کے ساتھ رکھتے، ایک روز بکیر کی آواز سن کر ایک صاحب نے پوچھا تو فرمایا کہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک دن وہ تھا کہ میں بہہ بت غزوہ ان کے پاس محض روٹی پر ملازم تھا، اس کے بعد وہ دن بھی اللہ نے دکھلایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی۔

حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی، اسوہ رسول پر بخوبی سے پابند تھے، اہل بیت اطہار سے والماہ محبت رکھتے تھے اور جب حضرت حسن بن علیؑ کو دیکھتے تو آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اطاعت والدین کا یہ کتنا شاندار مظاہرہ تھا کہ شوق عبادت کے باوجود محض مال کی تعلیم کے خیال سے ان کی زندگی میں حج نہیں کیا۔ (مسلم جلد: ۲)

قليل فخر خصوصیت یہ ہے کہ ویسے تو آپ کے اخلاق بہت بلند تھے اور حق گوئی کے ہوش میں بڑے سے بڑے محض کو فوراً روک دیتے تھے، چنانچہ جب مدینہ میں ہندی یا چک کا رواج ہوا ہے تو آپ نے مروان سے جا کر کہا کہ تو نے ربا عالل کر دیا، کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ اشیائے خوردنی کی بیچ اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ بالائے اسے ناپ قول نہ لے۔ اسی طرح اس کے یہاں اصول اور آدیات دیکھ کر اسے نوکا اور اسے سر تسلیم ختم کرنا پڑا۔ ایک دفعہ مروان کی موجودگی میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے صحیح فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گی۔

لیکن سب سے نمایاں چیز یہ تھی کہ منصب امارت پر پہنچ کر اپنے فقر کو نہ بھولے۔ یا تو یہ حالات تھی کہ روشنی کے لئے گھوڑے کے پیچھے دوڑتے، مسلسل فاقلوں سے غش پر غش آتے، ”حضور“ کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ اصحاب صد میں تھے کسی سے سوال نہ کرتے، لکڑیاں بنگل سے کاٹ لاتے، اس سے بھی کام نہ چلتا، رہگذر پر بیٹھ جاتے کہ کوئی کلانے کے لیے لے جائے یا یہ عالم ہوا کہ گورنری پر پہنچ گئے، سب کچھ حاصل ہو گیا، لیکن فقیرانہ سادگی برابر قائم رکھی، ویسے اچھے سے اچھا پہنا، کلکش کے بنے ہوئے کپڑے پسے اور ایک

سے ناک صاف کر کے کما، واد وادہ! ابو ہریرہ آج تم کمال سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل شدت فاقہ سے مسجد بنوی میں غش کھا کر گر پڑا کرتے تھے۔ شرے نکتے تو سواری میں گدھا ہوتا، جس پر معمولی نمہ کسا ہوتا۔ چھال کی رہی کی لگام ہوتی۔ جب سامنے کوئی آ جاتا تو مرا جا خود کتتے، راستہ چھوڑوا میرکی سواری آ رہی ہے۔

برے مہمان نواز اور سیر چشم تھے، اللہ تعالیٰ آج کسی کو معمولی فارغ البال بھی عطا کرتا ہے تو غور سے حالت اور ہو جاتی ہے مگر خدا نے آپ کو زمین سے اٹھا کر عرش پر بخادیا، لیکن سادگی کا وہی عالم رہا۔ (بیان)

### باب حضرت جبریل ﷺ کا آنحضرت ﷺ سے ایمان،

اسلام، احسان اور قیامت کے علم کے بارے میں پوچھنا اور اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا بیان فرمانا پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل ﷺ تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ یہاں آپ نے ان تمام باتوں کو (جو جبریل ﷺ کے سامنے بیان کی گئی تھیں) دین ہی قرار دیا اور ان باتوں کے بیان میں جو آنحضرت ﷺ نے ایمان سے متعلق عبدالقیس کے وفد کے سامنے بیان فرمائی تھی اور اللہ پاک کے اس ارشاد کی تفصیل میں کہ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

اس آیت شریفہ میں بھی اسلام کو لفظ دین سے تسبیر کیا گیا ہے۔

(۵۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اساعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو جیان تھی نے ابو زرعہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک دن آنحضرت ﷺ لوگوں میں تشریف فرماتھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاو اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس (اللہ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاو۔ پھر اس نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے پھر جواب دیا کہ اسلام یہ ہے کہ تم غالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناو اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ فرض ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق

### ۷- باب سؤال جبریل النبی ﷺ

عَنِ الْإِيمَانِ، وَالإِسْلَامِ، وَالْإِحْسَانِ،  
وَعِلْمِ السَّاعَةِ، وَبَيَانِ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ.  
فُمْ قَالَ: ((جَاءَ جِبْرِيلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
يَعْلَمُكُمْ وَنِشْكُمْ)) فَجَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ دِينًا.  
وَمَا بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ لِوَفْدٍ عَنْ الْقَوْسِ مِنَ  
الْإِيمَانِ. وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَتَنَعَّثُ عَنِ  
الإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾.

۵۰- حدثنا مسند قال: حدثنا إسماعيل بن ابراهيم قال أخبرنا أبو حيأن النبي عن أبي ززعة عن أبي هريرة قال: ((كان النبي صلى الله عليه وسلم ناراً يوماً للناس، فأتاه رجل فقال: ما الإيمان؟)) قال: ((الإيمان أن تؤمن بالله، وملائكته، وبآياته، وبرسله، وتؤمن بالبعث)). قال: ما الإسلام؟ قال: ((الإسلام أن تعبد الله ولا تشرك به، وتقسم الصلاة، وتوذدي الزكوة المفروضة، وتصوم رمضان)). قال: ما الإحسان؟ قال: ((أن تعبدوا

پوچھا۔ آپ نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا (البته) میں تھیں اس کی نشانیں بتلا سکتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ جب لوٹی آپنے آتا کو جتنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے (دیساقی لوگ ترقی کرتے کرتے) مکاتب کی تغیریں میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے (یاد رکھو) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ شیخیت نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے کہ وہ کب ہو گی (آخر آیت تک) پھر وہ پوچھنے والا پیچھے پھیر کر جانے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے واپس بلا کر لاؤ۔ لوگ دوڑپڑے گروہ کمیں نظر نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جرسکل ملائکہ تھے جو لوگوں کو ان کا دین سمجھانے آئے تھے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت شیخیت نے ان تمام باتوں کو ایمان ہی قرار دیا ہے۔

الله كَانَكَ تَرَاهُ، فَإِنَّ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ  
يَرَاكَ). قَالَ مَتَى السَّاعَةِ؟ قَالَ: ((مَا  
الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ.  
وَسَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ  
الْأَمْمَةُ رَبِّهَا؛ وَإِذَا تَطَافَلَ رَعَاةُ الْإِبْلِ  
إِلَيْهِمْ فِي الْبَيْانِ، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ  
إِلَّا اللَّهُ: ثُمَّ تَلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ))  
ثُمَّ أَذْبَرَ: فَقَالَ: ((رُدُودُه)). فَلَمْ يَرُوا  
شَيْئًا. فَقَالَ: ((هَذَا جِزِيرَةٌ جَاءَ يُعْلَمُ  
النَّاسُ بِيَهُمْ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: جَعَلَ  
ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيمَانِ.

[طرفة في : ۴۷۷۷]

**لَشَرِحِ** شار میں بخاری لکھتے ہیں مقصود البخاری من عقد ذالک الباب ان الدين والاسلام والايمان واحد لا اختلاف في مفهومهما واللاؤ في وما بين و قوله تعالى يعني مع لبني حضرت امام بخاري رضي الله عنه کا اس باب کے معنقد کرنے سے اس امر کا بیان مقصود ہے کہ دین اور اسلام اور ایمان ایک ہیں اس کے مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ما بین میں اور قوله تعالى میں ہر دو جگہ واؤ مع کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ کہ باب میں پہلا ترجمہ سوال جرسکل سے متعلق ہے جس کے مقدمہ کو آپ نے فجعل ذالک کلمہ من الایمان سے واضح فرمادیا۔ لیکن دین ایمان اسلام احسان اور اعتقاد قیامت سب پر مشتمل ہے۔ دوسرا ترجمہ و ما بین لوفد عبدالقیس ہے لیکن آپ نے وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کی جو تفصیل بیان فرمائی تھی اس میں اعمال بیان فرمادیا کہ اس کو داخل ایمان قرار دیا گیا تھا خواہ وہ اور امر سے ہوں یا نہیں سے۔ تیرا ترجمہ یہاں آیت کریمہ و من یعنی غیر الاسلام ہے جس سے ظاہر ہے کہ اصل دین اسلام ہے۔ اور دین اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ کیونکہ اگر دین اسلام سے مفارز ہوتا تو آیت شریفہ میں اسلام کا تلاش کرنے والا شریعت میں معتبر ہے۔ یہاں ان کے لغوی معانی سے کوئی بحث نہیں ہے۔ حضرت الامام کا مقدمہ یہاں بھی مرجبی کی تردید ہے جو ایمان کے لئے اعمال کو غیر ضروری بتلاتے ہیں۔

تعصب کا برا ہو: فرقہ مرجبیہ کی ضلالت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے اور امام بخاری قدس سرہ بھی ایسے ہی گمراہ فرقوں کی تردید کے لئے چھلے تفصیلات پیش فرمائے ہیں۔ مگر تعصب کا برا ہو عصر حاضر کے بعض مترجمین و شار میں بخاری کو یہاں بھی خالص حضرت امام ابو حنیفہ رضی الله عنه پر تعریض نظر آئی ہے اور اس خیال کے پیش نظر انہوں نے یہاں حضرت امام بخاری کو غیر فتحیہ نو درج قرار

دے کر دل کی بھروس نکالی ہے صاحب انوار الباری کے لفظ یہ ہیں:

”امام بخاری میں آٹھ کامادہ زیادہ تعداد اپنے استاذہ حیدری، غیم بن حماد، خراہی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل، عروہ سے زیادہ متاثر ہو گئے۔ جن کو امام صاحب دغیرہ سے لی بغض تھا و سرے وہ زور رنج تھے۔ فن حدیث کے امام بے مثال تھے گرفقہ میں وہ پایہ نہ تھا۔ اسی لئے ان کا کوئی ذہب نہ بن۔ کا۔۔۔ امام عظیم“ کی فقیہ باریکیوں کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ اونچے درجہ کی تقاضہ کی ضرورت تھی۔ جو نہ سمجھا وہ ان کا مخالف ہو گیا۔ (انوار الباری، جلد: دوم / ص: ۱۲۸)“

اس بیان پر تفصیل تبصرہ کے لئے دفاتر بھی باہمی ہیں۔ مگر آج کے دور میں ان فرسودہ مباحثت میں جا کر علمائے سلف کا باہمی حصہ بعض ثابت کر کے تاریخ اسلام کو محروم کرنا یہ خدمت ایسے متعصّن حضرات ہی کو مبارک ہو ہمارا تو سب کے لئے یہ عقیدہ ہے 『 بلکہ أَمْأَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسِبَتْ 』 (البقرة: ۱۳۲) رحمہم اللہ العلیم۔ آمین۔ حضرت امام بخاریؒ کو زور رنج اور غیر فقیہہ قرار دینا خود ان لکھنے والوں کے زور رنج اور کرم فہم ہونے کی دلیل ہے۔

## باب

(۵۰) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شاہ سے، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے، ان کو عبد اللہ بن عباس پیش کیا تھا نے خبر دی، ان کو ابوسفیان بن حرب نے کہ ہرقہل (روم کے بادشاہ) نے ان سے کہا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس رسول کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا لگھت رہے ہیں۔ تو نے جواب میں بتایا کہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ (ٹھیک ہے) ایمان کا کسی حال رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ کوئی اس کے دین میں آکر پھر اس کو برآ جان کر پھر جاتا ہے؟ تو نے کہا۔ نہیں، اور ایمان کا یہی حال ہے۔ جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر اس کو کوئی برا نہیں سمجھ سکتا۔

[راجع: ۷] یہ باب بھی بچھے باب ہی سے متعلق ہے اور اس سے بھی ایمان کی کمی و زیادتی ثابت کرنا مقصود ہے۔

**باب اس شخص کی فضیلت کے بیان میں جوانہ دین قائم رکھنے کے لئے گناہ سے فتح گیا**

(۵۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے، انہوں نے عامر سے، کہا میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے نا، وہ کہتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے نا آپ فرماتے تھے حال کھلا ہوا ہے اور

## باب ۳۸

۵۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانُ أَنَّ هُوَ قُلْ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ هَلْ يَرِيدُونَ أَمْ يَنْفَصُرُونَ فَرَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَرِيدُونَ، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يُعْلَمُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرِيدُ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَرَعَمْتَ أَنَّ لَا، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى تُخَاطَلَ بَشَاشَةُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ.

[راجع: ۷]

## باب فضل من

### استبرأاً لِدِينِهِ

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا زَكْرِيَاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتَ النُّعَمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

حرام بھی کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی فیکر گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چروہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چراۓ۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے) سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی چراگاہ اس کی زمین پر حرام چیزیں ہیں۔ (پس ان سے بچو اور) سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں گذا سارا بدن بگڑا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

((الْحَلَالُ بَيْنَ الْحَرَامِ بَيْنَ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٍ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ。 فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَرَأَ لِدِينِهِ وَعَزَّزَهُ، وَمَنِ وَقَعَ فِي الشُّبَهَاتِ كَرَاعٌ يَرْعَى حَوْلَ الْجَمَعِيِّ يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ。 أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مُلْكٍ جَمَعٌ، أَلَا إِنَّ جَمَعَ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمٌ。 أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْطَهَدٌ إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقُلُبُ))۔ [طرفہ فی : ۲۰۵۱]

**تشریح** باب کے منعقد کرنے سے حضرت امام کا مقصد یہ ہے کہ درع پر ہیز گاری بھی ایمان کو کامل کرنے والے عملوں میں سے ہے۔ علام قسطلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی بنا پر حارہ مذہب یہی ہے کہ قلب ہی عقل کا مقام ہے اور فرماتے ہیں قد اجمع العلماء علی عظم موقع هذا الحديث وانه احد الاحادیث الاربعة لفی علیها مدارالاسلام المنظومة فی قوله :

عمدة الدين عندنا كلمات مسندات من قول خير البرية

اتق اشبه وازهدن ودع ما ليس يعنك واعمل بنية

یعنی اس حدیث کی عظمت پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے جیسا کہ اس ربائی میں ہے کہ دین سے متعلق ارشادات نبوی کے یہ چند کلمات ہمارے نزدیک دین کی بنیاد ہیں۔ شبہ کی چیزوں سے بچو، دنیا سے بے رغبت اختیار کرو، فضولیات سے بچو اور نیت کے مطابق عمل کرو۔

باب اس بارے میں کہ مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا

#### ٤٠ - بَابُ أَدَاءِ الْخُمُسِ

بھی ایمان سے ہے

(۵۳) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہوں نے ابو جمرہ سے نقل کیا کہ میں عبد اللہ بن عباس علیہ السلام کے پاس بیٹھا کرتا تھا وہ مجھ کو خاص اپنے تخت پر بٹھاتے (ایک دفعہ) کہنے لگے کہ تم میرے پاس مستقل طور پر رہ جاؤ میں اپنے مال میں سے تمہارا حصہ مقرر کر دوں گا۔ تو میں دو ماہ تک ان کی خدمت میں رہ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ عبد القیس کا وفد جب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی قوم کے لوگ ہیں یا یہ وفد کمال کا ہے؟ انہوں

من الإيمان

٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ: كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُجْلِسُنِي عَلَى سَرِيرِهِ، فَقَالَ: أَقْمِنْ عَنِّي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْنِمًا مِنْ مَالِي. فَأَقْمَنْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ وَفَدَ عَبْدُ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ قَالَ: ((مَنِ الْقَوْمُ - أَوْ مَنِ الْوَفَّةُ؟

نے کہا کہ ربیعہ خاندان کے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا مر جباں قوم کو یا اس وفد کو نہ ذمیل ہونے والے شرمندہ ہونے والے (یعنی ان کا آنا بست خوب ہے) وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں صرف ان حرمتوں والے مہینوں میں آسکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کافروں کا قبیلہ آباد ہے۔ پس آپ، ہم کو ایک ایسی قطعی بات بتلا دیجئے جس کی خبر ہم اپنے پچھلے لوگوں کو بھی کر دیں جو یہاں نہیں آئے اور اس پر عمل درآمد کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور انہوں نے آپ سے اپنے برتوں کے بارے میں بھی پوچھا۔ آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار قسم کے برتوں کو استعمال میں لانے سے منع فرمایا۔ ان کو حکم دیا کہ ایک اکیلے خدا پر ایمان لاو۔ پھر آپ نے پوچھا کہ جانتے ہو ایک اکیلے خدا پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی رہنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اس کے پچ سوں ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے جو طے اس کا پانچواں حصہ (مسلمانوں کے بیت المال میں) داخل کرنا اور چار برتوں کے استعمال سے آپ نے ان کو منع فرمایا۔ سبز لاکھی مرتبان سے اور کدو کے بیانے ہوئے برتن سے، لکڑی کے کھودے ہوئے برتن سے اور روغنی برتن سے اور فرمایا کہ ان باتوں کو حفظ کرو اور ان لوگوں کو بھی بتلادیں جو تم سے پیچھے ہیں اور یہاں نہیں آئے ہیں۔

— ) قالوا: ربِيْةٌ . قَالَ: ((مَنْ حَبَا بِالْقَوْمِ — أَوْ بِالْوَفْدِ — غَيْرَ خَزَّابًا وَلَا نَدَامَى ))  
فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا لَا نَسْتَطِعُ أَن  
نَأْتِكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَبَيْتَنَا وَبَيْنَكَ  
هَذَا الْحَيْثِ مِنْ كُفَّارٍ مُضَرِّ، فَمُرِنَا بِأَمْرِ  
لَعْنِي نُخَبِّرُ بِهِ مَنْ وَرَأَنَا، وَنَدْخُلُ بِهِ  
الْجَنَّةَ وَسَأْلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ، فَأَمْرُهُمْ بِأَرْبَعَ  
وَنَهَا هُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: أَمْرُهُمْ بِالإِيمَانِ وَحَدَّهُ،  
قَالَ: ((أَتَنْذِرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟))  
قالوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، قَالَ: ((شَهَادَةُ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،  
وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الرِّزْكَ، وَصَيَّامُ  
رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَقْمُنِ الْحَمْسَ))  
ونَهَا هُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: ((عَنِ الْعَنْتَمِ، وَالدَّبَاءِ  
وَالنَّفَرِ، وَالْمَرْقَتِ)) — وَرَبِّمَا قَالَ: الْمَقِيرُ  
— وَقَالَ: ((احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ  
وَرَأَهُ كُمْ)).

[اطرافہ فی: ۸۷، ۵۲۳، ۱۳۹۸،  
۳۰۹۰، ۶۱۷۶، ۴۲۶۹، ۷۲۶۶،  
۷۵۵۶].

**تَسْبِيحٌ** یہاں بھی مرجبیہ کی تردید مقصود ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ مبارکبوریؒ فرماتے ہیں۔ و مذهب السلف فی الایمان من کون الاعمال داخلة فی حقیقتہ فانہ قد فسر الاسلام فی حدیث جبرنیل بما فسرہ الایمان فی قصة وفد عبد القیس فدللہ هذا على ان الاشياء المذکورة و فيها اداء الشخص من اجزاء الایمان و انه لا بد في الایمان من الاعمال حلالا للمرجنة (مرعاه جلد اول ص: ۳۵) یعنی سلف کا مذہب یہی ہے کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل ہیں آنحضرت ﷺ نے حدیث جبرنیل "مذکورہ سابقہ" میں اسلام کی جو تغیریں فرمائی وہی تغیر آپ نے وفد عبد القیس کے سامنے ایمان کی فرمائی۔ پس یہ دلیل ہے کہ اشیاء مذکورہ جن سے مل غنیمت سے خس ادا کرنا بھی ہے یہ سب اجزاء ایمان سے ہیں اور یہ کہ ایمان کے لئے اعمال کا ہوتا لبدي ہے۔ مرجبیہ اس کے خلاف ہیں۔ (جو ان کی ذلالت و جملات کی دلیل ہے)

جن برخواں کے استعمال سے آپ نے مت فرمیا ان میں عرب کے لوگ شراب رکھا کرتے تھے۔ جب شراب پنہ حرام قرار پایا تو چند روز تک آنحضرت ﷺ نے ان برخواں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔

**یاد رکھنے کے قتل:** یہاں حضرت مولانا مبارک پوری مدظلہ نے ایک یاد رکھنے کے قتل بات فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

قال الحافظ و فيه دلیل على تقدم اسلام عبد القیس على قبائل مصر الذين كانوا بينهم وبين المدينة و يدل على سبقهم الى الاسلام ايضا ما رواه البخاري في الجمعة عن ابن عباس قال ان اول الجمعة جمعت بعد الجمعة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجد عبد القیس بجوانی من البحرين و انما جسموا بعد رجوع و فذهبوا اليهم فدل على انهم سبقوا جميع القرى الى الاسلام انتهى و احفظه فانه ينفعك في مسألة الجمعة في القرى (مرعاة جلد: اول / ص ۳۲)

یعنی حافظ ابن حجرؓ نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ عبد القیس کا قبلہ سفر سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا جو ان کے اور مدینہ کے بیچ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام میں ان کی سبقت پر بخاری کی وہ حدیث بھی دلیل ہے جو نماز جس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مقول ہے کہ مسجد نبوی میں اقامت جمہ کے بعد پہلا جمعہ جو اُن کاؤں میں ہو۔ بکری میں واقع تھا عبد القیس کی مسجد میں قائم کیا گیا۔ یہ جمعہ انہوں نے مدینہ سے واپسی کے بعد قائم کیا تھا۔ پس تابوت ہوا کہ وہ دوست میں سب پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اسے یاد رکھو یہ کاؤں میں جمہ ادا ہونے کے ثبوت میں تم کو لفڑے گی۔

**باب اس بات کے بیان میں کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے**

صحیح نہیں ہوتے اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے تو عمل میں ایمان، وضو، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور سارے احکام آگئے اور (سورہ نبی اسرائیل میں) اللہ نے فرمایا ہے ہیغہ! کہہ دیجئے کہ ہر کوئی اپنے طریق یعنی اپنی نیت پر عمل کرتا ہے اور (ای وجد سے) آدمی اگر تواب کی نیت سے خدا کا حکم سمجھ کر اپنے گھروالوں پر خرچ کر دے تو اس میں بھی اس کو صدقے کا ثواب ملتا ہے اور جب مکفی ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن جہاد اور نیت کا سلسلہ باقی ہے۔

(۵۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالکؓ نے خبر دی، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، ”انہوں نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ بن وقاری سے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمل نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں (یا نیت ہی کے مطابق ان کا بدلا ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ہجرت کرے

**۱- باب ما جاءَ أَنَّ الْأَغْنَى**

**بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ، وَلَكُلُّ امْرٍ مَا نَوَى**  
لَدَخَلَ فِيهِ الإِيمَانُ وَالْوُضُوءُ وَالصَّلَاةُ  
وَالزَّكَاةُ وَالْحُجَّةُ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ۔ وَقَالَ  
اللَّهُ تَعَالَى: هُوَ الَّذِي كُلُّ يَعْمَلُ عَلَى  
شَكِيلَتِهِ عَلَى نِعْمَةِ وَنَفَقَةِ الرَّجُلِ عَلَى  
أَهْلِهِ - يَخْسِبُهَا - صَدَقَةً۔ وَقَالَ  
النَّبِيُّ ﷺ: ((وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ)).

**۴- حَدَّثَنَا عَنْهُ اللَّهُ تَعَالَى بِنُ مَسْلِمَةَ قَالَ :**  
اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ  
مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَاصٍ  
عَنْ غَمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
((الْأَغْنَى بِالنِّيَّةِ، وَلَكُلُّ امْرٍ مَا نَوَى)،  
فَمَنْ كَاتَ هِجْرَتَهُ إِلَى هَذِهِ وَرَسُولِهِ

اس کی بھرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی اور جو کوئی دنیا کمائنے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے بھرت کرے گا تو اس کی بھرت ان ہی کاموں کے لئے ہو گی۔

(۵۵) ہم سے حاج بن منہال نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ کو عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن یزید سے سنا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب آدمی ثواب کی نیت سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے پس وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

(۵۶) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عامر بن سعد نے سعد بن ابی وقار اس سے بیان کیا، انہوں نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو مجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔

فَهِجْرَةُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَ  
هِجْرَةً لِذَلِكَ يُصَبِّهَا أَوْ اغْرِأَهُ يَتَرَوَّجُهَا  
فَهِجْرَةُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ). [راجح: ۱].

۵۵ - حدثنا حجاج بن زيد بن منهال قال: حدثنا شعبة قال: أخبرني عدي بن ثابت قال: سمعت عبد الله بن يزيد عن أبي مسعود عن النبي ﷺ قال: ((إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَخْتَسِبُهَا لَهُ لَهُ صَدَقَة)). [طرفاء في : ۴۰۰۶، ۵۳۵۱].

۵۶ - حدثنا الحكم بن نافع قال: أخبرنا شعيب عن الزهرى قال: حدثنى عاصير بن سعيد عن سعد بن أبي وقار أتى أبا عبد الله عليهما السلام فأخبره أن رسول الله ﷺ قال: ((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفْقَةً تَنْبَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجِزَتْ عَلَيْهَا، حَتَّىٰ مَا تَعْجَلَ لِي فِيمَا إِمْرَأِكَ)). [اطرافه في : ۱۲۹۵، ۲۷۴۲، ۲۷۴۴، ۳۹۳۶، ۴۴۰۹، ۵۳۵۴، ۵۶۵۹، ۶۷۳۳، ۶۳۷۳، ۵۶۶۸].

**الشیخ** ان جملہ احادیث میں جملہ اعمال کا دار و مدار نیت پر بتایا گیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ان کی ہا پر خط نفس بھی جب شریعت کے موافق ہو تو اس میں بھی ثواب ہے۔

#### ۴۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ

((الَّذِينَ النَّصِيحَةَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

وَلَا إِنْمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَعَامِلَتِهِمْ)), وَقَوْلُهُ

تَعَالَى: ﴿إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

۵۷ - حدثنا مسدد قال: حدثنا يحيى عن إسماعيل قال: حدثني قيس بن أبي

باب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ دین پچے دل سے اللہ کی فرماتبرداری اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام ہے اور اللہ نے (سورہ توبہ میں) فرمایا جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں رہیں۔ (۵۷) ہم سے مسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحیی بن سعید بن قطان نے بیان کیا، انہوں نے اسماعیل سے، انہوں نے کہا مجھ سے

قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، انہوں نے جریر بن عبد اللہ بھلی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کما آنحضرت ﷺ سے ملتہ ہے میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

حازم عنْ جَرِيرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجْلِيِّ قَالَ: بَأَيْفَتْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِنْتَءَ الرِّزْكَةِ، وَالْمُصْنَعِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.  
[اطراہہ فی : ۱۴۰۱، ۵۲۴، ۲۱۵۷]

. [۷۲۰۴، ۲۷۰۵، ۲۷۱۴]

(۵۸) ہم سے ابو نعمن نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہوں نے زیاد سے، انہوں نے علاقہ سے، کہا میں نے جریر بن عبد اللہ سے سنا جس دن مغیرہ بن شعبہ (حاکم کوفہ) کا انتقال ہوا تو وہ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف اور خوبی بیان کی اور کہا تم کو اکیلے اللہ کا ذر رکھنا چاہیے اس کا کوئی شریک نہیں اور تحمل اور اطمینان سے رہنا چاہیے اس وقت تک کہ کوئی دوسرا حاکم تمہارے اوپر آئے اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مرنے والے حاکم کیلئے دعائے مغفرت کرو کیونکہ وہ (مغیرہ) بھی معافی کو پسند کرتا تھا پھر کہا کہ اسکے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک دفعہ آنحضرت ملتہ ہیم کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کیلئے شرط کی۔ پس میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کر لی (پس) اس مسجد کے رب کی قسم کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور منیر سے اتر آئے۔

۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَّاقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغَيْرَةَ بْنَ شَفْعَةَ، قَامَ فَحِمَدَ اللَّهَ وَأَنْتَ عَلَيْهِ وَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْقَاءِ اللَّهِ وَخَدْنَةً لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْوَقَارُ وَالسَّكِينَةُ، حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمْبَرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيَكُمُ الْآنَ. ثُمَّ قَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَمْبَرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْغَفْوَ. ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَلْتُ: أَبَا يَعْلَمْ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَشَرَطَ عَلَيَّ ((وَالْمُصْنَعِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)), فَبَأْيَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَزَبَّ هَذَا الْمَسْجِدَ إِنِّي لَنَاخِصٌ لَكُمْ. ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

**لشیخ** اللہ اور رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی تنظیم کرے۔ زندگی بھر ان کی فرماداری سے منہ نہ موڑے، اللہ کی کتاب کی اشاعت کرے، حدیث نبوی کو پھیلائے، ان کی اشاعت کرے اور اللہ و رسول کے خلاف کسی یہ مرشد مجتہد امام مولوی کی بات ہرگز نہ مانے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کروار جب اصل ہے تو نقل کیا ہے یاں وہم و خطلا کا دخل کیا ہے حضرت مغیرہ امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت حضرت جریر بن عبد اللہ کو اپنا نائب بنادیا تھا، اس نے حضرت جریر نے ان کی وفات پر یہ خطبہ دیا اور لوگوں کو نصیحت کی کہ دوسرا حاکم آنے تک کوئی شروع فساد نہ کرو بلکہ صبر سے ان کا انتقال کرو۔ شروع فساد کوفہ والوں کی فطرت میں تھا، اس نے آپ نے ان کو نصیحت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نہیں نے حضرت مغیرہ کے بعد زیاد کو کوئے کا حاکم مقرر کیا جو پہلے بصرہ کے گورنر تھے۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الایمان کو اس حدیث پر ختم کیا جس میں اشارہ ہے کہ حضرت جریر بن شیعہ کی طرح میں نے جو کچھ یہاں لکھا ہے محض مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی مقصود ہے ہرگز کسی سے عناواد اور تعصب نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے چلے آتے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ ساتھ ہی حضرت امام قدس سرہ نے یہاں یہ بھی اشارہ کیا کہ میں نے یہی شہر و محل سے کام لیتے ہوئے معانی کو پسند کیا ہے پس آنے والے مسلمان بھی قیامت تک میری مفترت کے لئے دعا کرتے رہا کریں۔ غفران اللہ له آمين۔

صاحب الفیض البخاری نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ”امام ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ ہم نے ابواب سابقہ میں مرجبی، خارجیہ اور کہیں بعض اہل سنت پر تعریفات کی ہیں لیکن ہماری نیت میں اخلاص ہے۔ خواہ خواہ کی چھپیڑ چھاڑ ہمارا مقصد نہیں اور نہ ہمیں شرست کی ہوں ہے بلکہ یہ ایک خیر خواہی کے جذبے سے ہم نے کیا اور جمل کوئی فرقہ بھک کیا یا کسی انسان کی رائے نہیں درست نظر نہ آئی وہاں ہم نے بہ نیت ثواب صحیح بات وضاحت نے بیان کر دی۔“ (الفیض البخاری، ص: ۳۲۸)

امام قطلانیؒ فرماتے ہیں۔ والنصیحة من نصحت العسل اذا صفتہ من الشمع او من النصع وهو الغبطة بالنصحة يعني لفظ نصحت نصوح۔ العسل سے ماخوذ ہے جب شد موم سے الگ کر لیا گیا ہو یا صحت سوتی سے مینے کے معنی میں ہے جس سے کپڑے کے غلق ٹکرے جوڑ جوڑ کر ایک کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح صحت بمعنی خیر خواہی سے مسلمانوں کا ہمی اتحاد مطلوب ہے۔ (المحمد لله کہ کتاب الایمان آج اواخر ذی الحجه ۱۴۲۶ھ کو بروز یک شنبہ ختم ہوئی۔ راز)

## س۔ کتاب العلیم

# کتاب علم (کی اہمیت اور آداب و ضوابط) کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت امام بخاری قدس سرہ کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کو اس لئے کہ ایمان اور علم میں ایک زبردست رابط ہے اور ایمان کے بعد دوسرا اہم چیز علم ہے۔ جس کا خزانہ قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف جو کچھ ہو اسے علم نہیں بلکہ جمل کہنا زیادہ مناسب ہے۔ عام بول چال میں علم کے معنی جاننے کے ہیں اور جمل ناجاننا اس کی ضد ہے۔ پس سمجھیں دین کے لئے ایمان اور اسلام کی تفصیلات کا جانتا ہے حد ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْفَلَمَّٰو﴾ (فاطر: ۲۸) اللہ کے جانتے والے بندے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے علم نے ان کے دامنوں سے جمل کے پرونوں کو دور کر دیا ہے۔ پس وہ دیکھنے والوں کی مثال ہیں اور جمال اندھوں کی مثال ہیں۔ حق ہے لا یستوى الاعمى والبصير

۹۔ بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ، وَقَوْلِ اللّٰهِ  
باب علم کی فضیلت کے بیان میں اور اللہ پاک نے

(سورہ مجادلہ میں) فرمایا

غزوہ جل:

جو تم میں ایک اندار ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ ط میں) فرمایا (کہ یوں دعا کیا کرو) پروردگار مجھ کو علم میں ترقی عطا فرم۔

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الْلَّذِينَ آتَيْنَا مِنْكُمْ وَاللَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ وَقَوْلُهُ عَزُّ وَجْلُهُ: ﴿رَبُّ رِزْقِنَا عِلْمَنَا﴾.

حضرت امام قدس سرہ نے فضیلت علم کے بارے میں قرآن مجید کی ان دو آیات ہی کو کافی سمجھا، اس لئے کہ پہلی آیت میں اللہ پاک نے خود اہل علم کے لئے بلند درجات کی بشارت دی ہے اور دوسری میں علمی ترقی کے لئے دعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نیز پہلی آیت میں ایمان و علم کا رابطہ مذکور ہے اور ایمان کو علم پر مقدم کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت امام قدس سرہ کے حسن ترتیب بیان پر بھی ایک طفیل اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی پسلے کتاب الایمان پھر کتاب العلم کا انعقاد فرمایا ہے۔ آیت میں ایمان اور علم ہر دو کو ترقی درجات کے لئے ضروری قرار دیا۔ درجات جمع سالم اور نکره ہونے کی وجہ سے غیر معین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان درجات کی کوئی حد نہیں جو اہل علم کو حاصل ہوں گے۔

باب اس بیان میں کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اپنی کسی دوسری بات میں مشغول ہو پس (ادب کا تقاضا ہے کہ) وہ پسلے اپنی بات پوری کر لے پھر پوچھنے والے کو جواب دے۔

(۵۹) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فتح نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ (فتح) نے بیان کیا، کہا ہلال بن علی نے انسوں نے عطاہ بن یسار سے نقل کیا، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ اپنی گفتگو میں معروف رہے۔ بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے یوں فرمایا وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کمل گیا اس

۲ - بَابُ مَنْ مُتَبَلَّلٌ عَلَيْمًا  
وَهُوَ مُشْتَقِلٌ فِي حَدِيبِيَهِ فَأَتَمِ الْحَدِيبَتَ لَمْ  
أَجَابَ السَّائِلَ

۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيَّانَ حَدَّثَنَا فُلَيْخَةُ حَرْبٌ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْلَبِ: قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْخَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي هَلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءٍ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: يَبْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسٍ يَحْدُثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ اغْرَاهِيًّا فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةِ؟ لَمْ يَضْطَنى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَحْدُثُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعْ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَمْ يَسْمَعْ. حَتَّى إِذَا فَضَى حَدِيبَيَهُ قَالَ: ((أَيْنَ أَرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟)) قَالَ: هَا أَنَا يَا

(رسالتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب امانت (ایمانداری دنیا سے) انھوں جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔ اس نے کہا ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب حکومت کے کاروبار (تالائی لوگوں کو سونپ دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔

رسول اللہؐ قال: ((إِذَا مُسْكِنَتِ الْأَمَانَةَ فَإِنْتَظِرْ إِلَيْهَا)). فقائل: كیف احتفظتہ؟  
قال: ((إِذَا وُسْدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَإِنْتَظِرْ إِلَيْهَا)). [طرفة بن : ٦٤٩٦].

**شیخ** آپؐ دوسری باتوں میں مشغول تھے، اس لئے اس کا جواب بعد میں دیا۔ یہیں سے حضرت امام کا مقصود باب ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ علیؐ آداب میں یہ ضروری ادب ہے کہ شاگرد موقع محل دیکھ کر استاد سے بات کریں۔ کوئی اور شخص بات کر رہا ہو تو جب تک وہ فارغ نہ ہو دسراں میں داخل اندازی نہ کریں۔ امام قسطلانیؐ فرماتے ہیں۔ و انالم یجھے علیہ الصلوٰۃ والسلام لانہ بتحمل ان یکون لانتظار النوحی او یکون مشغولاً بجوابسائل اخرو یو خلد منه انه ینبھی للعالم والقاضی و نحوهما رعاية تقدم الاسبق یعنی آپؐ نے شاید وحی کے انتظار میں اس کو جواب نہ دیا یا آپؐ دوسرے سائل کے جواب میں معروف تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم اور قاضی صاحبین کو پہلے آئنے والوں کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

### باب اس کے بارے میں جس نے علمی مسائل کے لئے اپنی

### ۳- بَابُ مَنْ وَفَعَ صَوْنَةَ

#### آواز کو بلند کیا

(۶۰) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے ابو بشیر سے بیان کیا، انہوں نے یوسف بن ماہک سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو سے، انہوں نے کہا ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا آنحضرت ﷺ ہم سے پہچھے رہ گئے اور آپؐ ہم سے اس وقت ملے جب (عصر کی) نماز کا وقت آن پہنچا تھا ہم (جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے۔ پس پاؤں کو خوب دھونے کے بدل ہم یوں ہی سادھو رہے تھے۔ (یہ حال دیکھ کر آپؐ نے بلند آواز سے پکارا دیکھو ایزویوں کی نظری دوڑخ سے ہونے والی ہے دویا تین بار آپؐ نے (یوں ہی بلند آواز سے) فرمایا۔

۶۰- حدَّثَنَا أَبُو الْعُقْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِيهِ بِشَرِّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِلِكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَالَ: تَعَلَّفَ عَنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرَةِ مَلَائِكَتِهَا، فَأَذْرَكَهُ وَقَدْ أَرْهَقَتْهَا الصَّلَاةُ وَتَعْنَى نَوْضًا، فَجَعَلَنَا نَمْسَحُ عَلَى ارْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَغْلَى صَوْنَةِ (وَنَلَّ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ) مَرْتَبَنِ أَوْ تَلَاقِاً۔ [طرفة بن : ۹۶، ۱۶۳].

**شیخ** بلند آواز سے کوئی بات کرنا شان نبوی کے خلاف ہے کیونکہ آپ کی شان میں لبس بھ صحابہ آیا ہے کہ آپ شور و غل کرنے والے نہ تھے مگر یہاں حضرت امام قدس سرہ نے یہ بات منعقد کر کے بتالا دیا کہ مسائل کے بتانے کے لئے آپ کبھی آواز کو بلند بھی فرما دیتے تھے۔ خلبہ کے وقت بھی آپ کی یہی عادت مبارکہ تھی جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ ترجمہ باب اسی سے تابوت ہوتا ہے۔ آپ کامحمد لوگوں کو آنکہ کرنا تھا کہ جلدی کی وجہ سے ایزویوں کو خلک نہ رہنے دیں، یہ خلکی ان ایزویوں کو دوڑخ میں لے جائیں گی۔ یہ سفر کم سے مینہ کی طرف تھا۔

### باب محمدث کا لفظ حدثنا و اخبارنا و انباتنا

### ۴- بَابُ قَوْلِ الْمُحَدَّثِ (حدَّثَنَا) وَ

(أخبرنا) و (أبنا)

## استعمال کرنا صحیح ہے

جیسا کہ امام حمیدی نے کہا کہ ابن عینہ کے نزدیک الفاظ حدثا اور اخبرنا اور ابنا اور سمعت ایک ہی تھے ۔۔۔ اور عبد اللہ بن مسعود نے بھی یوں ہی کہا حدثا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در حالیکہ آپ پھول کے پچ تھے۔ اور شفیق نے عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا، میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات سنی اور حذیفہ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں اور ابوالعلیہ ﷺ نے روایت کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، آپ نے اپنے پروردگار سے اور انہیں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی اور آپ نے اپنے پروردگار سے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔ کہا آپ اس کو تمہارے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

وقالَ لَنَا الْحَمِيدِيُّ: كَانَ عِنْدَهُ أَبْنَانِ عَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَبْنَانَا وَسَمْعَتْ وَاحِدًا. وَقَالَ أَبْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ. وَقَالَ شَفِيقٌ عَنْ عَنْدِ اللَّهِ سَمْعَتْ النَّبِيَّ كَلِمَةً. كَذَّا وَقَالَ حَذِيفَةَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ حَدِيثِينَ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَّةَ: عَنْ أَبْنِ عَيْنَةِ عَنِ النَّبِيِّ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ. وَقَالَ أَنَسٌ: عَنِ النَّبِيِّ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزْ وَجَلْ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : عَنِ النَّبِيِّ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ عَزْ وَجَلْ.

**لشیخ** حضرت امام حنفی کا مقصد یہ ہے کہ محدثین کی نقل در نقل کی اصطلاح میں الفاظ حدثا و اخبرنا و ابنا کا استعمال ان کا خود ایجاد کروہ نہیں ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے پاک زمانوں میں بھی نقل در نقل کے لئے ان ہی لفظوں کا استعمال ہوا کرتا تھا۔ حضرت امام یہاں ان چھ روایات کو بغیر سند کے لائے ہیں۔ دوسرے مقامات پر ان کی اسناد موجود ہیں۔ اسناد کا علم دین میں بہت سی بڑا درجہ ہے۔ محدثین کرام نے جو فرمایا ہے کہ الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء ملشاء یعنی اسناد بھی دین میں داخل ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو کچھ آتا وہ کہہ ڈالت۔ مگر علم اسناد نے صحت نقل کے لئے حد بندی کر دی ہے اور یہی محدثین کرام کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ علم الاسناد کے ماہر ہوتے ہیں اور رجال کے مالک و ماعلیہ پر ان کی پوری نظر ہوتی ہے اسی لئے کذب و افتراء ان کے سامنے نہیں نظر سکتا۔

(۶۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھترتے اور مسلمان کی مثل اسی درخت کی سی ہے۔ تاؤ وہ کون سادرخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ

۶۱ - حَدَّثَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبْنِ عَمْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقْهَا، وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، فَحَدَّثُونِي مَا هِيَ؟)) فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي. قَالَ عَنْدَ اللَّهِ: وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا التَّحْلَةُ، فَأَشْخَقَتُ: نَمْ قَالُوا : حَدَّثَنَا مَا هِيَ يَا

رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: ((هِيَ النَّخْلَةُ)).  
علیہ وسلم ہی سے پوچھا کہ وہ کون سار خست ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور  
کا درخت ہے۔

[أطراfe في : ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٦١٣٢، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤]

[٦١٤٤]

**لَشْنِيَّ** اس روایت کو حضرت امام قدس سرہ اس باب میں اس لئے ہیں کہ اس میں لفظ حدتنا و حد ثنوی خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی زبانوں سے بولے گئے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ اصطلاحات عمد نبوی سے مرон ہیں۔ بلکہ خود قرآن مجید ہی سے ان سب کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ سورہ تحریم میں ہے «فَالْتَّ منْ أَنْبَأَكَ هَذَا فَإِنْ تَأْتِنَ الْعَلَيْمَ الْعَجِيزَ» (التحریم: ٣) (اس عورت نے کہا کہ آپؐ کو اس بارے میں کس نے خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اس نے خبر دی جو جانے والا خبر رکھنے والا پروردگار عالم ہے) پس مذکورین حدیث کی یہ ہوات کہ علم حدیث عمد نبوی کے بعد کی ایجاد ہے بالکل غلط اور قرآن مجید کے بالکل خلاف اور واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔

باب اس بارے میں کہ استاد اپنے شاگردوں کا علم آزمانے  
کے لیے ان سے کوئی سوال کرے۔

(یعنی امتحان لینے کا بیان)

(۶۲) ہم سے خالد بن خلدونے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں عبد اللہ بن عمر بن عقیل سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ (ایک مرتبہ) آپؐ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھکرتے اور مسلمان کی بھی یہی مثال ہے بتاؤ وہ کون سار خست ہے؟ یہ سن کر لوگوں کے خیالات جنگل کے درختوں میں چلے گئے۔ عبد اللہ نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ بتاؤں کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن (وہاں بست سے بزرگ موجود تھے اس لئے) مجھ کو شرم آئی۔ آخر صحابہ نے عرض کیا رسول اللہ! آپؐ ہی بیان فرمادیجئے۔ آپؐ شیخیم نے بتالیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث اور واقعہ نبوی سے طالب علموں کا امتحان لینا ثابت ہوا۔ جبکہ کھجور کے درخت سے مسلمان کی تشبیہ اس طرح ہوئی کہ مسلمان متکل علی اللہ ہو کر ہر حال میں یہیش خوش و خرم رہتا ہے۔

باب القراءة والعرض على المحدث  
باب شاگرد کا استاد کے سامنے پڑھنا اور اس کو سنا

روایت حدیث کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شیخ اپنے شاگرد کو حدیث پڑھ کر سنائے۔ اسی طرح یوں بھی ہے کہ شاگرد استاد کو پڑھ کر

## ٥- بَابُ طَرْحِ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ

لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

٦٢- حدثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سليمان بن بلال قال حدثنا عبد الله بن دينار عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدَّثُنِي مَا هِيَ؟)) قال: فوقيع الناس في شجر البوادي. قال عبد الله: فوقيع في نفسي أنها النخلة. ثم قالوا: حدثنا ما هي يا رسول الله! قال: ((النخلة)). [راجع: ٦١]

نائے۔ بعض لوگ دوسرے طریقوں میں کلام کرتے تھے۔ اس نے حضرت امامؐ نے یہ باب منعقد کر کے بتا دیا کہ ہر دو طریقہ جائز اور درست ہیں۔

اور امام حسن بصری اور سفیان ثوری اور مالک نے شاگرد کے پڑھنے کو جائز کہا ہے اور بعض نے استاد کے سامنے پڑھنے کی دلیل ضام بن شعبہ کی حدیث سے لی ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو یہ (گویا) آنحضرت ﷺ کے سامنے پڑھنا ہی ٹھہرا۔ ضام نے پھر جا کر انی قوم سے یہ بیان کیا تو انہوں نے اس کو جائز رکھا۔ اور امام مالک نے دستاویز سے دلیل لی جو قوم کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو فلاں شخص نے دستاویز پر گواہ کیا اور پڑھنے والا پڑھ کر استاد کو سناتا ہے پھر کہتا ہے مجھ کو فلاں نے پڑھایا۔

ابن بطال نے کہا کہ دستاویز والی دلیل بہت ہی پختہ ہے کیونکہ شادت تو اخبار سے بھی زیادہ اہم ہے۔ مطلب یہ کہ صاحب معاملہ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جائے اور وہ گواہوں کے سامنے کہ دے کہ ہاں یہ دستاویز صحیح ہے تو گواہ اس پر گواہی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح جب عالم کو کتاب پڑھ کر سنائی جائے اور وہ اس کا اقرار کرے تو اس سے روایت کرنا صحیح ہو گا۔

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن حسن واسطی نے بیان کیا، کہا انہوں نے عوف سے، انہوں نے حسن بصری سے، انہوں نے کہا عالم کے سامنے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور ہم سے عبد اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے سفیان ثوری سے سنا، وہ کہتے تھے جب کوئی شخص محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کچھ قباحت نہیں اگر یوں کہے کہ اس نے مجھ سے بیان کیا۔ اور میں نے ابو عاصم سے سنا، وہ امام مالک اور سفیان ثوری کا قول بیان کرتے تھے کہ عالم کو پڑھ کر سناتا اور عالم کا شاگردوں کے سامنے پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

(۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے یہث نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے، انہوں نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر سے، انہوں نے انس بن مالک سے سنا کہ ایک بار ہم مجدد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص

ورأى الحسنَ وَسُفِيَّاً وَمَالِكَ الْقُرَاءَةَ حَاجِزَةً وَأَخْتَجَ بِهِضْبُهُمْ فِي الْقُرَاءَةِ عَلَى الْعَالَمِ بَحْدِيْثِ ضِيمَامَ بْنِ نَعْلَمَةَ قَالَ لِلَّهِ يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ أَمْرَكَ أَنْ تُقْرِئَ الصَّلَوَاتَ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَهَذِهِ قِرَاءَةُ عَلَى النَّبِيِّ أَخْتَرْ ضِيمَامَ قَوْمَهُ بِذَلِكَ فَأَجَازَهُ وَأَخْتَجَ مَالِكَ بِالصُّكُّ يَقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُونَ: أَشْهَدُنَا فُلَانُ، وَيَقْرَأُ ذَلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ. وَيَقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُولُ الْفَارِيُّ: أَقْرَأَنِي فُلَانُ.

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيِّ عَنْ عَوْفِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: لَا يَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالَمِ. حَدَّثَنَا عَيْنِدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفِيَّاً قَالَ: إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا يَأْسَ أَنْ تَقُولَ: حَدَّثَنِي. قَالَ: وَسَمِعْتَ أَبَا عَاصِمٍ يَقُولُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفِيَّاً الْقِرَاءَةَ عَلَى الْعَالَمِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَاءً.

۶۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْلَّبِثُ عَنْ سَعِيدٍ - هُوَ الْقَبْرِيُّ - عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَعْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكَ يَقُولُ: يَنْسِمَا نَحْنُ

اوٹ پر سوار ہو کر آیا اور اوٹ کو مسجد میں بھاکر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا (بھائیو) تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت لوگوں میں تکمیل گئے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں جو تکمیل گئے ہوئے تشریف فرمائیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبد المطلب کے فرزند! آپ نے فرمایا۔ کوئی آپ کی بات سن رہا ہوں۔ وہ بولائیں آپ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برانہ مانیے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں جو تم سارا دل چاہے پوچھو۔۔۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب تبارک و تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں اس نمینہ رمضان کے روزے رکھو۔ آپ نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! پھر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں باش دیا کریں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں یا میرے اللہ! تب وہ شخص کہنے لگا جو حکم آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا جو یہاں نہیں آئے ہیں بھیجا ہوا (تحقیق حال کے لئے) آیا ہوں۔ میرا نام ضمام بن شعبہ ہے۔ میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ اس حدیث کو (یث کی طرح) مویٰ اور علی بن عبد الحمید نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے ثابت سے ‘انہوں نے انس سے’، انہوں نے یہی مضمون آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نقل کیا ہے۔

جَلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ دَخْلَ رَجُلٍ عَلَى جَمِيلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: إِيُّكُمْ مُّحَمَّدٌ؟ - وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَكَبِّرٌ بَيْنَ ظَهَرِ أَنْيَهِمْ - فَقُلْنَا: هَذَا الرَّجُلُ الْأَتَيَنَا التَّكَبِّرُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنَّدَ أَجَتَّكُ))؛ فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي سَأَنْتَكَ فَمُشَدَّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسَالَةِ، فَلَا تَجِدُ عَلَيْيِ فِي نَفْسِكَ. فَقَالَ: ((سَلْ عَنْ بَدَا لَكَ)). فَقَالَ: أَسْأَلُكَ بِرِبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ، آللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كَلَّاهُمْ؟ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشَدْكَ بِاللَّهِ، آللَّهُ أَمْرَكَ أَنْ تُصْلِيَ الْصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْأَيَّامِ وَالنَّيَّمَ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشَدْكَ بِاللَّهِ، آللَّهُ أَمْرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). قَالَ: أَنْشَدْكَ بِاللَّهِ، آللَّهُ أَمْرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَاتِنَا فَتَقْسِيمَهَا عَلَيْ فُقَرَاءَنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُمَّ نَعَمْ)). فَقَالَ الرَّجُلُ: أَمِنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَأَيْتِ مِنْ قَوْمٍ، وَأَنَا ضَمَامُ بْنُ ثَلَبةَ أَخْوَهُ بْنِي سَعْدٍ بْنِ بَكْرٍ. رَوَاهُ مُوسَى وَعَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

**لشیخ** مسلم کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رض کی روایت میں یوں ہے فناخ بعیرہ علی باب المسجد یعنی اس نے اپنا اونٹ مسجد کے دروازے پر باندھ دیا تھا۔ اس نے بے تکلفی سے سوالات کے اور آپ بھی بے تکلفی سے جواب دیتے رہے اور لفظ مبارک اللہم نعم کا استعمال فراتے رہے۔ اللہم تمام اسمائے حسنی کے قائم مقام ہے، اس لئے گویا آپ نے جواب کے وقت پورے اسماء حسنی کو شامل فرمالیا۔ یہ عربوں کے محاورے کے مطابق بھی تھا کہ وہ وثوق کامل کے مقام پر اللہ کا نام بطور قسم استعمال کرتے تھے۔ خمام کا آناؤہ کی بات ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور ابو عبیدہ وغیرہ کی تحقیق ہے، اس کی تائید طبرانی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے راوی ابن عباس ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ فتح کے بعد تشریف لائے تھے۔

حضرت امام بخاری رض کا مقصد یہ ہے کہ عرض و قرأت کا طریقہ بھی معتبر ہے جیسا کہ خمام نے بہت سی دینی باتوں کو آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ تقدیق فرماتے رہے۔ پھر خمام اپنی قوم کے ہاں گئے اور انہوں نے ان کا اعتبار کیا اور ایمان لائے۔

حاکم نے اس روایت سے عالی سند کے حصول کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ خمام نے اپنے ہاں آپ کے قاصد کے ذریعہ یہ ساری باتیں معلوم کر لیں تھیں لیکن پھر خود حاضر ہو کر آپ سے بالشفاف ساری باتوں کو معلوم کیا۔ لہذا اگر کسی کے پاس کوئی روایت چند واسطوں سے ہو اور کسی شیخ کی اجازت سے ان واسطوں میں کسی آنکھی ہو تو ملاقات کر کے عالی سند حاصل کرنا بہر حال بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے انس سے نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کریم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہم کو اسی لئے یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیساتی آئے اور آپ سے دینی امور پوچھئے اور ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیساتی آیا اور اس نے کہا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسَلَّمَ!) ہمارے ہاں آپ کا مبلغ گیا تھا۔ جس نے ہم کو خبر دی کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، ایسا آپ کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے بالکل حق کہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کئے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے پوچھا کہ زمین کس نے پیدا کی ہے اور پہاڑ کس نے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ان میں نفع دینے والی چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ عزوجل نے۔ پھر اس نے کہا کہ پس اس ذات کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں جس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس میں منافع پیدا کئے کہ کیا اللہ عزوجل نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں بالکل حق ہے۔ (اللہ نے مجھ کو رسول

حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ثَنا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ ثَنا ثَابَتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ ثَابَتٌ فِي الْقُرْآنِ أَنَّ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نَعْجَلُ بِهِ أَنْ يَحْيِنَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْأَبَادِيَّةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ

فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْأَبَادِيَّةِ فَقَالَ أَتَأْنَا رَسُولَكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَرْزَعُمُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ مَنْ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِنَّاتِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِنَّاتِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ وَالْجِنَّاتِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِنَّاتِ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ آللَّهُ

بنایا ہے) پھر اس نے کہا کہ آپ کے مبلغ نے بتایا ہے کہ ہم پر پائچ وقت کی نمازیں اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنا اسلامی فرائض ہیں، کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے بالکل حق کہا ہے۔ پھر اس نے کہا آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنیا ہے کیا اللہ پاک ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں بالکل درست ہے۔ پھر وہ بولا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ سچا ہے۔ پھر وہ بولا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیکھ پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنیا کر بھیجا کہ کیا اللہ ہی نے آپ کو یہ حکم فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر وہ کہنے لگا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں پر کچھ زیادہ کروں گا۔ کم کروں گا۔ (بلکہ ان ہی کے مطابق اپنی زندگی گزار دوں گا) آپ نے فرمایا اگر اس نے اپنی اس بات کو حق کر دکھایا تو وہ ضرور ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

أَرْسَلْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُولُكَ أَنْ عَلِيَّاً خَمْسَ صَلَواتٍ وَ زَكَاةً عَلَى أَمْرِكَ إِنَّا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِاللَّدِيْ أَرْسَلْكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنْ عَلِيَّاً صَوْمَ شَهْرٍ فِي سَبْطَنَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِاللَّدِيْ أَرْسَلْكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنْ عَلِيَّاً حَجَّ أَنْيَتَ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سِبْلَةً قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِاللَّدِيْ أَرْسَلْكَ اللَّهُ أَمْرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّدِيْ بَعْثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرِيدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَ لَا أَنْفَصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ صَدَقَ لَيَذْهُلُنَّ الْجَنَّةَ.

**تشریح** صحنانی نے کہا کہ یہ حدیث اس مقام پر اسی ایک نوحہ بخاری میں ہے جو فربری پر پڑھا گیا اور کسی نوحہ میں نہیں ہے۔ شرح قطلانی میں بھی یہ روایت یہاں نہیں ہے۔ بہر حال صحابہ کرام کو غیر ضروری سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا، وہ احتیاطاً خاموشی اختیار کر کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کوئی باہر کا آدمی اکر مسائل معلوم کرے اور ہم کو سننے کا موقع مل جائے۔ اس روایت میں بھی شاید وہی خمام بن شعبہ مراد ہیں جن کا ذکر پچھلی روایت میں آچکا ہے۔ اس کے تمام سوالات کا تعلق اصول و فرائض دین سے متعلق تھا۔ آپ نے بھی اصولی طور پر فرائض ہی کا ذکر فرمایا۔ نوافل فرائض کے تابع ہیں چنانہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے اس بارے میں آپ نے سکوت فرمایا۔ اس سے سنن و نوافل کی اہمیت جو اپنی جگہ پر مسلم ہے وہ کم نہیں ہوئی۔

**ایک بے جا الزرام:** صاحب الیضاخ البخاری جیسے سنجیدہ مرتب کو خدا جانے کیا سمجھی کہ حدیث طلح بن عبد اللہ جو کتاب الائیمان میں بذیل باب الزکوٰۃ من الاسلام مذکور ہوئی ہے اس میں آنے والے شخص کو اہل نجد سے بتایا گیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ خمام بن شعبہ ہی ہیں۔ بہر حال اس ذیل میں آپ نے ایک عجیب سرفی ”دور حاضرہ کا ایک نتنے“ سے قائم فرمائی ہے۔ پھر اس کی توضیح یوں کی ہے کہ ”اہل حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سنن کے اہتمام سے پہلو تھی کرتے ہیں۔“ (الیضاخ البخاری جلد: ۲/ ص: ۳۸۶)

اہل حدیث پر یہ الزرام اس تدریبے جا ہے کہ اس پر جتنی بھی نفرین کی جائے کم ہے۔ کاش آپ غور کرتے اور سوچتے کہ آپ کیا کھر رہے ہیں۔ جو جماعت سنت رسول پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے ہاں انتہائی معトوب ہے۔ وہ بھلا سنن کے اہتمام سے پہلو تھی کرے، یہ بالکل غلط ہے۔ انفرادی طور پر اگر کوئی شخص ایسا کر گزرتا ہے تو اس فعل کا وہ خود ذمہ دار ہے یوں کہتے مسلمان خود نماز

فرض ہی سے پہلو تھی کرتے ہیں تو کیا کسی غیر مسلم کا یہ کہنا درست ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے ہاں نماز کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔  
الحمد لله رب العالمين

### ماعاشرتیم بے دل دلدار احمد

بِالْبَلِيزْ نَالَنْ گُلَّارَ مَاجْدَ

ہاں! الہدیث یہ ضرور کہتے ہیں کہ فرض و سنن و نوافل کے مراتب الگ الگ ہیں۔ کوئی شخص کبھی کسی معقول عذر کی بنا پر اگر سنن و نوافل سے محروم رہ جائے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ نہ اس کی ادا کردہ فرض نماز پر اس کا کچھ اثر پڑے گا، اگر اہل حدیث ایسا کہتے ہیں تو یہ بالکل بجا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو خود آپ کا بھی فتوی ہے۔ جیسا کہ آپ خود اسی کتاب میں فرمार ہے ہیں، آپ کے لفظ یہ ہیں۔ ”آپ نے اس کے کم و کاست عمل کرنے کی تمیز پر دخول جنت کی بشارت دی کیونکہ اگر بالفرض وہ صرف انہیں تعلیمات پر اکتفا کر رہا ہے اور سنن و نوافل کو شامل نہیں کر رہا ہے۔ تب بھی دخول جنت کے لئے تو کافی ہے۔“ (ایضاً، جلد: ۵/ ص: ۳۱) صد افسوس کہ آپ یہاں ان کو داخل جنت فرمائے ہیں اور پچھلے مقام پر آپ ہی اسے ”دور حاضرہ کا ایک قند“ بتلاتے ہیں۔ ہم کو آپ کی انصاف پسند طبیعت سے پوری توقع ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح فرمادیں گے۔

۷- بَابُ مَا يُذْكُرُ فِي الْمَنَاوِلَةِ،

وَكِتَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى

الْبَلْدَانِ

باب مناولہ کا بیان  
اور اہل علم کا علمی باشیں لکھ کر  
(دوسرے) شروں کی طرف بھیجنا۔

اور حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفی نے مصافح (یعنی قرآن) لکھوائے اور انہیں چاروں طرف بھیج دیا۔ اور عبد اللہ بن عمر، ”یحییٰ بن سعید“ اور امام مالک“ کے نزدیک یہ (کتابت) جائز ہے۔ اور بعض اہل حجاز نے مناولہ پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے امیر لشکر کے لئے خط لکھا تھا۔ پھر (قادسیہ) فرمایا تھا کہ جب تک تم فلاں فلاں جگہ نہ پہنچ جاؤ اس خط کو مت پڑھنا۔ پھر جب وہ اس جگہ پہنچ گئے تو اس نے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا اور جو آپ کا حکم تھا وہ انہیں بتالیا۔

(۲۲) اسماعیل بن عبد اللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے صالح کے واسطے سے روایت کی، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے نقل کیا کہ ان سے عبد اللہ بن عباس بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا ایک خط دے کر بھیجا اور اسے یہ حکم دیا کہ اسے حاکم بھریں کے پاس لے جائے۔ بھریں کے حاکم نے وہ خط کری (شاہ

وَقَالَ أَنَسٌ: نَسَخَ عَشْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعْثَ بِهَا إِلَى الْأَفَاقِ، وَرَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ وَمَالِكَ ذَلِكَ جَائزًا. وَأَنْجَحَ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمَنَاوِلَةِ بِحَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيرِ السُّرِّيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ: لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ.

۶۴- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْثَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَأَمْرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمٍ

ایران) کے پاس بھیج دیا۔ جس وقت اس نے وہ خط پڑھا تو چاک کر ڈالا (راوی کہتے ہیں) اور میرا خیال ہے کہ ابن مسیب نے (اس کے بعد) مجھ سے کہا کہ (اس واقعہ کو سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایران کے لئے بد دعا کی کہ وہ (بھی چاک شدہ خط کی طرح) نکلوے نکلوے ہو جائیں۔

البُخَرِيُّ، فَدَعَهُ عَظِيمُ الْبَخْرَيْنِ إِلَى  
كِسْرَى، فَلَمَّا قِرَأَهُ مَرْقَةً، فَحَسِبَتْ أَنَّ  
ابْنَ الْمُسِّيْبَ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ  
إِنْ يُمْزِقُوا كُلَّ مُمْزَقٍ.

[اطرافہ فی : ۲۹۳۹، ۴۴۲۴، ۷۲۶۴]

اللہ نے بہت جلد اپنے پے رسول کی دعا کا اثر ظاہر کر دیا۔

(۲۵) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بنے، انس شعبہ نے قادہ سے خبر دی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی بادشاہ کے نام دعوت اسلام دینے کے لیے) ایک خط لکھایا لکھنے کا راہ دیا تو آپ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مرکے خط نہیں پڑھتے (یعنی بے مرکے خط کو متند نہیں سمجھتے) تب آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنائی۔ جس میں ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا۔ گویا میں (آج بھی) آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ) میں نے قادہ سے پوچھا کہ یہ کس نے کما (کہ) اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا، انس رضی اللہ عنہ نے۔

۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شَعْبَةَ عَنْ قَعَادَةَ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا - أَنْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ - فَقَيْلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَفْرَزُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا، فَاتَّخَذَهُ خَاتَمًا مِنْ فِصْبَرَةَ نَفْشَةٍ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. كَانَيْ أَنْظَرُ إِلَيْيَهِ نَفْشَةَ هُنْيَيْ بَدْوِي، فَلَقْنَتُ لِقَاعَدَةَ: مَنْ قَالَ نَفْشَةَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: أَنْسٌ.

[اطرافہ فی : ۲۹۳۸، ۵۸۷۰، ۵۸۷۲، ۵۸۷۴]

[اطرافہ فی : ۵۸۷۵، ۵۸۷۷، ۷۱۶۲]

**لَقَبْنَةَ مُحَمَّدٍ** مناولہ اصطلاح محدثین میں اسے کہتے ہیں اپنی اصل مرویات اور مسوونات کی کتاب جس میں اپنے استادوں سے سن کر حدیثیں لکھ رکھی ہوں اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر دی جائے اور اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو روایت کرنے کی اس کو اجازت بھی دے دی جائے تو یہ جائز ہے اور حضرت امام بخاریؓ کی مراد یہی ہے۔ اگر اپنی کتاب حوالہ کرتے ہوئے روایت کرنے کی اجازت نہ دے تو اس صورت میں حدیثی یا اخبرنی فلاں کہتا جائز نہیں ہے۔ حدیث نمبر ۶۲ میں کسری کے لئے بد دعا کا ذکر ہے کیونکہ اس نے آپؐ کا نام مبارک چاک کر ڈالا تھا، چنانچہ خود اس کے بیٹھنے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ سوجب وہ مرنے لگا تو اس نے دواؤں کا خزانہ کھولا اور زہر کے ڈبے پر لکھ دیا کہ یہ دوا قوت بہ کے لئے اکسیر ہے۔ وہ بیٹا جماع کا بست شوق رکھتا تھا جب وہ مر گیا اور اس کے بیٹے نے دوا خانے میں اس ڈبے پر لکھا ہوا دیکھا تو اس کو وہ کھا گیا اور وہ بھی مر گیا۔ اسی ون سے اس سلطنت میں تنزل شروع ہوا، آخر حضرت عمر بن بیٹھ کے محمد خلافت میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ایران کے ہر بادشاہ کا لقب کسری ہوا کرتا تھا۔ اس زمانے کے کسری کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا، اسی کو خسرو پرویز بھی کہتے ہیں۔ اس کے قاتل بیٹے کا نام شیرودیہ تھا، خلافت فاروقی میں سعد بن ابی و قاصم بیٹھ کے ہاتھوں ایران فتح ہوا۔

مناولہ کے ساتھ باب میں مکاتبت کا ذکر ہے جس سے مراد یہ کہ استاد اپنے ہاتھ سے خط لکھنے یا کسی اور سے لکھوا کر شاگرد کے

پاس بھیجے۔ مثاگر داس صورت میں بھی اس کو اپنے استاد سے روایت کر سکتا ہے۔

حضرت امام بخاریؓ نے اپنی خداداد قوت ابہتاد کی بنا پر ہر دو مذکورہ احادیث سے ان اصطلاحات کو ثابت فرمایا ہے پھر تجب ہے ان کم فہموں پر جو حضرت امام کو غیر فقیرہ اور زور رنج اور محض ناقل حدیث سمجھ کر آپکی تخفیف کے درپے ہیں نعموذالله من شرور انسان۔

**باب وہ شخص جو مجلس کے آخر میں بیٹھ جائے اور وہ شخص**

جو درمیان میں جماں جگہ دیکھے بیٹھ جائے (بشرطیکہ دوسروں

کو تکلیف نہ ہو)

(۲۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کما ان سے مالک نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کے واسطے سے ذکر کیا، بے شک ابو مرہ مولی عقیل بن ابی طالب نے انہیں ابو واقع اللیثی سے خبر دی کہ (ایک مرتبہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے (ان میں سے) دور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے (جب) مجلس میں (ایک جگہ کچھ) گنجائش دیکھی، تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچے بیٹھ گیا اور تیرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے (تو صحابہؓ سے) فرمایا کہ کیا میں تمیں تین آدمیوں کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تو (سنو) ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیرے شخص نے منه موڑا، تو اللہ نے (بھی) اس سے منه موڑا۔

[طرفہ فی: ۴۷۴]۔

**تشریح** ثابت ہوا کہ مجلس علمی میں جماں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ نے مذکورہ تین آدمیوں کی کیفیت مثال کے درپر بیان فرمائی۔ ایک شخص نے مجلس میں جماں جگہ دیکھی وہاں ہی وہ بیٹھ گیا۔ دوسرے نے کہیں جگہ نہ پائی تو مجلس کے کنارے جا بیٹھا اور تیرے نے جگہ نہ پا کر اپنا راستہ لیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اعراض گویا اللہ سے اعراض ہے۔ اسی لئے آپ نے اس کے بارے میں سخت الفاظ فرمائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں آدمی کو جماں جگہ ملے وہاں بیٹھ جانا چاہئے اگرچہ اس کو سب سے آخر میں جگہ ملے۔ آج بھی وہ لوگ جن کو قرآن و حدیث کی مجلس پسند نہ ہو ہر سے ہی بد جنت ہوتے ہیں۔

باب حضرت رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کی تفصیل میں  
کہ بسا اوقات وہ شخص جسے (حدیث) پہنچائی جائے سنبھالے  
والے سے زیادہ (حدیث کو) یاد رکھ لیتا ہے۔

(۲۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے بشر نے، ان سے این عون  
نے این سیرین کے واسطے سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے  
نقل کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ (ایک دفعہ) رسول  
اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے  
اوٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نے اس کی تکمیل تھام رکھی  
تھی، آپ نے پوچھا آج یہ کون سادا ہے؟ ہم خاموش رہے، حتیٰ کہ ہم  
سمجھے کہ آج کے دن کا آپ کوئی دوسرا نام اس کے نام کے علاوہ تجویز  
فرمائیں گے (پھر) آپ نے فرمایا، کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم  
نے عرض کیا، بے شک۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا، یہ کون سلامیہ  
ہے؟ ہم (اس پر بھی) خاموش رہے اور یہ (یہ) سمجھے کہ اس میں کا  
(بھی) آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ پھر  
آپ نے فرمایا، کیا یہ ذی الحجه کامیب نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا، بے  
شک۔ آپ نے فرمایا، تو یقیناً تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور  
تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے  
دن کی حرمت تمہارے اس میں اور اس شریمن ہے۔ پس جو شخص  
حاضر ہے اسے چاہئے کہ غائب کو یہ (بات) پہنچادے، کیونکہ ایسا ممکن  
ہے کہ جو شخص یہاں موجود ہے وہ ایسے شخص کو یہ خبر پہنچائے، جو  
اس سے زیادہ (حدیث کا) یاد رکھنے والا ہو۔

**لشیخ** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت امام خطیب یا محدث یا استاد سواری پر بیٹھے ہوئے بھی خطبه دے سکتا ہے،  
وعظ کہہ سکتا ہے۔ شاگردوں کے کسی سوال کو حل کر سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شاگرد کو چاہئے کہ استاد کی تشریع و  
تفصیل کا انتظار کرے اور خود جواب دینے میں عجلت سے کام نہ لے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض شاگردوں فہم اور حفظ میں اپنے استادوں  
سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہ حدیث ان اسلامی فلاسفوں کے لئے بھی دلیل ہے جو  
شرعی حقائق کو فلسفیانہ تشریع کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی مشور کتاب جو اللہ البالغ  
میں احکام شرع کے حقائق و فوائد بیان کرنے میں بہترین تفصیل سے کام لیا ہے۔

۹۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((رَبُّ مُبْلِغٍ  
أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ))

۶۷ حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ  
قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنَى عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ ذَكْرَ  
النَّبِيِّ ﷺ قَدَّمَ عَلَى بَعِيرٍ وَأَنْسَلَ إِنْسَانَ  
بِخِطَاطِيهِ - أَوْ بِزِمَامِيهِ - قَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ  
هَذَا؟)) فَسَكَّتَنَا حَتَّى طَنَّا أَنَّهُ سِيمَيْهُ  
سِيمَيْهُ اسْمِهِ۔ قَالَ: ((أَيْنَ يَوْمُ النَّحْرِ؟))  
فَلَّا: بَلَى. قَالَ: ((فَأَيْ شَهْرٍ هَذَا؟))  
فَسَكَّتَنَا حَتَّى طَنَّا أَنَّهُ سِيمَيْهُ بِغَيْرِ  
اسْمِهِ، لَقَالَ: ((أَيْنَ بَلْدِي الْحِجَّةِ؟))  
فَلَّا: بَلَى. قَالَ: ((لِيَانَ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ  
وَأَغْرِاضَكُمْ يَنِئُكُمْ حَرَامٌ كَحُرُمَةِ يَوْمِكُمْ  
هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلْدِكُمْ هَذَا.  
إِلَيْنِي الشَّاهِدُ الْغَابِبُ، فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى  
أَنْ يَلْعَلَّ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ)).

[اطرافہ فی : ۱۰۵، ۳۱۹۷، ۱۷۴۱، ۴۴۰۷،  
۷۰۷۸، ۴۶۶۲، ۵۵۵۰، ۷۴۴۷]

باب اس بیان میں کہ علم (کا درجہ) قول و عمل سے پہلے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَرَثُونَا الْعِلْمَ، مَنْ أَخْذَهُ أَخْذَهُ بِحَظْ وَالْفِرْ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ۔ وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ أَنَّمَا يَخْشَى اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔“

اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور (دوسری جگہ) فرمایا اور اس کو عالموں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور فرمایا، اور ان لوگوں (کافروں) نے کہا اگر ہم سنتے یا عتل رکھتے تو جسمی نہ ہوتے۔ اور فرمایا، کیا علم والے اور جاہل برابر ہیں؟ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عنایت فراہوتا ہے۔ اور علم تو سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ اور حضرت ابوذر ہر بشیر کا ارشاد ہے کہ اگر تم اس پر تکوار رکھ دو، اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، اور مجھے گمان ہو کہ میں نے نبی ﷺ سے جو ایک کلمہ سنائے ہے، گردن کٹنے سے پہلے بیان کر سکوں گا تو یقیناً میں اسے بیان کر ہی دوں گا اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ حاضر کو چاہیے کہ (میری بات) غائب کو پہنچا دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آیت ”کونوار بانیین“ سے مراد حکماء، فقہاء، علماء ہیں۔ اور ربنا اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے مسائل سے پہلے چھوٹے مسائل سمجھا کر لوگوں کی (علمی) تربیت کرے۔

باب نبی ﷺ کا لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت  
فرمانے اور تعلیم دینے کے بیان میں تاکہ انہیں  
نگوارنہ ہو۔

۱۰- بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ  
لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: هُوَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ هُوَ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ  
الْأَنْبِيَاءِ، وَرَثُونَا الْعِلْمَ، مَنْ أَخْذَهُ أَخْذَهُ  
بِحَظْ وَالْفِرْ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ  
عِلْمًا سَهَلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ۔ وَقَالَ  
جَلَّ ذِكْرُهُ: هُوَ الَّذِي يَعْلَمُ أَنَّمَا يَخْشَى اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ  
الْعُلَمَاءُ۔

وَقَالَ: هُوَ مَا يَقْلِبُهَا إِلَّا الْعَالَمُونَ۔  
وَقَالُوا لَوْ كَنَا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كَنَا  
فِي أَصْنَابِ السَّعِيرِ۔ وَقَالَ: هَلْ  
يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا  
يَعْلَمُونَ۔ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يُؤْدِي  
اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا  
الْعِلْمُ بِالْعُلُومِ)). وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: لَوْ  
وَضَعْتُمُ الصُّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ - وَأَشَارَ  
إِلَى قَفَاهُ - ثُمَّ ظَنَّتُ أَنِّي أَنْفَدُ كَلِمَةَ  
سَعْيُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا  
عَلَيَّ لِأَنْفَدُهَا۔ وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: كُونُوا  
رَبَّانِيَّ حُكْمَاءَ فُقَهَاءَ عُلَمَاءَ۔ وَيَقُولُ:  
الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرِبِّي النَّاسَ بِصِفَاتِ الْعِلْمِ  
قَبْلَ كِتَابِهِ۔

بچوں کو تقدیمہ پارہ پڑھانے والے حضرات بھی اسی میں داخل ہیں۔

۱۱- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ  
يَعْخُوْلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَمْ لَا  
يَنْفِرُوا

(۲۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امیان نے اُمش سے خبر دی، وہ ابو واکل سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت فرمائے کے لئے کچھ دن مقرر کر دیئے تھے اس ذرے کے کہیں ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں۔

(۲۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے سعید بن سعید نے، ان سے شعبہ نے، ان سے ابوالثیر نے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، آسمانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاو۔

۶۸ - حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا سَهْيَانُ عَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ أَبِي وَالْلِي عَنْ أَبْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةً السَّامَةِ عَلَيْنَا .

[طرفہ فی : ۶۱۲۵، ۷۰، ۶۴۱۱].

۶۹ - حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ : حدَّثَنَا شَبَّةُ قَالَ : حدَّثَنِي أَبُو الْيَمَاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((يَسُرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تَنْقِرُوا)). [طرفہ فی : ۶۱۲۵].

مُطَهِّرین وَاساتِذہ وَاعظِین وَخطبَاء اور مفتی حضرات سب ہی کے لئے یہ ارشاد واجب العمل ہے۔

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص اہل علم کے لئے کچھ دن مقرر کر دے (تو یہ جائز ہے) یعنی استاد اپنے شاگردوں کے لئے اوقات مقرر کر سکتا ہے۔

(۳۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو واکل سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ (ابن مسعود) ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا، ابو عبد الرحمن! میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں ہر روز وعظ سنایا کرو۔ انہوں نے فرمایا، تو سن لو کہ مجھے ان امر سے کوئی چیز مانع ہے تو یہ کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کہیں تم نگفہ نہ ہو جاؤ اور میں وعظ میں تمہاری فرصت کا وقت علاش کیا کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اس خیال سے کہ ہم کبیدہ خاطر نہ ہو جائیں، وعظ کے لئے ہمارے اوقات فرصت کا خیال رکھتے تھے۔

احادیث بالا اور اس باب سے مقصود اساتذہ کو یہ بتلانا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ذہن کا خیال رکھیں، تعلیم میں اس قدر

۱۲ - بَابُ مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَاماً مَعْلُومَةً

۷۰ - حدَّثَنَا عَفْمَانُ بْنُ أَبِي هُنَيْةَ قَالَ : حدَّثَنَا جَرِيْزَةُ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَالْلِي قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَذَكُّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، لَقَدْ لَمَّا زَجَلَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوْدَدْتُ أَنْكَ ذَكْرَنَا كُلَّ يَوْمٍ . قَالَ : أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَخْرَجَهُ أَنْ أَمْلَكُمْ، وَإِنِّي أَتَحَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةُ السَّامَةِ عَلَيْنَا .

لَشَبَرْجَمْ

انہاک اور شدت صحیح نہیں کہ طلباء کے دماغ تحک جائیں اور وہ اپنے اندر بے دل اور کم رغبتی محسوس کرنے لگ جائیں۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے درس و مواعظ کے لئے ہفتہ میں صرف جعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نفل عبادت اتنی نہ کی جائے کہ دل میں بے رغبتی اور ملال پیدا ہو۔ بہرحال اصول تعلیم یہ ہے کہ بسروا ولا تعرسو ولا تنفروا

باب اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عنایت فرمادیتا ہے۔

(۱۷) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، ان سے وہب نے یونس کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابن شاب سے نقل کرتے ہیں، ان سے حمید بن عبدالرحمن نے کماکہ میں نے معاویہ بن خثیر سے سنا۔ وہ خطبہ میں فرم رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے ساکہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرمادیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، میں والا تو اللہ ہی ہے اور یہ امت یہیش اللہ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا، انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)

۱۳ - بَابُ مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا  
يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ

۷۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ: قَالَ حَمِيدُ بْنُ عَنْدُ الرَّحْمَنِ سَعِفتَ مَعَاوِيَةَ حَطَبِيَّاً يَقُولُ : سَعِفتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُهُ فِي الدِّينِ. وَإِنَّمَا أَنَا فَاسِمٌ، وَاللَّهُ يُعْطِي. وَإِنَّ تَرَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَالِمَةٌ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مِنْ خَالِقِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ)). [اطرافہ فی : ۳۲۱۶، ۳۶۴۱، ۷۳۱۲] .

.] ۷۴۶۰

نا سمجھ لوگ جو مدعاۓ علم اور واعظ و مرشد بن جائیں یہم حکیم خطرہ جان، یہم ملا خطرہ ایمان ان ہی کے حق میں کما گیا ہے۔

باب علم میں سمجھ داری سے کام لینے کے بیان میں

(۱۸) ہم سے علی (بن مدینی) نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے ابن الی نجح نے مجاهد کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمر بن حیثا کے ساتھ مدینے تک رہا، میں نے (اس) ایک حدیث کے سوا ان سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور حدیث نہیں سنی، وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس کھجور کا ایک کاہما لایا گیا۔ (اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت ایسا ہے اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے۔ (ابن عمر بن حیثا کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے ارادہ کیا کہ عرض کروں کہ وہ (درخت) کھجور کا ہے مگر جو نکہ میں سب میں پچھوٹا تھا اس لئے

۱۴ - بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

۷۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانَ قَالَ: قَالَ لِي أَبْنُ أَبِي نُجَيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَحِّحَتْ أَبْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يَحْدُثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا حَدِيبَيَا وَاحِدًا قَالَ: كَمَا عَنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَتَيَ بِحُمَّارٍ فَقَالَ: ((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مِثْلَهَا كَمَلَ الْمُسْلِمِ)) فَأَرَدَتْ أَنْ أَنْوَلَ هِيَ النَّحْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَصْفَرُ الْقَوْمَ فَسَكَتْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هِيَ النَّحْلَةُ)).

[راجع: ۶۱]

خاموش رہا۔ (پھر) رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

حدیث (۱۷) کے آخر میں جو فرمایا، اس کا مطلب دوسری حدیث کیوضاحت کے مطابق یہ ہے کہ امت کس قدر بھی گمراہ ہو جائے مگر اس میں ایک جماعت بیشہ حق پر قائم رہے گی، اس کی لوگ کتنی بھی مخالفت کریں مگر اس جماعت حق کو اس مخالفت کی کچھ پرواہ نہ ہوگی، اس جماعت حق سے جماعت اہل حدیث مراد ہے۔ جس نے تقلیدِ جامد سے ہٹ کر صرف کتاب و سنت کو اپنا مدار عمل قرار دیا ہے۔

## باب علم و حکمت میں رشک کرنے کے بیان میں

اور حضرت عمر بن الخطاب کا ارشاد ہے کہ سردار بنتے سے پہلے سمجھ دار بنو (یعنی دین کا علم حاصل کرو) اور ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری) فرماتے ہیں کہ سردار بنتے جانے کے بعد بھی علم حاصل کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بڑھاپے میں بھی دین سیکھا۔

(۳۷) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے دوسرے لفظوں میں بیان کیا، ان لفظوں کے علاوہ جو زہری نے ہم سے بیان کئے، وہ کہتے ہیں میں نے قیس بن ابی حازم سے نا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود بن عثیمین سے نا، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حد صرف دو باطن میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے دولت دی ہوا در وہ اس دولت کو راه حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اسکے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔

شار جین حدیث لکھتے ہیں اعلم ان المراد بالحسبه فان الحسد مذموم قد بين الشرع فیما ہے باوضح بیان وقد یعنی الحسد بمعنی الغبطة و ان کان فلیلا یعنی حدیث (۳۷) میں حد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے کیونکہ حد بر حال ذموم ہے جس کی شرع نے کلی ذممت کی ہے۔ کبھی حد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بدست سے نافع لوگ حضرت امام بخاری سے حد کر کے ان کی توبین و تخفیف کے درپے ہیں، ایسا حد کرنا مومن کی شان نہیں۔ اللهم احفظنا آمن۔

## باب حضرت موسیؑ کے حضرت خضرؑ کے پاس دریا میں جانے کے ذکر میں۔

## ۱۵- بَابُ الْأَغْيَاطِ فِي الْعِلْمِ

### وَالْحِكْمَةِ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَفَهَّمُوا قَبْلَ أَنْ تَسْؤُدُوا. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ تَسْؤُدُوا وَقَدْ تَعْلَمْتُ أَصْنَابَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ كَبِيرِ سَيِّنَهُ.

۷۳- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِينٌ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ - عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ - قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا حَسْدَ إِلَّا فِي النِّسَاءِ)) مَنْ لَا فَسْلُطَنَ عَلَى هَلْكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَنَّا لَا فَسْلُطَنَ عَلَى هَلْكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيَعْلَمُ بِهَا).

[اطرافہ فی: ۱۴۰۹، ۷۱۴۱، ۷۳۱۶].

شار جین حدیث لکھتے ہیں اعلم ان المراد بالحسبه فان الحسد مذموم قد بين الشرع فیما ہے باوضح بیان وقد یعنی الحسد بمعنی الغبطة و ان کان فلیلا یعنی حدیث (۳۷) میں حد کے لفظ سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے کیونکہ حد بر حال ذموم ہے جس کی شرع نے کلی ذممت کی ہے۔ کبھی حد غبطہ رشک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بدست سے نافع لوگ حضرت امام بخاری سے حد کر کے ان کی توبین و تخفیف کے درپے ہیں، ایسا حد کرنا مومن کی شان نہیں۔ اللهم احفظنا آمن۔

## ۱۶- بَابُ مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَىؑ فِي الْبَخْرِ إِلَى الْخَضِيرِ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (جو حضرت موسیٰ کا قول ہے) کیا میں تمہارے ساتھ چلوں اس شرط پر کہ تم مجھے (اپنے علم سے کچھ) سکھاؤ۔

(۲۷) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا، ان سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ان کے باپ (ابراہیم) نے، انہوں نے صالح سے سن، انہوں نے ابن شاہب سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ وہ اور حربن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰ کے ساتھی کے بارے میں بحث کرتے ہیں جس سے انہوں نے فرمایا کہ وہ خضرت ہے۔ پھر ان کے پاس سے ابو بن کعب گذرے تو عبد اللہ بن عباس میں تھا نے انہیں بلا یا اور کما کہ میں اور میرے یہ سبق موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے انہوں نے ملاقات چاہی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائے۔ ایک دن حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ (دنیا میں) کوئی آپ سے بھی بڑھ کر عالم موجود ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے پاس وی یہی کہ ہاں ہمارا بندہ خضرت ہے (جس کا علم تم سے زیادہ ہے) حضرت موسیٰ نے اللہ سے دریافت کیا کہ خضرت سے ملنے کی یا صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کرو تو (واپس) لوٹ جاؤ، تب خضرت سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ تب موسیٰ (چلے اور) دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے۔ اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے، کیا آپ نے دیکھا تھا، میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا۔ موسیٰ نے کہا، اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر (پچھلے پاؤں) باٹیں کرتے ہوئے لوٹے (ہاں) انہوں نے خضرت

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَهُنَّ أَتَيْكُمْ عَلَى أَنْ تُعْلَمُنِي مِمَّا﴾

۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَيْبِ الزَّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَقْتُلُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ كَلَمِ عَنْ أَنْهِ شَهَابٌ حَدَّثَنَا أَنَّ عَبْيَةَ الَّهُ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَخْيَرَةَ عَنْ أَنْ عَبَّاسٌ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيِّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، قَالَ أَنْ عَبَّاسٌ: هُوَ حَاضِرٌ لَمَرْ بِهِمَا أَبِي بْنَ كَفْبَرَ فَدَعَاهُ أَبْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنِّي تَمَارِيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لِقَاءِهِ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذَكُّرُ شَانَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((يَسِّمَا مُوسَى فِي مَلَأٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسَى: لَا، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى: بَلَى، عَبَّدُنَا حَاضِرٌ، فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوْتَ آيَةً، وَقَتِيلَ لَهُ إِذَا لَفَدَتِ الْحُوْتَ فَازْجِعْ فَلَمَكْ سَلْفَفَاهُ، كَانَ يَتَبَعَّ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسَى قَوْهٌ: ﴿إِذَا رَأَيْتَ إِذَا أَوْيَنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنَّى نَسِيَتُ الْحُوْتَ، وَمَا أَسَانَنِي إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ﴾، قَالَ: ﴿فَذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَ عَلَى آثَارِهِمَا فَصَعَنَا﴾ فَوَجَدَهَا حَاضِرًا، فَكَانَ مِنْ هَذِهِمْ مَا قَعَنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كَبَابِهِ).

علیہ السلام کو پایا۔ پھر ان کا وہی قصہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں بیان کیا ہے۔

[اطراfe فی : ۷۸، ۲۲۶۷، ۱۲۲، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۴۷۲۵، ۳۴۰۱، ۶۶۷۲، ۴۷۲۷، ۴۷۲۶].

### باب نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ ”اللہ اسے قرآن کا علم عطا فرمائیو؟“

(۷۵) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، ان سے عبد الوارث نے، ان سے خالد نے عکرمه کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے (ینے سے) کالایا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ ”اے اللہ اسے علم کتاب (قرآن) عطا فرمائیو۔“

### باب اس بارے میں کہ نچے کا (حدیث) سننا کس عمر میں صحیح ہے؟

(۷۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے اہن شاہب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) گدھی پر سوار ہو کر چلا، اس زمانے میں بلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منی میں نمازوں پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے دیوار (کی آڑ) نہ تھی، تو میں بعض صفوں کے سامنے سے گذر اور گدھی کو چھوڑ دیا۔ وہ چہ نے گئی، جبکہ میں صفو میں شامل ہو گیا (مگر) کسی نے مجھے اس بات پر ثوکا نہیں۔

### ۱۷ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((اللَّهُمَّ عَلِمْنَا الْكِتَابَ))

- ۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو مَغْمِرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَنْهُ  
الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِنْكَرَةَ عَنْ  
إِنْبِي عَبَّاسٍ قَالَ: ضَعَفَنِي رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلِمْنَا الْكِتَابَ)).  
[اطراfe فی : ۱۴۳، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰].

### ۱۸ - بَابُ مَنِيَ يَصْحُحُ مَسَاعِ الصَّفَّيْرِ؟

- ۷۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ  
عَنِ ابْنِ شِيهَابٍ عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ عَنْبَةَ عَنْ عَبْدِِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:  
أَفْلَتُ رَأْكِيَا عَلَى جَمَارِ أَقَانِ - وَأَنَا  
يَوْمَئِلُ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِخْلَامَ - وَرَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ يَصْلَى بِعِنْدِي إِلَى غَيْرِ جَدَارِ،  
فَمَرَزَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ بَعْضُ الصَّفَّ، وَأَرْسَلَتْ  
الْأَقَانَ تَرَعَّعَ فَدَخَلَتْ فِي الصَّفَّ، فَلَمْ  
يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ.

[اطراfe فی : ۴۹۳، ۸۶۱، ۱۸۵۷، ۴۴۱۲].

(۷۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے ابو مسرو نے، ان سے محمد بن حرب نے، ان سے زبیدی بنے زہری کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمود بن الربيع سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے یاد

- ۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ  
خَرْبَ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبِينِيُّ عَنِ الرُّهْبَرِيِّ

ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول سے منہ میں پانی لے کر میرے چہرے پر کلی فرمائی، اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ: عَقْلَتْ مِنَ النَّبِيِّ مَجْهَةً مَجْهَةً فِي وَجْهِي وَأَنَا أَنْهَ حَمْسَ سِينَ مِنْ ذَلِيلٍ.

[اطرافہ فی : ۱۸۹، ۸۳۹، ۱۱۸۵]

[۶۴۲۲، ۶۳۵۴]

**لشیخ** بعض بچے ایسے بھی ڈین، ذکی، نہیں ہوتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر میں ان کا دامغ قتل احتدا ہو جاتا ہے۔ یہاں ایسا ہی پچ مراد ہے اس سے ثابت ہوا کہ لا کا یا گدھا اگر نمازی کے آگے سے کل جائے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ حضرت امام بخاریؓ نے یہ دلیل لی ہے کہ لڑکے کی روایت صحیح ہے چونکہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ میں اس وقت تک لڑکے ہی تھے۔ مگر آپ کی روایت کو مانا گیا ہے دوسری روایت میں محمود کا ذکر ہے جو بہت ہی کم تھے چونکہ ان کو یہ بہت یاد رہی تو ان کی روایت معترض ہے۔ آپؓ نے یہ کلی شفقت اور برکت کے لئے ڈالی تھی۔

## باب علم کی تلاش میں نکلنے کے بارے میں

جاہر بن عبد اللہ کا ایک حدیث کی خاطر عبد اللہ بن انبیاء کے پاس جانے کے لئے ایک ماہ کی مسافت طے کرتا۔

(۷۸) ہم سے ابو القاسم خلده بن خلی قاضی حص نے بیان کیا، ان سے محمد بن حرب نے، اوڑا عی کہتے ہیں کہ ہمیں زہری نے عبد اللہ ابن عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود سے خبر دی، وہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حرب بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیؓ کے ساتھی کے بارے میں جائز ہے میں جائز ہے۔ (اس دوران میں) ان کے پاس سے ابی بن کعب گذرے، تو ابی عباسؓ نے انہیں بلا لیا اور کہا کہ میں اور میرے (یہ) ساتھی حضرت موسیؓ کے ساتھی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جس سے ملنے کی حضرت موسیؓ نے (اللہ سے) دعا کی تھی۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ان کا ذکر فرماتے ہوئے سنائے؟ حضرت ابی نے کہا کہ ہاں! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال بیان فرماتے ہوئے سنائے۔ آپ فرمائے تھے کہ ایک بار حضرت موسیؓ اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ حضرت موسیؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ تب

## ۲۱- باب الخروج في طلب العلم

وَرَحَّلَ جَابِرُ بْنُ عَنْدِ اللَّهِ مَسِيرَةً شَهْرٍ إِلَى عبد اللہ بن انبیاء فی حدیث واجد.

(۷۸) حدثنا أبو القاسم خالد بن خلي

قال: حدثنا محمد بن حرب قال: قال: الأوزاعي أخبرنا الزهراني عن عبيدة الله بن عبد الله بن عقبة بن مسعود عن ابن عباس أنه تمارى هو والآخر بن قيس بن حصن الفزارى في صاحب موسى، فمر بهما أبي بن كعب فدعاهما ابن عباس فقال: إبني تمارى أنا وصاحب هذا في صاحب موسى الذي سأله السبيل إلى لقيه، هل سمعت رسول الله ﷺ يذكر شأنه؟ فقال أبي: نعم سمعت رسول الله ﷺ يذكر شأنه يذكر شأنه يقول: ((بينما موسى في ملا من بيبي إسرائيل إذ جاءه رجل فقال: إنعلم أحداً أعلم منه؟ قال موسى: لا.

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ﷺ پر وحی نازل کی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر (علم میں تم سے بڑھ کر) ہے۔ تو حضرت موسیٰ نے ان سے ملنے کی راہ دریافت کی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے (ان سے ملاقات کے لئے) مچھل کو نشانی قرار دیا اور ان سے کہہ دیا کہ جب تم مچھل کو نہ پاؤ تو لوٹ جانا، تب تم خضر سے ملاقات کر لو گے۔ حضرت موسیٰ ﷺ دریا میں مچھل کے نشان کا انتظار کرتے رہے۔ تب ان کے خادم نے ان سے کہا۔ کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم پتھر کے پاس تھے، تو میں (وہاں) مچھل بھول گیا۔ اور مجھے شیطان ہی نے غافل کر دیا۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے کہا کہ ہم اسی (مقام) کے تو متلاشی تھے، تب وہ اپنے (قدموں کے) نشانوں پر باتیں کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ (وہاں) خضر کو انہوں نے پایا۔ پھر ان کا قصہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

باب پڑھنے اور پڑھانے والے کی فضیلت کے بیان میں (۲۹) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے حماد بن اسامہ نے برید بن عبد اللہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابی برده سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو موسیٰ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم وہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی

فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَى مُوسَى: بَلَى،  
عَبَدَنَا حَضِيرٌ، فَسَأَلَ السَّيْلَ إِلَى لَقِيهِ،  
فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً، وَقَيْلَ لَهُ، إِذَا  
فَقَدَتِ الْحُوتَ فَأَزْجَعَ فَإِنَّكَ سَلَفَاهُ، فَكَانَ  
مُوسَى ۚ يَسْعَ أَثْرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ.  
فَقَالَ فَتَى مُوسَى لِمُوسَى: هَذِهِ أَرَائِتَ إِذَا  
أَوْيَنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَنْسِيَ الْحُوتَ،  
وَمَا أَنْسَانِيَ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۖ.  
قَالَ مُوسَى: هَذِهِكَ مَا كُنَّا نَفْعِي، فَأَرْتَهُ  
عَلَى آثَارِهِمَا فَقَصَصَهُ ۖ، فَوَجَدَا حَضِيرًا.  
فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَصَ اللَّهُ فِي  
كِتَابِهِ ۝). [راجح: ۷۴]

## ۲۰ - بَابُ فَضْلٍ مِنْ عِلْمٍ وَعَلْمٍ

۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَلَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
حَمَادَ بْنُ أَسَامَةَ عَنْ بُرْنِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هَنْ  
أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ ۚ  
قَالَ: ((مَثْلُ مَا يَعْتَشِي اللَّهُ بِهِ مِنْ الْهَدَى  
وَالْعِلْمِ كَمَثْلِ الْفَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا,  
فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِيلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَذَّ  
وَالْعَشَبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتِ مِنْهَا أَجَادِبُ  
أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسُ  
فَشَرَبُوا وَسَقَوا وَزَرَغُوا، وَأَصَابَ مِنْهَا  
طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيَانٌ لَا تُمْسِكُ  
مَاءً وَلَا تُنْبَتُ كَذَّاً، فَذَلِكَ مَثْلُ مَنْ فَقَهَ فِي  
دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا يَعْتَشِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ  
وَعَلِمَ، وَمَثْلُ مَنْ لَمْ يَرَفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا

مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو بدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے ابو اسامہ کی روایت سے ”قبلت الماء“ کا لفظ نقل کیا ہے۔ قاع اس خط زمین کو کہتے ہیں جس پر پانی چڑھ جائے (مگر نہ سر نہیں) اور صفصاف اس زمین کو کہتے ہیں جو بالکل ہموار ہو۔

**نَسْخَةٌ مُّخْجِّعٌ** حدیث (۲۸) سے امام بخاری نے یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ نے علم حاصل کرنے کے لئے کتنا برا سفر کیا۔ جن لوگوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ حضرت خضر نے نفہ حنفی سیکھی اور پھر قشیری کو سکھائی یہ سارا قصہ محض جھوٹ ہے۔ اسی طرح بعضوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ یا امام محدث حنفی مذہب کے مقلد ہوں گے محض بے اصل اور خلاف قیاس ہے۔ حضرت ملا علی قاری نے اس کا خوب روکیا ہے۔ حضرت امام محدث غالص کتاب و سنت کے علم بردار پختہ الہدیت ہوں گے۔

باب علم کے زوال اور جهل کی اشاعت کے بیان میں اور ربیعہ کا قول ہے کہ جس کے پاس کچھ علم ہو، اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم کو چھوڑ دے اور) اپنے آپ کو ضائع کر دے۔

(۸۰) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے عبد الوارث نے ابوالثیاہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جمل ہی جمل ظاہر ہو جائے گا۔ اور (علمانیہ) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔

(۸۱) ہم سے مدد نے بیان کیا ان سے بھی نے شعبہ سے نقل کیا، وہ قادہ سے اور قادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میرے بعد تم سے کوئی نہیں بیان کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علامات قیامت میں سے یہ ہے کہ علم (دین) کم ہو جائے گا۔ جمل ظاہر ہو جائے گا۔ زنا بکثرت ہو گا۔ عورتیں بڑھ جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ ۵۰ عورتوں کا نگران صرف ایک مرد رہ

وَلَمْ يَقْبَلْ هُدًى اللَّهُ الَّذِي أَرْسَلْتُ بِهِ).  
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ إِسْحَاقُ: وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَبَّلَتِ الْمَاءَ قَاعَ يَغْلُوُ الْمَاءَ، وَالصَّفَصَفَ: الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ.

۲۹- بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ ، وَظُهُورِ الْجَهْلِوَ قالَ رَبِيعَةُ:  
لَا يَنْهَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يُضَيِّعَ نَفْسَهُ.

۸۰- حَدَّثَنَا عَمْرَانَ بْنَ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّابِ عَنْ أَنْسِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَبْتَلَ الْجَهْلُ، وَتُتَشَبَّهُ الْحَمْرُ، وَيَظْهَرَ الرُّؤْنَ)).

[اطرافہ فی: ۸۱، ۵۲۳۱، ۵۵۷۷]

.۶۸۰۸

۸۱- حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنْسِ قَالَ: لَا يَحْدُثُكُمْ حَدِيثًا لَا يُحَدُّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي، سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَقْلُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرُ الرُّؤْنَ، وَتَكْثُرُ النَّسَاءُ، وَيَقْلُ الرُّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً

جائے گا۔

ان لا راویوں کی طرف بھی اشارہ ہے جن میں مرد بکثرتِ ذائقہ ہو گئے اور عورتیں ہی عورتیں رہ گئیں۔

### باب علم کی فضیلت کے بیان میں۔

(۸۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یہ شے نے، ان سے عقیل نے ابن شاہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ میں سو رہا تھا۔ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے (خوب اچھی طرح) پی لیا۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن الخطاب کو دے دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا آپ نے اس کی کیا تعبیری؟ آپؐ نے فرمایا علم۔

الْقَيْمُ الْوَاحِدُ). [راجع: ۸۰]

### ۲۲- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

۸۲- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْلَّهُ أَكْبَرُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ غَمَرَ أَنَّ أَبَنَ عَمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِقَدْحٍ لَّيْنَ فَشَرِبْتُهُ حَتَّىٰ إِنِّي لَأَرَى الرَّبِّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أَغْطَيْتُ لَفْضَلِي عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ) قَالُوا: فَمَا أَوْلَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((الْعِلْمُ)).

[اطرافہ فی : ۴۶۸۱، ۷۰۰۷، ۷۵۵۶]

. [۷۰۳۲، ۷۰۲۷]

### باب جانور وغیرہ پر سوار ہو کر فتومی دینا جائز ہے۔

(۸۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے مالک نے ابن شاہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمر و بن العاص سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کے مسائل دریافت کرنے کی وجہ سے منی میں ٹھہر گئے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اب) ذبح کر لے اور کچھ حرج نہیں۔ پھر دوسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ میں نے بے خبری میں ری کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپؐ نے فرمایا (اب) ری کر لے۔ (اور پہلے کر دینے سے) کچھ حرج نہیں۔ ابن عمرو کہتے ہیں (اس دن) آپؐ سے جس چیز کا بھی سوال ہوا، جو کسی نے

### ۲۳- بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظَهَرِ الدَّائِبَةِ وَغَيْرِهَا

۸۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمَنِي لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْغُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: ((إِذْبَحْ وَلَا حَرْجَ)) فَجَاءَهُ آخَرُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْغُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْزِمَ، قَالَ: ((أَرْمِ وَلَا حَرْجَ)) فَمَا سَبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدْمَ وَلَا أَخْرَ إِلَّا قَالَ:

آگے اور پیچھے کر لی تھی۔ تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لے اور کچھ حرج نہیں۔

((الفَعْلُ وَلَا حَرَجٌ)).

[اطرافہ فی : ۱۲۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۶۶۶۵]

## باب اس شخص کے بارے میں جو ہاتھ یا سر کے اشارے سے فتویٰ کا جواب دے

(۸۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ایوب نے عکرمه کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے آپ کے (آخری) حج میں کسی نے پوچھا کہ میں نے ری کرنے (یعنی کنکر پھینکنے) سے پہلے ذبح کر لیا، آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (اور) فرمایا کچھ حرج نہیں۔ کسی نے کہا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کرالیا۔ آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔

## ۴- بَابُ مِنْ أَجَابَ الْفُتُّهَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ

۸۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهِبَّةً قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَنَلَ فِي حَجَّتِهِ قَالَ: ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ فَأَوْمَأْ بِيَدِهِ قَالَ: ((وَلَا حَرَجٌ)) وَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَأَوْمَأْ بِيَدِهِ: ((وَلَا حَرَجٌ)).

[اطرافہ فی: ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۶۶۶۶، ۱۷۳۵، ۱۷۳۴]

(۸۵) ہم سے کمی ابن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں حنظله نے سالم سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب) علم اٹھا لیا جائے گا۔ جمالت اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج بڑھ جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر فرمایا اس طرح گویا آپ نے اس سے قتل مراد لیا۔

۸۵- حَدَّثَنَا الْمَكْتُومُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفَتْنَةُ، وَيَكْثُرُ الْمَرْجُ)) قَبْلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْمَرْجُ؟ قَالَ: ((مَكَدَّا بِيَدِهِ فَحَرَفَهَا)) كَانَهُ يُورِدُ القُتْلَ.

[اطرافہ فی : ۱۰۳۶، ۱۴۱۲، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۶۰۳۷، ۶۵۰۶، ۶۹۳۵، ۷۱۶۱، ۷۱۱۵]

. [۷۱۲۱]

(۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے وہیب نے، ان سے ہشام نے فاطمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ اسماء سے روایت کرتی

۸۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهِبَّةً قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ

ہیں کہ میں عائشہؓ کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی سورج کو گھن لگا ہے) اتنے میں لوگ (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ پہنچنے کما، اللہ پاک ہے۔ میں نے کہا (کیا یہ گھن کوئی (خاص) نشانی ہے؟ انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! پھر میں (بھی نماز کے لئے) کھڑی ہو گئی۔ حتیٰ کہ مجھے غش آنے لگا تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (نماز کے بعد) رسول خدا ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان فرمائی، پھر فرمایا، جو چیز مجھے پلے دھکلائی نہیں گئی تھی آج وہ سب اس جگہ میں نے دیکھ لی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر یہ وہی کی گئی کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے، مثل یا قرب کا کونسا لفظ حضرت اسماءؓ نے فرمایا، میں نہیں جانتی، فاطمہؓ کہتی ہیں (یعنی) فتنہ دجال کی طرح (آزمائے جاؤ گے) کما جائے گا (قبر کے اندر کہ) تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ تو جو صاحب ایمان یا صاحب یقین ہو گا، کونا لفظ فرمایا حضرت اسماءؓ نے، مجھے یاد نہیں۔ وہ کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جو ہمارے پاس اللہ کی ہدایت اور دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو قبول کر لیا اور ان کی پیروی کی۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تین بار (اسی طرح کے گا) پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ آرام سے سو جا بے شک ہم نے جان لیا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتا تھا۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، میں نہیں جانتی کہ ان میں سے کونسا لفظ حضرت اسماءؓ نے کہا۔ تو وہ (منافق یا شکی آدمی) کے گا کہ جو لوگوں کو میں نے کہتے تھا میں نے (بھی) وہی کہہ دیا۔ (باقی میں کچھ نہیں جانتا)

باب رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ عبد القیس کے وفات کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ ایمان لا میں اور علم کی باتیں یاد رکھیں

فاطمۃ عن أسماء قالت: أتیتُ عائشةَ وهيَ نصلی، فقلتُ: مَا شاءَ النّاسُ؟ فأشارتَ إلیِ السّماءِ، فإذا النّاسُ قيامٌ فقلتُ: سُبْحَانَ اللّهِ، فقلتُ: آيةٌ، فأشارتَ برأسيها - أيَ نَعَمْ - فلَقْمَتْ حَتَّى غَلَبَنِي الفَشَيُّ، فَجَعَلَتْ أَصْبَحَ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ، فَحَمِدَ اللّهُ النَّبِيُّ ﷺ وَأَتَقَى عَلَيْهِ نَعَمْ قَالَ : ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيَةً إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، فَأَوْحَى إِلَيْيَ أَنَّكُمْ تُفْسِدُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلًا، أَوْ قَرِيبًا - لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ)) قَالَتْ أَسْمَاءُ - ((مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدُّجَالِ، يَقَالُ: مَا عَلِمْتُ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُونَ، أَوِ الْمُؤْمِنَاتُ - لَا أَذْرِي أَيِّهِمَا)) قَالَتْ أَسْمَاءُ - ((فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُولُ اللّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى، فَاجْبَنَا وَاتَّبَعْنَا، هُوَ مُحَمَّدٌ (ثَلَاثَةٌ)). فَيَقَالُ: نَمْ صَالِحُوا، قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقَنًا بِهِ، وَأَنَا الْمُنَافِقُ، أَوِ الْمُرَنَّابُ)) - لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ)) قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ ((لَا أَذْرِي))، سَعِفَتِ النّاسُ يَقُولُونَ شَيْئاً فَقَلَّتْهُ، [أطراfe في : 184، 922، 1053، 2019، 1235، 1373، 2054، 2520، 7287] .

۲۵ - بَابُ تَحْرِينِ صِنْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَفَدَ عَبْدُ الْقَبِيسِ عَلَى أَنْ يَخْفَظُوا الإِيمَانَ

اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں

کو بھی خبر کر دیں۔ اور مالک بن الحویرث نے فرمایا کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں والوں کے پاس لوٹ کر انہیں (دین) علم سکھاؤ۔

(۸۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غدر نے، ان سے شعبہ نے ابو جہرہ کے واسطے سے بیان کیا کہ میں ابن عباس رض اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا تھا (ایک مرتبہ) ابن عباس رض نے کہا کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ربیہ خاندان (کے لوگ ہیں) آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو قوم کو (آنا) یا مبارک ہواں وفد کو (جو کبھی) نہ رسوا ہو نہ شرمندہ ہو (اس کے بعد) انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کوئے سے آپ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے مینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آسکتے۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی (قطعی) بات بتا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لایں۔ (پھر) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال نفیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے منع فرمایا، دباء، حنفیت اور مرفت کے استعمال سے۔ اور (چوتھی چیز کے

وَالْعِلْمُ وَيَغْنِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرَةَ: قَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذْجِعُوا إِلَى أَهْلِنِكُمْ لَعَلَّمُوهُمْ))

۸۷- حدثنا محمد بن بشير قال: حدثنا خنزير قال: حدثنا شعبة عن أبي حمزة قال: كنت أترجم بين ابن عباس وبين الناس، فقال: إن وفد عبد القيس أتوا النبي ﷺ فقال: ((من الوفد - أو من القوم؟)) - قالوا: ربيعة. فقال: ((مرجحا بالقوم - أو بالوفد - غير خزانيا ولا نذامي)) قالوا: إننا ناتيك من شفقة بعيدة، وبيننا وبينك هذا الحمى من كفار مضر، ولا تستطيع أن ناتيك إلا في شهر حرام، فمرنا بأمر تخبر به من وراءنا ندخل به الجنة. فأمرهم بارتفاع، ونهاهم عن أربع: أمرهم بالإيمان بالله عز وجل وحده، قال: ((هل تذرون ما الإيمان بالله وحده؟)) قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: ((شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله. وإنما الصلاة، وإنما الزكوة، وصوم رمضان، وتعطوا الحمس من المفتر)). ونهاهم عن الدباء، والحنم، والمرفت - قال شعبة: وربما قال النبي، وربما قال المغير. قال: ((احفظوا وأخبروا من وراءكم)).

[راجع: ۵۳] بارے میں) شعبہ کتے ہیں کہ ابو جہو بسا اوقات نقیر کتے تھے اور بسا اوقات مفیر۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان (باطل) کو یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کرو۔

نوٹ:- یہ حدیث کتاب الایمان کے اخیر میں گذر بھی ہے۔ حضرت امام نے اس سے ثابت فرمایا ہے کہ استاد اپنے شاگردوں کو تحصیل علم کے لئے ترغیب و تحریض سے کام لے سکتا ہے۔ مزید تفصیل دہاں دیکھی جائے۔

## ۲۶ - بَابُ الرُّخْلَةِ فِي الْمَسَأَةِ

(کیسا ہے؟)

(۸۸) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقائل نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ نے خبر دی، انہیں عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن ابی ملیک نے عقبہ بن الحارث کے واسطے سے نقل کیا کہ عقبہ نے ابو ابہ بن عزیز کی لڑکی سے نکاح کیا۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے اس کا نکاح ہوا ہے، اس کو دودھ پلایا ہے۔ نہ تو نے کبھی مجھے بتایا ہے (یہ سن کر) عقبہ نے کہا، مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ تب سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا، کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہا گیا۔ تب عقبہ بن حارث نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس نے دوسرا خاوند کر لیا۔

۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُ بْنُ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي حَسِينٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلِيْكَةَ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَرَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابٍ بْنِ عَزِيزٍ فَاتَّهَ امْرَأَةً فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عَقْبَةَ وَالَّتِي تَرَوَّجَ بِهَا. فَقَالَ لَهَا عَقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنِّي أَرْضَعْتُنِي، وَلَا أَخْبَرْتُنِي. فَرَأَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلَهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟)) فَفَارَقَهَا عَقْبَةُ، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

[اطرافہ فی : ۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۵۹،

. ۵۱۰۴، ۲۶۶۰]

**لشیخ** عقبہ بن حارث نے احتیاطاً سے چھوڑ دیا کیونکہ جب شہر پیدا ہو گیا تو اب شہر کی چیز سے پچنا ہی بہتر ہے۔ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت عقبہ کا سفر کر کے مدینہ جانا ترجیح الباب کا یہی مقصد ہے۔ اسی بنا پر محمد بنین نے طلب حدیث کے سلسلہ میں جو جو سفر کیے ہیں وہ طلب علم کے لئے بے مثال سفر ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احتیاطاً عقبہ کی جدائی کر دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ احتیاط کا پبلو ہر حال مقدم رکھنا چاہئے یہ بھی ثابت ہوا کہ رضاع صرف مرخص کی شادوت سے ثابت ہو جاتا ہے۔

## ۲۷ - بَابُ التَّاؤُبِ فِي الْعِلْمِ

کی خدمت میں (اپنی اپنی باری مقرر کرنا درست ہے۔

(۸۹) ہم سے ابو الایمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر

- حَدَّثَنَا أَبُو الْإِيمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

دی (ایک دوسری سند سے) حضرت امام بخاری کہتے ہیں کہ ابن وہب کو یونس نے ابن شاہب سے خبر دی، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ ابن ابی ثور سے نقل کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عباسؑ سے، وہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوی دونوں اطراف مدینہ کے ایک گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے جو مدینہ کے (پورب کی طرف بلند گاؤں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا، ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ) دیگر بالوں کی اس کو خردے دیتا تھا اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ تو ایک دن وہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے روز حاضر خدمت ہوا (جب واپس آیا) تو اس نے میرا دروازہ بست زور سے لکھکھایا اور (میرے بارے میں پوچھا کر) کیا عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا کہ ایک بڑا معاملہ پیش آیا ہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) پھر میں (اپنی بیٹی) حصہ کے پاس گیا، وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا تمیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کھڑے کھڑے کہا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (یہ افواہ غلط ہے) تب میں نے (تعجب سے) کہا اللہ اکبر اللہ بست بڑا ہے۔

شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح. قَالَ وَقَالَ ابْنُ  
وَهَبٍ أَخْرِنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ  
عَبْيَدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ عَبْدِ  
اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ غَمَرٍ قَالَ كَنْتُ أَنَا  
وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنْيِ أُمَّةِ بْنِ زَيْدٍ  
— وَهِيَ مِنْ عَوَالَى الْمَدِينَةِ — وَكَنَا  
نَتَّابُ النُّزُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ،  
يَنْزَلُ يَوْمًا وَأَنْزَلُ يَوْمًا، فَإِذَا أَنْزَلْتُ جِنَّةً  
بِخَيْرٍ ذَلِكَ الْيَوْمُ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا  
نَزَلَ فَعْلَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَنَزَلَ صَاحِبُ  
الْأَنْصَارِ يُومَ نَوْبَتِهِ فَضَرَبَ يَابِي ضَرَبًا  
شَدِيدًا قَالَ: أَئِمَّهُ هُوَ؟ فَفَزَعَتْ، إِلَيْهِ  
فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ.. فَدَخَلَتْ  
عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، فَقَلَّتْ:  
طَلْقَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: لَا أَذْرِي.  
لَمْ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَلَّتْ وَأَنَا قَائِمٌ  
أَطْلَقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: ((لَا)). فَقَلَّتْ  
اللَّهُ أَكْبَرُ.

[اطرافہ فی : ۲۴۶۸، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۵۱۹۱، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۴۹۱۵، ۷۲۶۳، ۷۲۵۶]

اس انصاری کا نام عبان بن مالک تھا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ خبر واحد پر اعتماد کرنا درست ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے گھبرا کر اس لئے پوچھا کہ ان دونوں مدینہ پر غسان کے بادشاہ کے حملہ کی افواہ گرم تھی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سمجھے کہ شاید غسان کا بادشاہ آگیا ہے۔ اسی لئے آپ گھبرا کر باہر نکلے پھر انصاری کی خبر پر حضرت عمر بن الخطابؓ کو تعبیر کیا کہ اس نے ایسی بے اصل بات کیوں کی۔ اسی لئے بے ساختہ آپ کی زبان پر نعروہ تکمیر آگیا۔ باری اس لئے مقرر کی تھی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ تاجر پیشہ تھے اور وہ انصاری بھائی بھی کاروباری تھے۔ اس لئے تاکہ اپنا کام بھی جاری رہے اور علوم نبوی سے بھی محروم نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لئے بھی اہتمام ضوری ہے۔ اس حدیث کی باتی شرح کتاب التکاہ میں آئے گی۔

باب اس بیان میں کہ استاد شاگردوں کی جب کوئی ناگوار بات دیکھے تو عظاً کرتے اور تعلیم دیتے وقت ان پر خفا ہو سکتا ہے

(۹۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا انہیں سفیان نے ابو خالد سے خبر دی، وہ قیس بن ابی حازم سے بیان کرتے ہیں، وہ ابو مسعود انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (حزم بن ابی کعب) نے (رسول اللہ کی خدمت میں آگر) عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فلاں شخص (معاذ بن جبل) لمی نماز پڑھاتے ہیں اس لئے میں (جماعت کی) نماز میں شریک نہیں ہو سکتا (کیونکہ میں دن بھر اونٹ چڑھانے کی وجہ سے رات کو تھک کر چکنا چور ہو جاتا ہوں اور طویل قرأت سننے کی طاقت نہیں رکھتا) (ابو مسعود راوی کہتے ہیں) کہ اس دن سے زیادہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو وعظ کے دوران اتنا غصبنا ک نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو! تم (ایسی شدت اختیار کر کے لوگوں کو دین سے) نفرت دلانے لگے ہو۔ (سن لو) جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بیمار، کمزور اور حاجت والے (سب یہ قسم کے لوگ) ہوتے ہیں۔

غصہ کا سبب یہ کہ آپ پلے بھی منع کرچکے ہوں گے دوسرے ایسا کرنے سے ڈر تھا کہ کہیں لوگ تھک ہار کر اس دین سے نفرت نہ کرنے لگ جائیں۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا ہے۔

(۹۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، ان سے ابو عامر العقدی نے وہ سلیمان بن بلاں المدینی سے، وہ ربعیہ بن ابی عبدالرحمن سے، وہ زیید سے جو منبعث کے آزاد کردہ تھے، وہ زید بن خالد الجھنی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص (عمریا بلاں) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑی ہوئی چیز کے بارے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا، اس کی بندھن پچان لے یا فرمایا کہ اس کا برتن اور تحلیل (پچان لے) پھر ایک سال تک اس کی شناخت (کا اعلان) کرو، پھر (اس کا مالک نہ ملے تو) اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر اس کا مالک آجائے تو اسے سونپ

-٢٨- بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِدَةِ  
وَالْتَّغْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

٩- حدثنا محمد بن كثير قال: أخبرنا سفيان عن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم عن أبي مسعود الأنباري قال: قال رجل يا رسول الله لا أكاد أذرك الصلاة مما يطؤل بها فلان. فما رأيت النبي ﷺ في مواعظه أشدّ غضباً من يومئذ فقال: (يا أيها الناس إنكم متفردون، فمن صلّى بالناس فليحلف؛ فإن فيهم المريض والضعيف وذا الحاجة).

[أطراfe في : ٧٠٢، ٧٠٤، ٦١١٠] ٧١٥٩

دو۔ اس نے پوچھا کہ اچھا گم شدہ اونٹ (کے بارے میں) کیا حکم ہے؟ آپ کو اس قدر غصہ آگیا کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ یا راوی نے یہ کہا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ (یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ تجھے اونٹ سے کیا واسطہ؟ اس کے ساتھ خود اس کی ملک ہے اور اس کے پاؤں کے) سم ہیں۔ وہ خود پانی پر پہنچے گا اور خود پانی لے گا اور خود درخت پر چڑے گا۔ لذدا سے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک مل جائے۔ اس نے کہا کہ اچھا گم شدہ بکری کے (بارے میں) کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ورنہ بھیڑیے کی (غذا) ہے۔

(اللہ) قَالَ: فَضَّالَةُ الْإِبْلِ؟ فَعَصِبَ حَتَّى  
أَخْرَتْ وَجْهَهَا - أَزْ قَالَ: أَخْرَتْ وَجْهَهَا  
- قَالَ: ((مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعْنَاهَا سِقَاوَهَا  
وَجَلَّهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْغِي الشَّجَرَ  
فَلَذَّهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا)) قَالَ: فَضَّالَةُ  
الْفَقْمِ؟ قَالَ: ((لَكَ أُو لَاجِيلَكَ أُو  
لِلَّذِنْبِ)).

[اطراہ فی: ۲۴۲۹، ۲۴۳۶، ۵۲۹۲، ۲۴۳۸، ۲۴۲۷، ۲۳۷۴، ۲۴۲۸]

. [۶۱۱۲]

**لَشَيْءٍ** گری پڑی چیز کو لقطع کرتے ہیں۔ اس حدیث میں اسی کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ کے غصے کا سبب یہ ہوا کہ اونٹ کے بارے میں سوال ہی بیکار تھا۔ جب کہ وہ تلف ہونے والا جانور نہیں۔ وہ جنگل میں اپنا چارہ پانی خود حللاش کر لیتا ہے، اسے شیر یا بھیڑا بھی نہیں کھا سکتے، پھر اس کا کپڑنا بیکار ہے۔ خود اس کا مالک ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس تک پہنچ جائے گا، ہاں بکری کے تلف ہونے کا فوری خطرہ ہے لذدا سے کپڑ لینا چاہئے۔ پھر ماں آئے تو اس کے حوالہ کر دے۔ معلوم ہوا کہ شاگروں کے نامناسب سوالات پر استاد کی نہیں بجا تسلیم کی جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگروں کو سوال کرنے سے پہلے خود سوال کی اہمیت پر بھی غور کر لینا ضروری ہے۔ اونٹ سے متعلق آپ کا: «اب اس زمانہ کے ماحول کے پیش نظر تھا مگر آج کل کا ماحول ظاہر ہے۔

(۹۲) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، ان سے ابو اسماعیل نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو بردہ سے اور وہ ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ ایسی باتیں دریافت کی گئیں کہ آپ کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات کی) آپ پر بہت زیادتی کی گئی تو آپ کو غصہ آگیا۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا (اچھا باب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تیرا باپ حذاف ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ آخر حضرت عمر بن الخطب نے آپ کے چہرہ مبارک کا حلال دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔

۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا  
أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ بُرَيْدَةِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ  
أَبِي مُوسَىٰ قَالَ: سَيْلَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءِ  
كَوْهَهَا، فَلَمَّا أَنْكَبَ عَلَيْهِ غَضَبَ ثُمَّ قَالَ  
لِلنَّاسِ، ((سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ)) قَالَ رَجُلٌ:  
مَنْ أَبِي؟ قَالَ: ((أَبُوكَ حَذَافَهُ))، لَفَقَامَ  
آخَرُ قَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:  
((أَبُوكَ سَالِمَ مَوْلَى شِئْبَهِ))، فَلَمَّا رَأَى  
غَمْرًا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا  
نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزُّوْجَلِ).  
[طرفة فی: ۷۲۹۱]

**لِتَشْرِيفِ** لغوار بے ہودہ سوال کسی صاحب علم سے کتنا سرا سر نادی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے اس حکم کا سوال کرنا تو گواہ بہت ای ہے اپنی ہے۔ اسی لئے اس حکم کے بے جا سوالات پر آپ نے خصہ میں فرمایا کہ جو چاہو دریافت کرو۔ اس لئے کہ اگرچہ پڑھنے کے لحاظ سے آپ نفیب کی ہاتھیں نہیں جانتے تھے۔ مگر اللہ کا برگزیدہ پیغمبر ہونے کی ہماری وہی دلایا مام سے اکثر احوال آپ کو معلوم ہو جاتے تھے، یا معلوم ہو سکتے تھے جن کی آپ کو ضرورت پیش آتی تھی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں مانتے ہو تو اب جو چاہو پوچھو، مجھ کو اللہ کی طرف سے جو جواب ملے گا تم کو ٹھلاوں گا۔ آپ کی خلیل دیکھ کر حضرت عمر بن الخطاب نے دیکھ حاضرین کی نمائندگی فرماتے ہوئے ایسے سوالات سے باز رہنے کا وصہ فرمایا۔

### باب اس شخص کے بارے میں جو امام یا محدث کے سامنے دوزانو (ہو کر ادب کے ساتھ) بیٹھے۔

(۹۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہیں انس بن مالک نے تعلیما کر (ایک دن) رسول اللہ ﷺ کی ملکے تک عرب عبد اللہ بن حداہ کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ حضور میرا باب کون ہے؟ آپ نے فرمایا، حداہ۔ پھر آپ نے بار بار فرمایا کہ مجھ سے پوچھو، تو حضرت عمر بن الخطاب نے دوزانو ہو کر عرض کیا کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہیں (اور یہ جملہ) تین مرتبہ (دہرایا) پھر (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

### ۲۹- بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلَى رَجُلٍ

### عِنْ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ

۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَّسُ بْنَ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَنْهُ اللَّهُ بْنُ حَدَّافَةَ فَقَالَ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: (أَبُوكَ حَدَّافَةَ). ثُمَّ أَكْتَرَ أَنْ يَقُولُ: ((سَلْوَنِي)). فَبَرَكَ عَمْرُ عَلَى رَجُلٍ رَّجُلَنِي فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبِّنَا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينَا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثَا. فَسَكَتَ.

[اطرافہ فی: ۵۴۰، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵].

**لِتَشْرِيفِ** حضرت عمر بن الخطاب کے عرض کرنے کی مثالیہ تھی کہ اللہ کو رب اسلام کو دین اور محمدؐ کو نبی مان کر اب ہمیں مزید کچھ سوالات پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ لوگ عبد اللہ بن حداہ کو کسی اور کا بیان کیا کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے آپ سے اپنی تکفی حاصل کر لی۔ حضرت عمر بن الخطاب کے دوزانو ہو کر بیٹھنے سے ترجیح باب لکھا اور ثابت ہوا کہ شاگرد کو استاد کا ادب ہے وہ وقت لمحظہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ با ادب با فیض بے ادب بے فیض، حضرت عمر بن الخطاب کا مذہب ان بیان سن کر آپؐ کا غصہ جاتا رہا اور آپؐ خاموش ہو گئے۔

### باب اس بارے میں کہ کوئی شخص سمجھانے کے لئے (ایک) بات کو تین مرتبہ دہراتے تو یہ ٹھیک ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”لا وقول الزور“ اس کو تین بار

### ۳۰- بَابُ مَنْ أَعَادَ الْمَهِنَّاثَ ثَلَاثَةَ

### لِتَفْهَمَ عَنْهُ

فَقَالَ: (أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ)، فَمَا زَالَ

وہ راتے رہے اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو پنچا بیان کیا، ان سے عبد الصمد نے تین مرتبہ وہ رایا۔

(۹۳) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبد الصمد نے، ان سے عبد اللہ بن مثنی نے، ان سے شامہ بن عبد اللہ بن انس نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار دہراتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔

یکررہا و قالَ أَبْنُ عَمْرٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ بَلَفَتْ)) ؟ لَلَا.

۹۴- حدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ: حدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمْدِ قَالَ: حدَّثَنَا عَبْدُهُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ الْمُقْتَشِي قَالَ: حدَّثَنَا ثَمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنْسٍ عَنْ أَنْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثَةً، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعْدَاهَا ثَلَاثَةً حَتَّى تَفَهَّمَ عَنْهُ.

[طرفہ فی : ۹۵، ۶۲۴۴]

(۹۵) ہم سے عبدہ نے بیان کیا، ان سے عبد الصمد نے، ان سے عبد اللہ بن مثنی نے، ان سے شامہ بن عبد اللہ بن انس نے، انسوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کوئی کلمہ ارشاد فرماتے تو اسے تین بار لوٹاتے یہاں تک کہ خوب سمجھ لیا جاتا۔ اور جب کچھ لوگوں کے پاس آپ تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

(۹۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے ابی بشر کے واسطے سے بیان کیا، وہ یوسف بن مالک سے بیان کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمروؓ نے تین سے وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہمارے قریب پہنچے۔ تو عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا یا تنگ ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے۔ ہم اپنے پیروں پر پانی کا ہاتھ پھیرنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ آگ کے عذاب سے ان ایڑیوں کی (جو خنک رہ جائیں) خرابی ہے۔ یہ دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔

۹۵- حدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ الصَّمْدِ قَالَ: حدَّثَنَا عَبْدُهُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ الْمُقْتَشِي قَالَ: حدَّثَنَا ثَمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعْدَاهَا ثَلَاثَةً حَتَّى تَفَهَّمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثَةً۔ [راجح: ۹۴]

۹۶- حدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشَرٍّ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: تَحَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ سَافَرَنَا، فَأَذْكَرَهُ وَقَدْ أَرْهَقَنَا الصَّلَاةُ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَنَعْنَوْنَ تَوَضُّعًا، فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا، فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: ((وَنَلِيلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)) مَرْتَبَنِ أَوْ ثَلَاثَةً۔ [راجح: ۶۰]

تشریحات: ان احادیث سے حضرت امام بخاریؓ نے یہ نکلا کہ اگر کوئی محدث سمجھانے کے لئے ضرورت کے وقت حدیث کو کمر بیان کرے یا طالب علم ہی استاد سے دوبارہ یا سے بارہ پڑھنے کو کہ تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ تین بار سلام اس حالت میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔ امام بخاریؓ اس حدیث کو کتاب الاستیدان میں

بھی لائے ہیں، اس سے بھی یہی نکتا ہے۔ ورنہ یہیش آپ کی یہ عادت نہ تھی کہ تین ہار سلام کرتے، یہ اسی صورت میں تھا کہ گھر والے پہلا سلام نہ سن پاتے تو آپ دوبارہ سلام کرتے اگر پھر بھی وہ جواب نہ دیتے تو تیسرا دفعہ سلام کرتے، پھر بھی جواب نہ ملتا تو آپ واپس ہو جاتے۔

### باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی باندی اور گھر والوں کو تعلیم دینا (ضروری ہے)

(۹۷) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں محاربی نے خبر دی، وہ صالح بن حیان سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا عامر شعبی نے بیان کیا، کماں سے ابو بردہ نے اپنے باپ کے داسٹے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے لئے دو گناہ جر ہے۔ ایک وہ جو اہل کتاب سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے اور (دوسرے) وہ غلام جو اپنے آقا اور اللہ (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرا) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لوئڑی ہو۔ جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے تربیت دے تو اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمرہ تعلیم دے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لئے دو گناہ جر ہے۔ پھر عامر نے (صالح بن حیان سے) کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت کے سنادی ہے (ورنہ) اس سے کم حدیث کے لئے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔

### ۳۱ - بَابُ تَعْلِيمِ الرَّجُلِ امَّةٌ وَأَهْلَةٌ

- ۹۷ - حَذَّرَنَا مُحَمَّدٌ - هُوَ أَنْنُ سَلَامُ - قَالَ أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: قَالَ عَامِرُ الشَّعْبِيُّ حَذَّرَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((نَلَّةَةَ لَهُمْ أَجْرَانٍ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَمْنَ بِنِيَّهُ وَآمِنْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَأَقْبَلَ الْمَلُوكُ إِذَا أَذْى حَقَّ اللَّهِ وَحْقَ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَ عِنْدَهُ أُمَّةٌ يَطْلَاهَا فَادْتَهَا فَأَخْسَنَ تَادِيَّهَا، وَعَلَمَهَا فَأَخْسَنَ تَعْلِيمَهَا، نُمْ أَعْقَفَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانٍ)). لَمْ قَالَ عَامِرٌ: أَغْنَيْتَنَا كَهْنَهُ شَيْءًا، فَلَدُّكَ يُرِكَبُ فِينَا ذُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

[اطرافہ فی : ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۲۵۵۱]

. [۵۰۸۳، ۳۴۴۶، ۳۰۱۱]

**تَسْبِيحٌ** حدیث سے باب کی مطابقت کے لئے لونڈی کا ذکر صریح موجود ہے اور یہی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ مراء ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعلیم کے ساتھ تاویب یعنی ادب سکھانا اور عمرہ تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ اگر علم کے ساتھ عمرہ تربیت نہ ہو تو ایسے علم سے پورا فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اسلاف امت ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرتے اور بے حد مشقش اخلاقیاً کرتے تھے۔ شارحین بخاری کہتے ہیں و انما قال هذا ليكون ذالك الحديث عنده بمنزلة عظيمة وبحفظه باهتمام بليغ فان من عادة الانسان ان الشيني الذى يحصله من غير مشقة لا يعرف قدره ولا يهتم بحفظه يعني عامر نے اپنے شاگرد صالح سے یہ اس لئے کہا کہ وہ حدیث کی قدر و منزلت کو پچانیں اور اسے اہتمام کے ساتھ یاد رکھیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ بغیر مشقت حاصل ہونے والی چیز کی وہ قدر نہیں کرتا اور نہ پورے صور پر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

۳۲- بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ السَّيَّاءَ

باب اس بارے میں کہ امام کا عورتوں کو بھی نصیحت کرنا اور  
تَعْلِيمٍ وَنِيَّا (ضروری ہے)

(۹۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ایوب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، انہوں نے ابن عباس پیر حبیب سے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں، یا عطاء نے کہا کہ میں ابن عباس پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر مردوں کی صفوں میں سے) نکلے اور آپ کے ساتھ بلال بن علی تھے۔ آپ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا۔ تو آپ نے انہیں علیحدہ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی (اور کوئی عورت) انکو بھی ڈالنے لگی اور بلال اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔ اس حدیث کو اسماعیل بن علیہ نے ایوب سے روایت کیا، انہوں نے عطاء سے کہ ابن عباس پیر حبیب نے یوں کہا کہ میں آنحضرت پر گواہی دیتا ہوں (اس میں شک نہیں ہے) امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگلا باب عام لوگوں سے متعلق تھا اور یہ حاکم اور امام سے متعلق ہے کہ وہ بھی عورتوں کو وعظ سنائے۔

**شیخ** اس حدیث سے مسئلہ باب کے ساتھ عورتوں کا عید گاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ جو لوگ اس کے مخالف ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایسی چیز کا انکار کر رہے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صورت تھی۔ یہ امر تھیک ہے کہ عورتوں پر وہ اور ادب و شرم و حیا کے ساتھ جائیں۔ کیونکہ بے پروگی بہر حال بری ہے۔ مگر سنت نبوی کی مخالفت کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں ہے۔

باب علم حدیث حاصل کرنے کی حرص کے بارے میں۔

(۹۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان نے عمرو بن ابی عمرو کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ سعید بن ابی سعید المقبری کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کے

وَتَعْلِيمِهِنَّ

۹۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَفَعَةُ عَنْ أَبْيَوبَ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسَ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ - أَوْ قَالَ عَطَاءُ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ وَمَعْهُ بَلَالٌ لَفْنَنَ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعْ النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمْرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ لَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِيَ الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَبِلَالٌ يَأْعُذُ فِي طَرْفِ قَوْبَهِ .

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَبْيَوبَ عَنْ عَطَاءِ وَقَالَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ . [اطرافہ فی : ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۴۹، ۱۴۳۱، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۲، ۷۳۲۵] .

۳۳- بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيثِ

۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيْرِيِّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرِو عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ

ملے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یا ب میری شفاعت سے وہ شخص ہو گا جو سچے دل سے یا صحیح جی سے "لا الہ الا اللہ" کے گا۔

**رسول اللہ ﷺ:** ((لَقَدْ ظَنَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِزْصَكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدَ النَّاسَ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِي، أَوْ نَفْسِي)).

[طرفة فی : ۶۵۷۰]

**لِشَرِيفِهِ** حدیث شریف کا علم حاصل کرنے کے لئے آخرت میں ہم نے حضرت ابو ہریرہ کی تحسین فرمائی۔ اسی سے الحمدیث کی نصیلت ثابت ہوتی ہے۔ دل سے کہنے کا مطلب یہ کہ شرک سے بچے، کیونکہ جو شرک سے نہ بچا وہ دل سے اس کلہ کا قائل نہیں ہے اگرچہ زبان سے اسے پڑھتا ہو۔ جیسا کہ آج کل بست سے قبروں کے پیغمباری نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے۔

### باب اس بیان میں کہ علم کس طرح اٹھا لیا جائے گا؟

اور (ظیفہ خامس) حضرت عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی حدیثیں ہوں، ان پر نظر کرو اور انہیں لکھ لو، کیونکہ مجھے علم دین کے ملنے اور علماء دین کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی حدیث قول نہ کرو اور لوگوں کو چاہئے کہ علم پھیلائیں اور (ایک جگہ جم کر) بیٹھیں تاکہ جاہل بھی جان لے اور علم چھپانے ہی سے ضائع ہوتا ہے۔ ہم سے علاء بن عبد الجبار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن مسلم نے عبد اللہ بن دینار کے واسطے سے اس کو بیان کیا یعنی عمر بن عبد العزیز کی حدیث ذہاب العلماء تک۔

### ٤- بَابُ كَيْفَ يَقْبَضُ الْعِلْمُ

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَنْدَلْغَزِيرِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: انْظُرْ مَا تَكَانَ مِنْ حَدِيثٍ رَسُولِ اللَّهِ فَاقْتِبِهِ، فَإِنِّي جَخْتَ ذُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ. وَلَا تُسْتَبِلْ إِلَّا حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ. وَلِيَفْشُوا الْعِلْمَ. وَلِيَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ، فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًا. حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْدَلْغَزِيرِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرِ بْنِ عَبْدِ الْغَزِيرِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ.

مقصد یہ ہے کہ پڑھنے پڑھانے ہی سے علم دین باقی رہ سکے گا۔ اس میں کوئی ہرگز نہ ہوئی چاہیے۔

(۱۰۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے مالک نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص میں بتاتے سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ

۱۰۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوفِيسِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ بْنِ عَزْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ

لشیخ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ عالم کو اس طرح نہیں اٹھا لے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (چختے کار) علماء کو موت دے کر عالم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوالات کے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لئے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ فربی نے کہا ہم سے عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے قتیبہ نے، کہا ہم سے جریر نے، انہوں نے ہشام سے مانند اس حدیث کے۔

قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِنْ تَرَأَّسَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَاهِدِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعَلَمَاءِ حَتَّىٰ إِذَا لَمْ يُقِيقْ عَالِمًا أَتَخْذِ النَّاسَ رُؤُوسًا جَهَلًا فَسُبِّلُوا فَاقْتُلُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضُلُّوا وَأَضْلُّوا)). قال الفتنی حدثنا عباس قال: حدثنا قتيبة قال حدثنا جرير عن هشام نحوه.

[طرفة في : ۷۳۰۷]

**لشیخ** پختہ عالم جو دین کی پوری سمجھ بھی رکھتے ہوں اور احکام اسلام کے دقائق و مواقع کو بھی جانتے ہوں، ایسے پختہ دماغ علماء ختم ہو جائیں گے اور سطحی لوگ مدعاں علم باقی رہ جائیں گے جو نا سمجھی کی وجہ سے محض تقید جادہ کی تاریکی میں گرفتار ہوں گے اور ایسے لوگ اپنے غلط فتوویں سے خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ یہ رائے اور قیاس کے ولد اور ہوں گے۔ یہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر فریری کی روایت ہے جو حضرت امام بخاریؓ کے شاگرد ہیں اور صحیح بخاری کے اولین راوی یہی فربی رہنگری ہیں۔ بعض روایتوں میں بغیر علم کی جگہ برائیہم بھی آیا ہے۔ یعنی وہ جاہل مدعاں علم اپنی رائے قیاس سے فتویٰ دیا کریں گے۔ قال العینی لا يختص هذا بالمعتدين بل عام للقضاء الجاهلين یعنی اس حکم میں نہ صرف مفتی بلکہ عالم جاہل قاضی بھی داخل ہیں۔

### باب اس بیان میں کہ کیا عورتوں کی تعلیم کے لئے کوئی

خاص دن مقرر کیا جا سکتا ہے؟

(۱۰۱) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابن الصہابی نے، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے سنا، وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ (آپؐ سے فائدہ اٹھانے میں) مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لئے آپؐ اپنی طرف سے ہمارے (وعظ کے) لئے (بھی) کوئی دن خاص فرمادیں۔ تو آپؐ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ اس دن عورتوں سے آپؐ نے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور (مناسب) احکام سنائے جو کچھ آپؐ نے ان سے فرمایا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ جو کوئی عورت تم میں سے (اپنے) تین (لڑکے) آگے بھیج دے گی تو وہ اس کے لئے دوزخ سے بناہ بن جائیں گے۔ اس پر

### ۳۵- بَابُ هُلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ

عَلَىٰ حِدَةِ فِي الْعِلْمِ؟

۱۰۱ - حدثنا آدم قال: حدثنا شعبة قال: حدثني ابن الأصباني قال: سمعت أبا صالح ذكره أن يخذل عن أبي سعيد الخذري: قال: قالت النساء للنبي ﷺ غلبتنا عليك الرجال، فاجعل لنا يوماً من نفسيك. فوعدهن يوماً لقيهن فيه فوعدهن وأمرهن، فكان فيما قال لهم: ((ما منك امرأة تقدّم ثلاثة من ولديها إلا كان لها حجابها من النار)). فقالت امرأة: والثانية؟ فقال: ((والثانية)).

ایک عورت نے کہا، اگر دو (بچے بھیج دے) آپ نے فرمایا ہاں! اور دو (کا بھی یہ حکم ہے)

[طرفہ فی : ۱۲۴۹ ، ۷۳۱۰] .

**لشیخ** یعنی دو معصوم بچوں کی موت مال کے لئے بخشش کا سبب بن جائے گی۔ پہلی مرتبہ تین بچے فرمایا، پھر دو اور ایک اور حدیث میں ایک بچے کے انقال پر بھی یہ بشارت آئی ہے۔ آخر صرفت **لشیخ** نے عورتوں کو ایک مقررہ دن میں یہ وعدہ فرمایا۔ اسی لئے حضرت امام بخاریؓ کے قائم کردہ باب اور حدیث میں مطابقت پیدا ہوئی۔ دو بچوں کے بارے میں سوال کرنے والی عورت کا نام ام سلیم تھا۔ کچھ بچے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

(۱۰۲) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غدر نے، ان سے شعبہ نے عبدالرحمن بن الاصبهانی کے واسطے سے بیان کیا، وہ ذکوان سے، وہ ابوسعید سے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ **لشیخ** سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور (دوسری سند میں) عبدالرحمن الاصبهانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوحازم سے نہ، وہ ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسے تین (بچے) جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

۱۰۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُدَّرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: (ثَلَاثَةٌ لَمْ يَلْغُوا الْحِجْنَثَ).

[طرفہ فی : ۱۲۵۰]

**لشیخ** امام بخاریؓ یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید اور ایک راوی ابن الاصبهانی کے نام کی وضاحت کے لئے لائے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے بچے کی موت کا کافی رنج ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بچے کی موت مال کی بخشش کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔

باب اس بارے میں کہ ایک شخص کوئی بات نے اور نہ سمجھے تو دوبارہ دریافت کر لے تاکہ وہ اسے (اچھی طرح

۳۶ - بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْنَا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَهُ حَتَّى يَعْرُفَهُ

سمجھ لے یہ جائز ہے۔

(۱۰۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں نافع بن عمر نے خبر دی، انہیں ابی ملیکہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ جب کوئی ایسی پاتیں شنیں جس کو سمجھنے پاتیں تو دوبارہ اس کو معلوم کرتیں تاکہ سمجھ لیں۔ چنانچہ (ایک مرتبہ) بھی کریم **لشیخ** نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب کیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ علیہ فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟ رسول اللہ **لشیخ** نے فرمایا کہ یہ صرف (اللہ کے دوبار میں)

۱۰۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ أَبِي مَلِكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْنَا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ، وَأَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حُوَسِبَ عَذْبَ)) قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَلَّتْ: أَوَّلَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: 『فَسَوْفَ يَحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا』) قَالَتْ: فَقَالَ ((إِنَّمَا ذَلِكَ

الغرض، ولَكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ  
پیشی کا ذکر ہے۔ لیکن جس کے حساب میں جانچ پر ٹال کی گئی (صحبوہ وہ  
غارت ہو گیا۔) یعنی (یہ نہیں کیا۔)

[اطرافہ فی : ۴۹۳۹ ، ۶۵۳۶ ، ۶۵۳۷] .

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شوق علم اور سمجھ داری کا ذکر ہے کہ جس مسئلہ میں انہیں الجھن ہوتی، اس کے بارے میں وہ رسول اللہ ﷺ سے بے تکلف دوبارہ دریافت کر لیا کرتی تھیں۔ اللہ کے بیان پیشی تو سب کی ہو گی، مگر حساب فتنی جس کی شروع ہو گئی وہ ضرور گرفت میں آجائے گا۔ حدیث سے ظاہر ہوا کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو شاگرد استاد سے دوبارہ سہ بارہ پوچھ لے، مگر کوئی جھتی کے لئے بار بار غلط سوالات کرنے سے ممانعت آئی ہے۔

بابُ لِيُبَلِّغُ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ  
علم پہنچائیں، یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب  
حضرت رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔ (اور بخاری  
کتاب الحج میں یہ تعلیق باسناد موجود ہے)

(۱۰۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے یہ شے، ان  
سے سعید بن ابی سعید نے، وہ ابو شریخ سے روایت کرتے ہیں کہ  
انہوں نے عمرو بن سعید (والی مدینہ) سے جب وہ مکہ میں (ابن زیمر سے  
لڑنے کے لئے) فوجیں بھیج رہے تھے کہا کہ اے امیر! مجھے آپ  
اجازت دیں تو میں وہ حدیث آپ سے بیان کر دوں، جو رسول اللہ  
ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس (حدیث) کو  
میرے دونوں کانوں نے سن اور میرے دل نے اسے یاد رکھا ہے اور  
جب رسول اللہ ﷺ یہ حدیث فرمائے تھے تو میری آنکھیں آپ کو  
دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے (پہلے) اللہ کی حمد و شایان کی، پھر فرمایا کہ مکہ  
کو اللہ نے حرام کیا ہے، آدمیوں نے حرام نہیں کیا۔ تو (سن لو) کہ کسی  
شخص کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے  
کہ مکہ میں خون ریزی کرے، یا اس کا کوئی پیڑ کاٹے، پھر اگر کوئی اللہ  
کے رسول (کے لئے) کی وجہ سے اس کا جواز نکالے تو اس سے کہہ  
دو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے اجازت دی تھی، تمہارے لئے  
نہیں دی اور مجھے بھی دن کے کچھ لمحوں کے لئے اجازت ملی تھی۔ آج

٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ :  
حَدَّثَنِي الْأَنْبِيثُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِينَةُ هُوَ ابْنُ  
أَبِي سَعِينَةِ عَنْ أَبِي شَرِيعَ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو  
بْنِ سَعِينَةَ - وَهُوَ يَعْصُمُ الْبَعُوثَ إِلَى مَكَةَ  
- الَّذِنْ لِي أَيْهَا الْأَمِيرُ أَخْذَنِكَ قَوْلًا قَامَ  
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْفَدَهُ مِنْ يَوْمِ الْفَقْعَ  
سَعْيَتْهُ أَذْنَابِي وَوَعَاهَ قَلْبِي، وَأَبْصَرَتْهُ  
عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمْدَ اللَّهِ وَأَثْنَى  
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : ((إِنَّ مَكَةَ حَرَمَهَا اللَّهُ  
وَلَمْ يَحْرِمْهَا النَّاسُ، فَلَا يَجُلُّ لِامْرِيءٍ  
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْنِفَ بِهَا  
دَمًا، وَلَا يَعْصِدُ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحْدَ  
تَرَّحْصَ لِيَتَالِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهَا فَقُولُوا :  
إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذِنْ لِكُمْ،  
وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، ثُمَّ

اس کی حرمت لوٹ آئی، جیسی کل تھی۔ اور حاضر غائب کو (یہ بات) پہنچا دے۔ (یہ حدیث سننے کے بعد راوی حدیث ابو شریع سے پوچھا گیا کہ (آپ کی یہ بات سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ کماں یوں کہ اے (ابو شریع!) حدیث کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مگر حرم (مکہ) کسی خطا کار کو یا خون کر کے اور فتنہ پھیلا کر بھاگ آنے والے کو پناہ نہیں

عَادَتْ حَرْمَهَا الْيَوْمَ كَحُرْمِهَا بِالْأَفْسِ،  
وَلَيَلْغِي الشَّاهِدُ الْفَاقِبُ). فَقَيْلَ لِأَبِي  
شَرِيعٍ : مَا قَالَ عَمْرُو؟ قَالَ: أَنَا أَغْلَمُ  
مِنْكَ يَا أَبَا شَرِيعٍ، إِنَّ مَكَّةَ لَا تُعِينُ  
عَاصِيَا، وَلَا فَارًا بِدَمِ، وَلَا فَارًا بِخَرْبَةٍ.

[طرا فہ فی : ۱۸۳۲، ۴۲۹۵]

**لِشَرِيعَ** عمرو بن سعید یزید کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، انہوں نے حضرت ابو شریع سے حدیث نبوی سن کر تاویل سے کام لیا اور صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو باعی فسادی قرار دے کر کہ شریف پر فوج کشی کا جواز نکلا حالانکہ ان کا خیال بالکل غلط تھا۔ حضرت ابن زبیرؓ باعی تھے نہ فسادی تھے۔ نص کے مقابلہ پر رائے و قیاس و تاویلات فاسدہ سے کام لینے والوں نے یہی شہ اسی طرح فسادات برپا کر کے اہل حق کو ستایا ہے۔ حضرت ابو شریع کا نام خوبیہ بن عمر بن مخرج ہے اور بخاری شریف میں ان سے صرف تین احادیث مروی ہیں۔ ۶۸ میں آپ نے انتقال فرمایا رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے حرم کہ شریف کو اپنے لیے جائے پناہ بنا لیا تھا۔ اسی لئے یزید نے عمرو بن سعید کو کہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید کیے گئے۔ اور حرم کہ کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ انا اللہ وانا الیہ الراجعون۔ حضرت زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے نواسے تھے۔ آج کل بھی اہل بدعت حدیث نبوی کو ایسے بہانے نکال کر درکردیتے ہیں۔

(۱۰۵) ہم سے عبداللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے حمدانے ایوب کے واسطے سے نقل کیا، وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے (یوں) فرمایا، تمہارے خون اور تمہارے مال، محمد کتے ہیں کہ میرے خیال میں آپؐ نے اعراضکم کا لفظ بھی فرمایا۔ (یعنی) اور تمہاری آب و میں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس میں میں۔ سن لو! یہ خبر حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اور محمد (راوی حدیث) کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ (پھر) دوبارہ فرمایا کہ کیا میں نے (اللہ کا یہ حکم) تمہیں نہیں پہنچا دیا۔

مقصد یہ کہ میں اس حدیث نبوی کی تقلیل کر چکا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے جمعۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا، دوسری حدیث میں تفصیل سے اس کا ذکر آیا ہے۔

باب اس بیان میں کہ رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے کا گناہ کس درجے کا ہے۔

۳۸- بَابُ إِنَّمَا مِنْ كَذَبَ  
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

(۱۰۶) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں منصور نے انہوں نے ربیعی بن حراش سے سنا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جھوٹ مت بولو۔ کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو۔

یعنی مجھ پر جھوٹ باندھنے والے کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں داخل ہونے کو تیار رہے۔

(۱۰۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے ان سے جامع بن شداد نے وہ عامر بن عبد اللہ بن زیر سے اور وہ اپنے باپ عبد اللہ بن زیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے باپ یعنی زیر سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں سنیں۔ میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جنم میں بنائے۔

۱۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شَبَّةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْصُورٌ قَالَ : سَمِعْتُ رَبِيعَيْ بْنَ حِرَاشَ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا تَكْذِبُوا عَلَيْنِي، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلَيُلْبِغَ النَّارَ)).

۱۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ : حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قُلْتُ لِلرَّبِيعِ : إِنِّي لَا أَسْتَعْكُ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا يَحْدُثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ . قَالَ : أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَرِقْهُ ، وَلَكِنْ سَمِعْتَهُ يَقُولُ : ((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلَيُبَثُّ مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ)).

اسی لئے میں حدیث رسول بیان نہیں کرتا کہ مبدأ کیس غلط بیانی نہ ہو جائے۔

(۱۰۸) ہم سے ابو عمر نے بیان کیا، ان سے عبد الوارث نے عبد العزیز کے واسطے سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے بت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانا جنم میں بنائے۔

۱۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ : قَالَ أَنْسُ : إِنَّهُ لِيَنْعَنِي أَنْ أَحَدُكُمْ حَدَّثَنَا كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((مَنْ تَعْمَدَ عَلَيْيَ كَذِبًا فَلَيُبَثُّ مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ)).

(۱۰۹) ہم سے کلی ابن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کی تو وہ اپنا ٹھکانا جنم میں بنائے۔

۱۰۹ - حَدَّثَنَا الْمَكْتَمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَبِيدٍ عَنْ سَلَمَةَ هُوَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ يَقُلْ عَلَيْيَ مَا لَمْ أَقُلْ فَلَيُبَثُّ مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ)).

یہ حضرت امام بخاریؓ کی پہلی ملائی حدیث ہے۔ ملائی وہ حدیث ہیں جن میں رسول کشم ﷺ اور امام بخاریؓ تک درمیان میں صرف تین ہی روایی ہوں۔ ایسی حدیثوں کو ملائیات امام بخاریؓ کہا جاتا ہے۔ اور جامع الصحیح میں ان کی تعداد صرف بائیس ہے۔ یہ

فضیلت امام بخاری ”کے دوسرے ہم عمر علماء جیسے حضرت امام مسلم وغیرہ ہیں ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ صاحب انوار الباری نے یہاں ملائیات امام بخاری ”کا ذکر کرتے ہوئے شایعات امام ابو حنفہ کے لیے مسند امام عظیم نامی کتاب کا حوالہ دے کر حضرت امام بخاری پر حضرت امام ابو حنفہ کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ فتن حدیث میں حضرت امام ابو حنفہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے اور مسند امام عظیم نامی کتاب محدث خوارزمی کی جمع کردہ ہے جو ۲۷۳ھ میں رائج ہوئی (ستان الحدیث میں) (۵)

(۶۰) ہم سے موئی نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے ابی حسین کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو ہریرہؓ سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے کہ (اپنی اولاد) کا میرے نام کے اوپر نام رکھو۔ مگر میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو بلاشبہ اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا تلاش کرے۔

۱۱۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِيهِ حَصِينٍ عَنْ أَبِيهِ صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَسْمُوا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتُبُوا بِكُنْتَهِي، وَمَنْ رَأَيَ فِي الْمَنَامِ فَقَذَ رَأْيَهُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي. وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلَيَتَبَوَّأْ مَقْعِدَةً مِنَ النَّارِ)).

[اطرافہ فی : ۳۵۳۹، ۶۱۸۸، ۶۱۹۷، ۶۹۹۳]

**لشیخ** ان مسلسل احادیث کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف لوگ غلط بات منسوب کر کے دنیا میں خلق کو گمراہ نہ کریں۔ یہ حدیثیں بجائے خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عام طور پر احادیث نبوی کا ذخیرہ مفسد لوگوں کے دست برد سے محفوظ رہا ہے اور جتنی احادیث لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑیں تھیں ان کو علماء حدیث نے صحیح احادیث سے الگ چھانٹ دیا۔ اسی طرح آپؐ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ خواب میں اگر کوئی شخص میری صورت دیکھے تو وہ بھی صحیح ہوئی چاہیے، کیونکہ خواب میں شیطان رسول اللہ ﷺ کی صورت میں نہیں آسکا۔

موضوع اور صحیح احادیث کو پرکھنے کے لیے اللہ پاک نے جماعت محمدیں خصوصاً حضرت امام بخاری و مسلم بخاری جیسے اکابر امت کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے اس فن کی وہ خدمت کی کہ جس کی امام سابقہ میں نظریں نہیں مل سکتی، علم الرجال و قوانین جرج و تعلیل وہ ایجاد کیے کہ قیامت تک امت مسلمہ ان پر فخر کیا کرے گی مگر صد افسوس کہ آج چودھویں صدی میں کچھ ایسے بھی متخصب مقلد جامد وجود میں آگئے ہیں جو خود ان بزرگوں کو غیر فقیہ ناقابل اعتماد نہ سرا رہے ہیں، ایسے لوگ محض اپنے مزعومہ تقدیمی مذاہب کی حمایت میں ذخیرہ احادیث نبوی کو مخلوق کیا کر اسلام کی جزوں کو کوکھلا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ دے۔ آئین۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاریؓ کو غیر فقیہ زد درجہ بنجاتے والے خود بے سمجھ ہیں جو چھوٹا منہ اور بڑی بات کہ کراپنی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کی مقام کی تفصیل میں جاتے ہوئے صاحب انوار الباری نے جماعت اہلحدیث اور اکابر اہلحدیث کو بار بار لفظ جماعت فیر مقلدین سے جس طرز و توجیہ کے ساتھ یاد کیا ہے وہ حد درجہ قتل مذمت ہے مگر تقلید جامد کا اثر ہی یہ ہے کہ ایسے متخصب حضرات نے امت میں بہت سے اکابر کی توجیہ و تحفیض کی ہے۔ قدیم الدیام سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ معاندین نے تو محلہ کو بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو ہریرہؓ عقبہ بن عامر، انس بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم کو غیر فقیہ نہ سرا رہا۔

## ٤٠ - باب کِتابةِ العلم

## باب (وینی) علم کو قلم بند کرنے کے جواز میں۔

(۱۱۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہیں وکیع نے سفیان سے خبر دی، انہوں نے مطرف سے سنا، انہوں نے "بعنی" سے، انہوں نے ابو حیفہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی ذئب سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی (اور بھی) کتاب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مگر اللہ کی کتاب قرآن ہے یا پھر فہم ہے جو وہ ایک مسلمان کو عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا، اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، دست اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلمان کافر کے بد لے قتل نہ کیا جائے۔

۱۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامَ قَالَ: أَخْبَرَنَا وَكَيْنَعُ عَنْ سَفِيَّانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ الشَّفَّاعِيِّ عَنْ أَبِي جَحْنِيفَةَ قَالَ: قُلْتُ لَعَلَى هَذِهِ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا إِلَّا كِتَابٌ لِلَّهِ، أَوْ فَهُمْ أَغْطِيَةٌ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ قُلْتُ: وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعُقُولُ، وَكَلَّا كَالْأَسْيَرِ، وَلَا يُقْلِلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

[اطرافہ فی : ۱۸۷۰، ۳۰۴۷، ۴۱۷۲، ۶۹۱۵، ۶۷۵۵، ۶۹۰۳، ۳۱۷۹]

. [۷۳۰]

بُت سے شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت علی بن ابی ذئب کے پاس کچھ ایسے خاص احکام اور پوشیدہ باتیں کسی صحیفے میں درج ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی اور کوئی نہیں بتائیں، اس لیے ابو حیفہ نے حضرت علی بن ابی ذئب سے یہ سوال کیا اور آپ نے صاف لفظوں میں اس خیال باطل کی تردید فرمادی۔

(۱۱۲) ہم سے ابو نعیم الفضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے شیبان نے تیجی کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو سلمہ سے، وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزانہ (کے کسی شخص) نے بنویش کے کسی آدمی کو اپنے کسی مقتول کے بد لے میں مار دیا تھا، یہ فتح مکہ والے سال کی بات ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی، آپ نے اپنی اوپنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ نے مکہ سے قتل یا ہاتھی کو روک لیا۔ امام بخاریؓ فرماتے ہیں اس لفظ کو شک کے ساتھ " سبحانی" ابو نعیم وغیرہ نے القتل اور افیل کہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ افیل کہتے ہیں۔ (پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ اللہ نے ان پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غالب کر دیا اور سمجھ لوا کرو (مکہ) کسی کے لیے حلال نہیں ہوا۔ نہ بحث سے پہلے اور نہ (آئندہ) کبھی ہو گا اور میرے لیے بھی صرف دن کے تھوڑے سے حصہ کے لیے حلال کر دیا گیا تھا۔

۱۱۲ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ الْفَضْلُ بْنُ دَكْيَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خَزَانَةً قُتِلَوْا رَجُلًا مِنْ بْنِ لَيْثٍ عَامَ فَتَحَّ مَكَّةَ بِقَتْلِهِ مِنْهُمْ قُتْلَوْهُ، فَأَخْبَرَ بَنْدِلَكَ النَّبِيَّ ﷺ فَرَكِبَ رَاحْلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ - أَوْ الْفَيلَ). قَالَ مُحَمَّدٌ وَجَعَلَهُ عَلَى شَكْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ - وَسَلَطَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُؤْمِنُونَ. أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحْلِ لِأَحَدٍ قَبْلِيَ، وَلَا تَحْلِ لِأَحَدٍ بَعْدِيَ. أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ. أَلَا وَإِنَّهَا سَاعَقَيْ هَذِهِ حَرَامًا : لَا يُخْتَلِي

سن لو کہ وہ اس وقت حرام ہے۔ نہ اس کا کوئی کاٹنا تو زاجائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں اور اس کی گری پڑی چیزیں بھی وہی اٹھائے جس کا منشاء یہ ہو کہ وہ اس شے کا تعارف کرادے گا۔ تو اگر کوئی شخص مارا جائے تو (اسکے عزیزوں کو) اختیار ہے دو باتوں کا، یادیت لیں یا بدلتے۔ اتنے میں ایک یمنی آدمی (ابوشہ نای) آیا اور کہنے لگا (یہ مسائل) میرے لئے لکھوا دیجئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ ابو قلاں کیلئے (یہ مسائل) لکھ دو۔ تو ایک قریشی شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! مگر اذ خر (یعنی اذ خر کانے کی اجازت دے دیجئے) کیونکہ اسے ہم گروں کی چھوٹوں پر ڈالتے ہیں۔ (یا مٹی ملا کر) اور اپنی قبروں میں بھی ڈالتے ہیں

(یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (ہاں) مگر اذ خر، مگر اذ خر

شوٹکھا، ولا یغصہ شجرہا، ولا تُلْقَطْ ساقطہا الا لِمُنْشِدٍ۔ فَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَبْيلٌ فَهُوَ بَخِيرُ النَّظَرِينَ إِنَّمَا أَنْ يُعْقَلُ، وَإِنَّمَا أَنْ يُقَادَ أَهْلَ الْقَبْيلِ)). فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: أَكْتُبْ لِي يا رسول اللہ۔ فَقَالَ: ((أَكْتُبُوا لِأَبِي فَلانِ)). فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيشٍ: إِلَّا الإِذْخِرْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمَّا نَجَعَلْلُهُ فِي بَيْوتِنَا وَقَبُورِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((إِلَّا الإِذْخِرْ)).

[طرفہ فی : ۲۴۳۴ ، ۶۸۸۰]

یعنی اس کے اکھائیں کی اجازت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یمنی مسائل کی درخواست پر یہ جملہ مسائل اس کے لئے قلم بند کروا دیے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تدوین احادیث و کتابت احادیث کی بنیاد خود زمانہ نبوی سے شروع ہو جکی تھی، جسے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ترقی دی گئی۔ پس جو لوگ احادیث نبوی میں ایسے شکوک و شبہات پیدا کرتے اور ذخیرہ احادیث کو بعض بھیوں کی گھرنت باتاتے ہیں، وہ بالکل جھوٹے کذب اور مفتری بلکہ دشمن اسلام ہیں، ہرگز ان کی خرافات پر کان نہ دھرنا چاہیے۔ جس صورت میں قتل کا لفظ مانا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ پاک نے مکہ والوں کو قتل سے بچا لیا۔ بلکہ قتل و غارت کو یہاں حرام قرار دے دیا۔ اور لفظ فیل کی صورت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک کی سورہ فیل میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سال ولادت میں جیش کا بادشاہ اہرہ نای بہت سے ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا مگر اللہ پاک نے راستے ہی میں ان کو ابائل پرندوں کی نکلیوں کے ذریعہ ہلاک کر دیا۔

(۱۱۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے وہب بن منبه نے اپنے بھائی کے واسطے سے خردی دہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں عبد اللہ بن عمرو رض کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں تھا، مگر وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ دوسری سند سے معمر نے وہب بن منبه کی متابعت کی، وہ حمام سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

۱۱۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّاً قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُو قَالَ: أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مَنْبَهٍ عَنْ أَحْيَيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدَّيْدَنَا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ۔ تَابِعَةُ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

اس سے مزید وضاحت ہو گئی کہ زمانہ نبوی میں احادیث کو بھی لکھنے کا طریقہ جاری ہو چکا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے سمجھے کہ عبد اللہ بن عمرو نے مجھ سے زیادہ احادیث روایت کی ہوں گی، مگر بعد کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رض کی مرویات پانچ ہزار سے زائد

آخوند حضرت مسیح بن موسی الرضا کی دعا کے صدقہ میں ملا تھا۔

(۱۱۳) ہم سے بھی بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے اب وہ بے انسیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن عبد اللہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے مرض میں شدت ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سلامان کتابت لاوتا کہ تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں، تاکہ بعد میں تم گمراہ نہ ہو سکو، اس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے (لوگوں سے) کہا کہ اس وقت آپؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن موجود ہے جو ہمیں (ہدایت کے لیے) کافی ہے۔ اس پر لوگوں کی رائے مختلف ہو گئی اور شور و غل زیادہ ہونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو، میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ بے شک مصیبت بڑی سخت مصیبت ہے (وہ چیز جو) ہمارے اور رسول ﷺ کے اور آپؐ کی تحریر کے درمیان حاکل ہو گئی۔

١١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَجْهُهُ قَالَ: ((أَنْتُنِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لِكُمْ كِتَابًا لَا تَصِلُوا بَعْدَهُ)). قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَةُ الْوَجْهِ، وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا. فَاخْتَلَفُوا، وَكَثُرَ اللَّغْطُ. قَالَ: ((قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّازِعُ)). فَخَرَجَ أَبْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرُّزْيَةَ كُلُّ الرُّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ وَنَسْكَاهِ كِتَابِهِ.

أطراfe في : ٣٠٥٣، ٣١٦٨، ٤٤٣١

**حضرت عمر بن الخطاب** نے ازراہ شفقت آنحضرت ﷺ کی سخت تین تکلیف دیکھ کر یہ رائے دی تھی کہ ایسی تکلیف کے وقت آپ تحریر کی تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ ہماری ہدایت کے لیے قرآن مجید کافی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بھی اس رائے پر سکوت فرمایا اور اس واقعہ کے بعد چار روز آپ زندہ رہے مگر آپ نے دوبارہ اس خیال کا اظہار نہیں فرمایا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:- و قد کان عمر افعہ من ابن عباس حیث اکتفی بالقرآن علی انه يحتمل ان يكون صلی الله عليه وسلم كان ظهر له حين هم بالكتاب انه مصلحة ثم ظهر له او اوحى اليه بعد ان المصلحة في تركه ولو كان واجبا لم يتركه عليه الصلوة والسلام لاختلافهم لانه لم يترك التكليف بمخالفه من خالف وقد عاش بعد ذالك اياما ولم يعاود امرهم بذلك خلاصه اس عبارت کا یہ کہ حضرت عمر بن الخطاب ابن عباس رض سے ہست زیادہ سمجھ دار تھے انسوں نے قرآن کو کافی جانا آنحضرت نے مصلحتاً یہ ارادہ ظاہر فرمایا تھا مگر بعد میں اس کا چھوڑنا ہمتر معلوم ہوا۔ اگر یہ حکم واجب ہوتا تو آپ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اسے ترک نہ فرماتے آپ اس واقعہ کے بعد کئی روز زندہ رہے مگر پھر آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث سات طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔

باب اس بیان میں کہ رات کو تعلیم دینا اور وعظ کرنا جائز ہے (۱۵) صدقہ نے ہم سے بیان کیا، انہیں ابن عبیینہ نے عمر کے واسطے سے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں، ‘زہری ہند سے، وہ ام

٤ - باب العِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ

١١٥ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ عَيْشَةَ عَنْ مَعْمَرِ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ عَنْ

سلمه رضی اللہ عنہا سے، (دوسری سند میں) عمر و اور حبیب بن سعید زہری سے، وہ ایک عورت سے، وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان جمروں والیوں کو بھجو۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ آخرت میں نگلی ہوں گی۔

ام سلماً وَعَمِرُو وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هَنْدِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: إِسْتِيقْظُ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةً فَقَالَ: ((سَبَحَانَ اللَّهِ مَا ذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفَتْنَ، وَمَاذَا فُتَحَ مِنَ الْخَزَانَ). أَيَقْطُوا صَوَاحِبَ الْحَجَرِ، فَرَبُّ كَاسِيَّةٍ فِي الدُّنْيَا غَارِيَّةٍ فِي الْآخِرَةِ)).

[اطرافہ فی : ۱۱۲۶، ۳۵۹۹، ۵۸۴۴]

. [۷۰۶۹، ۶۲۱۸]

**لشیخ** مطلب یہ ہے کہ نیک بندوں کے لیے اللہ کی رحمتوں کے خزانے نازل ہوئے اور بد کاروں پر اس کا عذاب بھی اترتا۔ ہم بہت سی عورتیں جو ایسے باریک کپڑے استعمال کرتی ہیں جن سے بدن نظر آئے، آخرت میں انہیں رسوا کیا جائے گا۔ اس حدیث سے رات میں وعظ و نصیحت کرنا ثابت ہوتا ہے، پس مطابقت حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے (فتح الباری) عورتوں کے لیے حد سے زیادہ باریک کپڑوں کا استعمال جن سے بدن نظر آئے قطعاً حرام ہے۔ مگر آج کل زیادہ تر یہی لباس چل پڑا ہے جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

## باب اس بارے میں کہ سونے سے پہلے رات کے وقت علمی باتیں کرنا جائز ہے

### ۴۲ - بَابُ السَّمَرِ بِالْعِلْمِ

(۱۷۴) سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا کہ ان سے یہٹ نے بیان کیا کہ اس سے عبد الرحمن بن خالد بن مسافر نے این شہب کے داسٹے سے بیان کیا، انہوں نے سالم اور ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزة سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آخر عمر میں (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ تمہاری آج کی رات وہ ہے کہ اس رات سے سوبھر کے آخر تک کوئی شخص جوز میں پر ہے وہ باقی نہیں رہے گا۔

۱۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفَّيْرَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْيَتُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ بْنُ مُسَافِرٍ عَنْ أَنَّ شِهَابَ بْنَ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرٍ بْنِ سَلِيمَانَ بْنِ أَبِي حَمْدَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: ((أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مَائِيَّةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَقْنَى مِنْهُ هُوَ عَلَى ظَهَرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)).

[اطرافہ فی : ۵۶۴، ۶۰۱]

**لشیخ** مطلب یہ ہے کہ عام طور پر اس امت کی عمری سو برس سے زیادہ نہ ہوں گی، یا یہ کہ آج کی رات میں جس قدر انسان

زندہ ہیں سوال کے آخر تک یہ سب ختم ہو جائیں گے۔ اس رات کے بعد جو شلیں پیدا ہوں گی ان کی زندگی کی نئی مراد نہیں ہے۔ مفہومین کے نزدیک اس کا مطلب یہی ہے اور یہی ظاہر لفظوں سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری صحابی ابو طفیل عامر بن واشہ کا تھیک سورس بعد ۱۰۰ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

سرکے سینے رات کو سونے سے پہلے بات جیت کرنا مراد ہے۔ پہلے باب میں مطلق رات کو وعظ کرنے کا ذکر تھا اور اس میں خاص سونے سے پہلے علمی باتوں کا ذکر ہے۔ اسی سے وہ فرق ظاہر ہو گیا جو پہلے باب میں اور اس میں ہے (فتح الباری) مقصود یہ ہے کہ درس و تدریس و عرض و تذکیر وقت ضرورت دن اور رات کے ہر حصے میں جائز اور درست ہے۔ خصوصاً طلابہ کیلئے رات کا پڑھنا دل و دماغ پر نقش ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاریؓ نے دلیل پکوئی ہے کہ حضرت خضرؓ کی زندگی کا خیال صحیح نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ سے ضرور ملاقات کرتے۔ بعض علماء ان کی حیات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۷۶) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان کو حکم نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سن، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ کے پاس گزاری اور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم (اس دن) ان کی رات میں انہی کے گھر تھے۔ آپ نے عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی۔ پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت (نمازِ نفل) پڑھ کر آپ سو گئے، پھر اٹھئے اور فرمایا کہ (ابھی تک یہ) لڑکا سورہ ہے یا اسی حیسا لفظ فرمایا۔ پھر آپ (نماز پڑھنے) کھڑے ہو گئے اور میں (ابھی وضو کر کے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے مجھے دائیں جانب (کھڑا) کر لیا، تب آپ نے پانچ رکعت پڑھیں۔ پھر دو پڑھیں، پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خڑائے کی آواز سنی، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز کے لئے (باہر) تشریف لے آئے۔

۱۱۷ - حَدَّثَنَا أَدْمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكْمُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جَبَيرَ عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: بِتٌ فِي بَيْتِ خَالِتِي مِيمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْعِشَاءِ، ثُمَّ جَاءَ إِلَيْيَ مَنْزِلِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ۔ ثُمَّ قَامَ، ثُمَّ قَالَ: ((نَامَ الْغَلَيْمُ)) - أَوْ كَلِمَةً تُشَبِّهُهَا - ثُمَّ قَامَ، فَقَمَتْ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَةً - أَوْ خَطِيطَةً - ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَادَةَ۔

[اطراfe في : ۱۳۸، ۱۸۲، ۶۹۷، ۶۹۸، ۷۲۶، ۸۵۹، ۹۹۲۴، ۶۹۹، ۴۵۷۲، ۴۵۷۱، ۴۵۷۰، ۴۵۶۹، ۱۱۹۸]

. [۷۴۵۲، ۶۳۱۶، ۶۲۱۵، ۵۹۱۹]

**لشیخ** **شیخ** نے کچھ دیر حضرت میمونہؓ سے باہم کیس اور پھر سو گئے، اس جملے سے اس حدیث کی باب سے مطابقت صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی سونے سے پہلے رات کو علمی محتلوں کرنا جائز درست ہے۔

باب علم کو محفوظ رکھنے کے بیان میں۔

۴۳ - باب حِفْظِ الْعِلْم

(۱۸) عبد العزیز بن عبد اللہ نے ہم سے بیان کیا، ان سے مالک نے این شاپ کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے امرج سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور (میں کہتا ہوں) کہ قرآن میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی، (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی دلیلوں اور آیتوں کو چھپاتے ہیں (آخر آیت) رحیم تک۔ (واقعہ یہ ہے کہ) ہمارے مهاجرین بھائی تو بازار کی خرید و فروخت میں لگ رہتے تھے اور انصار بھائی اپنی جائیدادوں میں مشغول رہتے اور ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جی بھر کر رہتا تاکہ آپ کی رفتالت میں شکر پری سے بھی بے قدری رہے اور (ان مجلسوں میں) حاضر رہتا جن (مجلسوں) میں دوسرے حاضر نہ ہوتے اور وہ (باتیں) محفوظ رکھتا جو دوسرے محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔

۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شِيهَابٍ عَنِ الْأَغْرِيَقِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ: أَكْثَرُ أَبْوَهُرَيْرَةَ. وَلَوْلَا آيَاتُنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثَنَا حَدِيثًا. ثُمَّ يَقُولُونَ: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتَمُونَ مَا أَنْزَلَنَا مِنَ الْإِنْسَانِ وَالْأَنْوَارِ). - إِلَى قَوْلِهِ: (الْوَحِيدُ). إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْأَسْنَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِشَيْءٍ بَطْهِ، وَيَخْضُرُ مَا لَا يَخْضُرُونَ.

[اطرافہ فی : ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰]

.] ۳۶۴۸

والمعنى انه كان يلزم قاعديا بالقوت ولا يتحرر ولا يبرع (قطلانی) یعنی کھانے کے لیے جو مل جاتا اسی پر قناعت کرتے ہوئے وہ حضور ﷺ کے ساتھ چلتے رہتے تھے، نہ کھیت کرتے نہ تجارت۔ علم حدیث میں اسی لئے آپ کو فویت حاصل ہوئی۔ بعض لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیرہ لکھا اور قیاس کے مقابلہ پر ان کی روایت کو مرجوح قرار دیا ہے۔ مگر یہ سرا سر غلط اور ایک جلیل القدر صحابی رسول کے ساتھ سرا سرنا انصافی ہے۔ ہے ایسا لکھنے والے خود نا سمجھ ہیں۔

(۱۹) ہم سے ابو مصعب احمد بن ابی بکر نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن دینار نے این ابی ذسب کے واسطے سے بیان کیا، وہ سعید المقربی سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ؟ میں آپ سے بہت باتیں سنتا ہوں، مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چلو بنائی اور (میری چادر میں ڈال دی) فرمایا کہ (چادر کو) لپیٹ لو۔ میں نے چادر کو (اپنے بدن پر) لپیٹ لیا، پھر (اس کے بعد) میں کوئی چیز نہیں بھولا۔ ہم سے ابراہیم بن المنذر نے

۱۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو مُضْعِفٍ أَخْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ دِينَارٍ عَنْ أَبْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَسْمَعَ مِنْكَ حَدِيثًا كَبِيرًا أَنْسَاءً. قَالَ: ((ابسْطُ رِذَاءَكَ)). فَبَسَطَهُ . قَالَ: فَعَرَفَ بِيَدِيهِ ثُمَّ قَالَ: ((ضَمْمَهُ)), فَضَمَّمَهُ، فَمَا نَسِيَ شَيْئًا بَعْدَهُ. حَدَّثَنَا

بیان بیان کیا، ان سے ابن ابی فدیک نے اسی طرح بیان کیا کہ (یوں) فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلواس (چادر) میں ڈال دی۔

آپ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حدیث کے میدان میں سب سے سبقت لے گئے اور اللہ نے ان کو دین اور دنیا ہر دو سے خوب ہی نوازا۔ ہادر میں آنحضرت ﷺ کا چلواس اتنا یہ کہ فال تھی۔

(۱۲۰) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ان کے بھائی (عبد الحمید) نے ابن ابی ذسب سے نقل کیا۔ وہ سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (علم کے) دو برتن یاد کرنے ہیں، ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ زخرا کاٹ دیا جائے۔ امام بخاریؓ نے فرمایا کہ معلوم سے مراد وہ زخرا جس سے کھانا اترتا ہے۔

ابن ابراہیم بنُ المُنْلَیْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنْهُ أَبِي فَدَیْكَ بْنُ بَهْذَا. أَوْ قَالَ: غَرَفَ بْنَدِهِ فِيهِ.

آپ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حدیث کے میدان میں سب سے سبقت لے گئے اور اللہ نے ان کو دین اور دنیا ہر دو سے خوب ہی نوازا۔ ہادر میں آنحضرت ﷺ کا چلواس اتنا یہ کہ فال تھی۔

۱۲۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ سَعِيدٍ أَخْجَى عَنْ أَنْهُ أَبِي فَدَیْكَ بْنَ سَعِيدٍ أَخْجَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَعَاهَنْ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشَّرَهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَشَّرْتُهُ فَطَعَنَهُ هَذَا الْبَلْعُومُ. قَالَ: أَبُو عَنْدِ اللَّهِ الْبَلْعُومُ مَجْرِي الطَّغَامِ.

**لَشَّبَّحَ** اسی طرح جو حسری اور اہن اشیاء نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس ارشاد کا مطلب تحقیقین علماء کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے برتن سے مراد ایسی حدیثیں ہیں۔ جن میں خالم و جابر حکام کے حق میں وعیدیں آئی ہیں اور فتوؤں کی خبریں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اشارے کے طور پر ان بالتوں کا ذکر کر بھی دیا تھا۔ جیسا کہ کماکہ میں ۶۰ء کی شر سے اور چھوکروں کی حکومت سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ اسی سہ میں یہی کی حکومت ہوئی اور امت میں کتنے ہی فتنے برپا ہوئے۔ یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی زمانے میں بیان کی، جب فتوؤں کا آغاز ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو چلا تھا، اسی لئے کماکہ ان حدیثیوں کے بیان کرنے سے جان کا خطرہ ہے، لذا میں نے مصلحت خاموشی اختیار کر لی ہے۔

#### بابِ الانصاتِ للعلماء

بابِ اس بازارے میں کہ علموں کی بات خاموشی سے سننا

ضروری ہے۔

(۱۲۱) ہم سے مجاج نے بیان کیا، انسوں نے کہا تم سے شعبہ نے بیان کیا، انسوں نے کہا مجھے علی بن مدرک نے ابو زرعة سے خبر دی، وہ جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے بعثۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تاکہ وہ خوب سن لیں) پھر فرمایا، لوگو! میرے بعد پھر کافر موت بن جاتا کہ ایک دوسرے کی گردان مارنے لگو۔

۱۲۱ - حَدَّثَنَا حَبْحَاجُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مَذْرِكٍ عَنْ أَبِي زَرْعَةَ عَنْ جَوَنِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((اسْتَعْصِمِ النَّاسَ قَالَ: لَا تَرْجِعُونَا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)).

**لَتَشْرِيفَ** رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمانے سے پہلے جریر کو حکم دیا کہ لوگوں کو توجہ سے بات سننے کے لیے خاموش کریں، باب کا یہی مٹاہے کہ شاگرد کا فرض ہے اس تاریخی تقریب خاموشی اور توجہ کے ساتھ سے۔ حضرت جریر بن عوفؓ میں جوہ الوداع سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، کافربن جانے سے مراد کافروں کے سے فعل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ ناقن خون ریزی مسلمان کا شیوه نہیں۔ مگر صد افسوس کہ تھوڑے ہی دنوں بعد امت میں فتنے فیض شروع ہو گئے جو آج تک جاری ہیں، امت میں سب سے برا فتنہ ائمہ کی تقلید محض کے نام پر افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔ مقلدین زبان سے چاروں اماموں کو برحق کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی آپس میں اس طرح بڑتے بڑتے ہیں گویا ان سب کا دین جدا جا ہے۔ تقلید جادہ سے بچنے والوں کو غیر مقلد لامہب کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ان کی تحریر و توہین کرنا کارثہ جانتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔  
اقبال مروم نے یعنی فرمایا ہے۔

اگر تقلید بودے شیدہ خوب  
پیغمبر ہم رہ ابداد نہ رفتے

یعنی تقلید کا شیوه اگر اچھا ہوتا تو پیغمبر ﷺ اپنے باب دادا کی راہ پر چلتے مگر آپ نے اس روشن کی مدد فرمائی۔

۵۴- بَابُ مَا يُسْتَحِبُ لِلنَّاسِ إِذَا  
سُنِّلَ أَيُّ النَّاسِ أَغْلَمُ فِي كُلِّ الْعِلْمِ  
إِلَى اللَّهِ  
باب اس بیان میں کہ جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ تو بتیریہ ہے کہ اللہ کے حوالے کر دے یعنی یہ کہہ دے کہ اللہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے یا یہ کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سب سے بڑا عالم ہے

(۱۲۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد المسندي نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو نے، انس بن سعید بن جبیرؓ نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکال کا یہ خیال ہے کہ مویٰ میلک (جو خضرؐ کے پاس گئے تھے وہ) مویٰؓ نے اسرائیل والے نہیں تھے بلکہ دوسرے مویٰ تھے، (یہ سن کر) ابن عباسؓ نے تباولے کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہم سے ابی ابن کعبؓ نے رسول اللہؐ سے نقل کیا کہ (ایک روز) مویٰؓ نے کھڑے ہو کر نے اسرائیل میں خطبہ دیا، تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہوں۔ اس وجہ سے اللہ کا غصہ ان پر ہوا کہ انہوں نے علم کو خدا کے حوالے کیوں نہ کر دیا۔ تب اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک

۱۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ  
الْمُسْنَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِّيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا  
عَمْرُو قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ:  
قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ تَوْفِيقَ الْبَكَالِيَّ إِنْزَاعُهُ  
مُوسَى لَيْسَ مُوسَى بْنِي إِسْرَائِيلَ إِنَّمَا هُوَ  
مُوسَى آخِرُ، فَقَالَ: كَذَبَ عَذُوُ اللَّهِ،  
حَدَّثَنَا أَبْيَ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:  
((قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ خَطَبَنَا فِي نَبِيٍّ  
إِسْرَائِيلَ، فَسُنِّلَ : أَيُّ النَّاسِ أَغْلَمُ؟ فَقَالَ:  
أَنَا أَغْلَمُ. لَقَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ  
يَرُدِ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ عَنْدَهَا

بندہ دریاؤں کے سکم پر ہے۔ (جمال فارس اور روم کے سمندر ملٹے ہیں) وہ تمھے زیادہ عالم ہے، موسیٰ ﷺ نے کہا اے پروردگار! میری ان سے ملاقات کیسے ہو؟ حکم ہوا کہ ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لو، پھر جمال تم اس مچھلی کو گم کر دو گے تو وہ بندہ تھیں (وہیں) ملے گا۔ تب موسیٰ ﷺ چلے اور ساتھ اپنے خادم یوش بن نون کو لے لیا اور انہوں نے زنبیل میں مچھلی رکھ لی، جب (ایک) پھر کے پاس پہنچے، دونوں اپنے سر اس پر رکھ کر سو گئے اور مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں اپنی راہ بناتی چلی گئی اور یہ بات موسیٰ ﷺ اور ان کے ساتھی کے لیے بے حد تعجب کی تھی، پھر دونوں باقی رات اور دن میں (جتنا وقت باقی تھا) چلتے رہے، جب صبح ہوئی موسیٰ ﷺ نے خادم سے کہا، ہمارا ناشتا لاو، اس سفر میں ہم نے (کافی) تکلیف اٹھائی ہے اور موسیٰ ﷺ بالکل نہیں تھکھے تھے، مگر جب اس جگہ سے آگے نکل گئے، جمال تک انہیں جانے کا حکم ملا تھا، تب ان کے خادم نے کہا، کیا آپ نے دیکھا تھا کہ جب ہم مخروہ کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا ذکر بھول گیا، (ایقول بعض مخروہ کے یونچے آب حیات تھا، وہ اس مچھلی پر پڑا، اور وہ زندہ ہو کر بقدرت اللہ دریا میں چل دی) (یہ سن کر موسیٰ ہوئے کہ یہ وہ جگہ ہے جس کی ہمیں ملاش تھی، تو وہ پچھلے پاؤں واپس ہو گئے، جب پھر تک پہنچنے تو دیکھا کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے ( موجود ہے ) موسیٰ ﷺ نے انہیں سلام کیا، خضرؑ نے کہا کہ تمہاری سرزین میں سلام کہاں؟ پھر موسیٰ ہے نے کہا کہ میں موسیٰ ﷺ ہوں، خضرؑ بولے کہ بیتِ اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! پھر کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں، تاکہ آپ مجھے پہايت کی وہ باتیں بتلواؤ جو خدا نے خاص آپ ہی کو سکھلائی ہیں۔ خضرؑ بولے کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اے موسیٰ! مجھے اللہ نے ایسا علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تم کو جو علم دیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (اس پر) موسیٰ ہے نے کہا کہ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پاؤ گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر دونوں دریا کے کنارے

من عبادی بِمَعْجَمِ الْبَخْرَتِينِ هُوَ أَعْلَمُ مِنِّكُمْ۔ قَالَ: يَا رَبَّ وَكَيْفَ لَنِي بِهِ؟ لَفِيلَ لَهُ: اخْمِلْ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ، فَإِذَا فَقَدَتْهُ فَهُوَ تَمَّ۔ فَانطَلَقَ وَانطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهَ يُوشَعَ بَنْ نُونَ، وَحَمَلَ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ، حَتَّى كَانَأَعْنَدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَقَا رَوْسَهُمَا قَنَامَا، فَانْسَلَ الْحُوتُ مِنَ الْمِكْتَلِ ۝ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَّتِهِ ۝ وَكَانَ لِمُوسَى وَلَقَاهُ عَجَباً، فَانطَلَقا بِقِيَةً تَيَائِهِمَا وَيَوْمِهِمَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهَ: ۝ أَتَنَا غَدَاءَنَا، لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبَاهُ وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسَا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاءَرَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمِرَ بِهِ، فَقَالَ فَتَاهُ: ۝ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوْيَنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنَّنِي نَسِيَتُ الْحُوتَهُ ۝ قَالَ مُوسَى: ۝ ذَلِكَ مَا كَنَّا نَهْيِ فَارَنَدَا عَلَى آثارِهِمَا قَصَصَاهُمْ فَلَمَّا انتَهَيْتَ إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجَلٌ مُسَجِّي بَثُوبٍ - أُوْ قَالَ: تَسْجُنِي بَثُوبِهِ - فَسَلَمَ مُوسَى، فَقَالَ الْخَضِيرُ، وَأَنَّى يَأْزِفُكَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: أَنَا مُوسَى، فَقَالَ: مُوسَى بْنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ۝ هَلْ أَبْعُلُكَ عَلَى أَنْ تَعْلَمَنِي مِمَّا غَلَّتْ رُشْدَهَا؟ ۝ قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِعَ مَعِي صِرَارًا ۝ يَا مُوسَى إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَمْتَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَمْكَهُ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ، قَالَ: ۝ هَسْتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَغْصِي

کنارے پیدل چلے، ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی کہ ایک کشتی ان کے سامنے سے گذری، تو کشی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بخالو۔ خضرؑ کو انہوں نے پچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں اس نے ایک یادو چونچیں ماریں (اسے دیکھ کر خضرؑ بولے کہ اے موی؟) میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہو گا جتنا اس چڑیا نے سمندر (کے پانی) سے پھر خضرؑ نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ نکال ڈالا، موی ﷺ نے کہا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں کرایہ لئے بغیر (مفت میں) سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی (کی لکڑی) اکھاڑا دی تاکہ یہ ڈوب جائیں، خضرؑ بولے کہ کیا میں نے شیں کما تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟ (اس پر) موی " نے جواب دیا کہ بھول پر میری گرفت نہ کرو۔ موی " نے بھول کر یہ پسلا اعتراض کیا تھا۔ پھر دونوں چلے (کشتی سے اتر کر) ایک لڑکا پھوک کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضرؑ نے اپر سے اس کا سر پکڑ کر ہاتھ سے اسے الگ کر دیا۔ موی " بول پڑے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو بغیر کسی جانی حق کے مار ڈالا (غصب ہو گیا) خضرؑ بولے کہ میں نے تم سے شیں کما تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ ابھی نہیں کہتے ہیں کہ اس کلام میں پہلے سے زیادہ تاکید ہے (کیونکہ پہلے کلام میں لفظ لک، نہیں کہا تھا، اس میں لک زائد کیا، جس سے تاکید ظاہر ہے) پھر دونوں چلتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا لیتا چلا۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہیں دیکھا کہ ایک دیوار اسی گاؤں میں گرنے کے قریب تھی۔ خضرؑ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے سیدھا کر دیا۔ موی " بول اٹھے کہ اگر آپ چلتے تو (گاؤں والوں سے) اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ خضرؑ نے کہا کہ (بس اب) ہم اور تم میں جداً کا وقت آگیا ہے۔ جناب محبوب کہرا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ موی " پر رحم کرے، ہماری تھا تھی کہ موی " کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات ان دونوں کے بیان

لک اُمراً، فَأَنْطَلَقَهُ يَمْشِيَانَ عَلَى سَاحِلِ  
الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ، فَعَرَفَتْ بِهِمَا  
سَفِينَةٌ، فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَخْمُلُوهُمَا، فَعَرَفَ  
الْخَضِيرُ فَجَمِلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ  
عَصْنَفُورٌ لَوْقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَنَقَرَ  
نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِيرُ:  
يَا مُوسَى، مَا نَقْصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ  
عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا كَنْفَرَةً هَذِهِ الْعَصْنَفُورِ  
فِي الْبَحْرِ، فَعَمِدَ الْخَضِيرُ إِلَى لَوْحِ مِنْ  
السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ، فَقَالَ مُوسَى: قَوْمٌ حَمَلُوا  
بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمِدُوا إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقُوهَا  
لِتَفَرَّقَ أَهْلُهَا، فَقَالَ: « أَلَمْ أَقْلِ إِنْكَ لَنْ  
تَسْتَطِعَ مَعِيَ صَبَرًا؟ » قَالَ: لَا تَوَاهِلْنِي  
بِمَا نَسِيْتَ وَلَا تُزْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي غَسْرًا،  
فَقَالَ فَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا.  
﴿فَأَنْطَلَقَهُ﴾، فَإِذَا غَلَامٌ يَلْقَبُ مَعَ  
الْفَلَمَانِ، فَأَخْدَى الْخَضِيرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَغْلَاهِ  
فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوسَى: « أَفَتَلَتْ  
نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ » قَالَ: أَلَمْ أَقْلِ إِنْكَ  
إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِعَ مَعِيَ صَبَرًا؟ » (فَقَالَ ابْنَ  
عَيْنَيْهِ: وَهَذَا أَوْكَدٌ) ﴿فَأَنْطَلَقَ حَتَّى أَتَيَا  
أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعُهُمَا أَهْلُهَا فَأَتَوْا أَنْ  
يُضَيْقُوهُمَا، فَوَجَدُوا فِيهَا جَذَارًا يُرِيدُ أَنْ  
يُنْقَضُهُ، فَقَالَ الْخَضِيرُ بِيَدِهِ فَأَقْبَمَهُ، فَقَالَ لَهُ  
مُوسَى: « لَوْ شِئْتَ لَا تَخْذَنَتْ عَلَيْهِ أَجْرًا؟ »  
فَقَالَ: هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ، فَقَالَ  
الَّذِي ﷺ: يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى، لَوْدِدَنَا لَوْ

کئے جاتے (اور ہمارے سامنے روشنی میں آتے، مگر حضرت موسیٰؑ کی عجلت نے اس علم لدنی کے سلسلہ کو جلد ہی منقطع کر دیا) محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن خشام نے یہ حدیث بیان کی، ان سے سفیان بن عبینہ نے پوری کی پوری بیان کی۔

صَبَرَ حَتَّى يُقْصَى عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا). قالَ  
مُحَمَّدٌ بنُ يَوْسُفَ حَدَّثَنَا بْنُ عَلِيٍّ بنُ  
خَشْرَمَ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عَيْنَةَ بَطْوَلَهُ.

[راجع: ۷۴]

**لیشیخ** نوف بکال تابعین سے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہیں نے غصہ کی حالت میں ان کو اللہ کا دشمن کہ دیا۔ کیونکہ انہوں نے صاحب خضر موسیٰ بن میشا کو کہ دیا تھا جو کہ یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب بني اسرائیل ہی کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے خلاف رائے و قیاس پر چلنے والوں پر ایسا عتاب جائز ہے۔

حضرت خضر نبی ہوں یا ولی مگر حضرت موسیٰؑ سے افضل نہیں ہو سکتے۔ مگر حضرت موسیٰؑ کا یہ کہنا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کا مقابلہ ایسے بندے سے کرایا جو ان سے درجہ میں کم تھے، تاکہ وہ آئندہ ایسا عومنی نہ کریں، حضرت موسیٰؑ نے جب حضرت خضر کو سلام کیا، تو انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا، ساتھ ہی وہ گھبراۓ بھی کہ یہ سلام کرنے والے صاحب کمال سے آگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر کو بھی غیب کا علم نہ تھا، لہذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے لیے غیب دافی کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم ظاہر شریعت تھا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام مصلح شرعیہ کے علم کے ساتھ خاص حکمتوں پر مأمور تھے، اسی لئے حضرت موسیٰؑ کو ان کے کام ظاہر خلاف شریعت معلوم ہوئے حالانکہ وہ خلاف شریعت نہ تھے۔ کشتی سے ایک تختہ کا کلانا اس مصلحت کے تحت تھا کہ پیچھے سے ایک ظالم بادشاہ کشیوں کو بیگار میں پکڑنے کے لیے چلا آ رہا تھا، اس نے اس کشی کو عیوب دار دیکھ کر چھوڑ دیا، جب وہ گذر گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے پھر اسے جوڑ دیا، پیچے کا قتل اس لئے کہ حضرت خضر کو وحی الہی نے تلا دیا تھا کہ یہ پچھے آئندہ چل کر کہاپنے والدین کے لیے سخت مضر ہو گا اس مصلحت کے تحت اس کا ختم کرنا ہی مناسب جانا۔ ایسا قتل شاید اس وقت کی شریعت میں جائز ہو پھر اللہ نے اس پیچے کے والدین کو نیک پیچے عطا کیے اور اچھا ہو گیا۔ دیوار کو اس لئے آپ نے سیوٹھا کیا کہ دو تین بچوں کا باپ انتقال کے وقت اپنے ان بچوں کے لئے اس دیوار کے پیچے ایک خزانہ دفن کر گیا وہ دیوار اگر گر جاتی تو لوگ تینوں کا خزانہ لوٹ کر لے جاتے۔ اس مصلحت کے تحت آپ نے فوراً اس دیوار کو باذن اللہ سیدھا کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ اور خضر کے اس واقعہ سے بہت سے فائدے لکھتے ہیں، جن کی تفصیل نظر غائر و الاول پر واضح ہو سکتی ہے۔

۶۔ بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا      باب اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر کسی عالم سے سوال کرنا

جو بیٹھا ہوا ہو (جاز ہے)

(۱۲۳) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابووالیں سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابو موسیٰؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے تو آپ نے اس

۱۲۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِينَةُ  
عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ  
قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَا  
رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ:  
أَخْدَنَا يَقْاتِلُ غَصَبًا وَيَقْاتِلُ حَمَيَّةً.  
إِنَّهُ رَأْسَهُ - قَالَ: وَمَا رَأْفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا

کی طرف سراخھیا، اور سرایی لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کہا رہا تھا، پھر آپ نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے لڑے، وہ اللہ کی راہ میں (ڑتا) ہے۔

اللَّهُ كَانَ قَائِمًا - فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ إِنْكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْغَلِيَا فَهُوَ فِي سَيِّئِ اللَّهِ عَزْ وَجْلُ)).

[اطرافہ فی : ۲۸۱۰، ۳۱۲۶، ۷۴۵۸].

**نشیخ** یعنی جب مسلمان اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے میدان جگہ میں پہنچتا ہے اور غصہ کے ساتھ یا غیرت کے ساتھ جوش میں آکر لڑتا ہے تو یہ سب اللہ ہی کے لیے سمجھا جائے گا جو نکہ یہ سوال آپ سے کھڑے ہوئے شخص نے کیا تھا، اسی سے مقصود ترجمہ ثابت ہوا کہ حسب موقع کھڑے کھڑے بھی علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے سے تو انہیں اسلامیہ و حدود شرعیہ کا جاری کرنا مراد ہے جو سرا سرعدل و انصاف و بنی نوع انسان کی خیر خواہی پر بنی ہیں، ان کے بر عکس جملہ قوانین نوع انسان کی فلاح کے خلاف ہیں۔

باب اس بیان میں کہ رمی جمار (یعنی حج میں پتھر پھینکنے) کے وقت بھی مسئلہ پوچھنا جائز ہے۔

(۱۲۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے زہری کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کے وقت دیکھا آپ سے پوچھا جا رہا تھا تو ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ؟ میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی؟ آپ نے فرمایا (اب) رمی کر لو کچھ حرج نہیں ہوا۔ دوسرے نے کہا، یا رسول اللہ؟ میں نے قربانی سے پہلے سرمنڈالیا؟ آپ نے فرمایا (اب) قربانی کر لو کچھ حرج نہیں۔ (اس وقت) جس چیز کے بارے میں جو آگے پیچھے ہو گئی تھی، آپ سے پوچھا گیا، آپ نے یہ ہی جواب دیا (اب) کرلو کچھ حرج نہیں۔

**نشیخ** (تعصب کی حد ہو گئی) امام بخاری قدس سرہ کا مقدمہ ظاہر ہے کہ رمی جمار کے وقت بھی مسائل دریافت کرنا جائز ہے۔ اس موقع پر آپ سے جو بھی سوالات کے گئے الدین بسر کے تحت آپ نے تقدیم و تاخیر کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمادیا کہ جو کام چھوٹ گئے ہیں ان کو اب کرلو، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے مگر تعصب کا برا ہو صاحب انوار الباری کو ہر جگہ یہی نظر آتا ہے کہ حضرت امام بخاری یہاں بھی محض احتفاظ کی تردید کے لئے ایسا لکھ رہے ہیں۔ ان کے خیال ناقص میں گویا جامع صحیح از اول تا آخر محض احتفاظ کی تردید کے لئے لکھی گئی ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

"آخر (صاحب انوار الباری) کی رائے ہے کہ امام بخاری" حسب عادت جس رائے کو اختیار کرتے ہیں چونکہ بقول حضرت شاہ صاحب اسی کے مطابق احادیث لاتے ہیں اور دوسرا جانب کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لئے ترتیب افعال حج کے سلسلہ میں چونکہ وہ

#### ۴۷ - بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمَيِ

#### الْجَمَار

۱۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عِنْدَ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ الْجَمَرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ حُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمَيَ، قَالَ: ((إِذْمُ وَلَا حَرْجٌ)) قَالَ آخَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ: ((الْأَنْحَرُ وَلَا حَرْجٌ)). فَمَا سَيْلَ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ وَلَا أَخْرَ إِلَّا قَالَ: ((الْأَفْعَلُ وَلَا حَرْجٌ)). [راجع: ۸۳]

امام ابو حنفیہ کی رائے سے مخالف ہیں اس لئے اپنے خیال کی تائید میں جگہ جگہ حدیث الباب افضل ولا حرج کو بھی لائے ہیں۔ ”(انوار الباری، جلد: ۳/ ص: ۱۰۲)

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب انوار الباری کو حضرت امام بخاری کے دل کا پورا حال معلوم ہے، اسی لئے تو وہ ان کے ضمیر یہ فتویٰ لکار ہے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تھی کہ مسلمان آپس میں حسن ظن سے کام لیا کریں، یہاں یہ سوء ظن ہے۔ استغفار اللہ۔ آگے صاحب انوار الباری مزید وضاحت فرماتے ہیں:-

”آج اس ہی قسم کے تشدد سے ہمارے غیر مقلد بھائی اور حرمین شریفین کے نجدی علماء ائمہ حنفیہ کے خلاف محاذ بنتے ہیں، حنفیہ کو چڑانے کے لئے امام بخاری کی یک طرف احادیث پیش کیا کرتے ہیں۔“ (حوالہ مذکور)

صاحب انوار الباری کے اس الزام پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے قاعدہ ہے المرأة یقیس علی نفسہ (انسان دوسروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے) چونکہ اس تشدد اور چڑانے کا منظر کتاب انوار الباری کے پیشتر مقالات پر ظاہر و باہر ہے اس لئے وہ دوسروں کو بھی اسی عینک سے دیکھتے ہیں، حالانکہ واقعات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ مقام صد شکر ہے کہ یہاں آپ نے اپنی سب سے معتب جماعت الحدیث کو لفظ ”غير مقلد بھائی“ سے توباد فرمایا۔ اللہ کرے کہ غیر مقلدوں کو یہ بھائی بنانا برادران یوسف کی نقل نہ ہو اور ہمارا تو یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ اللہ پاک ہم سب کو ناموس اسلام کی حفاظت کے لیے افقان باہمی عطا فرمائے۔ سواؤ ایسے موقع پر اتنی تقدیم و تاخیر معاف ہے۔ حدیث کا یہی فشار ہے، حنفیہ کو چڑانا حضرت امام بخاری کا نشانہ نہیں ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح میں کہ تمہیں تھوڑا

علم دیا گیا ہے۔

(۱۲۵) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، ان سے عبد الواحد نے، ان سے اعمش سليمان بن مردان نے ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے علقمہ سے نقل کیا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چل رہا تھا اور آپ سمجھور کی چھڑی پر سارا دے کر چل رہے تھے، تو کچھ یہودیوں کا (ادھر سے) گذر ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں کچھ پوچھو، ان میں سے کسی نے کامات پوچھو، ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار ہو (مگر) ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا، اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، میں نے (دل میں) کہا کہ آپ پر وحی آرہی ہے۔ اس لئے میں کھڑا ہو گیا۔ جب آپ سے (وہ کیفیت) دور ہو گئی تو آپ نے (قرآن کی) یہ آیت جو اس

۴۸ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿وَمَا أُوتَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾

(۱۲۵) - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ سُلَيْمَانُ بْنُ مُهْرَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: يَبْشِّرُنَا أَنَا أَنْشِنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَوَبِ الْمَدِينَةِ - وَهُوَ يَتَوَكَّلُ عَلَى عَسِيبٍ مَعَهُ - فَمَرَّ بِنَفْرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِعَضِضٍ: سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوهُ، لَا يَجِدُهُ فِيهِ بَشِّنِي تَكْرَهُونَهُ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِسَالَّةَ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ: يَا أَبَا الْفَاسِمِ، مَا الرُّوحُ؟ فَسَكَتَ. فَقَلَّتْ إِنَّهُ يُوَحِّي إِلَيْهِ، فَقَمَتْ. فَلَمَّا أَنْجَلَى عَنْهُ فَقَالَ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ

وقت نازل ہوئی تھی) تلاوت فرمائی ”(اے نبی!) تم سے یہ لوگ روح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اور تمیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔“ (اس لئے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے) اُمش کہتے ہیں کہ ہماری قرأت میں ”وما اوتوا“ ہے۔ (ومما وقیمت) نہیں۔

منْ أَمْرِ رَبِّيْ، وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا  
فَلِيْلَاتِهِ)) قَالَ الْأَغْمَشُ: هَكَذَا فِي  
قِوَاعِدَتِنَا. وَمَا أُوتُوا.  
[اطرافہ فی : ۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲]

**لشیخ** پونکہ تورۃ میں بھی روح کے متعلق یہ ہی بیان کیا گیا کہ وہ خدا کی طرف سے ایک چیز ہے، اس لئے یہودی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کی تعلیم بھی تورۃ کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا روح کے سلسلہ میں یہ بھی ملاحدہ و فلاسفہ کی طرح دور از کار باشیں کہتے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال آپ سے کہ شریف میں بھی کیا گیا تھا، پھر مدینہ کے یہودی نے بھی اسے دہرا دیا۔ اہل سنت کے نزدیک روح جسم لطیف ہے جو بدن میں اسی طرح سرایت کے ہوئے ہے، جس طرح گلاب کی خوشبو اس کے پھول میں سرایت کے ہوتی ہے۔ روح کے بارے میں ستر اقوال ہیں حافظ ابن قیم نے کتاب الرؤح میں ان پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ روح خالص ایک لطیف ہے، اس لئے ہم اپنی موجودہ زندگی میں جو کثافت سے بھر پور ہے کسی طرح روح کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے، اکابر اہل سنت کی بھی رائے ہے کہ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ روح کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، بعض علماء کی رائے ہے کہ من امر ربی سے مراد روح کا عالم امر سے ہونا ہے جو عالم ملکوت ہے، جہور کا اتفاق ہے کہ روح حادث ہے جس طرح دوسرے تمام اجزا حادث ہیں۔ حضرت امام قدس سرہ کا فرشتے باب یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی برا عالم فاضل محدث مفسر بن جائے مگر پھر بھی انسانی معلومات کا سلسلہ بست محدود ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ وہ جملہ علوم پر حادی ہو چکا ہے،  
الامن شاء اللہ۔

باب اس بارے میں کہ کوئی شخص بعض باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ کہیں لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس سے زیادہ سخت (یعنی ناجائز) باتوں میں مبتلا ہو جائیں

(۱۳۶) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے اسرائیل کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے ابو اسحاق سے اسود کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن زبیرؓ بیٹا نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ علیہ السلام سے بتا باتیں چھپا کر کہتی تھیں، تو کیا تم سے کعبہ کے بارے میں بھی کچھ بیان کیا، میں نے کہا (ہاں) مجھ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہؓ علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا تھا کہ اے عائش! اگر تیری قوم (دور جاہلیت کے ساتھ) قریب نہ ہوتی (بلکہ پرانی ہو گئی ہوتی) ابن زبیرؓ نے کہا یعنی زمانہ کفر کے ساتھ (قریب نہ ہوتی) تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اس کے لیے دو دروازے بنارتا۔ ایک دروازے سے لوگ

۴- بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ  
مَخَالَةً أَنْ يَفْصُرَ فَهُمْ بَعْضُ النَّاسِ عَنْهُ  
فَيَقْعُدُوا فِي أَشَدِهِ مِنْهُ

۱۲۶- حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ  
بَنْيِ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ  
قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الزَّبِيرِ: كَانَتْ عَائِشَةُ  
تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيرًا، فَمَا حَدَّثْتُكَ فِي  
الْكَعْبَةِ؟ قَلَّتْ: قَالَتْ لِي: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:  
((يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدَّثُوكَ  
عَهْدَهُمْ - قَالَ ابْنُ الزَّبِيرِ: بِكُفْرِ  
لَكَضَتِ الْكَعْبَةَ فَجَعَلَتْ لَهَا بَابِينِ: بَابٌ  
يَدْخُلُ النَّاسَ، وَبَابٌ يَخْرُجُونَ)) مِنْهُ

داخل ہوتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکلتے، (بعد میں) ابن زیبر

نے یہ کام کیا۔

[اطرافہ فی : ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶]

[۷۲۴۳، ۴۴۸۴، ۳۳۶۸، ۱۵۸۶]

**تشریح** قبیش چونکہ قربی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے، اسی لئے رسول کریم ﷺ نے احتیاطاً کعبہ کی نئی تعمیر کو ملتوی رکھا، حضرت ابن زیبر رض نے یہ حدیث سن کر کعبے کی دوبارہ تعمیر کی اور اس میں دو دروازے ایک شرقی اور ایک غربی جانب نکال دیئے، لیکن جمیع نے پھر کعبہ کو توڑ کر اسی شکل پر قائم کر دیا۔ جس پر عمد جاہلیت سے چلا آ رہا تھا، اس باب کے تحت حدیث لانے کا حضرت امام کامنشاء یہ ہے کہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر کعبہ کا توڑنا رسول کریم ﷺ نے ملتوی فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فتنہ و فساد پھیل جانے کا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں مصلحت کسی منتخب کام کو ترک بھی کیا جا سکتا ہے۔ سنت نبوی کا معاملہ الگ ہے۔ جب لوگ اسے بھول جائیں تو یقیناً اس سنت کے زندہ کرنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جس طرح ہندوستانی مسلمان ایک مدت سے جہی نمازوں میں آمین بالمر بھی سنت نبوی کو بھولے ہوئے تھے کہ اکابر الہدیت نے از سر نو اس سنت نبوی کو زندہ کیا اور کتنے لوگوں نے اس سنت کو رواج دینے میں بہت تکلیف برداشت کی، بہت سے نادانوں نے اس سنت نبوی کا مذاق اڑایا اور اس پر عمل کرنے والوں کے جانی دشمن ہو گئے، مگر ان بندگان مخلصین نے ایسے نادانوں کی باتوں کو نظر انداز کر کے سنت نبوی کو زندہ کیا، جس کے اثر میں آج اکثر لوگ اس سنت سے واقف ہو چکے ہیں اور اب ہر جگہ اس پر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے۔ پس ایسی سنتوں کا مصلحت ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے من تمسک بستنی عند فساد امتی فله اجر مانہ شہید جو کوئی فساد کے وقت میری سنت کو لازم پکڑے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتے گا۔

باب اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتانا اور کچھ

۵۰ - بَابُ مِنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا

لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی (یہ

دُونْ قَوْمٍ كَرَاهِيَةً أَنْ لَا يَفْهَمُوا

عین مناسب ہے کیونکہ) حضرت علی رض کا ارشاد ہے کہ ”لوگوں سے

وَقَالَ عَلَيْ: حَدَّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ،

وہ باتیں کرو جنہیں وہ پہچانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ اللہ

أَتْجِبُونَ أَنْ يُكَذِّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟

اور اس کے رسول کو جھٹلادیں؟“

**تشریح** مثایہ ہے کہ ہر شخص سے اس کے مطابق بات کرنی چاہیے، اگر لوگوں سے ایسی بات کی جائے جو ان کی سمجھ سے

بالاتر ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو تسلیم نہیں کریں گے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی صاف صریح حدیثیں بیان کرو، جو ان کی

سمجھ کے مطابق ہوں۔ تفصیلات کو اہل علم کے لیے چھوڑ دو۔

(۱۲) ہم سے عبید اللہ بن موسی نے معروف کے واسطے سے بیان کیا،

۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ

انہوں نے طفیل سے نقل کیا، انہوں نے حضرت علی رض سے مضمون

مَغْرُوفٍ عَنْ أَبِي الطُّفْلِ عَنْ عَلَيِّ بْنِ دَلِيلٍ.

حدیث حديث الناس بما يعرفون اخْبَرَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عَلَيِّ بْنِ دَلِيلٍ

(۱۲۸) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے معاذ بن ہشام

۱۲۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

نے بیان کیا، اس نے کماکہ میرے باپ نے قاتاہ کے واسطے سے نقل

أَخْبَرَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

کیا، وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتب) حضرت معاذ بن جبل رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ نے فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے (دوبارہ) فرمایا، ابے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ نے (سہ بارہ) فرمایا، اے معاذ! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول، تین بار ایسا ہوا۔ (اس کے بعد) آپ نے فرمایا کہ جو شخص پچے دل سے اس بات کی گواہی دے کے اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں ہے اور محمد اللہ کے پچے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ؟ کیا اس بات سے لوگوں کو باخبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا (اگر تم یہ خبر سناؤ گے) تو لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے) حضرت معاذ بنیثہ نے انقال کے وقت یہ حدیث اس خیال سے بیان فرمادی کہ کہیں حدیث رسول چھپانے کے گناہ پر ان سے آخرت میں محاوذہ نہ ہو۔

(۱۲۹) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے معمتم نے بیان کیا، انوں نے اپنے باپ سے نہ، انوں نے حضرت انسؓ سے نہ، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول کرم ﷺ نے ایک روز معاذ بنیثہ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا، معاذ بولے یا رسول اللہ؟ لیکن اس بات کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔

**لشیخ** اور اپنی غلط فہمی سے نیک اعمال میں سستی کریں گے۔ نجات اخروی کے اصل الاصول عقیدہ توحید و رسالت کا بیان کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد تھا، جن کے ساتھ لاناً اعمال صالحہ کا ربط ہے۔ جن سے اس عقیدہ کی درستگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لئے بعض روایت میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کو جنت کی کنجی کے لیے دندانوں کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اعمال صالح اس کنجی کے دندانے ہیں۔ بغیر دندانے والی کنجی سے قفل کھونا محال ہے ایسے ہی بغیر اعمال صالح کے دعوائے ایمان و دخول جنت ناممکن، اس کے بعد اللہ ہر لغزش کو معاف کرنے والا ہے۔

عن فتنۃ قَالَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ - وَمَعَاذَ رَوِيفَةَ عَلَى الرَّخْلِ - قَالَ : (بِأَنَّ مَعَاذَ بْنَ جَبَلِ) قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ (لَلَّهُ) قَالَ : (مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنَّ لَهُ إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ صَدِيقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ) قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَشْبَهُونَ؟ قَالَ : (إِذَا يَتَكَلُّو) . وَأَخْبِرْ بِهَا مَعَاذَ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتُمَا . [ طرفہ فی : ۱۲۹ ]

۱۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا مُغَمْرٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَنْسًا قَالَ : ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاذِ : ((مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) قَالَ : ((أَلَا أَبْشِرُ بِهِ النَّاسَ؟) قَالَ : ((لَا: أَخَافُ أَنْ يَتَكَلُّو)). [ راجع: ۱۲۸ ]

## ٥١- بَابُ الْحَيَاةِ فِي الْعِلْمِ

باب اس بیان میں کہ حصول علم میں شرمانا مناسب نہیں  
ہے!

مجاہد کہتے ہیں کہ مکابر اور شرمانے والا آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ انصار کی  
عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے  
سے نہیں روکتی۔

مکابر اپنے تکبر کی حاقت میں جلا ہے جو کسی سے تحصیل علم اپنی کسرشان سمجھتا ہے اور شرم کرنے والا اپنی کم عقلی سے ایسی جگہ  
حیادار بن رہا ہے، جہاں حیاد شرم کا کوئی مقام نہیں۔

(۱۳۰) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاذیہ نے  
خبر دی، ان سے ہشام نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں  
نے زینب بنت ام سلمہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ (اپنی والدہ) ام  
المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم (تاتی  
ایک عورت) رسول کشم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت القدس میں حاضر ہوئیں اور  
عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں  
شرماتا (اس لئے میں پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی  
غسل ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (ہاں) جب عورت پانی دیکھے  
لے۔ (یعنی کپڑے وغیرہ پر منی کا اثر معلوم ہو) تو (یہ سن کر) حضرت ام  
سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپالیا اور کہا، یا رسول اللہ!  
کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! تیرے ہاتھ  
خاک آلوہ ہوں، پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کے مشابہ ہوتا ہے  
(یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)

لشیخ انصار کی عورتیں ان مخصوص مسائل کے دریافت کرنے میں کسی تم کی شرم سے کام نہیں لیتی تھیں، جن کا تعلق صرف  
عورتوں سے ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان مسائل کو وضاحت کے ساتھ دریافت نہ کرتیں تو آج  
مسلمان عورتوں کو اپنی زندگی کے اس گوشے کے لئے رہنمائی کیا سے ملتی، اسی طرح مذکورہ حدیث میں حضرت ام سلیم نے نبیت  
خوبصورتی کے ساتھ پلے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بیان فرمائی کہ وہ حق بات کے بیان میں نہیں شرماتا، پھر وہ مسئلہ دریافت کیا جو بظاہر  
شرم سے تعلق رکھتا ہے، مگر مسئلہ ہونے کی حیثیت میں اپنی جگہ دریافت طلب تھا، پس پوری امت پر سب سے پلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
بڑا احسان ہے کہ آپ نے ذاتی زندگی سے متعلق بھی وہ باشیں کھول کر بیان فرمادیں جنہیں عام طور پر لوگ بے جا شرم کے سارے

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : لَا يَعْلَمُ الْعِلْمَ مُسْتَخْفِي  
وَلَا مُسْتَكْبِرٌ . وَقَالَتْ عَائِشَةُ : يَعْلَمُ السَّاءَ  
نِسَاءُ الْأَنْصَارِ , لَمْ يَعْنِفْهُنَّ الْحَيَاةَ أَنْ  
يَعْنِفْهُنَّ فِي الدِّينِ .

١٣٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامَ قَالَ :  
أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ  
أُبَيِّ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ  
قَالَتْ : جَاءَتْ أُمُّ سَلَمَيْ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ اللَّهَ لَا  
يَسْتَخْيِي مِنَ الْحَقِّ ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ  
غُسْلٍ إِذَا اخْتَلَمَتْ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :  
((إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)). فَفَعَّلَتْ أُمُّ سَلَمَةَ -  
تَغْنِي وَجْهَهَا - وَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَوْ  
تَحْلِيمُ الْمَرْأَةَ ؟ قَالَ : ((نَعَمْ ، تَرِبَّتْ  
يَمِينِكِ ، فِيمَ يُشَبِّهُهَا وَلَدُهَا؟)).  
[اطرافہ فی : ۲۸۲، ۳۲۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱]

بیان نہیں کرتے اور دوسری طرف صحابیہ عورتوں کی بھی یہ امت بے حد منون ہے کہ انہوں نے آپ سے سب مسائل دریافت کر ڈالے، جن کی ہر عورت کو ضرورت پیش آتی ہے۔

حضرت زینب بنت عبد اللہ بن الاسد مخدومی اپنے زمانہ کی بڑی فاضلہ عالیہ خاتون تھیں، ان کی والدہ ماجده ام سلمہ بنت حفاظہ اپنے خاوند عبد اللہ کی وفات بعد غزوہ احمد کے عدت گذار نے پر آنحضرت ﷺ کی زوجیت سے مشرف ہوئیں تو ان کی تربیت آپؐ کے پاس ہوئی۔ حضرت ام سلمہ بنت حفاظہ اسلام میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی، ان کے خاوند ابو سلمہ بدر میں بھی شریک تھے، احمد میں یہ مجموع ہوئے اور بعد میں وفات پائی، جن کے جنازے پر آنحضرت ﷺ نے نو عجیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی تھی، اس وقت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد آنحضرت ﷺ کے حرم میں ان کو شرف حاصل ہوا۔ حضرت ام سلیم حضرت انس کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت ابو طلحہ انصاری کی زوجہ مطہرہ ہیں، اسلام میں ان کا بھی بڑا اونچا مقام ہے رضی اللہ عنہم اعمعین۔

۱۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي  
مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ عَمْرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّ  
مِنَ الشَّجَرِ لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مُثَلَّ  
الْمُسْلِمِ، حَذَّرُونِي مَا هِيَ؟) فَوَقَعَ النَّاسُ  
فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا  
النَّخْلَةُ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَاسْتَحْيِتُ. فَقَالُوا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِهَا. قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ : ((هِيَ النَّخْلَةُ)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ :  
فَحَدَّثْتُ أَبِيهِ بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي. فَقَالَ :  
لَا أَنْ تَكُونَ فَلَقْتُهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ  
لِي كَذَا وَكَذَا. [راجع: ۳۱]

**تشریح** اس سے قبل بھی دوسرے باب کے تحت یہ حدیث آچکی ہے۔ یہاں اس لئے بیان کی ہے کہ اس میں شرم کا ذکر ہے۔ عبد اللہ بن عمر بنت اکرم شرم نہ کرتے تو جواب دینے کی فضیلت انہیں حاصل ہو جاتی، جس کی طرف حضرت عمرؓ نے اشارہ فرمایا کہ اگر تم بـلا دینے تو میرے لئے بہت بڑی خوشی ہوتی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر شرم سے کام نہ لینا چاہیے۔ اس سے اولاد کی نیکیوں اور علمی صلاحیتوں پر والدین کا خوش ہونا بھی ثابت ہوا جو ایک فطری امر ہے۔

باب اس بیان میں کہ مسائل شرعیہ معلوم کرنے میں جو شخص (کسی معقول وجہ سے) شرعاً وہ کسی دوسرے آدمی کے ذریعہ سے مسئلہ معلوم کر لے۔

۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ

بَابُ مَنْ اسْتَخِيَا فَأَمْرَ غَيْرَهُ  
بِالسُّؤَالِ

۱۳۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ

امش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے منذر ثوری سے نقل کیا، انہوں نے محمد ابن الحفیہ سے نقل کیا، وہ حضرت علی بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا جسے جریان مذکور کی شکایت تھی، تو میں نے (اپنے شاگرد) مقداد کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں۔ تو انہوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اس (مرض) میں غسل نہیں ہے (ہاں) وضو فرض ہے۔

[طرفاہ فی : ۱۷۸، ۲۶۹]. حضرت علی بن بشیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ دامادی کی ہاپر اس مسئلے کے بارے میں شرم محسوس کی مگر مسئلہ معلوم کرنا ضروری تھا تو درسرے صحابی کے ذریعے دریافت کرایا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوتا ہے۔

### باب مسجد میں علمی مذاکرہ کرنا اور فتویٰ دینا

جازز ہے۔

(۳۳) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم کو یث بن سعد نے خبر دی، ان سے نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر بن الخطاب نے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (ایک مرتبہ) ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اور اہل شام جھوٹ سے اور نجد والے قرن منازل سے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہنے والے یملک سے احرام باندھیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ (آخری جملہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد نہیں۔

اللَّهُ أَنْدَلَ دَاوُدَ عَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ مُنْدَلِ  
الثُّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ أَبْنِ الْحَفَيْفَةِ عَنْ عَلَى  
قَالَ كَنْتُ رَجُلًا مَذَاءً، فَأَمْرَنَتُ الْمَفَادَةَ أَنْ  
يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((فِيهِ  
الْوُضُوءُ)).

[طرفاہ فی : ۱۷۸، ۲۶۹].

### ۵۳- بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُقْيَا فِي

الْمَسْجِدِ

۱۳۴- حَدَّثَنَا قَيْمَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ  
اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ  
فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَنِّي تَأْمُرُنَا أَنْ  
نُهَلْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَهِلُّ أَهْلَ  
الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحَلِيفَةِ، وَنَهِلُّ أَهْلَ الشَّامِ  
مِنْ الْجَحَفَةِ، وَنَهِلُّ أَهْلَ نَجْدِ مِنْ قَرْنِ)).  
وَقَالَ أَبْنُ عُمَرَ: وَيَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
ﷺ قَالَ: ((وَنَهِلُّ أَهْلَ الْيَمَنِ مِنْ  
يَلْمَنَمِ)). وَكَانَ أَبْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لَمْ أَفَقَهْ  
هَذِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[اطرافہ فی : ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۷۳۳۴].

مسجد میں سوال کیا گیا اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مساجد کو دارالحیث کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

### باب سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دینا، (تاکہ

۴۵- بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرِ

### اسے تفصیلی معلومات ہو جائیں)

(۱۳۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، کما ان کو ابن ابی ذتب نے نافع کے واسطے سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور (دوسری سند میں) زہری سالم سے، کما وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ قیس پسے نہ صافہ باندھنے اور نہ پاجامہ اور نہ کوئی سرپوش اوڑھنے اور نہ کوئی زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پسے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے پن لے اور انہیں (اس طرح) کاٹ دے کہ مخنوں سے یچے ہو جائیں۔

### مِمَّا سَأَلَهُ

۱۳۴ - حَدَّثَنَا أَدْمُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَنْبَرٌ أَبْنَيٌ  
ذَنْبَرٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَنْبَرٍ عَمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ : مَا يَلْتَهِ الْمُحْرِمُ ؟ فَقَالَ : ((لَا يَلْتَهِ الْقَيْمِنُ وَلَا الْعِنَامَةُ وَلَا السَّرَّاوِينَ وَلَا الْبَرْنَسُ وَلَا قَوْتَاهُ مَسْهَةُ الْوَزْسُ أَوِ الرَّغْفَرَانُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ النَّعْلَيْنِ فَلَا يَلْتَهِ الْخَفْفَيْنِ، وَلَا يَقْطَعُهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَعْتَدَ الْكَعْبَيْنِ)).

[اطرافہ فی : ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۲۰۸۵، ۷۳۸۵، ۲۵۸۰].

**لَقَبْرِيَّة** ورس ایک قسم کی خوبصوردار گھاس ہوتی ہے۔ حج کا حرام باندھنے کے بعد اس کا استعمال جائز نہیں۔ سائل نے سوال تو منظر سائیکا تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے تفصیل کے ساتھ اس کو جواب دیا، تاکہ جواب ناکمل نہ رہ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استاد کو سائل کی تفصیل میں فیاضی سے کام لیتا چاہیے تاکہ طباء کے لیے کوئی گوشہ نہیں تھیں، تھیں نہ رہ جائے۔ الحمد للہ کہ آج عشرہ اول ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ میں کتاب الحلم کے ترجمہ و حواری سے فراغت حاصل ہوئی، اس سلسلہ میں بوجہ کم علمی کے خادم سے جو لغرض ہو گئی ہو اللہ تعالیٰ اسے حاف فرمائے۔ (ربنا لا علم لنا الا ما علمنا انک انت العالم الحکیم۔ رب اشرح لی صدری و یسرلی امری) آمين بارحمن الرحمین۔

## ۳۔ کتاب اللہ حضور

# کتاب وضو کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وضو: وضو کے لغوی معنی صفائی تھرائی اور روشنی کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وضو طریقہ مقررہ کے ساتھ صفائی کرتا ہے جس کی برکت سے قیامت کے دن اعضائے وضو کو نور حاصل ہو گا۔ حضرت امام بخاری قدس سرہ نے کتاب الوضو کو آیت قرآنی سے شروع فرمائے کہ آئندہ جملہ تفصیلات کو اس آیت کی تفسیر سمجھنا چاہیے۔ آیت شریفہ میں بسلسلہ وضو چھرو دھونا اور کھنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں تک پیروں کا دھونا اصول وضو کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ پورے سر کا مسح ایک بار کرنا یہی مسلک راجح ہے۔ جس کی صورت آئندہ بیان ہو گی۔

لقط وضو کی تحقیق میں علامہ قسطلاني فرماتے ہیں۔ وہ بالضم الفعل وبالفتح الماء الذى يتعوض به و حکى في كل الفتح والضم و هو مشتق من الوضوء وهو الحسن والنظافة لأن المصلى يتغنى به فمصير وضواه يعني وضو كاللقط وادأ كـپيشـ کے ساتھ وضو کرنے کے معنی میں ہے اور وادأ کے زبر کے ساتھ لقط وضو اس پانی پر بولا جاتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ یہ لقط "وضاءت" سے مشتق ہے جس کے معنی حسن اور نظافت کے ہیں۔ نمازی اس سے نخلافت بھی حاصل کرتا ہے۔ پس وہ ایک طرح سے صاحب حسن ہو جاتا ہے۔ عبادات کے لیے وضو کا عمل بھی ان خصوصیات اسلام سے ہے جس کی تفسیر مذاہب عالم میں نہیں طے گی۔ وللتفصیل مقام اخیر۔

### باب اس آیت کے بیان میں کہ

الله تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو (پلے وضو کرتے ہوئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کھنیوں تک دھولو۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو۔"

امام بخاری "کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمادیا کہ وضو میں (اعضاء کا دھونا) ایک مرتبہ فرض ہے اور آپ نے (اعضاء) دو دو بار (دھو کر بھی) وضو کیا ہے اور تین تین بار بھی۔ ہاں تین مرتبہ سے زیادہ

### ۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي

قول الله تعالى: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِلَى الْمَرْأَةِ، وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدۃ: ۶۶].

قال أبو عبد الله : وَبَيْنَ النِّسَاءِ أَنْ فَرِضَ الوضوءُ مَرْأَةً مَرْأَةً، وَتَوَضَّعَتْ أَيْضًا مَرْأَتِينِ، وَثَلَاثَتِينِ، وَلَمْ يَرِدْ عَلَى ثَلَاثَتِ

نہیں کیا اور علماء نے وضو میں اسرا ف (پانی حاد سے زائد استعمال کرنے) کو کروہ کہا ہے کہ لوگ رسول کرم ﷺ کے فعل سے آگے بڑھ جائیں۔

خاص طور پر ہاتھ ہیدوں کا تین تین بار سے زائد دھونا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وضو میں سب اعفاء تین بار دھونے پھر فرمایا کہ جس نے اس پر زیادہ یا کم کیا اس نے برآ کیا اور ظلم کیا۔ ابھن خبریس کی روایت میں صرف یوں ہے کہ جس نے زیادہ کیا، مگر مجھ ہے اور بھلی روایت میں کم کرنے کا لفظ غیر صحیح ہے۔ کیونکہ تین بار سے کم دھونا بالا جماع برا نہیں ہے۔

**باب اس بارے میں کہ نماز بغیر پاکی کے قبول ہی نہیں ہوتی**

یہ ترجیح باب خود ایک حدیث میں وارد ہے۔ یہ تفسی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طهارت کے قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو نہیں لائے کہ وہ ان کی شرط کے موافق نہ تھی۔ (۱۳۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم الحنفی نے بیان کیا۔ انہیں عبد الرزاق نے خبر دی، انہیں سعمر نے حام بن منبه کے واسطے سے بتلایا کہ انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حدث کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ (دوبارہ) وضو نہ کر لے۔ حضرموت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث ہونا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی) آواز والی یا بے آواز والی ہوا۔

فسماء اس ہوا کو کہتے ہیں جو ہلکی آواز سے آدمی کے مقعد سے نکلتی ہے اور ضراط وہ ہوا جس میں آواز ہو۔

**باب وضو کی فضیلت کے بیان میں (اور ان لوگوں کی فضیلت میں) جو (قیامت کے دن) وضو کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے**

(۱۳۶) ہم سے سیحی بن بکیر نے بیان کیا، ان سے یہ نے خالد کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعید بن ابی بلاں سے نقل کرتے ہیں، وہ نعیم الجھر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) ابو ہریرہؓ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضو کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ساتھا کہ آپ فمارہ ہے تھے کہ میری امت کے لوگ وضو سے

وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيهِ، وَأَنْ يُجَاوِرُوا فِي غَلَّ النَّبِيِّ ﷺ.

**۲- بَابُ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهُورٍ**

یہ ترجیح باب خود ایک حدیث میں وارد ہے۔ یہ تفسی وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز بغیر طهارت کے قبول نہیں ہوتی اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امام بخاریؒ اس روایت کو نہیں لائے کہ وہ ان کی شرط کے موافق نہ تھی۔

**۱۳۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْخَنْظَلِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَنْدُ الرَّازِّاقَ قَالَ :**  
أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامَ بْنِ مَنْبِيَّ اللَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مَنْ أَخْدَثَ حَتَّى يَعْوَضَنَا))  
قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَتِ مَوْتَ : مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَّاَةُ أَوْ ضَرَاطُ.

[الحدیث ۱۳۵ طرفہ فی : ۶۹۰۴].

**۳- بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ، وَالْغُرْبَةِ الْمُحَجَّلُونَ مِنْ آثارِ الْوُضُوءِ**

**۱۳۶- حَدَّثَنَا يَحْنَى بْنُ بَكْنَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَلَالٍ عَنْ نَعِيمِ الْمَخْمِرِ قَالَ: رَقِيتَ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى طَهَرِ الْمَسْجِدِ فَتوَضَّأَ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنْ أَمْتَنِي**

نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھا لے (یعنی وضواچی طرح کرے)

جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت میں وہ سفید اور روشن ہوں گے، ان ہی کو غرام محجلین کہا جائے ہے۔ چمک بڑھانے کا مطلب یہ کہ ہاتھوں کو موئی ہوں تک اور پاؤں کو گھٹنے تک دھوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بعض دفعہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۴- بَابُ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكْ حَتَّى

**محض شک کی وجہ سے نیا وضو نہ کرے۔**

(۱۳۳) ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے زہری نے سعید بن المیب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے بچا عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا نکلی) معلوم ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (نماز سے) نہ پھرے یا نہ مڑے، جب تک آواز نہ سنبھال پائے۔

يَذْعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرُّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آفَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطْهِلَ غُرَّةً لَّفْيَعْلَنَ).

جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں قیامت میں وہ سفید اور روشن ہوں گے، ان ہی کو غرام محجلین کہا جائے ہے۔ چمک بڑھانے کا مطلب یہ کہ ہاتھوں کو موئی ہوں تک اور پاؤں کو گھٹنے تک دھوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بعض دفعہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۵- بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

**یَسْتَقِيقَ**

۱۳۷- حَدَّثَنَا عَلَيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ  
قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
الْمُسَيْبِ وَعَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ  
إِنَّهُ شَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ الْوَجْلُ الَّذِي  
يُخَيِّلُ إِلَيْهِ إِنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ،  
فَقَالَ: ((لَا يَنْفَعُ - أَوْ لَا يَنْصَرِفُ -  
حَتَّى يَسْمَعَ صَوْنَا أَوْ يَجِدَ رِبْحًا)).

[طرفاہ فی : ۱۷۷ ، ۲۰۵۶].

اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کی آواز یا اس **لشیخ** کی بدبو معلوم نہ کرے۔ باب کا یہی مقصد ہے۔ یہ حکم عام ہے خواہ نماز کے اندر ہو یا نماز کے باہر۔ امام نوویؓ نے کہا کہ اس حدیث سے ایک برا قاعدہ کلیہ نکالتا ہے کہ کوئی تینی کام شک کی وجہ سے زائل نہ ہو گا۔ مثلاً ہر فرش یا ہر جگہ یا ہر کپڑا جو پاک ساف اور ستمرا ہواب اگر کوئی اس کی پاکی میں شک کرے تو وہ شک غلط ہو گا۔

۵- بَابُ التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

باب اس بارے میں کہ ہلکا وضو کرنا بھی درست اور جائز ہے اس کا مطلب یہ کہ نمازی پانی اعضا پر بھائے یا وضو میں وہ اعضا کو صرف ایک ایک بار دھولے۔ یا ان پر پانی کم ڈالے بوقت ضورت یہ سب صورتیں جائز ہیں

(۱۳۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے عمرو کے واسطے سے نقل کیا، انہیں کریب نے ابن عباسؓ سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ سوئے یہاں تک کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور کبھی (راوی نے یوں) کہا کہ آپ لیٹ گئے۔ پھر خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اس کے بعد نماز پڑھی۔

۱۳۸- حَدَّثَنَا عَلَيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:  
حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنْ عَمْرُو قَالَ: أَخْبَرَنِي  
كُرَبَّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ  
حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ صَلَّى - وَرَبَّنَا قَالَ  
اضطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى. ثُمَّ

پھر سفیان نے ہم سے دوسری مرتبہ یہی حدیث بیان کی عمرو سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ (ام المؤمنین) حضرت میمونہؓ کے گھر رات گزاری، تو (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے۔ جب ہوڑی رات باقی رہ گئی۔ تو آپؐ نے اٹھ کر ایک لشکر ہوئے مشکنیز سے بہلاسا وضو کیا۔ عمرو اس کا بلکا پن اور معمولی ہونا بیان کرتے تھے اور آپؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، تو میں نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ اور کبھی سفیان نے عن یسارہ کی بجائے عن شمالہ کا لفظ کیا (مطلوب دونوں کا ایک ہی ہے) پھر آپؐ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی دامنی جانب کر لیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔ پھر آپؐ لیٹ گئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ خراں کی آواز آئے گی۔ پھر آپؐ کی خدمت میں موزن حاضر ہوا اور اس نے آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ اسکے ساتھ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں کہ) ہم نے عمرو سے کہا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے کہا میں نے عبید بن عمر سے سنا، وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیهم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ پھر (قرآن کی یہ) آیت پڑھی۔ ”میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذنکر رہا ہوں۔“

**تَسْبِيح** رسول کرم ﷺ نے رات کو جو وضو فرمایا تھا تو یا تو تین مرتبہ ہر عضو کو نہیں دھویا، یادھویا تو اچھی طرح ملانیں، بس پانی بھاری۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھی کہ نہیں سے آپؐ کا وضو نہیں نہ تھا تھا۔ آپؐ کے علاوہ کسی بھی شخص کو لیٹ کر یوں غلطت کی نیزد آجائے تو اس کا وضو نہ ہوتا جاتا ہے۔ تخفیف وضو کا یہ بھی مطلب ہے کہ پانی کم استعمال فرمایا اور اعضاء وضو پر زیادہ پانی نہیں ڈالا۔

آیت میں حضرت ابراہیمؑ کا قول ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا۔ عبید نے ثابت کیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہواب کو وحی ہی سمجھا اسی لئے وہ اپنے لخت گجر کی قربانی کے لئے مستعد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ تین بھروسوں کا خواب بھی وحی اللہ ﷺ پر رکھتا ہے اور یہ کہ تین بھروسے ہیں مگر ان کے دل جاگتے رہتے ہیں۔ عمرو نے یہی پوچھا تھا۔ جسے عبید نے ثابت فرمایا۔ وضو میں پانی سے مراد یہ کہ ایک ایک دفعہ دھویا اور ہاتھ پیروں کو پانی سے زیادہ نہیں ملا۔ بلکہ صرف پانی بھانے پر اقتدار کیا۔ (فتح الباری)

باب وضو پورا کرنے کے بارے میں

حدَّثَنَا بِهِ سُفِيَّانُ مَرْءَةً بَعْدَ مَرْءَةٍ عَنْ عَمْرُو عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : بِئْ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةً لَيْلَةً ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْلَّيلِ ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الظَّلَلِ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَرَضَّا مِنْ شَنْ مَعْلُقٌ وَضُوءٌ أَخْفِيفًا - يَخْفَفُهُ عَمْرُو وَيَقْلِلُهُ - وَقَامَ يُصْلِيَ ، فَوَضَّأَتْ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ، ثُمَّ جَنَّتْ فَقُنْتَ عَنْ يَسَارِهِ - وَرَبِّمَا قَالَ سُفِيَّانَ : عَنْ شِمَالِهِ - فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمْنِيَ . ثُمَّ صَلَى مَا شَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ اضطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ، ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَادَّهَهُ بِالصَّلَاةِ ، فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . قَلَّا لِعَمْرُو : إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَنَاهَ عَنْهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبَهُ ، قَالَ عَمْرُو : سَمِعْتُ عَبْيَدَ بْنَ عَمِيرَ يَقُولُ : رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْشٌ . ثُمَّ قَرَا : هَذِهِي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ ) [ الصافات: ۱۰۲ ]. [راجع: ۱۱۷]

۔ بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِسْتَأْغِ الْوُضُوءِ  
الْإِنْقَاءَ.

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وضو کا  
پورا کرنا اعضاء وضو کا صاف کرنा ہے“

(۱۳۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے  
موسى بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کریب مویں ابن  
عباس سے، انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نہ، وہ کہتے  
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے واپس  
ہوئے جب گھٹائی میں پنج تو آپ اتر گئے۔ آپ نے (پہلے) پیشاب  
کیا، پھر وضو کیا اور خوب اچھی طرح نہیں کیا۔ تب میں نے کہا، یا  
رسول اللہ! نماز کا وقت (آگیا) آپ نے فرمایا، نماز تمہارے آگے ہے  
(یعنی مزدلفہ چل کر پڑھیں گے) جب مزدلفہ میں پنج تو آپ نے خوب  
اچھی طرح وضو کیا، پھر جماعت کھڑی کی گئی، آپ نے مغرب کی نماز  
پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اوٹ کو اپنی جگہ بٹھایا، پھر عشاء کی  
جماعت کھڑی کی گئی اور آپ نے نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے  
درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۱۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ  
مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ  
مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ  
سَمِعَهُ يَقُولُ: دَلَعَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ عَرْفَةَ  
حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّغْبِ نَزَلَ قَبَالَ، ثُمَّ  
تَوَضَّأَ وَلَمْ يَسْتَغِ الْوُضُوءَ. فَقَلَّتُ: الصَّلَاةَ  
يَا رَسُولُ اللَّهِ. قَالَ: ((الصَّلَاةُ أَمَّا مَكَ))  
فَرَكِبَ. فَلَمَّا جَاءَ الْمُزَدَّلَفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ  
فَأَسْتَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى  
الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَةً فِي  
مَنْزِلَهِ، ثُمَّ أَقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى، وَلَمْ  
يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

[اطرافہ فی: ۱۸۱، ۱۶۶۷، ۱۶۶۹]

. [۱۶۷۲]

پہلی مرتبہ آپ نے وضو صرف پاکی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ دوسری مرتبہ نماز کے لیے کیا تو خوب اچھی طرح کیا، ہر اعضائے  
وضو کو تین تین بار دھویا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا چاہیے۔ اس رات میں آپ نے  
آب زمزم سے وضو کیا تھا۔ جس سے آب زمزم سے وضو کرنا بھی ثابت ہوا۔ (فتح الباری)

باب دونوں ہاتھوں سے چرے کا صرف ایک چلو (پالی) سے  
دھونا بھی جائز ہے۔

۷- بَابُ غَسْلِ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ  
غَرَفَةٍ وَاحِدَةٍ

اس امر پر آگاہ کرنا مقصود ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اکٹھے چلو بھرنا شرط نہیں ہے (فتح الباری)  
(۱۴۰) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ کو  
ابو سلمہ الخزاعی منصور بن سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ابن  
بلال یعنی سلیمان نے زید بن اسلم کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے  
عطاء بن یمار سے نہ، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن بن عباس رضی

۱۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ  
قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخَزَاعِيَّ مُنْصُورُ  
بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ بَلَالَ - يَعْنِي  
سَلِيمَانَ - عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءَ

اللہ عنہما نقل کیا کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے پانی کے ایک چلوسے کلی کی اور ناک میں پانی دیا۔ پھر پانی کا ایک اور چلوسی، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا۔ پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر پانی کا دوسرا چلوسی اور اس سے اپنا دادا ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلوسے کر اس سے اپنا بیالا ہاتھ دھویا۔ اس کے بعد اپنے سر کا سع کیا۔ پھر پانی کا چلوسے کر داہنے پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا۔ پھر دوسرے چلوسے اپنا پاؤں دھویا۔ یعنی بیالا پاؤں اس کے بعد کما کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بن یسَارَ عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَقَسَلَ وَجْهَهُ، أَخْدَى غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ مَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَشَقَ، ثُمَّ أَخْدَى غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْآخِرَى فَقَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخْدَى غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَقَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمَنِيَّ ثُمَّ أَخْدَى غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَقَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَخْدَى غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَرَوَشَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمَنِيَّ حَتَّى غَسَلَهَا، ثُمَّ أَخْدَى غَرْفَةً آخَرَى فَقَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ - یعنی رِجْلِهِ الْيُسْرَى - ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَتَوَضَّأُ.

و فی هذا الحديث دلیل الجمع بين المضمضة والاستنشاق بعرفة واحدة یعنی اس حدیث میں ایک ہی چلوسے کلی کرنا اور ناک میں پالی ڈالنا ثابت ہوا۔ (قطلانی)

باب اس بارے میں کہ ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی ضروری ہے۔

(۱۴۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا تم سے جریر نے منصور کے واسطے سے روایت کیا، انہوں نے سالم ابن الجعد سے نقل کیا، وہ کرب سے، وہ ابن عباس میں تھا سے روایت کرتے ہیں، وہ اس حدیث کو بنی ملہیہ تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو کہ ”اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو (اس جماع کے نتیجے میں) ہمیں عطا فرمائے۔“ یہ دعا پڑھنے کے بعد (جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

**تَسْبِيح** [وضو کے شروع میں بسم اللہ کرنا الحدیث کے نزدیک ضروری ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب میں ذکر کردہ حدیث میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ جب جماع کے شروع میں بسم اللہ کرنا مشروع ہے تو وضو میں کیونکہ مشروع نہ ہو گا وہ تو ایک عادات

## ۸- بَابُ التَّسْبِيمَةِ عَلَى كُلِّ حَالٍ : وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِينْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَنِبٍ عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ يَتَلَغَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ أَنَّ أَخْدُكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنَّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنَّبْنَا الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا، فَقُضِيَ بِنَاهِمَا وَلَدَنِمْ يَضْرُرُهُ)). [اطرافہ فی : ۳۲۷۱، ۳۲۸۳، ۶۱۶۵، ۶۳۸۸، ۶۳۹۶].

ہے۔ ایک روایت میں ہے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ بوسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں۔ یہ روایت حضرت امام بخاری کی شرائط کے موافق نہ تھی اس لئے آپ نے اسے چھوڑ کر اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہے۔ این جریئے جامِ الاتمار میں مجہد سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان بھی اس کی عورت سے جماع کرتا ہے۔ آیت قرآنی ﴿لَمْ يَطْمَئِنَ النَّاسُ إِلَّا مَا لَهُ جَانٌ﴾ (الرَّحْمَنُ: ۵۶) میں اسی کی نفی ہے۔ (قطلانی)

استاد العالماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکبوری مدفون حکم حدیث لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ ای لا یصح الوضوء ولا يوجد شرعا الا بالتسمية اذا لا صل في الفى الحقيقة والنفي الصحة الفرق الى الذات واقتصر لزومها للحقيقة فيستلزم عدمها عدم الذات وماليس بصحیح لا بجزی و لا بعدد به فالحادیث نص على الفراغ التسمیة عند ابتداء الوضوء والیہ ذهب احمد فی روایة وهو قول اهل الظاهر و ذہبت الشافعیہ والحنفیہ و من وافقہم الی ان التسمیة سنة فقط و اختار ابن الہمام من الحنفیہ وجوبہا۔ (مرعاۃ)

اس بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا فرض ہے۔ امام احمد اور اصحاب ظواہر کا یہی مذہب ہے۔ ختنی و شافعی وغیرہ اسے سنت مانتے ہیں۔ مگر حنفیہ میں سے ایک بڑے عالم امام ابن ہمام اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ علامہ ابن قیم نے اعلام میں بسم اللہ کے واجب ہونے پر پچاس سے بھی زائد لاکل پیش کیے ہیں۔

صاحب انوار الباری کا تبصرہ: اس میں کوئی مشک نہیں کہ صاحب انوار الباری نے ہر اخلاقی مقام پر امام بخاری رض کی تتفیص کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر امام بخاری رض کی جلالت علی ایسی حقیقت ہے کہ بھی شے بھی آپ کے کمزعالوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔ بحث مذکورہ میں صاحب انوار الباری کا تبصرہ اس کا ایک روشن ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ استاد محترم حضرت مولانا انور شاہ صاحب رض کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔

امام بخاری کا مقام رفع: یہاں یہ چیز قابل لحاظ ہے کہ امام بخاری نے باوجود اپنے رجحان مذکور کے بھی ترجمہ الباب میں وضو کے لئے تسلیہ کا ذکر نہیں کیا تاکہ اشارہ ان احادیث کی تحسین کی طرف نہ ہو جائے۔ جو وضو کے بارے میں مروی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے حدیث تنفسی کو بھی ترجمہ الbab میں ذکر کرنا موزوں نہیں سمجھا۔ اس سے امام بخاری کی "جلالت قدر و رفتہ مکانی" معلوم ہوتی ہے کہ جن احادیث کو درستے مددیں تھن تھن تحت الابواب ذکر کرتے ہیں۔ ان کو امام اپنے تراجم اور عنوانات ابواب میں بھی ذکر نہیں کرتے۔ پھر یہاں چونکہ ان کے رجحان کے مطابق کوئی معتبر حدیث ان کے نزدیک نہیں تھی تو انہوں نے عمومات سے تمک کیا اور وضو کو ان کے نیچے داخل کیا اور جماع کا بھی ساتھ ذکر کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ خدا کا اسم معظم ذکر کرنا جماع سے قبل شروع ہوا تو بد رجہ اولی وضو سے پہلے بھی شروع ہونا چاہیے۔ گویا یہ استدلال ظفائر سے ہوا۔ (انوار الباری، ج: ۲/ ص: ۳۱)

**خلاصہ مشورہ:** صاحب انوار الباری نے جگہ جگہ حضرت امام قدس سرہ کی شان میں لب کشائی کرتے ہوئے آپ کو غیر فقیرہ، زور نہیں وغیرہ وغیرہ طنزیات سے یاد کیا۔ کیا اچھا ہو کہ حضرت شاہ صاحب رض کے بیان بلا کے مطابق آپ حضرت امام قدس سرہ کی شان میں تتفیص سے پہلے زراسوچ لیا کریں کہ حضرت امام بخاری رض کی جلالت قدر و رفتہ مکانی ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ جس سے انکار کرنے والے خود اپنی ہی تتفیص کا سامان میسا کرتے ہیں۔ ہمارے محترم ناظرین میں سے شاید کوئی صاحب ہمارے بیان کو مبالغہ سمجھیں، اس لئے ہم ایک دو مثالیں پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے اندازہ ہو سکے کہ صاحب انوار الباری کے قلب میں حضرت

امام الحمد شین قدس سرہ کی طرف سے کس قدر تکمیل ہے۔

بخاری و مسلم میں مبتدعین و اصحاب اہواء کی روایات: آج تک دنیاۓ اسلام یہی صحیح چلی آ رہی ہے کہ صحیح بخاری اور پھر صحیح مسلم نہیں ہی معتبر کہا جائیں ہیں۔ خصوصاً قرآن مجید کے بعد امعنی الکتب بخاری شریف ہے۔ مگر صاحب انوار الباری کی رائے میں بخاری و مسلم میں بعض جگہ مبتدعین و اہل اہواء جیسے بدترین قسم کے لوگوں کی روایات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”حضرت امام عقیم ابو حنفیہ“ اور امام الakk کسی پرعتی سے خواہ و کیسا ہی پاکباز و راستباز ہو حدیث کی روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے بخاری و مسلم میں مبتدعین اور بعض اصحاب اہواء کی روایات بھی لی گئی ہیں۔ اگرچہ ان میں ثقہ اور صادق اللجوہ ہونے کی شرط و رعایت طوطخ رکھی گئی ہے۔ ”(انوار الباری، ج: ۲/ ص: ۵۳)

مقام غور ہے کہ سادہ لوح حضرات صاحب انوار الباری کے اس بیان کے نتیجہ میں بخاری و مسلم کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے مخفی غلط بیانی کی ہے، آگے اگر آپ بخاری و مسلم کے مبتدعین اور اہل اہواء کی کوئی فرست پیش کریں گے تو اس بارے میں تفصیل سے لکھا جائے گا اور آپ کے اخراج پر وضاحت سے روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت امام بخاری<sup>ؒ</sup> اور آپ کی جامع صحیح کا مقام گرانے کی ایک اور نہ کوم کوشش: جبک الشنی یعنی ویصم کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت انسان کو انداختا اور بہراہا دیتی ہے۔ صد افسوس کہ صاحب انوار الباری نے اس حدیث بنوی کی بالکل تصدیق فرمادی ہے۔ بخاری شریف کا مقام گرانے اور حضرت امیر الحمد شین کی نیت پر حملہ کرنے کے لیے آپ یہی محققانہ انداز سے فرماتے ہیں:

”ہم نے ابھی بتلایا کہ امام عقیم کی کتاب الآثار مذکور میں صرف احادیث احکام کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے، اس کے مقابلہ میں جامع صحیح بخاری کے تمام ابواب غیر مکمل موصول احادیث مرویہ کی تعداد ۲۳۵۳ حسب تصریح حافظ ابن حجر ہے۔ اور مسلم شریف کی کل ابواب کی احادیث مرویہ چار ہزار ہیں۔ ابو داؤد کی ۳۸۰۰ اور تفسی شریف کی پانچ ہزار۔ اس سے معلوم ہوا کہ احادیث احکام کا سب سے بڑا ذخیرہ کتاب الآثار امام عقیم پھر تفسی و ابو داؤد میں ہے۔ مسلم میں ان سے کم، بخاری میں ان سب سے کم ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری<sup>ؒ</sup> صرف اپنے اجتہاد کے موافق احادیث ذکر کرتے ہیں۔“ (انوار الباری، ج: ۲/ ص: ۵۳)

حضرت امام بخاری کا مقام رفع اور ان کی جلالت قدر و رفتہ مکافی کا ذکر بھی آپ صاحب انوار الباری کی قلم سے ابھی پڑھ چکے ہیں اور جامع صحیح اور خود حضرت امام بخاری کے متعلق آپ کا یہ بیان بھی ناظرین کے سامنے ہے۔ جس میں آپ نے کھلے لفظوں میں بتلایا ہے کہ امام بخاری نے صرف اپنے اجتہاد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپنی حسب فثاء احادیث بنوی جمع کی ہیں۔ صاحب انوار الباری کا یہ حملہ اس قدر تکمیل ہے کہ اس کی جس قدر بھی نہ مرت کی جائے کم ہے۔ تاہم متاثر و سنجیدگی سے کام لیتے ہوئے ہم کوئی مشتملہ امکناں اکٹھاف نہیں کریں گے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ الاناء پترش بعما فيه برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے پہلا ہے۔ حضرت والا خود ذخیر احادیث بنوی کو اپنے مفروضات مسلکی کے سانچے میں ڈھانلنے کے لیے کربستہ ہوئے ہیں۔ سو آپ کو حضرت امام بخاری قدس سرہ بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ وچھے المرء یقیس علی نفسه

باب اس بارے میں کہ بیت الخلاء جانے کے وقت کیا دعا

۹۔ بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

پڑھنی چاہیے؟

(۱۴۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے عبد العزیز بن صہیب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول کرم ﷺ جب (قفلے حاجت کے لیے) بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ (دعا) پڑھتے۔ اے اللہ! میں نیا کج جنوں اور نیا کج جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس حدیث میں خود آخرینت ﷺ کا یہ دعا پڑھنا ذکر ہے اور مسلم کی ایک روایت میں لفظ امر کے ساتھ ہے کہ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ اعوذ بالله من الخبت والخبائث ان لفظوں میں پڑھنا بھی جائز ہے۔ خبث اور خبائث سے نیا کج جن اور جنیاں مراد ہیں۔ حضرت امام نے فارغ ہونے کے بعد والی دعا کی حدیث کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کی شرطوں کے موافق نہ تھی۔ جسے ابن خزیس اور ابن حبان نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ فارغ ہونے کے بعد غفرانک پڑھتے۔ اور ابن ماجہ میں یہ دعا آئی ہے الحمد لله الذى اذہب عنى الاذى و عافاني (اب قریب اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو پڑھتے۔ اور اس گندگی کو مجھ سے دور کر دیا) فارغ ہونے کے بعد آخرینت ﷺ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے۔

**باب اس بارے میں کہ بیت الخلاء کے قریب پانی رکھنا بہتر**

ہے۔

(۱۴۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ہاشم ابن القاسم نے، کما کہ ان سے ورقاء بن مکحری نے عبد اللہ بن ابی زید سے نقل کیا، وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کرم ﷺ پاگانہ میں تشریف لے گئے۔ میں نے (پاگانے کے قریب) آپ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ (باہر نکل کر) آپ نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ کو بتلایا گیا تو آپ نے (میرے لئے دعا کی اور فرمایا، اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرمائیو۔

یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث حضرت ابن عباس کی خالہ کے گھر کا واقعہ ہے۔ آپ کو خبر دینے والی بھی حضرت میمونہ ہی تھیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ فتح امت قرار پائے۔

**باب اس مسئلہ میں کہ پیشتاب اور پاگانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جب کسی عمارت یا دیوار وغیرہ کی آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں۔**

(۱۴۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے، کما کہ ہم سے زہری نے عطاء بن یزید اللیثی کے واسطے سے نقل کیا، وہ

۱۴۲ - حَدَّثَنَا آدُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهِيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّهَا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَغُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَابِ)). [طرفة في : ۶۳۲۲]

۱۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِيمُ بْنُ الْفَاقِسِ قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ وَضْوِئًا. قَالَ: ((مَنْ وَضَعَ هَذَا؟)) فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ فَقْهَهْ فِي الدِّينِ)).

[راجع: ۷۵]

یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث حضرت ابن عباس کی خالہ کے گھر کا واقعہ ہے۔ آپ کو خبر دینے والی بھی حضرت میمونہ ہی تھیں۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ فتح امت قرار پائے۔

**۱۱ - بَابُ لَا تُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، إِلَّا عِنْدَ الْبَنَاءِ : جِدَارٌ أَوْ نَحْوِهِ**

۱۴۴ - حَدَّثَنَا آدُمْ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الرُّهْرِيُّ عَنْ عَنْطَاءِ بْنِ

حضرت ابو ایوب الانصاری رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ اس کی طرف پشت کرے (بلکہ) مشرق کی طرف منہ کر لو یا مغرب کی طرف۔

**بِزِينَةِ الْلَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُوبَ الْأَنْصَارِيِّ**  
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَتَى  
أَحَدُكُمُ الْفَاجِطَةَ فَلَا يَسْتَفِلُ الْفِتْلَةَ وَلَا  
يُوَلِّهَا ظَهَرَةً، شَرَقُوا أَوْ غَرْبُوا)).

[طرفة بن : ۳۹۴]

**لَشِیخ** یہ حکم مدینہ والوں کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ مدینہ کے سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اس لئے آپ نے قضاۓ حاجت کے وقت پھر قم یا پورب کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ بیت اللہ کا ادب ہے۔ امام بخاریؓ نے حدیث کے عنوان سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اگر کوئی آڑ سانے ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر سکتا ہے۔ آپ نے جو حدیث اس باب میں ذکر کی ہے وہ ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ حدیث سے مطلق ممانعت لکھتی ہے اور ترجمہ باب میں عمارت کو مستحب کیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ نے یہ حدیث محض ممانعت ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہے اور عمارت کا انتہاء آگے والی حدیث سے نکلا ہے جو ابن عمر سے مروی ہے۔ بعضوں نے لفظ غالٹ سے صرف میدان مراد لیا ہے اور اس ممانعت سے سمجھا گیا کہ عمارت میں ایسا کرنا درست ہے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ مبارکپوری نے اس بارے میں دلائل طرفین پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے اپنا آخری فیصلہ یہ دیا ہے وہندی الاحتراز عن الاستقبال و الاستدبار فی الابیوت احوط و جواباً لاندباً لعنی میرے نزدیک بھی و جواباً احتیاط کا تقاضا ہے کہ گھروں میں بھی بیت اللہ کی طرف پیٹھے یا منہ کرنے سے پر بہیز کیا جائے۔ (مرعاۃ جلد اول ص ۲۳۱) علامہ مبارکپوریؓ صاحب تحفۃ الاحوزی نے بھی ایسا یعنی لکھا ہے۔

## باب اس بارے میں کہ کوئی شخص دو ایشوں پر بیٹھ کر قضاۓ حاجت کرے (تو کیا حکم ہے؟)

## ۱۲- بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَبِتَنِ

(۱۳۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی۔ وہ محمد بن یحییٰ بن حبان سے وہ اپنے چچا واسع بن حبان سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے تھے کہ جب قضاۓ حاجت کے لیے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کی طرف (یہ سن کر) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھاتو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے دو ایشوں پر قضاۓ حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔ پھر عبد اللہ بن عمر بھی بتا نے (واسع سے) کہا کہ شاید تم ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے چوتھوں کے بل نماز پڑھتے ہیں۔ تب میں نے کہا خدا کی قسم! میں نہیں جانتا

۱۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ  
مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمَدَةَ وَاسِعَ  
بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرَةَ أَنَّهُ كَانَ  
يَقُولُ: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى  
حَاجِتِكَ فَلَا تَسْتَفِلُ الْفِتْلَةَ وَلَا تَبِتَ  
الْقَدِيسِ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرَةَ لَقِدْ  
أَرْتَقَيْتَ يَوْمًا عَلَى ظَهَرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتَ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى لَبِتَنِ مُسْتَقْبَلًا بَيْتَ  
الْمَقْدِسِ لِحَاجِتِهِ. وَقَالَ: لَعْلَكَ مِنَ الَّذِينَ  
يُصْلَوْنَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ، فَقَلَّتْ: لَا أَذْرِي

وَاللَّهُ قَالَ مَا لِكَ؟ يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّي وَلَا  
يَوْنَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ، يَسْجُدُ وَهُوَ لَا صِيقٌ  
(کہ آپ کا مطلب کیا ہے) امام مالک نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے  
اس سے وہ شخص مراد یا جو نماز میں زمین سے اوپر چانہ رہے، سجدہ میں  
زمین سے چمٹ جائے۔

[اطرافہ فی : ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۴۰۲]

**تَسْبِيحٌ** حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی کسی ضرورت سے کوئی پڑھنے پر بڑگنی۔ اب ان عمر کے  
اس قول کا فناکر بعض لوگ اپنے چوتروں پر نماز پڑھتے ہیں۔ شاید یہ ہو کہ قبل کی طرف شرمگاہ کا رخ اس حال میں منع  
ہے کہ جب آدمی رفع حاجت وغیرہ کے لیے نماز ہو۔ ورنہ لباس پہن کر پھر یہ تکلف کرنا کسی طرح قبلہ کی طرف سامنا یا پشت نہ ہو، یہ  
زرا تکلف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سجدہ اس طرح کرتے ہیں کہ اپنا بیٹھ بالکل رانوں سے ملا لیتے ہیں اسی کو  
یصلون علی او داکھم سے تعبیر کیا گیا مگر صحیح تفسیر وہی ہے جو مالک سے نقل ہوئی۔

**صاحب انوار الباری کا عجیب اجتہاد:** اجتہاد میں عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے کچھ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ صاحب  
انوار الباری نے لفظ مذکور یصلون علی او داکھم سے عورتوں کی اس مروجہ نماز پر اجتہاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔  
”یصلون علی او داکھم سے عورتوں والی نشست اور سجدہ کی حالت بتائی گئی ہے کہ عورتیں نماز میں کوئی اور سرین پر بیٹھتی  
ہیں اور سجدہ بھی خوب سست کر کرتی ہیں۔ کہ پیٹ رانوں کے اوپر کے حصوں سے مل جاتا ہے۔ تاکہ ستر زیادہ سے زیادہ چھپ کے  
لیکن ایسا کرنا مردوں کے لیے خلاف سنت ہے۔ ان کو سجدہ اس طرح کرنا چاہیے کہ پیٹ ران وغیرہ حصوں سے بالکل الگ رہے۔ اور  
سجدہ اچھی طرح کھل کر کیا جائے۔ غرض عورتوں کی نمازوں میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کی حالت مردوں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔“ (انوار  
الباری، ج: ۳/ ص: ۱۸۷)

صاحب انوار الباری کی اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ مردوں کے لیے ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور عورتوں کے لیے عین سنت  
کے مطابق ہے۔ شاید آپ کے اس بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات سے ایسی عین نماز ثابت ہو گی۔ کاش! آپ ان  
احادیث نبوی کو بھی نقل فرمادیتے جن سے عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق ثابت ہوتی ہے یا ازواج مطہرات عین کا عمل نقل  
فرمادیتے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازوں میں یہ تفریق بوجوہ محض صاحب انوار الباری عین کا اجتہاد ہے۔  
ہمارے علم میں احادیث صحیحہ سے یہ تفریق ثابت نہیں ہے۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

۱۳- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ باب اس بارے میں کہ عورتوں کا قضاۓ حاجت کے لیے

بَاہِرٌ نَكْنَةٌ كَأَيْكَا حَكْمٌ هُنَّ؟

(۱۳۶) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یہ شیخ  
بیان کیا، ان سے عقیل نے این شاہب کے واسطے سے نقل کیا، وہ عروہ  
بن ذیر سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات میں مناصع کی طرف  
قضاء حاجت کے لیے جاتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے۔ تو

۱۴۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْيَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
الْلَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ  
عَنْ عَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ  
كُنْ يَخْرُجُنَ بِاللَّيْلِ إِذَا قَرَّأَنَ إِلَى  
الْمَنَاصِعِ - وَهُوَ صَمِيمَةُ أَفْيَعٍ - وَكَانَ

(حضرت) عمر رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پرده کرائیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک روز رات کو عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رسول اللہ ﷺ کی الہیہ جو دراز قدحورت تھیں، (بابر) گئیں۔ حضرت عمر بن الخطاب نے انہیں آواز دی (اور کہا) ہم نے تمہیں پچان لیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ پرده (کا حکم) نازل ہو جائے۔ چنانچہ (اس کے بعد) اللہ نے پرده (کا حکم) نازل فرمادیا۔

عَمَرٌ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَخْبِرْنِي إِنْسَاءَكَ.  
فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْعُلُ. فَخَرَجَتْ  
سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ لِلَّهِ مِنَ  
اللَّيَالِي عِشَاءً، وَكَانَتْ امْرَأَةً طَوِيلَةً،  
فَنَادَاهَا عَمَرٌ: أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةَ.  
جِرْصًا عَلَى أَنْ يَنْزَلَ الْحِجَابُ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ  
آيَةً الْحِجَابِ.

[اطرافہ فی : ۱۴۷، ۴۷۹۵، ۵۲۳۷]

[۶۲۴۰]

(۷) ہم سے زکریا نے بیان کیا کہ ہم سے ابو اسامہ نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے باپ سے، وہ عائشہ بنت خلیلہ سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے (اپنی بیویوں سے) فرمایا کہ تمہیں قضاء حاجت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ حاجت سے مراد پاخانے کے لیے (بابر) جانا ہے۔

آیت حجاب کے بعد بھی بعض دفعہ رات کو اندر ہیرے میں عورتوں کا جگل میں جانا ثابت ہے۔ (فتح الباری)

باب اس بارے میں کہ گھروں میں قضاء حاجت کرنا ثابت

ہے۔

حضرت امام بخاریؓ کی مراد اس باب سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ عورتوں کا حاجت کے لیے میدان میں جانا یا شہنشہ نہیں رہا اور بعد میں گھروں میں انتظام کر لیا گیا۔

(۸) ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے عبید اللہ بن عمر کے واسطے سے بیان کیا، وہ محمد بن میجین بن حبان سے نقل کرتے ہیں، وہ واسع بن حبان سے، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن میں اپنی بیٹی اور رسول اللہ کی الہیہ مجرمه) حفصہ کے مکان کی چھت پر اپنی کسی ضرورت سے چڑھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف من کئے ہوئے نظر آئے۔

عَمَرٌ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنَ الْمُنْذِرِ قَالَ:  
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ  
وَاسِعٍ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ  
قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ طَهْرٍ نَيْتَ حَفْصَةَ  
لِيَغْضِيْ خَاجَتِيْ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
لِيَغْضِيْ حَاجَةَ مُسْنَدِبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْنَفِلَ  
الشَّامِ. [راجع: ۱۴۵]

آپ اس وقت فضایل نہ تھے، بلکہ وہاں پاخانہ ہنا ہوا تھا، اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے، (فتح الباری)

(۱۴۹) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں بیکی نے محمد بن بیکی بن حبان سے خبر دی، انہیں ان کے مجاہد اسحاق بن حبان نے بتالیا، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی پخت پر چڑھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دو ایشوں پر (قضاء حاجت کے وقت) بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے نظر آئے۔

۱۴۹ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْتَى عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ يَحْتَى بْنِ حَتَّانَ أَنَّ عَمَةَ وَاسِعَ بْنَ حَتَّانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمِّرَ أَخْبَرَهُ قَالَ: لَقَدْ ظَهَرَتْ ذَاتُ يَوْمٍ عَلَى ظَهَرِهِ بَيْتًا فَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ قَاعِدًا عَلَى لَبِّتَيْنِ مُسْتَقْبِلَتِيْتَهُ الْمَقْبِسِ.

[راجع: ۱۴۵]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی گھر کی پخت اور کبھی حضرت حفصہ کے گھر کی پخت کا ذکر کیا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ گھر تو حضرت حفصہؓ کی کا تھا۔ مگر حضرت حفصہؓ کے انتقال کے بعد ورش میں ان ہی کے پاس آگیا تھا۔ اس باب کی احادیث کا فشاء یہ ہے کہ گھروں میں پاخانہ بنانے کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مکانوں میں قضاۓ حاجت کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ یا بیٹھ کی جاسکتی ہے۔

### باب اس بارے میں کہ پانی سے طمارت کرنا بہتر ہے۔

(۱۵۰) ہم سے ابوالولید رشام بن عبد الملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ابو حماد سے جن کا نام عطاء بن ابی میمونہ تھا نقل کیا، انہوں نے انس بن مالک بن عثیمین سے سنا، وہ کہتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لاکا اپنے ساتھ پانی کا برتن لے آتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس پانی سے رسول اللہ ﷺ کی طمارت کیا کرتے تھے۔

باب اس بارے میں کہ کسی شخص کے ہمراہ اس کی طمارت کے لیے پانی لے جانا جائز ہے۔

حضرت ابو الدروع نے فرمایا کہ تم میں جو توں والے پاک پانی والے اور تکیے والے صاحب نہیں ہیں؟

یہ اشارہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی طرف ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جو تیاں، تکیے اور وضو کا پانی ساتھ لئے رہتے تھے، اسی مناسبت سے آپ کا یہ خطاب پڑ گیا۔

### ۱۵ - بَابُ الْمُسْتَجَاءِ بِالْمَاءِ

۱۵. - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِيهِ مَعَاذِ - وَاسِمَةَ عَطَاءَ بْنِ أَبِيهِ مَيْمُونَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةِ أَجِيءَ أَنَا وَغَلَامٌ وَمَعَنَا إِدَاؤَةٌ مِنْ مَاءٍ. يَعْنِي يَسْتَغْسِلُ بِهِ.

[اطراfeہ فی: ۱۵۱، ۱۵۲، ۲۱۷، ۵۰۰]

### ۱۶ - بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ

#### لِطَهُورِهِ

وَقَالَ أَبُو الدُّرْدَاءِ: أَنِّي فِيْكُمْ صَاحِبُ الْغَنِينَ وَالظَّهُورِ وَالْوَسَادِ.

یہ اشارہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی طرف ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جو تیاں، تکیے اور وضو کا پانی ساتھ لئے رہتے تھے، اسی

(۱۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، وہ عطاء بن ابی میمونہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے انس بن میرٹ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ قضاۓ حاجت کے لیے نکلتے، میں اور ایک لڑکا دونوں آپ کے پیچھے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک برتن ہوتا تھا۔

باب اس بیان میں کہ استجاء کے لئے پانی کے ساتھ نیزہ  
(بھی) لے جانا ثابت ہے۔

(۱۵۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے محمد بن جعفر نے، ان سے شعبہ نے عطاء بن ابی میمونہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پاخانے میں جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور نیزہ لے کر چلتے تھے، پانی سے آپ طهارت کرتے تھے، (دوسری سند سے) نفر اور شاذان نے اس حدیث کی شعبہ سے متابعت کی ہے۔ عنزہ لاٹھی کو کہتے ہیں جس پر چلکا گا ہوا ہو۔

۱۵۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ - قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةِ تَعْفُنَةٍ أَنَا وَغَلَامٌ مِنِّي مَعْنَا إِداوَةً مِنْ مَاءٍ. [راجع: ۱۵۰]

۱۷ - بَابُ حَمْلِ الْعَنْزَةِ مَعَ الْمَاءِ  
فِي الْإِسْتِجَاءِ

۱۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْخُلُ الْخَلَاءَ، فَأَخْمِلُ أَنَا وَغَلَامٌ إِداوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَةً، يَسْتَجِي بِالْمَاءِ. تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَادَانٌ عَنْ شَعْبَةَ الْعَنْزَةِ عَصَمًا عَلَيْهِ رَبِّهِ.

[راجع: ۱۵۰]

یہ ذہلا توڑنے کے لئے کام میں لائی جاتی تھی اور موزی جانوروں کو درفع کرنے کے لیے بھی۔

باب اس بارے میں کہ داہنے ہاتھ سے طهارت کرنے کی  
ممکنعت ہے۔

(۱۵۳) ہم سے معاذ بن فضال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کیث کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبد اللہ بن ابی قادہ سے، وہ اپنے باپ ابو قادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی پانی پی پے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب پا گانہ میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استجاء کرے۔

۱۸ - بَابُ النَّفَيِّ عَنِ الْإِسْتِجَاءِ  
بِالْيَمِينِ

۱۵۳ - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّمْسَوَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَنَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا شَرَبْتَ أَحَدَكُمْ فَلَا يَتَسَقَّسْ فِي الْإِنَاءِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمْسِ ذَكَرَةً بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَمَسَّخْ بِيَمِينِهِ)).

[اطرافہ فی: ۱۵۴، ۵۶۳۰]

باب اس بارے میں کہ پیشاب کے وقت اپنے عضو کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے۔

(۱۵۳) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے او زامی نے بھی بن کیش کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبد اللہ بن ابی قادہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنا عضو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے، نہ داہنے سے طمارت کرے، نہ (پانی پیتے وقت) برتن میں سانس لے۔

باب اس بارے میں کہ پھرولوں سے استجاء کرنا ثابت ہے۔  
 (۱۵۵) ہم سے احمد بن محمد الملکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن بھی بن سعید بن عمرو الملکی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ (ایک مرتبہ) رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (چلتے وقت) ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے قریب پہنچ گیا۔ (مجھے دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ مجھے پھرڈھونڈھ دو، تاکہ میں ان سے پاکی حاصل کروں، یا اسی جیسا (کوئی لفظ) فرمایا اور فرمایا کہ ہڈی اور گورنہ لانا۔ چنانچہ میں اپنے دامن میں پھر (ہر کر) آپ کے پاس لے گیا اور آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور آپ کے پاس سے ہٹ گیا، جب آپ (قضاء حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ نے پھرولوں سے استجاء کیا۔

**لشیخ** ہڈی اور گور سے استجاء کرنا جائز نہیں۔ گور اور ہڈی جنوں کی خوارک ہیں۔ جیسا کہ ابن معود کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا گور اور ہڈی سے استجاء نہ کرو، یہ تمہارے بھائی جنوں کا تو شہ ہیں۔ (رواہ ابو داؤد والترذی) معلوم ہوا کہ ڈھیلوں سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ گھر پانی سے منزد پاکی حاصل کرنا افضل ہے۔ (دیکھو حدیث: (۱۵۲) آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ پانی سے استجاء کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو منی سے رگڑ رگڑ کر دھویا کرتے تھے۔

باب اس بارے میں کہ گوبر سے استجاء نہ کرے۔  
 (۱۵۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے ابو سحاق کے

۱۹- بَابُ لَا يُسْتَنْجِي ذَكْرَهُ بِيَمِينِهِ  
 إِذَا بَارَ

۱۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَاتَلَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا بَارَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذْنَ ذَكْرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ، كَيْونَكَيْ يَسْرَى سَارَ كَامِ صَفَلَ أَوْ رَادِبَ كَغَافِ ہیں۔

۲۰- بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

۱۵۵- حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْمَكْتُمِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرُو الْمَكْتُمِيِّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَبَغَتُ النَّبِيُّ ﷺ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ: ((أَبْنِي أَحْجَارًا أَسْتَفِضُ بِهَا - أَوْ نَحْوَهُ - وَلَا تَأْتِي بِعَظِيمٍ وَلَا رَوْثٍ)). فَاتَّبَعَهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرْفٍ ثَيَابِنِ لَوْضَعْنَاهَا إِلَى جَنِبِهِ وَأَغْرَضَتُ عَنْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَبْنَةَ بِهِنَّ [طرفة فی : ۳۸۶۰].

۲۱- بَابُ لَا يُسْتَنْجِي بِرَوْثٍ

۱۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَهْرَةُ

واسطے سے نقل کیا، ابو سحاق کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو عبیدہ نے ذکر نہیں کیا۔ لیکن عبدالرحمٰن بن الاسود نے اپنے باپ سے ذکر کیا، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ رفع حاجت کے لیے گئے۔ تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میں تمین پھر تلاش کر کے آپ کے پاس لاوں۔ لیکن مجھے دو پتھر ملے۔ تیرا ڈھونڈنا مگر مل نہ سکا۔ تو میں نے ٹکل کو بر اخالیا۔ اس کو لے کر آپ کے پاس آگیا۔ آپ نے پتھر (تو) لے لئے (مگر) کو بر پھینک دیا اور فرمایا یہ خود پتاک ہے۔ (اور یہ حدیث) ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ سے بیان کی۔ انہوں نے ابو سحاق سے سنا، ان سے عبد الرحمن نے بیان کیا۔

اس کو اس لیے تباک فرمایا کہ وہ گدھے کی لید تھی جیسا کہ امام حاکم کی روایت میں تشریح ہے۔

**باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو ایک ایک دفعہ دھونا بھی ثابت ہے۔**

(۱۵۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سفیان نے زید بن اسلم کے واسطے سے بیان کیا، وہ عطاء بن یساري سے، وہ ابن عباس علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

معلوم ہوا کہ اگر ایک ایک بار اعضا کو دھولیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ثواب نہیں ملابجوتیں تین، بندوں سے ملتا ہے۔

**باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو دو دو بار دھونا بھی ثابت ہے۔**

(۱۵۸) ہم سے حسین بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فلیج بن سلیمان نے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبار بن تمیم سے نقل کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں اعضا کو دو

عن أبي إسحاق قال : ليسَ أباً عبيداً ذكراً، ولكن عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بنِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَنْهُ اللَّهُ يَقُولُ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الْمَاقِطَ فَأَكْرَبَنِي أَنْ أَتَيْهُ بِغَلَّةَ أَخْبَارِ، فَوَجَدْتُ حَجَرَتِينِ وَالْعَنْسَتِ الْفَالِتِ فَلَمْ أَجِدْهُ، فَأَخَذْتُ رَوْنَةَ فَاتَّهَى بِهَا، فَأَخَذْتُ الْحَجَرَتِينِ وَالْعَنْسَتِ الرَّوْنَةَ وَقَالَ : (هَذَا رِخْسٌ). وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقِ : حَدَّثَنِي عَنْ الرَّوْنَةِ .

**۲۲ - بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً**

۱۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفِيَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ قَالَ : تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً .

**۲۳ - بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ**

۱۵۸ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَيْسَى قَالَ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا فَلَيْحَ بْنُ سَلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي تَكْرَهِ عَنْ عَمْرُو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَعْمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ

مئین۔

دوبار دھویا۔

دد دہار دھولے سے بھی دھو جاتا ہے۔ یہ بھی سنت ہے مگر تین تین بار دھونا زیادہ افضل ہے۔

باب اس بارے میں کہ وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا

۴- بَابُ الْوُضُوءِ فَلَّاتَنَا لَلَّاتَنَا

(سنست ہے)

(۱۵۹) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ الاولیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ ابن شاہب سے نقل کرتے ہیں، انہیں عطاء بن یزید نے خبر دی، انہیں حمran حضرت عثمان کے مولیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے (حرمان سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پسلے) اپنی ہتھیاریوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چڑھ دھویا اور کنیبوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنے سر کا صح کیا۔ پھر (پانی لے کر) ٹھنڈوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دور کعت پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے۔ تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۵۹ - حَدَّثَنَا عَنْدَ الْقَعْنَيْرِ بْنَ هَنْدِ اللَّهِ الْأَوَّلِيِّيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمَرَانَ مَوْلَى حُفَّصَانَ أَخْبَرَهُ اللَّهُ رَأَى حُفَّصَانَ بْنَ عَفَانَ دُعَا بِإِنَاءِ فَلَّافَغَ عَلَى كَفَّهِي فَلَّاثَ مِوَارٍ فَسَلَّهُمَا ثُمَّ أَذْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ لِمَعْنَمَضَ وَامْسَقَ، ثُمَّ غَسَّلَ وَجْهَهُ فَلَّاثَ، وَيَدِيهِ إِلَى الْمَوْقَفَيْنِ فَلَّاثَ مِوَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرِاسِهِ ثُمَّ غَسَّلَ رِجْلَيْهِ فَلَّاثَ مِوَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضْوَئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَحْدُثُ لِيَهُمَا نَفْسَةٌ، غَيْرَ لَهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَبْبِ)).

[اطرافہ فی: ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۹۳۴]

. [۶۴۳]

۱۶۰ - وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : قَالَ صَاحِبُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ أَبْنُ شَهَابٍ، وَلِكِنْ عَزْوَةً يَحْدُثُ عَنْ حُمَرَانَ، فَلَمَّا تَوَضَّأَ حُفَّصَانَ قَالَ : أَلَا أَخْدُنُكُمْ حَدِيبَنَا لَوْلَا آيَةً مَا حَدَّثْتُكُمُوهُ؟ سَمِعَتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيَخْسِنُ وَضْوَءَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غَفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ

(۱۶۰) اور روایت کی عبد العزیز نے ابراہیم سے، انہوں نے صالح بن کیسان سے، انہوں نے ابن شاہب سے، (لیکن عروہ حرمان سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے وضو کیا تو فرمایا۔ میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں، اگر قرآن پاک کی ایک آیت (نازل) نہ ہوتی تو میں یہ حدیث تم کو نہ سناتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنائے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب بھی کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور (خلوص کے ساتھ) نماز پڑھتا ہے تو اس کے ایک نماز سے دوسری نماز

کے پڑھنے تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں وہ آئت یہ ہے (جس کا ترجیح یہ ہے کہ) جو لوگ اللہ کی اس نازل کی ہوئی ہدایت کو چھپاتے ہیں جو اس نے لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور (دوسرے) لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

اعضاء و ضو کا تین بار دعواناٹ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ مگر کبھی کبھی آپ ایک بار اور دو بار بھی دعویٰ کرتے تھے۔ تاکہ امت کے لئے آسانی ہو۔

### باب وضو میں ناک صاف کرنا ضروری ہے۔

”اس مسئلہ کو عثمان اور عبد اللہ بن زید

اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے  
نقل کیا ہے۔“

(۲۱) ہم سے عبدالنے بیان کیا، کہما انہیں یونس نے زہری کے واسطے سے خبری دی، کہما انہیں ابو ادریس نے بتایا، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جو شخص وضو کرے اسے چاہئے کہ ناک صاف کرے اور جو پھر سے استخاء کرے اسے چاہئے کہ طلاق عدود (یعنی ایک یا تین یا پانچ ہی) سے کرے۔

میں کے ڈھیلے بھی پھری میں شمار ہیں بلکہ ان سے صفائی زیادہ ہوتی ہے۔

### باب طلاق عدود (ڈھیلوں) سے استخاء کرنا چاہیے!

(۲۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہما ہم کو مالک نے ابو الزندہ کے واسطے سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی ناک میں پانی دے پھر (اسے) صاف کرے، اور جو شخص پھر وہ سے استخاء کرے اسے چاہئے کہ بے جوڑ عدود (یعنی ایک یا تین) سے استخاء کرے۔ اور جب تم میں سے کوئی سر کرائیے، تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے۔

حتّى يُصلّيهَا)). قَالَ عَزَّوَةُ : الْآيَةُ : هِنَّ  
الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْهُدَىٰ  
[النَّفَرَةُ : ۱۵۹]. [راجع: ۱۵۹]

### ۲۵- بَابُ الْإِسْتِغْمَارِ لِيَ الْوُضُوءُ

ذَكْرَةُ عَفْمَانَ وَعَنْدَهُ إِنَّهُ بْنُ زَيْدٍ وَأَنَّهُ

عَبَّاسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

۱۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاهِنَ أَخْبَرَنَا عَنْهُ اللَّهُ

قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الْوُهْرَانِيِّ قَالَ:

أَخْبَرَنِي أَبُو إِذْرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ قَوَضَهُ

فَلْيُسْتَغْمِرْ، وَمَنْ اسْتَغْمَرَ فَلَلَّيْوَنَ)).

[طرفہ فی: ۱۶۲].

### ۲۶- بَابُ الْإِسْتِخْمَارِ وَتِرَا

۱۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرَّنَادِ عَنِ الْأَغْرِجِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

((إِذَا قَوَضَتُمْ أَحَدَكُمْ فَلْيُجْعَلْ لَهُ أَنْفِهَ مَاءً

نَمْ لِيَشَرْ. وَمَنْ اسْتَغْمَرَ فَلَلَّيْوَنَ. وَإِذَا

اسْتَغْنَيْتُمْ أَحَدَكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَفْسِلْ بَدَأْهُ

قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا فِي وَضُرُورَةِ، فَإِنْ أَحَدَكُمْ

کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کمال رہا ہے۔  
باب دونوں پاؤں دھونا چاہئے اور قدموں پر  
مسح نہ کرنا چاہئے

(۱۶۳) ہم سے مویٰ نے بیان کیا، ان سے ابو عوانہ نے، وہ ابو بشر سے، وہ یوسف بن ماءک سے، وہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر (تمہاری دیر بعد) آپ نے ہم کو پالیا اور عصر کا وقت آپنچا تھا۔ ہم وہنکرنے لگے اور (اچھی طرح پاؤں دھونے کی بجائے جلدی میں) ہم پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا "ایڑیوں کے لئے آگ کا حذاب ہے۔" دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

[راجح: ۶۰]

اس میں روافض کا رد ہے جو قدموں پر بلا موزوں کے مسح کے قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث باب سے ثابت کیا ہے کہ جب موزے پسے ہوئے تو ہوتے ہوئے قدموں کا دھونا فرض ہے جیسا کہ آیت وضو میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کو بھی دوسرے اعضا کی طرح دھونا چاہیے اور اس طرح پر کہ کہیں سے کوئی حصہ خلک نہ رہ جائے۔

### باب وضویں کلی کرنا

اس مسئلہ کو ابن عباس اور عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

(۱۶۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی، کہا ہم کو عطاء بن زید نے حمran مولی عثمان بن عفان کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی مٹکوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی (لے کر) ڈالا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔ پھر انہا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا۔ پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی دیا، پھر ناک صاف کی۔ پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا۔ اور کہنیوں تک تین دفعہ ہاتھ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر ہر ایک پاؤں تین دفعہ دھویا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے

لا یَنْدِرُنِي أَنْهَ بَأْتَ بِمَذْهَبِكَ). [راجح: ۱۶۱]

۲۷ - بَابُ غَسْلِ الرُّجَلَيْنِ، وَلَا  
يَمْسَحُ عَلَى الْقَدْمَيْنِ

۱۶۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرُو قَالَ: تَخَلَّفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْعَدْنَى فِي سَفَرَةِ فَلَادِرَكَتَا وَلَدَ أَرْهَقَنَا الْمَعْنَى، فَجَعَلَنَا نَعَوْضًا وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجَلِنَا. فَنَادَى بَاغْلَى صَوْنَهُ ((وَبَلَلَ لِلْأَغْفَابِ مِنَ النَّارِ)) مَرْتَنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَتَنِ.

[راجح: ۶۰]

۲۸ - بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوءِ  
فَالَّهُ أَنْبَعَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدَ - ﷺ  
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَفَقَتُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ زَيْنَدٍ عَنْ حُمَرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ ذَعَا بِوَضُوءِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِيهِ مِنْ إِنَابَةِ فَسَلَّمَهَا ثَلَاثَ مَرَاتٍ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوُضُوءِ، ثُمَّ مَعْنَصَرَ وَاسْتَشْقَ وَاسْتَثْرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ، وَتَدَبَّرَ إِلَى الْمَرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْمِيهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثَ،

اس وضو جیسا وضو فرمایا کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور (حضور قلب سے) دو رکعت پڑھے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

فَمَ قَالَ رَأْيَتُ الْبَيْنَ  
وَصُنُونِي هَذَا وَقَالَ: ((مَنْ تَوَضَّأَ نَحْرَ  
وَصُنُونِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَسُولُنَا لَا يَحْدُثُ  
فِيهِمَا نَفْسَةً، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقدَّمَ مِنْ  
ذَنْبٍ)). [راجع: ۱۵۹]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں کلی کرنا بھی ضروریات سے ہے۔

### باب ایڑیوں کے دھونے کے بیان میں

امام ابن سیرین وضو کرتے وقت اگونٹی کے نیچے کی جگہ (بھی) دھویا کرتے تھے۔

(۲۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ ہمارے پاس سے گزرے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ آپ نے کہا چھی طرح وضو کرو کیونکہ ابو القاسمؓ نے فرمایا (خیک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

باب اس بارے میں کہ جوتوں کے اندر پاؤں دھونا چاہیے اور جوتوں پر مسح نہ کرنا چاہیے۔

(۲۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے سعید المقری کے واسطے سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن جرجج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے کہا اے ابو عبدالرحمن! میں نے تمیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جنہیں تمہارے ساتھیوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہنے لگے، اے ابن جرجج! وہ کیا ہیں؟ ابن جرجج نے کہا کہ میں نے طواف کے وقت آپ کو دیکھا کہ دو بیملی رکنوں کے سوا کسی اور رکن کو آپ نہیں پھوٹتے ہو۔ (دوسرے) میں نے آپ کو بتتی جو تے پنے ہوئے دیکھا اور (تمیرے)

### ۲۹- باب غسل الأغْرَابِ

وَكَانَ أَبْنُ سَيِّدِنَا يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتِمِ  
إِذَا تَوَضَّأَ

(۱۶۵) ۱۶۵- حَدَّثَنَا أَدْمَنْ بْنُ أَبِي أَيَّاسٍ قَالَ:  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ  
قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ - وَكَانَ يَمْرُّ بِنَا  
وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُونَ مِنَ الْمَظْهَرَةِ - قَالَ:  
أَسْبَفُوا الْوُضُوءَ، فَلَمَّا أَبْلَى الْفَلَّامِ  
((وَنَلِلْ لِلْأَغْرَابِ مِنَ النَّارِ)).

ذخایر ہے کہ وضو کا کوئی عضو خیک نہ رہ جائے ورنہ وہی عضو قیامت کے دن عذاب الہی میں جلا کیا جائے گا۔

### ۳۰- باب غسل الرُّجَلَيْنِ فِي الْعَلَيْنِ، وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْعَلَيْنِ

(۱۶۶) ۱۶۶- حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ  
عَبْيَدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ  
أَرْبَعاً لَمَّا أَرَى أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا.  
قَالَ: وَمَا هِيَ يَا أَبْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ  
لَا تَمْسُحُ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا  
الْيَمَانِيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النَّعَالَ السَّيِّئَةَ،

میں نے دیکھا کہ آپ زور رنگ استعمال کرتے ہو اور (چوتھی بات) میں نے یہ دیکھی کہ جب آپ مکہ میں تھے، لوگ (ذی الحجہ کا) چاند دیکھ کر بیک پکارنے لگتے ہیں۔ (اور) حج کا احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن عثمان نے جواب دیا کہ (دوسرے) ارکان کو تو میں یوں نہیں چھوتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں رکنوں کے علاوہ کسی اور رکن کو چھوٹے ہوئے نہیں دیکھا اور رہے سبتو جو تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جو تے پنے ہوئے دیکھا کہ جن کے چڑے پر بال نہیں تھے اور آپ انہیں کو پنے پنے وضو فرمایا کرتے تھے، تو میں بھی انہی کو پختا پسند کرتا ہوں اور زور رنگ کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زور رنگ رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو میں بھی اسی رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں اور احرام باندھنے کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک احرام باندھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب تک آپ کی اوپنی آپ کو لے کر نہ چل پتی۔

**باب وضواور غسل میں داہنی جانب سے ابتداء کرنا**

ضروری ہے

(۲۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے خلد نے حفص بنت سیرین کے واسطے سے نقل کیا، وہ ام عطیہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مرحومہ) صاحبزادی (حضرت زینب) کو غسل دینے کے وقت فرمایا تھا کہ غسل داہنی طرف سے دو اور اعضاء وضو سے غسل کی ابتداء کرو۔

وَرَأَيْتُ نَصْبَعَ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُ إِذَا  
كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهْلَ النَّاسِ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ  
وَلَمْ تَهِلْ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّزْوِيدَ، قَالَ  
عَنْدَ اللَّهِ أَمَا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ  
اللَّهِ يَمْسُ إِلَّا السَّمَائِيْنِ، وَأَمَا النَّعَالُ  
السَّبَيْنِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ يَلْتَسِ  
النَّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَقَرٌ وَيَوْضُعُ فِيهَا،  
فَلَمَّا أَحِبَّ أَنْ أَبْسَهَا، وَأَمَا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي  
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَصْبِغُ بِهَا، فَلَيْسَ  
أَحِبُّ أَنْ أَصْبِغَ بِهَا، وَأَمَا الْإِلْفَالُ فَإِنِّي لَمْ  
أَرَ رَسُولَ اللَّهِ يَهِلِّ حَتَّى تَبَعِثَ بِهِ  
رَأْجِلَتُهُ.

[اطراfe في : ۱۵۱۴، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۵۸۵۱.]

### ٣١- بَابُ التَّيْمُونِ فِي الْوُضُوءِ

وَالْغَسْلِ

۱۶۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا  
إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ  
بْنِتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: قَالَ  
الَّهُبَيْرُ لَهُنْ فِي غَسْلٍ ابْتِدَءُهُ: ((ابْدَأْنَ  
بِسِيمَاءِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)).

[اطراfe في : ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰.]

وضواور غسل میں داہنی طرف سے کام شروع کرنا مسنون ہے، اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی یہ طریقہ مسنون ہے۔

(۲۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا،

۱۶۸- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ:

انیں اشٹ بن سلیم نے خبر دی، ان کے باپ نے مسروق سے سنا وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے اور اپنے ہر کام میں داہنی طرف سے کام کی ابتداء کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

باب اس بارے میں کہ نماز کا وقت ہو جانے پر پانی کی تلاش ضروری ہے۔

”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) صبح ہو گئی۔ پانی تلاش کیا گیا، مگر نہیں ملا۔ تو آیت تمم نازل ہوئی۔“

(۱۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو مالک نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا، لوگوں نے پانی تلاش کیا، جب انہیں پانی نہ ملا، تو رسول اللہ ﷺ کے پاس (ایک برتن میں) وضو کے لیے پانی لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی (برتن) سے وضو کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ کی الکلیوں کے نیچے سے پانی (چیٹھے کی طرح) ابل رہا تھا۔ یہیں تک کہ (قالے کے) آخری آدی نے بھی وضو کر لیا۔

باب اس بیان میں کہ جس پانی سے آدمی کے بال و ہوئے جائیں اس پانی کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

عطاء بن ابی رباح آدمیوں کے بالوں سے رسیاں اور ڈوریاں بنانے

حدّثنا شعبة قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْفَعُ بْنُ سُلَيْمَانُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْجِذُهُ التَّيْمُونَ فِي تَعْلِيهِ وَتَرْجِيلِهِ وَطَهْوَرِهِ وَفِي شَابِيهِ كُلَّهُ [اطرافہ فی: ۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴]

۳۲- بَابُ الْعِمَاسِ الْوَضُوءِ إِذَا

### حَانَتِ الصَّلَاةُ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: حَضَرَتِ الصَّبْعُ فَالْتَّمِسَ الْمَاءَ فَلَمْ يُوجَدْ، فَنَزَلَ التَّيْمُونَ.

۱۶۹- حدّثنا عبد الله بن يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَنْدُو اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: إِنَّهُ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَالْتَّمِسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّوْا مِنْهُ، قَالَ: فَرَأَيْتَ الْمَاءَ يَنْبَغِي مِنْ تَحْتِ أَصْبَاغِهِ، حَتَّى تَوَضُّوْا مِنْ عِنْدِ أَخْرِهِمْ.

[اطرافہ فی: ۱۹۵، ۲۰۰، ۳۵۷۲، ۳۵۷۴، ۳۵۷۳]

یہ رسول اللہ ﷺ کا مجہز تھا کہ ایک پالہ پانی سے سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ وضو کے لیے پانی تلاش کرنا اس سے ثابت ہوا نہ ملے تو پھر تم کر لینا چاہئے۔

۳۳- بَابُ الْمَاءِ الَّذِي يُغَسِّلُ بِهِ

### شَعْرُ الْإِنْسَانِ

وَكَانَ عَطَاءً لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يَتَحَدَّدَ مِنْهَا

میں کچھ حرج نہیں دیکھتے تھے اور کتوں کے جھونے اور ان کے مسجد سے گذرنے کا بیان۔ زہری کہتے ہیں کہ جب کتاب کسی (پانی کے بھرے) برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے علاوہ وضو کے لیے اور پانی موجود نہ ہو تو اس سے وضو کیا جاسکتا ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتا ہے۔ جب پانی نہ پاؤ تو تم کرو اور کہتے کا جھوٹا پانی (تو) ہے۔ (مگر) طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ (بھر حال) اس سے وضو کر لے اور (احتیاطاً) تم بھی کر لے۔“

(۱۷۰) ہم سے مالک بن اساعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے عاصم کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس بن مالک سے یا انس کے گھروں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری ذنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔

(۱۷۱) ہم سے محمد بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے، کہا ہم سے علوانے این ہون کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ ابن سیرین سے، وہ حضرت انس بن مالک بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کشم ﷺ نے (جہة الوداع میں) جب سر کے بال منذواۓ توبہ سے پہلے ابو طلحہ بن عثمان نے آپ کے بال لئے تھے۔

باب جب کتابرن میں پی لے (تو کیا کرنا چاہیے)

(۱۷۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، وہ اعرج سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتاب میں سے کسی کے برتن میں سے (کچھ) پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھولو (تو

الْخَيْرُ وَالْجَيْلُ، وَمَنْزُورُ الْكَلْبِ  
وَمَمْرَأَهَا فِي الْمَسْجِدِ، وَقَالَ الرَّوْهْرِيُّ: إِذَا  
وَلَعَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَصْوَةٌ غَيْرُهُ  
يَعْوَذُنَا بِهِ، وَقَالَ سَفَاهَانُ: هَذَا الْفِقْهُ بِعِينِهِ،  
لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: هَلْ قَلْمَنْ تَعْدِدُوا مَا  
فِي مَمْوَاهِكُمْ وَهَذَا مَاكُمْ، وَلِنَفْسِكُمْ مِنْهُ  
شَيْءٌ، يَعْوَذُنَا بِهِ وَيَتَبَيَّمُ.

۱۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبْنِ سِيرِينَ  
قَالَ: قُلْتُ لِعَبِيدَةَ، عَنْدَنَا مِنْ شَفَعِ النَّبِيِّ  
أَصْبَنَاهُ مِنْ قِتْلٍ أَنْسٌ - مَا ذُو مِنْ قِتْلٍ  
أَهْلِ أَنْسٍ - فَقَالَ: لَاذْنَ تَكُونُ عِنْدِي  
شَفَعَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

[طرفة فی : ۱۷۱]

۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَنْدِ الرَّحْمَنِ  
قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سَلَيْمانَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنْ أَبْنِ عَوْنَ عَنْ أَبْنِ سِيرِينَ  
عَنْ أَنْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا حَلَقَ  
رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوْلَى مَنْ أَخْدَى مِنْ

شَفَعَةٍ. [راجح: ۱۷۰]

سید المرسلین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض اس حدیث سے انسان کے بالوں کی پاکی اور طمارت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے بالوں کو تبرک کے لیے لوگوں میں تقیم فرمایا۔

۱۷۲ - بَابُ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ  
يُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ بْنِ عَنْ أَبِي الْوَنَادِ عَنِ  
الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءٍ

پاک ہو جائے گا)

(۱۷۳) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الصمد نے خبر دی، کہا ہم کو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، وہ ابو صالح سے، وہ ابو ہریرہؓ سے، وہ رسول کرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا، جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے پانی بھر کر پلانے لگا، حتیٰ کہ اس کو خوب سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے اس کام کی قدر کی اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

(۱۷۴) احمد بن شیب نے کہا کہ ہم سے میرے والد نے یونس کے واسطے بیان کیا، وہ ابن شاہب سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا مجھ سے حمزہ بن عبد اللہ نے اپنے باپ (یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے واسطے سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کئے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ ان جگہوں پر پانی نہیں چھڑ کتے تھے۔

**تَسْبِيح** علامہ ابن حجر العسقلانی میں فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا جب کہ مسجد کے کواڑ وغیرہ بھی نہ تھے، اس کے بعد جب مساجد کے بارے میں احترام و اہتمام کا حکم نازل ہوا تو اس طرح کی سب باتوں سے منع کر دیا گیا، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بلند آواز سے فرمایا کہ لوگو! مسجد میں بے ہودہ بات کرنے سے پریز کیا کرو، تو جب لغو باتوں سے روک دیا گیا، تو دوسرے امور کا حال بھی بد رجہ اولیٰ معلوم ہو گیا۔ اسی لئے اس سے پہلے حدیث میں کہتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم آیا۔ اب وہی حکم باقی ہے۔ جس کی تائید اور بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض روایات میں کہتے کے جھوٹے برتن کے بارے میں اتنی تائید آتی ہے کہ اسے پانی کے علاوہ آٹھویں بار مٹی سے صاف کرنے کا بھی حکم ہے۔ مٹی سے اول مرتبہ دھونا چاہیے پھر سات دفعہ پانی سے دھونا چاہیے۔

اس مسئلہ میں اختلاف اور الہدیت کا اختلاف: کہ کے جھوٹے برتن کو سات بار پانی سے دھونا اور ایک بار صرف مٹی سے ناخدا واجب ہے۔ یہ الہدیت کا مذہب ہے اور صرف تین بار پانی سے دھونا یہ خفیہ کا مذہب ہے۔ سرتاج علمائے الہدیت حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قال الشوکانی فی النیل والحدیث یدل علی وجوب الفسادات السبع من ولوغ الكلب والیہ ذهب ابن عباس وعروة بن الزبیر و محمد بن سیرین و طاوس وعمرو بن دینار والاذاعی ومالک والشافعی واحمد بن حنبل واصحاق وابو ثور وابو عبیدۃ وداود انتہی۔ وقال التنووی وجوب غسل نجاسة ولوغ الكلب سبع مرات وهذا مذهبنا و مذهب مالک والجامahir۔ وقال ابو حنیفة یکفی غسله ثلاث مرات انتہی۔ وقال الحافظ فی الفتح واما الحنفیة فلم یقولوا بوجوب السبع

أخذكم فلیفسلہ سبقاً).

۱۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَاكُلُ الْفَرْسَيِّ مِنَ الْعَقَشِ، فَأَخْدَى الرَّجُلُ حُفَّةً فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَسْنَ أَرْوَاهَ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَادْخَلَهُ الْجَنَّةَ). [اطرافہ فی: ۲۳۶۳، ۲۴۶۶، ۶۰۰۹]

۱۷۴ - وَقَالَ أَخْمَدُ بْنُ شَبَّابٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الْكِلَابُ تَقْبِلُ وَتَذَبَّرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَكُنُوا يَرْشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

ولا الترب (تحفۃ الاحوڑی، ج: ۱/ ص: ۹۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ ان احادیث کی بنابر جمورو علیعے السلام، صحابہ کرام و تابعین و ائمہ ٹلائے و دیگر محدثین کا نہ ہب یکی ہے کہ سات مرتبہ دھویا جائے۔ برخلاف اس کے خفیہ صرف تین ہی دفعہ دھونے کے قائل ہیں۔ اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے کسی برتن میں کتاب مہنہ ڈال دے تو اسے تین بار یا پانچ بار دھوڑا لو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسلئے کہ شیخ ابن حامض خنی نے فتح القدير میں لکھا ہے کہ حسب وضاحت امام دارقطنی اس کی سند میں ایک راوی عبد الوہاب نایی متذکر ہے، جس نے اساعیل ہائی اپنے استاد سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا۔ حالانکہ ان ہی اساعیل سے دوسرے راوی اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ جنہوں نے سات بار دھونا نقل کیا ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ حدیث دارقطنی میں ہے جو طبقہ ٹالاٹ کی کتاب ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے۔ اخراج ابن ماجہ عن ابی رذین قال روایت ابا ہریرہ یضرب جبھے بیدہ و يقول يا اهل العراق انتم تزعمون اني اكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ليكون لكم الها و على الاثم اشهد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا ولع الكلب في انا احدهكم فليغسله سبع مرات (تحفۃ الاحوڑی، ج: ۱/ ص: ۹۲) یعنی ابو رذین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا آپ اطمئن افسوس کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرمائے تھے کہ اے عراقی! تم ایسا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہاری آسمانی کے لئے رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھوں اور گنگا رہوں۔ یاد رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے تا، آپ نے فرمایا کہ جب کتاب مہنہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوڑا لو۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے تین بار دھونے کی روایت ناقابل اعتبار ہے۔ علامہ عبدالحق لکھنؤیؒ نے بڑی تفصیل سے دلائل خلافیہ پر منصافانہ روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھو سعایہ، ص: ۳۵۱)

بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ امام بخاریؓ کے نزدیک کتاب اور کتب کا جھوٹا پاک ہے۔ علامہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ان احادیث سے امام بخاریؓ کی غرض کتے کی اور اس کے جھوٹے کی پاکی ثابت کرتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ امام بخاریؓ کی یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے صرف لوگوں کے نہ ہب بیان کیے ہیں۔ وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں، اس لئے کہ ترجمہ میں آپ نے صرف کتے کے جھوٹے کا نام لیا۔ یوں نہیں کہا کہ کتب کا جھوٹا پاک ہے۔ حدیث بخاری کے ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکپوری فرماتے ہیں وہ فی الحدیث دلیل علی نجاست فم الكلب من حيث الامر بالغسل لما ولع فيه والارقة للنساء (مرعایہ، ج: ۱/ ص: ۳۲۲) یعنی اس حدیث مذکورہ بخاری میں دلیل ہے کہ کتب کا نہیں ہے اسی لئے جس برتن میں وہ منہ ڈال دے اسے دھونے اور اس پانی کے بہادرنے کا حکم ہوا۔ اگر اس کامنہ پاک ہوتا تو پانی کو اس طور پر ضائع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ منہ کے ناپاک ہونے کا مطلب اس کے تمام جسم کا ناپاک ہونا ہے۔

عبداللہ بن معقل کی حدیث نے مسلم و دیگر محدثین نے نقل کیا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ سات بار پانی سے دھونا چاہیے اور آٹھویں بار مٹی سے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری مغلظ العالی فرماتے ہیں۔ وہ ظاہرہ یدل علی ایجاد ثمان غسلات و ان غسلہ التربیت غیر الفسالات السبع و ان التربیت خارج عنہا و الحدیث قد اجمعوا علی صحة اسنادہ و ہی زیادة ثقہ فینین المصیر البهای (مرعایہ، ج: ۱/ ص: ۳۲۲) یعنی اس سے آٹھ دفعہ دھونے کا وجوہ ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ مٹی سے دھونے کا معاملہ سات دفعہ پانی سے دھونے کے علاوہ ہے۔ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور پہلی مرتبہ مٹی سے دھونا بھی صحیح ہے۔ جو پلے ہی ہونا چاہیے بعد میں سات دفعہ پانی سے دھویا جائے۔

باقی اختلاف کے دیگر دلائل کے مفصل ہو اب اس شیخ العلام حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری رہنمائی نے اپنی مایہ ناز کتاب ابکار الحسن (ص: ۳۲۔ ۲۹) میں مفصل ذکر فرمائے ہیں۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہو گا۔

مناسب ہو گا کہ کتنے کے لحاب کے بارے میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مسلک سے متعلق حضرت العلام مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی رضی اللہ عنہ کا قول بھی نقل کر دیا جائے جو صاحب انوار الباری کی روایت سے یہ ہے۔

”امام بخاری سے یہ بات مستبعد ہے کہ وہ لحاب کلب کی طہارت کے قائل ہوں۔ جب کہ اس باب میں تطعیمات سے نجاست کا ثبوت ہو چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دی ہیں۔ ناظرین خود یہ فصلہ کر لیں۔ کیونکہ یہ بھی ان کی ایک عادت ہے۔ جب وہ کسی باب میں دونوں جانب قوت دیکھتے ہیں تو دونوں طرف کی احادیث ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ جس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی ایک جانب کا تلقین نہیں فرماتے واللہ اعلم۔ (انوار الباری، جلد: ۵/ ص: ۲۷)“ کلب معلم کی حدیث ذیل لانے سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت امام عمومی طور پر لحاب کلب کی طہارت کے قائل نہیں ہیں۔

کلب معلم وہ کتاب جس میں اطاعت شعراً کا مادہ بدرجہ اتم ہو اور جب بھی وہ شکار کرے کبھی اس میں سے خود کچھ نہ کھائے۔

(کملان)

(۱۷۵) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابن الی السفر کے واسطے سے بیان کیا وہ صحیح سے نقل فرماتے ہیں، وہ عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (کتب کے شکار کے متعلق) دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتبے کو چھوڑے اور وہ شکار کر لے تو تو اس (شکار) کو کھا اور اگر وہ کتاب اس شکار میں سے خود (کچھ) کھالے تو تو اس کو نہ کھائیو۔ کیونکہ اب اس نے شکار اپنے لیے کپڑا ہے۔ میں نے کہا کہ بعض دفعہ میں (شکار کے لیے) اپنے کتبے چھوڑتا ہوں، پھر اس کے ساتھ دوسرے کتبے کو بھی پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر مت کھلا۔ کیونکہ تم نے بسم اللہ اپنے کتبے پر پڑھی تھی۔ دوسرے کتبے پر نہیں پڑھی۔

١٧٥ - حدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّقِيرِ عَنِ الشَّفِيقِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتَمَ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمَعْلُمَ فَقْتَلَ فَكُلْنَ، وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَنْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ)). فَلَمَّا كَلَّبِي فَاجَدَ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ، قَالَ: ((فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّمَا سَمِّيَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِْ عَلَى كَلْبِ آخَرَ)).

[اطرافہ فی : ۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۷۷، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷]

اس حدیث کی اصل بحث کتب الصید میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ معلوم ہوا کہ عام کتوں کی نجاست کے حکم سے سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کا اشتزاع ہے بشرط معلومہ نہ کورہ۔

باب اس بارے میں کہ ”بعض لوگوں کے نزدیک صرف پیشاب اور پاخانے کی راہ سے کچھ نکلنے سے وصول ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی قضاۓ حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم پانی نہ پاؤ تو تم کرو۔“ عطاہ کتے ہیں کہ جس شخص کے پچھلے حصہ سے (یعنی درس سے) یا اگلے حصہ سے (یعنی

٣٥ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرُجِينَ الْقُبْلَ وَالدُّبُرِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: هُوَ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْفَاغِطِيْهِ وَقَالَ عَطَاءَ فَيَمْنَ يَخْرُجُ مِنْ ذَبْرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكْرِهِ نَحْوَ الْقَمْلَةِ: يَعْنِي

ذکر یا فرج سے) کوئی کیرایا جوں کی قسم کا کوئی جانور نکلے اسے چاہئے کہ وضو لوثائے اور جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب (آدمی) نماز میں پس پڑے تو نماز لوثائے اور وضو نہ لوثائے اور حسن (بصری) نے کہا کہ جس شخص نے (وضو کے بعد) اپنے بال اتروانے یا تاخن کٹوانے یا موزے اتارنے اس پر وضو نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وضو حدث کے سوا کسی اور چیز سے فرض نہیں ہے اور حضرت جابر سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذات الرقاد کی لڑائی میں (شریف فرمایا تھے)۔ ایک شخص کے تیر مارا گیا اور اس (کے جسم) سے بہت خون بہا مگر اس نے پھر بھی رکوع اور سجده کیا اور نماز پوری کر لی اور حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہیش اپنے زخموں کے باوجود نماز پڑھا کرتے تھے اور طاؤس، محمد بن علی اور اہل حجاز کے نزدیک خون (نکلنے) سے وضو (واجب) نہیں ہوتا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (پنی) ایک پھنسی کو دبادیا تو اس سے خون نکلا۔ مگر آپ نے (دوبارہ) وضو نہیں کیا اور ابن الی اوفی نے خون تھوکا۔ مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے اور ابن عمر اور حسن رضی اللہ عنہم پچھے لگوانے والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ پچھے لگے ہوں اس کو دھو لے، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔“

(۱۷۶) ہم سے آدم بن الی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن الی ذسب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید المقبری نے بیان کیا، وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنده اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے۔ تا و فتیکہ وہ حدث نہ کرے۔ ایک عجمی آدمی نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! حدث کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہوا جو پیچھے سے خارج ہو۔ (جسے عرف عام میں گوز مارنا کہتے ہیں)

الْوُضُوءُ: وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: إِذَا صَحِّكَ فِي الصَّلَاةِ أَغَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يَعْدُ الْوُضُوءُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنَّ أَحَدَ مَنْ شَعَرَهُ أَوْ أَظْفَارَهُ أَوْ حَلَّعَ حَفْيَهُ فَلَا وُضُوءٌ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَا وُضُوءٌ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ. وَيَذَكُرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزَوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرَمَيَ رَجُلًا بِسَهْمٍ فَنَزَفَ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاةِ اللَّهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا زَالَ الْمُسْلِمُونَ يَصْلُونَ فِي جَرَاحَاتِهِمْ. وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلَيٍّ وَعَطَاءُ وَأَهْلُ الْمَحْجَازِ: لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوءٌ. وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بْنَ ثَرَةَ فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّعْ. وَبَرَّأَ ابْنُ أَبِي أُولَئِي دَمًا فَمَضَى فِي صَلَاةِ اللَّهِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَنْ يَحْجَمُ: لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلٌ مَحَاجِمِهِ.

۱۷۶ - حَدَثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ: حَدَثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَثَنَا سَعِيدُ الْمُقْبَرِيَّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (لَا يَرْأَلُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَتَنَظَّرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُعْدِ). فَقَالَ رَجُلٌ أَغْجَمِيُّ: مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: الصَّوْنُ (يَعْنِي الْضَّرَّطَةَ).

[اطراfe في : ۴۴۵، ۴۷۷، ۶۴۷، ۶۴۸]

. ۴۷۱۷، ۳۲۲۹، ۲۱۱۹، ۶۰۹]

(۱۷۷) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کما ہم سے ابن عبیینہ نے، وہ زہری سے، وہ عباد بن تیم سے، وہ اپنے پوچھا سے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ (نمازی نماز سے) اس وقت تک نہ پھرے جب تک (رتع کی) آواز نہ سن لے یا اس کی بونہ پائے۔

[راجع: ۱۳۷] خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب تک وضو نئے کا بقین نہ ہو، اس وقت تک محن کی شہ کی بنا پر نماز نہ توڑے۔

(۱۷۸) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کما ہم سے جریر نے اعشش کے واسطے سے بیان کیا، وہ منذر سے، وہ ابو یعلیٰ ثوری سے، وہ محمد بن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو سیلان نمی کی شکایت تھی، مگر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ تو میں نے ابن الاسود کو حکم دیا، انسوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اس میں وضو کرنا فرض ہے۔ اس روایت کو شعبہ نے بھی اعشش سے روایت کیا۔

(۱۷۹) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے بھی کے واسطے سے نقل کیا، وہ عطاء بن يار سے نقل کرتے ہیں، ائمہ زید بن خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صحبت کرے اور منی نہ نکل، فرمایا کہ وضو کرے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو کو دھو لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ (یہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، (زید بن خالد کرتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی زیبیز طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا۔ سب نے اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔

(۱۸۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کما ہمیں نظر نے خبر دی، کما ہم کو شعبہ نے حکم کے واسطے سے بتالیا، وہ ذکوان سے، وہ ابو صالح سے، وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

۱۷۷ - حدَّثَنَا أَبُو الْوَالِيدِ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَبِيِّنَةَ عَنِ الرُّهْبَانِ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْنَا أَوْ يَجِدْ رِيحَنَا).

[راجع: ۱۳۷] خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب تک وضو نئے کا بقین نہ ہو، اس وقت تک محن کی شہ کی بنا پر نماز نہ توڑے۔

(۱۷۸) حدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا جَرِيزٌ عَنِ الْأَغْنَمِشِ عَنْ نَعْدَدٍ أَبِي يَغْلَى التُّورِيِّ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ الْخَنْفِيَّةِ قَالَ : قَالَ عَلَيْهِ كَتَّ رَجُلًا مَذَاءً فَاسْتَخْرَجَتْ أَنَّ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَمْرَتَ الْمَفْدَادَ بْنَ الْأَسْنَدَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : ((فِيهِ الْوُضُوءُ)).

وَرَوَاهُ شَعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ [راجع: ۱۳۳].

(۱۷۹) حدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ أَنَّ عَطَاءَ شَعْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي زَيْنَدَ بْنَ حَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَثْمَانَ بْنَ عَفَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا أَرَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عَثْمَانُ : يَمْوَضُ أَكَمَا يَمْوَضُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ . قَالَ عَثْمَانُ : سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَالزَّبِيرَ وَظَلْحَةَ وَأَبِي بْنَ كَفْبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمْرُوهُ بِذَلِكَ.

[طرفہ فی: ۲۹۲].

(۱۸۰) حدَّثَنَا إِسْحَاقُ هُوَ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ : أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

نے ایک انصاری کو بلایا۔ وہ آئے تو ان کے سر سے پانی نکل رہا تھا۔ رسول کشمیر نے فرمایا، شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔ انہوں نے کہا، بھی ہاں۔ تب رسول اللہ مسیح نے فرمایا کہ جب کوئی جلدی (کام) آپ سے یا تمہیں ازال نہ ہو تو تم پر وضو ہے (عمل ضروری نہیں)

**سَيِّدُ الْعَدْنَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَرْسَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَهُ وَرَأَسْتَهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَعْنَا أَغْجَلْنَاكَ))؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَفْجَلْتَ أَوْ تُعِظَّتَ - فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ)).**

یہ سب روایات ابدائی عمد سے متعلق ہیں۔ اب صحبت کے بعد عمل فرض ہے خواہ ازال ہو یا نہ ہو۔ قال التنووی اعلم ان الامة مجتمعة الان على وجوب الفصل بالجماع و ان لم يكن معه الزوال و كانت جماعة من الصحابة على انه لا يجب الا بالازال ثم رجع بعضهم و انعقد الاجماع بعد الاخرين انتهى قلت لاشک في ان مذهب الجمهور هو الحق والصواب (تحفة الاخوذه) ج: ۱ ص: ۱۱۰-۱۱۱

یعنی اب امت کا اجتماع ہے کہ جماع کرنے سے عمل واجب ہوتا ہے مگر نکلے یا نہ نکلے۔ (حضرت مولانا شیخنا علامہ عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہی حق و صواب ہے۔

### ۳۶۔ بَابُ الرَّجُلِ يُوَضَّأُ صَاحِبَةً بَابُ اسْخَنْسَ كَبَارَے مِنْ جَوَانِي سَاقِهِ كَوْ وَضُو

(۱۸۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو زیند بن ہارون نے بھی سے خبر دی، وہ موسیٰ بن عقبہ سے، وہ کریب ابن عباس کے آزاد کردہ غلام سے، وہ اسامہ بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کشمیر نے جب عرف سے لوٹ، تو (پماڑ کی) گھٹائی کی جانب مڑ گئے، اور رفع حاجت کی۔ اسامہ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے وضو کیا اور میں آپ کے (اعضاء) پر پانی ڈالنے لگا اور آپ وضو فرماتے رہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ (اب) نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز کا مقام تمہارے سامنے (یعنی مزدلفہ میں) ہے۔ وہاں نماز پڑھی جائے گی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو میں دوسرے آدمی کی مدد لینا جائز ہے۔

(۱۸۲) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے بھی بن سعید سے سنا، انہوں نے کہا مجھے سعد بن ابراہیم نے نافع بن جبیر بن مطعم سے بتایا۔ انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے سنا، وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و

۱۸۱ - حَدَّثَنَا بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْتَى عَنْ مُوسَى بْنِ عَفْبَةَ عَنْ كُرْبَيْبِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَنَ إِلَى الشَّعْبِ فَقَضَى حَاجَةَهُ. قَالَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: فَجَعَلْتُ أَحَبَّهُ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ. فَقَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَصْنَلِي؟ فَقَالَ: ((الْمُصْنَلِي أَمَّا مَكَّ)).

۱۸۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلَيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْتَى بْنَ سَعِيدَ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جَبَّرَيْنَ بْنَ مُطْعَمَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَزْرَةَ بْنَ الْمُفْرِنَةَ بْنَ شَعْبَةَ يَحْدَثُ

سلم کے ساتھ تھے۔ (وہاں) آپ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے (جب آپ واپس آئے، آپ نے وضو شروع کیا) تو مغیرہ بن شبہ آپ کے (اعضاء وضو) پر پانی ڈالنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا، سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

عَنْ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شَبَّابَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِعَاجِزَةِ لَهُ وَأَنَّ مَغِيْرَةَ جَعَلَ يَصْبُرُ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَعْوَذُنَا، فَهَذِلَ وَجْهَهُ وَيَدِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْحَفَّينِ.

[اطرافہ فی : ۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸]

۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹.]

### ۳۷ - بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ

#### الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ

وَقَالَ مُنْصُرُوْزُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: لَا يَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَامِ، وَبَخْشِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ وَضُوءِهِ. وَقَالَ حَمَادَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِذَا رَأَوْهُمْ فَسَلَّمُوا، وَإِلَّا فَلَا تَسْلِمُوا.

۱۸۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَحْرُومَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - وَهِيَ خَالَتُهُ - فَاضْطَجَعَتِ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، حَتَّى إِذَا اتَّصَفَ اللَّيْلَ - أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ - اسْتَيقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ. ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَافِيَّةِ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمَرَانَ. ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنْ مَعْلَفَةٍ

### باب بے وضو ہونے کی حالت میں تلاوت قرآن کرنا وغیرہ

اور جو جائز ہیں ان کا بیان

منصور نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حمام (غسل خانہ) میں تلاوت قرآن میں کچھ حرج نہیں، اسی طرح بغیر وضو خط لکھتے میں (بھی) کچھ حرج نہیں اور حادثے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اگر اس (حمام والے آدمی کے بدن) پر تبدیل ہو تو اس کو سلام کرو، اور اگر (تببدیل) نہ ہو تو سلام مت کرو۔

(۱۸۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک نے خرمہ بن سلیمان کے واسطے سے نقل کیا، وہ کربیب ---- ابن عباس رض کے آزاد کردہ غلام ---- سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رض نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اپنی غالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی الہیت نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے اور جب آدمی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) لٹکا ہوا تھا

آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، خوب اچھی طرح، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس بن عثنا کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا، جس طرح آپ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پسلوئے مبارکہ میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دیاں کان پکڑ کر سے مروز نے لگے۔ پھر آپ نے دور کتعیں پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دور کتعیں پڑھیں۔ پھر دور کتعیں پڑھیں، پھر دور کتعیں، پھر دور کتعیں پڑھ کر اس کے بعد آپ نے وتر پڑھا اور لیٹ گئے، پھر جب موزن آپ کے پاس آیا تو آپ نے اٹھ کر دور کعت معمولی (طور پر) پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لا کر صبح کی نماز پڑھی۔

فتوحناً مینها فاخسنَ وَضْوَءَةَ، ثُمَّ قَامَ يَصْلَى. قَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: لَقِمَتُ لَقِمَتُ لَقِمَتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبَتْ لَقِمَتُ إِلَى جَنَبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيَمِنِيَّ عَلَى رَأْسِيِّ وَأَخْدَى بَذَنِي الْيَمِنِيَّ يَفْطِلُهَا. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ. ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى آتَاهُ الْمَوْذُنُ لِفَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصَّبْحَ. [راجع: ۱۱۷]

**لشیخ** آنحضرت ﷺ نے نید سے اٹھنے کے بعد بغیر وضو آیات قرآنی پڑھیں، اس سے ثابت ہوا کہ بغیر وضو تلاوت قرآن شریف جائز ہے۔ وضو کر کے تجدیب کی بارہ رکعتیں پڑھیں اور وتر بھی ادا فرمائے، پھر لیٹ گئے، صبح کی اذان کے بعد جب موزن آپ کو جگانے کے لئے پہنچا تو آپ نے فجر کی سنتیں کم قرات کے ساتھ پڑھیں، پھر فجر کی نماز کے لئے آپ باہر (مسجد میں) تشریف لے گئے۔

سنت فجر کے بعد لیٹھا صاحب انوار الباری کے لفظوں میں: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا تجدید میں وتر کے بعد لیٹھا نہ کوہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ آپ سنت فجر کے بعد بھی تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ اسی بنا پر الحدیث کے ہاں یہ اضلاع معمول ہے۔ صاحب انوار الباری کے لفظوں میں اس کی پابت حنفی کا فوٹی یہ ہے "حنفی سنت فجر کے بعد لیٹنے کو حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ پر محدود کرتے ہیں۔ اور سنت مقصودہ آپ کے حق میں نہیں سمجھتے۔ لذا اگر کوئی شخص آپ کی عادت مبارکہ کی اقتداء کے طریق پر ایسا کرے گا مانور ہو گا، اسی لئے ہم اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے اور جس نے ہماری طرف ایسی نسبت کی ہے وہ غلط ہے۔" (انوار الباری، ج: ۵ / ص: ۷)

الحادیث کے اس معقول کو برادران احتاف عموماً بلکہ اکابر احتاف تک بنظر تخفیف دیکھا کرتے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ محترم صاحب انوار الباری نے اسے آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تسلیم کر لیا اور اس کی اقتداء کرنے والے کو ماجور قرار دیا اور بدعتی کہنے والوں کو خاطلی نہ کرایا۔ الحمد للہ اہل حدیث کے لئے باعث فخر ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ اپنائیں اور ان کو اپنے لئے معمول قرار دیں جب کہ ان کا قول ہے۔

بِالْبَلِيمِ نَالَ لِغْزَارِ الْمَحْمُودِ مَا عَشِمَ بِيَدِ الْمَدَارِ نَالَ مَحْمُودٌ

۳۸۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنْ بَابِ اس بارے میں کہ بعض علماء کے نزدیک صرف بے ہوشی کے شدید دورہ ہی سے وضو ٹوٹا ہے۔

(معمولی بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا)

۱۸۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي (۱۸۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کما مجھ سے مالک نے ہشام بن

عروہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ اپنی بیوی فاطمہ سے، وہ اپنی دادی اسماء بنت ابی بکر سے روایت کرتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ عائشہؓؑ کے پاس ایسے وقت آئی جب کہ سورج کو کہن لگ رہا تھا اور لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، کیا دیکھتی ہوں وہ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا، سبحان اللہ! میں نے کہا (کیا یہ) کوئی (خاص) نشانی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ ہاں۔ تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز کیلئے کھڑی ہو گئی۔ (آپ نے اتنا قیام فرمایا کہ) مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر انی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ کی حمد و شنبیان کی اور فرمایا، آج کوئی چیز ایسی نہیں رہی جس کو میں نے اپنی اسی جگہ نہ دیکھ لیا ہو حتیٰ کہ جنت اور دو زخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور مجھ پر یہ وہی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزیما جائے گا۔ دجال جیسی آزمائش یا اسکے قریب قریب۔ (راوی کا بیان ہے کہ) میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سالفاظ کہا۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس (اللہ کے فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تم سارے اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اسماء نے لفظ ایماندار کہایا یقین رکھنے والا کہا۔ مجھے یاد نہیں۔ (ہر حال وہ شخص) کے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے پے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی روشنی لے کر آئے۔ ہم نے (اسے) قبول کیا، ایمان لائے، اور (آپکا) اتباع کیا۔ پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا کہ تو سو جادر حال یکہ تو مرد صالح ہے اور ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ اور ہر حال منافق یا شکلی آدمی، اسماء نے کون سالفاظ کہا مجھے یاد نہیں (جب اس سے پوچھا جائے گا) کے گا کہ میں (کچھ) نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کہتے سن، وہی میں نے بھی کہہ دیا۔

[راجح: ۸۶] حضرت امام الحدیث بن نعیم نے اس سے ثابت کیا کہ معقول غشی کے دورے سے دشو نہیں ٹوٹا کہ حضرت اسماء اپنے سر پر انی ڈالتی رہیں اور پھر بھی نماز پڑھتی رہیں۔

مَالِكُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ امْرَأَهِ  
فَاطِمَةَ عَنْ جَدِّهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ  
أَنْهَا قَاتَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ،  
حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ  
يُصْلُونَ، وَإِذَا هِيَ قَابِمَةُ تَصْلِيَ. فَقَلَّتْ:  
مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ  
وَقَاتَتْ: سَبَّحَانَ اللَّهَ. فَقَلَّتْ: أَيَّةً؟  
فَأَشَارَتْ أَنَّ نَعَمْ. فَقَفَّتْ حَتَّى تَجَلَّنِي  
الْفَشْنِيُّ، وَجَعَلَتْ أَصْبُرْ فَوْقَ رَأْسِيْ مَاءً.  
فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَمَدَ اللَّهَ  
وَأَنْتَيْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كَفَّتْ  
لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِيْ هَذَا حَتَّى  
الْجَنَّةَ وَالنَّارَ). وَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيْيَ أَنْكُمْ  
تُفْسِنُ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ - أَوْ قَرِبَتُمْ مِنْ -  
فِتْنَةَ الدِّجَالِ (لَا أَذْرِي أَيْ ذَلِكَ قَاتَتْ  
أَسْمَاءَ) يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فِيَقَالُ لَهُ: مَا عِلْمُكَ  
بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَلَمَّا أَلْمَزَنِ (أَوْ الْمُؤْمِنُ)، لَا  
أَذْرِي أَيْ ذَلِكَ قَاتَتْ أَسْمَاءَ) فَيَقُولُ: هُوَ  
مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ  
وَالْهَدِيَّ، فَاجْبَنَا وَآمَنَا وَاتَّبَعْنَا. فِيَقَالُ: نَمْ  
صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كَفَّتْ لَمْؤْمِنًا. وَأَمَّا  
الْمُنَافِقُ (أَوْ الْمُرْتَابُ)، لَا أَذْرِي أَيْ ذَلِكَ  
قَاتَتْ أَسْمَاءَ) فَيَقُولُ: لَا أَذْرِي، سَمِعْتُ  
النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقَلَّتْ))

باب اس بارے میں کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے  
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اپنے سروں کا مسح کرو۔"

اور ابن مسیب نے کہا ہے کہ سر کا مسح کرنے میں سورت مرد کی طرح  
ہے۔ وہ (بھی) اپنے سر کا مسح کرے۔ امام مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا کچھ  
 حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے دلیل میں عبد اللہ بن زید کی  
(یہ) حدیث پیش کی، یعنی پورے سر کا مسح کرنا چاہیے۔

(۱۸۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو  
امام مالک نے عمرو بن سعیج المازنی سے خبر دی، وہ اپنے باپ سے نقل  
کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ جو عمرو بن  
سعیج کے دادا ہیں، سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے دھماکتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح وضو کیا ہے؟ عبد اللہ بن زید  
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے پانی کا برتن ملگوایا پسلے پانی  
اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دو مرتبہ ہاتھ دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلی کی،  
تین بار تاک صاف کی، پھر تین دفعہ اپنا چہرہ دھویا۔ پھر کہنیوں تک  
اپنے دونوں ہاتھ دو دو مرتبہ دھوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے  
سر کا مسح کیا۔ اس طور پر اپنے ہاتھ (پسلے) آگے لائے پھر پیچے لے  
گئے۔ (مسح) سر کے ابتدائی حصے سے شروع کیا۔ پھر دونوں ہاتھ گدی  
تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے (مسح) شروع کیا تھا، پھر اپنے  
پیر دھوئے۔

[اطرافہ فی: ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹] لشیخ  
امام بخاریؓ اور امام مالکؓ کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے ارشاد (مسح و امسح عزیز و سکم) (المائدۃ: ۶) میں کوئی حد مقرر نہیں کی کہ آدھے یا چوتھائی سر کا مسح کرو۔ جیسے ہاتھوں میں کہنیوں  
تک اور پیروں میں ٹھنڈوں تک کی قید موجود ہے تو معلوم ہوا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے جب سر پر عمامہ نہ ہو اور اگر عمامہ ہو تو  
پیشانی سے مسح شروع کر کے عمامہ پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے۔ عمامہ اتنا ضروری نہیں۔ حدیث کی رو سے یہی مسلک صحیح ہے۔

باب اس بارے میں کہ ٹھنڈوں تک پاؤں دھونا

ضروری ہے۔

(۱۸۶) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے

۳۹ - بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلَّهُ، بِقَوْلِ  
اللَّهِ تَعَالَى: هُوَ امْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ  
وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيْبٍ: الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ  
تَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا。 وَسَيْلَ مَالِكٌ:  
أَيْجَزَ إِنْ يَمْسَحَ بِغَضْرَ الرَّأْسِ؟ فَاخْتَجَّ  
بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ.

۱۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ  
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ -  
وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى - أَتَسْنَطِعُ إِنْ  
تُرِينِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟  
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ : نَعَمْ。 فَذَعَ عَمَاءً  
فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِيهِ لَفْسَلَ مَرْتَبَيْنِ، ثُمَّ  
مَضْمَضَ وَاسْتَثْرَ ثَلَاثَتَيْنِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ  
ثَلَاثَتَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرْتَبَيْنِ مَرْتَبَيْنِ إِلَى  
الْمَرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدِيهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا  
وَأَدْبَرَ : بَدَا بِمَقْدَمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا  
إِلَى قَفَاهَ، ثُمَّ رَدَهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَا  
مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِحَلَيْهِ.

۴۰ - بَابُ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ إِلَى  
الْكَعْبَيْنِ

۱۸۶ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهِبَّ

بیان کیا، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے اپنے باپ (جیکی) سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پانی کا طشت مفکرایا اور ان (پوچھنے والوں) کے لیے رسول اللہ ﷺ کا سا وضو کیا۔ (پہلے طشت) سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرا کیا۔ پھر تین بارہاتھ دھوئے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (اور پانی لیا) پھر کلی کی تاک میں پانی ڈالا، تاک صاف کی، تین چلوؤں سے، پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور تین مرتبہ منہ دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ کھنیوں تک دوبار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور سر کا سُح کیا۔ (پہلے) آگے لائے پھر پیچے لے گئے، ایک بار۔ پھر ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

### باب لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا۔

جریر بن عبد اللہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے مساوک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیں۔

(۱۸۷) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے حکم نے بیان کیا، انہوں نے ابو جھیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے تو آپ کے لئے وضو کا پانی حاضر کیا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر اسے (اپنے بدن پر) پھیرنے لگے۔ آپ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں اور آپ کے سامنے (آڑ کے لئے) ایک نیزہ تھا۔

عَنْ عَمْرُو عَنْ أَبِيهِ شَهْدَةَ عَمْرُو بْنَ أَبِي حَسْنَى سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدَ عَنْ وَضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَعَاهُ بَعْزَرٌ مِّنْ مَاءِ فَوَرَّاً لَهُمْ وَضُوءَ النَّبِيِّ ﷺ: فَأَكَفَّا عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ فَفَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثَةَ، ثُمَّ أَذْهَلَ يَدَهُ فَفَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَةَ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرْتَبَتَيْنِ إِلَى الْمِرْقَبَتَيْنِ، ثُمَّ أَذْهَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرْأَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَتَيْنِ۔ [راجع: ۱۸۵].

### ۴- بَابُ اسْتِغْمَالِ فَضْلِ وَضُوءِ النَّاسِ

عَنْ يَهُوَ بْنِ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَتَوَضَّوْرَا  
بِحَاجَةٍ إِلَيْهِ يَنْخَفِفُ

یعنی مساوک جس پانی میں ڈوبی رہتی تھی، اس پانی سے گھر کے لوگوں کو بخوبی وضو کرنے کے لیے کہتے تھے۔

(۱۸۷) - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَحِيفَةَ يَقُولُ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ، فَأَتَيَ بِوَضُوءٍ فَوَرَّاً، فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوءِهِ فَيَسْخُونَ بِهِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظَّهَرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَزَّةً۔ [اطرافہ فی : ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۳۵۶۶، ۳۵۵۳، ۶۳۴، ۶۳۳، ۵۰۱]

(۱۸۸) (اور ایک دوسری حدیث میں) ابو موسیٰ اشتری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ ملکوایا۔ جس میں پانی تھا۔ اس سے آپ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اسی پیالہ میں منہ دھویا اور اس میں کلی فرمائی، پھر فرمایا، تو تم لوگ اس کوپی لو اور اپنے چروں اور سینوں پر ڈال لو۔

۱۸۸ - وَقَالَ أَبُو مُوسَىٰ: دُعَا النَّبِيُّ ﷺ بِقَدْحٍ فِيهِ مَاءٌ فَفَسَلَ يَدِيهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَجَّ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُمَا: ((اَشْرِبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَىٰ وَجْهِكُمَا وَنَحْوِكُمَا)).

[طراہ فی : ۱۹۶ ، ۴۳۲۸].

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا جھونٹا پانی نپاک نہیں۔ جیسے کہ آپ کی کلی کا پانی کہ اس کو آپ نے انہیں پی لینے کا حکم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستعمل یا نپاک ہے۔

(۱۸۹) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے کہا ہم سے میرے باپ نے انہوں نے صلح سے سن۔ انہوں نے این شاب سے کہا انہیں محمود بن الریبع نے خبر دی، این شاب کہتے ہیں محمود وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو رسول کریم ﷺ نے ان ہی کے کنوئیں (کے پانی) سے ان کے منہ میں کلی ڈالی تھی اور عروہ نے اسی حدیث کو مسورو غیرہ سے بھی روایت کیا ہے اور ہر ایک (راوی) ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے بچے ہوئے وضو کے پانی پر صحابہؓ جھگڑنے کے قریب ہو جاتے تھے۔

۱۸۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ: وَهُوَ الَّذِي مَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غَلَامٌ مِنْ بَنِرِهِمْ. وَقَالَ عَزَّزَةُ عَنِ الْمُسْنُورِ وَغَيْرُهُ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوا يَقْتَلُونَ عَلَىٰ وَضُوئِنِهِ. [راجع: ۷۷].

یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الشروط میں نقل کی ہے اور یہ صلح حدیث کا واقعہ ہے جب مشرکوں کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقیل آپ سے گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس نے واپس ہو کر مشرکین مکہ سے صحابہ کرام کی جان ثاری کو والہانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ ایسے چے فدائی ہیں کہ آپ کے وضو سے جو پانی فیض رہتا ہے اس کو لینے کے لئے ایسے دوڑتے ہیں گویا قریب ہے کہ لا مریں گے۔ اس سے بھی آپ مستعمل کا پاک ہونا ثابت ہوا۔

(۱۹۰) ہم سے عبد الرحمن بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے جعد کے واسطے سے بیان کیا، کہا انہوں نے سابق بن یزید سے نا، وہ کہتے تھے کہ میری خالہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا یہ بھاجنا بیمار ہے، آپ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو کا چاہو اپنی پیا۔

۱۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْجَعْدِ قَالَ: سَمِعْتُ السَّابِقَ بْنَ تَزِينَدَ يَقُولُ: ذَهَبَتِ بْنِ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أَخْتِي وَقَعَ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ. ثُمَّ تَوَضَّأَ

پھر میں آپ کی کرکے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے مہربوت دیکھی جو آپ کے موئیں ہوں کے درمیان ایسی تھی جیسے پچھر کھٹ کی گئی۔  
(یا کہوت کا اندا)

فَشَرِّبَتُ مِنْ وَضُوئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَهُ  
ظَهَرَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى حَاتَمِ الْبُوَّةِ يَقِنَّ كَيْفِيَّهِ  
مِثْلَ زِرِ الْحَجَّةِ.

[أطْرَافُهُ فِي: ٣٥٤١، ٣٥٤٠، ٥٦٧٠]

. ٦٣٥٢

وضو کا چاہو اپنی یا ک تھاتب ہی تو اسے چاہیا۔ پس جو لوگ آب مستعمل کو نیا کرتے ہیں وہ بالکل غلط کرتے ہیں۔

**٤٢ - بَابُ مَنْ مَاضِمَاضَ وَاسْتَشْقَ**  
باب ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے کے  
بیان میں۔

(۱۹۱) ہم سے مدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ (وضو کرتے وقت) انہوں نے برتن سے (پسلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ پھر انہیں دھویا۔ پھر دھویا۔ (یا یوں کہا کہ) کلی کی اور ناک میں ایک چلو سے پانی ڈالا۔ اور تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر سر کا مسح کیا۔ اگلی جانب اور پچھلی جانب کا اور ٹخنوں تک اپنے دونوں پاؤں دھوئے، پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاوضو اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

یہ شک امام بخاری کے استاد شیخ مدد سے ہوا ہے۔ مسلم کی روایت میں شک نہیں ہے۔ صاف یوں ذکور ہے کہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر اسے نکلا اور کلی کی حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

**باب سر کا مسح ایک بار کرنے کے بیان میں۔**

(۱۹۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ (یحییٰ) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں عمرو بن حسن نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے رسول کشم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا۔ تو عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی

### مِنْ عَرْفَةٍ وَاحِدَةٍ

١٩١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ  
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ  
مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدِيهِ فَعَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَّلَ  
أَوْ مَاضِمَاضَ وَاسْتَشْقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ  
فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَةً. فَغَسَّلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَةً ثُمَّ  
غَسَّلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْقَفَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ،  
وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ، وَغَسَّلَ  
رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ : هَكَذَا  
وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجح: ۱۸۵].

### ٤٣ - بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

١٩٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزْبٍ قَالَ :  
حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى  
عَنْ أَبِيهِ قَالَ : شَهِدَتْ عَمْرُو بْنَ أَبِي  
حَسَنَ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وَضُوءِ  
النَّبِيِّ ﷺ، فَدَعَاهُ بِتَوْرِ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ،

کا ایک طشت منگوایا، پھر ان (لوگوں) کے دکھانے کے لئے وضو (شروع) کیا۔ (پسلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرا یا۔ پھر انہیں تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی، تین چلوؤں سے تین دفعہ۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا اور دونوں ہاتھ کھنیوں تک دو دو بار دھوئے (پھر) سر پر مسح کیا اس طرح کہ (پسلے) آگے کی طرف اپنا ہاتھ لائے پھر پیچھے کی طرف لے گئے۔ پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے (دوسری روایت میں) ہم سے موئی نے، ان سے وہیب نے بیان کیا کہ آپ نے سر کا مسح ایک دفعہ کیا۔

معلوم ہوا کہ ایک بار تو وضو میں دھوئے جانے والے ہر عضو کا دھونا فرض ہے۔ دو مرتبہ دھونا کافی ہے اور تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اسی طرح کلی اور ناک میں پانی ایک چلو سے سنت ہے۔ سر کا مسح ایک بار کرنا چاہیے، دوبار یا تین بار نہیں ہے۔

**باب اس بارے میں کہ خلوند کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا**  
اور عورت کا چاہو اپنی استعمال کرنا جائز ہے۔  
**حضرت عمر بن الخطاب نے گرم پانی سے اور عیسائی عورت کے گھر کے پانی سے وضو کیا۔**

یہ دو جدا اثر ہیں پہلے کو سعید بن منصور نے اور دوسرے کو شافعی اور عبد الرزاق نے نکلا ہے۔ امام بخاری "کی غرض صرف یہ ہے کہ جیسے بعض لوگ عورت کے پیچے ہوئے پانی سے طمارت کرنا منع سمجھتے تھے، اسی طرح گرم پانی سے یا کافر کے گھر کے پانی سے بھی منع سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ گرم پانی سے بھی بشرطیکہ اس کا پاک ہونا نیقی ہو، طمارت کی جا سکتی ہے۔

(۱۹۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو مالک نے نافع سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن عمر بن حینہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں عورت اور مرد سب ایک ساتھ (ایک ہی برتن سے) وضو کیا کرتے تھے۔

(یعنی وہ مرد اور عورتیں جو ایک دوسرے کے محروم ہوتے)  
**باب رسول کریم ﷺ کا ایک بے ہوش آدمی پر اپنے وضو کا پانی چھڑکنے کے بیان میں۔**

فَكَفَأَ عَلَى يَدِيهِ فَعَسْلَهُمَا ثَلَاثَةٌ ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي الِّإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَ وَاسْتَثَرَ ثَلَاثَةٌ بِثَلَاثَةِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَاءِ ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي الِّإِنَاءِ فَعَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَةٌ ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي الِّإِنَاءِ فَعَسَلَ يَدَنِيهِ إِلَى الْمُرْلَقِينِ مَرْتَبَيْنِ مَرْتَبَيْنِ ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي الِّإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدِهِ وَأَدْبَرَ بِهَا ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي الِّإِنَاءِ فَعَسَلَ رَجْلَيْهِ . وَحَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبَيْ

قَالَ: مَسَحَ رَأْسَهُ غَرَّةً . [راجح: ۱۸۵]

#### ٤ - بَابُ وُضُوءِ الرَّجُلِ مَعَ

امْرَأَتِهِ، وَفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

وَتَوَضَّأَ عَمْرُ بْنُ الْحَمَيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَةَ

193 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْأَةٍ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّؤُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جَمِيعًا .

#### ٤ - بَابُ صَبَّ النَّبِيِّ ﷺ وَضَنُودَةَ

عَلَى الْمَغْمُمِيِّ عَلَيْهِ

(۱۹۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے محمد بن المکندر کے واسطے سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ میری مزاج پری کے لئے تشریف لائے۔ میں بیکار تھا ایسا کہ مجھے ہوش تک نہیں تھا۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑ کا تو مجھے ہوش آگیا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا وارث کون ہو گا؟ میرا تو صرف ایک کالہ وارث ہے۔ اس پر آیت میراث نازل ہوئی۔

۱۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَكْدَرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْوَذِنِي وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَغْقِلُ فَوَصَّا وَصَبَّ عَلَيْيَ مِنْ وَضُوْنِهِ، فَعَقَلْتُ: فَلَمْ يَقُلْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَنَزَّلَتْ آيَةُ الْفَرَاتِ.

[اطرافہ فی : ۴۵۷۷ ، ۵۶۵۱ ، ۵۶۶۴]

۱۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَكْدَرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْدٍ فِي مَرِيضٍ لَا أَغْقِلُ فَوَصَّا وَصَبَّ عَلَيْيَ مِنْ وَضُوْنِهِ، فَعَقَلْتُ: فَلَمْ يَقُلْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَنَزَّلَتْ آيَةُ الْفَرَاتِ.

۱۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَكْدَرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْدٍ فِي مَرِيضٍ لَا أَغْقِلُ فَوَصَّا وَصَبَّ عَلَيْيَ مِنْ وَضُوْنِهِ، فَعَقَلْتُ: فَلَمْ يَقُلْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنِ الْمِيرَاثُ، إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ؟ فَنَزَّلَتْ آيَةُ الْفَرَاتِ.

### باب لگن، پیالے، لکڑی اور پتھر کے برتن سے غسل اور وضو کرنے کے بیان میں۔

(۱۹۵) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن بکر سے سنا، کہا ہم کو حمید نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے انس سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نماز کا وقت آگیا، تو جس شخص کا مکان قریب ہی تھا وہ وضو کرنے اپنے گھر جلا گیا اور کچھ لوگ (جن کے مکان دور تھے) رہ گئے۔ تو رسول کریم ﷺ کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا۔ جس میں کچھ پانی تھا اور وہ اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اس میں اپنی ہتھیں نہیں پھیلائ سکتے تھے۔ (مگر) سب نے اس برتن کے پانی سے وضو کر لیا، ہم نے حضرت انس بن علی سے پوچھا کہ تم کتنے نفر تھے؟ کہا اسی (۸۰)

سے کچھ زیادہ ہی تھے۔

یہ رسول کریم ﷺ کا معجزہ تھا کہ اتنی قلیل مقدار سے اتنے لوگوں نے وضو کر لیا۔

(۱۹۶) ہم سے محمد بن العلاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسماء نے برید کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو بردہ سے، وہ ابو موسیٰ بن بشیر

۱۹۷ - حَدَّثَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمَكْدَرِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَمِينَةُ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةَ، فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ وَتَقَيَّ قَوْمٌ، فَأَتَيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِنْخَصِبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيهِ مَاءٌ، فَصَنَعَ الْمَخْصِبُ أَنْ يَسْطُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَوَصَّا الْقَوْمَ كَلَهُمْ. قَالَ: كُمْ كُنْتُمْ. قَالَ: ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً.

[راجع: ۱۶۹]

۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَلَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ بَرِيدَةِ عَنْ أَبِي بُرَزَةَ

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ نے ایک پیالہ منگلیا جس میں پانی تھا، پھر اس میں آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اسی میں کلی کی۔

[راجح: ۱۸۸].  
گواں حدیث میں وضو کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ مگر منہ ہاتھ دھونے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پورا ہی وضو کیا تھا اور راوی نے اختصار سے کام لیا ہے۔ باب کامطلب تکتا خاہر ہے۔

(۱۹۶) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن میجی نے اپنے باپ کے والٹے سے بیان کیا وہ عبد اللہ بن زید سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ (ہمارے گھر) تشریف لائے، ہم نے آپ کے لئے تائبے کے برتن میں پانی نکلا۔ (اس سے) آپ نے وضو کیا۔ تین بار چہرہ دھویا، دو دو بار ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا (اس طرح کہ) پہلے آگے کی طرف (ہاتھ) لائے۔ پھر پیچے کی جانب لے گئے اور پھر دھوئے۔

علوم ہوا کہ تائبے کے برتن میں پانی لے کر اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ [راجح: ۱۸۵].

(۱۹۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی تحقیق حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب رسول کرم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ نے اپنی (دوسری) پیویوں سے اس بات کی اجازت لے لی کہ آپ کی تیمار داری میرے ہی گھر کی جائے۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی، (ایک روز) رسول کرم ﷺ دو آدمیوں کے درمیان (سوارا لے کر) گھر سے نکلے۔ آپ کے پاؤں (کمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھستنے جاتے تھے، حضرت عباسؓ اور ایک آدمی کے درمیان (آپ باہر) نکلے تھے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عبد اللہ بن عباسؓ کو سنائی، تو وہ بولے، تم جانتے ہو دوسرا آدمی کون تھا، میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ کہنے لگے وہ علیؓ تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ بیان فرماتی تھیں کہ جب نبی کرم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا

عن أبي موسى أنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدْحٍ فِيهِ ماءً فَفَسَلَ يَدِيهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ.

[راجح: ۱۸۸].

(۱۹۷) - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونَسَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَنَا لَهُ ماءً فِي تَوَزِّعٍ مِنْ صَفْرٍ، فَوَضَعَهُ، فَفَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَةً، وَيَدَيْهِ مَرْتَبَيْنِ مَرْتَبَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَاقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

[راجح: ۱۸۵].

(۱۹۸) - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَقَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَ بِهِ وَجْهُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمْرَضَ فِي بَيْتِيِّ، فَأَذْنَنَ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَحْطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ: بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ - قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ عَطْبَةَ: فَأَخْبَرَتْ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ عَطْبَةَ قَالَ: أَتَذَرِي، مَنْ الرَّجُلُ الْآخَرُ؟ فَقَلَّتْ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلَيْيُ - وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَ وَجْهُهُ : ((هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ

میرے اور ایسی سات مکھوں کا پانی ڈالو، جن کے سربندہ کھولے گئے ہوں۔ تاکہ میں (سکون کے بعد) لوگوں کو کچھ وصیت کروں۔ (چنانچہ) آپ کو حضرت حفصہ رسول اللہ کی (دوسری) بیوی کے لگن میں (جوتا بنے کا تھا) بخادی کیا اور ہم نے آپ پر ان مکھوں سے پانی بہانا شروع کیا۔ جب آپ ہم کو اشارہ فرمائے گئے کہ بس اب تم نے اپنا کام پورا کر دیا تو اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔

تَحَلَّلُ أَوْتَكِيَّهُنَّ، لَعَلَّنِي أَغْهَدُ إِلَى النَّاسِ).  
وأَجْلِسَ فِي مِضَبِيرٍ لَخَفَّمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ  
فَلَمْ طَفِقَا نَصْبٌ عَلَيْهِ مِنْ بِلْكَ الْقَرَبِ  
خَتَّى طَفِيقٌ يُشَيِّرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْنَا. فَلَمْ  
خَرَجْ إِلَى النَّاسِ.  
[اطرافہ فی: ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۳،  
۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸،  
۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵،  
۵۷۱۴، ۷۳۰۳].

بعض تیز بخاروں میں محمدؐ سے پانی سے مریض کو فصل دلانا بے حد مفید ثابت ہوا۔ آج کل برف بھی ایسے موقع پر سراور جسم پر رکھی جاتی ہے۔ ہب میں جن جن برتوں کا ذکر تھا احادیث مذکورہ میں ان سب سے وضو کرنا ثابت ہوا۔

#### باب طشت سے (پانی لے کر) وضو کرنے کے بیان میں۔

(۱۹۹) ہم سے خالد بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے سليمان نے، کہا مجھ سے عمرو بن حیان نے اپنے باپ (حیان) کے واسطے سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میرے پچا بست زیادہ وضو کیا کرتے تھے (یا یہ کہ وضو میں بست پانی بہاتے تھے) ایک دن انہوں نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے بتایے رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے پانی کا ایک طشت مکھوایا۔ اس کو (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا۔ پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈال کر (پانی لیا اور) ایک چلو سے کلی کی اور تین مرتبے ناک صاف کی۔ پھر اپنے ہاتھوں سے ایک چلو (پانی) لیا اور تین بار اپنا چڑھ دھویا۔ پھر کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا۔ تو (پہلے اپنے ہاتھ) پیچھے لے گئے، پھر آگے کی طرف لائے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول کرم ﷺ کو اسی طرف وضو کرتے دیکھا ہے۔

#### ۴۷ - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ التَّوْزِ

۱۹۹ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوءِ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَاهُ بَعْدَ مِنْ مَاءِ لَكَفَّا عَلَى يَدِيهِ فَعَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَاتٍ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْزِ لِمَضْمَضَ وَاسْتَثْرَ ثَلَاثَ مَرَاتٍ مِنْ غَرَفَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ أَذْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا فَعَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْإِرْفَقَيْنِ مَرَتَيْنِ مَرَتَيْنِ، ثُمَّ أَخْدَدَ يَدَيْهِ مَاءَ لِمَسَحِ بِهِ رَأْسَهُ فَادْتَرَ بِهِ وَأَقْلَمَ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ.

[راجح: ۱۸۵]

حضرت امام بخاریؓ نے یہ حدیث لاکریمان طشت سے براہ راست وضو کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔

(۲۰۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، کماہم سے حادثے وہ ثابت سے، وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ تو آپ کے لئے ایک چوڑے منہ کا پالا لایا گیا جس میں کچھ تھوڑا پانی تھا، آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ انس کہتے ہیں کہ میں پانی کی طرف دیکھنے لگا، پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ انس کہتے ہیں کہ اس (ایک پالا) پانی سے جن لوگوں نے وضو کیا، وہ ستر سے اسی تک تھے۔

۲۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ الْمَقْبَرِ دَعَا يَانَاءَ مِنْ مَاءِ، فَلَمَّا بَقَدَحَ رَخْرَاجٌ فِيهِ شَنِيَّةً مِنْ مَاءِ، فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ، قَالَ أَنَسُ فَجَعَلَتْ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبَغِي مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ. قَالَ أَنَسُ فَخَرَّجَتْ مِنْ تَوْضِعًا مِنْهُ مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى الشَّمَائِينَ.

[راجع: ۱۶۹].

یہ حدیث پسلے بھی آچکی ہے، یہاں اس برتن کی ایک خصوصیت یہ ذکر کی ہے کہ وہ چوڑے منہ کا پھیلا ہوا برتن تھا۔ جس میں پانی کی مقدار کم آتی ہے، یہ رسول کریم ﷺ کا مجھہ تھا کہ اتنی کم مقدار سے اسی آدمیوں نے وضو کر لیا۔

#### باب مد سے وضو کرنے کے بیان میں

(۲۰۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کماہم سے صورتے، کما جھ سے ابن جبیر نے انہوں نے حضرت انس بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ جب دھوتے یا (یہ کہا کہ) جب نہاتے تو ایک صاع سے لے کر پانچ مرستک (پانی استعمال فرماتے تھے) اور جب وضو فرماتے تو ایک مر (پانی) سے۔

#### ۴۸ - بَابُ الْوُضُوءِ بِالْمَذَادِ

۲۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ جَبَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ - أَوْ كَانَ يَغْسِلُ - بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْذَادٍ، وَيَسْوَدُ بِالْمَذَادِ.

**شیخ** ایک پیانہ عرب میں رائج تھا جس میں ایک رطل اور تینی رطل آتا تھا، اسے مد کما کرتے تھے۔ اس حدیث کی روشنی میں سنت یہ ہے کہ وضو ایک مد پانی سے کم سے نہ کرے اور غسل ایک صاع پانی سے کم سے نہ کرے۔ صاع چار مر کا ہوتا ہے اور ایک رطل اور تینی رطل کا ہمارے ملک کے وزن سے صاع سوا دو سیر ہوتا ہے اور مد آدھ سیر سے کچھ زیادہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وضو میں دو رطل پانی کافی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ باختلاف اشخاص و حالات یہ مقدار مختلف ہوئی ہے۔ پانی میں اسراف کرنا اور بے ضرورت بہانا ہر حال میں منع ہے۔ بہتری ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے تجاوز نہ کیا جائے۔

باب اور روایت کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ وضو اور غسل میں تعین مقدار کے قائل ہیں۔ ائمہ حنفیہ میں سے حضرت امام محمد رضا علیہ بھی تعین مقدار کے قائل اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہم نوایں۔

علامہ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان وسوساں والے لوگوں کا رد کیا ہے جو وضو اور غسل میں مقدار نبوی کو بنظر تنخیف دیکھتے ہوئے تکشیراء پر عالی ہوتے ہیں۔ یہ شیطان کا ایک تکر ہے جس میں یہ لوگ بری طرح سے گرفتار ہوئے ہیں اور جائے ثواب کے مستحق عذاب بنتے ہیں۔ تفصیل کے لئے تذکرہ الایمان ترجمہ اغاثۃ اللہفان مطبوعہ بریلی کا ص: ۱۳۶: ۱۳۷۔ اور جس صاع کا ذکر ہوا ہے اسے صاع جازی کہا جاتا ہے، صاع عراقی جو حنفیہ کا معمول ہے وہ آٹھ رطل اور ہندوستانی حساب سے وہ صاع عراقی تین سیرچھ چھٹانک بتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عمد مبارک میں صاع جازی ہی موجود تھا۔ فخر المحدثین حضرت علامہ

عبد الرحمن صاحب مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ والحاصل انه لم يقم دليل صحيح على ما ذهب اليه ابو حنيفة من ان المدرطلان ولذاك ترك الامام ابو يوسف مذهبة و اختار ما ذهب اليه جمهور اهل العلم ان المدرطل ثالث رطل قال البخاري في صحيحه باب صاع المدينة و مد النبي صلى الله عليه وسلم وبركته و ما تواترت اهل المدينة من ذالك فرقنا بعد قرون انتهي الى اخره (تحفۃ الاحوذی) ج: ۱/ ص ۵۹: ۴۰) خلاصہ یہ کہ مد کے وزن دور طل ہونے پر جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ذہب ہے کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہوئی۔ اسی لئے حضرت امام ابو يوسف رضی اللہ عنہ نے جو حضرت امام حنیفہ کے اوپر شاگرد رشید ہیں، انہوں نے صاع کے بارے میں ختنی مذہب چھوڑ کر جمصور اہل علم کا ذہب اختیار فرمایا تھا کہ بلاشبہ مد رطل اور ثالث رطل کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؓ نے جامع الصیحہ میں صاع المدينة اور مد اہل بیت علیہ السلام کے عنوان سے باب منعقد کیا ہے اور بتالیا ہے کہ یہی برکت والا صاع تھا جو مدیہ میں بڑوں سے چھوٹوں تک بطور ورشہ کے نقل ہوتا رہا۔ حضرت امام ابو يوسف رضی اللہ عنہ جب مدیہ المنورہ تشریف لائے اور امام دارالحضرۃ حضرت امام مالکؓ سے ملاقات فرمائی تو صاع کے بارے میں ذکر چل پڑا۔ جس پر حضرت امام ابو يوسف رضی اللہ عنہ نے آٹھ رطل والا صاع پیش کیا۔ جسے سن کر حضرت امام مالکؓ اپنے گھر تشریف لے گئے، اور ایک صاع لے کر آئے اور فرمایا کہ رسول کرم ﷺ کا معمول صاع یہی ہے۔ جسے وزن کرنے پر پانچ رطل اور ثالث رطل کا بیان ہے جسے علامہ مبارکپوریؓ نے تحفۃ الاحوذی، جلد: اول / ص: ۶۰ پر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔

تعجب ہے کہ بعض علماء احتجاف نے حضرت امام ابو يوسفؓ کے اس واقعہ کا انکار فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت امام زین العابدینؑ اور حضرت امام ابن خزیمؑ اور حاکمؑ نے اسائید صحیح کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل خود حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جسے علامہ مبارکپوریؓ نے تحفۃ الاحوذی، جلد: اول / ص: ۶۰ پر بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔

واخراج الطحاوی فی شرح الانثار قال حدثنا ابن ابی عمران قال الخبرنا علی بن صالح و بشر بن الولید جمیعاً عن ابی يوسف قال قدمت المدينة فاخراج الى من اثق به صاعاً فقال هذا صاع النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقدرته فوجده خمسة ارطال و ثالث رطل و سمعت ابن ابی عمران يقول يقال ان الذى اخرج هذا لا ابی يوسف هو مالک ابن انس۔

یعنی حضرت امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ شرح الآثار میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔ امام زین العابدینؑ نے حضرت امام ابو يوسفؓ کے سفرج کا واقعہ بھی مند صحیح کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ وہ حج کے موقع پر جب مدیہ شریف تشریف لے گئے اور صاع کی تحقیق چاہی تو انصار و مهاجرین کے پچاس بوڑھے اپنے گھروں سے صاع لے لے کر آئے، ان سب کو وزن کیا گیا تو بخلاف صاع عراقی کے وہ پانچ رطل اور ثالث رطل کا تھا۔ ان جملہ بزرگوں نے بیان کیا کہ یہی صاع ہے جو آنحضرت رضی اللہ عنہ کے عمد مبارک سے ہمارے ہاں مردج ہے۔ جسے سن کر حضرت امام ابو يوسف رضی اللہ عنہ نے صاع کے بارے میں اہل مدیہ کا مسلک اختیار فرمایا۔

علماء احتجاف نے اس بارے میں جن تاویلات سے کام لیا ہے اور جس طرح سے صاع جازی کی تردید و تخفیف کر کے اپنی تقدیم جلد کا ثبوت پیش فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی قابل افسوس ہے۔ آئندہ کسی موقع پر اور تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی ان شاء اللہ۔ الحمد للہ کہ عصر حاضر میں بھی اکابر علمائے حدیث کے ہاں صاع جازی مع مند موجود ہے۔ جسے وہ بوقت فرغت اپنے ارشد تلمذہ کو مند صحیح کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت دیا کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ محترم حضرت مولانا ابو محمد عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث والعلوم شکراوہ کے پاس بھی اس صاع کی نقل بمند صحیح موجود ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

٤٩ - بَابُ الْمَسْنَحِ عَلَى الْحُفَّينِ  
باب موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں۔

٢٠٢ - حدثنا أصبغ بن الفرج عن ابن هم سے اصح ابن الفرج نے بیان کیا، وہ ابن وہب سے کرتے ہیں، کما مجھ سے عمرو نے بیان کیا، کما مجھ سے ابوالنصر نے ابو سلمہ بن وهب قال: حدثني عمرو قال حدثني أبو

عبد الرحمن کے واسطے سے نقل کیا، وہ عبد اللہ بن عمر سے، وہ سعد بن ابی وقار سے، وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ عبد اللہ بن عمر نے اپنے والد ماجد عمر بن شعبہ سے اسکے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (ع) ہے اور یاد رکھو جب تم سے سعد رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرمائیں۔ تو اسکے متعلق ان کے سوا (کسی) دوسرے آدمی سے مت پوچھو اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوالنفر نے تلایا، انہیں ابو سلمہ نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقار نے ان سے (رسول اللہ ﷺ کی یہ) حدیث بیان کی۔ پھر عمر بن شعبہ نے (اپنے بیٹے) عبد اللہ سے ایسا کہا۔

**التفصیل** حضرت عبد اللہ بن عمر جب حضرت سعد بن ابی وقار کے پاس کوڈا آئے، اور انہیں موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپؐ بھی مسح کیا کرتے تھے، انہوں نے جب حضرت عمر بن شعبہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت سعد کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سعد کی روایت واقعی قاتل اعتماد ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ کسی اور سے تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں۔ موزوں پر مسح کرنا تقیریاً ستر مصحابہ کرام سے مروی ہے اور یہ خیال قفعاً غلط ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت سے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت جو آگے آری ہے۔ وہ غزوہ توبوک کے موقع پر بیان کی گئی ہے، سورہ مائدہ اس سے پہلے اتر چکی تھی اور دوسرے روایی جریر بن عبد اللہ بھی سورہ مائدہ اتنے کے بعد اسلام لائے بہر حال تمام صحابہ کے اتفاق سے موزوں کا مسح ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

(۲۰۳) ہم سے عمرو بن خالد الحراتی نے بیان کیا، کہا ہم سے یہ شیخ نے سعید بن سعید کے واسطے سے نقل کیا، وہ سعد بن ابراہیم سے، وہ نافع بن جبیر سے وہ عروہ ابن المغیرہ سے وہ اپنے باپ مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ (ایک دفعہ) آپؐ رفع حاجت کے لئے باہر گئے تو مغیرہ پانی کا ایک برتن لے کر آپؐ کے پیچھے گئے، جب آپؐ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو مغیرہ نے (آپؐ کو) وضو کرتے ہوئے (آپؐ کے اعضاء مبارکہ) پر پانی ڈالا۔ آپؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

(۲۰۴) ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شیخ نے سعید کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو سلمہ سے، انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیر الصمری سے نقل کیا، انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے

الحضرت عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن عبد الله بن عمر عن سعد بن أبي قاسم عن النبي ﷺ، آنہ مسح على الحفظين، وأن عند الله بن عمر سالاً عمر عن ذلك فقال: نعم، إذا حذكت شيئاً سفراً عن النبي ﷺ فلا تسأل عنه غيره، وقال موسى بن عقبة : أخبرني أبو النضر أن آبا سلمة أخيرة أن سعداً حذكت فقال عمر ليعبد الله نعوة.

**التفصیل** حضرت عبد اللہ بن عمر جب حضرت سعد بن ابی وقار کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپؐ بھی مسح کیا کرتے تھے، انہوں نے جب حضرت عمر بن شعبہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت سعد کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سعد کی روایت واقعی قاتل اعتماد ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح ہوتی ہے۔ کسی اور سے تصدیق کرانے کی ضرورت نہیں۔

۲۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَوَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَئْمَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جَيْرَةِ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شَعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ آنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِذَا وَرَأَهُ فِيهَا مَاءً فَصَبَ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْحُفَظِينَ. [راجع: ۱۸۲].

۲۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُونَعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرُو بْنِ أَمِيَّةِ الصَّمْرِيِّ أَنَّ آبَاهَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

رسول کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کی متابعت میں حرب اور ابان نے بھی سے حدیث نقل کی ہے۔

رأى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخَفْنِينَ.  
وَتَابَعَهُ حَرْبٌ بْنُ شَدَادٍ وَأَبَانٌ عَنْ يَمْسَحِهِ.

[طرفة فی : ۲۰۰]

(۲۰۵) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اوزاعی نے بھی کے واسطے سے خبر دی، وہ ابو سلمہ سے، وہ جعفر بن عمرو سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنے عماے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ اس کو روایت کیا معمرنے بھی سے، وہ ابو سلمہ سے، انہوں نے عمرو سے متابعت کی اور کما کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا (آپ واقعی ایسا ہی کیا کرتے تھے)

۲۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَنْهُ اللَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَمْسَحِهِ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرُو عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عَمَامَتِهِ وَخَفْنِيَّهِ وَتَابَعَهُ مَغْمَرٌ عَنْ يَمْسَحِهِ عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرُو رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ.

**الشیخ** عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قلت احادیث المسح على العمامۃ اخرجه البخاری و مسلم والترمذی و احمد و البسانی و ابن ماجہ و غير واحد من الانتماء من طرق قوبۃ متصلة الاسانید و ذهب اليه جماعة من السلف كما عرفت وقد ثبت عن النبي صلی الله علیہ وسلم انه مسح على الراس فقط وعلى العمامۃ فقط وعلى الراس والعمامۃ معا والكل صحيح ثابت عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم موجود في کتب الانتماء الصلاح والنبوی صلی الله علیہ وسلم مبین عن الله تبارک وتعالی الخ (عون المعبود ج: ۱ / ص: ۵۶)

یعنی عمامہ پر مسح کی احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، نسائی، ابن ماجہ اور بھی بہت سے اماموں نے پختہ متصل اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں اور سلف کی ایک جماعت نے اسے تسلیم کیا ہے اور آخر ضریب تسلیم سے ثابت ہے کہ آپ نے خالی سر پر مسح فرمایا اور خالی عمامہ پر بھی مسح فرمایا اور سر اور عمامہ ہردو پر اکٹھے بھی مسح فرمایا۔ یہ تینوں صورتیں رسول کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اور ائمہ کرام کی کتب صحاح میں یہ موجود ہیں اور نبی ﷺ کے فرمان («وَامْسِحُوا بُرُوهُ وَسِكْنَمْ») (المائدہ: ۷۲) کے بیان فرمائے والے ہیں۔ (الذرا آپ کا یہ عمل وہی خنی کے تحت ہے)

عمامہ پر مسح کے بارے میں حضرت عمر بن بھر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا من لم يطهره المسح على العمامة فلا طهارة الله رواه الغلال باسناده یعنی جس شخص کو عمامہ پر مسح نہ کیا پس خدا بھی اس کو پاک نہ کرے۔ اس بارے میں خنی نے بہت سی تاویلات کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ عمامہ پر مسح کرنا بدعت ہے۔ بعض نے کہا کہ آخر ضریب تسلیم سے پیشانی پر مسح کر کے گزی کو درست کیا ہو گا۔ جسے راوی نے گزی کا مسح گمان کر لیا۔ بعض نے کہا کہ پوچھائی سر کا مسح جو فرض تھا اسے کرنے کے بعد آپ نے سنت کی تحریک کے لئے بجائے مسح بقیہ سر کے گزی پر مسح کر لیا۔ بعض نے کہا کہ گزی پر آپ نے مسح کیا تھا۔ مگر وہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت العلام مولانا محمد انور شاہ صاحب دیوبندی مرحوم: مناسب ہو گا کہ ان جملہ احتمالات فاسدہ کے جواب میں ہم سرتاج علماء دیوبند حضرت مولانا انور شاہ صاحب ﷺ کا بیان نقل کر دیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عمامہ پر مسح کرنے کا مسئلہ حق و ثابت ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔

”میرے نزدیک واضح و حق بات یہ ہے کہ مسح عمامہ تو احادیث سے ثابت ہے اور اسی لئے ائمہ ملاش نے بھی (جو صرف مسح عمامہ

کو اداۓ فرض کے لئے کافی نہیں سمجھتے) اس امر کو تسلیم کر لیا ہے اور استحباب یا استیعاب کے طور پر اس کو مشروع بھی مان لیا ہے۔ پس اگر اس کی کچھ اصل نہ ہوتی تو اس کو کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف الفاظ پر جمود کر کے دین بنتے ہیں۔ بلکہ امور دین کی تعین کے لئے میرے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ امت کا توارث اور ائمہ کا مسلک مختار معلوم کیا جائے۔ کیونکہ وہ دین کے ہادی و رہنماء اور اس کے بیانار و ستون تھے اور ان ہی کے واسطے سے ہم کو دین پہنچا ہے۔ ان پر اس کے بارے میں پورا اعتقاد کرنا پڑے گا اور اس کے بارے میں کسی قسم کی بھی بد گمانی مناسب نہیں ہے۔

غرض صحیح عمامہ کو جس حد تک ثابت ہوا ہمیں دین کا جزو مانتا ہے، اسی لئے اس کو بعدت کہنے کی جرأت بھی ہم نہیں کر سکتے (جو بعض کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے)">(انوار الباری، جلد: ۵ / ص: ۱۹۷)

برادران احتجاف جو احمدیث سے خواہ خواہ اس قسم کے فروعی سائل میں جھوٹتے رہتے ہیں، وہ اگر حضرت مولانا مرحوم کے اس بیان کو نظر انصاف ملاحظہ کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مسلک احمدیث کے فروعی و اصولی سائل ایسے نہیں ہیں جن کو با آسانی متذکر العمل اور قطعی غیر مقبول قرار دے دیا جائے۔ مسلک احمدیث کی بنیاد خالص کتاب و سنت پر ہے۔ جس میں قتل و قال و آرائے رجال سے کچھ سمجھائش نہیں ہے۔ جس کا مختصر تعارف یہ ہے۔

ما اهلحدیثین دغارانہ شناسیم صد شکر کہ درمندب ماحیله و فن نیست

## ۵۰- بَابُ إِذَا أَذْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا

کے بیان میں۔

(۲۰۶) ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے بھی کے واسطے سے نقل کیا، وہ عامر سے وہ عروہ بن مغیرہ سے، وہ اپنے باپ (مغیرہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول کشمیر میں کے ساتھ تھا، تو میں نے چاہا (کہ وضو کرتے وقت) آپ کے موزے اتار ڈالوں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں رہنے دو۔ چونکہ جب میں نے انہیں پہنچا تو میرے پاؤں پاک تھے۔ (یعنی میں وضو سے تھا) پس آپ نے ان پر مسح کیا۔

مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات تک مسلسل موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے، کم از کم چالس اصحاب نبوی سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت نقل ہوئی ہے۔

## ۵۱- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمٍ

نہ کرنا ثابت ہے۔

"اور حضرت ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم نے گوشت کھلایا اور نیا وضو نہیں کیا۔"

(۲۰۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں

## طَاهِيرَتَان

۲۰۶- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَاً عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَرْزُوَةَ بْنِ الْمُهَبَّرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزَاعَ حُقُّيَّةَ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا، فَإِنِّي أَذْخَلْتُهُمَا طَاهِيرَتَيْنِ)) فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا [راجع: ۲۰۴].

## الشَّاةُ وَالسُّوْنِيقُ

وَأَكَلَ أَبُوبَكْرَ وَعَمْرًا وَعَفَّمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لَخَمًا فَلَمْ يَتَوَضُّوَا.

۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

امام مالک نے زید بن اسلم سے خبر دی، وہ عطاء بن یسار سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا۔ پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءَ  
بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى  
وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[طرفہ فی : ۵۴۰۴، ۵۴۰۵]

(۲۰۸) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہمیں یہ شے عقیل سے خبر دی، وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں، انہیں جعفر بن عمرو بن امیہ نے اپنے باپ عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نماز کے لئے بلائے گئے تو آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی، نیا وضو نہیں کیا۔

٢٠٨ - حَدَّثَنَا يَحْتَنِي بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
اللَّذِيْنَ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ:  
أَخْبَرَنِي جَعْفُرُ بْنُ عَمْرُو بْنُ أَمْيَةَ أَنَّ أَبَاهُ  
أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَعْتَزُّ مِنْ  
كِتْفِ شَاءَ، فَدَعَى إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَى  
السَّكِينَ فَصَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

[اطرافہ فی : ۶۷۵، ۲۹۲۳، ۵۴۰۸]

. [۵۴۶۲، ۵۴۶۲]

کسی بھی جائز اور مباح چیز کے کھانے سے وضو نہیں ثابت، جن روایات میں ایسے وضو کرنے کا ذکر آیا ہے وہاں لغوی وضو یعنی صرف ہاتھ منہ دھونا۔ کلی کرنا مراد ہے۔

## باب اس بارے میں کہ کوئی شخص ستوکھا کر صرف کلی کرے اور نیا وضونہ کرے

(۲۰۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے امام مالک نے بھی بن سعید کے واسطے سے خبر دی، وہ بشیر بن یسار---- بنی حارثہ کے آزاد کردہ غلام ---- سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ فتح خیر والے سال وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبا کی طرف، جو خیر کے قریب ایک جگہ ہے، پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر ناشدہ ملغوایا گیا تو سوائے ستوکے اور پکجھ نہیں لایا گیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ بھگو دیا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم نے (بھی) کھایا۔ پھر مغرب (کی نماز) کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کلی کی اور ہم نے (بھی) پھر آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں

٥٢ - بَابُ مَنْ مَضَمَضَ مِنَ السَّوِيقِ

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

٢٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْتَنِي بْنِ سَعِيدٍ عَنْهِ  
بُشِيرٍ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوِيدَ  
بْنَ الْغَمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ ﷺ عَامَ خَيْرٍ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ  
- وَهِيَ أَذْنَى خَيْرٍ - فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ  
دَعَا بِالأَرْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسُّوِيقِ، فَأَمَرَ  
بِهِ فَرَرَى، فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَكَلَنَا،  
ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَمَضَ  
وَمَضَمَضَنَا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

کیا۔

[أطرافه في : ٢١٥، ٢٩٨١، ٤١٧٥،  
٤١٩٥، ٥٣٨٤، ٥٣٩٠، ٥٤٥٤  
. ٥٤٥٥]

(۲۱۰) ہم سے اصل نے بیان کیا، کما مجھے ابن وہب نے خردی، کما مجھے عمرو نے بکیر سے، انہوں نے کرب سے، ان کو حضرت میمونہ زوجہ رسول کریم ﷺ نے بتایا کہ آپ نے ان کے یہاں (بکری کا) شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور نیا وضو نہیں فرمایا۔

یہاں حضرت امامؐ نے ثابت فرمایا کہ بکری کا شانہ کھانے پر آپ نے وضو نہیں فرمایا تو ستو کھا کر بھی وضو نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

باب اس بارے میں کہ کیا دودھ پی کر کلی کرنی چاہئے؟  
(۲۱۱) ہم سے بکری بن بکیر اور قتیبه نے بیان کیا، انہوں نے کما ہم سے لیث نے بیان کیا، وہ عقیل سے، وہ ابن شاب سے، وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، پھر کلی کی اور فرمایا اس میں چکنائی ہوتی ہے۔  
اس حدیث میں عقیل کی یونس اور صالح بن کیمان نے زہری سے متابعت کی ہے۔

باب سونے کے بعد وضو کرنے کے بیان میں  
اور بعض علماء کے نزدیک ایک یاد و مرتبہ کی اوگنگ سے یا (نیند کا) ایک جھونکا آجائے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۲۱۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کما مجھے کو ماں کے ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے خردی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کو اوگنگ آجائے تو چاہیے کہ وہ سور ہے یہاں تک کہ نیند (کا اثر) اس سے ختم ہو جائے۔ اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے اور وہ اوگنگ رہا ہو تو وہ کچھ نہیں جانے گا کہ وہ (خدا

۲۱۰ - حَدَّثَنَا أَصْبَحُ بْنُ عَمِيرَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَنَا أَبْنَى  
وَهُبَّى قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ بَكْرٍ عَنْ  
كُرَنِبَرِ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ  
عِنْدَهَا كَيْفًا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَعُضُّنا.  
یہاں حضرت امامؐ نے ثابت فرمایا کہ بکری کا شانہ کھانے پر آپ نے وضو نہیں فرمایا تو ستو کھا کر بھی وضو نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں ہے۔

۵۳ - بَابُ هَلْ يَمْضِمِضُ مِنَ الْلَّبَنِ  
۲۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ وَقَتِيَّةُ  
فَالَا: حَدَّثَنَا النَّبِيُّ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِنِ  
شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ  
عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرَبَ  
لَبَنًا لَمْ يَمْضِمِضَ وَقَالَ: ((إِنَّ لَهُ دَسَمًا)).  
تابعہ یونس و صالح بن کنسیان عن  
الزہری۔ [طرفہ فی : ۵۶۰۹]

۴ - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ، وَمَنْ  
لَمْ يَرَ مِنَ النَّفَسَةِ وَالنَّفَسَتَينِ أَوِ  
الْحَقْقَةِ وَضُوءًا

۲۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَعَسَ  
أَحَدُكُمْ وَهُوَ يَصْلَى فَلَا يُؤْذَنُ حَتَّى يَذْهَبَ  
عَنِ النَّوْمِ، فَإِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ  
نَاعِسٌ لَا يَذْرُونِي لَعْلَهُ يَسْتَهْفِرُ فَيُبَشِّرُ

سے) مغفرت طلب کر رہا ہے یا اپنے نفس کو بد دعا دے رہا ہے۔ (۲۱۳) ہم سے ابو معمرنے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث نے کہا ہم سے ایوب نے ابو قلابہ کے واسطے سے نقل کیا، وہ حضرت انس بن ثور سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز میں او گھنٹے لگو تو سو جانا چاہئے۔ پھر اس وقت نماز پڑھے جب جان لے کر وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

فرض نماز کے لئے بہر حال جائنا ہی چاہئے جیسا کہ بعض موقع پر آخر حضرت ﷺ کو بھی بھگایا جاتا تھا۔

### باب بغیر حدث کے بھی نیا وضو کرنا جائز ہے۔

(۲۱۴) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن ععرو بن عامر کے واسطے سے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس بن ثور سے سنا۔ (دوسری سند سے) ہم سے مسد نے بیان کیا، کہا ہم سے بھی نے، وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا، وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ہر نماز کے لئے نیا وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا تم لوگ کس طرح کرتے تھے، کہنے لگے ہم میں سے ہر ایک کو اس کا وضواس وقت تک کافی ہوتا جب تک کوئی وضو توڑنے والی چیز پیش نہ آ جاتی۔ (یعنی پیشتاب پا غانہ، یا نیند وغیرہ)

(۲۱۵) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں بشیر بن یار نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ نے بتلایا انہوں نے کہا کہ ہم خیر والے سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جب صباء میں پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کھانے منگوائے۔ مگر (کھانے میں) صرف ستوہی لایا گیا۔ تو ہم نے (ای کو) کھایا اور پیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے کلی کی، پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

نفسہ۔

۲۱۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرْ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبْيَوبُ عَنْ أَبِيهِ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : إِذَا نَعَسْ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلَيْسَ هُنَّ يَعْلَمُ مَا يَقْرَأُ .

فرض نماز کے لئے بہر حال جائنا ہی چاہئے جیسا کہ بعض موقع پر آخر حضرت ﷺ کو بھی بھگایا جاتا تھا۔

### ۵۵- بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ غَيْرِ حَدِيثٍ

۲۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفيَّانُ عَنْ عُمَرِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا ح. وَحَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفيَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّعُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا كَتَمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالَ : يَعْزِزِي أَحَدُنَا الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُخَذِّلْنَ .

۲۱۵ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلُدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَمِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي بَشِيرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَوِيدُ بْنُ الْعَفْمَانَ قَالَ : خَرَجَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ خَيْرٍ حَتَّى إِذَا كَنَا بِالصَّهْبَاءِ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَصْرِ فَلَمَّا دَعَا بِالْأَطْعَمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوْبِقِ، فَأَكَلَنَا وَشَرَبَنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَى مَضَى ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ، وَلَمْ يَتَوَضَّعْ . [راجح: ۲۰۹]

دو لوگ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ہر نماز کے لئے یا وضو مسح ہے۔ مگر ایک ہی وضو سے آدمی کئی نمازوں بھی پڑھ سکتا ہے۔

**باب اس بارے میں کہ پیشتاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے۔**

(۲۶) ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریئے منصور کے واسطے سے نقل کیا، وہ مجاہد سے وہ این عباس عَبَّاسٌؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مدینہ یا مکہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ (وہاں) آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بست بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں پھر آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ایک شخص ان میں سے پیشتاب کے چھینٹوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے (کھجور کی) ایک ڈالی مٹگوائی اور اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب تک یہ ڈالیاں خشک ہوں شاید اس وقت تک ان پر عذاب کم ہو جائے۔

**۵۶- بَابُ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنَّ لَا يَسْتَغْرِي  
مِنْ بَوْلِهِ**

۲۱۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ  
عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ  
قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِخَاطِطٍ مِنْ جِنْطَانِ  
الْمَدِينَةِ - أَوْ مَكَّةَ - فَسَمِعَ صَوْتَ  
إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ  
ﷺ: (يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ -  
ثُمَّ قَالَ - بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَغْرِي  
مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّجِيمَةِ)  
ثُمَّ دَعَا بِتَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ  
عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً، فَقَيلَ لَهُ : يَا  
رَسُولَ اللَّهِ لَمْ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ ((لِعَلَةِ  
أَنْ يُخْفَفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَتَبَسَّأَ)).

[أطرافه في : ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲]

**تَسْبِيحٌ** اس حدیث سے عذاب قبر ثابت ہوا۔ یہ دونوں قبروں والے مسلمان ہی تھے اور قبریں بھی نہیں۔ ہری ڈالیاں تسبیح کرتی تھیں۔ ہری ڈالیاں تسبیح کرنے میں اس وجہ سے عذاب میں کمی ہوئی ہو گی۔ بعض کہتے ہیں کہ عذاب کام کم ہونا آپ کی دعا سے ہوا تھا ان ڈالیوں کا اثر نہ تھا۔ واللہ اعلم بالاصواب۔

**باب پیشتاب کو دھونے کے بیان میں**

اور یہ کہ رسول کریم ﷺ نے ایک قبر والے کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اپنے پیشتاب سے بچنے کی کوشش نہیں کیا کرتا تھا، آپ نے آدمی کے پیشتاب کے علاوہ کسی اور کے پیشتاب کا ذکر نہیں فرمایا۔

(۲۷) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو اسماعیل بن ابراہیم نے خردی، کما مجھے روح بن القاسم نے بتلایا، کما

**۵۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ**  
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ: كَانَ لَا  
يَسْتَغْرِي مِنْ بَوْلِهِ. وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ بَوْلِ  
الْمَاسِ.

۴۱۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي

مجھ سے عطاء بن ابی میمونہ نے بیان کیا، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو میں آپ کے پاس پانی لاتا۔ آپ اس سے استخاء فرماتے۔

### باب

(۲۱۸) ہم سے محمد بن المثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے مجہد کے واسطے سے روایت کیا، وہ طاؤس سے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں سے پیشتاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک ہری ٹھنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ؟ آپ نے (ایسا) کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا، شاید جب تک یہ ٹھنڈا ٹھنک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے۔ ابن المثنی نے کہا کہ اس حدیث کو ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے اعمش نے مجہد

سے اسی طرح سن۔

لا یسترن الول کا ترجمہ یہ بھی ہے کہ وہ پیشتاب کرتے وقت پرده نہیں کرتا تھا۔ بعض روایات میں لا یسترنہ آیا ہے جس کا مطلب یہ کہ پیشتاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا۔ مقصد ہر دو لفظوں کا ایک ہی ہے۔)

باب رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کا ایک دیساتی کو چھوڑ دینا  
جب تک کہ وہ مسجد میں پیشتاب سے  
فارغ نہ ہو گیا۔

(۲۱۹) ہم سے موسیٰ بن اساعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہام نے، کہ ہم سے اسحاق نے انس بن مالک کے واسطے سے نقل کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دیساتی کو مسجد میں پیشتاب کرتے ہوئے دیکھا تو

روخ بن القاسم قال: حدثني عطاء بن أبي ميمونة عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله ﷺ إذا تبرّز لحاجته أتيه بماء يفسّل به. [راجع: ۱۵۰].

### باب

۲۱۸ - حدثنا محمد بن المثنى قال: حدثنا محمد بن حازم قال: حدثنا الأعمش عن مجاهيد عن طاؤس عن ابن عباس قال: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيَعْذَبَانِ، وَمَا يُعْذَبَانِ لِيْكُبِيرٌ، أَمَا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ)) ثُمَّ أَخَذَ جَرِينَةً رَطِبَةً فَشَقَقَهَا نَصْفَيْنِ، فَعَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: ((لَعْلَهُ يَخْفَفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَتَسَأَ)). قَالَ أَبُنُ الْمُثْنَى: وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدثنا الأعمش قال: سمعت مجاهيداً مثلك. [راجع: ۲۱۶].

لا یسترن الول کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ پیشتاب کرتے وقت پرده نہیں کرتا تھا۔ اسحاق نے اسی طرز سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا۔ مقصد ہر دو لفظوں کا ایک ہی ہے۔)

۵۸ - بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ  
الأَغْرَابِيِّ حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي

### المسجد

۲۱۹ - حدثنا موسى بن إسماعيل قال: حدثنا همام قال: أخبرنا إسحاق عن أنس بن مالك أن النبي ﷺ رأى أغрабاً ينزل

لوگوں سے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ فارغ ہو گیا تو پانی منگا کر  
آپ نے (اس جگہ) بہاد دیا۔  
(مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے)

### باب مسجد میں پیشاب پر پانی بہادینے کے بیان میں

(۲۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعیب نے زہری کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ تو لوگ اس پر جھپٹنے لگے۔ (یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا بھرا ہوا ذول یا کچھ کم بھرا ہوا ذول بہادو۔ کیونکہ تم نزی کے لئے بھیجے گئے ہو، سختی کے لئے نہیں۔

لِيَ الْمَسْجِدُ لَقَالَ: ((دَعْوَةٌ)). حَتَّىٰ إِذَا  
فَرَغَ دَعَاءُ بَمَاءَ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.  
[طرفة فی : ۲۲۱، ۶۰۲۵]

### ۵۹- بَابُ صَبُّ الْمَاءِ عَلَى الْأَبْوَلِ فِي الْمَسْجِدِ

۲۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو زَيْنَدُ الْيَمَانِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَّبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ أَغْرَاهِيُّ فَيَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَعْوَةٌ، وَقَرِيبُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ - أَوْ ذُنُوبًا مِنْ مَاءٍ - فَإِنَّمَا يُعْتَشِمُ مَيْسِرِينَ، وَلَمْ تُبَعْثُرْ مَعْسَرِينَ)).

[طرفة فی : ۶۱۲۸].

درمیان میں روکنے سے بیماری کا اندریشہ تھا، اس لئے آپ نے از راہ شفقت اسے فارغ ہونے دیا اور بعد میں اسے سمجھا دیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ ہو اور اس جگہ کو پاک کر دیا۔ کاش! ایسے اخلاق آج بھی مسلمانوں کو حاصل ہو جائیں۔

(۲۲۱) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہمیں بھی بن سعید نے خبر دی، کہا ہمیں بن عبید اللہ نے خبار دی، کہا ہمیں انس بن مالک بن شبل سے سنا، وہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند یہ ہے) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان نے بھی بن سعید کے واسطے سے بیان کیا، کہا ہمیں نے انس بن مالک بن شبل سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو منع کیا تو رسول کریم ﷺ نے انسیں روک دیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ نے اس (کے پیشاب) پر ایک ذول پانی بہانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہادیا گیا۔

۲۲۱ - وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتَ أَنَّسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَنَا خَالِدًا. قَالَ وَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتَ أَنَّسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: جَاءَ أَغْرَاهِيُّ فَيَالَ فِي طَافِفَةِ الْمَسْجِدِ، فَزَجَرَهُ النَّاسُ، فَنَهَا هُمُ النَّبِيُّ ﷺ. لَلَّمَّا قَصَنَ بَوْلَهُ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ بِذُنُوبِ مِنْ مَاءٍ فَأَهْرِيقَ عَلَيْهِ.

باب کامشا ان احادیث سے صاف روشن ہے۔

### باب بچوں کے پیشاب کے بارے میں۔

(۲۲۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو ماک نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے، انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رض سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک پچھ لایا گیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگالیا اور اس پر ڈال دیا۔

(۲۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں ماک نے اپنے شاپ سے خبر دی، وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ (بن مسعود) سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، وہ ام قیس بنت محسن نامی ایک خاتون سے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت القدس میں اپنا چھوٹا پچھ لے کر آئیں۔ جو کھانا نہیں کھاتا تھا (یعنی شیر خوار تھا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی گودیں بھالیا۔ اس پچھ نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگالیا کر کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے نہیں دھویا۔

باب اس بیان میں کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا  
(حسب موقع ہر دو طرح سے جائز ہے)

(۲۲۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعمش کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو واکل سے، وہ حدیفہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کی کوڑی پر تشریف لائے (اپس) آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ پھر پانی منگالیا۔ میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ نے وضو فرمایا۔

علوم ہوا کہ کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔ اور جب ضرورتا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہوا تو بیٹھ کر تو یقیناً جائز ہو گا مگر آج کل کوٹ پتوں والوں نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کرنا انگریزوں سے سیکھا ہے ایک مرد مسلمان کے لئے یہ امر ناجائز اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نہ پرده طخوت ہوتا ہے نہ چھیننوں سے پرہیز۔

### ۶۰- بَابُ بَوْلِ الصَّيْبَانِ

۲۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَاتَّةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبَّيْ قَبَانَ عَلَى تَوْبَهِ، فَدَعَ عِبَادَهُ فَانْتَهَ إِلَيْاهُ.

[اطرافہ فی : ۵۴۶۸، ۶۰۰۲، ۶۳۵۵].

۲۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيهِ شِهَابٍ عَنْ عَيْنِيَ اللَّهِ بْنِ عَنْدِيَ اللَّهِ بْنِ عَنْهُ عَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْ مَحْمَدٍ مَّا تَبَرَّ عَنْهُ أَنَّهَا أَتَتْ بَانِي لَهَا صَغِيرًا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِخْرِهِ، فَبَالَّهُ عَلَى تَوْبَهِ، فَدَعَ عِبَادَهُ فَنَصَّحَهُ وَلَمْ يَفْسِلْهُ.

[اطرفہ فی : ۵۶۹۳].

شیر خوار پچھ جس نے کچھ بھی کھانا پانی نہیں سیکھا ہے، بیکوں کا پیشاب بہر حال دھونا ہی ہو گا۔

### ۶۱- بَابُ الْبُولِ قَائِمًا وَقَاعِدًا

۲۲۴- حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِيهِ وَإِبْرَاهِيمَ عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ: أَتَيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَاطَةَ قَوْمٍ قَبَانَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَهُمْ بِمَاءٍ، فَجَتَتْهُ نَجْتَنَهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأُوا.

[اطرفہ فی : ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۴۷۱].

علوم ہوا کہ کسی ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔ اور جب ضرورتا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہوا تو بیٹھ کر تو یقیناً جائز ہو گا مگر آج کل کوٹ پتوں والوں نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کرنا انگریزوں سے سیکھا ہے ایک مرد مسلمان کے لئے یہ امر ناجائز اور اسلامی تہذیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں نہ پرده طخوت ہوتا ہے نہ چھیننوں سے پرہیز۔

## باب اپنے (کسی) ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ لینا۔

(۲۲۵) ہم سے عثمان ابن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریئے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو والل سے، وہ حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں رہے تھے کہ ایک قوم کی کوڑی پر (جو) ایک دیوار کے پیچے (تھی) پہنچے۔ تو آپ اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح ہم تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے۔ پھر آپ نے پیشاب کیا اور میں ایک طرف ہٹ گیا۔ تب آپ نے مجھے اشارہ کیا تو میں آپ کے پاس (بپڑہ کی غرض سے) آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔ (یوقت ضرورت ایسا بھی کیا جا سکتا ہے)

## باب کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا

(۲۲۶) ہم سے محمد بن عرعو نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے منصور کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو والل سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ الشعراً پیشاب (کے بارہ) میں سختی سے کام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اسے کاٹ ڈالتے۔ ابو حذیفہ کہتے ہیں کہ کاش! وہ اپنے اس تشدد سے رک جاتے (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ کی قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

حضرت کی غرض یہ تھی کہ پیشاب سے نپنچے میں احتیاط کرنا ہی چاہئے۔ لیکن خواہ کا تشدد اور زیادتی سے ہم اور دوسروں پر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے عمل میں اتنی ہی احتیاط چاہئے جتنی آدمی روزمرہ کی زندگی میں کر سکتا ہے۔

## باب حیض کا خون دھونا ضروری ہے۔

(۲۷) ہم سے محمد بن المثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے اسماء کے واسطے سے، وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور فرمائیے ہم میں سے کسی عورت کو کپڑے

## ۶۲- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالسَّتْرِ بِالْحَائِطِ

۲۲۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْزُ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ: رَأَيْنِي أَنَا وَالَّتِي هَذِهِ تَعَماشِي، فَأَتَى سَبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ، فَقَامَ كَمَا يَقُولُ أَخْدُوكُمْ فَبَالَّ فَانْتَدَتْ مِنْهُ، فَأَشَارَ إِلَيْيَ فَجِئْتُهُ، فَقُنْتَ عِنْدَ عَقِيْبِهِ حَتَّى فَرَغَ۔ [راجح: ۲۲۴]

## ۶۳- بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ سَبَاطَةِ قَوْمٍ

۲۲۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزِيزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يَشَدَّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا إِذَا أَعَابَتْ نَوْبَ أَخْدِهِمْ فَرَضَهُ۔ فَقَالَ حَذِيفَةُ: لَيْسَ أَمْسَكَ، أَتَى رَسُولُ اللَّهِ هَذِهِ سَبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَّ فَانْتَدَ. [راجح: ۲۲۴]

حضرت کی غرض یہ تھی کہ پیشاب سے نپنچے میں احتیاط کرنا ہی چاہئے۔ لیکن خواہ کا تشدد اور زیادتی سے ہم اور دوسروں پر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے عمل میں اتنی ہی احتیاط چاہئے جتنی آدمی روزمرہ کی زندگی میں کر سکتا ہے۔

## ۶۴- بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

۲۲۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّقِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامَ قَالَ: حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ عَنْ اسْمَاءَ قَالَتْ: (جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَيْنِي هَذِهِ لَقَاتَتْ: أَرَأَيْتَ إِخْدَانًا

میں حیض آجائے (تو) وہ کیا کرے، آپ نے فرمایا (کہ پلے) اسے کھڑے، پھر پانی سے رگڑے اور پانی سے دھوڈالے اور اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

تَحْيِضُ فِي التَّوْبَ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ:  
 ((تَحْتُهُ ثُمَّ تَفْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْصَعُهُ بِالْمَاءِ  
 وَتَصْلِي فِيهِ)). [طرفة في : ٣٠٧]

علوم ہوا کہ نجاست دور کرنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری چیزوں سے دھونا درست نہیں۔ اکثر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ حنفی نے کہا ہے کہ ہر رقیق چیز جو پاک ہواں سے دھوکتے ہیں جیسے سرک دغیرہ، امام بخاری و جموروں کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔

(۲۲۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو معاویہ نے، کہا ہم سے هشام بن عروہ نے اپنے باپ (عروہ) کے واسطے سے، وہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ ابو حیش کی بیٹی فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استخاضہ کی بیماری ہے۔ اس لئے میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، یہ ایک رگ (کاخون) ہے حیض نہیں ہے۔ توجہ تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ دن گذر جائیں تو اپنے (بدن اور کپڑے) سے خون کو دھوڈال پھر نماز پڑھ۔ هشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ حضور نے یہ (بھی) فرمایا کہ پھر ہر نماز کے لئے وضو کریں تک کہ وہی (حیض کا) وقت پھر آجائے۔

۲۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا  
 أَبُو مَعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَرْوَةَ عَنْ  
 أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بْنَتُ  
 أَبِيهِ حَبِيشَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ  
 اللَّهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أَسْتَخَاضُ فَلَا أَظْهَرُ،  
 أَفَأَدْعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
 ((لَا. إِنَّمَا ذَلِكُ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحِيْضٍ، فَإِذَا  
 أَقْبَلَتِ حِيْضَتُكِ فَدَعِيِ الصَّلَاةَ، وَإِذَا  
 أَدْبَرَتِ فَاغْسِلِي عَنِّكِ الدَّمُ ثُمَّ صَلِّي)).  
 قَالَ: وَقَالَ أَبِيهِ: ((أَنَّمَّا تَوَاضَنِي لِكُلِّ صَلَاةٍ  
 حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ)).

**لشیخ** استخاضہ ایک بیماری ہے۔ جس میں عورت کاخون بد نہیں ہوتا۔ اس کے لئے حکم ہے کہ ہر نماز کے لئے مستقل وضو کرے اور حیض کے جتنے دن اس کی عادت کے مطابق ہوتے ہوں ان دونوں کی نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ ان ایام کی نماز معاف ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ ہوا خارج ہونے یا پیشتاب کے قطرے وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں، وہ نماز ترک نہ کریں بلکہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کریں۔ پھر بھی حدث وغیرہ ہو جائے تو پھر اس کی پرواہ نہ کریں۔ جس طرح استخاضہ والی عورت خون آنے کی پرواہ کرے، اسی طرح وہ بھی نماز پڑھتے رہیں۔ شریعت حقہ نے ان ہدایات سے عورتوں کی پاکیزگی اور طبی ضروریات کے پیش نظر ان کی بہترین رہنمائی کی ہے اور اس بارے میں معلومات کو ضروری قرار دیا۔ ان لوگوں پر بے حد توجہ ہے جو انکار حدیث کے لئے ایسی ہدایات پر ہنستے ہیں۔ اور آج کے دور کے اس جنسی لذیجی کو سراہتے ہیں جو سرا سرعیانیت سے بھر پور ہے۔ قاتلهم اللہ انی یو فکون۔

باب منی کا دھونا اور اس کا کھرچنا ضروری ہے۔ نیز جو چیز عورت سے لگ جائے اس کا دھونا بھی ضروری ہے۔

۶۵ - بَابُ غَسْلِ الْمَنَّى وَفَرْكَهِ،  
 وَغَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

(۲۲۹) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا مجھے عبد اللہ ابن مبارک نے خبر دی، کہا مجھے عمرو بن میمون الجزری نے بتالیا، وہ سلیمان بن یسار سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے جنابت کو دھوتی تھی۔ پھر (اس کو پہن کر) آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

۲۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ  
اللهِ بْنُ مَبَارِكَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ  
مِيمُونَ الْجَزْرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ  
عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ  
ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنْ  
يَقْعُدُ الْمَاءُ فِي ثَوْبِي)).

[اطرافہ فی : ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲] .

۲۳۰ - حَدَّثَنَا فَعِيَّةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ  
قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ:  
سَعَفْتُ عَائِشَةَ ح. وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ  
عَبْدِ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ  
مِيمُونَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ  
عَائِشَةَ عَنِ الْمَفْعُولِ يُصَبِّبُ الثَّوْبَ قَالَتْ:  
كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ،  
فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَلْأَرُ الْفَسْلِ فِي ثَوْبِهِ  
يَقْعُدُ الْمَاءُ . [راجع: ۲۲۹]

(۲۳۰) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید نے، کہا ہم سے عمرو نے سلیمان سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا (دوسری صدی ہے) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے، کہا ہم سے عمرو بن میمون نے سلیمان بن یسار کے واسطے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارہ میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں منی کو رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے دھو دالتی تھی پھر آپ نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے اور دھونے کا نشان (یعنی) پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں باقی ہوتے۔

لشیخ باب میں عورت کی شرمنگاہ سے تری وغیرہ لگ جانے اور اس کے دھونے کا بھی ذکر تھا۔ مگر احادیث دارودہ میں صراحتاً عورت کی تری کا ذکر نہیں ہے۔ ہال حدیث نمبر ۲۲ میں کپڑے پر مطلقاً منی لگ جانے کا ذکر ہے۔ خواہ وہ مرد کی ہو یا عورت کی اسی سے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ منی کو پلے کھو جانا چاہئے پھر پانی سے صاف کر دانا چاہئے پھر بھی اگر کپڑے پر کچھ نشان دھبے باقی رہ جائیں تو ان میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ کپڑا پاک صاف ہو چکا ہے۔

باب اگر منی یا کوئی اور نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے

اور (پھر) اس کا اثر نہ جائے (تو کیا حکم ہے؟)

(۲۳۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن میمون نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کے متعلق جس میں جنابت (ٹپاکی) کا اثر آگیا ہو، سلیمان بن یسار سے نادہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھو دالتی تھی

۶۶ - بَابٌ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ

غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثْرُهُ

۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ  
مِيمُونَ قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي  
الْقَرْبَ تُصَبِّبُهُ الْجَنَابَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةَ:  
((كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ))

پھر آپ نماز کے لئے باہر نکلتے اور وہونے کا نشان یعنی پانی کے دمbe کپڑے میں ہوتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاک کرنے کے بعد پانی کے بعد اگر کپڑے پر بالی رہیں تو کچھ حرج نہیں۔ (۲۳۳) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا کہا ہم سے زیرینے کہا ہم سے عمرو بن میمون بن میران نے انسوں نے سلیمان بن یسار سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول کرم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھوڈالتی تھیں (وہ فرماتی ہیں کہ) پھر (بھی) میں ایک دمbe یا کنی دمbe دیکھتی تھی۔

ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَتْرُ الْعَسْلِ فِيهِ  
بَقْعَ الْمَاءِ). [راجع: ۲۲۹]

۲۳۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مِيمُونَ بْنِ مَهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَفْسِيلَ الْمَعْنَى مِنْ نُوبَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَرَاهُ فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بَقْعَةً.

[راجع: ۲۲۹]

**قطلانیؓ** نے کہا کہ اگر اس کا نشان دور کرنا سلسلہ ہو تو اسے دور ہی کرنا چاہئے، مشکل ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ اگر رمگ کے ساتھ بھی بالی رہ جائے تو وہ کپڑا پاک نہ ہو گا۔ حضرت امام تخاری قدس سرہ نے اس بات میں منی کے سوا اور نجاستوں کا صراحت ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان سب کو منی ہی پر قیاس کیا، اس طرح سب کا دھونا ضروری قرار دیا۔

۶۷ - بَابُ أَبْوَالِ الْإِبْلِ وَالدَّوَابِ  
جگہ کے بارے میں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دارالبرید میں نماز پڑھی (حالانکہ وہاں گور تھا) اور ایک پلو میں جگل تھا۔ پھر انہوں نے کہا یہ جگہ اور وہ جگہ برا بر ہیں۔

وَصَلَّى اللَّهُ مُوَسَّى فِي دَارِ الْبَرِيدِ  
وَالسَّرْقَيْنِ، وَالْبَرِيَّةِ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ: هَا  
هُنَا أَوْ ثُمَّ سَوَاءً.

دارالبرید کوفہ میں سرکاری جگہ تھی۔ جس میں غلیفہ کے اپنی قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کو فہ کے حاکم تھے۔ اسی جگہ اونٹ، بکری وغیرہ جانور بھی باندھے جاتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو موسیٰ نے اسی میں نماز پڑھ لی اور صاف جگل میں جو قریب ہی تھا جانے کی ضرورت نہ سمجھی پھر لوگوں کے دریافت کرنے پر تلایا کر مسئلہ کی رو سے یہ جگہ اور وہ صاف جگل دونوں برابر ہیں اور اس قسم کے چوپایوں کا لید اور گور بخس نہیں ہے۔

(۲۳۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے حماد بن زید سے، وہ ایوب سے، وہ ابو قلابہ سے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ عکل یا عرینہ (قبیلوں) کے مدینہ میں آئے اور پیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لقاہ میں جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہاں اوتھوں کا دودھ اور بیشاب بیسیں۔ چنانچہ وہ لقاہ چلے گئے اور جب اتحجھے ہو گئے تو رسول کرم ﷺ کے چروہے کو قتل کر کے وہ

۲۳۳ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانَ بْنَ حَزَبَ عَنْ  
حَمَادَ بْنَ زَيْدٍ عَنْ أَيُوبَ عَنْ أَبِي قِلَابةَ  
عَنْ أَنَسِ قَالَ: قَلِيمَ أَنَسَ مِنْ عَكْلٍ - أَوْ  
عَرِينَةَ - فَاجْتَوَهُ الْمَدِينَةَ، فَأَمْرَهُمْ  
النَّبِيُّ ﷺ بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرِبُوا مِنْ أَبْوَابِهَا  
وَالْأَبْيَهَا، فَانْتَلَقُوا. فَلَمَّا صَحُوا قَتَلُوا

جانوروں کو ہانک کر لے گئے۔ علی الصبح رسول کشم شہیلم کے پاس (اس واقعہ کی) خبر آئی۔ تو آپ نے ان کے یچھے آدمی دوڑائے۔ دن چڑھے وہ حضور شہیلم کی خدمت میں پکڑ کر لائے گئے۔ آپ کے حکم کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلانخیں پھیر دی گئیں اور (مدینہ کی) پتھری زمین میں ڈال دیئے گئے۔ (بیان کی شدت سے) وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابو قلباء نے (ان کے جرم کی عینی ظاہر کرتے ہوئے) کہا کہ ان لوگوں نے چوری کی اور چواہوں کو قتل کیا اور (آخر) ایمان سے پھر گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

رَاهِيَ النَّبِيِّ ﷺ، وَاسْتَغْاثُوا النَّعَمَ۔ فَجَاءَ  
الْغَيْرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ، فَبَعَثَ فِي آثارِهِمْ.  
فَلَمَّا أَرْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمْرَرَ فَقَطَعَ  
أَيْدِيهِمْ وَأَرْجَلَهُمْ وَسُمِّرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَالْقُوَا  
فِي الْحَرَّةِ يَسْتَغْسِلُونَ فَلَا يَسْقُونَ。 قَالَ أَبُو  
قِلَّاتَهُ : فَهُؤُلَاءِ سَرَّقُوا، وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا  
بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ.  
[اطرافہ فی: ۱۵۰۱، ۳۰۱۸، ۴۱۹۲،  
۴۱۹۳، ۴۶۱۰، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶،  
۶۸۰۳، ۶۸۰۲، ۶۸۰۴، ۵۷۷۷]

[۶۸۹۹، ۶۸۰۰]

**شیخ** یہ آٹھ آدمی تھے چار قبیلہ عربیہ کے اور تین قبیلہ محل کے اور ایک کسی اور قبیلے کا۔ ان کو مدینہ سے چھ میل دور ذوالجردا نامی مقام پر بھیجا گیا۔ جہاں بیت المال کی اوشنیاں چوتی تھیں۔ ان لوگوں نے تدرست ہونے پر ایسی غداری کی کہ چواہوں کو قتل کیا اور ان کی آنکھیں بچھوڑ دیں اور انہوں کو لے جائے۔ اس لئے قصاص میں ان کو ایسی ہی سخت سزا دی گئی۔ حکمت اور دانائی اور قیام امن کے لئے ایسا ضروری تھا۔ اس وقت کے لحاظ سے یہ کوئی دھیانہ سزانہ تھی جو غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ان کو خود اپنی تاریخ بانے قدم کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں ان کے دشمنوں کے لئے ان کے ہاں کیسی کیسی تجویز کی گئی ہے۔

اسلام نے اصول قصاص پر ہدایات دے کر ایک پائیدار امن قائم کیا ہے۔ جس کا بہترین نمونہ آج بھی حکومت عربیہ سعودیہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ والحمد لله علی ذالک ایدھم اللہ بنصرہ العزیز امین

(۲۳۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا مجھے ابوالثیاہ یزید بن حمید نے حضرت انس بن مالک سے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ شہیلم مسجد کی تعمیر سے پہلے نماز بکریوں کے باڑے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بکریوں وغیرہ کے باڑے میں بوقت ضرورت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۲۳۴ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ : حَدَّثَنَا شَعْبَةُ  
قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْثَّيَّاجَ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ  
آتِسِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصَلِّي - قَبْلَ أَنْ  
يُبَنِّ الْمَسْجِدَ - فِي مَرَابِضِ الْفَنَمِ۔

[اطرافہ فی: ۴۲۸، ۴۲۹، ۱۸۶۸،  
۲۱۰، ۲۷۷۱، ۲۷۷۴، ۲۷۷۹، ۳۹۳۲]

باب ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر

۶۸ - بَابُ مَا يَقْعُدُ مِنَ النَّجَاسَاتِ

جائیں۔

زہری نے کہا کہ جب تک پانی کی بو' ذاتِ اللہ اور رنگ نہ بد لے، اس میں کچھ حرج نہیں اور حماو کہتے ہیں کہ (پانی میں) مردار پرندوں کے پر (پڑ جانے) سے کچھ حرج نہیں ہوتا۔ مردوں کی میسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیاں اس کے بارے میں زہری کہتے ہیں کہ میں نے پسلے لوگوں کو علماء سلف میں سے ان کی تکمیل کرتے اور ان (کے برتوں) میں تعلیم رکھتے ہوئے دیکھا ہے، وہ اس میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ابن سیرین اور ابراہیم کہتے ہیں کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کچھ حرج نہیں۔

(۲۳۵) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو مالک نے ابن شاب کے واسطے سے روایت کی، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ام المومنین حضرت میمونہ رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے چوہے کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ فرمایا اس کو نکال دو اور اس کے آس پاس (کے گھی) کو نکال پھیکو اور اپنا (باقی) گھی استعمال کرو۔

### فی السَّمْنِ وَالْمَاءِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يَعْفِرْهُ طَفْمٌ أَوْ رِينَخٌ أَوْ لَوْنٌ. وَقَالَ حَمَادٌ: لَا يَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَىٰ - نَحْوَ الْفَيْلِ وَغَيْرِهِ - أَذْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلْفِ الْعَلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ فِيهَا وَيَدْعُونَ فِيهَا لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ مَيْمُونَ وَابْنَ اِبْرَاهِيمَ: لَا يَأْسَ بِتَجَارَةِ الْعَاجِ.

۲۳۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَّبٍ عَنْ عَتَّبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُلِّلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ، فَقَالَ: ((أَلْقُوهَا، وَمَا حَوْلَهَا فَاطِرَحُوهَا، وَكُلُّوا سَمْنَكُمْ)).

[اطرافہ فی : ۲۳۶، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹]

.۵۵۴۰

۲۳۶ - حَدَّثَنَا عَلَيٌّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَّبٍ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُلِّلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ لَقَالَ: ((أَلْدُوهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطِرَحُوهَا)). قَالَ مَعْنٌ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أَخْبِنُ يَقُولُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةِ.

(۲۳۶) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے معن نے، کہا ہم سے مالک نے ابن شاب کے واسطے سے بیان کیا، وہ عبید اللہ ابن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ ابن عباس رض سے وہ حضرت میمونہ رض سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے چوہے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو نکال کر پھیکن دو۔ معن کہتے ہیں کہ مالک نے اتنی بار کہ میں گن نہیں سکتا (یہ حدیث) ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت میمونہ سے روایت کی ہے۔

**لشیخ** پانی کم ہو یا زیادہ جب تک گندگی سے اس کے رنگ یا بو یا مزہ میں فرق نہ آئے، وہ پتاک نہیں ہوتا۔ اگر الٰہ حدیث کا یہی مسلک ہے جن لوگوں نے قلتین یا وہ درود کی قید لگائی ہے ان کے دلائل تو یہ نہیں ہیں۔ حدیث الماء طہور لا یتعصى شیخ اس بارے میں بطور اصل کے ہے۔ مردار جانوروں کے بال اور پر ان کی ہڈیاں جیسے ہاتھی دانت وغیرہ یہ پانی وغیرہ میں پڑ جائیں تو وہ پانی وغیرہ پتاک نہ ہو گا۔ حضرت امام بخاری قدس سرہ کا خلاصہ باب کی ہے۔ بعض علماء نے یہ فرق ضرور کیا ہے کہ کمی اگر جہا ہوا ہو تو بقیہ کمی استعمال میں آسکتا ہے اور اگر کچھلا ہوا سیال ہو تو ساری ہی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں کہ چہا اس میں گر جائے۔

(۲۳۷) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ نے خبردی، انہوں نے کہا مجھے عمر نے ہمام بن منبه سے خبردی اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا ہر زخم جو اللہ کی راہ میں مسلمان کو لگے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں ہو گا جس طرح وہ لگا تھا۔ اس میں سے خون بہتا ہو گا۔ جس کارنگ (تو) خون کا ساہ ہو گا اور خوبصورت ملک کی سی ہو گی۔

۲۳۷ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَنْبِيَّ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((كُلُّ كَلِمٍ يَكْلُمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْتَهَا إِذَا طَعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ)).

[ظرفہ فی : ۲۸۰۳، ۵۵۳۳].

اس حدیث کی علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحلہ کے نزدیک اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ملک پاک ہے۔ جو ایک جما ہوا خون ہوتا ہے۔ مگر اس کے عینے اور اس میں خوبصورت پیدا ہو جانے سے اس کا خون کا حکم نہ رہا۔ بلکہ وہ پاک صاف ملک کی ٹھیک بن گئی ایسے تھی جب پانی کا رنگ یا بو یا مزہ گندگی سے بدل جائے تو وہ اصل حالت طہارت پر نہ رہے گا بلکہ پتاک ہو جائے گا۔

باب اس بارے میں کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشتاب کرنا منع ہے۔

#### ۶۹- بَابُ الْبُولِ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

(۲۳۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبردی، کہا مجھے ابوالزناد نے خبردی کہ ان سے عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم (لوگ) دنیا میں پچھلے زمانے میں آئے ہیں (مگر آخرت میں) سب سے آگے ہیں۔

۲۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الزَّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرَيْرَةَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمَعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمَعَ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَقُولُ: ((نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ)).

[۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶]

(۲۳۹) اور اسی سند سے (یہ بھی) فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے

۲۳۹ - وَيَا سَادَةَ قَالَ: ((لَا يَوْلَنَ

ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے۔ پھر اسی میں غسل کرنے لگے؟

یعنی یہ ادب اور نکافت کے خلاف ہے کہ اسی پانی میں پیشاب کرنا اور پھر اسی سے غسل کرنا۔

**باب جب نمازی کی پشت پر (اچانک) کوئی نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی**

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ شعبہ سے جب نماز پڑھتے وقت کپڑے میں خون لگا ہوا دیکھتے تو اس کو امارات لاتے اور نماز پڑھتے رہتے، ابن مسیب اور شعبی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتے اور اس کے کپڑے پر نجاست یا جنابت لگی ہو، یا (بھول کر) قبلے کے علاوہ کسی اور طرف نماز پڑھی ہو یا یتیم کر کے نماز پڑھی ہو، پھر نماز ہی کے وقت میں پانی مل گیا ہو تو (اب) نماز نہ دہرائے۔

ان آثار کو عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسانید سے روایت کیا ہے۔

(۲۲۰) ہم سے عبدالانہ نے بیان کیا، کہا مجھے میرے باپ (عثمان) نے شعبہ سے خبر دی، انسوں نے ابو اسحاق سے، انسوں نے عمرو بن میمون سے، انسوں نے عبد اللہ سے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کرم ﷺ کعبہ شریف میں سجدہ میں تھے۔ (ایک دوسری سند سے) ہم سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود نے ان سے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ رسول کرم ﷺ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جمل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو قبیلے کی (جو) او نئی ذنک ہوئی ہے (اس کی) او جھڑی اٹھا لائے اور (لا کر) جب محمد ﷺ کے سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک سب سے زیادہ بد بخت (آدمی) اٹھا اور وہ او جھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا جب آپ نے سجدہ کیا تو اس نے اس او جھڑی کو آپ کے دونوں

أَخْدُوكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّافِعِ الَّذِي لَا يَجْرِي  
نُمْ يَقْتَسِلُ فِيهِ)).

**۷۰- بَابُ إِذَا أَلْقَى عَلَى ظَهَرِ**

**الْمُصْلَنِ قَذْرًا أَوْ جِنْفَةً لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ**  
صلاتہ وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ  
ذَمًا وَهُوَ يُصْلِنِي وَضَعْةً وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ  
وَقَالَ ابْنُ الْمُسَبِّبِ وَالشَّغَبِيِّ : إِذَا صَلَنِي  
وَقَيِّ فَوْبِهِ ذَمًا أَوْ جَنَاحَةً أَوْ لَغْيَرِ الْقِبْلَةِ أَوْ  
تَيْمَمَ فَصَلَنِي نُمْ أَذْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقَيِّهِ لَا  
يُعِينُهُ.

۴۰- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي  
عَنْ شَعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرُو بْنِ  
مِيمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: يَبْنَا رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ سَاجِدًا ح. قَالَ وَحَدَّثَنِي أَخْمَدَ بْنَ  
عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ مَسْلَمَةَ  
قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ  
مِيمُونَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودَ حَدَّثَهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ النَّبِيِّ وَأَبْوَجَهَنِيلِ  
وَأَصْحَابَ لَهُ جُلُوسًا إِذَا قَالَ بَغْضُهُمْ  
لِبَغْضِ أَيْكُمْ يَجْعِيءُ بِسْلَى جَزْرُورَ بْنِ فَلَانِ  
فَيَضْعُمُهُ عَلَى ظَهِيرَ مُحَمَّدٌ إِذَا سَجَدَ.  
فَانْبَغَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّى  
إِذَا سَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعْةً عَلَى ظَهِيرِهِ بَيْنَ  
كَيْفَيَةِ وَأَنَا أَنْظَرُ لَا أَغْنِي شَيْئًا، لَوْ كَانَ لِي

کندھوں کے درمیان رکھ دیا (عبداللہ بن مسعود کرتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کاش! (اس وقت) مجھے روکنے کی طاقت ہوتی۔ عبد اللہ کرتے ہیں کہ وہ ہنسنے لگے اور (ہنسی کے مارے) لوٹ پوٹ ہونے لگے اور رسول اللہ ﷺ بھدہ میں تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ تھیں آئیں اور وہ بوجھ آپ کی پیشہ پر سے اتار کر پھینکا، تب آپ نے سرا اٹھایا پھر تین بار فرمایا۔ یا اللہ! تو قریش کو پکڑ لے، یہ (بات) ان کافروں پر بہت بھاری ہوئی کہ آپ نے انہیں بد دعا دی۔ عبد اللہ کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شر (مکہ) میں جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے پھر آپ نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا۔ جد) نام لیا کہ اے اللہ! ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دے۔ ابو جہل، عقبہ بن ربيعہ، شیبہ بن ربيعہ، ولید بن عقبہ، امية بن خلف اور عقبہ ابن ابی معیط کو۔ ساتویں (آدمی) کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کے (بدعا کرتے وقت) آپ نے نام لئے تھے، میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا کیجا۔

اس حدیث سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے اتفاقاً کوئی نجاست پشت پر آپڑے تو نماز ہو جائے گی۔ او جھڑی لانے والا بدجنت عقبہ بن معیط تھا۔ یہ سب لوگ بدر کی لائائی میں واصل جنم ہوئے۔ عمارة بن ولید جس کے ملک میں مرا۔ یہ کیوں نکلنے تھا کہ مظلوم رسول کی دعا قبول نہ ہو۔

### باب کپڑے میں تھوک اور رینٹ وغیرہ لگ جانے کے بارے میں۔

عروہ نے سور اور مروان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیثیہ کے زمانے میں نکلے (اس سلسلہ میں) انہوں نے پوری حدیث ذکر کی (اور پھر کہا) کہ نبی ﷺ نے جتنی مرتبہ بھی تھوکا وہ لوگوں کی ہتھیلی پر پڑا۔ پھر وہ لوگوں نے اپنے چڑوں اور بدن پر مل لیا۔

(۲۳۱) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے حمید کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں

متعة۔ قال: فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيَحْيِلُونَ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ ساجدًا لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ، حَتَّى جَاءَهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهِيرَهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْبَتِي)) ثَلَاثَ مَرَاتٍ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ، قَالَ: وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّغْرَةَ فِي ذَلِكَ الْبَلْدَ مُسْتَجَابَةً، لَمْ سَمِّيَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ يَأْمُمِي جَهَلٌ، وَعَلَيْكَ بَعْثَةٌ بْنَ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَالْوَلَيدَ بْنَ غُثَّةَ، وَأَمِيَّةَ بْنَ خَلَفَ، وَعَفْبَةَ بْنَ أَبِي مُعِنْظِي)) وَعَدَ السَّابِعَ فَلَمْ تَخْفَظْهُ، فَوَاللَّهِ نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِينَ عَذَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَرَعَيْ فِي الْقَلِيبِ، قَلِيبٌ بَذِيرٌ.

[اطرافہ فی : ۵۲۰، ۲۹۳۴، ۳۱۸۵، ۳۹۶۰، ۳۸۵۴]

اس حدیث سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے اتفاقاً کوئی نجاست پشت پر آپڑے تو نماز ہو جائے گی۔ او جھڑی لانے والا بدجنت عقبہ بن معیط تھا۔ یہ سب لوگ بدر کی لائائی میں واصل جنم ہوئے۔ عمارة بن ولید جس کے ملک میں مرا۔ یہ کیوں نکلنے تھا کہ مظلوم رسول کی دعا قبول نہ ہو۔

### ۷۱ - بَابُ الْبَزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ فِي التَّوْبَةِ

وقال عزوة عن المسوور ومروان: خرج النبي ﷺ من حديثه فذكر الحديث: وما تعلم النبي ﷺ نحامة إلا وفقط في كف رجل منهم فذلك بها وجهه وجلدته.

۲۴۱ - حدثنا محمد بن يوسف قال: حدثنا سفيان عن حميد عن أنس قال:

کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے کپڑے میں تھوکا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو طوالت کے ساتھ بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو خبر دی تھیں بن ایوب نے کہا مجھ سے حمید نے بیان کیا، کہا میں نے انس سے سنا، وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

بَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي تَوْبِيهٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ طَوْلَةُ أَبْنَى أَبِي مَرِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبْيَوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حَمِيدٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[اطرافہ فی : ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷]

[۵۳۲، ۵۳۱، ۸۲۲، ۸۲۴، ۱۲۱۴].

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حمید کا صالح انس سے ثابت ہو جائے اور تھیجی بن سعید قطان کا یہ قول غلط ٹھہرے کہ حمید نے یہ حدیث ثابت سے سئی ہے انہوں نے ابو نفرہ سے انسوں نے انس سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھتے وقت اگر کسی کپڑے میں تھوک لے تاکہ نماز میں خلل بھی نہ واقع ہو اور قریب کی جگہ بھی خراب نہ ہو تو یہ جائز درست ہے۔

### باب نبیذ سے اور کسی نشہ والی چیز سے وضو جائز نہیں۔

حضرت حسن بصری اور ابوالعلیلہ نے اسے مکروہ کہا اور عطاہ کہتے ہیں کہ نبیذ اور وودھ سے وضو کرنے کے مقابلے میں مجھے تیم کرنا زیادہ پسند ہے۔

(۲۳۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے زہری نے ابو سلمہ کے واسطے سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے وہ رسول کشم شیخیل سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لانے والی ہو، حرام ہے۔

۷۲- بَابُ لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنِّبِيلِ  
وَلَا بِالْمُسْكِيرِ

وَكَرِهَةِ الْخَسْنَ وَأَبُو الْفَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءُ:  
النَّبِيُّمُ أَحَبُّ إِلَيْيَ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنِّبِيلِ  
وَاللَّهِنِ.

۷۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:  
حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ  
أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:  
((كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ لَهُ حَوْامٌ)).

[اطرافہ فی : ۵۵۸۶، ۵۵۸۵].

**نبیذ** بھور کے شربت کو کہتے ہیں جو میٹھا ہو اور اس میں نشہ نہ آیا ہو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے وضو جائز رکھا کا بھی بھی قتوی ہے۔ صن کے اثر کو این ابی شیبہ نے اور ابوالعلیلہ کے اثر کو دارقطنی نے اور عطاہ کے اثر کو ابو داؤد نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حدیث الباب کا مقصد یہ ہے کہ نشہ اور چیز حرام ہوئی تو اس سے وضو کیوں نکر جائز ہو گا۔

### باب اس بارے میں کہ عورت کا پنے باپ کے چڑے سے خون دھونا جائز ہے۔

ابوالعلیلہ نے (اپنے لڑکوں سے) کہا کہ میرے پیروں پر ماش کرو کیونکہ وہ مریض ہو گئے۔

۷۳- بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ  
عَنْ وَجْهِهِ

وَقَالَ أَبُو الْفَالِيَةِ: افْسَخُوا عَلَى رِجْلِي  
فَإِنَّهَا مَرِيضَةٌ.

(۲۲۳) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عینہ نے ابن ابی حازم کے واسطے سے نقل کیا، انہوں نے سل بن سعد الساعدی سے سن کر لوگوں نے ان سے پوچھا، اور (میں اس وقت سل کے اتنا قریب تھا کہ) میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے (احد کے) زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کا جانے والا (اب) مجھ سے زیادہ کوئی نہیں رہا۔ علی بن شہر اپنی ڈھال میں پانی لاتے اور حضرت فاطمہؓ پرستاً آپ کے منہ سے خون دھوتیں پھر ایک بوریا کا ٹکڑا جلایا گیا اور آپ کے زخم میں بھردیا گیا۔

۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفيَّانُ  
بْنُ عَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ  
سَعْدِ السَّاعِدِيِّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ - وَمَا يَنْبَغِي  
وَيَبْيَنِي أَحَدٌ - : بِأَيِّ شَيْءٍ ذُوْرِيَ جُرْخُ  
النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: مَا يَقْنِي أَحَدٌ أَغْلَمُ بِهِ  
مِنِّي: كَانَ عَلَيَّ يَعِيْزُ بِتُرْسِيهِ فِيهِ مَاءٌ،  
وَفَاطِمَةٌ تَفْسِيلٌ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمُ. فَأَخْدَدَ  
حَصِيرٌ فَأَخْرِقَ، فَخُشِيَ بِهِ جُرْخَهُ.  
[اطرافہ فی : ۲۹۱۱، ۲۹۳۷، ۳۰۳۷] .

[۵۷۲۲، ۵۲۴۸، ۴۰۷۵]

اس حدیث سے دوا اور علاج کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ کہ یہ توکل کے منافی نہیں۔ نیز یہ کہ نجاست دور کرنے میں دوسروں سے مدد لیتا درست ہے۔

#### ۷۴ - بَابُ السُّوَالِ

وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: بِثُ عِنْدَ النَّبِيِّ  
ﷺ فَاسْتَنَ.

۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْفَعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
حَمَادَ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِينِي عَنْ  
أَبِي بُزْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيِّ  
ﷺ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنِي بِسُوَالٍ بِيَدِهِ يَقُولُ: ((أَغَ,  
أَغَ)) وَالسُّوَالُ لِي فِيهِ كَانَهُ يَتَهَوَّغُ.

#### باب مسوک کرنے کا بیان۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزاری تو (میں نے دیکھا کہ) آپؐ نے مسوک کی۔

(۲۲۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے غیلان بن جریر کے واسطے سے نقل کیا، وہ ابو بردہ سے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) رسول کشم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو تو میں نے آپؐ کو اپنے ہاتھ سے مسوک کرتے ہوئے پلایا اور آپؐ کے منہ سے اع اع کی آواز نکل رہی تھی اور مسوک آپؐ کے منہ میں تھی جس طرح آپؐ قے کر رہے ہوں۔

اگر حلق کے اندر سے مسوک کی جائے تو اس قسم کی آواز نکلا کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اس وقت کی کیفیت تھی۔ مسوک کرنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے۔

(۲۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جرینے منصور کے واسطے سے، وہ ابو واکل سے، وہ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کشم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسوک سے صاف کرتے۔

۴۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا جَرِيفَةُ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ  
عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ  
مِنَ اللَّيْلِ يَسْوُصُ فَاهُ بِالسُّوَالِ.

[طرفاء فی : ۸۸۶، ۱۱۳۶]

**لَشْرِيق** مسواک کی فضیلت کے بارے میں یہ حدیث ہی کافی ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز پر سے بھی مسواک کے بہت سے فائدے ہیں۔ بہتر ہے کہ پیلو کی تازہ بڑے کی جائے۔ مسواک کرنے سے آنکھیں بھی روشن ہوتی ہیں۔

۷۵- بَابُ دَفْعَ السُّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ باب اس بارے میں کہ بڑے آدمی کو مسواک دینا (ادب کا تقاضا ہے)

(۲۳۶) عفان نے کہا کہ ہم سے صخر بن جویریہ نے ثانع کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ (خواب میں) مسواک کر رہا ہوں تو میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک ان میں سے دوسرے سے بڑا تھا، تو میں نے چھوٹے کو مسواک دے دی پھر مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔ تب میں نے ان میں سے بڑے کو دی۔ ابو عبد اللہ بخاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو قسم نے ابن البارک سے، وہ اسماء سے، وہ ثانع سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

علوم ہوا کہ ایسے موقع پر بڑے آدمی کا احترام لمحظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی مسواک بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

باب رات کو وضو کر کے سونے والے کی فضیلت  
کے بیان میں۔

(۲۳۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے منصور کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے سعد بن عبیدہ سے، وہ براء بن عاذب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ علیہ و سلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنے آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لئے کرتے ہو۔ پھر وہ اپنی کروٹ پر لیٹ کریوں کو "اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ اپنا معاملہ تیرے ہی سپرد کر دیا۔ میں نے تیرے ثواب کی توقع اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے ہی پشت پناہ بنالیا۔ تیرے سوا کہیں پناہ اور نجات کی جگہ نہیں۔ اے

۴۶- وَقَالَ عَفَانٌ: حَدَّثَنَا صَحْرُ بْنِ جُوبَرِيَّةَ عَنْ نَافِعٍ أَبْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَرَانِي أَتَسْوَاكِ بِسِوَاكِكِ: فَجَاءَنِي رَجُلٌ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَنَوَّلْتُ السُّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا، فَقَيْلَ لِي: كَبَرُ، لَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: أَخْتَصَرَهُ نَعِيمٌ عَنْ أَبْنِ الْمَبَارِكِ عَنْ أَسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ.

علوم ہوا کہ ایسے موقع پر بڑے آدمی کا احترام لمحظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی مسواک بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

۷۶- بَابُ فَضْلِ مَنْ يَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ

۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفِيَّاً عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْيَنَةَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ غَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَتَيْتَ مَضْجُوكَ فَتَوَضَّأْتُمْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجَعْتَ عَلَى شِقْلِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَضَّتْ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَاتْ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مُلْجَأَ وَلَا مُنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا

اللہ! جو کتاب تو نے نازل کی میں اس پر ایمان لایا۔ جو نبی تو نے بھیجا میں اس پر ایمان لایا۔ ”تو اگر اس حالت میں اسی راستہ مرگیا تو فطرت پر مرے گا اور اس دعا کو سب باقیوں کے اخیر میں پڑھ۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا۔ جب میں امانت بكتابک الذی انزلت پر پنچا تو میں نے ورسولک (اللفظ) کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا نہیں (یوں کہو) و نبیک الذی ارسلت۔

إِلَهُكَ اللَّهُمَّ أَمْتَ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ،  
وَنَبِيُّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مَتْ مِنْ لَيْلَكَ  
فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا  
تَكَلَّمُ بِهِ). قَالَ: فَرَدَّ ذُنُبَهَا عَلَى النَّبِيِّ  
ﷺ، فَلَمَّا تَلَقَّتْ ((اللَّهُمَّ أَمْتَ بِكِتَابِكَ  
الَّذِي أَنْزَلْتَ)) قَالَتْ: وَرَسُولُكَ. قَالَ:  
(لَا. وَنَبِيُّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ)).

[اطرافہ فی: ۶۳۱۱، ۶۳۱۳، ۶۳۱۵]

. ۷۴۸۸

**لئے** سید الحدیثین حضرت امام بخاری قدس سره نے کتاب الوضوء کو آیت کریمہ ((إِذَا فَضَّلْتُمْ إِلَيَّ الصَّلَاةَ)) (المائدۃ: ۶) سے شروع فرمایا تھا اور اب کتاب الوضوء کو سوتے وقت وضو کرنے کی فضیلت پر ختم فرمایا ہے۔ اس ارتباط کے لئے حضرت امام قدس سرہ کی نظر غائر بست سے امور پر ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ ایک مرد مومن کی صحیح اور شام ‘ایتدا اتنا’ بیداری و شب باشی سب کچھ بلا خصوصی ذکر الہی پر ہوئی چاہئے۔ اور ذکر الہی بھی یعنی اسی طور طریقہ پر ہو جو رسول کشم بَشَّرَهُمْ کا تعلیم فرمودہ ہے۔ اس سے اگر ذرا بھی ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تو وہ عند اللہ مقبول نہ ہو گا۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ رات کو سوتے وقت کی دعائے مذکورہ میں محلی نے آپ کے تعلیم فرمودہ لفظ کو ذرا بدیل دیا تو آپ نے فوراً سے ٹوکا اور اس کی ویشی کو گوارا نہیں فرمایا۔ آیت کریمہ ((يَأَيُّهَا  
الَّذِينَ أَمْتَنُوا لَا تَنْعِمُوا بَيْنَ يَدِي اللَّهِ وَرَسُولِهِ)) (الحجرات: ۱) کا یہی تقاضا اور دعوت الہ حدیث کا یہی خلاصہ ہے۔ تجуб ہے ان مقلدین جادین پر جو محکم اپنے مزعومہ سالک کی حیات کے لئے حضرت سید الحدیثین امام بخاری بَشَّرَهُمْ کی درایت و فتاہت پر لب کشائی کرتے ہیں اور آپ کی تخفیف و تنقیص کر کے اپنی دریدہ وہنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

کتاب الوضوء ختم کرتے ہوئے ہم پھر بیانگ دل اعلان کرتے ہیں کہ فتن حدیث شریف میں حضرت امام بخاری قدس سرہ امت کے اندر وہ مقام رکھتے ہیں جہاں آپ کا کوئی شیل و نظیر نہیں ہے۔ آپ کی جامع الصحیح یعنی صحیح بخاری وہ کتاب ہے جسے امت نے بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین بَشَّرَهُمْ کا بھی امت میں ایک خصوصی مقام ہے ان کی بھی ادنیٰ تحقیر گناہ کیرہ ہے۔ سب کو اپنے اپنے درجہ پر رکھنا اور سب کی عزت کرنا تقاضائے ایمان ہے۔ ان میں سے کس کو کس پر فضیلت دی جائے اور اس کے لئے دفاتر سیاہ کئے جائیں یہ ایک خط ہے۔ جو اس چودھویں صدی میں بعض مقلدین جادین کو ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے پیغمبروں کے متعلق بھی صاف فرمادیا ہے۔ (بِئْلَكَ الرَّوْشَلْ فَصَلَّنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ) (البقرۃ: ۲۵۳)

پھر ائمہ کرام والویائے عظام و محمدیین ذوی الاحترام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ان کے متعلق یہی اصول مذکور رکھنا ہو گا۔

ہر گلے رارنگ و بروئے دیگر است

یا اللہ! کس منہ سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھ ناجیز حقیر فقیر گنگار شرمدار ادنیٰ تین بندے کو اپنے جبیب پاک گنبد خعزاء کے مکین بَشَّرَهُمْ کی اس مقدس بارکت کتاب کی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی، یہ محض تیرا فضل و کرم ہے ورنہ من آنم کہ من داعم۔

مولائے کرم!

اس مقدس کتاب کے ترجمہ و تشریحات میں نہ معلوم مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ کمال کمال میرا قلم جادہ اعتدال سے ہٹ گیا ہو گا۔

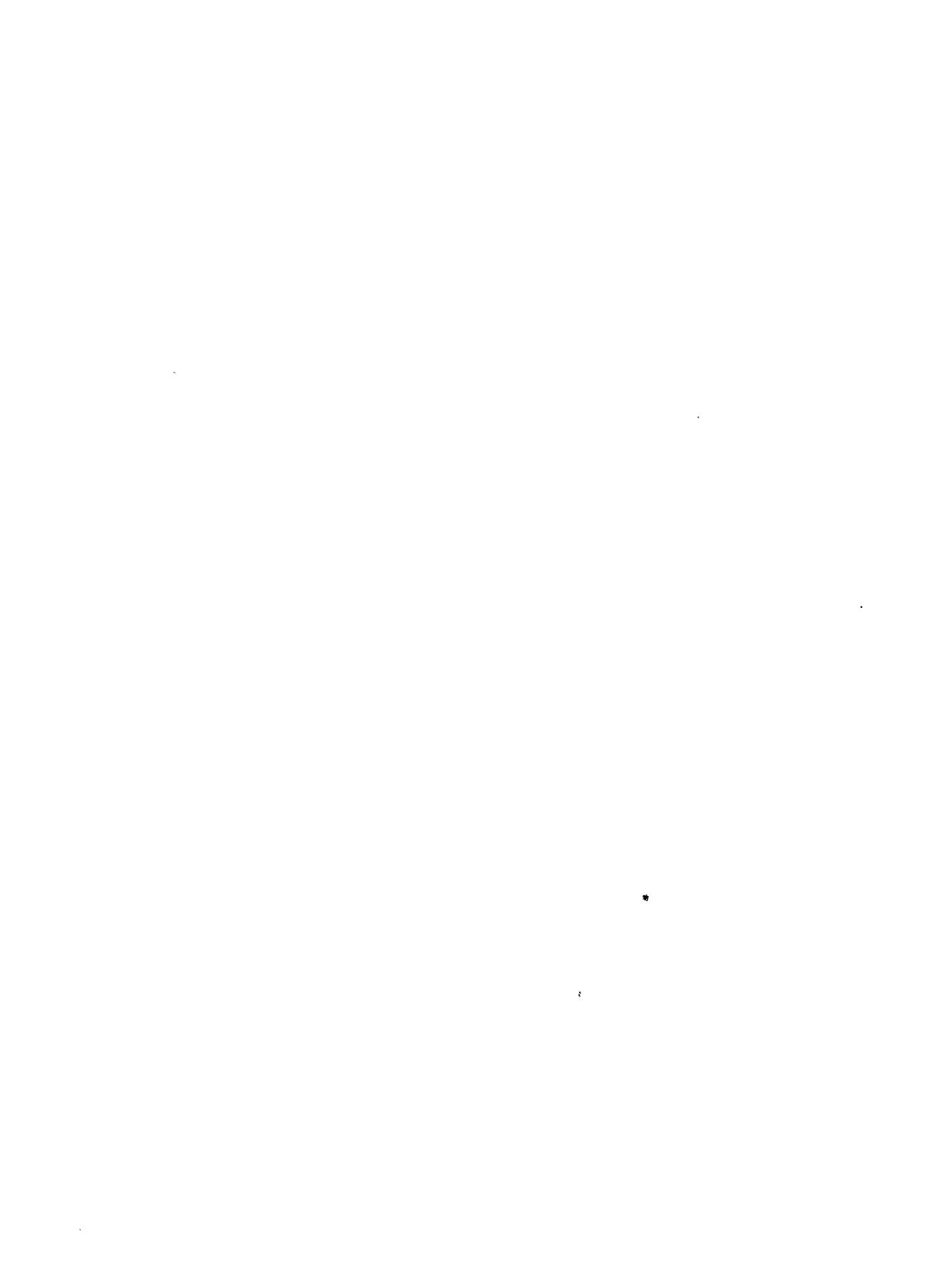
الله العالمین!

میری غلطیوں کو معاف فرادے اور اس خدمت کو قبول فرماؤ کر میرے لئے، میرے والدین و اساتذہ و اولاد و جملہ معاونین کرام و ہمدردان عظام کے لئے پاعث نجات بنا دے اور اسے قبول عام عطا فرماؤ کاپنے بندوں بندیوں کے لئے پاعث رشد و ہدایت فرم۔  
آمين يا الله العالمين و صلی الله على خير خلقه محمد و الله و اصحابه اجمعين

الحمد لله!

کہ آج شروع ماہ جادی الثاني ۱۴۳۸ھ میں بخاری شریف کے پلے پارہ کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک پوری کتاب کا ترجمہ و تشریحات کامل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين اور قدر دانوں کو اس سے ہدایت اور ازدواج ایمان نصب کرے۔  
آمين۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
ذٰلِكَ الْحُكْمُ لِلّٰهِ

## دوسری پارہ

## ۵۔ کتاب الفصل

## غسل کے احکام و مسائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
ذٰلِكَ الْحُكْمُ لِلّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت میں کہ  
اگر جنی ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح پاک حاصل کرو اور اگر تم بیمار ہو جا  
سفر میں یا کوئی تم میں پاگانہ سے آئے یا تم نے اپنی بیویوں سے جماع کیا  
ہو پھر تم پانی سہ پاؤ تو پاک مٹی کا صدر کرو اور اپنے منہ اور رہاتھ پر اسے  
مل لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک  
کرے اور پورا کرے اپنی نعمت تم پر تاکہ تم اس کا شکر کرو۔  
(المائدہ: ۶)

۵۔ کتاب الفصل و قول اللہ تعالیٰ :

﴿وَإِن كُنْتُمْ جُنُباً فَاطْهُرُوا، وَإِن كُنْتُمْ مَرْضِيْأً أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْفَاقِطِ أَوْ لَا مَسْتَمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجْدُوا مَاءَ فَتَيْمُمُوا صَعِيْداً طَيْباً فَامْسَحُوا بِرُجُونِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِنْهُ، مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَعْفُلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيَطْهُرَكُمْ وَلِتَمْ نِعْمَةً عَلَيْكُمْ لَعْلَكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدہ: ۶] .

اور اللہ کا دوسرا فرمان کہ ”اے ایمان والوزدیک نہ جاؤ نماز کے جس  
وقت کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ اس  
وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر حالات سفر میں یہاں تک کہ غسل کرو  
اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آئے تم میں سے کوئی قضاۓ حاجت

و قولہ جل ذکرہ: ﴿هُنَّا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرِبُوا الصَّلَاةَ وَإِنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَفْسِلُوا، وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضِيْأً أَوْ

سے یا تم پاس گئے ہو عورتوں کے، پھر نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک میش کا، پس ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو، بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔”

(النساء: ۳۳)

عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْفَاطِنَةِ  
أَوْ لَامَسَتُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجْذُوا مَاءً  
فَتَبَيَّمُوا صَعِيدًا طَيَّبًا فَامْسَحُوهَا  
بِسُوْجُوهُكُمْ وَأَنْدِيَكُمْ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوا  
غَفُورًا لَّهُمْ [النساء : ۴۳].

قال ابن حجر في الفتح كذا في روايتنا بتقديم البسمة وللاكتاف بالعكس والاول ظاهر ووجه الثاني وعليه اكثرا الروايات انه جعل الترجمة قائمة مقام تسمية السورة والاحاديث المذكورة بعد البسمة كالآيات مستفتحة بالبسمة يعني حافظ ابن حجر رحمه الله فرماتے ہیں کہ بخاری روایت بخاری میں کتاب الغسل پر بسم اللہ مقدم ہے۔ اکثر مؤخر بھی نقش کرتے ہیں۔ اول روایت ظاہر ہے کویا حضرت امام بخاری رحمه الله نے ترجمہ (کتاب الغسل) کو قرآن مجید کی سورتوں میں کسی ایک سورہ کے قائم مقام قرار دے کر احادیث بعد کو ان آیات کی جگہ پر رکھا ہے جو سورت میں بسم اللہ کے بعد آتی ہیں۔ لفظ غسل (غین) کے ضمہ کے ساتھ تمام بدن کے دھونے کا نام ہے۔ طمارت میں پہلے تقاضے حاجت سے فارغ ہو کر استحفاء کرنا پھر وضو کرنا پھر بوقت ضرورت غسل کرنا۔ اسی ترتیب کے پیش نظر حضرت امام قدس سرہ نے کتاب الغسل کو درج فرمایا اور اس کو آیات قرآنی سے شروع کیا۔ جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل جنابت کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلی آیت سورہ مائدہ کی اور دوسری آیت سورہ نساء کی ہے۔ دونوں میں طریقہ غسل کی کچھ تفصیلات ذکور ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو اور غسل کی جگہ یہم طریقہ معلوم کر لینا کافی ہو جاتا ہے۔

باب اس بارے میں کہ غسل سے پہلے وضو کر لینا چاہئے۔

(۲۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں مالک نے ہشام سے خبر دی، وہ اپنے والد سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب غسل فرماتے تو آپ پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اسی طرح وضو کرتے جیسا نماز کے لئے آپ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو سر پر ڈالتے پھر تمام بدن پر پانی بھالیتے۔

(۲۳۹) ہم سے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اعمش سے روایت کر کے وہ سالم ابن الجحد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس رض سے، وہ میونہ نبی کریم

### ۱- بَابُ الْوُضُوءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
عَابِشَةَ رَوَجَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ  
إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَا فَغْسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ  
يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يَدْخُلُ  
أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيَخْلُلُ بِهَا أَصُونَ  
شَفَرَهُ، ثُمَّ يَصْبُبُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ  
بِيَدِيهِ، ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءُ عَلَى جَلْدِهِ كُلَّهِ.

[طرفاه في : ۲۶۲، ۲۷۲]

۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ الأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ  
أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَبَّبِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ عَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح ایک مرتبہ وضو کیا، البتہ پاؤں نہیں دھوئے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جمل کہیں بھی نجاست لگ گئی تھی، اس کو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بھالیا۔ پھر کچل جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ آپ کا عسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔

میمونۃ رَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ قالت: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضُوءُهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجَالِنِي، وَغَسَّلَ فَرَجَةً وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءُ، ثُمَّ نَحَى رِجَالِنِي فَعَسَلَهُمَا. هَذِهِ غُسْنَةٌ مِنَ الْجَنَابَةِ.

[اطرافہ فی : ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱].

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں تقديم تاخیر ہو گئی ہے۔ شرمگاہ اور آلاتِ نماز کو وضو سے پہلے دھونا چاہئے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ پھر وضو کرنا مگر پیر نہ دھونا یعنی منسون طریقہ عسل ہے۔

باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی یوں کے ساتھ عسل کرنا  
درست ہے۔

(۲۵۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓؑ نے کہ آپ نے بتلایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں عسل کیا کرتے تھے۔ اس برتن کو فرق کہا جاتا تھا۔

۲۵۰ - حَدَّثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرْزَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرْقُ.

[اطرافہ فی: ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۷۳، ۲۹۹، ۷۳۳۹، ۵۹۵۶].

لیشیخ ہر دو میاں یوں ایک ہی برتن میں پانی بھر کر عسل کر سکتے ہیں۔ یہاں فرق (برتن) کا ذکر ہر دو کے لئے مذکور ہے جن احادیث لیشیخ میں صرف ایک صاع پانی کا ذکر ہے وہاں آخر فرشت ﷺ کے تما اکیلے عسل کا ذکر ہے۔ دو فرق کا وزن سولہ رطل یعنی آٹھ یکر کے قریب ہوتا ہے جو تین صاع ججازی کے برابر ہے۔

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں۔ وليس الغسل بالصاع والوضوء بالمد للتحديد والتقدير بل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربما اقتصر بالصاع وربما زاد روى مسلم من حدیث عائشہ انها كانت تغسل هي والنبي صلى الله عليه وسلم من ابناء واحد هو الفرق قال ابن عینة والشافعی وغيرهما هو ثلاثة اضع (عون المعبود، ج: ۱ / ص: ۳۵) یعنی عسل اور وضو کے لئے صاع کی تحدید نہیں ہے کبھی آپ نے ایک صاع پر کبھی زیادہ پر اکتفا فرمایا ہے۔

باب اس بارے میں کہ ایک صاع یا اسی طرح کسی چیز کے وزن بھرپانی سے عسل کرنا چاہئے۔

۳- بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ

(۲۵۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الصمد نے، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے کہا ہم سے ابو بکر بن حفص نے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے یہ حدیث سنی کہ میں (ابو سلمہ) اور حضرت عائشہ رض کے بھائی حضرت عائشہ کی خدمت میں گئے۔ ان کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے صاع جیسا ایک برتن مغلوبیا۔ پھر غسل کیا اور اپنے اوپر پانی بھیلا۔ اس وقت ہمارے درمیان اور ان کے درمیان پرده حائل تھا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون، بزر اور جدی نے شعبہ سے صاع کے قدر صاع کے الفاظ روایت کئے ہارون، بزر اور جدی نے شعبہ سے صاع کے قدر صاع کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

لشیخ یہ ابو سلمہ حضرت عائشہ رض کے رضائی بھائی شعبہ نے پرده سے خود غسل فرمائی لشیخ کر ان کو طریقہ غسل کی تعلیم فرمائی۔ مسنون غسل کی ہے کہ ایک صاع پانی استعمال کیا جائے۔ صاع جائز کچھ کم پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ پہلے مذکور ہیں ہے۔

(۲۵۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعیجی بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے زہیر نے ابو اسحاق کے واسطے سے، انہوں نے کہا ہم سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد (جناب زین العابدین) جابر بن عبد اللہ کے پاس تھے اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک صاع کافی ہے۔ اس پر ایک شخص بولا یہ مجھے تو کافی نہ ہو گا۔ حضرت جابر رض نے فرمایا کہ یہ ان کے لئے کافی ہو تا تھاجن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضرت جابر رض نے صرف ایک کپڑا پہن کر ہمیں نماز پڑھائی۔

لشیخ وہ بولنے والے شخص حسن بن محمد بن حنفیہ تھے۔ حضرت جابر رض نے ان کو سختی سے سمجھیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حدیث کے خلاف فضول اعراض کرنے والوں کو سختی سے سمجھانا چاہئے اور حدیث کے مقابلہ پر رائے قیاس تاویل سے کام لینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ والحنفیہ کانت زوجہ علی تزویجہا بعد فاطمہ فولدت لها محمداً فاشتهر بالنسبة اليها (فتح البری) یعنی حنفیہ ناہی عورت حضرت علی رض کی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ رض کے انتقال کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں جن کے بطن سے محمد نبی پچھے پیدا ہوا اور وہ بھائی بپ کے مالی کے نام سے زیادہ مشہور ہوا۔

۲۵۱ - حدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا عبد الصمد قال: حدثني شعبة قال : حدثني أبو بكر بن حفص قال : سمعت أبا سلمة يقول : دخلت أنا وأخو عائشة على عائشة فسألتها أخونها عن غسل رسول الله ، فدعنت يابناء نحو من صاع فاغسلت وأفاضت على رأسها ، وبيتنا وبيتها حجاب . قال أبو عبد الله وقال يزيد بن هارون وبهز والجدي عن شعبة : قدر صاع .

۲۵۲ - حدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا يحيى بن آدم قال: حدثنا زهير عن أبي إسحاق قال: حدثنا أبو جعفر أنه كان عند جابر بن عبد الله هو وأبنته وعندة قوم، فسألوه عن الغسل، فقال: يكفينك صاع . فقال رجل: ما يكفيكني . فقال جابر كان يكفي من هو أوفي منك شفراً وخيز منك . ثم أميأ في ثوب . [طرفاه في : ۲۵۵، ۲۵۶].

(۲۵۳) ہم سے ابو نعیم نے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عبینہ نے عمرو کے واسطے سے بیان کیا، وہ جابر بن زید سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ نبی کرم ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) فرماتے ہیں کہ ابن عبینہ اخیر عمر میں اس حدیث کو یوں روایت کرتے تھے ابن عباس سے انہوں نے میمونہ سے۔ اور صحیح وہی روایت ہے جو ابو نعیم نے کی۔

باب اس کے بارے میں جو اپنے سرپر تین مرتبہ پانی بھائے (۲۵۴) ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے روایت کی ابو اسحاق سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تو اپنے سرپر تین مرتبہ پانی بھاتا ہوں اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں

(۲۵۵) محمد بن بشار نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے غدر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، مخول بن راشد کے واسطے سے وہ محمد ابن علی سے وہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کرم ﷺ اپنے سرپر تین مرتبہ پانی بھاتے تھے۔

(۲۵۶) ہم سے ابو نعیم (فضل بن دکین) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر بن یحییٰ بن سام نے روایت کی، کہا کہ ہم سے ابو جعفر (محمد باقر) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر نے بیان کیا کہ میرے پاس تمہارے چوچا کے بیٹے (ان کی مراد حسن بن محمد اہن حنفیہ سے تھی) آئے۔ انہوں نے پوچھا کہ جنابت کے غسل کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ نبی کرم ﷺ میں چلوپانی لیتے اور ان کو اپنے سرپر بھاتے تھے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بھاتے تھے۔ حسن نے اس پر کہا کہ میں

۲۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانْ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبْنُ عَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَقْسِلَا لَمِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : كَانَ أَبْنُ عَيْنَةَ يَقُولُ أَخِيرًا : (عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ) وَالصَّحِيفُ مَا رَوَاهُ أَبُو نُعْمَانْ .

۴ - بَابُ مَنْ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

۲۵۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانْ قَالَ : حَدَّثَنَا زَهْبَيْرُ عَنْ أَبِيهِ إِسْحَاقَ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صَرَدَ قَالَ : حَدَّثَنِي جَبَّرُ بْنُ مُطَعْمٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَمَا أَنَا فَإِنِّي عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا)) وَأَشَارَ بِيَدِيهِ كِلْتَهِمَا .

ابو نعیم نے مستخرج میں روایت کیا ہے کہ لوگوں نے جھگڑا کیا تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

۲۵۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غَنْدَرُ قَالَ : حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مَخْوَلٍ بْنِ رَأْشِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلَيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَنْدِ اللَّهِ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْرَغُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا . [راجح: ۲۵۲]

۲۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانْ قَالَ : حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ : قَالَ لِي جَابِرٌ : أَتَأْنِي أَبْنُ عَمْكَ - يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَبْنِ الْحَنَفِيَّةِ - قَالَ : كَيْفَ الْفَسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقَلَّتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَا خَذْ ثَلَاثَةَ أَكْفَ وَيُفِيضُهَا عَلَى رَأْسِهِ ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ .

تو بہت بالوں والا آدمی ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے  
بال تم سے زیادہ تھے۔

فَقَالَ لِي الْحَسَنُ: إِنِّي رَجُلٌ كَثِيرُ الشِّعْرِ،  
فَقُلْتُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرُ مِنْكَ شِعْرًا.

[راجع: ۲۵۲]

چچا کے بیٹے حجاز اکمل۔ دراصل وہ ان کے باپ یعنی زین العابدین کے پچھا زاد بھائی تھے کیونکہ محمد ابن حنفیہ جناب حسن اور جناب حسین علیہما السلام کے بھائی تھے۔ جو حسن کے باپ ہیں، جنہوں نے جابر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ ترجمۃ الباب اور احادیث واردہ کی مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ غسل جنابت میں سرمهارک پر تین چلوپانی بماتے تھے۔ پس منسون طریقہ یہی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا طرز عمل برسورت لاائق اتباع ہے۔

باب اس بیان میں کہ صرف ایک مرتبہ بدن پر پانی ڈال کر  
اگر غسل کیا جائے تو کافی ہو گا۔

(۲۵۷) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھوئے۔ پھر پانی اپنے باہیں ہاتھ میں لے کر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر زمین پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سارے بدن پر پانی بمالیا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔

یعنی غسل میں ایک ہی بار سارے بدن پر پانی ڈالنا کافی ہے۔ گو باب کی حدیث میں ایک بار کی صراحت نہیں مطلق پانی بھانے کا ذکر ہے جو ایک ہی بار پر محول ہو گا اسی سے ترجمہ باب نکلا۔

باب اس بارے میں کہ جس نے حلاب سے یا خوشبو لگا کر  
غسل کیا تو اس کا بھی غسل ہو گیا۔

(۲۵۸) محمد بن شیعی نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے بیان کیا، وہ حنظله بن ابی سفیان سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو حلاب کی طرح ایک چیز منگاتے۔ پھر (پانی کا چلو)

## ۵ - بَابُ الْفُسْلِ مِرْءَةً وَاحِدَةً

(۲۵۷) - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ  
سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرْبَيْبِ عَنْ أَبْنِ  
عَبَّاسٍ قَالَ: قَاتَ مَيْمُونَةُ: وَضَعَتْ لِلنَّبِيِّ  
مَاءً لِلْفُسْلِ فَفَسَلَ يَدِهِ مَرْتَبَيْنِ أَوْ  
ثَلَاثَيْنِ، ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ فَفَسَلَ  
مَذَا كَبِيرَةُ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ  
مَضْمَضَ وَامْتَشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ،  
ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ  
مَكَانِهِ فَفَسَلَ قَدْمَيْهِ۔ [راجع: ۲۴۹]

## ۶ - بَابُ مَنْ يَدَا بِالْحِلَابِ أَوْ الْطَّيْبِ عِنْدَ الْفُسْلِ

(۲۵۸) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّفْتَنِيَّ قَالَ:  
حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ وَعَنِ الْفَاسِمِ  
عَنْ عَائِشَةَ قَاتَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا  
اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ

اپنے ہاتھ میں لیتے اور سر کے دائیں حصے سے غسل کی ابتداء کرتے۔ پھر اپنے حصہ کا غسل کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سر کے بیچ میں لگاتے تھے۔

الْحَلَابُ فَأَخْدُ بِكَفِهِ فَبَدَا بِشَقِّ رَأْسِهِ  
الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْمَنِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى وَسْطِ  
رَأْسِهِ

**نشیخ** حلاں کے متعلق مجع البحار میں ہے۔ الحلاں بکسر مہملة و خفہ لام انا یسع قد رحلب ناقہ ای کان بیتدی بطلب طرف و بطلب طیب او اراد بہ انان الطیب یعنی بدا تارة بطلب طرف و تارة بطلب نفس الطیب و دروی بشدة لام و جیم و هو خطاء (مجع البحار) یعنی حلاں ایک برتن ہوتا تھا جس میں ایک او اثنتی کا دودھ سما کے۔ آپ وہ برتن پانی سے پر کر کے منگلتے اور اس سے غسل فرماتے یا اس سے خوشبو رکھنے کا برتن مراد لیا ہے۔ یعنی کبھی محض آپ برتن پانی سے پر کر کے منگلتے اور اس سے غسل خواہ غسل پانی سے شروع کرے جو حلاں جیسے برتن میں بھرا ہوا ہو پھر غسل کے بعد خوشبو لگائے یا پانی خوشبو لگا کر بعد میں نمائے۔ یہاں باب کی حدیث سے پہلا مطلب ثابت کیا اور دوسرا مطلب کے لئے وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ آپ نے خوشبو لگانے کے بعد اپنی یوں سے صحبت کی اور صحبت کے بعد غسل ہوتا ہے تو غسل سے قبل خوشبو لگانا ثابت ہوا۔ شاہ ولی اللہ مرحوم نے فرمایا ہے کہ حلاں سے مراد یہ ہے جو عرب لوگ غسل سے پانی لگایا کرتے تھے۔ جیسے آج کل صابون یا بش یا نائل اور میں ملا کر لگاتے ہیں پھر نہ لگاتے ہیں۔ بعضوں نے اس لفظ کو جیم کے ساتھ جلاں پڑھا ہے اور اسے گلاں کا معرب تواریخا ہے۔ واللہ اعلم با صواب۔

باب اس بیان میں کہ غسل جنبات کرتے وقت کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا چاہتے۔

(۲۵۹) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امشن نے، کہا مجھ سے سالم نے کریب کے واسطے سے وہ ابن عباس نے اس سے روایت کرتے ہیں، کہا ہم سے میونہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے پانی کو دائیں ہاتھ سے بائیں پر گرا یا۔ اس طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر اسے مٹی سے ملا اور دھویا۔ پھر کل کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بھیلیا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر آپ کو رومال دیا گیا۔ یعنی آپ نے اس سے پانی کو خشک نہیں کیا۔

## ۷- بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالْإِسْتِشَاقِ فِي الْجَاهِيَّةِ

۴۵۹ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ عَيَّاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَغْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَيْمُونَةَ قَالَتْ: صَبَّتِ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَسْلًا، فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَسَلَّهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ قَرْبَجَةً، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا بِالْتُّرَابِ، ثُمَّ غَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضَّضَنَ وَاسْتَشَقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أَتَيَ بِمِنْدِيلٍ فَلَمْ يَنْفَضِّ بِهَا.

[راجح: ۲۴۹]

علوم ہوا کہ وضو اور غسل دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔ کذا قال اهل الحديث و امام احمد بن حنبل۔ این قسم روایت نے فرمایا کہ وضو کے بعد اعضاء کے پونچھے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی۔ بلکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے

کہ غسل کے بعد آپ نے رومال و اپس کر دیا۔ جسم مبارک کو اس سے نہیں پونچھا۔ امام نووی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کچھ لوگ حکمہ جانتے ہیں کچھ مستحب کہتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ پونچھنا اور نہ پونچھنا برابر ہے۔ ہمارے نزدیک یہی مختار ہے۔

### باب اس بارے میں کہ (گندگی پاک کرنے کے بعد) ہاتھ مٹی سے ملنا تاکہ وہ خوب صاف ہو جائیں۔

(۲۶۰) ہم سے عبداللہ بن زبیر حمدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کرم رضی اللہ عنہی نے غسل جنابت کیا تو پہلے اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ پھر ہاتھ کو دیوار پر رگڑ کر دھویا۔ پھر نماز کی طرح وضو کیا اور جب آپ اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

پہلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے، مگر یہاں دوسری سند سے مروی ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ ایک ہی حدیث کو کئی بار مختلف مسائل نکالنے کے لئے بیان کرتے ہیں مگر جدا جدا انساووں سے تاکہ مکرار بے فائدہ نہ ہو۔

### باب کیا جبی اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے برتن میں ڈال سکتا ہے؟

جب کہ جنابت کے سوا ہاتھ میں کوئی گندگی نہیں لگی ہوئی ہو۔ ابن عمر اور براء بن عازب نے ہاتھ دھونے سے پہلے غسل کے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالا تھا۔ اور ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پانی سے غسل میں کوئی مصالحتہ نہیں سمجھتے تھے جس میں غسل جنابت کا پانی مپک کر گر گیا ہو۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہاتھ پر اور کوئی نجاست نہ ہو اور ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے تو پانی خش نہ ہو گا۔ کیونکہ جنابت نجاست حکمی ہے، حقیقی نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو سعید بن منصور نے اور براء بن عازب کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکلا ہے۔ ان میں جنابت کا ذکر نہیں ہے۔ مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ نے جنابت کو حدث پر قیاس کیا ہے۔ کیوں کہ دونوں حکمی نجاست ہیں اور ابن ابی شیبہ نے شبیہ سے روایت کیا ہے کہ بعض اصحاب کرام اپنے ہاتھ بغیر دھونے پانی میں ڈال دیتے حالانکہ وہ جبی ہوتے، یہ اسی حالت میں کہ ان کے ہاتھوں پر ظاہر میں کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہوتی تھی۔

### ۸- بَابُ مَسْنَحِ الْيَدِ بِالْتُّوَابِ لِغَسْلِهِ

۲۶۰ - حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحَمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ الَّتِي لَمْ يَغْسِلْ مِنْ جَنَابَةِ اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةِ، فَغَسَّلَ فَرَجَةً بِيَدِهِ، ثُمَّ دَلَّكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَّلَهَا، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غَسْلِهِ غَسَّلَ رِجَانِيَّهُ۔ [راجح: ۲۴۹]

### ۹- بَابُ هَلْ يُذْخِلُ الْجَنْبُ يَدَهُ فِي

الإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَأَذْخَلَ أَبْنَ عَمْرٍ وَالْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الظَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ. وَلَمْ يَرِ أَبْنُ عَمْرٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ بِأَسَا بِمَا يَنْتَصِبُ مِنْ غَسْلِ الْجَنَابَةِ.

(۲۶۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے افل بن حمید نے بیان کیا قاسم سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ میں اور نبی کریم ﷺ ایک برتن میں اس طرح غسل کرتے تھے کہ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے تھے۔

یعنی کبھی میرا ہاتھ اور کبھی آپ کا ہاتھ۔ کبھی دونوں ہاتھ میں بھی جاتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

(۲۶۲) ہم سے مسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمدانہ ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت فرماتے تو (پسلے) اپنا ہاتھ دھوتے۔

اس حدیث کے لانے سے غرض یہ ہے کہ جب ہاتھ پر نجاست کا شہر ہو تو ہاتھ دھوئے بھی جائز ہے۔ [راجح: ۲۴۸]

(۲۶۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابوکبر بن حفص کے واسطے سے بیان کیا، وہ عروہ سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ میں اور نبی کریم ﷺ (دونوں مل کر) ایک ہی برتن میں غسل جنابت کرتے تھے۔ اور شعبہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکر) سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

(۲۶۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبیر سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک سے ناکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی کوئی زوجہ مطہرہ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ اس حدیث میں مسلم بن ابراہیم اور وہب بن جریر کی روایت میں شعبہ سے من الجنابة کا لفظ (زیادہ) ہے۔ (یعنی یہ جنابت کا غسل ہوتا تھا)

حافظ نے کہا کہ اسماعیل نے وہب کی روایت کو نکلا ہے۔ لیکن اس میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ قسطلانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تعلیق نہیں ہے کیونکہ مسلم بن ابراہیم تو امام بخاری رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ کیا تجب ہے کہ آپ کو ان سے ساعت حاصل ہو۔

باب اس شخص سے متعلق جس نے غسل میں اپنے داہنے

۲۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْفَالِسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَتَتْ أَغْسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءِ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ.

۲۶۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا أَغْسَلَ مِنْ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ۔ [راجح: ۲۴۸]

اس حدیث کے لانے سے غرض یہ ہے کہ جب ہاتھ پر نجاست کا شہر ہو تو ہاتھ دھوئے بھی جائز ہے۔

۲۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَتَتْ أَغْسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءِ وَاحِدٍ مِنْ جَنَابَةِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْفَالِسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔ [راجح: ۲۵۰]

۲۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو [أَبُو الْوَلِيدِ] [۲۴] [أَبُو الْوَلِيدِ] حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَاءِ يَقْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءِ وَاحِدٍ. زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبٌ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شَعْبَةَ : مِنْ الْجَنَابَةِ.

۱۰ - بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى

ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی گرایا۔

(۳۶۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کیا، وہ ابن عباسؓؑ کے مولیٰ کریب سے، انہوں نے ابن عباسؓؑ سے، انہوں نے میمونہ بنت حارثؓؑ سے، انہوں نے کماکہ میں نے آنحضرت ﷺ کے لئے (غسل کا) پانی رکھا اور پرودہ کر دیا۔ آپ نے (پلے غسل میں) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اسے ایک یاد و بار دھویا۔ سلیمان امش کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں راوی (سالم بن ابی الجعد) نے تیری بار کا بھی ذکر کیا یا نہیں۔ پھردا ہنہ ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا۔ اور شرمگاہ دھوئی، پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر یاد دیوار پر رکڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ اور سر کو دھویا۔ پھر سارے بدن پر پانی بھیلا۔ پھر ایک طرف سر کر دنوں پاؤں دھوئے۔ بعد میں میں نے ایک کپڑا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس طرح کہ اسے ہٹاؤ اور آپ نے اس کپڑے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

امام احمد کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا۔ آداب غسل سے ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر پلے خوب اچھی طرح سے استجاء کر لیا جائے۔ ترجمہ باب حدیث سے ظاہر ہے۔

باب اس بیان میں کہ غسل اور وضو کے درمیان  
فصل کرنا بھی جائز ہے۔

ابن عمرؓؑ سے منقول ہے کہ انہوں اپنے قدموں کو وضو کردہ اعضاء کے خلک ہونے کے بعد دھویا۔

اس اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الام میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓؑ نے بازار میں وضو کیا۔ پھر ایک جنازے میں بلائے گئے تو وہاں آپ نے موزوں پر صبح کیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔ حافظ نے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مشاء باب یہ ہے کہ غسل اور وضو میں موالت واجب نہیں ہے۔

(۳۶۶) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امش نے سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کریب مولیٰ این

### شِمَالِيٌّ فِي الْفُسْلِ

۲۶۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرْتَبَبِ مَوْلَى أَنْهِيَ عَبَّاسِ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ بَنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ : وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ غُسْلًا وَسَرَّتُهُ، فَصَبَّ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ - قَالَ سَلِيمَانٌ : لَا أَذْرِي أَذْكَرَ التَّالِيَةَ أَمْ لَا - ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِيٍّ فَغَسَلَ فَرَجَةً، ثُمَّ دَلَّكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْخَاتِطِ، ثُمَّ تَمَضِمضَ وَاسْتَشْقَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَحْمَى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ، فَنَأَوْلَتَهُ حِرْقَةً فَقَالَ يَدِهِ هَكَّدَا، وَلَمْ يُرْذَهَا.

اماں احمد کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا۔ آداب غسل سے ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر پلے خوب اچھی طرح سے استجاء کر لیا جائے۔ ترجمہ باب حدیث سے ظاہر ہے۔

### ۱۱- بَابُ تَفْرِيقِ الْفُسْلِ

#### وَالْوُضُوءُ

وَيَذْكُرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوءُهُ.

اس اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الام میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓؑ نے بازار میں وضو کیا۔ پھر ایک جنازے میں بلائے گئے تو وہاں آپ نے موزوں پر صبح کیا اور جنازے کی نماز پڑھی۔ حافظ نے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مشاء ۲۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرْتَبَبِ مَوْلَى

عباس سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ میونہ بھی بخانے کما کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔ تو آپ نے پلے پانی اپنے ہاتھوں پر گرا کر انہیں دو یا تین بار دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے باسیں پر گرا کر انہی شرمگاہوں کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رکڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اپنے سر کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے سارے بدن پر پانی بھایا، پھر آپ اپنی غسل کی جگہ سے الگ ہو گئے۔ پھر اپنے قدموں کو دھویا۔

ابن عباسؓ عن ابن عباسؓ قال: قاتل میمونة: وَضَعَتْ لِلنَّبِيِّ مَاءَ يَقْتَلُ  
بِهِ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِيهِ فَعَسَلَهُمَا مَرْتَنَيْنِ أَوْ  
فَلَاثَاتِ، ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَائِلِهِ فَعَسَلَ  
مَذَاقِيرَةً، ثُمَّ ذَلِكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ  
تَمْضِيقَ وَاسْتِشْقَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ  
وَيَدِيهِ، ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ فَلَاثَاتِ، ثُمَّ أَفْرَغَ  
عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ فَعَسَلَ  
قَدَمَيْهِ۔ [راجع: ۲۴۹]

یہاں سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا ہے کہ موالات واجب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سارا دسو کر لیا۔ مگر پاؤں نہیں دھوئے۔ یہاں تک کہ آپ غسل سے فارغ ہوئے، پھر آپ نے پیر دھوئے۔

**باب جس نے جملع کیا اور پھر دوبارہ کیا اور جس نے اپنی کئی بیویوں سے ہم بستر ہو کر ایک ہی غسل کیا اس کا بیان**

(۲۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے ابن الی عدی اور سیجی بن سعید نے شعبہ سے، وہ ابراہیم بن محمد بن منشر سے، وہ اپنے والد سے، انہوں نے کما کہ میں نے عائشہ بنت عبادتی کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا، اللہ ابو عبدالرحمن پر رحم فرمائے میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو خوبیوں کو خوبیوں کی طرف آپ اپنی تمام ازواج (مطہرات) کے پاس تشریف لے گئے اور صحیح کو احرام اس حالت میں باندھا کہ خوبیوں سے بدن ممکر رہا تھا۔

## ۱۲ - باب إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ.

وَمَنْ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاجِدٌ

۲۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي عَدَى وَعَتَّبِي بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُتَشَبِّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ذَكَرَتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبْهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ كَنْتُ أَطِيبَ رَسُولَ اللَّهِ فَيُطْرُفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُضْبِحُ مُخْرِمًا يَنْصَبُ طَبَّيَا۔

[طرفة فی : ۲۷۰]

حدیث سے ترجمۃ الباب یوں ثابت ہوا کہ اگر آپ ہر بیوی کے پاس جا کر غسل فرماتے تو آپ کے جسم مبارک پر خوبیوں کا نشان باقی نہ رہتا۔ جسور کے نزدیک احرام سے پلے اس قدر خوبیوں کا نشان کہ احرام کے احرام کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہے جائز ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسے جائز نہیں جانتے تھے۔ اسی پر حضرت عائشہ بنت عبادتی کے لئے ایسا فرمایا، ابو عبدالرحمن ان کی کنیت ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتوی قول ابن عمر رضی اللہ عنہ پر ہی ہے۔ مگر جسور اس کے خلاف ہیں۔

(۲۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قادہ کے

۲۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي

واسطے سے، کہا ہم سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ دن اور رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور یہ گیارہ تھیں۔ (نو منکوح اور دلوونڈیاں) راوی نے کہا، میں نے انس سے پوچھا کہ حضور ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کما کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت دی گئی ہے اور سعید نے کما قادہ کے واسطے سے کہ ہم کہتے تھے کہ انس نے ان سے نوازوج کا ذکر کیا۔

عن قتادة قال: حدثنا أنس بن مالك قال:  
كان النبي ﷺ يذور على نسائه في  
الساعة الواحدة من الليل والنهار وهن  
إحدى عشرة. قال: قلت لأنس : أو كان  
يُطيفه؟ قال : كنا نتحدث أن الله أغطي قوَّةَ  
ثلاثين. وقال سعيد عن قتادة إننا نتحدث  
إن أنساً حدثهم : يسمع نسوة.  
[اطرافہ فی : ۲۸۴، ۵۰۶۸، ۵۲۱۵]

**لشیخ** جس جگہ راوی نے نو بیویوں کا ذکر کیا ہے، وہاں آپ کی نوازوج مطہرات ہی مراد ہیں اور جہاں گیارہ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ماریہ اور ریحانہ جو آپ کی لوونڈیاں تھیں، ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں قال ابن خزیمة لم يقل أحد من اصحاب قتادة احدى عشرة الامعاذ بن هشام وقد روی البخاري الرواية الأخرى عن انس تسع نسوة و جمع بينهما بان ازواجه كن تسعافى هذا الوقت كما في رواية سعيد و سريناه مارية و ريحانة حدیث کے لفظ فی الساعة الواحدة سے ترجمۃ الباب ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے ایک ہی ساعت میں جملہ بیویوں سے ملاپ فرمایا کہ آخر میں ایک ہی غسل فرمایا۔

وقت مرد اگلی جس کا ذکر روایت میں کیا گیا ہے یہ کوئی عیب نہیں ہے بلکہ نامردی کو عیب شمار کیا جاتا ہے۔ فی الواقع آپ میں قوت مرد اگلی اس سے بھی زیادہ تھی۔ باوجود اس کے آپ نے عین عالم شباب میں صرف ایک معمر بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرمایا۔ جو آپ کے کمال ضبط کی ایک بین دلیل ہے۔ ہال مدنی زندگی میں کچھ ایسے ملکی و سیاسی و اخلاقی و سماجی مصالح تھے جن کی بنا پر آپ کی ازواج مطہرات کی تعداد نو تک پہنچ گئی۔ اس پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنے گھر کی خبر لیتی چاہئے کہ ان کے مذہبی اکابر کے گھروں میں سو، سو، بلکہ ہزار تک کتب تواریخ میں لکھی ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

باب اس بارے میں کہ مذہبی کادھونا اور اس کی وجہ سے وضو  
۱۳ - بَابُ غَسْلِ الْمَذْبِيِّ وَالْوُضُوءِ  
کرنا ضروری ہے۔

(۲۶۹) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے ابو حصین کے واسطے سے انسوں نے ابو عبد الرحمن سے، انسوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے، آپ نے فرمایا کہ مجھے مذہبی بکثرت آتی تھی، چونکہ میرے گھر میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) تھیں۔ اس لئے میں نے ایک شخص (مقداد بن اسود اپنے شاگرد) سے کہا کہ وہ آپ سے اس کے متعلق مسئلہ معلوم کریں۔ انسوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وضو کراور شرمگاہ کو دھو (یہی کافی ہے)

۲۶۹ - حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا زائدة عن أبي حصين عن أبي عبد الرحمن عن علي قال: كنت رجلاً مذاءً، فأنزرت رجلاً أذن يسأل النبي ﷺ - لمكان ابنيه - فسأل، فقال : ((توضأ، وأغسل ذكرك))

[راجح: ۱۳۲]

## باب اس بارے میں کہ جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر اب بھی باقی رہا

(۲۷۰) ہم سے ابوالثمنان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، وہ اپنے والد سے کہا میں نے عائشہ بنت ابی ذئب سے پوچھا اور ان سے ابن عمر بن حیثا کے اس قول کا ذکر کیا کہ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ میں احرام باندھوں اور خوشبو میرے جسم سے ممک رہی ہو۔ تو عائشہ بنت ابی ذئب نے فرمایا، میں نے خود نبی کشم شیلہم کو خوشبو لگائی۔ پھر آپ اپنی تمام ازواج کے پاس گئے اور اس کے بعد احرام باندھا۔

حدیث سے ترجیح باب اس طرح ثابت ہوا کہ غسل کے بعد بھی آپ کے جسم مبارک پر خوشبو کا اثر باقی رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہم بستری کے وقت میاں بیوی کے لئے خوشبو استعمال کرتا ہے، جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے (فتح الباری) باقی تفصیل حدیث نمبر ۲۶۲ میں گذر چکی ہے۔

(۲۷۱) ہم سے آدم بن ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے حکم نے ابراہیم کے واسطے سے، وہ اسود سے، وہ عائشہ بنت ابی ذئب سے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں آنحضرت ﷺ کی ماں میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے، تفصیلی واقعہ وہی ہے جو اپر گذرا، باب کا مطلب اس حدیث سے یوں تکا کہ آنحضرت ﷺ نے احرام کا غسل ضرور کیا ہو گا۔ اسی سے خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہوا۔

## باب بالوں کا خالل کرنا اور جب یقین ہو جائے کہ کھال تر ہو گئی تو اس پر پانی بہاویںا (جاائز ہے)

(۲۷۲) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کشم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت، غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور نماز کی طرح دھو

## ۱۴- بَابُ مَنْ تَطَيِّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ، وَبَقَى أَثْرُ الطَّيِّبِ

۲۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُتَتَشِّرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَلَدَكْرَنَتْ لَهَا قَوْلُ أَبِيهِ عُمَرَ: مَا أَحِبُّ أَنْ أَصْبِحَ مُخْرِمًا أَنْصَبْخُ طَبِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةَ: أَنَا طَيِّبَتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ طَافَ لِي بِسَائِلِهِ، ثُمَّ أَصْبَحَ مُخْرِمًا۔ [راجع: ۲۶۷]

حدیث سے ترجیح باب اس طرح ثابت ہوا کہ خوشبو استعمال کرتا ہے، جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے (فتح الباری) باقی تفصیل حدیث نمبر ۲۶۲ میں گذر چکی ہے۔

۲۷۱- حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتِي أَنْظَرْتُ إِلَيَّ وَبِنِصِّ الطَّيِّبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرَمٌ۔

[أطرافه في : ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳]۔

۱۵- بَابُ تَخْلِيلِ الشَّعْرِ، حَتَّىٰ إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَذَ أَرَوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ ۲۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَاللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ، وَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اغْتَسَلَ، ثُمَّ

کرتے۔ پھر غسل کرتے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے اور جب یقین کر لیتے کہ جسم تر ہو گیا ہے۔ تو تین مرتبہ اس پر پانی بھاتے، پھر تمام بدن کا غسل کرتے۔

(۲۷۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اور رسول کشم شیخ  
ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔ ہم دونوں اس سے چلو بھر بھر کر پانی  
لیتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنابت کے غسل میں انکلیاں بھگو کر بالوں کی جڑوں میں خلال کرے، جب یقین ہو جائے کہ سراور دار الحی کے بال اور اندر کا چڑا بھیگ گئے ہیں، تب بالوں پر پانی بھائے۔ یہ خلال بھی آداب غسل نہ ہے۔ جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب اور جموروں کے نزدیک صرف سنت ہے۔

باب اس کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا  
پھر اپنے تمام بدن کو دھویا، لیکن وضو کے اعضاء  
کو دوبارہ نہیں دھویا۔

(۲۷۴) ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے  
فضل بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اعمش نے اعمش نے بیان کیا،  
انہوں نے سالم کے واسطے سے، انہوں نے کریب مولیٰ ابن عباس  
سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا،  
انہوں نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا،  
انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت  
کے لئے پانی رکھا پھر آپ نے پلے دو یا تین مرتبہ اپنے دائیں ہاتھ سے  
بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرمگاہ دھوئی۔ پھر اتھ کو زمین پر یادیو اور پردو  
یا تین بار گڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور  
بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی بھالیا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ پھر اپنی  
جگہ سے سرک کر پاؤں دھوئے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما نے  
فرمایا کہ میں ایک کپڑا الائی تو آپ نے اسے نہیں لیا اور ہاتھوں ہی سے  
پانی جھاڑنے لگے۔

باب جب کوئی شخص مسجد میں ہو اور اسے یاد آئے کہ مجھ کو

یخلل بیدہ شعرہ، حتیٰ إذا ظنَّ أَنَّهُ قدْ  
أَرَوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءُ فَلَا تَ  
مَرَّاتٍ، ثُمَّ غَسَلَ سَابِرَ جَسَدِهِ.

۲۷۳ - وَقَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا  
وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءِ وَاحِدٍ نَّعْرَفُ مِنْهُ  
جَمِيعًا. [راجح: ۲۵۰]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جنابت کے غسل میں انکلیاں بھگو کر بالوں کی جڑوں میں خلال کرے، جب یقین ہو جائے کہ سراور دار الحی کے بال اور اندر کا چڑا بھیگ گئے ہیں، تب بالوں پر پانی بھائے۔ یہ خلال بھی آداب غسل نہ ہے۔ جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب اور جموروں کے نزدیک صرف سنت ہے۔

۱۶ - بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ  
سَابِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعْذَ غَسْلَ مَوَاضِعِ  
الْمُوضُوعِ مِنْهُ مَرَّةً أُخْرَى.

۲۷۴ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عَيْسَى قَالَ:  
أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا  
الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ  
عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ:  
وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَضْوِءًا لِلْجَنَابَةِ  
لَا كُفَّا بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ،  
ثُمَّ غَسَلَ فَرَجَةَ، ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ  
- أَوِ الْحَاطِطِ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ، ثُمَّ  
مَضَمَضَ وَامْتَشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ  
وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءُ، ثُمَّ  
غَسَلَ جَسَدَهُ، ثُمَّ تَحْمَى فَفَسَلَ رِجْلَيْهِ  
قَالَتْ: فَأَتَيْتُهُ بِغِرْقَةٍ فَلَمْ يُرْذَهَا، فَجَعَلَ  
بِنْفُضٍ بِيَدِهِ. [راجح: ۲۴۹]

۱۷ - بَابُ إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ

نمانے کی حاجت ہے تو اسی طرح نکل جائے اور تمہارے کرے۔

(۲۷۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم کو یونس نے خبر دی زہری کے واسطے سے وہ ابو سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز کی تکمیل ہوئی اور صفائی برابر ہو گئیں، لوگ کھڑے تھے کہ رسول کریم ﷺ اپنے حجرے سے ہماری طرف تشریف لائے۔ جب آپ مصلی پر کھڑے ہو چکے تو یاد آیا کہ آپ جنپی ہیں۔ پس آپ نے ہم سے فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور آپ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے غسل کیا اور واپس ہماری طرف تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے نپک رہے تھے۔ آپ نے نماز کیلئے تکمیل کی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ عثمان بن عمر سے اس روایت کی متابعت کی ہے عبد الاعلیٰ نے عمر سے اور وہ زہری سے۔ اور او زاعی نے بھی زہری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عبدالاعلیٰ کی روایت کو خود حضرت امام بخاری نے کتاب الاذان میں ذکر فرمایا ہے۔

باب اس بارے میں کہ غسل جنابت کے بعد ہاتھوں سے

پانی جھاڑ لینا (سنن نبوی ہے)

(۲۷۶) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو حمزہ (محمد بن میمون) نے، کہا میں نے امش سے نہ، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، انہوں نے کتب سے، انہوں نے ابن عباس سے، آپ نے کہا کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور ایک کپڑے سے پردہ کر دیا۔ پس آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے باسیں ہاتھ میں پانی لیا اور شرمگاہ دھوئی۔ پھر ہاتھ کو زمین پر مارا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور تاک میں پانی ڈالا اور چہرے اور بآزو دھوئے۔ پھر سر پر پانی بھایا اور سارے بدن کا غسل کیا۔ اس کے بعد آپ مقام غسل سے ایک طرف ہو گئے۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو ایک کپڑا

اَنَّهُ جُنْبَتْ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَعِيْمُ

۲۷۵ - حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانَ بْنَ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَقْيَمَتِ الصَّلَاةَ وَعَدَّلَتِ الصُّفُوفَ قِيَاماً، فَعَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّةٍ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنْبَتْ فَقَالَ لَنَا ((مَكَانُكُمْ)) ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأَسَهُ يَقْطُرُ، فَكَبَرَ لَعْلَيْنَا مَعْهُ۔ [طرفاه فی : ۶۳۹ ، ۶۴۰] .

تابعہ عبد الأغثی عن معمر عن الزهري۔  
ورواه الأوزاعی عن الزهري۔

عبدالاعلیٰ کی روایت کو امام احمد نے نکلا ہے اور او زاعی کی روایت کو امام احمد نے کتاب الاذان میں ذکر فرمایا ہے۔

۱۸ - بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ  
عَنِ الْجَنَابَةِ

۲۷۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَالْهٰنَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَالَّتِي مَيْمُونَةُ - وَضَعْفَتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَسْلًا لَفَسَرْتُهُ بَثُوبٍ وَصَبَّتْ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَائِلِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا، ثُمَّ غَسَلَهَا، فَمَضَمَضَ وَاسْتَشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ تَحْمَى فَغَسَلَ

قدمیہ، فناولتہ فوہا فلم یاخذہ، فانطلق دینا چاہا۔ تو آپ نے اسے نہیں لیا اور آپ ہاتھوں سے پانی جھاڑنے وہر یعنی غسل کی مطابقت ظاہر ہے، معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ وضو اور غسل میں بدن کپڑے سے نہ پوچھے۔

[راجح: ۲۴۹]

باب اس شخص کے متعلق جس نے اپنے سر کے داہنے حصے سے غسل کیا۔

(۷۷) ہم سے خلاد بن مجی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے حسن بن مسلم سے روایت کر کے، وہ صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہم ازواج (مطہرات) میں سے کسی کو اگر جنابت لاحق ہوتی تو وہ ہاتھوں میں پانی لے کر سر پر تین مرتبہ ڈالتیں۔ پھر ہاتھ میں پانی لے کر سر کے داہنے حصے کا غسل کرتیں اور دوسرے ہاتھ سے باہیں حصے کا غسل کرتیں۔

**لئے** پہلا چلو دائیں جانب پر دوسرا چلو بائیں جانب پر تیرا چلو سر کے پیچوں تھے، جیسا کہ باب من بداء بالحلاب او الطیب میں بیان ہوا۔ امام بخاری **لئے** نے یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ بعضوں کے نزدیک ترجمہ باب جملہ تم تأخذ بید ہا علی شفہ الایمن سے نکلتا ہے۔ کہ اس میں ضمیر سر کی طرف پھر تی ہے۔ یعنی پھر سر کے دائیں طرف پر ہاتھ سے پانی ڈالتے اور سر کے بائیں طرف پر دوسرے ہاتھ سے۔ کہاں نے کہا کہ باب کا ترجمہ اس سے تکلیف آیا کیونکہ بدن میں سر سے لے کر قدم تک داخل ہے۔

باب اس شخص کے بارے میں جس نے تہائی میں نگے ہو کر غسل کیا۔ اور جس نے کپڑا باندھ کر غسل کیا، اور کپڑا باندھ کر غسل کرنا افضل ہے۔ اور بزر بن عکیم نے اپنے والد سے، انہوں نے بزر کے دادا (معاویہ بن حیدر) سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اللہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

**لئے** اس کو امام احمد **لئے** وغیرہ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ؟ ہم کن شرمگاہوں پر تصرف کریں اور کن سے بچیں۔ آپ **لئے** نے فرمایا کہ صرف تمہاری بیوی اور لوٹی تمہارے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا حضور جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو نہ غسل کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ زیادہ لاکن ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

۲۷۷ - حدَّثَنَا حَلَادٌ بْنُ يَعْتَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْعَسْنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ هَشَّيْةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا أَصَابَ إِخْدَانًا جَنَابَةً أَخْدَتْ بَيْتَنِيَّا ثَلَاثَةَ فَوْقَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ بَيْتَهَا عَلَى شِقَهَا الْأَيْمَنِ، وَبَيْتَهَا الْأَخْرَى عَلَى شِقَهَا الْأَيْمَنَ.

۲۰ - بَابُ مَنْ اغْتَسَلَ غُرْيَانَا وَخَدَةً فِي الْخَلْوَةِ، وَمَنْ تَسْتَرَ وَالسَّتَّرُ اغْتَسَلَ وَقَالَ بَهْزَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (إِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْتَى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ).

ابن الی ملی نے ایکی بھی شگناہ ناجائز کہا ہے۔ امام بخاری و حشیثہ نے ان کا رد کیا اور ہتلایا کہ یہ جائز ہے مگر ستر ڈھانپ کر نہماں افضل ہے۔ حدیث میں حضرت موسیٰ ﷺ و حضرت ایوب ﷺ کا نہماں مذکور ہے۔ اس سے ترجیہ باب ثابت ہوا۔

(۲۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، انہوں نے معرسے، انہوں نے ہمام بن منبہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا انی اسرائیل نگے ہو کراس طرح نہاتے تھے کہ ایک شخص دوسرے کو دیکھتا لیکن حضرت موسیٰ ﷺ تھا پر وہ سے عسل فرماتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ عسل کرنے میں صرف یہ چیز مانع ہے کہ آپ کے خیے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ موسیٰ ﷺ عسل کرنے لگے اور آپ نے کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ دیا۔ اتنے میں پتھر کپڑوں کو لے بھاگا اور موسیٰ ﷺ بھی اس کے پیچے بڑی تیزی سے دوڑے۔ آپ کہتے جاتے تھے۔ اے پتھر! میرا کپڑا دے۔ اے پتھر! میرا کپڑا دے۔ اس عرصہ میں نبی اسرائیل نے موسیٰ ﷺ کو شنگاد کیکھ لیا اور کہنے لگے کہ بخدا موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں اور موسیٰ ﷺ نے کپڑا لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ بخدا اس پتھر پر چھپا سات مار کے نشان باقی ہیں۔

(۲۹) اور اسی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ (ایک بار) ایوب ﷺ نگے عسل فرماتے تھے کہ سونے کی ڈیاں آپ پر گرنے لگیں۔ حضرت ایوب ﷺ انہیں اپنے کپڑے میں سمٹنے لگے۔ اتنے میں ان کے رب نے انہیں پکارا۔ کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اس چیز سے بے نیاز نہیں کر دیا، جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ایوب ﷺ نے جواب دیا ہاں تیری بزرگی کی قسم۔ لیکن تیری برکت سے میرے لئے بے نیازی کیوں نکر ممکن ہے۔ اور اس حدیث کو ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے، وہ صفویان سے، وہ عطاء بن یسار سے، وہ ابو ہریرہ سے، وہ نبی کریم

- ۲۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامَ بْنِ مُبَّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بُنُوْ إِسْرَائِيلَ يَعْتَسِلُونَ غَرَّاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، وَكَانَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْتَسِلُ وَحْدَةً، فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَعْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آذَرَ، فَلَدَّهُبَ مَرَّةً يَعْتَسِلُ، فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الحَجَرُ بِثَوْبِهِ، فَجَمَعَ مُوسَى فِي أَثْرِهِ يَقُولُ: ثَوْبِي يَا حَجَرُ، ثَوْبِي يَا حَجَرُ حَتَّى نَظَرَتْ بُنُوْ إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى مِنْ بَاسِ، وَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفَقَ بِالْحَجَرِ ضَرَّتِهِ)) فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَاللَّهِ إِنَّهُ لَذَبَ بِالْحَجَرِ سِتَّةً أَوْ سَبْعَةً ضَرَّنَا بِالْحَجَرِ.

[طرفاہ فی : ۳۴۰۴، ۴۷۹۹۔]

- ۲۷۹ - وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَا أَيُوبُ يَعْتَسِلُ عَوْيَانًا فَخَرَعَ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُوبُ يَخْتَنِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ : يَا أَيُوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْتَنِتُكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَى وَعَزِيزِكَ، وَلَكِنْ لَا غُنْيَ بِي عَنْ بَرَكَتِكَ)). وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنْ مُوسَى بْنِ عَفْعَةَ عَنْ صَفَوَانَ بْنِ سَلَيْمَنَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : ((بَيْنَا

سُلَيْمَان سے، اس طرح نقل کرتے ہے ”جب کہ حضرت ایوب میلائشیا نے گئے ہو کر غسل کر رہے تھے (آخر تک)

ابراهیم بن محمدان سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے نہیں سناتا یہ تعلیق ہو گئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کو سائی اور اسماعیلی نے وصل کیا ہے۔

باب اس بیان میں کہ لوگوں میں نہاتے وقت پر وہ کرنا ضروری ہے۔

(۲۸۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قصیٰ نے روایت کی۔ انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے عمر بن عبد اللہ کے مولیٰ ابو نفر سے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ابو مرہونے انہیں بتایا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب کو یہ کہتے تھے کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے دیکھا کہ آپ غسل فرما رہے ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پرده کر رکھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی ہوں۔

(۲۸) ہم سے عبدالان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، وہ سالم بن ابی الجعد سے، وہ کریب سے، وہ ابن عباس سے، وہ میمونہ سے، انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرمائے تھے میں نے آپ کا پورہ کیا تھا۔ تو آپ نے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے، پھر داہنے ہاتھ سے باس پر پانی بھیلا اور شرم گاہ دھوئی اور جو کچھ اس میں لگ گیا تھا اسے دھویا پھر ہاتھ کو زین یادیوار پر رگڑ کر (دھویا) پھر نماز کی طرح وضو کیا۔ پاؤں کے علاوہ۔ پھر پانی اپنے سارے بدن پر بھیلا اور اس جگہ سے ہٹ کر دونوں قدموں کو دھویا۔ اس حدیث میں ابو عوانۃ اور محمد بن فضیل نے بھی یہ دے کا ذکر کیا ہے۔

ابو عوانہ کی روایت اس سے پہلے خود امام بخاری رض ذکر فرمائے چکے ہیں اور محمد بن فضیل کی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں

## ٢١ - بَابُ التَّسْتِرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ  
مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَيْنَدِ  
الَّذِي أَنْ أَبَا مَرْأَةً مَوْلَى أُمَّ هَانِيَّ بِنْتَ أَبِي  
طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيَّ بِنْتَ أَبِي  
طَالِبٍ تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَقْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ  
تَسْتَرُّهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَلَّتْ: أَنَا أُمُّ

[أطرافه في : ٣١٧١، ٣٥٧، ٦١٥٨]

٢٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الدَّاْنَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَنْ  
اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَفِيَّانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ  
مَالِكٍ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ أَبِي  
عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: سَوْنَتِ النَّسِيَّ  
وَهُوَ يَفْتَسِيلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَفَسَلَ يَدِيهِ،  
ثُمَّ صَبَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَفَسَلَ فَرْجَهُ  
وَمَا أَصَابَهُ، ثُمَّ مَسَحَ يَدِيهِ عَلَى الْحَاطِطِ أوِ  
الْأَرْضِ، ثُمَّ تَرَضَّاً وَضُوْءَةً لِلصَّلَاةِ غَيْرَ  
رِجْلِيهِ، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءُ، ثُمَّ  
تَسْعَى فَفَسَلَ قَدْمَيْهِ. تَابِعَةُ أَبِي عَوَانَةَ وَابْنِ

**فضييل في السُّتْر.** [راجع: ٢٤٩]

نکلا ہے۔ ابو عوانہ کی روایت کے لئے حدیث نمبر ۲۶۰ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

## ۲۲۔ بَابِ إِذَا اخْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

### باب اس بیان میں کہ جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی عسل واجب ہے۔

(۲۸۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا کہ ام سليم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں کرتا۔ کیا عورت پر بھی جب کہ اسے احتلام ہو عسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اگر (اپنی منی کا) پانی دیکھے (تو اسے بھی عسل کرنا ہو گا)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی مرد کا سا حکم ہے کہ جانگے پر منی کی تری اگر کپڑے یا جسم پر دیکھے تو ضرور عسل کرے تری نہ پائے تو عسل واجب نہیں۔

### باب اس بیان میں کہ جبکی کا پیغامہ اور مسلمان نپاک نہیں ہوتا۔

(۲۸۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن سعید قطان نے، کہا ہم سے حیدر طویل نے، کہا ہم سے بکر بن عبد اللہ نے ابو رافع کے واسطے، انہوں نے ابو ہریرہ سے شاکہ مدینہ کے کسی راستے پر نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ جنابت کی حالت میں تھے۔ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ میں پچھے رہ کر لوٹ گیا اور عسل کر کے واپس آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا۔ اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر عسل کے بیٹھنا براجاتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ! مومن ہرگز نجس نہیں ہو سکتا۔

۲۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَزْوَةَ عَنْ أَيْمَهِ عَنْ زَيْنَبِ بْنَتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتِنِي أُمُّ سَلَمَةُ إِمْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ قَدَّسَ اللَّهُ تَعَالَى بَرَّهُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَخْنِي مِنَ الْحَقِّ، هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ اخْتَلَمَتْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ قَدَّسَ اللَّهُ تَعَالَى بَرَّهُ: (نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ). [راجع: ۱۳۰]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی مرد کا سا حکم ہے کہ جانگے پر منی کی تری اگر کپڑے یا جسم پر دیکھے تو ضرور عسل کرے تری نہ پائے تو عسل واجب نہیں۔

### ۲۳۔ بَابُ عَرَقِ الْجَنْبِ، وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

۲۸۳ - حَدَّثَنَا عَلَيُّ بْنُ عَنْدَلِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي دَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنْبٌ، فَأَنْخَسَتْ مِنْهُ، فَلَدَّهُتْ فَأَغْسَلَتْ ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: كُنْتُ جُنْبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ. فَقَالَ: سَبَحَانَ اللَّهِ، إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ).

[اطراfe فی : ۲۸۵]

یعنی ایسا نجس نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ بیٹھا بھی نہ جاسکے۔ اس کی نجاست عارضی ہے جو غسل سے ختم ہو جاتی ہے، امام بخاری  
و مسلم نے اس حدیث سے یہ نکلا کہ جبکی کا پیغام بھی پاک ہے کیونکہ جب بدن پاک ہے تو بدن سے نکلنے والا پیغام بھی پاک ہو گا۔

#### ۴- باب الجنب يخرج ويمشي

##### فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

وَقَالَ عَطَاءً: يَحْتَجِمُ الْجُنْبُ وَيَقْلُمُ  
أَظْفَارَهُ وَيَخْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ!

۲۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ  
قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رَبِيعَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
سَعِيدٌ عَنْ فَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ  
أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطْرُفُ عَلَى نِسَائِهِ  
فِي الْأَنْيَلِ الْوَاحِدَةِ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةٌ  
نِسْوَةٌ. [راجع: ۲۶۸]

##### او ر بازار و غيره جاستا ہے۔

اور عطا نے کہا کہ جبکی پچھنا لگوا سکتا ہے، تا خن ترشوا سکتا ہے اور سر  
منڈوا سکتا ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

(۲۸۳) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے  
یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عربہ  
نے بیان کیا، انہوں نے قہادہ سے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے  
ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کے پاس  
ایک ہی رات میں تشریف لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ازواج میں  
نویویاں تھیں۔

اس سے جبکی کا گھر سے باہر نکلنا یوں ثابت ہوا کہ آپ ایک بی بی سے محبت کر کے گھر سے باہر دوسری پیوی کے گھر تشریف لے  
جائے۔

(۲۸۵) ہم سے عیاش نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالاعلیٰ  
نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے بکر کے واسطے سے بیان کیا،  
انہوں نے ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری ملاقات  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ اس وقت میں جبکی تھا، آپ نے میرا بات  
پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ آخر آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور  
میں آہستہ سے اپنے گھر آیا اور غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ  
ابھی بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے دریافت فرمایا اے ابو ہریرہ! کہاں چلے  
گئے تھے، میں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا سچان اللہ! مومن تو  
نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی اور باب کی مطالبت بھی ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ حالت جنابت میں راہ چلتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے ملے۔  
۲۵- باب كَيْنُونَةِ الجنبِ فِي الْأَيْتِ  
إِذَا تَوَضَّأَ

(۲۸۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے بشام اور شبیان نے، وہ

۲۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ

یعنی سے، وہ ابو سلمہ سے، کہا میں نے عائشہ پئی ہنسے پوچھا کہ کیا بھی کریم جنابت کی حالت میں گھر میں سوتے تھے؟ کہا ہاں لیکن وضو کر لیتے تھے۔

وَشَيْءٌ عَنْ يَحْنَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْفَدُ وَهُوَ جُنْبٌ؟ فَأَلَّا: نَعَمْ. وَتَوَضَّأَ.

[طرفة فی : ۲۸۸].

**لشیخ** ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کتابیا تصویر یا جنپی ہو تو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ امام بخاری رض نے یہ باب لا کر بتایا کہ وہاں جنپی سے وہ مراد ہے جو وضو ہنسی نہ کرے اور جنابت کی حالت میں بے پرواہ بن کر یوں ہی گھر میں پڑا رہے۔ باب اس بارے میں کہ بغیر غسل کئے جنپی کا سونا جائز ہے۔  
(۲۸۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے فہ ابن عمر رض سے کہ عمر بن خطاب رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں، وضو کر کے جنابت کی حالت میں بھی سو سکتے ہو۔

## ۲۶- بَابُ نَوْمِ الْجُنْبِ

۲۸۷- حَدَّثَنَا قَتْيَةً قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثْعَابِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنْبٌ؟ فَأَلَّا: (نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلَيَرْفَدْ وَهُوَ جُنْبٌ)).

[طرفاء فی : ۲۹۰، ۲۸۹].

باب اس بارے میں کہ جنپی پہلے وضو کر لے پھر سوئے۔  
(۲۸۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی الجعد کے واسطے سے سے، انہوں نے محمد بن عبدالرحمن سے، انہوں نے عروہ سے، وہ حضرت عائشہ پئی ہنسے، آپ ؐ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں ہوتے اور سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھولیتے اور نماز کی طرح وضو کرتے۔

(۲۸۹) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جو یویہ نے نافع سے، وہ عبد اللہ بن عمر سے، کہا عمر رض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں لیکن وضو کر کے۔

(۲۹۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ

## ۲۷- بَابُ الْجُنْبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

۲۸۸- حَدَّثَنَا يَحْنَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثْعَابِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَفَرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَزْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنْبٌ غَسَّلَ فَرْجَةَ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ. [راجح: ۲۸۶]

۲۸۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوبَرِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: اسْتَفْتَنِي عَمَرُ النَّبِيُّ ﷺ أَيْمَامَ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنْبٌ؟ فَأَلَّا: (نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ)).

۲۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَرَ أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عَمَرُ بْنُ

عنه نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ رات میں انہیں غسل کی ضرورت ہو جایا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو کر لیا کر اور شرمگاہ کو دھو کر سو جا۔

الخطاب لرسول الله ﷺ آنہ توصیۃ الحجۃ  
مِنَ النَّیْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ الله ﷺ  
((تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكْرَكَ ثُمَّ نَمْ)).

[راجع: ۲۸۷]

**تشریح** ان جملہ احادیث کا یہی مقصد ہے کہ جبni وضو کر کے گھر میں سو سکتا ہے۔ پھر نماز کے واسطے غسل کر لے۔ کیونکہ غسل جابت کئے بغیر نماز درست نہ ہوگی۔ مریض وغیرہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

باب اس بارے میں کہ جب دونوں خنان ایک دوسرے سے مل جائیں تو غسل جنبات واجب ہے۔

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام و ستواں نے بیان کیا۔

(۲۹۱) (دوسری سند سے) امام بخاری نے فرمایا کہ ہم سے ابو قیم نے بیان کیا، وہ ہشام سے، وہ قادہ سے، وہ امام حسن بصری سے، وہ ابو رافع سے، وہ ابو ہریرہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چمار زانوں میٹھے گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا، اس حدیث کی متابعت عمرو نے شبہ کے واسطے سے کی ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ ہم سے اب ان نے بیان کیا، کہا ہم سے قادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا۔ اسی حدیث کی طرح۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا یہ حدیث اس باب کی تمام احادیث میں عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے دوسری حدیث (عنان اور ابن ابی کعب کی) صحابہ کے اختلاف کے پیش نظر بیان کی اور غسل میں احتیاط زیادہ ہے۔

**تشریح** قال النووي "معنى الحديث ان ايجاب الغسل لا يتوقف على الانزال بل متى غابت الحشمة في الفرج وجب الغسل عليهموا لا خلاف فيه اليوم۔" امام نووی وظیفہ کرنے ہیں کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ غسل انزال متى پر موقف نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی دخول ہو گیا دونوں پر غسل واجب ہو چکا۔ اور اب اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہ طریقہ مناسب نہیں: فتحی مالک میں کوئی ملک اگر کسی جزوی میں کسی حدیث سے مطابق ہو جائے تو قابل قبول ہے۔ کیونکہ اصل معمول ہے قرآن و حدیث ہے۔ اسی لئے حضرت امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اذا صاحب الحديث فهو مذهبی۔ جو بھی صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی میراث مذهب ہے۔ یہاں تک درست اور قابل تحسین ہے۔ مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ مقلدین اپنے مذهب کو کسی

حدَّثَنَا مُعاذُ بْنُ فُضَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح.

۲۹۱ - وَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا جَلَسَ بَنْ شَعْبَهَا الْأَرْبَعَ ثُمَّ جَهَدَهَا فَلَقِدَ وَجَبَ الْغُسْلُ)). تَابَعَهُ عَمْرُو عَنْ شَعْبَةَ، وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبَا إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَنَادَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِنْهُ . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا أَجْوَدُ وَ أَوْكَدُ وَ إِنَّمَا بَيَّنَ الْحَدِيثَ لِخَلَافَهُمْ وَ الْفَسْلُ أَخْوَطُ .

حدیث کے مطابق پاتے ہیں تو اپنے ملک کو مقدم ظاہر کرتے ہوئے حدیث کو موڑ کرتے ہیں اور اپنے ملک کی صحت و اولویت پر اس طرح خوشی کا اطمینان کرتے ہیں کہ گویا اوپرین مقام ان کے مزومہ ملک کا ہے اور احادیث کا مقام ان کے بعد ہے۔ ہمارے اس بیان کی تقدیریں کے لئے موجودہ تراجم احادیث خاص طور پر تراجم بخاری کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جو آج کل ہمارے برادران احتجاف کی طرف سے شائع ہو رہے ہیں۔

قرآن و حدیث کی عقائد کے پیش نظریہ طریقہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ تعلیم کئے بغیر کسی بھی منصف مزاج کو چارہ نہیں کہ ہمارے مردوں ممالک بت بعد کی پیداوار ہیں۔ جن کا قرون راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پورے چار سو سال تک مسلمان صرف مسلمان تھے۔ تقلیدی مذاہب چار صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کی حقیقت یہ ہے۔ امت کے لئے یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ ان فقیہی ممالک کو علیحدہ علیحدہ دین اور شریعت کا مقام دے دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ افتراق و انتشار پیدا ہوا کہ اسلام مختلف پارٹیوں اور بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا اور وحدت میں ختم ہو گئی۔ اور آج تک یہی حال ہے۔ جس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

دعوت الہادیت کا خلاصہ یہی ہے کہ اس انتشار کو ختم کر کے مسلمانوں کو صرف اسلام کے نام پر جمع کیا جائے، امید قوی ہے کہ ضرور یہ دعوت اپنا رنگ لائے گی۔ اور لا رہی ہے کہ اکثر روشن دماغ مسلمان ان خود ساختہ پابندیوں کی حقیقت سے واقف ہو چکے ہیں۔

## باب اس چیز کا دھونا جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے ضروری ہے۔

### ۲۹ - بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ رُطُوبَةٍ فَرْجُ الْمَرْأَةِ

(۲۹۲) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے حسین بن ذکوان معلم کے واسطے سے، ان کو بھی نے کہا مجھ کو ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی، ان کو عطا بن یسار نے خبر دی، انہیں زید بن خالد جہنی نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا لیکن انزال نہیں ہوا تو وہ کیا کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کر لے اور ذکر کو دھولے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے۔ میں نے اس کے متعلق علی بن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا بھی نے کہ اور ابو سلمہ نے مجھے بتایا کہ انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

۲۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو مَغْمَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَنِيِّ الْمُعْلَمِ قَالَ يَعْتَقِيْ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدَ الْجَهْنَمِ أَخْبَرَهُ اللَّهُ سَلَّمَ أَنَّ عَمَانَ بْنَ عَفَانَ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ أَمْرَأَهُ فَلِمَ يَعْنِي؟ قَالَ عَمَانٌ: ((يَعْوَضُهُ كَمَا يَتَوَضَّأُ بِلِلصَّلَاةِ وَيَفْسِلُ ذَكْرَهُ)) وَقَالَ عَمَانٌ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَسَأَلَتْهُ عَنْ ذَلِكَ عَلَيْهِ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزَّبِيرِ بْنَ الْعَوَامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عَيْنِدِ اللَّهِ وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمْرَوْهُ بِذَلِكَ. قَالَ يَعْتَقِيْ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَزْوَةَ بْنَ الزَّبِيرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا آيُوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجح: ۱۷۹]

حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

۲۹۳ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقِيْعَنْ هِشَامَ بْنِ عَزْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِيُّ بْنُ كَفْبَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِلْيَوبَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِيُّ بْنُ كَفْبَرَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَكَ الْجَنَّلُ الْمَرَأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ فَقَالَ ((يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرَأَةَ مِنْ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيَصْلِي)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْفَضِيلُ الْمَقْبُلُ أَخْوَطُ وَذَاكُ الْأَخْيَرُ إِنَّمَا بَيَّنَاهُ لِإِخْتِلَافِهِمْ وَالْمَنَاءِ أَنَّهُ لَيْسَ غسل کر لینا بحر صورت بہتر ہے۔ اگر بالفرض واجب نہ بھی ہو تو یہی فائدہ کیا کم ہے کہ اس سے بدن کی صفائی ہو جاتی ہے اور یہ آخري احادیث ہم نے اس لئے بیان کر دیں (تاکہ معلوم ہو جائے کہ) اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور پانی (سے غسل کر لینا ہی) زیادہ پاک کرنے والا ہے۔

**لَيْسَ غسل کر لینا بحر صورت بہتر ہے۔** مگر جسمور کا یہی فوٹی ہے کہ عورت مرد کے طلاق سے غسل واجب ہو جاتا ہے ازاں ہو بیان ہو۔ ترجمہ باب پہل سے نکلتا ہے کہ دخول کی وجہ سے ذکر میں عورت کی فرج سے جو تری لگ گئی ہو اسے دھونے کا حکم دیا۔

قال ابن حجر فی الفتح و قد ذهب الجمھور إلی ان حدیث الاكتفاء بالوضوء منسوخ و روی ابن ابی شيبة وغيره عن ابن عباس انه حمل حدیث الماء من على الماء على صورة مخصوصة مابين في المقام من روية الجماع و هي تاویل بجمع بين الحدیثین بلا تعارض لیعنی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جسمور اس طرف گئے ہیں کہ یہ احادیث جن میں دھو کو کافی کما گیا ہے یہ منسوخ ہیں۔ اور این ابی شيبة نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حدیث الماء من الماء خواب سے متعلق ہے۔ جس میں جماع دیکھا گیا ہو، اس میں ازاں نہ ہو تو دھو کافی ہو گا۔ اس طرح دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی تعارض نہیں پلتی رہتا۔

لقط جنابت کی لغوی تحقیق سے متعلق حضرت نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں وجب در مصغی گفتہ مادہ منصب دلالت بر بعد میکند وچوں جماع ور موضع بعیدہ دستورہ میشود لیکن لفظ جنب کے متعلق مصغی شرح مؤطا میں کما گیا ہے کہ اس لفظ کا مادہ دور ہونے پر دلالت کرتا ہے جماع بھی پوشیدہ اور لوگوں سے دور جگہ پر کیا جاتا ہے، اس لئے اس شخص کو جنب کیا گیا، اور جنب کو جماع پر بولا گیا۔ بقول ایک جماعت جنپی تا غسل عبادت سے دور ہو جاتا ہے اس لئے اسے جنب کما گیا۔ غسل جنابت شریعت ابراہیمی میں ایک سنت قدیمة ہے جسے اسلام میں فرض اور واجب قرار دیا گیا۔ جسد کے دن غسل کرنا، پچھنا لگوا کر غسل کرنا، میت کو نسلا کر غسل کرنا منسوخ ہے۔ رواہ ابو داؤد والحاکم۔

جو شخص اسلام قبول کرے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے غسل کرے پھر مسلمان ہو۔ (مسک العظام شرح لموغ المرام، جلد اول / ص: ۲۷۰)

## ۶۔ کتاب الحیض

# حیض کے مسائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اور خداوند تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں ”اور ساتھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دے وہ گندگی ہے۔ سوتھ عورتوں سے حیض کی حالت میں الگ رہو۔ اور نزدیک نہ ہوان کے جب تک پاک نہ ہو جائیں۔ (یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو) پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جمال سے حکم دیا تم کو اللہ نے (یعنی قبل میں جماع کرو در میں نہیں) بے شک اللہ پسند کرتا ہے تو بہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزگی (صفائی و تحراری) حاصل کرنے والوں کو۔

وَقُولُ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَسَأَلُوكُنَّكُنَّهُ عَنِ الْمَحِيْضِ، قُلْ هُوَ أَذَى فَاغْتَرِبُوا النِّسَاءُ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَفْرِبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ، فَإِذَا طَهَرْنَ فَأُنْوَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمْرَكُمُ اللّٰهُ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَابِينَ وَيُحِبُّ الْمُسْتَهْرِفِينَ﴾ [البقرة: ۲۲۲].

باب اس بیان میں کہ حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل میں آیا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث تمام عورتوں کو شامل ہے۔

یعنی ”آدم کی بیٹیوں“ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے پہلے بھی عورتوں کو حیض آتا تھا۔ اس نے حیض کی ابتداء کے متعلق یہ کہنا کہ بنی اسرائیل سے اس کی ابتداء ہوئی صحیح نہیں، حضرت امام بخاری قدس سرہ نے جو حدیث یہاں بیان کی ہے۔ اس کو خود انہوں نے اسی لفظ سے آگے ایک باب میں مندرجہ روایت کیا ہے۔ و قال بعض سے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ مراد ہیں۔ ان کے اثروں کو عبد الرزاق نے ثکلا ہے، عجب نہیں کہ ان دونوں نے یہ حکایت بنی اسرائیل سے لے کر بیان کی ہو۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کی یوں سارہ کے حال میں ہے کہ فضحکت جس سے مراد بعض نے لیا ہے کہ ان

۱۔ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ،

وَقُولُ النَّبِيِّ ﷺ (هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ) وَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَانَ أُولُّ مَا أَرْسَلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ: قَالَ

أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَحَدِيدُ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُ.

کو جیش آگیا اور ظاہر ہے کہ سارہ بنی اسرائیل سے پہلے تھیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنی اسرائیل پر یہ بطور عذاب دائی کے بھیجا گیا  
۔

(۲۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا تم سے سفیان نے کہا  
میں نے عبد الرحمن بن قاسم سے سنا، کہا میں نے قاسم سے سنا۔ وہ  
کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ فرماتی  
تھیں کہ ہم حج کے ارادہ سے نکل۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچ تو  
میں حاضر ہو گئی اور اس رنج میں رونے لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا۔ کیا حاضر ہو  
گئی ہو۔ میں نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو  
اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے تم بھی حج  
کے افعال پورے کرلو۔ البتہ بیت اللہ کا طوف نہ کرنا۔ حضرت عائشہؓ  
نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف  
سے گائے کی قربانی کی۔ (سرف ایک مقام مکہ سے چھ سات میل کے  
فاصلہ پر ہے)

باب اس بارے میں کہ حاضرہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو  
دھونا اور اس میں کنگھا کرنا جائز ہے۔

(۲۹۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں خبر دی مالک  
نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، وہ عائشہؓ پری ہشام سے نقل  
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے سرمبارک کو  
حاضر ہونے کی حالت میں بھی کنگھا کیا کرتی تھی۔

۲۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا  
سُفِيَّانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ  
الْفَاسِمَ قَالَ: سَمِعْتُ الْفَاسِمَ يَقُولُ :  
سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ : حَرَجْنَا لَا نُرَى إِلَّا  
الْحَجَّ. فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِيفِ حِضْنَتِ، فَدَخَلَ  
عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَنْكِنْيُ، فَقَالَ :  
((مَالِكٌ أَنْفَسْتِ؟)) قَلَّتْ: نَعَمْ. قَالَ:  
((إِنَّ هَذَا أَمْرًا كَبِيرًا لِلَّهِ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ،  
فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي النَّاجِحُ، غَيْرَ أَنْ لَا  
تَطْرُفِي بِإِلْيَسِتِ)) قَالَتْ : وَضَعَنِي رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ عَنِ نِسَائِهِ بِالْبَقْرِ.

[اطراfe في : ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸،  
۱۵۵۶، ۱۵۱۸، ۱۵۱۶، ۱۵۲۸، ۱۵۶۲، ۱۵۶۱، ۱۵۶۰،  
۱۷۲۳، ۱۷۲۰، ۱۷۰۹، ۱۶۵۰، ۱۷۷۲، ۱۷۷۱، ۱۷۶۲،  
۱۷۸۸، ۱۷۸۷، ۱۷۸۶، ۱۷۸۳، ۱۷۷۲، ۱۷۵۷،  
۴۴۰۱، ۴۳۹۵، ۲۹۸۴، ۲۹۵۲، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۴۴۰۸،  
۶۱۰۷، ۷۲۲۹].

۳- بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ  
رَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ

۲۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُزَّوَةَ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَرْجُلُ رَأْسَ  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا حَائِضٌ.

[اطراfe في : ۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۲، ۲۰۲۸،  
۲۰۲۹، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۲۹۲۵]

(۲۹۶) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ابن جریر نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے عروہ کے واسطے سے بتایا کہ ان سے سوال کیا گیا، کیا حاضر یہوی میری خدمت کر سکتی ہے، یا ناپاک کی حالت میں عورت مجھ سے نزدیک ہو سکتی ہے؟ عروہ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح کی عورتیں میری بھی خدمت کرتی ہیں اور اس میں کسی کے لئے بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ وہ رسول کریم ﷺ کو حاضر ہونے کی حالت میں کنگھا کیا کر تی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں معمکن ہوتے۔ آپ اپنا سر مبارک قریب کر دیتے اور حضرت عائشہؓ اپنے اپنے مجرہ ہی سے کنگھا کر دیتیں، حالانکہ وہ حاضر ہوتیں۔

باب اس بارے میں کہ مرد کا اپنی یوں کی گود میں حاضر ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا جائز ہے۔  
ابو واکل اپنی خادمہ کو حیض کی حالت میں ابو رزین کے پاس بھیجتے تھے اور وہ ان کے یہاں سے قرآن مجید جز دان میں لپٹا ہوا اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لاتی تھی۔

(۲۹۷) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے زہیر سے نا، انہوں نے منصور بن صفیہ سے کہ ان کی ماں نے ان سے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے، حالانکہ میں اس وقت حیض والی ہوتی تھی۔

باب اس شخص سے متعلق جس نے نفاس کا نام بھی حیض

۲۹۶ - حدثنا إبراهيم بن موسى قال: أخبرنا هشام بن يوسف أن ابن جرير أخبرهم قال: أخبرنا هشام عن عزوة آلة سبل: تخدمي الحاضر أو تذنو مني المرأة وهي جنب؟ فقال عزوة كل ذلك على هين، وكل ذلك تخدمي وليس على أحد في ذلك بأس، أخبرني عائشة أنها كانت ترجل - رأس رسول الله ﷺ - وهي حاضر ورسول الله ﷺ حينما يحاور في المسجد، يذنبي لها رأسه وهي في حجزتها فترجله وهي حاضر. [راجع: ۲۹۵]

باب کی حدیث سے مطابقت ظاہر ہے۔ اویاں سابقہ میں عورت کو ایام حیض میں بالکل علیحدہ قید کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے ان قیود کو ہٹا دیا۔

۴ - بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجْلِ فِي حَجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَاضِرَةٌ وَكَانَ أَبُونَا وَإِلِيَّ يُرْسِلُ خَادِمَةٍ وَهِيَ حَاضِرَةٌ إِلَى أَبِي رَزِينَ فَتَابَهُ بِالْمَصْنَحِ فَتَسْكَنَتْ بِعِلَاقَتِهِ.

اس اثر کو ابن الیثیہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔

۲۹۷ - حدثنا أبو نعيم الفضل بن دكين سمع زهيرا عن منصور بن صفية أن أمة حدثته أن عائشة حذفتها أن النبي ﷺ كان ينكح في حجربي وأنا حاضر ثم يقرأ القرآن. [طرفة في: ۷۵۴۹]. حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

۵ - بَابُ مَنْ سَمِّيَ النَّفَاسَ حَيْضًا

۱۰

(۲۹۸) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انسوں نے کماہم سے ہشام نے بیگی بن کثیر کے واسطے سے بیان کیا، انسوں نے ابو سلمہ سے کہ زینب بنت ام سلمہ نے ان سے بیان کیا اور ان سے ام سلمہ بھی اخراج نے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی، اتنے میں مجھے حیض آگیا۔ اس لئے میں آہستہ سے باہر نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ آں حضور ﷺ نے پوچھا کیا تمیں نفاس آگیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا، اور میں چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

٤٩٨ - حَدَّثَنَا الْمُكَبِّرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ رَئِيسَ بَنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَنَاهُ أَنَّ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا قَالَتْ: يَبْنَانِي أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضطَجَعَةً فِي خَمِينَةٍ إِذْ حَضَرَتْ، فَأَسْلَلَتْ فَأَخَذَتْ ثِيَابَ حَيْضَتِي. قَالَ: ((أَنْفَسْتِ؟)) قَلْتُ: نَعَمْ. فَدَعَانِي لَا يَضْطَجَعُ فِي الْخَمِينَةِ.

لأطراافه في : ٣٢٢، ٣٢٣، ١٩٢٩.

**نیشنچے** نفاس کے مشور معنی تو یہ ہیں کہ جو خون عورت کو زچگی میں آئے وہ نفاس ہے۔ مگر کبھی جیس کو بھی نفاس کہہ دیتے ہیں اور نفاس کو جیس، اس طرح نام بدل کر تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آخرت نہیں نے خود یہاں جیس کے لئے نفاس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

٦ - بَابُ مُبَاشِرَةِ الْحَائِض

باب اس بارے میں کہ حافظہ کے ساتھ مباشرت کرنا (یعنی جماعت کے علاوہ اس کے ساتھ یعنی بیٹھنا جائز ہے)

(۲۹۹) ہم سے قیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے منصور بن معمر کے واسطے سے، وہ ابراہیم نجحی سے، وہ اسود سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ حالانکہ دونوں جنگی اہوتے۔

(۳۰۰) اور آپ مجھے حکم فرماتے، پس میں ازار باندھ لیتی، پھر آپ میرے ساتھ ماسٹر کرتے، اس وقت میں حلقہ ہوتی۔

(۳۰) اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے۔ اس وقت آپ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں حیض کی حالت میں ہونے کے باوجود آپ کا سر مبارک دھو دتی۔

٤٩٩ - حَدَّثَنَا قَيْنِصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّاً  
عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ  
عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنِّيَّ  
مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ كَلَّا تَأْتِي جُنْبَ.

[٢٥٠]: راجع

٣٠٠ - وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَزَرُ فِيَابَاشِرُنِي  
وَأَنَا حَانِضٌ.

[أطرا فاه في : ٣٠٢، ٣٠٣، ٢٠٣]

٣٠١ - وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَهُوَ  
مُغْتَكِفٌ فَأَغْسِلَهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

[٢٩٥]: [راجع:

بعض مذکورین حدیث نے اس حدیث پر بھی استزاء کرتے ہوئے اسے قرآن کے خلاف بتلایا ہے۔ ان کے خیال تپاک میں مبادرت کا فقط جماع ہی پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مبادرت کے سنتے بدن سے بدن لکھا اور بوس و کنار مراد ہے اور اسلام میں بالاتفاق حافظہ عورت کے ساتھ صرف جماع حرام ہے۔ اس کے ساتھ لیننا بیٹھنا، بوس و کنار بشرط معلومہ منع نہیں ہے۔ مذکورین حدیث اپنے خیالات فاسدہ کے لئے بعض ہفوتوں باطلہ سے کام لیتے ہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جس کو اپنی شوت پر قابو نہ ہوا سے مبادرت سے بھی بچنا چاہئے۔

(۳۰۲) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسر نے ہم سے ابو اسحاق سلیمان بن فیروز شیبانی نے عبد الرحمن بن اسود کے واسطہ سے، وہ اپنے والد اسود بن یزید سے، وہ حضرت عائشہؓؑ سے کہ آپ نے فرمایا ہم ازواج میں سے کوئی جب حافظہ ہوتی، اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اگر مبادرت کا ارادہ کرتے تو آپ ازار باندھنے کا حکم دے دیتے بوجود حیض کی زیادتی کے۔ پھر بدن سے بدن ملاتے، آپ نے کہا تم میں ایسا کون ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرح اپنی شوت پر قابو رکھتا ہو۔ اس حدیث کی متابعت خالد اور جریر نے شیبانی کی روایت سے کی ہے۔

(یہاں بھی مبادرت سے ساتھ لیننا بیٹھنا مراد ہے)

(۳۰۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق شیبانی نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن شداد نے بیان کیا، انسوں نے کہا میں نے میمونہ سے سنا، انسوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی سے مبادرت کرنا چاہتے اور وہ حافظہ ہوتی، تو آپ کے حکم سے وہ پہلے ازار باندھ لیتیں۔ اور سفیان نے شیبانی سے اس کو روایت کیا ہے۔

ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مبادرت سے عورت کے ساتھ لیننا بیٹھنا مراد ہے۔ مذکورین حدیث کا یہ مطلب جماع مراد لے کر ان احادیث کو قرآن کا مععارض ٹھہرانا بالکل جھوٹ اور افراہ ہے۔

باب اس بارے میں کہ حافظہ عورت روزے چھوڑ دے

(بعد میں قضائے)

(۳۰۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے

٣٠٢ - حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلَيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ - هُوَ الشَّيْبَانِيُّ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِخْدَانًا إِذَا كَانَتْ حَافِظَةً فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبَاشِرَهَا أَمْرَهَا أَنْ تَنْزَرَ فِي فَوْرٍ حِيَضَتِهَا ثُمَّ يَبَاشِرَهَا. قَالَتْ: وَإِنَّكُمْ يَمْلِكُونَ إِرْبَةً كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَةً؟ تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيْزٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ

٣٠٣ - حدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِهِ أَمْرَهَا فَأَنْزَرَتْ وَهِيَ حَالِضَّ. رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

ان تمام احادیث میں حیض کی حالت میں مبادرت سے عورت کے ساتھ لیننا بیٹھنا مراد ہے۔ مذکورین حدیث کا یہ مطلب جماع مراد لے کر ان احادیث کو قرآن کا مععارض ٹھہرانا بالکل جھوٹ اور افراہ ہے۔

٧ - بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ

الصَّوْمَ

٤ - حدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرِيمٍ قَالَ:

محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے زید نے اور یہ زید اسلام کے بیٹے ہیں، انہوں نے عیاض بن عبد اللہ سے، انہوں نے حضرت ابو سعید خدريؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کرم ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی تاشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجریہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مروکی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہے۔ آپ نے فرمایا بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حافظہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

**لشیخ** [قطلانی نے کہا کہ لعنت کرنا اس پر جائز نہیں ہے جس کے خاتمه کی خبر نہ ہو، البتہ جس کا کفر مرنا یقینی ثابت ہو اس پر لعنت جائز ہے۔ جیسے ابو جمل وغیرہ، اسی طرح بغیر نام لئے ہوئے خالموں اور کافروں پر بھی لعنت کرنی جائز ہے۔

باب اس بارے میں کہ حافظہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے باقی اركان پورا کرے گی۔

ابراهیم نے کہا کہ آیت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جبکی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ام عطیہ نے فرمایا ہمیں حکم ہوتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو بھی (عید کے دن) باہر نکالیں۔ پس وہ مرونوں کے ساتھ تکمیر کرتیں اور دعا کرتیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ ان سے ابوسفیان نے

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدَرِيِّ قَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْنَحِي - أَوْ فِطْرِ - إِلَى الْمُصْلَى، فَعَرَفَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ : ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَعْذِلُنِي، فَلَيْسَ أَرِيَكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)) فَلَقِنَ، وَسِمَ بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : ((تَكْثِرُنَ اللَّغْنَ، وَتَكْفُرُنَ الْغَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْعَبَ لِلْبَرْجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَائِكُنْ)). فَلَقِنَ وَمَا نُفَصَّانَ دِينًا وَعَقْلَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟)) فَلَقِنَ : بَلَى. قَالَ : ((فَذَلِكَ مِنْ نُفَصَّانَ دِينَهَا)). فَلَقِنَ : بَلَى.

[اطرافہ فی: ۱۹۵۱، ۱۴۶۲، ۲۶۵۸].

۸- بَابُ تَقْضِيِ الْحَاجَاتِ الْمَنَاسِكَ كُلُّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

وقال إبراهيم: لا يأس أن تقرأ الآية. ولم ير ابن عباس بالقراءة للجنب بأساً. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْيَاهُ، وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ : كُنَّا نُؤْمِنُ أَنْ خَرَجَ فِي كَيْرَنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَذْغُونَ، وَقَالَ بْنُ عَثَمَانَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَفِيَّانَ أَنْ هُرْقَلَ

بیان کیا کہ ہر قل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی نامہ کو طلب کیا اور اسے پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو برا میریان نہایت رحم والا ہے۔ اور اسے کتاب والو! ایک ایسے گلہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ تھرائیں۔ خداوند تعالیٰ کے قول مسلمون تک۔ عطا نے جابر کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (حج میں) حیض آگیا تو آپ نے تمام مناسک پورے کے سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور آپ نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں۔ اور حکم نے کہا میں جبی ہونے کے باوجود ذبح کرتا ہوں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ۔

دعا بِكِتابِ النَّبِيِّ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فَيْهِ  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هُوَيَا أَهْلَ  
الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٌ يَهُنَّا وَ  
يَسْكُنُونَ أَنَّ لَا تَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ  
شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُونَ هُوَ قَالَ عَطَاءُ عَنْ  
جَابِرٍ: حَاضَتْ عَالِيَّةُ فَتَسْكَنَتِ الْمَنَاسِكَ  
كُلُّهَا غَيْرُ الطَّوَافِ بِالْيَتِيْتِ وَلَا تُصْلِيْ.  
وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: هُوَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ  
يُذْكُرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ [الأنعام: ۱۲۱].

اس لئے حکم کی مراد بھی ذبح کرنے میں اللہ کے ذکر کو جبی ہونے کی حالت میں کرنا ہے۔

(۳۰۵) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، انسوں نے عبد الرحمن بن قاسم سے، انسوں نے قاسم بن محمد سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے اس طرح لٹکے کہ ہماری زبانوں پر حج کے علاوہ اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ جب ہم مقام سرف پنجے تو مجھے حیض آگیا۔ (اس غم سے) میں رو رہی تھی کہ نبی ﷺ تشریف لائے، آپ نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا کاش! میں اس سال حج کا ارادہ ہی نہ کرتی۔ آپ نے فرمایا شاید تمہیں حیض آگیا ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر کر دی ہے۔ اس لئے تم جب تک پاک نہ ہو جاؤ طواف بیت اللہ کے علاوہ حاجیوں کی طرح تمام کام انجام دو۔

۳۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَمَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْهُ  
الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
الْفَاسِمِ عَنْ الْفَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ  
قَالَتْ: حَرَجَنَا مَعَ النَّبِيِّ هُوَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا  
الْحَجَّ. فَلَمَّا جَنَّتِ سَرْفَ طَمِيْتُ، فَدَخَلَ  
عَلَى النَّبِيِّ هُوَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا  
نُبَكِّيْنِ؟)) قَلَّتْ: لَوْدِدَتْ وَاللَّهُ أَنِّي لَمْ  
أَحْجُّ الْفَاقِمَةَ. قَالَ: ((لِعَلَكِ نَفَسْتِ؟))  
قَلَّتْ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ كَبِيرٌ  
اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَالْفَاعِلُ مَا يَفْعَلُ  
الْحَاجُ، غَيْرُ أَنَّ لَا تَنْطُوفِي بِالْيَتِيْتِ حَتَّى  
تَطْهِيرِي)). [راجح: ۲۹۴]

سید المحدثین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حائضہ اور جبی کے لئے قرآن کریم کی حلاوت کی اجازت ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکبوری مرحوم فرماتے ہیں۔ اعلم بن البخاری عقد بابا فی صحیحہ بدل

علیہ اللہ قادر بجواز قراءۃ القرآن للجعف والحنفی (تحفۃ الاحدوی، جلد ۱: ص: ۳۲)

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں جبکہ اور حافظہ کو قرأت قرآن سے روکا گیا ہو گواہ سلسلے میں متعدد روایات ہیں۔ اور بعض کی متعدد حدیثیں نے صحیح بھی کی ہے لیکن صحیح بھی ہے کہ کوئی صحیح روایت اس سلسلہ میں نہیں ہے جیسا کہ صاحب ایضاخ البخاری نے جزء ۱۱: ص: ۹۳ پر تحریر فرمایا ہے۔ درجہ حسن تک کی روایات تو موجود ہیں، البتہ ان تمام روایات کا قدر مشترک بھی ہے کہ جبکہ کو قرأت قرآن کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچی ہوئی نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے جبکہ اور حافظہ کے لئے قرأت قرآن کو جائز رکھا ہے۔ ائمہ فقیہاء میں سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں جبکہ اور حافظہ ہر دو کو قرأت کی اجازت ہے اور طبعی، ابن منذز اور بعض حضرات سے بھی یہ اجازت منقول ہے۔ حضرت مولانا مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

تمسک البخاری و من قال بالمعواز غیرہ کالمطہری و ابن المنذر و داود بعموم حدیث کان یذکر اللہ علی کل احیانہ لان الذکر اعم ان یکون بالقرآن او بغيره الخ (تحفۃ الاحدوی، ج: ۱: ص: ۳۲)

یعنی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ اور آپ کے علاوہ دیگر جو یوں نے حدیث یذکر اللہ علی کل احیانہ (آنحضرت ﷺ) ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے) سے استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ ذکر میں تلاوت قرآن بھی داخل ہے۔ مگر جو سور کا مذہب بخاری ہے کہ جبکہ اور حافظہ کو قرأت قرآن جائز نہیں۔ تفصیل کے لیے تحفۃ الاحدوی کا مقام ذکرہ مطالعہ کیا ہے۔

صاحب ایضاخ البخاری فرماتے ہیں کہ ”در حقیقت ان اختلافات کا نیاری نشانہ اسلام کا وہ توسع ہے جس کے لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں بھی فرمایا تھا اور ایسے ہی اختلافات کے متعلق آپ نے خوش ہو کر پیشیں گوئی کی تھی کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہو گا۔ (ایضاخ البخاری ج ۲ ص ۳۲) (امت کا اختلاف باعث رحمت ہونے کی حدیث صحیح نہیں)

## ۹۔ باب الاستحابة کے بیان میں

استحابة عورت کے لئے ایک ایسی بیماری ہے جس میں اسے ہر وقت خون آتا رہتا ہے اس کے احکام بھی جیف کے احکام سے مختلف ہیں۔

(۳۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے، آپ نے بیان کیا کہ فاطمہ ابی حیثیں کی بیٹی نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو پاک ہی نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز بالکل چھوڑ دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ رگ کاخون ہے جیف نہیں اس لئے جب جیف کے دن (جن میں کبھی پسلے تمہیں عادنا جیف آیا کرتا تھا) آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ دن گزر جائیں، تو خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

**لیہیج** یعنی عسل کر کے ایک روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرتی رہو۔ مالکیہ اس عورت کے لئے جس کا

۳۰۶ - حدَّثَنَا عبدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَوْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَاتَتْ : قَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِيهِ حَبِيبِي لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَطْهُرُ، أَلَاذَغُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا ذَلِكَ عِزْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْثَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْعِصَمَةُ فَأَنْزُكِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَذْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ اللَّمَّ فَصَلَّى)).

خون جاری ہی رہے یا بوسیر والوں کے لئے مجبوری کی بنا پر دوضونہ نوٹھے کے قائل ہیں۔

### باب حیض کا خون دھونے کے بیان میں۔

(۳۰۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے فاطمہ بنت منذر سے، انہوں نے اسماء بنت الی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ ایک ایسی عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے کپڑے پر حیض کا خون لگ کیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو چاہئے کہ اسے رگڑ ڈالے، اس کے بعد اسے پانی سے دھوئے، پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

(۳۰۸) ہم سے اصنف نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عمرو بن حارث نے عبدالرحمن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد قاسم بن محمد سے بیان کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتے، پھر اس جگہ کو دھولیتے اور تمام کپڑے پر پانی بہادیتے اور اسے پہن کر نماز پڑھتے۔

### باب عورت کے لئے استحفاضہ کی حالت میں اعتکاف

(۳۰۹) ہم سے اسحاق بن شاہین ابو بشروا سطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد بن میران سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحفاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔ اس لئے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہما نے

### ۱۰- بَابُ غَسْلِ دَمِ الْمَحِيضِ

(۳۰۷) - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هَشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ أَنَّهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ أَمْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِذَا أَصَابَ أَصَابَ تَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحِيْضُرَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَصَابَ أَصَابَ تَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحِيْضُرَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَسْطَعْ بِمَاءِ ثُمَّ لِتُصْلِّي فِيهِ)). [راجع: ۲۲۷]

(۳۰۸) - حَدَّثَنَا أَصْبَحُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبْنُ وَفَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْفَاسِمِ حَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِذَا نَحِيَضَ ثُمَّ تَقْرُصَ الدَّمَ مِنْ تَوْبَهَا عِنْدَ طَهْرِهَا لِتَفْسِيلِهِ وَتَضْطَعُ عَلَى سَانِرِهِ ثُمَّ تُصْلِّي فِيهِ۔

### ۱۱- بَابُ الْإِغْتِكَافِ لِلْمُسْتَحَاضَةِ

(۳۰۹) - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَبْنُ شَاهِينَ أَبُو بَشِيرُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اغْتَكَفَتْ مَقْعَدَهُ بَعْضُ يَسَائِرِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى اللَّهَمَ، فَرَبِّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ، وَرَأَعَمَ عَكْرَمَةَ

کس کا پانی دیکھا تو فرمایا یہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔

آن عائشہ رأت ماء العصفر فقالت: كأنه  
هذا شيء كانت فلانة تجده.

[اطرافہ فی : ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲۔]

**لشیخ** حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں رہ سکتی ہے اور اس کا اعتکاف اور نماز درست ہے اور مسجد میں حدث کرنا بھی درست ہے جب کہ مسجد کے آلوہ ہونے کا ذرہ نہ ہو اور جو مرد امام الحدث ہو وہ بھی مستحاضہ کے حکم میں ہے یا جس کے کسی زخم سے خون جاری رہتا ہو۔

(۳۱۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے خالد سے، وہ عکرمه سے، وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسالم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی (نکتے) دیکھتیں، طشت ان کے نیچے ہوتا اور نماز ادا کرتی تھیں۔

٣١٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رَبِيعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى النَّمَاءَ وَالصُّفَرَةَ وَالطَّسْتَ تَعْقِهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

[راجع: ۳۰۹]

یہ خون استحاضہ کی بیماری کا تھا جس میں عورتوں کے لئے نماز معاف نہیں ہے۔

(۳۱۱) ہم سے مسدود بن مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے خالد کے واسطے سے بیان کیا، وہ عکرمه سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ بعض امامات المؤمنین نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں۔ (اوپر والی روایت میں انہی کا ذکر ہے)

٣١١ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَكْرَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أَمَهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ إِعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةً۔ [راجع: ۳۰۹]

باب کیا عورت اسی کپڑے میں نمازوڑھ سکتی ہے جس میں اسے جیف آیا ہو؟

١٢ - بَابُ هُلْ تُصَلِّيِ الْمَرْأَةُ فِي ثُوبٍ حَاضَتْ فِيهِ؟

(۳۱۲) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی الجعف سے، انہوں نے مجہد سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جسے ہم جیف کے وقت پہننے تھے۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتے اور پھر اسے ناخوں سے مسل دیتے۔

٣١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمَ بْنَ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ نَجِيْعٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَتْ: عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِخْدَانِ إِلَّا ثُوبٌ وَاحِدٌ تَحِيَضُ فِيهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِّنْ ذِمَّةٍ قَالَتْ بِرِيقَهَا فَمَسَعَتْهُ بِطَفْرِهَا.

باب عورت جیف کے غسل میں

١٣ - بَابُ الطَّيِّبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ

### غُسلُهَا مِنَ الْمَحِيضِ

٣١٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادَةً بْنَ زَيْدٍ عَنْ أَيُوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كَمَا نَهَى أَنْ تُحْدَدْ عَلَى مَيْتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ إِلَّا عَلَى ذُرْجَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا تَكْتُلُ وَلَا تَنْطِبِ وَلَا تَلْبِسَ ثُوقَتَهَا مَصْبُوغًا إِلَّا تُوْبَ عَصِيبٌ. وَقَدْ رُخْضَ لَنَا عِنْدَ الطَّهْرِ إِذَا اغْتَسَلْتَ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْدَةٍ مِنْ كُسْتَ أَطْفَارٍ. وَكَمَا نَهَى عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَانِ. قَالَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَانٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطراfe في : ١٢٧٩ ، ١٢٨٠ ، ٥٣٤٠ ، ٥٣٤١]

**لَشَرِيقٍ** عورت جب حیض کا غسل کرے تو مقام مخصوص پر بدبو کو دور کرنے کے لئے ضرور کچھ خوشبو کا استعمال کرے؛ اس کی یہاں تک تائید ہے کہ سوگ والی عورت کو بھی اس کی اجازت دی گئی بشرطیکہ وہ احرام میں نہ ہو۔ کست یا انفار کست عود کو کہتے ہیں۔ بعض نے انفار سے وہ شر مراد لیا ہے جو یمن میں تھا۔ وہاں سے عود ہندی عربی ممالک میں آیا کرتا تھا۔ ہشام کی روایت خود امام بخاری رض نے کتاب العلاق میں بھی نقل کی ہے۔

### باب اس بارے میں کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد

عورت کو اپنے بدن کو نہاتے وقت ملاچاہئے اور یہ کہ عورت کیسے غسل کرے، اور مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر خون لگی ہوئی جگلوں پر اسے پھیرے۔

(٣١٣) ہم سے بیکی بن موسیٰ نے بیان کیا، کما ہم سے سفیان بن عیینہ نے منصور بن صفیہ سے، انہوں نے اپنی مل صفیہ بنت شیبہ سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک انصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے

٤ - بَابُ ذَلِكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَكَيْفَ تَفَسِِّلُ وَتَأْخُذُ فِرْصَةَ مُفْسَكَةَ فَتَسْبِعُ بِهَا أَثْرَ الدَّمِ

٣١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَيْنَةَ عَنْ مُنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ

فرمایا کہ مشک میں باہو اکپر اے کراس سے پاکی حاصل کرہے اس نے پوچھا۔ اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں، آپ نے فرمایا، اس سے پاکی حاصل کر۔ اس نے دوبارہ پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! پاکی حاصل کر۔ پھر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ اسے خون لگی ہوئی جگنوں پر پھیر لیا کر۔

تَغْسِيلُ قَالَ: ((خُذِيْ فِرْضَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطْهِيرِيْ بِهَا)). قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطْهِيرُ؟ قَالَ: ((تَطْهِيرِيْ بِهَا)). قَالَتْ كَيْفَ؟ قَالَ: ((سَبَّحَانَ اللَّهِ، تَطْهِيرِيْ)). فَأَخْبَدَتْهَا إِلَىْ قَلْتَ: تَتَعَيَّنِي بِهَا أَثْرَ الدَّمِ.

[طرفہ فی : ۳۱۵، ۷۳۵۷]

**لَشَيْخُ** اس غسل کی کیفیت مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اچھی طرح سے پاکی حاصل کر پھر اپنے سر پر پانی ڈالتا کہ پانی بالوں کی جزوں میں پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی ڈال۔ امام تخاری رضی اللہ عنہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اگرچہ یہاں نہ بدن کا ملتا ہے نہ غسل کی کیفیت مگر خوشبو کا پہلی یعنی مذکور ہے۔ تجھ کے وقت سبحان اللہ کہنا بھی اس سے ثابت ہوا۔ عورتوں سے شرم کی بات اشارہ کنایہ سے کہنا، عورتوں کے لئے مردوں سے دین کی باتیں پوچھنا یہ جملہ امور اس سے ثابت ہوئے، قالہ الحافظ۔

### باب حیض کا غسل کیوں نکر ہو؟

(۳۱۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے، کہا ہم سے منصور بن عبد الرحمن نے اپنی والدہ صافیہ سے، وہ عائشہ سے کہ النصاریہ عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں حیض کا غسل کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مشک میں باہو اکپر اے اور پاکی حاصل کریے آپ نے تمیں وفع فرمایا۔ پھر آخر حضور ﷺ شرمائے اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا، یا فرمایا کہ اس سے پاکی حاصل کر۔ پھر میں نے انہیں پکڑ کر کھینچ لیا اور نبی کریم ﷺ کی بوجہ پر جو بات کہنی چاہتے تھے وہ میں نے اسے سمجھا۔

### ۱۵ - بَابُ غُسْلِ الْمَحِيضِ

- ۳۱۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُنْصُرٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِنَبِيِّ ﷺ: كَيْفَ أَغْسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ؟ قَالَ: ((خُذِيْ فِرْضَةً مُفْسَكَةً فَوَضَّنِيْ فِلَاحًا)) ثُمَّ إِنَّ النَّبِيِّ ﷺ اسْتَعْتَنَى لَاغْرِضٍ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ: ((وَوَضَّنِيْ بِهَا)). فَأَخْبَدَتْهَا فَجَدَبَتْهَا فَأَخْبَرَتْهَا بِمَا يُرِيدُ النَّبِيُّ ﷺ.

[راجع: ۳۱۴]

### باب عورت کا حیض کے غسل کے بعد کتنا ہا کرنا جائز ہے۔

(۳۱۶) ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے، کہا ہم سے ابن شاب زہری نے عروہ کے واسطے کے حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو الوداع کیا، میں تمعنج کرنے والوں میں تھی اور ہدی (یعنی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے متعلق بتایا

### ۱۶ - بَابُ اِمْسَااطِ الْمَرْأَةِ عِنْ

#### غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ

- ۳۱۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَتَّىْنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُولِ افْرَادًا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكَثُرَتْ مِنْ تَمْتُعٍ وَلَمْ يَسْقُ الْمَهْنَى. فَرَعَمْتُ أَنَّهَا

کہ پھر وہ حاصلہ ہو گئیں اور عرفہ کی رات آگئی اور ابھی تک وہ پاک نہیں ہوئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور آج عرفہ کی رات ہے اور میں عمرہ کی نیت کرچکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سر کو کھول ڈال اور لٹکھا کر اور عمرہ کو چھوڑ دے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے حج پورا کر لیا۔ اور لیلۃ الحصہ میں عبدالرحمن بن ابو بکر کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا۔ وہ مجھے اس عمرہ کے بدله میں جس کی نیت میں نے کی تھی تعمیم سے (دوسرा) عمرہ کرالا۔

حاضرہت وَلَمْ تَطْهِرْ حَتَّى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرْفَةَ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرْفَةَ، وَإِنَّمَا كُنْتَ تَعْمَلُ بِعُمْرَةَ : فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((انقضیٰ رأسكِ وامشطی وامنسکی عن عمرتک)) فَفَعَلَتْ . فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمْرَأً عَنْدَ الرُّخْمَنِ لَيْلَةَ الْحَصَبَةِ فَأَغْمَرَنِي مِنْ التَّسْعِيمِ، مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسْكَتُ . [راجع: ۲۹۴]

**تَسْبِيحٌ** تمثیل اسے کہتے ہیں کہ آدمی میقات پر پہنچ کر صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دے۔ اس کے بعد آٹھویں ذی الحجه کو حج کا احرام پاندھے۔ ترجمہ باب اس طرح لٹکا کہ جب احرام کے غسل کے لئے سکھی کرنا مشروع ہوا تو حیض کے غسل کے لئے بطريق اوپی ہو گا۔ تعمیم مکہ سے تین میل دور حرم سے قریب ہے۔ روایت میں لیلۃ الحصہ کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ رات ہے جس میں منی سے حج سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں اور وادی مصب میں آکر ٹھہرتے ہیں، یہ ذی الحجه کی تیرھویں یا چودھویں شب ہوتی ہے، اسی کو لیلۃ الحصہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر اور دیگر شارحین نے مقصد ترجمہ کے سلسلہ میں کہا ہے کہ آیا حاصلہ حج کا احرام باندھ سکتی ہے یا نہیں، پھر روایت سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ گویہ بھی درست ہے مگر ظاہری الفاظ سے معنی یہ ہیں کہ حاصلہ کس حالت کے ساتھ احرام باندھے یعنی غسل کر کے احرام باندھے یا بغیر غسل ہی، سو دوسرا روایت میں غسل کا ذکر موجود ہے اگرچہ پاکی حاصل نہ ہو گی، مگر غسل احرام سنت ہے۔ اس پر عمل ہو جائے گا۔

## باب حیض کے غسل کے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنے کے بیان میں۔

(۳۱۷) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا تم سے ابواسمه حماد نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عائشہ بنت عقبہ سے کہ انہوں نے فرمایا ہم ذی الحجه کا چاند دیکھتے ہی نکلے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دل چاہے تو اسے عمرہ کا احرام باندھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ اس پر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ میں بھی ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ مگر عرفہ کا دن آگیا اور میں حیض کی

## ۱۷- بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَغَرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيضِ

۳۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْيَذٌ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجَنَا مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَهْلِلَ بِعُمْرَةَ فَلْيَهْلِلْ، فَإِنَّ لَوْلَا أَنِي أَهْدَيْتُ لِأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةَ)) فَأَهْلَلْ بِعَضَهُمْ بِعُمْرَةَ، وَأَهْلَلْ بِعَضَهُمْ بِحَجَّ، وَكُنْتُ أَنَا مِنْ أَهْلِ بِعُمْرَةَ . فَأَذْرَكَنِي يَوْمُ عَرْقَةَ

حالت میں تھی۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ عمرہ چھوڑ اور اپنا سرکھول اور لگھا کر اور حج کا احرام باندھ لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب حصہ کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کو بھیجا۔ میں تعمیم آئی اور وہاں سے اپنے عمرہ کے بدلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کی وجہ سے بھی نہ ہدی واجب ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ۔ (تعمیم حرم سے قریب تین میل دور ایک مقام کا نام ہے)

باب اللہ عزوجل کے قول مخلقة وغير مخلقة (کامل الخلق اور ناقص الخلق) کے بیان میں۔

(۳۱۸) ہم سے مسدود بن مسدود نے بیان کیا، کہا تم سے حماد بن زید نے عبید اللہ بن ابی بکر کے واسطے سے، وہ انس بن مالک بن ثابت سے، وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ ملٹہ ہو گیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہو گیا ہے۔ پھر جب خدا چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکور یا موئیث بدجنت ہے یا نیک بجنت، روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی۔ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔

وَأَنَا حَاضِنٌ، فَشَكُونْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ  
فَقَالَ: ((دَعِيْ عَمْرَتَكَ وَأَنْقَضَتِي رَأْسَكَ  
وَأَمْتَسِطِي وَأَهْلِي بِحَجَّ)) فَفَعَلَتْ. حَتَّى  
إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحُصْنَةِ أُرْسَلَ مَعِيْ أَخِيْ عَبْدَ  
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْتُ إِلَى التَّسْعِيمِ  
فَأَهْلَلْتُ بِعُمُرَةِ مَكَانَ عَمْرَتِي. قَالَ هِشَامٌ:  
وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ هَذِيْهِ وَلَا  
صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةً. [راجع: ۲۹۴]

۱۸ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَ مُخَلَّقَةٍ

### وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادَ  
بْنُ عَبْيِدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى وَكَلَّ بِالرَّحْمَمِ مَلَكًا يَقُولُ: يَا  
رَبَّ نُطْفَةٍ، يَا رَبَّ عَلَقَةٍ، يَا رَبَّ مُضْغَةٍ.  
فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَةً قَالَ: أَذْكُرْ أَمْ  
أَنْثِي؟ شَقِّيْ أَمْ سَعِيدَ؟ فَمَا الرِّزْقُ،  
وَالْأَجْلُ؟ فَيَكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ)).

[طرفاء فی : ۳۳۲۳، ۶۵۹۵].

**لشیخ** اس باب کے انعقاد سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ کو جو خون آجائے وہ حیض نہیں ہے کیونکہ اگر حمل پورا ہے تو رحم اس میں مشغول ہو گا اور جو خون نکلا ہے وہ غذا کا باتی ماندہ ہے۔ اگر ناقص ہے تو رحم نے پتلی بولی نکال دی ہے تو وہ بچہ کا حصہ کما جائے گا حیض نہ ہو گا۔

ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری نے باب کی حدیث سے یہ دلیل ہے کہ حاملہ کا خون حیض نہیں ہے کیونکہ وہاں ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ نجاست کے مقام پر نہیں جاتا۔ ابن منیر کے اس استدلال کو ضعیف کہا گیا ہے۔ احتجاف اور حتابہ اور اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ حالت حمل میں آنے والا خون بخاری مانا جائے گا حیض نہ ہو گا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ یہی میںی تلایت فرار ہے ہیں۔ اسی مقصد کے تحت آپ نے عنوان علقة و غير علقة اختیار فرمایا ہے۔ روایت مذکورہ اسی طرف میشیر ہے، پوری آیت سورہ حج میں ہے۔

باب اس بارے میں کہ حاملہ عورت حج اور عمرہ کا احرام

۱۹ - بَابُ كَيْفَ تُهْلِئُ الْحَاضِنَ

### کس طرح باندھے؟

(۳۱۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یسٹ بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے عروہ بن زیر سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے الوداع کے سفر میں لٹکے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا پھر ہم مکہ آئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور وہ ہدی بھی ساتھ لایا ہو تو وہ ہدی کی قربانی سے پہلے حلال نہ ہو گا اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو تو اسے حج پورا کرنا چاہئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں حاضر ہو گئی اور عرفہ کا دن آگیا۔ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ میں اپنا سرکھول لوں، گنگھا کرلوں اور حج پورا کر لیا۔ پھر میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کے عوض تنعیم سے دوسرا عمرہ کروں۔

**باب اس بارے میں کہ حیض کا آنا اور اس کا ختم ہونا**

**کیوں نکر ہے؟**

عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ڈبیا بھیجنی تھیں جس میں کرسف ہوتا۔ اس میں زردی ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتیں کہ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ صاف سفیدی دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو معلوم ہوا کہ عورتیں رات کی تاریکی میں چراغ منگا کر پاکی ہونے کو دیکھتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ انہوں نے (عورتوں کے اس کام کو) معیوب

### بالحجّ والعمرة؟

۳۱۹ - حَدَثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَرَجَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. فَمَنْ مِنْ أَهْلِ بَعْمَرَةٍ وَمِنْ أَهْلِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَدِمْنَا مَكْهَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَحْرَمَ بَعْمَرَةَ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَخْلُلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بَعْمَرَةَ وَأَهْدَى فَلَمْ يَجْعَلْ حَتَّى يَجْعَلْ نَحْرَهُ دُنْيَاهُ. وَمَنْ أَهْلَ بَحْجَ فَلْيَتَمِمْ حَجَّهُ)). قَالَتْ: فَجَعَضْتُ، فَلَمْ أَزْلَ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرْفَةَ، وَلَمْ أَهْلِ إِلَّا بَعْمَرَةَ، فَأَمْرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِيَ وَأَمْشِطَ وَأَهْلِ بَحْجَ وَأَتْرُكَ الْعُمَرَةَ، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى فَضَيَّتْ حَجَّيَ، فَبَعْثَتْ مَعِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمْرَنِي أَنْ أَغْتَمِ مَكَانَ عُمَرَتِي مِنَ التَّعْيِمِ. [راجع: ۲۹۴]

**۲۰ - بَابُ إِقْبَالِ الْمَحِيضِ**

**وَإِذْبَارِهِ**

وَكُنْ نِسَاءٌ يَنْعَشُنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيهَا الْكُرْسُفُ فِيهِ الصُّفُرَةُ فَقَوْلُهُ: لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ، تُرِيدُنَدِيَّلَكَ الطُّهُرَ مِنَ الْحَيْضَةِ. وَبَلَغَ بُنْتَ زَيْدَ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَذْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جَوْفِ الْلَّيْلِ يَنْظُرُنَ إِلَى الطُّهُرِ فَقَالَتْ: مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعُنَ هَذَا. وَعَابَتْ

علیہنَّ.

سمجھا۔

کیونکہ شریعت میں آسانی ہے۔ فقماء نے اسخانہ کے مسائل میں بڑی بار بکیاں لکالی ہیں مگر صحیح مسئلہ یہی ہے کہ عورت کو پلے خون کا رنگ دیکھ لینا چاہئے۔ حیض کا خون کالا ہوتا ہے اور پچانا جاتا ہے۔ عورتوں کو اپنی حیض کی عادت کا بھی اندازہ کر لینا چاہیے۔ اگر رنگ اور عادت دونوں سے تیزی ہو سکے تو پچھے یہ اسات دن حیض کے مقرر کر لے۔ کیونکہ اکثر ثابت حیض یہی ہے اس میں نماز ترک کر دے۔ جس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مگر خوارج اس سے اختلاف کرتے ہیں جو غلط ہے۔

(۳۲۰) ہم سے عبداللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عائشہ سے کہ قاطمہ بنت ابی حیش کو اسخانہ کا خون آیا کرتا تھا۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رنگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ اس لئے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب حیض کے دن گذر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھ لیا کر۔

### باب اس بارے میں کہ حائضہ عورت نماز قضانہ کرے۔

اور جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز چھوڑ دے۔

(۳۲۱) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام بن تیجی نے، کہا ہم سے قادة نے، کہا مجھ سے معافہ بنت عبد اللہ نے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جس زمانہ میں ہم پاک رہتے ہیں۔ (حیض سے) کیا ہمارے لئے اسی زمانہ کی نماز کافی ہے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم حرومیہ ہو؟ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ہمیں نماز کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا کہ ہم نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکوری قدس سرہ فرماتے ہیں

**الحرودی منسوب الى حوروه بفتح الحاء وضم الراء الهملتين وبعد الواو السكونة واء ايضاً بلدة على ميلين من الكوفة و يقال من يعتقد مذهب الخوارج حروری لأن اول فرقۃ منهم خرجوا على على بالبلدة المذکورة فاشتهروا بالنسبة اليها و هم فرق کثیرة لكن من اصولهم المتفق عليها بينهم الاخذ بما دل عليه القرآن و رد ما ذاد عليه من الحديث مطلقاً (تحفة الاحوزي) ج: ۱ / ص: ۱۲۳)**

شیخنا المکرم حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکوری قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی حورا گاؤں کی طرف نسبت ہے جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر قہاب یہاں پر سب سے پہلے وہ فرقہ پیدا ہوا جس نے حضرت علی بن ابی ذئب کے خلاف بغاوت کا جنڈا بلند کیا۔ یہ غاربی کہلاتے ہیں جن کے فرقے ہیں مگر یہ اصول ان سب میں تفقیہ ہے کہ صرف قرآن کو لیا جائے اور حدیث کو مطلقاً رد کر دیا جائے گا۔

چونکہ حائضہ پر فرض نماز کا معاف ہو جانا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے مخاطب کے اس مسئلہ کی تحقیق کرنے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کیا تم حوری تو نہیں ہو جو اس مسئلہ کے متعلق تم کو تاہل ہے۔

### بابِ حالضہ عورت کے ساتھ سو ناجب کہ وہ حیض کے

کپڑوں میں ہو۔

(۳۲۲) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نجومی نے بیان کیا، انہوں نے بیکی بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابو سلمہ سے، انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ام سلمہ رئیس تبلیغاء فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا، اس لئے میں چپکے سے نکل آئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کیا تمیں حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور اپنے ساتھ چادر میں داخل کر لیا۔ زینب نے کہا کہ مجھ سے ام سلمہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ روزے سے ہوتے اور اسی حالت میں ان کا بوسرہ لیتے۔ اور میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ایک ہی برتن میں جنابت کا غسل کیا۔

باب اس بارے میں کہ جس نے (اپنی عورت کے لیے)  
حیض کے لئے پاکی میں پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ  
کپڑے بنائے۔

(۳۲۳) ہم سے معاذ بن فضال نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیکی بن ابی کثیر سے، وہ ابو سلمہ سے، وہ زینب بنت ابی سلمہ سے، وہ ام سلمہ سے، انہوں نے بتایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا، میں چپکے سے چلی گئی اور حیض کے کپڑے بدلتے، آپ نے پوچھا کیا تمہ کو حیض آگیا ہے۔

### ۲۲- بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ

فِي ثِيَابِهَا

- ۳۲۲ - حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: حِضْنِتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَلَبِسْتُهَا، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنْفَسْتِ؟)) قَلَتْ: نَعَمْ. فَلَدَعَنِي فَأَذْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ، قَالَتْ: وَحَدَّثْتُنِي أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ يَقْلِبُهَا وَهُوَ صَائِمٌ. وَكُنْتُ أَغْسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَأَجِيدُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔ [راجح: ۲۹۸]

### ۲۳- بَابُ مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ

الْحَيْضِ سَوَى ثِيَابِ الطُّفْرِ

- ۳۲۳ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضطَرِّجَةٌ فِي خَمِيلَةٍ حِضْنِتُ، فَأَنْسَلَتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي،

میں نے کہا، جی ہاں! پھر مجھے آپ نے بلا لیا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

لَقَالَ: ((أَنْفِسْتِ؟)) قَلَّتْ: نَعَمْ. فَدَعَانِي  
فَاضْطُجْجَتْ مَعَةً فِي الْخَمِيْلَةِ.

[راجح: ۲۹۸]

علوم ہوا کہ حیض کے لئے عورت کو علیحدہ کپڑے بنانے مناسب ہیں اور طبر کے لئے علیحدہ تاکہ ان کو سوت ہو سکے، یہ اسراف میں داخل نہیں۔

بَابِ عِيدِيْنِ میں اور مُسْلِمَانُوْں کے ساتھ دعا میں حائِضہ عورت میں بھی شریک ہوں اور یہ عورت میں نماز کی جگہ سے ایک طرف ہو کر رہیں۔

(۳۲۳) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے ایوب سختیانی سے، وہ حفصہ بنت سیرین سے، انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عید گاہ جانے سے روکتی تھیں، پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتریں اور انہوں نے اپنی بُنَن (ام عطیہ) کے حوالہ سے بیان کیا، جن کے شوہر نبی ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے اور خود ان کی اپنی بُنَن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبر کیری بھی کرتی تھیں۔ میری بُنَن نے ایک مرتبہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لئے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نماز عید کے لئے) باہر نہ نکلے۔ آپ نے فرمایا اس کی ساتھی عورت کو چاہئے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اڑھا دے، پھر وہ خیر کے موقع پر اور مسلمانوں کی دعاوں میں شریک ہوں، (یعنی عید گاہ جائیں) پھر جب ام عطیہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہ سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرا باب آپ پر فدا ہو، ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا۔ اور ام عطیہ جب بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں کہ میرا باب آپ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جوان لڑکیاں، پرده والیاں اور حائِضہ عورت میں بھی

٤- بَابُ شَهُودِ الْحَائِضِ الْعِينِيْنِ  
وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَيَعْتَزِلُنَّ  
الْمُصَلِّي

- ۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - ابْنُ سَلَامَ -  
قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ  
حَفْصَةَ قَالَتْ: كَمَا نَمْنَعُ عَوَاقِنَا أَنْ  
يَخْرُجُنَّ فِي الْعِينِيْنِ، فَقَدِيمَتِ امْرَأَةٌ فَزَرَّتْ  
قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ أَخْبِرِهَا -  
وَكَانَ زَوْجُ أَخْبِرِهَا غَرَّاً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَنَتِي  
عَشْرَةَ، غَزَوَةً وَكَانَتْ أَخْنَقَتْ مَعَهُ فِي سِتَّ  
- قَالَتْ: كَمَا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقْوَمُ  
عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أَخْنَقَتْ النَّبِيِّ ﷺ  
أَغْلَى إِذْدَانًا بَأْسَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا  
جَلْبَابٌ أَنَّ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ : ((لِتَلْبِسِنَهَا  
صَاحِبِهَا مِنْ جَلْبَابِهَا، وَلِتَشْهِدَ الْخَيْرَ  
وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ)). فَلَمَّا قَدِيمَتِ أُمُّ  
عَطِيَّةَ سَأَلَتْهَا: أَسْمَعْتِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَتْ:  
بِأَبِي نَعَمْ - وَكَانَ لَا تَذَكِّرُهُ إِلَّا قَالَتْ:  
بِأَبِي - سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((تَخْرُجُ الْمَوَابِقُ  
وَذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْخُصُّ، وَلَيَشْهَدَنَّ  
الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ تَعْتَزِلُ الْخَيْرَ

المصلنی). قالت حفصة: لقلت: باہر نکلیں اور موقع خیر میں اور مسلمانوں کی دعاوں میں شریک ہوں اور حاضرہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔ حفصہ کہتی ہیں، میں نے پوچھا کیا حاضرہ بھی؟ تو انہوں نے فرمایا کیا وہ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی۔ یعنی جب وہ ان جملہ مقدس مقامات میں جاتی ہیں تو پھر عید گاہ میں کیوں نہ جائیں۔

[اطراfe فی: ۳۵۱، ۹۷۱، ۹۷۴، ۹۸۰، ۹۸۱، ۱۶۵۲، ۹۸۱]

**لشیخ** اجتماع عیدین میں عورتیں ضرور شریک ہوں: اجتماع عیدین میں عورتوں کے شریک ہونے کی اس قدر تائید ہے کہ آخرت میں نے حاضرہ عورتوں تک کے لئے تائید فرمائی کہ وہ بھی اس طی اجتماع میں شریک ہو کر دعاوں میں حصہ لیں اور حالت حیض کی وجہ سے جائے نماز سے دور رہیں، ان مستورات کے لئے جن کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر بھی نہیں، آپ نے اس اجتماع سے پیچھے رہ جانے کی اجازت نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ اس کی ساتھ والی دوسرا عورتوں کو چاہئے کہ اس کے لئے اوڑھنی کا انتظام کر دیں، روایت مذکورہ میں یہاں تک تفصیل موجود ہے کہ حضرت حفصہ نے تجуб کے ساتھ ام عطیہ سے کہا کہ حیض والی عورتیں کس طرح نکلیں گی جب کہ وہ نجاست حیض میں ہیں۔ اس پر حضرت ام عطیہ نے فرمایا کہ حیض والی عورتیں صحیح کے دنوں میں آخر عرفات میں نہتری ہیں، مزدلفہ میں رہتی ہیں، منی میں سکریاں مارتی ہیں، یہ سب مقدس مقامات ہیں، جس طرح وہ وہاں جاتی ہیں اسی طرح عید گاہ بھی جائیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی واضح احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ جن سب کا ذکر موجب تطویل ہو گا۔ مگر تجub ہے فقیہ احتجاف پر جنوں نے اپنے فرضی شکوک و اوہام کی بنا پر صراحتاً اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان عالی شان کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

مناسب ہو گا کہ فقیہ احتجاف کا فتویٰ صاحب الیضاخ البخاری کے لفظوں میں پیش کر دیا جائے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔  
”اب عید گاہ کا حکم بدل گیا ہے پلے عید گاہ مسجد کی شکل میں نہ ہوتی تھی، اس لئے حاضرہ اور جنی کو بھی اندر جانے کی اجازت تھی، اب عید گاہیں مکمل مسجد کی صورت میں ہوتی ہیں، اس لئے ان کا حکم بعینہ مسجد کا حکم ہے، اسی طرح دور حاضر میں عورتوں کو عید گاہ کی نماز میں شرکت سے بھی روکا گیا ہے۔ صدر اول میں اول تو اتنا اندیشہ فتنہ و فساد کا نہیں تھا، دوسرے یہ کہ اسلام کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مردوں عورت سب مل کر عید کی نماز میں شرکت کریں۔ اب فتنہ کا بھی زیادہ اندیشہ ہے اور اطمینان شان و شوکت کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے روکا جائے گا۔ متاخرین کا یہی فیصلہ ہے۔ اہل آخرہ (الیضاخ البخاری، جز: ۱۱/ ص: ۱۱۹)

منصف مزان ناظرین اندیزہ فرمائیں گے کہ کس جرأت کے ساتھ احادیث صحیح کے خلاف فتویٰ دیا جا رہا ہے، جس کا اگر گمراہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر عید گاہ کھلے میدان میں ہو اور اس کی تعمیر مسجد جیسی سہ ہو اور پردے کا انتظام اتنا بہتر کر دیا جائے کہ فتنہ و فساد کا مطلق کوئی خوف نہ ہو اور اس اجتماع مردوں زن سے اسلام کی شان و شوکت بھی مقصود ہو تو پھر عورتوں کا عید کے اجتماع میں شرکت کرنا جائز ہو گا۔ الحمد للہ کہ جماعت اہل حدیث کے ہاں اکثر یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ پیش کلے میدانوں میں عمده انتظامات کے ساتھ مع اپنے اہل و عیال عیدین کی نمازیں ادا کرتے اور اسلامی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی عید گاہوں میں کبھی فتنہ و فساد کا نام تک بھی نہیں آیا۔ برخلاف اس کے ہمارے بہت سے بھائیوں کی عورتیں میلوں عرسوں میں بلا حجاب شریک ہوتی ہیں اور وہاں نت نے فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے محترم فقیہے عظام وہاں عورتوں کی شرکت پر اس قدر

غیظ و غصب کا اظہار کبھی نہیں فرماتے جس قدر اجتماع عیدین میں مستورات کی شرکت پر ان کی نقاہت کی باریں مخالفانہ منظر عام پر آ جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی تو غور طلب چیز ہے کہ آخر حضرت ﷺ کی جملہ مستورات، اصحاب کرام، انصار و مهاجرین کی مستورات درجہ شرافت میں جملہ مستورات امت سے افضل ہیں، پھر بھی وہ شرک عیدین ہوا کرتی تھیں جیسا کہ خود فتحیت احتجاف کو تسلیم ہے۔ ہماری مستورات تو برعال ان سے کمتر ہیں وہ اگر باپرہ شریک ہوں گی تو کیونکہ فضاد کی آگ بڑکنے لگ جائے گی یا ان کی عزت و آبرو پر کون سار حرف آجائے گا۔ کیا وہ قرن اول کی صحابیات سے بھی زیادہ عزت رکھتی ہیں؟ ہاتھی رہا حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد لورای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحدث النساء الخ کہ اگر رسول اللہ ﷺ آج عورتوں کے نوپیدا حالات کو دیکھتے تو ان کو عید گاہ سے منع کر دیتے۔ یہ حضرت عائشہؓ کی ذاتی رائے ہے جو اس وقت کے حالات کے پیش نظر تھی، اور ظاہر ہے کہ ان کی اس رائے سے حدیث نبوی کو محکرایا نہیں جاسکتا۔ پھر یہ بیان لفظ لو (اگر) کے ساتھ ہے جس کا مطلب یہ کہ ارشاد نبوی آج بھی اپنی حالت پر واجب العل ہے۔ خلاصہ یہ کہ عید گاہ میں پرده کے ساتھ عورتوں کا شریک ہونا نہ ہے۔ وباشد التوفیق۔

## باب إذا حاضرت في شهرِ

تین بار حیض آئے؟

اور حیض و حمل سے متعلق جب کہ حیض آنا ممکن ہو تو عورتوں کے بیان کی تصدیق کی جائے گی۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ ان کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے وہ اسے چھپائیں۔ (الذَّ جِسْ طَرَحُ يَهُ بَيْانَ قَاتِلٍ تَسْلِيمٌ) ہو گا اسی طرح حیض کے متعلق بھی ان کا بیان مانا جائے گا)

اور حضرت علیؓ اور قاضی شریعہ سے منقول ہے کہ اگر عورت کے گھر انے کا کوئی آدمی گواہی دے اور وہ دین دار بھی ہو کہ یہ عورت ایک مینہ میں تین مرتبہ حاضر ہوتی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ عورت کے حیض کے دن اتنے ہی قبل تسلیم ہوں گے جتنے پلے (اس کی عادت کے تحت) ہوتے تھے۔ (یعنی طلاق وغیرہ سے پلے) ابراہیم نجعی نے بھی یہی کہا ہے اور عطاء نے کہا کہ حیض کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہو سکتا ہے۔ معمتمر اپنے والد سلیمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن سیرین سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آجائے کے پانچ دن بعد خون دیکھتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورت میں اس کا زیادہ علم رکھتی ہیں۔

وَمَا يُصَدِّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ  
وَفِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ، لِقَوْلِ اللَّهِ  
تَعَالَى: ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا  
خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾.

وَيَذْكُرُ عَنْ عَلَيِّ وَشَرِيفٍ : إِنْ جَاءَتْ  
بَيْنَةٌ مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا مِمْنُ يُرْضَى دِينَهُ  
أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثَةَ فِي شَهْرٍ صُدُّقَتْ . وَقَالَ  
عَطَاءً : أَفْرَاوْهَا مَا كَانَتْ . وَبِهِ قَالَ  
إِبْرَاهِيمُ . وَقَالَ عَطَاءً : الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى  
خَمْسَةَ عَشَرَ . وَقَالَ مُغَتَّبُرٌ عَنْ أَبِيهِ :  
سَأَلَتْ ابْنَ سِيرِينَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدُّمْ  
بَعْدَ قُرْنِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ؟ قَالَ : النِّسَاءُ  
أَعْلَمُ بِذَلِكَ .

(۳۲۵) ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ نے خردی، انہوں نے کہا میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، کہ مجھے میرے والد نے حضرت عائشہؓ پر حنفی کے واسطے سے خردی کہ فاطمہ بنت ابی حیثیؓ نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ مجھے استھانہ کا خون آتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ یہ تو ایک رُگ کاغذ ہے، ہاں اتنے دنوں میں نماز ضرور چھوڑ دیا کر جن میں اس بیماری سے پلے تھیں حیض آیا کرتا تھا، پھر غسل کر کے نماز پڑھا کر۔

٤٢٥ - حدثنا أَخْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أَسَمَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عَرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَيْثَمٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنِّي أَسْتَحْاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَادَعُ الصَّلَاةَ؟ لَقَالَ: ((لَا)). إِنْ ذَلِكَ عِزْقٌ. وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتُ تَحْيِضُ فِيهَا، لَمْ اغْتَسِلْنِي وَصَلَّيْ).  
[تشریح] آیت کریمہ (وَلَا يَحْلُلُ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمُنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْضِهِنَّ) (البقرۃ: ۲۲۸) کی تفسیر میں زہری اور محلہ نے کہا کہ عورتوں کو اپنا حیض یا حل چھاندا درست نہیں، ان کو چاہئے کہ حقیقت حال کو صحیح بیان کر دیں۔ اب اگر ان کا بیان ماننے کے لائق نہ ہو تو بیان سے کیا فائدہ۔ اس طرح حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے باب کامطلب نکلا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ قاضی شریع کے سامنے ایک مقدمہ آیا۔ جس میں طلاق پر ایک ماہ کی مدت گذر چکی تھی۔ خاوند رجوع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عورت کہتی تھی کہ میری عدت گذر گئی اور ایک ہی ماہ میں مجھ کو تین حیض آگئے ہیں۔ تب قاضی شریع نے یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سنایا، اس کو داری نے سند صحیح کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔ قاضی شریع کے فیصلہ کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے۔

اس واقعہ کو ہمیں حوالہ سے امام قسطلانی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی کتاب جلد: ۱/ ص: ۲۹۵ پر ذکر فرمایا ہے۔ قاضی شریع بن حرث کوئی ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمان پایا مگر آپ سے ان کو ملاقات نصیب نہ ہو سکی۔ قضاۃ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ حیض کی مدت کم سے کم ایک دن زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ہے۔ حنفی کے نزدیک حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہیں۔ مگر اس بارے میں ان کے دلائل قوی نہیں ہیں۔ صحیح مذهب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی کوئی مدت مصنی نہیں۔ ہر عورت کی عادت پر اس کا انحصار ہے اگر میں بھی کریں تو چھ یا سات روز اکثر مدت میں ہو گی جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

ایک مہینہ میں عورت کو تین بار حیض نہیں آیا کرتا، تندروست عورت کو ہر ماہ صرف چند ایام کے لئے ایک ہی بار حیض آتا ہے، لیکن اگر کبھی شاذ و نادر ایسا ہو جائے اور عورت خود اقرار کرے کہ اس کو تین بار ایک ہی مہینہ میں حیض آیا ہے تو اس کا بیان تسلیم کیا جائے گا۔ جس طرح استھانہ کے متعلق عورت ہی کے بیان پر فوٹی دیا جائے گا کہ تین دن وہ حالت حیض میں رہتی ہے اور کتنے دن اس کو استھانہ کی حالت رہتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت فاطمہ بنت ابی حیثیؓ کے بیان پر فوٹی دیا کو مسائل متعلقہ تعلیم فرمائے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں و مناسبہ الحدیث للترجمہ فی قوله قدر الايام التي كت تحيضين فيها فيو كل ذالك الى امانتها و رد ها الى عادتها يعني حدیث اور باب میں مناسبہ حدیث گے اس جملہ میں ہے کہ نماز چھوڑ دو ان دنوں کے اندازہ پر جن میں تم کو حیض آتا رہا ہے۔ پس اس معاملہ کو اس کی امانت داری پر چھوڑ دیا جائے گا۔

باب اس بیان میں کہ زردا اور میلارنگ حیض کے دنوں

۴۶ - بَابُ الصُّفْرَةِ وَالْكُذْرَةِ فِي

### کے علاوہ ہو (تو کیا حکم ہے؟)

(۳۲۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، ذہ محمد بن سیرن سے، وہ ام علیہ سے، آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور میالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

لینی جب حیض کی مدت ختم ہو جاتی تو میالے یا زرد رنگ کی طرح پانی کے آنے کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ اس حدیث کے تحت علماء شوکانی فرماتے ہیں۔ والحدیث بدل علی ان الصفرۃ والکدرۃ بعد الطہر لیستا من الحیض واما لفی وقت الحیض فهمَا حیض (مثل الاولار) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طرف کے بعد اگر میالے یا زرد رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ لیکن ایام حیض میں ان کا آنا حیض ہی ہو گا۔

**بالکل بر عکس:** صاحب تفسیر البخاری (دیوبند) نے حیض اپنے مسلک حنفیہ کی پاسداری میں اس حدیث کا ترجمہ بالکل بر عکس کیا ہے، جو یہ ہے ”آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور میالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے (لینی سب کو حیض سمجھتے تھے)۔“ الفاظ حدیث پر ذرا بھی غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ ترجمہ بالکل بر عکس ہے، اس پر خود صاحب تفسیر البخاری نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ ”ہم نے ترجمہ میں حنفیہ کے مسلک کی رعایت کی ہے۔“ (تفسیر البخاری، ج: ۲/ ص: ۳۲۳) اس طرح ہر شخص اگر اپنے مزعمہ مسلک کی رعایت میں حدیث کا ترجمہ کرنے پیشے گا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ہمارے معزز فاضل صاحب تفسیر البخاری کا ذہن حیض حمایت مسلک کی وجہ سے اوہر نہیں جاسکا۔ تقلید جامد کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے۔ ائمہ و ائمیہ راجعون۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں ای من الحیض اذا کان فی غیر زمان الحیض اما فیہ فهو من الحیض تبعاً و به قال سعید بن المسبیب و عطاء واللیث وابو حنیفة و محمد الشافعی و احمد (قسطلانی) لینی غیر زمان حیض میں میالے یا زرد رنگ والے پانی کو حیض نہیں مانا جائے گا، ہاں زمانہ حیض میں آنے پر اسے حیض ہی کہا جائے گا۔ سعید بن مسیب اور عطاء اور لیث اور ابو حنیفہ اور محمد اور شافعی اور احمد کا یہ فوئی ہے۔ خدا جانے صاحب تفسیر البخاری نے ترجمہ میں اپنے مسلک کی رعایت کس نیاد پر کی ہے؟ اللهم وفقنا لاما تحب و ترضی امین

### باب استحاصہ کی رنگ کے بارے میں

(۳۲۷) ہم سے ابراہیم بن منذر حنفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معن بن عیشی نے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن ابی ذئب سے، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے عروہ اور عمرہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے (جو آنحضرت ﷺ کی یہوی ہیں) کہ ام حبیبہ سال تک مستحاصہ رہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں غسل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رنگ (کی وجہ سے بیماری) ہے۔ پس ام حبیبہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی

### غیر أيام الحیض

- ۳۲۶ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَبْيَوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَيْثَةَ قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعْدُ الْكَذْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

لینی جب حیض کی مدت ختم ہو جاتی تو میالے یا زرد رنگ کی طرح پانی کے آنے کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ اس حدیث کے تحت علماء شوکانی فرماتے ہیں۔ والحدیث بدل علی ان الصفرۃ والکدرۃ بعد الطہر لیستا من الحیض واما لفی وقت الحیض فهمَا حیض (مثل الاولار) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طرف کے بعد اگر میالے یا زرد رنگ کا پانی آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ لیکن ایام حیض میں ان کا آنا حیض ہی ہو گا۔

### بالکل بر عکس

باقی احادیث میں حیض اپنے مسلک حنفیہ کی پاسداری میں اس حدیث کا ترجمہ بالکل بر عکس کیا ہے، جو یہ ہے ”آپ نے فرمایا کہ ہم زرد اور میالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے (لینی سب کو حیض سمجھتے تھے)۔“ الفاظ حدیث پر ذرا بھی غور کیا جائے تو واضح ہو گا کہ یہ ترجمہ بالکل بر عکس ہے، اس پر خود صاحب تفسیر البخاری نے مزید وضاحت کر دی ہے کہ ”ہم نے ترجمہ میں حنفیہ کے مسلک کی رعایت کی ہے۔“ (تفسیر البخاری، ج: ۲/ ص: ۳۲۳) اس طرح ہر شخص اگر اپنے مزعمہ مسلک کی رعایت میں حدیث کا ترجمہ کرنے پیشے گا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ہمارے معزز فاضل صاحب تفسیر البخاری کا ذہن حیض حمایت مسلک کی وجہ سے اوہر نہیں جاسکا۔ تقلید جامد کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے۔ ائمہ و ائمیہ راجعون۔

### ۲۷ - بَابُ عِرْقِ الْإِسْتِحَاضَةِ

- ۳۲۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْدِيرِ الْخَزَانِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَيْشَةَ عَنْ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ عَيْشَةَ عَنْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أَمَّ حَبِيبَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنَّ تَهَبِّلَ لَقَالَ: ((هَذَا عِرْقٌ)) فَكَانَتْ

تفصیلِ لکل صلاة۔ تھیں۔

**الشیخ** اتحاضہ والی عورت کے لئے ہر نماز کے وقت غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہاں حضرت ام حبیبہ کے غسل کا ذکر ہے جو وہ ہر نماز کے لئے کیا کرتی تھیں۔ سو یہ ان کی خود اپنی مرضی سے تھا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ولا اشك ان شاء الله ان غسلہا کان تطوعاً غيرهما امرت به و ذلك واسع لها و كلما قال سفيان بن عبيدة والبيث بن سعد وغيرهما و ذهب اليه الجمهور من عدم وجوب الاغتسال الا الادبار الحبيضة هو الحق لفقد الدليل الصحيح الذي تقوم به الحجۃ (نیل الاوطار باب طہر المستحبضة) ان شاء اللہ مجھ کو قطعاً نہیں ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا یہ ہر نماز کے لئے غسل کرنا محض ان کی اپنی خوشی سے بطور لفٹ کے تھا۔ جسور کا نہ ہب حق یہی ہے کہ صرف حیف کے خاتمه پر ایک ہی غسل واجب ہے۔ اس کے خلاف جو روایات ہیں جن سے ہر نماز کے لئے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے وہ قابل جمع نہیں ہیں۔

حضرت علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں و جمیع الاحادیث الی فیها ایجاد الغسل لکل صلوٰۃ قد ذکر المصنف بعضها فی ملدا الباب و اکثرها یاتی فی ابواب الحبیض و کل واحد منها لا یخلو عن مقال (نیل الاوطار)

یعنی وہ جملہ احادیث جن سے ہر نماز کے لئے غسل واجب معلوم ہوتا ہے ان سب کی سند اعتراضات سے خالی نہیں ہیں۔ پھر الدین یسر (کہ دین آسان ہے) کے تحت بھی ہر نماز کے لئے نیا غسل کرنا کس قدر باعث تکلیف ہے۔ خاص کر عورت ذات کے لئے بے حد مشکل ہے۔ اس لئے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها و قد جمع بعضهم بین الاحادیث بحمل احادیث الغسل لکل صلوٰۃ علی الاستحباب (نیل الاوطار) یعنی بعض حضرات نے جملہ احادیث میں تظیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرنے کی احادیث میں استحباب کا مگا گیا ہے۔ یعنی یہ غسل محبب ہو گا، واجب نہیں۔

## باب جو عورت (حج میں) طوافِ افاضہ کے بعد حاضر ہو

## ۲۸- بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْدَ

(اس کے متعلق کیا حکم ہے؟)

(۳۲۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تھیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن الی بکر بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے اپنے باپ ابو بکر سے، انہوں نے عبد الرحمن کی بیٹی عمرو سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہا کہ حضور صفیہ بنت حبی کو (حج میں) حیف آگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شاید کہ وہ ہمیں روکیں گی۔ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (زيارة) نہیں کیا۔ عورتوں نے جواب دیا کہ کر لیا ہے۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر نکلو۔

الإفاضة

۳۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرُو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَاتَلَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي صَفِيَّةُ بِنْتِ حَبِّيْ فَذَ حَاضَتْ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَعَلَّهَا تَحْبَسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنْ؟)) فَقَالُوا: بَلَى. قَالَ: ((فَاخْرُجِي)).

[راجح: ۲۹۴]

اسی کو طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ دسویں تاریخ کو منی سے آکر کیا جاتا ہے۔ یہ طواف فرض ہے اور حج کا ایک رکن ہے،

لیکن طواف الوداع جو حاجی کعبہ شریف سے رخصتی کے وقت کرتے ہیں، وہ فرض نہیں ہے۔ اس لئے وہ حاضر کے واسطے معاف ہے۔  
 (۳۲۹) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب بن خالد نے عبد اللہ بن طاؤس کے حوالہ سے، وہ اپنے باپ طاؤس بن کیسان سے، وہ عبد اللہ بن عباسؓ سے، آپؓ نے فرمایا کہ حاضر کے لئے (جب کہ اس نے طواف افاضہ کر لیا ہو) رخصت ہے کہ وہ گھر جائے (اور طواف وداع کے لئے نہ رکی رہے)

(۳۳۰) ابن عمر ابتداء میں اس مسئلہ میں کہتے تھے کہ اسے بغیر طواف وداع کے جانا نہیں چاہئے۔ پھر میں نے انہیں کہتے ہوئے ساکھ چلی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی رخصت دی ہے۔

**شیخ** اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی مرحوم نے خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں۔ ”تو عبد اللہ بن عمر کو جب حدیث پہنچی انہوں نے اپنی رائے اور فتوے سے رجوع کر لیا۔ ہمارے دین کے کل اماموں اور پیشواؤں نے ایسا ہی کیا ہے۔ کہ جدھر حق معلوم ہوا ادھر ہی لوٹ گئے۔ کبھی اپنی بات کی حق نہیں کی، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد سے ایک ایک مسئلہ میں دردو، تین تین، چار چار قول مقول ہیں۔ ہائے ایک وہ زمانہ تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ صحیح حدیث دیکھ کر بھی اپنی رائے اور خیال سے نہیں پلتے بلکہ جو کوئی حدیث کی پیروی کرے اس کی دشنی پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔“  
 مقلدین جامدین کا عام طور پر یہی روایہ ہے۔

سد اہل تحقیق سے دل میں مل ہے حدیثوں پر پلنے میں دیں کا خلل ہے

### باب جب مستحاصہ اپنے جسم میں پاکی دیکھے تو کیا کرے؟

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن میں تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور اس کا شوہر نماز کے بعد اس کے پاس آئے۔ کیونکہ نماز سب سے زیادہ عظمت والی چیز ہے۔

(۳۳۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاوية نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے حضرت عائشہؓ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حیض کا زمانہ آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ زمانہ گذر جائے تو خون کو دھو اور نماز پڑھ

۳۲۹ - حَدَّثَنَا مُعْلِيٌّ بْنُ أَسْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهِبَّةً عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاؤِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَجُلٌ لِلْحَاضِرِ أَنْ تَنْفِرْ إِذَا حَاضَرَتْ.

[طرفہ فی : ۱۷۵۵ ، ۱۷۶۰].

۳۳۰ - وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ فِي أَوَّلِ أَغْرِهِ : إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ، ثُمَّ سَمِعَهُ يَقُولُ: تَنْفِرُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ لَكُلُّ رَجُلٍ لَهُ.

[أَطْرَافُهُ فِي : ۱۷۶۱].

۳۳۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تَغْسِيلٌ وَتَصْلَىٰ وَلَوْ سَاعَةً. وَتَأْبِينَهَا زَوْجَهَا إِذَا صَلَّتِ الصَّلَاةَ أَغْظَمُ.

۳۳۲ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَتِ الْعَيْضَةُ فَدَعِيِ الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنِّكِ النَّمَاءُ وَصَلَّىٰ))

یعنی جب سمحانہ کے لئے غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہوا تو خاوند کو اس سے صحبت کرنا تو بطریق اولی درست ہو گا۔ اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہی ثابت کیا ہے۔

### باب اس بارے میں کہ نفاس میں مرنے والی عورت پر نماز

جنازہ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

(۳۳۲) ہم سے احمد بن ابی سرتخ نے بیان کیا، کہا ہم سے شبلہ بن سوارنے، کہا ہم سے شعبہ نے حسین سے۔ وہ عبد اللہ بن بریدہ سے، وہ سمرہ بن جندب سے کہ ایک عورت (ام کعب) زچل میں مر گئی، تو آں حضور ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، اس وقت آپ ان کے جسم کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

### ۳۰۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفْسَاءِ

وَسُنْتَهَا

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ أَبِي سُرْبَاجَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَبَّةُ عَنْ حُسْنِيْنِ الْمُعْلَمِ عَنْ أَبِنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمْرَةَ بْنِ جَنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي بَطْنِ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَامَ وَسَطَهَا.

[اطراfe في : ۱۳۳۲، ۱۳۳۱.]

**لشیخ** فی بطن سے زچل کی حالت میں مرنے کا حکم پاک عورتوں کا سا ہے۔ کیونکہ آخر ضریح **لشیخ** نے اس پر جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ اس سے ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ موت سے آدمی بخش ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الجنازہ میں بھی ہے۔ جس میں نفاس کی حالت میں مرنے کی صراحت موجود ہے۔ مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

### باب

(۳۳۳) ہم سے حسن بن مدرک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بیکی بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو عوانہ وصالح نے اپنی کتاب سے دیکھ کر بخوبی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بخوبی سلیمان شبیانی نے عبد اللہ بن شداد سے، انہوں نے کہا میں نے اپنی خالہ میسونہ **لشیخ** سے جو بنی کرم **لشیخ** کی زوجہ مطہرہ تھیں میں کا میں خالہ تھے، تو نماز نہیں پڑھتی تھی اور یہ کہ آپ رسول اللہ **لشیخ** کے (اگر میں) نماز پڑھنے کی جگہ کے قریب **لشیخ** ہوتی تھی۔ آپ نماز اپنی چنانی پر پڑھتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کوئی حصہ مجھ سے لگ جاتا تھا۔

### ۳۱۔ بَابُ

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَذْدُوكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ مِنْ كَحَابِيَهُ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَالَتِي مِنْ مَوْمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُونُ حَائِضًا لَا تُصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِدَاءِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى خُمُرِتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي بَعْضُ ثُوَبِيِّهِ.

[اطراfe في : ۳۷۹، ۳۸۱، ۵۱۷، ۵۱۸.]

**لشیخ** حضرت امام قدس سرہ نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حاضرہ عورت اگرچہ نپاک ہو گئی ہے گر اس قدر نپاک نہیں ہے کہ اس سے کسی کا کپڑا چھو جائے تو وہ بھی نپاک ہو جائے۔ ایسی مشکلات ادیان سابقہ میں تھیں، اسلام نے ان مشکلات کو

آسائیوں سے بدل دیا ہے۔ «ما جعل عليکم فی الدین من حرج» دین میں تنگی نہیں ہے۔

علامہ قطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واستبط منہ عدم نجاستہ العانص و التواضع المسکنة فی الصلوٰۃ بخلاف صلوٰۃ المکبرین علی سجادید غالیۃ الاثمان مختلفۃ الالوان (قطلانی) اس حدیث سے حافظہ کی عدم نجاست پر استنباط کیا گیا ہے اور نماز میں تواضع اور مسکنی پر بخلاف نماز مکبرین کے جو بیش قیمت مصلوٰۃ پر جو مختلف رنگوں سے مزین ہوتے ہیں تکبر سے نماز پڑھتے ہیں۔ (الحمد للہ کہ رمضان شریف ۱۴۳۷ھ میں بحالت قیام بنگلور کتاب الحیث کے ترجمہ سے فراغت حاصل ہوئی والحمد للہ علی ذالک۔)

## کتاب التہم

# تہم کے مسائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اور خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ

”پس نہ پاؤ تم پانی تو ارادہ کرو پاک مٹی کا“

پس مل لومہ اور ہاتھ اس سے۔“

وَقُولُ اللّٰهِ عَزُوْجَلٌ:

﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَيَمْمُوا صَعِيْدَا طَيَّباً

فَامْسَحُوا بِوْجُوهِكُمْ وَأَنْدِيْكُمْ مِنْهُ﴾

[المائدہ ۶]

## ۱۔ بَابٌ

(۳۳۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں

مالک نے عبد الرحمن بن قاسم سے خبر دی، انہوں نے اپنے والد سے،

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے، آپ نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ بعض سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام

بیداعیا زات الحیث پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اس کی تلاش میں وہیں ٹھر گئے اور لوگ بھی آپ کے

: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْفَاسِمِ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ

حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالنِّيَّاءِ - أَوْ بِذَرَاتِ الْجَيْشِ

- انْقَطَعَ عِفْدَ لِي، فَاقْأَمَ رَسُولُ

اللّٰهِ عَلَى التَّمَاسِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ،

ساتھ ٹھر گئے۔ لیکن وہاں پانی کیس قریب میں نہ تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام لوگوں کو ٹھرا دیا ہے اور پانی بھی کیس قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔“ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمائے گئے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب میں کیس پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پیش کیا کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کما اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچو کے لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک میری ران پر تھا۔ اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحیح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیم کیا۔ اس پر اسید بن حفیز رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔“ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہماری کے نیچے مل گیا۔

وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسَ إِلَيْهِ أَبِيهِ  
بَكْرٌ الصَّدِيقُ فَقَالُوا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعْتَ  
عَائِشَةً؟ أَقَامَتِ بِرَسُولِ اللَّهِ وَالنَّاسِ،  
وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَهُ  
أَبُوبَكْرٌ وَرَسُولُ اللَّهِ وَأَصْبَعَ رَأْسَهُ عَلَى  
فِخْدِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَسِنَتِ رَسُولُ  
اللَّهِ وَالنَّاسِ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ  
مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتِ عَائِشَةُ: فَعَانِبِي أَبُوبَكْرٌ  
وَقَالَ: مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولُ، وَجَعَلَ  
يَطْعُنِي بِيَدِهِ فِي حَاضِرَتِي، فَلَا يَمْنَعِنِي مِنَ  
الْتَّحْرِكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ عَلَى  
فِخْدِي، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى جِنْ حَسِنَ أَصْبَحَ  
عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ  
الْتَّيْمِ، هَذِهِ تَيْمُونَا. فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ  
الْحَصَنِ: مَا هِيَ بِأَوْلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ  
أَبِيهِ بَكْرٌ. قَالَتْ: فَبَعْثَنَا الْبَغِيرَ الَّذِي كُنْتُ  
عَلَيْهِ، فَأَصْبَنَنَا الْعِقدَ تَحْتَهُ.  
[أطراfe في: ۳۳۶، ۳۶۷۲، ۳۷۷۳،  
۴۵۸۳، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴،  
۵۲۵۰، ۵۸۸۲، ۶۸۴۴، ۶۸۴۵].

**تَسْبِيحَةٌ** لغت میں تیم کے معنی قصد و ارادہ کرنے کے ہیں۔ شرع میں تیم یہ کہ پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا حدث یا جنابت دور کرنے کی نیت سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گلے میں سے نوٹ کر میں پر گر گیا تھا۔ پھر اس پر اونٹ بیٹھ گیا۔ لوگ ادھر ادھر ہمار کو ڈھونڈتے رہے اسی حالت میں نماز کا وقت آگیا اور وہاں پانی نہ تھا جس پر تیم کی آیت نازل ہوئی، بعد میں اونٹ کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔

۳۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ  
الْقَوَافِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ. ح. قَالَ:  
وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْنَّضِيرِ قَالَ: أَخْبَرَنَا

(۳۳۵) ہم سے محمد بن سنان عوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشم نے بیان کیا (دوسری سند) کہا اور مجھ سے سعید بن نفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہشم نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی

سیار نے، انہوں نے کہا ہم سے یزید الفقیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں جابر بن عبد اللہ نے کہ بنی شہریہ نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جمال بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لئی چاہئے۔ اور میرے لئے غنیمت کامال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لئے عام طور پر نبی ہنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ہشیم قال: أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدٌ - الْفَقِيرُ - قَالَ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَغْطِسْتُ خَمْسًا لَمْ يَغْطِهِنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرتُ بِالرُّغْبَةِ مَسِيرَةً شَهْرٍ، وَجَعَلْتُ لِيَ الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَظَهَرَ فَأَيْمًا رَجَلٌ مِنْ أُمَّتِي أَذْرَكَهُ الصَّلَاةَ فَلَبِصَلَّ، وَأَجْلَتْ لِيَ النَّاسَمْ وَلَمْ تَجْلِ لِأَخْدِ قَبْلِي، وَأَغْطِسْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيَّ ﷺ يَنْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيَعْثُثُ إِلَى النَّاسِ عَامَةً)).

[طرفہ فی : ۴۳۸ ، ۳۱۳۲] .

**لَشَرِحِ** ارشاد بنوی جعلت لی الارض مساجدا و طہورا سے ترجمہ باب نکالتا ہے چونکہ قرآن مجید میں لفظ صید آیسا (پاک مٹی) کہا گیا ہے لذا تیم کیلئے پاک مٹی ہی ہونی چاہئے جو لوگ اس میں اینٹ چونا وغیرہ سے بھی تیم جائز بتاتے ہیں انکا قول صحیح نہیں ہے۔

## باب اس بارے میں کہ جب نہ پانی ملے

اور نہ مٹی تو کیا کرے؟

(۳۳۶) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن نمر نے، کہا ہم سے بشام بن عروہ نے، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ہارماںگ کر پہن لیا تھا، وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا، جسے وہ مل گیا۔ پھر نماز کا وقت آپنچا اور لوگوں کے پاس (جو ہار کی تلاش میں گئے تھے) پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق شکایت کی۔ پس خداوند تعالیٰ نے تیم کی آیت اتاری جسے سن کر اسید بن حیرن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ کو اللہ بھترن بدله دے۔ واللہ جب بھی آپ کے ساتھ کوئی اسی بات پیش آئی جس سے آپ کو تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس میں خیر پیدا فرمادی۔

## ۲- بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً

وَلَا تُرَابًا

۳۳۶ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاً بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ بْنُ عَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَغَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةَ فَهَلَكَتْ، فَبَعْثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا فَوَجَدَهَا، فَأَذْرَكَنَّهُمُ الصَّلَاةَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءً، فَصَلَوَاهُ، فَشَكَوا ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيْمَ، فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ : جَزَاءُ اللَّهِ خَيْرًا، فَوَاللَّهِ مَا نَزَّلَ بِكِ أَمْرًا تَكْرَهِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرًا.

[راجح: ۲۲۴]

حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں استدل بذالک جماعتہ من المحققین منهم المصنف علی وجوب الصلوٰۃ عند عدم المطہرین العاء والتراب وليس فی الحديث انهم فقلوا التراب و انما فی انهم فقدوا العاء فقط ولكن عدم العاء فی ذالک الوقت كعدم العاء والتراب لانه لا مطہر سواه ووجه الاستدلال به انهم صلوا معتقدين وجوب ذالک ولو كانت الصلوٰۃ حينذاك منبوعة لا نکر علیهم النبي صلی اللہ علیہ وسلم و بهذا قال الشافعی و احمد و جمهور المحدثین (مثل الا و طار جزء : اول / ص : ۳۶۷) یعنی الہ تھقین نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ اگر کہیں پانی اور مٹی ہردو نہ ہوں تب بھی نماز واجب ہے۔ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے انہوں نے پانی نہیں پیا تھا پھر بھی نماز کو واجب جان کردا کیا، اگر ان کا یہ نماز پڑھنا منع ہوتا تو آنحضرت ﷺ ضرور ان پر انکار فرماتے۔ پس یہی حکم اس کے لئے ہے جو نہ پانی پائے نہ مٹی، اس لئے کہ طہارت صرف ان ہی دو چیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ تو اس کو نماز ادا کرنا ضروری ہو گا۔ جس سورہ محدثین کا یہی فتویٰ ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اس دور میں جب کہ تیم کی مشروعیت نازل نہیں ہوئی تھی صرف پانی کے نہ ملنے کی صورت میں جو حکم تھا وہی اب پانی اور مٹی ہردو کے نہ ملنے کی صورت میں ہونا چاہتے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں واستدل بہ علی ان فاقہ الطہورین یعنی صلی علی حالہ و هووجه المطابقة بین الترجمۃ والحدیث اخ یعنی حدیث مذکورہ دلالت کر رہی ہے کہ جو شخص پانی پائے نہ مٹی، وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ حدیث اور ترجمہ میں یہی مطابقت ہے۔

### باب اقامت کی حالت میں بھی تیم کرنا جائز ہے

### ۳- بَابُ التَّيْمِمِ فِي الْحَضَرِ

إِذَا لَمْ يَجِدْ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْنَتِ الصَّلَاةِ  
وَيَهْ فَأَلَّا عَطَاءً وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ  
عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يَنَاوِلُهُ: يَتَيَمِّمُ  
وَأَقْبَلَ إِنْ عَمِّرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرْفِ  
فَحَضَرَتِ الْفَصْرُ بِمَرْتَبِ النَّعْمَ فَصَلَّى، ثُمَّ  
دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةً فَلَمْ يَعْدُ.

جب پانی نہ پائے اور نماز فوت ہونے کا خوف ہو۔ عطاء بن ابی رباح کا یہی قول ہے اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی بیمار کے نزدیک پانی ہو جسے وہ اٹھانے سکے اور کوئی ایسا شخص بھی وہاں نہ ہو جو اسے وہ پانی (اٹھا کر) دے سکے تو وہ تیم کر لے۔ اور عبداللہ بن عمر جرف کی اپنی زمین سے واپس آرہے تھے کہ عصر کا وقت مقام مرید النعم میں آگیا۔ آپ نے (تیم سے) عصر کی نماز پڑھ لی اور مدینہ پہنچے تو سورج ابھی بلند تھا مگر آپ نے وہ نماز نہیں لوٹائی۔

حضرت امام قدس سرہ یہ ثابت ضرورت سفر میں تو ہے ہی مگر حضرت میں بھی اگر پانی نہ مل سکے اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو یا مرض کے پاس کوئی پانی دینے والا نہ ہو تو اسی صورت میں تیم سے نماز ادا کی جا سکتی ہے ارشاد باری ہے «(لَا يَكْتَفِي اللَّهُ تَعَالَى بِأَوْسَفَهَا)» (البقرۃ: ۲۸۶) اللہ نے ہر انسان کو اس کی طاقت کے اندر اندر مکلف بنایا ہے۔

(۳۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا تم سے لیٹ بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن ریبیہ سے، انہوں نے عبد الرحمن اعرج سے، انہوں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بن عبد اللہ سے سنًا، انہوں نے کہا کہ میں اور عبد اللہ بن یسیار جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی

اللَّیِثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ  
قَالَ: سَمِعْتُ عَمِيرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ  
قَالَ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَنْدَ اللَّهِ بْنَ يَسَارَ مَوْلَى  
مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى

الله علیہ وسلم کے غلام تھے، ابو جعیم بن حارث بن محمد النصاری (صحابی) کے پاس آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کرم ﷺ نے آپ کو سلام کیا (یعنی خود اسی ابو جعیم نے) لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔ پھر آپ دیوار کے قریب آئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر ان کے سلام کا جواب دیا۔

**تیم کریا تو اسی طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز کے لئے بھی تیم کرنا جائز ہو گا:**

جرف نامی جگہ مدینہ سے آٹھ کلو میٹر دور تھی۔ اسلامی لکریہاں سے مسلسل ہوا کرتے تھے۔ یہیں حضرت عبد اللہ بن عمر کی زمین تھی۔ مرید نامی جگہ مدینہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں آپ نے عمر کی نماز تیم کیے ادا کری تھی۔

باب اس بارے میں کہ کیا مٹی پر تیم کے لئے ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں کو پھونک کر ان کو چہرے اور دونوں ہاتھیلوں پر مل لینا کافی ہے؟

(۳۳۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حکم بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے عشل کی حاجت ہو گئی اور پانی نہیں ملا (تو میں اب کیا کروں) اس پر عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ سفر میں تھے، ہم دونوں جبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا، اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے بس اتنا کافی تھا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔

ابی جہنم بن العماری بن الصمة الانصاری، فَقَالَ أَبُو جَهْنَمْ: ((أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَحْوِ بَنِ جَمِيلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدْ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أُقْبَلَ عَلَى الْجَدَارِ فَمَسَحَ بِوْجَهِهِ وَيَدِيهِ، ثُمَّ رَدَ عَلَيْهِ السَّلَامَ)).

**اس حدیث سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حالت حضرت تیم کرنے کا جواز ثابت کیا۔ جب آپ نے سلام کے جواب کے لئے تیم کریا تو اسی طرح پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز کے لئے بھی تیم کرنا جائز ہو گا:**

۴ - بَابُ هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدِيهِ ؟

۳۳۸ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الرُّخْمَنِ بْنِ أَبْرَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ. فَقَالَ عَمَارٌ بْنُ يَاسِرٍ لِعَمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ : أَمَا تَذَكَّرُ أَنَا كَتَنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ، فَأَجْنَبْنَا فَأَمَا أَنَا فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَا أَنَا فَصَمَعْكَتْ فَصَلَّيْتُ، فَذَكَرْنَتْ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هَكَذَا)) فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفِيهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفِيهِ.

[اطرافہ فی : ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷]

**شیخ** مسلم وغیرہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عرب نے اسے کہا کہ نماز نہ پڑھ جب تک پانی نہ ملے۔ حضرت عمار نے حصل کی جگہ سارے جسم پر مٹی لگانا ضوری سمجھا، اس پر آخرفت شیخ نے ان کو فربیا کہ صرف تیم کر لینا کافی تھا۔ حضرت عمار نے اس موقع پر اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا مگر دربار رسالت میں جب معاملہ آیا تو ان کے اجتہاد کی غلطی معلوم ہو گئی اور فوراً انہوں نے رجوع کر لیا صحابہ کرام آج کل کے اندر میں مقلدین کی طرح نہ تھے کہ صحیح احادیث کے سامنے بھی اپنے رائے اور قیاس پر اڑے رہیں اور کتاب و سنت کو محض تقلید جاذب کی وجہ سے ترک کر دیں۔ اسی تقلید جاذب نے ملت کو تباہ کر دیا۔ للہیک علی الاسلام من کان ہا کافی

### باب اس بارے میں کہ تیم میں صرف منه اور دونوں پسندجوں پر مسح کرنا کافی ہے۔

(۳۴۹) ہم سے حاج بن منہاں نے بیان کیا کہا تم سے شعبہ نے کہا کہ مجھے حکم بن عیینہ نے خردی ذر بن عبد اللہ سے، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابریزی سے، وہ اپنے باپ سے کہ عمار نے یہ واقعہ بیان کیا (جو پہلے گزر چکا) اور شعبہ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ پھر انہیں اپنے منه کے قریب کر لیا (اور پھونکا) پھر ان سے اپنے چہرے اور پسندجوں کا مسح کیا اور نفر بن شمیل نے بیان کیا کہ مجھے شعبہ نے خردی حکم سے کہ میں نے ذر بن عبد اللہ سے سن، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابریزی کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ حکم نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابن عبد الرحمن بن ابریزی سے سنی، وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے تھے کہ عمار نے کہا (جو پہلے مذکور ہوا)

صحیح احادیث کی بنابر تیم میں ایک ہی بار ہاتھ مارنا اور دونوں پیسوں کا مسح کر لینا کافی ہے۔ الہادیث کا یہی فتویٰ ہے۔ اس کے خلاف جو ہے وہ قول مرجوح ہے۔ یعنی ایک بار منه کا مسح کرنا پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا اس بارے کی احادیث ضعیف ہیں۔ دوسری سند کے لانے کی غرض یہ ہے کہ حکم کا سلسلہ ذر بن عبد اللہ سے صاف معلوم ہو جائے جس کی صراحت اگلی روایت میں نہیں ہے۔ بعض مقلدین نہایت ہدیدہ وہنی کے ساتھ صحیح میں ایک بار کا انکار کرتے ہیں بلکہ جماعت الہادیث کی تخفیف و توہین کے سلسلہ میں تیم کو بھی ذکر کرتے ہیں یہ ان کی سخت غلطی ہے۔

(۳۵۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا تم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے حدیث بیان کی، وہ ذر بن عبد اللہ سے، وہ ابن عبد الرحمن بن ابریزی سے، وہ اپنے والد سے کہ وہ حضرت عمر بن ہنفیہ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت عمر بن ہنفیہ نے ان سے کہا کہ ہم ایک

### ۵- بَابُ التِّيْمِ لِلْوَجْهِ

#### وَالْكَفَنِينَ

۳۴۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْرَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ بَهْدَا، وَصَرَبَ شَعْبَةُ بَيْنَيْهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ أَذْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفْنَيْهِ وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ ذَرَا يَقُولُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْرَى قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبْرَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ مَدَادٌ۔ [راجح: ۳۴۸]

۴۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرِّ عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْرَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ شَهِدَ عَمَّرَ وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ: كَثُرَ فِي سَرِيَّةِ

لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ پس ہم دونوں جنپی ہو گئے۔ اور (اس میں ہے کہ بجائے نفح فیہما کے) انہوں نے تفل فیہما کہا۔

فَاجْبَنَا وَقَالَ : تَفْلٌ فِيهِمَا.

[راجع: ۳۳۸]

تفل بھی پھونٹنے ہی کو کہتے ہیں لیکن نفح سے کچھ زیادہ زور سے جس میں ذرا ذرا تھوک بھی نکل آئے۔  
 (۳۲۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، وہ ذر بن عبد اللہ سے، وہ سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے، وہ اپنے والد عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے بیان کیا کہ عمار نے عمر سے کما کہ میں تو زمین میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے صرف چہرے اور پہنچوں پر مسح کرنا کافی تھا (زمین پر لینے کی ضرورت نہ تھی)

۴۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍ عَنْ أَبْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ : تَمَعَّنْتَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((يَكْفِيكَ الْوِجْهُ وَالْكَفَانُ)) . [راجع: ۳۳۸]

**لَذِيقَة** بعض روایان بخاری نے یہاں الوجه والکفان نقل کیا ہے اور ان کو یکفیک کا فاعل ٹھیرا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ تجھ کو چڑہ اور دونوں پہنچے کافی تھے۔ فتح الباری میں ان کو یکفیک کا مفعول قرار دیتے ہوئے الوجه والکفین نقل کیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ تجھ کو تیرا منہ اور پہنچوں کے اوپر مسح کر لینا کافی تھا۔

وقال الحافظ ابن حجر ان الاحادیث الواردة في صفة التیم لم يصح منها سوى حديث ابی جہیم و عمار اعْلَمْ يعني صفت تیم میں سب سے زیادہ صحیح احادیث ابو جہیم اور عمار کی ہیں، یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ان دونوں میں ایک ہی وفہ مارنے اور منہ اور ہتھیاریوں پر مل لینے کا ذکر ہے۔

(۳۲۲) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے حکم سے، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے سعید بن عبد الرحمن بن ابزی سے۔ انہوں نے عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے کما کہ میں حضرت عمر رض کی خدمت میں موجود تھا کہ عمار رض نے ان سے کہا۔ پھر انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

۴۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍ عَنْ أَبْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبْزَى عَنْ عَنْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : شَهِدْتُ عُمَرَ قَالَ لَهُ عُمَارٌ . وَسَاقَ الْحَدِيثَ . [راجع: ۳۳۸]

(۳۲۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غدر نے کما کہ ہم سے شعبہ نے حکم کے واسطے سے، انہوں نے ذر بن عبد اللہ سے، انہوں نے ابن عبد الرحمن بن ابزی سے، انہوں نے اپنے والد سے کہ عمار نے بیان کیا "پس نبی کشم رض نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اس سے اپنے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔"

۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍ عَنْ أَبْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ عَمَّارٌ : ((فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَيْهِ)) . [راجع: ۳۳۸]

باب اس بارے میں کہ پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے پانی

۶ - بَابُ الصَّعِيدُ الطَّيْبُ وَضُوءُ

کے بدل وہ اس کو کافی ہے۔

اور حسن بصری نے کہا کہ جب تک اس کو حدث نہ ہو (یعنی وضو توڑنے والی چیز سے پائی جائیں) تیم کافی ہے اور ابن عباسؓ نے تیم سے امامت کی اور یحییٰ بن سعید انصاری نے فرمایا کہ کھاری زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیم کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

الْمُسْلِم يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: يُجْزِئُهُ التِّيمُ مَا لَمْ  
يُخْدِثْ وَأَمْ أَبْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَّمٌ وَقَالَ  
يَحْتَنِي بْنُ سَعِينَ: لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى  
السَّبْخَةِ وَالْتِيمِ بِهَا.

**حضرت امام حسن بصری کے اثر کو عبد الرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے، مسن میں اتنے الفاظ اور نزیادہ ہیں و ان لم یجُدْ الْمَاءُ عَشْرَ سَنِينَ (ترمذی وغیرہ) یعنی اگرچہ وہ پانی کو دس سال تک نہ پائے اور حضرت ابن عباسؓ کے اثر ذکر کو ابن الی شیبہ اور بہقی نے روایت کیا ہے۔ امام شوکانی مستقی کے باب تعین التراب للتیم دون نقیۃ الجامدات (یعنی تیم کے لئے جمادات میں مٹی ہی کی تعین ہے) کے تحت حدیث و جعلت ترتیبها لنا طهوراً (اور اس زمین کی مٹی ہمارے لئے پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بہائی گئی ہے) لکھتے ہیں والحدیث یدل علی قصر التیم علی التراب فیه (نیل الاولطار) یہ حدیث اس امری دلیل ہے کہ تیم کے لئے مٹی ہی کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں صراحتاً تراب مٹی کا لفظ موجود ہے۔ پس جو لوگ چونا لوہا اور دیگر جملہ جمادات پر تیم کرنا جائز بتلاتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں۔ شور زمین پر تیم کرنا نماز پڑھنا، اس کی دلیل وہ حدیث عائشہؓ رضی اللہ عنہا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول کرم ﷺ نے فرمایا رایت دار هجرتکم سبخة ذات نخل یعنی المدینۃ و قد سمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ الطبیۃ فدل ان السبخة داخلة في الطیب (قطلانی) میں نے تمہارے ہجرت کے گھر کو دیکھا جو اس بستی میں ہے جس کی اکثر زمین شور ہے اور وہاں کھجوریں بست ہوتی ہیں آپ نے اس سے مدینہ مراد لیا۔ جس کا نام آپ نے خود ہی مدینہ طیبہ رکھا۔ یعنی پاک شہر۔ پس ثابت ہوا کہ شور زمین بھی پاکی میں داخل ہے۔ پھر شور زمین کی نیاپاکی پر کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔ اس لئے بھی اس کی پاکی ثابت ہوئی۔**

٤٤ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْتَنِي بْنُ سَعِينَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءَ عَنْ عُمَرَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: كَنَا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنَّا أَسْرَيْنَا حَتَّى إِذَا كَنَا فِي آخِرِ الْلَّيلِ وَقَنَا وَقْفَةً وَلَا وَقْفَةً أَخْلَى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا، فَمَا أَيْقَنَّا إِلَّا حَرُ الشَّمْسِ، فَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيقَظَ فَلَمَّا ثُمِّ فَلَانَ ثُمِّ فَلَانَ ثُمِّ فَلَانَ - يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءَ فَنَسِيَ عَوْفٌ - ثُمَّ عَمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَامَ لَمْ يُوقِظْ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيقَظُ لَأَنَّا لَا نَذْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ. فَلَمَّا اسْتَيقَظَ عَمَرُ

آتی ہے۔ جب حضرت عمر جاگ گئے اور یہ آمدہ آفت دیکھی اور وہ ایک نذر دل والے آدمی تھے۔ پس زور زور سے تکمیر کرنے لگے۔ اسی طرح با آواز بلند، آپ اس وقت تک تکمیر کرتے رہے جب تک کہ نبی کریم ﷺ ان کی آواز سے بیدار نہ ہو گئے۔ تو لوگوں نے پیش آمدہ مصیبت کے متعلق آپ سے شکایت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں۔ سفر شروع کرو۔ پھر آپ تھوڑی دور چلے، اس کے بعد آپ ٹھہر گئے اور وضو کاپانی طلب فرمایا اور وضو کیا اور اذان کی گئی۔ پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھانے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی جو الگ کنارے پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے کوئی چیز نہ روکا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ٹسل کی حاجت ہو گئی اور پانی موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاک مٹی سے کام نکال لو۔ یہی مجھ کو کافی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سفر شروع کیا تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ پھر ٹھہر گئے اور فلاں (یعنی عمران بن حصین) کو بلایا۔ ابو رجاء نے ان کا نام لیا تھا لیکن عوف کو یاد نہیں رہا اور حضرت علی بن ابی طالب کو بھی طلب فرمایا۔ ان دونوں سے آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی تلاش کرو۔ یہ دونوں نکلے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جو پانی کی دو پکھالیں اپنے اونٹ پر لٹکائے ہوئے بیچ میں سوار ہو کر جا رہی تھی۔ انسوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کیا ملتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل اسی وقت میں پانی پر موجود تھی (یعنی پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی آج یہاں پہنچی ہوں) اور ہمارے قبیلہ کے مردوںگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انسوں نے اس سے کہا۔ اچھا ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے پوچھا، کہاں چلو؟ انسوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں۔ اس نے کہا، اچھا وہی جن کو لوگ صالیٰ کرتے ہیں۔ انسوں نے کہا، یہ وہی ہیں جسے تم کہہ رہی ہو۔ اچھا ہب چلو۔ آخر یہ دونوں حضرات اس عورت کو آنحضرت ﷺ کی

ورائی مَا أَصَابَ النَّاسَ - وَكَانَ رَجُلًا جَلِيلًا - فَكَبَرْ وَرَفَعَ صَوَّةَ بِالْكَبِيرِ، فَمَا زَالْ يَكْبُرُ وَيَرْفَعُ صَوَّةَ بِالْكَبِيرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ بِصَوْنِهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوَ إِلَيْهِ الْذِي أَصَابَهُمْ، قَالَ: ((لَا ضَيْرَ - أَوْ لَا يَضِيرُ - ارْتَحِلُوا)). فَارْتَحَلَ، فَسَارَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ، وَنَوْدَى بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا انْفَلَّ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجْلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يَصِلْ مَعَ الْقَوْمِ، قَالَ: ((مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟)) قَالَ: أَصَابَنِي جَنَاحَةٌ وَلَا مَاءٌ. قَالَ: ((فَعَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ. فَإِنَّهُ يَكْفِينَكَ)). ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطْشِ، فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا - كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءَ نَسِيَّةَ عَوْفَ - وَدَعَا عَلَيْهَا. فَقَالَ: ((إِذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ)), فَانْطَلَقا فَلَقِيَا امْرَأَةَ بَيْنَ مَرَادَتَيْنِ - أَوْ سَطْنِحَتَيْنِ - مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ الْمَاءُ؟ قَالَتْ: عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسَ هَذِهِ السَّاعَةِ، وَنَفَرْتُ مِنْهُ خَلْوَفًا. قَالَ لَهَا: أَنْطَلِقِي إِذَا. قَالَتْ: إِلَى أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَتْ الْذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيُّ. قَالَ: هُوَ الْذِي تَعْيَنِ، فَانْطَلَقَ. فَجَاءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيثَ. قَالَ: فَاسْتَرْلَوْهَا عَنْ بَعْرِهَا، وَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِيَانِهِ لَفَرَغَ فِيهِ مِنْ أَنْوَاهِ الْمَرَادَتَيْنِ - أَوْ

خدمت مبارک میں لائے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ عمران نے کہا کہ لوگوں نے اسے اونٹ سے اتار لیا۔ پھر نبی کشم اللہ علیہ السلام نے ایک برتن طلب فرمایا۔ اور دونوں پکھالوں یا مشکیزوں کے منہ اس برتن میں کھول دیئے۔ پھر ان کا اوپر کامنہ بند کر دیا۔ اس کے بعد نیچے کامنہ کھول دیا اور تمام لشکریوں میں منادی کردی گئی کہ خود بھی سیر ہو کر پانی پین اور اپنے تمام جانوروں وغیرہ کو بھی پلا لیں۔ پس جس نے چاہا پانی پیا اور پلا لیا (اور سب سیر ہو گئے) آخر میں اس شخص کو بھی ایک برتن میں پانی دیا جسے شسل کی ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا، لے جا اور شسل کر لے۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی سے کیا کیا کام لئے جا رہے ہیں اور خدا کی قسم! جب پانی لیا جانا ان سے بند ہوا تو ہم دیکھ رہے تھے کہ اب مشکیزوں میں پانی پہلے سے بھی زیادہ موجود تھا۔ پھر نبی کشم اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ اس کے لئے کھانے کی چیز جمع کرو۔ لوگوں نے اس کے لئے عمدہ قسم کی کھجور (عجوہ) آتا اور ستوا کھا کیا۔ یہاں تک کہ بہت سارا کھانا اس کے لئے جمع ہو گیا۔ تو اسے لوگوں نے ایک کپڑے میں رکھا اور عورت کو اونٹ پر سوار کر کے اس کے سامنے وہ کپڑا رکھ دیا۔ رسول اللہ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تمیں معلوم ہے کہ ہم نے تمарے پانی میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب کر دیا۔ پھر وہ اپنے گھر آئی، دیر کافی ہو چکی تھی اس لئے گھروالوں نے پوچھا کہ اے فلاں! کیوں اتنی دیر ہوئی؟ اس نے کہا، ایک عجیب بات ہوئی وہ یہ کہ مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صالی کہتے ہیں۔ وہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا، خدا کی قسم! وہ تو اس کے اور اس کے درمیان سب سے بڑا جاوہ گر ہے اور اس نے بیچ کی انگلی اور شادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ اس کی مراد آسمان اور زمین سے تھی۔ یا پھر وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس قبلیہ کے دور و نزدیک کے مشرکین پر حملے کیا کرتے تھے۔ لیکن اس گھر نے کو جس سے اس عورت کا تعلق تھا کوئی نقصان نہیں پہنچا تھے

السُّطِّيْخَتِينَ - وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا وَأَطْلَقَ الْغَزَالِيَ وَنُودِيَ فِي النَّاسِ: اسْقُوا وَاسْتَقُوا. فَسَقَى مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ، وَكَانَ آخِرَ ذَاكَ أَنْ أَخْطَى الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَّا مِنْ مَاءَ قَالَ: إِذْهَبْ فَأَفْرَغْ عَلَيْنِكَ. وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَا تَهَا. وَإِيمَنَ اللَّهُ لَقَدْ أَفْلَغَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيَحِيلُ إِلَيْنَا أَشَدَّ مِلَأَ مِنْهَا حِينَ ابْتَدَأَ فِيهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اجْمِعُوا لَهَا)). فَجَمِعُوا لَهَا - مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدِقْنَةٍ وَسَوْيَقَةٍ - حَتَّى جَمِعُوا لَهَا طَقَاماً، فَجَعَلُوهُ فِي ثُوبٍ وَحَمَلُوهُ عَلَى بَعِيرِهَا وَوَضَعُوا التُّورَبَ بَيْنَ يَدَيْهَا، فَقَالَ لَهَا: ((تَعْلَمِينَ مَا رَزَقْنَا مِنْ مَا تَكُونُ شَيْئًا، وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا)). فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدْ اخْبَسَتْ عَنْهُمْ. قَالُوا: مَا حَبَسْكِ يَا فُلَانَهُ؟ قَالَتِ: الْعَجَبُ، لَقِينِي رَجَلَانَ فَلَهَا بِي إِلَى هَذَا الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِيَءُ، فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَوَاللَّهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ - وَقَالَتِ يَا صَبَعِيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَابَةُ فَرَقَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَغْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ - أَوْ إِنَّهُ لِرَسُولُ اللَّهِ حَقُّا. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذَلِكَ يُغَيِّرُونَ عَلَى مَنْ حَوَلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا يُصِيبُونَ الصَّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ. فَقَالَتِ يَوْمًا لِقَوْمِهَا: مَا أَرَى أَنْ هُؤُلَاءِ الْقَوْمَ

تھے۔ یہ اچھا برتاؤ دیکھ کر ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کماکہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا تمہیں اسلام کی طرف کچھ رغبت ہے؟ قوم نے عورت کی بات مان لی اور اسلام لے آئی۔

حضرت ابو عبد اللہ امام بخاری رض نے فرمایا کہ صبا کے معنے ہیں اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کے دین میں چلا گیا اور ابوالعلیٰ نے کہا ہے کہ صائین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں اور سورہ یوسف میں جو اصحاب کا لفظ ہے وہاں بھی اس کے معنے ایں کے ہیں۔

یعنی حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ خدا یا اگر تو مجھے نہ بچائے گا تو میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس لفظ صابی اسی سے ہنا ہے جس کے معنے دوسری طرف جھک جانے کے ہیں۔ سفرذ کو کون سافر تھا؟ بعض نے اسے سفرخیز، بعض نے سفرحدبیہ، بعض نے سفر قرار دیا ہے۔ بہرحال ایک سفر تھا جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ مکان غالب تھی اور پہلی رات، پھر اس وقت ریگستان عرب کی میٹھی مٹھنی ہوا میں، نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو نید آگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سو گئے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا، اور مجاہدین جا گئے۔ حضرت عمر رض نے یہ حال دیکھا تو زور سے نعروہ بکیر بلند کرنا شروع کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی کھل جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تسلی دلائی کہ جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا فکر کی کوئی بات نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی دور آگے بڑھ کر پھر پڑا کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اذان کھلوا کر جماعت سے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کو عرش کی حاجت ہو گئی ہے اور وہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حالت میں تھجھ کو مٹی پر تیم کر لینا کافی تھا۔ ترمذی الباب اسی جگہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی تلاش میں حضرت علی اور حضرت عمر بن حصین رض کو مقرر فرمایا اور انہوں نے اس مسافر عورت کو دیکھا کہ پانی کی پکھالیں اونٹ پر لٹکائے ہوئے جا رہی ہے، وہ اس کو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، ان کی نیت ظلم و برائی کی نہ تھی بلکہ عورت سے قیمت سے پانی حاصل کرنا یا اس سے پانی کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پکھالوں کے منہ کھلوادیئے اور ان میں اپنا ریق مبارک ڈالا جس کی برکت سے وہ پانی اس تدریزیادہ ہو گیا کہ مجاہدین اور ان کے جانور سب سیراب ہو گئے اور اس جبی شخص کو عرش کے لئے بھی پانی دیا گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکھالوں کے منہ بند کر دیئے اور وہ پانی سے بالکل لبریز تھیں۔ ان میں ذرا بھی پانی کم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے احسان کے بدله احسان کے طور پر اس عورت کے لئے کھانا غلہ صحابہ کرام سے جمع کرایا اور اس کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ جس کے نتیجے میں آگے چل کر اس عورت اور اس کے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت امام الحمد شیخ رض کا مقصود اس روایت کی نقل سے یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی پر تیم کر لینا وضو اور عرش ہر دو کی جگہ کافی ہے۔

باب اس بارے میں کہ جب جبی کو (عرش کی وجہ سے)

مرض بڑھ جانے کا یا موت ہونے کا یا (پانی کے کم ہونے کی

یَدْعُونُكُمْ عَمَّاً، فَهُنَّ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ .  
فَأَطْأَعُونَهَا، فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ . قَالَ أَبُو  
عَبْدِ اللَّهِ : صَبَا خَرَجَ مِنْ دِينِ إِلَى غَيْرِهِ .  
وَقَالَ أَبُو الْفَاعِلَةَ : لِصَابِينَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ  
الْكِتَابِ يَقْرَأُونَ الزُّبُورَ أَصِيبُ أَمْلَ .

[طرفاہ فی : ۳۴۸ ، ۳۵۷۱]

تعالیٰ کے مسائل

نَفْسِهِ الْمَرَضُ أَوِ الْمَوْتُ أَوْ خَافَ

بَابٌ إِذَا خَافَ الْجَنْبُ عَلَى

## العطشَ تَيْمَمْ

وجہ سے) پیاس کا ذرہ ہو تو تیم کر لے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصی رض کو ایک جاڑے کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی۔ تو آپ نے تیم کر لیا اور یہ آیت تلاوت کی ”اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو“ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بر امریان ہے۔“ پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہوا تو آپ نے ان کو کوئی ملامت نہیں فرمائی۔

آیت کریمہ پھر صحابہ کرام کے عمل سے اسلام میں بڑی بڑی آسانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صد افسوس کہ نام نہاد علماء و فقیہاء نے دین کو ایک ہوا بنا کر رکھ دیا ہے۔

(۳۲۵) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا مجھ کو محمد نے خبر دی جو عندر کے نام سے مشہور ہیں، شعبہ کے واسطے سے، وہ سلیمان سے نقل کرتے ہیں اور وہ ابو واکل سے کہ ابو موسیٰ نے عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر (غسل کی حاجت ہو اور) پانی نہ ملے تو کیا نماز نہ پڑھی جائے۔ عبد اللہ نے فرمایا ہاں! اگر مجھے ایک مینہ تک بھی پانی نہ ملے گا تو میں نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر اس میں لوگوں کو اجازت دے دی جائے تو سردی معلوم کر کے بھی لوگ تیم سے نماز پڑھ لیں گے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھے حضرت عمر بن الخطاب کے قول کا کیا جواب ہو گا۔ بولے کہ مجھے تو نہیں معلوم ہے کہ عمر عمارؑ کی بات سے مطمئن ہو گئے تھے۔

(۳۲۶) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا کہ کہا ہم سے میرے والد حفص بن غیاث نے کہا کہ ہم سے اُمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شقین بن سلمہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں عبد اللہ (بن مسعود) اور ابو موسیٰ اشعری کی خدمت میں تھا، ابو موسیٰ نے پوچھا کہ ابو عبد الرحمن! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبد اللہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہو گا جب کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیم) کافی تھا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ تم

وَيَذَّكِرُ أَنَّ عَمْرَوَ بْنَ الْفَاعِصَ أَجْنَبَ فِي لَيْلَةَ بَارِدَةَ فَتَيَمَّمَ وَتَلَّا: هُوَ لَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

النساء : ۲۹ [ فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعْنَفْ .

— ۳۴۵ — حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غَنْدَرٌ عَنْ شَقِيقَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ وَإِلِيٍّ: قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ : إِذَا لَمْ يَجِدْ الْمَاءَ لَا يَصْلِي. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: نَعَمْ إِنْ لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ أَصْلَيْ لَوْ رَخَضْتُ لَهُمْ فِي هَذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدَهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا - يَغْنِي تَيْمَمَ - وَصَلَّى. وَقَالَ: قُلْتَ : فَأَنِّي قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ؟ قَالَ : إِنِّي لَمْ أَرَ غَمَرَ قَبْعَةَ عَمَّارٍ. [راجع: ۳۳۸]

— ۳۴۶ — حَدَّثَنَا عَمْرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَغْمَشِيَّ قَالَ: سَمِعْتَ شَقِيقَةَ ابْنَ سَلَمَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِيهِ مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءَ كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا يَصْلِي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَانَ يَكْفِيْنِكَ)) قَالَ : أَلَمْ تَرَ

عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابو موسیٰ نے کہا کہ اچھا عمار کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبد اللہ بن مسعود اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اسکی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی مٹھندا معلوم ہو تو اسے چھوڑ دیا کرے گا۔ اور تیم کر لیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شفیق سے کہا کہ گویا عبد اللہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

**قرآنی آیت** (۶۰: ﴿أَوْلَىٰ نَسْلَمَةً الْبَشَّارَ﴾) (الماکدۃ: ۶۰) سے صاف طور پر جنی کے لئے تیم کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ یہاں لس سے جماع مراد ہے۔ عبد اللہ بن مسعود یہ آیت سن کر کوئی جواب نہ دے سکے۔ ہاں ایک مصلحت کا ذکر فرمایا۔

مسد ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اپنے اس خیال سے رجوع فرمایا تھا اور امام نوویؒ نے کہا کہ حضرت عمر بن حثیث نے بھی اپنے قول سے رجوع فرمایا تھا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ جنی اور حائضہ اور نفاس والی سب کے لئے تیم درست ہے جب وہ پانی نہ پائیں یا پیار ہوں کہ پانی کے استعمال سے بیماری برہنے کا خطہ ہو یا وہ حالت سفر میں ہوں اور پانی نہ پائیں تو تیم کریں۔ حضرت عمر بن حثیث کو یہ عمار بن حثیث والا واقعہ یاد نہیں رہا تھا۔ حالانکہ وہ سفر میں عمار بن حثیث کے ساتھ تھے۔ مگر ان کو شک رہا۔ مگر عمار کا بیان درست تھا اس لئے ان کی روایت پر سارے علماء نے فتویٰ دیا کہ جنی کے لئے تیم جائز ہے۔ حضرت عمر بن حثیث اور حضرت ابن مسعود بن حثیث کے خیالوں کو چھوڑ دیا گیا۔ جب صحیح حدیث کے خلاف ایسے حلیل التدر صاحبہ کرام کا قول چھوڑ جا سکتا ہے تو امام یا مجتہد کا قول خلاف حدیث کیوں کر قابل تسلیم ہو گا۔ اسی لئے ہمارے امام اعظم ابو حیفیہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمادیا کہ اذا صح الحديث فهو مذهبى صحیح حدیث ہی میراث ہے۔ پس میرا جو قول صحیح حدیث کے خلاف پاؤ اب اسے چھوڑ دینا اور حدیث صحیح پر عمل کرنا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ آمين۔

باب اس بارے میں کہ تیم میں ایک ہی دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے۔

(۳۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہمیں ابو معاویہ نے خبر دی اعمش سے، انہوں نے شفیق سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ اگر ایک شخص کو عسل کی حاجت ہو اور مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیم کر کے نماز نہ پڑھے؟ شفیق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن

عمر لم یقنت بذلک مِنْهُ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى : فَدَعَنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ، كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِنْدِهِ الْآيَةُ؟ فَمَا دَرَى عَنْهُ اللَّهُ مَا يَقُولُ: فَقَالَ: لَوْ رَخَصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَا وُشِكَ إِذَا بَرَدَ عَلَىٰ أَخْدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدْعُهُ وَيَبْيَمُهُ فَقُلْتُ لِشَفِيقٍ: فَإِنَّمَا كَرِهَ عَنْهُ اللَّهُ لِهَذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ [۳۳۸]

[راجع: ۳۳۸]

## ۸- بَابُ التَّيْمُ ضَرْبَةٌ

۳۴۷- حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ شَفِيقٍ قَالَ: كَنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى : لَوْ أَنْ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَبَيِّمُ وَيَصْلِي؟ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا

مسعود نے جواب دیا کہ وہ تیم نہ کرے اگرچہ وہ ایک مہینہ تک پانی نہ پائے (اور نماز موقف رکھے) ابو موسیؑ نے اس پر کہا کہ پھر سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا مطلب ہو گا ”اگر تم پانی ن پاؤ تو پاک مٹی پر تیم کر لو۔“ حضرت عبد اللہ بن مسعود بولے کہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو جلد ہی یہ حال ہو جائے گا کہ جب ان کو پانی ٹھنڈا معلوم ہو گا تو وہ مٹی سے تیم ہی کر لیں گے۔ اُمش نے کہا میں نے شیقیں سے کہا تو تم نے جنبی کے لئے تیم اس لئے بر اجاتا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت ابو موسیؑ اشعریؑ نے فرمایا کہ کیا آپ کو حضرت عمار کا حضرت عمر بن خطابؓ کے سامنے یہ قول معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ سفر میں مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی، لیکن پانی نہیں ملا۔ اس لئے میں مٹی میں جانور کی طرح لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے لئے صرف اتنا استرا کرنا کافی تھا۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ایک مرتبہ مارا پھر ان کو جھاڑ کر بائیں ہاتھ سے دادہنے کی پشت کو مل لیا یا باسیں ہاتھ کا دادہنے ہاتھ سے مسح کیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چرے کا مسح کیا۔ عبد اللہ نے اس کا جواب دیا کہ آپ عمر کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے عمار کی بات پر قناعت نہیں کی تھی۔ اور یعلیٰ ابن عبید نے اُمش کے واسطے سے شیقیں سے روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں عبد اللہ اور ابو موسیؑ کی خدمت میں تھا اور ابو موسیؑ نے فرمایا تھا کہ آپ نے عمر سے عمار کا یہ قول نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور آپ کو بھیجا۔ پس مجھے غسل کی حاجت ہو گئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ لیا۔ پھر میں رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے صورت حال کے متعلق ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں صرف اتنا ہی کافی تھا

اور اپنے چرے اور ہتھیلوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا۔

ابوداؤد کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ آپؐ نے تیم کا طریقہ بتاتے ہوئے پسلے باسیں ہتھیں کو دائیں ہتھیں اور پسچوں پر مسح کر کے پھر منہ پر پھیر لیا۔ بس یہی تیم ہے اور یہی راجح ہے۔

تیم وَ إِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهِلْوَةِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ هَلْمَ تَجِدُوا مَاءً فَتَسْمِمُوا صَعِيدَا طَيَّابَهُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : لَوْ رَجُلٌ فِي هَذَا لَا وُشُكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَسْمِمُوا الصَّعِيدَ. قَلَّتْ : وَإِنَّمَا كَوِّهْتُمْ هَذَا لِذَلِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى : أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ : بَعْنَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَأَجْبَثَتْ فَلَمْ أَجِدْ الْمَاءَ فَتَمَرَّغَتْ فِي الصَّعِيدَ كَمَا تَمَرَّغَ الدَّابَّةُ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا - فَضَرَبَ بِكَفِهِ ضَرَبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهَرَ كَفَهُ بِشَمَالِهِ، أَوْ ظَهَرَ شِمَالِهِ بِكَفِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ)). فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنِعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ؟ وَزَادَ يَعْلَى عَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ شَفِيقٍ قَالَ : كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُو مُوسَى : أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْثَنِي أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْبَثَتْ فَقَمَعْكَتْ بِالصَّعِيدِ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ : ((إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا)) وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفِيهِ وَأَحْدَدَهُ.

[راجح: ۳۲۸]

لشیعی

علمائے محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دوبار کی روایتیں سب ضعیف ہیں۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث عمار رواہ الترمذی کے تحت فرماتے ہیں۔ والحدیث بدل علی ان القیم ضربۃ واحدة للوجه والکفنین وقد ذهب الى ذالک عطاء و مکحول والاوزاعی و احمد بن حنبل و اسحاق والصادق و الامامية قال في الفتح ونقله ابن المنذر عن جمهور العلماء و اختارت و هو قول عامة اهل الحديث (بنی الاوطار) یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ تم میں صرف ایک ہی مرتبہ ہاتھوں کو مٹی پر مارنا کافی ہے اور جسمور علماء و جملہ محدثین کا یہی مسلک ہے۔

## ۹۔ بَابٌ

(۳۲۸) ہم سے عبدالان نے حدیث بیان کی، کہا ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہمیں عوف نے ابو رجاء سے خبر دی، کہا کہ ہم سے کہا عمران بن حصین خراصی نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے غسل کی ضرورت ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تم کو پاک مٹی سے تم کرنا ضروری تھا، بس وہ تمارے لئے کافی ہوتا۔

۴۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرَانُ بْنُ حُصَيْنِ الْخَرَاصِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا مُغْتَرِلًا لَمْ يُصْلِلْ فِي النَّاسِ فَقَالَ: يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصْلِلَ فِي النَّاسِ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَابَنِي جَاهَةٌ وَلَا مَاءٌ: قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّعْدَى فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ)). [راجع: ۳۴۴]

## ۸۔ کتاب الصیلوۃ

# نماز کے احکام و مسائل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَواتُ فِي الْإِسْرَاءِ؟  
باب اس بارے میں کہ شب معراج میں نماز کس طرح فرض ہوتی؟

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہیں نے فرمایا کہ ہم سے ابو سفیان بن حرب نے بیان کیا حدیث ہر قل کے سلسلہ میں کہا کہ وہ یعنی نبی کریم وقاراں ابن عباس: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيثِ هَرَقْلَ قَالَ: يَأْمُرُنَا

**یعنی النبی ﷺ - بالصلوٰۃ والصلوٰۃ** مُتَبَّلِم بہیں نماز پڑھنے، سچائی اختیار کرنے اور حرام سے بچے رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ **وَالْغَافِرُ**.

یعنی جب ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان اور دوسرے کفار قریش کو جو تجارت کی غرض سے روم گئے ہوئے تھے، بلکہ آخرت میں پوچھا تو ابوسفیان نے مندرجہ بالا جواب دیا۔

سید الفقیاء والمحدثین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ مسائل طهارت بیان فرمائے ہیں کہ نماز کے لئے کتاب الصلوٰۃ کی ابتداء فرمائی۔ صلوٰۃ ہر وہ عبادت ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کی خلیل کے پیش نظر کی جائے۔ کائنات کی ہر مخلوق اللہ کی عبادت کرتی ہے جس پر لفظ صلوٰۃ ہی بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے (﴿كُلُّ فَدْعٍ عَلِيمٌ صَلَاةٌ وَ تَسْبِيحةٌ﴾) (النور: ۳۱) ہر مخلوق کو اپنے طریقے پر نماز پڑھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ ایک آیت میں ہے («إِنَّ مِنْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَسْبِيغُونَ بِحَمْدِهِ وَلَكِنَّ الَّذِينَ تَفْهَمُونَ تَسْبِيحةَ هُنَّ الْمُسْلِمُونَ») (الاسراء: ۳۲) ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن اے انسان! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔

قال التووی فی شرح مسلم اختلاف العلماء فی اصل الصلاة ففیل ہی الدعاء لا شتمالها علیه وهذا قول جماہیر اهل العربیة والفقیاء وغيرهم (شیل) یعنی امام نووی رضی اللہ عنہ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ علماء نے صلوٰۃ کی اصل میں اختلاف کیا ہے۔ کما گایا ہے کہ صلوٰۃ کی اصل حقیقت دعا ہے۔ جسمور اہل عرب اور فقیاء وغیرہم کا یہی قول ہے۔

علامہ قطلانی فرماتے ہیں ونساقہا من الصلی یعنی یہ لفظ صلی سے مشتق ہے۔ صلی کسی نیزہ ہی لکڑی کو آگ میں پتا کر سیدھا کرنا۔ پس نمازی بھی اسی طرح نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے اور جو شخص نماز کی آگ میں تپ کر سیدھا ہو گیا وہ اب دوزخ کی آگ میں داخل نہ کیا جائے گا۔ وہی صلة بین العبد و ربہ یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ملنے کا ایک ذریعہ ہے جو عبادات نفسانی اور بدین طهارت اور ستر عورت اور مال خرچ کرنے اور کعبہ کی طرف متوجہ ہونے اور عبادت کے لئے بینتے اور جوارح سے اطمینان خشوع کرنے اور دل سے نیت کو خالص کرنے اور شیطان سے جادا کرنے اور اللہ عزوجل سے مناجات کرنے اور قرآن شریف پڑھنے اور کلمہ شادا تین کو زبان پر لانے اور نفس کو جبلہ پاک حلال چیزوں سے ہٹا کر ایک یادِ اللہ پر لگا دینے وغیرہ وغیرہ کا نام ہے۔ لغوی حیثیت سے صلوٰۃ دعا پر بولا گیا ہے اور شرعی طور پر کچھ اقوال اور افعال ہیں جو بکثیر تحریر سے شروع کئے جاتے ہیں اور تعلیم یعنی سلام پھیرنے پر ختم ہوتے ہیں۔ بندوں کی صلوٰۃ اللہ کے سامنے جھکتا، نماز پڑھنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ اللہ کی عبادت کے ساتھ مومنین کے لئے دعاۓ استغفار کرنا اور اللہ پاک کی صلوٰۃ اپنی مخلوقات پر نظر رحمت فرمانا۔ حدیث معراج میں آیا ہے کہ آپ جب ساتویں آسمان پر شریف لے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ ذرا تمہریے آپ کارب ابھی صلوٰۃ میں مصروف ہے یعنی اس صلوٰۃ میں جو اس کی شان کے لائق ہے۔

نماز (عبادت) ہر دن ہبہ ہر شریعت ہر دین میں تھی، اسلام نے اس کا ایک ایسا جامع مفید ترین طریقہ پیش کیا ہے کہ جس سے زیادہ بہتر اور جامع طریقہ ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیبہ کے بعد یہ اسلام کا اولین رکن ہے جسے قائم کرنا دین کو قائم کرنا ہے اور جسے چھوڑ دینا دین کی عمارت کو گرا دینا ہے، نماز کے بے شمار فوائد ہیں جو اپنے اپنے مقالات پر بیان کئے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا** (۳۲۹) ہم سے یحییٰ بن بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یہ

بن سعد نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شاب سے، انہوں نے انس بن مالک سے، انہوں نے فرمایا کہ ابوذر غفاری بن عوف یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آخرت میں نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جب رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فُرِجَ عَنْ سَقْفٍ بَنَتِی وَأَنَا بِمِكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ

اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ بَنِیْوَنْسَ عَنْ ابْنِ شِیْهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٌ يَحْدُثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فُرِجَ عَنْ سَقْفٍ بَنَتِی وَأَنَا بِمِكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ

اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں رکھ دیا، پھر سینے کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کھولو۔ اس نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبریل، پھر انہوں نے پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا، ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلاں کے لئے آپ کو بھیجا کیا تھا؟ کہا، جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر پڑھ گئے، وہاں ہم نے ایک شخص کو بینٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے دامن طرف کچھ لوگوں کے جھنڈتھے اور کچھ جھنڈ بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی دامن طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا، آؤ اجھے آئے ہو۔ صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبریل ﷺ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم ﷺ ہیں اور ان کے دامیں بائیں جو جھنڈ ہیں یہ ان کے بیٹوں کی رو ہیں۔ جو جھنڈ دامیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈ دوزخی رو ہیں۔ اس لئے جب وہ اپنے دامیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنگ سے) روتے ہیں۔ پھر جبریل مجھے لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ کھولو۔ اس آسمان کے داروغہ نے بھی پہلے داروغہ کی طرح پوچھا پھر کھول دیا۔ حضرت انس نے کہا کہ ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ یعنی نبی ﷺ نے آسمان پر آدم، اور ایں، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پیلا۔ اور ابوذر نے ہر ایک کا ٹھکانا نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر حضرت آدم کو پہلے آسمان پر پیلا اور حضرت ابراہیم ﷺ کو چھٹے آسمان پر۔ انس نے بیان کیا کہ جب جبریل ﷺ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اور ایں ﷺ پر گزرے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ اجھے آئے ہو صالح

السلام فرج صدیقی، ثمَّ خَسْلَةَ يَمَاءِ زَمَرَّةً، ثُمَّ جَاءَ بَطْسَتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِيٌّ حِكْمَةً وَلِيَمَا فَلَفْعَةٌ فِي صَدْرِيِّيْ ثُمَّ أَطْفَلَهُ، ثُمَّ أَخْدَهُ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جَنَّتْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قَالَ: هَلْ مَعْكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِنِي مُحَمَّدٌ. قَالَ: وَأَرْسِلْ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا فَتَحَ غَلُونَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجَلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةُ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةُ، إِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكٌ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرْجِبَةٌ بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالابْنِ الصَّالِحِ. فَلَتَ لِجِبْرِيلٍ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسْمَ بِنِيهِ، فَأَهْلَ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِينِهِ ضَحِكٌ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى. حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا: إِفْتَحْ. فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأُولُونَ، فَفَتَحَ). قَالَ أَنْسٌ: فَذَكَرَ اللَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يُبَيِّنْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ اللَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ. قَالَ أَنْسٌ: فَلَمَّا مَرَ جِبْرِيلٌ

نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ اور مسیح ملائکہ ہیں۔ پھر موسیٰ ملائکہ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل ملائکہ نے بتایا کہ یہ موسیٰ ملائکہ ہیں۔ پھر میں صیلی ملائکہ تک پہنچا، انہوں نے کہا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل ملائکہ نے بتایا کہ یہ عیسیٰ ملائکہ ہیں۔ پھر میں ابراہیم ملائکہ تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا آؤ اچھے آئے ہو صالح نبی اور صالح بیٹی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرئیل ملائکہ نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم ملائکہ ہیں۔ ابن شاب نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن حزم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس اور ابو حمزة الانصاری رضی اللہ عنہم کا کرتے تھے کہ نبی کریم ملائکہ نے فرمایا، پھر مجھے جبرئیل ملائکہ لے کر چڑھے، اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جمال میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی) ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابو ذرؓ سے نقل کیا کہ نبی کریم ملائکہ نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر واپس لوٹا۔ جب موسیٰ ملائکہ تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا کہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ ملائکہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ دوبارہ جائیے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی بھی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔ جب موسیٰ ملائکہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جائیے، کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی، پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور

بِالنَّبِيِّ يَا ذِرِينَ قَالَ: ((مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَطْهَرِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟)) قَالَ هَذَا إِذْرِينَ. ثُمَّ مَرْزُوتٌ بِمُوسَى لَفَّالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَطْهَرِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا مُوسَى. ثُمَّ مَرْزُوتٌ بِعِيسَى لَفَّالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَطْهَرِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا عِيسَى. ثُمَّ مَرْزُوتٌ بِإِبْرَاهِيمَ لَفَّالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَطْهَرِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمَ). قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَيَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَمْ غُرِّجْ بِي حَتَّى ظَهَرَتِ الْمُسْتَوَى أَسْمَعْ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ)). قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنْسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَفَرَضَ اللَّهُ عَلَى أَمْتِكَ خَمْسِينَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرْزُوتٌ عَلَى مُوسَى لَفَّالَ: مَا فَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أَمْتِكَ؟)) قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً. قَالَ: فَأَرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أَمْتِكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ. فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطَرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ: وَضَعَ شَطَرَهَا، فَقَالَ: رَاجِعٌ رَبِّكَ، فَإِنَّ أَمْتِكَ لَا تُطِيقُ فَرَاجَعْتُ، فَوَضَعَ شَطَرَهَا. فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَرَاجَعْتُ، فَوَضَعَ شَطَرَهَا. فَقَالَ: إِرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أَمْتِكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ. فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ: هِيَ خَمْسَ وَهِيَ خَمْسُونَ، لَا يَدْلِلُ الْقَوْلُ لَدَنِي.

فَرَجَعْتُ إِلَىٰ مُوسَىٰ لِقَالَ : رَاجِعٌ رَبِّكَ.  
لَقَلْتُ : اسْتَحْيِيْتُ مِنْهُ رَبِّيْ. ثُمَّ انْطَلَقَ  
بِنِي حَتَّىٰ النَّهَيِّ بِي إِلَى سَدْرَةِ الْمُتَهَيِّ،  
وَغَشِيَّهَا الْوَانٌ لَا أَذْوِي مَا هِيَ. ثُمَّ  
أَذْخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَابِلُ اللَّوْلُوِّ  
وَإِذَا تُرَاهُنَا الْمِسْكُ) .

[ظرفہ فی : ۱۶۳۶ ، ۳۴۲] .

(ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدی نہیں جاتی۔ اب

میں موئی ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس  
جاو۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اب اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر  
جریئل مجھے سدرۃ النھیٰ تک لے گئے ہے کئی طرح کے رنگوں نے  
ڈھانک رکھا تھا۔ جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا ہیں۔  
اس سے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں  
موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

**لَقَلْتُ** معراج کا واقعہ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کے شروع میں بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کثرت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ اسے تواتر کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کو معراج جائے میں بدن اور روح ہر دو کے ساتھ ہوا۔ سید مبارک چاک کر کے آب زمزم سے دھو کر حکمت اور ایمان سے پھر کر آپ کو عالم ملکوت کی سیر کرنے کے قابل بنا دیا گیا۔ یہ شتن صدر دوبارہ ہے۔ ایک بار پلے حالت رضاعت میں بھی آپ کا سیدن چاک کر کے علم و حکمت و انوار تجلیات سے پھر دیا گیا تھا۔ دوسری روایات کی بنا پر آپ نے پسلے آسمان پر حضرت آدم ﷺ سے، دوسرے آسمان پر حضرت مسیح اور حضرت عیسیٰ ﷺ سے، تیسرا پر حضرت یوسف ﷺ سے، چوتھے پر حضرت اوریس ﷺ سے اور پانچوں آسمان پر حضرت ہارون ﷺ سے اور پھر آسمان پر حضرت موسیٰ ﷺ سے اور ساتوں آسمان پر سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ ﷺ سے ملاقات فرمائی۔ جب آپ مقام اعلیٰ پر پہنچ گئے تو آپ نے وہاں فرشتوں کی قلموں کی آوازیں سنیں اور مطابق آئت شریفہ (ولقد رأى من آيات ربه الكبرى) (الجم: ۱۸) آپ نے ملا اعلیٰ میں بہت سی چیزوں دیکھیں، وہاں اللہ پاک نے آپ کی ہمت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ پھر آپ کے نو بار آنے جانے کے صدقے میں صرف یعنی وقت نماز باقی رہ گئی، مگر ثواب میں وہ پچاس کے برابر ہیں۔ ترجیح باب میں سے لکھتا ہے کہ نماز معراج کی رات میں اس تفصیل کے ساتھ فرض ہوئی۔

سدراۃ النھیٰ ساتوں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان تک ہیں۔ فرشتے وہیں تک جاسکتے ہیں آگے جانے کی ان کو بھی مجال نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ متنی اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام آتے ہیں وہ وہاں آکر ہٹھر جاتے ہیں اور نیچے سے جو کچھ جاتا ہے وہ بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

معراج کی اور تفصیلات اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ آسمانوں کا وجود ہے جس پر جملہ کتب سادیہ اور تمام انجیاء کرام کا اتفاق ہے، مگر اس کی کیفیت اور حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس قدر بتلادیا گیا ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور فلاسفہ و ملاحدہ اور آج کل کے سائنس والے جو آسمان کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے قول باطل پر ہرگز کان نہ لگانے چاہئیں۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحٍ بْنِ كَيْسَانٍ عَنْ عَزْرَوَةَ بْنِ الرُّبَيْبِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ : فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسُّفْرِ ،

**فَاقِرُّتْ صَلَاةَ السَّفَرِ، وَزِيَّدَ فِي صَلَاةِ  
الْحَضْرَ.**

[طرفاہ فی : ۱۰۹۰، ۳۹۳۵]

باب اس بیان میں کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے۔  
(سورہ اعراف میں) اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ تم کپڑے پہنا کرو ہر نماز  
کے وقت اور جو ایک ہی کپڑا بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھے (اس نے بھی  
فرض ادا کر لیا) اور سلمہ بن اکوع سے متفق ہے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا کہ (اگر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو) اپنے کپڑے کو  
ٹانک لے اگرچہ کائیتے ہی سے ٹانکنا پڑھے، اسکی سند میں گفتگو ہے اور  
وہ شخص جو اسی کپڑے سے نماز پڑھتا ہے جسے پہن کرو جماعت کرتا ہے  
(تو نماز درست ہے) جب تک وہ اس میں کوئی گندگی نہ دیکھے اور نبی  
کرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی نیگاہیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

**لِشَرِيفِهِ** آیت شریفہ (خداوزینکم) الحنفی میں مسجد سے مراد نماز ہے۔ بقول حضرت عبداللہ بن عباس ایک عورت خانہ کعبہ کا غنی  
ہو کر طواف کر رہی تھی کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ مشرکین مکہ بھی عموماً طواف کعبہ سنگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ اسلام نے  
اس حرکت سے سختی کے ساتھ روکا۔ اور نماز کے لئے مساجد میں آتے وقت کپڑے پہننے کا حکم فرمایا (خداوزینکم) میں زینت سے  
سترپوشی ہی مراد ہے جیسا کہ مشور مفسر قرآن حضرت مجید بن اس بارے میں امت کا اجتماع و اتفاق نقل کیا ہے۔ لفظ زینت میں بڑی  
و سعیت ہے جس کا مفہوم یہ کہ مسجد خدا کا دربار ہے اس میں ہر ممکن و جائز زیب و زینت کے ساتھ اس نیت سے داخل ہونا کہ میں  
اللہ اکرم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین کے دربار میں داخل ہو رہا ہوں، میں آواب دربار خداوندی میں داخل ہے۔ یہ بات  
علیحدہ ہے کہ اگر صرف ایک ہی کپڑے میں نماز ادا کر لی جائے بشرطیکہ اس سے سترپوشی کامل طور پر حاصل ہو تو یہ بھی جائز درست  
ہے۔ ایسے ایک کپڑے کو ٹانک لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دونوں کنارے ملا کر اسے انکائے۔ اگر گھنٹی سنکھ نہ ہو تو کائیتے یا پن  
سے انکائے تاکہ کپڑا سامنے سے مکلنے نہ پائے اور شرمنگاہ چھپی رہے۔ سلمہ بن اکوع کی روایت ابو داؤد اور ابن خزیس اور ابن حبان  
میں ہے۔ اس کی سند میں اضطراب ہے، اسی لئے حضرت امام اسے اپنی صحیح میں نہیں لائے و من صلی فی التوب الذی الح الح ایک طویل  
حدیث میں وارد ہے جسے ابو داؤد اور نسائی نے نکالا ہے کہ آنحضرت ﷺ جس کپڑے کو پہن کر صحبت کرتے اگر اس میں کچھ پیدی نہ  
پائے تو اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور حدیث ان لا یطوف فی الیت عربان کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس سے مقصد یہ ثابت کرنا  
ہے کہ جب سنگے ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو نماز بطریق اولیٰ منع ہے۔

(۳۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، وہ محمد سے، وہ ام عطیہ سے، انسوں نے فرمایا کہ  
ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائلہ اور پردہ نشین عورتوں کو

**۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:**  
حدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمَّ  
عَطِيَّةَ قَالَ: أَمْرَنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحَيْضَ يَوْمَ

بھی باہر لے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو سکیں۔ البتہ حاضرہ عورتوں کو نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں بعض عورتیں اسی بھی ہوتی ہیں جن کے پاس (پرہ کرنے کے لئے) چادر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ساتھی عورت اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اڑھادے۔ اور عبد اللہ بن رجاء نے کہا ہم سے عمران قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سیرین نے، کہا ہم سے ام عطیہ نے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سن اور یہی حدیث ہیاں کی۔

الْعَيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدُنَّ  
جَمَاعَةً الْمُسْلِمِينَ وَذَغْوَتَهُمْ، وَتَغْتَرُ  
الْحَيْضُرُ عَنْ مُصْلَاهِنَّ . قَالَتِ امْرَأَةٌ: يَا  
رَسُولَ اللَّهِ إِخْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ. قَالَ:  
(الْتَّلْبِسِنَهَا صَاحِبَتِهَا مِنْ جِلْبَابِهَا).  
وَقَالَ عَنْدَ اللَّهِ بْنِ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ  
قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا  
أُمُّ عَطِيَّةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِهَذَا.

[راجع: ۳۲۴]

**لِتَشْرِيقِ** ترجمہ باب حدیث کے الفاظ لتلبیہا صاحبیہا من جلیبها (جس عورت کے پاس کپڑا نہ ہواں کی ساتھ والی عورت کو حاضری کے وقت، نماز پڑھتے وقت اتنا کپڑا ضرور ہونا چاہیے جس سے مرد و عورت اپنی اپنی حیثیت میں ستر پوشی کر سکیں۔ اس حدیث سے بھی عورتوں کا عید گاہ جانا ثابت ہوا۔ امام بخاری رض نے سند عبد اللہ بن رجاء کو لا کر اس شخص کا رد کیا جس نے کہا کہ محمد بن سیرین نے یہ حدیث ام عطیہ سے نہیں سنی بلکہ اپنی بن حفصہ سے انسوں نے ام عطیہ سے۔ اسے طبرانی نے مجنم کریں وصل کیا ہے۔

باب نماز میں گدی پر تبند باندھنے کے بیان میں۔  
اور ابو حازم سلمہ بن دینار نے سلیمان بن سعد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اپنی تبند کندھوں پر باندھ کر نماز پڑھی۔

(۳۵۲) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ مجھ سے واقد بن محمد نے محمد بن مکدر کے حوالہ سے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تبند باندھ کر نماز پڑھی۔ جسے انسوں نے سر تک باندھ رکھا تھا اور آپ کے کپڑے کھوئی پہنگے ہوئے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ آپ ایک تبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایسا اس لئے کیا کہ تم تجھ جیسا کوئی احمد مجھے دیکھے۔ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو کپڑے بھی

۳- بَابُ عَقْدِ الإِزارِ عَلَى الْفَقَافِيِ  
الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ  
سَعْدٍ، صَلَوَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَدِيِ  
أَزْرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ.

۳۵۲ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي  
وَأَقْدَمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَبِرِ  
قَالَ: صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ  
قِيلِ قَفَّاهُ وَقِيَاهُ مَوْضُوعَةً عَلَى الْمِشَجَبِ.  
فَقَالَ لَهُ قَاتِلٌ: تُصَلِّي فِي إِزارٍ وَاحِدٍ؟  
فَقَالَ: إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَخْفَقُ  
مِثْلَكَ. وَإِنَّمَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانٌ عَلَى عَهْدِ

کس کے پاس تھے؟

النَّبِيُّ ﷺ؟

[اطرا فہ فی : ۳۵۳، ۳۶۱، ۳۷۰۔]

(۳۵۳) ہم سے ابو مصعب بن عبد اللہ مطرف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمن بن ابی الموال نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن مکدر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن شریر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کو بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

اس حدیث کا ظاہر میں اس باب سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری و مسلم نے اسے یہاں اس لئے نقل کیا کہ اگلی روایت میں آنحضرت ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا صاف ذکور نہ تھا، اس میں صاف ذکور ہے۔

**لئے** رسول کشمیر کے زمانہ میں اکثر لوگوں کے پاس ایک ہی کپڑہ ہوتا تھا، اسی میں وہ سترپوشی کر کے نماز پڑھتے۔ حضرت جابر بن زید نے کپڑے موجود ہونے کے باوجود اسی لئے ایک کپڑے میں نماز ادا کی تاکہ لوگوں کو اس کا بھی جواز معلوم ہو جائے۔ بہت سے رہات میں خاص طور پر غانہ بدوسش قبائل میں ایسے لوگ اب بھی مل سکتے ہیں جو سر سے پیچ تک صرف ایک ہی چادر یا کبل کا تہبند و کرتا باہلیتے ہیں اور اسی سے سترپوشی کر لیتے ہیں۔ اسلام میں ادائے نماز کے لئے ایسے سب لوگوں کے لئے ہنگامہ رکھی گئی ہے۔

باب اس بیان میں کہ صرف ایک کپڑے کو بدن پر پیٹھ کر نماز پڑھنا جائز و درست ہے۔

امام زہری نے اپنی حدیث میں کہا کہ ملتحف متوجہ کو کہتے ہیں۔ جو اپنی چادر کے ایک حصے کو دوسرے کاندھے پر اور دوسرے حصے کو پہلے کاندھے پر ڈال لے اور وہ دونوں کاندھوں کو (چادر سے) ڈھانک لینا ہے۔ ام ہانی نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک چادر اوڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو اس سے مخالف طرف کے کاندھے پر ڈالا۔

(۳۵۴) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا، وہ عمر بن ابی سلمہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور آپ نے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف طرف کے کاندھے پر ڈال لیا۔

(۳۵۵) ہم سے محمد بن شعیؑ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحیؑ

۳۵۴ - حَدَّثَنَا مُطَرْقَفُ أَبُو مُصْبَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَبِرِ قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ يَصْلَى فِي تَوْبَةٍ وَاجْدَ وَقَالَ: رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَصْلَى فِي تَوْبَةٍ [۳۵۲].

[راجح: ۳۵۲]

#### ۴- بَابُ الصَّلَاةِ فِي التَّوْبَةِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ

وَ قَالَ الْوَهْرَى فِي حَدِيثِهِ : الْمُلْتَحِفُ الْمَوْشِحُ، وَهُوَ الْمُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقِيْهِ، وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلَى مُنْكَبِيْهِ. قَالَ: قَاتَ أُمُّ هَانِيٍّ : التَّحْفَ النَّبِيَّ ﷺ بِتَوْبَةٍ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقِيْهِ.

۳۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ : أَنَا هِشَامُ بْنُ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي تَوْبَةٍ وَاجْدَ قَذْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

[طرفاہ فی : ۳۵۵، ۳۵۶]

۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُشَنِّي قَالَ:

نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے عمر بن ابی سلمہ سے نقل کر کے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا، کپڑے کے دونوں کناروں کو آپ نے دونوں کانڈھوں پر ڈال رکھا تھا۔

(۳۵۶) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسماء نے ہشام کے واسطے سے بیان کیا، وہ اپنے والد سے جن کو عمر بن ابی سلمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ اسے پہنچے ہوئے تھے اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں کانڈھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

(۳۵۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے امام مالک بن انس نے عمر بن عبید اللہ کے غلام ابو نفر سالم بن امیسے کہ ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابو مروی زید نے بیان کیا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب سے یہ سنا۔ وہ فرماتی تھیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ پرودہ کے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھی آئی ہو، ام ہانی۔ پھر جب آپ نمانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر جب آپ نماز پڑھ پکے تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے مال کے بیٹے (حضرت علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک شخص کو ضرور قتل کرے گا۔ حالانکہ میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاوند) ہمیرہ کافلاں بیٹا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت تھی۔

حدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثُوبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَدْ أَلْقَى طَرَفِيهِ عَلَى عَاتِقِيهِ۔ [راجح: ۳۵۴]

- ۳۵۶ - حَدَّثَنَا عَيْنَدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةً عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثُوبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفِيهِ عَلَى عَاتِقِيهِ۔ [راجح: ۳۵۴]

- ۳۵۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُونِيسِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّصْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَيْنَدِ اللَّهِ أَنَّ أَبَا مُرَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيَّ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمِّ هَانِيَّ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: ذَهَبَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَتُهُ يَعْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتِهِ تَسْتَرُهُ۔ قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقَلَّتْ: أَنَا أُمُّ هَانِيَّ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ۔ فَقَالَ: ((مَرْجِبًا بِأُمِّ هَانِيَّ)) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ عَسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَّ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثُوبٍ وَاحِدٍ۔ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَلَّتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ أَبِي أُمِّي أَنَّهُ قَاتَلَ رَجُلًا قَدْ أَجْرَنَهُ فُلَانٌ ابْنَ هَبِيرَةَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَدْ أَجْرَنَا مَنْ أَجْرَى يَا أُمُّ هَانِيَّ)) قَالَتْ أُمُّ هَانِيَّ: وَذَلِكَ صَحِحٌ۔

[راجع: ۲۸۰]

**لشیخ** حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ام ہانی کے سے بھائی تھے۔ ایک باپ ایک ماں۔ ان کو ماں کا بیٹا اس لئے کہا کہ مادری بھائی ہن آید پر میریانی نہیں کرتے۔ ہبیرہ کا بیٹا جعدہ نامی تھا جو انہی بہت چھوٹا تھا۔ اسے حضرت علی مارنے کا ارادہ کیوں کرتے۔ ابن ہشام نے کماں ہانی نے حارث بن ہشام اور زبیر بن ابی امیہ یا عبد اللہ بن رجید کو پناہ دی تھی۔ یہ لوگ ہبیرہ کے چچازاد بھائی تھے۔ شاید فلاں بن ہبیرہ میں راوی کی بھول سے عم کا لفظ پھوٹ گیا ہے لیعنی دراصل فلاں بن عم ہبیرہ ہے۔

ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو مخدومی ام ہانی بنت ابی طالب کے خاوند ہیں جن کی اولاد میں ایک بچے کا نام ہانی بھی ہے جن کی کنیت سے اس غلوتوں کو ام ہانی سے پکارا گیا۔ ہبیرہ حالت شرک ہی میں مر گئے۔ ان کا ایک بچہ جعدہ نامی بھی تھا جو ام ہانی ہی کے بطن سے ہے جن کا اپر ذکر ہوا، فتح مکہ کے دن ام ہانی ہی کو پناہ دی تھی۔ ان کے لئے حضور ﷺ نے ان کی پناہ کو قبول فرمایا، آپ اس وقت چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ فتح مکہ پر شکریہ کی نماز تھی۔

(۳۵۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں امام مالک نے ابن شاہب کے حوالہ سے خبر دی، وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا (کچھ برا نہیں) بھلا کیا تم سب میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

٣٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَأِيلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوْ لِكُلِّكُمْ ثُوبَانَ؟)). [طرفة في : ۳۶۵]

ایک ہی کپڑا جس سے ستر پوشی ہو سکے اس میں نماز جائز درست ہے۔ جمورو امت کا یہی فتویٰ ہے۔

جب ایک کپڑے میں کوئی نماز پڑھنے کے تو اس کو  
مونڈھوں پر ڈالے

٥ - بَابُ إِذَا صَلَّى فِي التَّوْبِ  
الْوَاحِدِ فَلَيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقِيهِ

(۳۵۹) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو الزناد سے، انہوں نے عبد الرحمن اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہ پڑھنی چاہئے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔

٣٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الرِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِيهِ شَيْءٌ)). [طرفة في : ۳۶۰]

(۳۶۰) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان بن عبد الرحمن نے یحییٰ بن ابی کثیر کے واسطے سے، انہوں نے عکرمه سے، یحییٰ نے کہا میں نے عکرمه سے سنایا میں نے ان سے پوچھا تھا۔ تو

٣٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شِيبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ - أَوْ كُنْتُ سَأَلَتُهُ - قَالَ:

عکرمہ نے کماکہ میں نے ابو ہریرہؓ سے ناود فرماتے تھے۔ میں اس کی گواہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ساتھا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اسے کپڑے کے دونوں کناروں کو اس کے خلاف سمت کے کندھے پر ڈال لینا چاہئے۔

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَيُخَالِفَ بَيْنَ طَرْفَيْهِ) .

[راجع: ۳۵۹]

التحاف اور توشیح اور اشتمال سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کپڑے کا وہ کنارہ جو دوائیں موئڑھے پر ہو اس کو باہمیں ہاتھ کی بغل سے اور جو باہمیں موئڑھے پر ڈالا ہو اس کو دوائیں کناروں کو ملا کر سینے پر باندھ لیتا یہاں بھی خلاف سمت کندھے سے کی مراد ہے۔

### باب جب کپڑا نگہ ہو تو کیا کیا جائے؟

(۳۶۱) ہم سے مجین بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے قطع بن سلیمان نے وہ سعید بن حارث سے، کہا ہم نے جابر بن عبد اللہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوہ بواط) میں گیا۔ ایک رات میں کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اس وقت میرے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا تھا۔ اسلئے میں نے اسے لپیٹ لیا اور آپ کے بازو میں ہو کر میں بھی نماز میں شریک ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا جابر اس رات کے وقت کیسے آئے؟ میں نے آپ سے اپنی ضرورت کے متعلق کہا۔ میں جب فارغ ہو گیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا لپیٹ رکھا تھا جسے میں نے دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ (ایک ہی) کپڑا تھا (اس طرح نہ لپیٹا تو کیا کرتا) آپ نے فرمایا کہ اگر وہ کشادہ ہو تو اسے اچھی طرح لپیٹ لیا کر اور اگر نگہ ہو تو اسکو تبند کے طور پر باندھ لیا کر

### ۶۔ بَابُ إِذَا كَانَ التَّوْبُ ضَيْقًا

۳۶۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَفْتَيْحُ بْنُ سَلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْخَارِثِ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَجَئْتُ لَيْلَةً لِيغْصِبُ أَمْرِي، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، وَعَلَيْهِ تَوْبَةُ وَاحِدَةٍ فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَيْهِ جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْتَرَفَ قَالَ: ((مَا الستَّرِيِّ يَا جَابِر؟)) فَأَخْبَرْتُهُ بِحاجَتِي، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ: ((مَا هَذَا الْإِشْتَمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ؟)) قُلْتُ: كَانَ تَوْتَيَا قَالَ: ((فَإِنَّ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَّحِيفُ بِهِ، وَإِنْ كَانَ ضَيْقًا فَاتْرِزْ بِهِ)).

[راجع: ۳۶۱]

**لَسْتَخْرِيج** آنحضرت ﷺ نے جابر پر اس وجہ سے انکار فرمایا کہ انہوں نے کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح سے لپیٹ رکھا اور ہو گا کہ ہاتھ وغیرہ سب اندر بند ہو گئے ہوں گے اسی کو آپ ﷺ نے منع فرمایا اسی کو اشتمال صماء کہتے ہیں، مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑا نگہ تھا اور جابر نے اس کے دونوں کناروں میں خلافت کی تھی اور نماز میں ایک جانب بھکے ہوئے تھے تاکہ سترہ کھلے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بتایا کہ یہ صورت جب ہے جب کپڑا فراخ ہو اگر نگہ ہو تو صرف تبند کر لینا چاہئے۔

۳۶۲- حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى

(۳۶۲) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے مجین بن سعید قطان نے،

انہوں نے سفیان ثوری سے، انہوں نے کماجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا۔ سلیمان بن سعد سعیدی سے، انہوں نے کماکر کئی آدمی نبی کرم مسیح علیہ السلام کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر ازاریں باندھے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور عورتوں کو (آپ کے زمانے میں) حکم تھا کہ اپنے سروں کو (سبدے سے) اس وقت تک نہ اٹھائیں جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھنے جائیں۔

کیونکہ مردوں کے بیٹھنے سے پسلے سراخانے میں کہیں عورتوں کی نظر مردوں کے ستر پر نہ پڑ جائے۔ اسی لئے عورتوں کو پسلے سراخانے سے منع فرمایا۔ اس زمانہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتی تھیں اور مردوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا تھا۔ آج کل یہ صورتیں نہیں ہیں پھر عورتوں کے لئے اب عید گاہ میں بھی پردے کا بترن انتظام کر دیا جاتا ہے۔

**باب شام** کے بننے ہوئے چند میں نماز پڑھنے کے بیان میں۔  
امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن کپڑوں کو پارسی بنتے ہیں اس کے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ معمر بن راشد نے فرمایا کہ میں نے ابن شاہزادہ زہری کو یہیں کے ان کپڑوں کو پہنے دیکھا جو (حلال جانوروں کے) پیشاب سے رنگے جاتے تھے اور علی بن ابی طالب نے نئے بغیر دھلے کپڑے پہن کر نماز پڑھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بناۓ ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی درست ہے جب تک ان کی ظاہری نجاست کا تذکرہ نہ ہو۔ حافظ نے کماکر شام میں ان دونوں کافروں کی حکومت تھی اور وہاں سے مختلف اقسام کے کپڑے یہاں میتھے میں آیا کرتے تھے، اس لئے ان مسائل کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے جس کو رنگائی کے مصالحوں غیب ہے۔

(۳۶۳) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اعشش کے واسطے سے، انہوں نے مسلم بن صبح سے، انہوں نے مسروق بن اجدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نبی کرم مسیح علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھا لے۔ میں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ مسیح علیہ السلام چلے اور میری نظروں سے چھپ گئے۔ آپ نے قضاۓ حاجت کی۔ اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ کھولنے کے لئے آتیں اور پڑھانی چاہتے تھے لیکن وہ

عن سُفِيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصْلُونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِي أَزْرِهِمْ عَلَى اغْنَاقِهِمْ كَهْنَةً الصُّبَيْانَ، يُقَالُ لِلنِّسَاءِ: ((لَا تَرْفَعْ رُؤُسَكُنْ حَتَّى يَسْتَوِي الرُّجَالُ جُلُونَ)). [طرفاہ فی : ۸۱۴، ۱۲۱۵].

۷- **بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجَهَنَّمِ الشَّامِيَّةِ**  
وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْفِيَابِ يَسْتَجِهَا الْمَجْوُسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَاسًا، وَقَالَ مَغْمُرٌ: رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ تِبَابِ الْأَيْمَنِ مَا صَبَعَ بِالْبَوْلِ. وَصَلَّى عَلَيْهِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لِي تُوبَ غَيْرِ مَفْصُورٍ.

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بناۓ ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی درست ہے جب تک ان کی ظاہری نجاست کا تذکرہ نہ ہو۔ حافظ نے کماکر شام میں ان دونوں کافروں کی حکومت تھی اور وہاں سے مختلف اقسام کے کپڑے یہاں میتھے میں آیا کرتے تھے، اس لئے ان مسائل کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ پیشاب سے حلال جانوروں کا پیشاب مراد ہے جس کو رنگائی کے مصالحوں غیب ہے۔

۳۶۳- حَدَّثَنَا يَحْتَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ الْأَغْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ مُفْرِيَةَ بْنِ شَعْبَةَ قَالَ كَنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: ((إِنَّ مُفْرِيَةَ خَلُدَ الْإِدَادَةَ)). فَأَخَذَتْهَا. فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَوَارَى عَنِ الْفَقْضَى حَاجَةَ، وَعَلَيْهِ جَهَنَّمَ شَامِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُغْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمْهَا فَضَّلَّتْ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا،

نگ تھی اس لئے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکلا۔ میں نے آپ کے ہاتھوں پر بانی ڈالا۔ آپ شیخیم نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے خفین پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

### باب (بے ضرورت) ننگا ہونے کی کراہیت نماز میں ہو (یا اور کسی حال میں)

(۳۶۲) ہم سے مطربین فضل نے بیان کیا انسوں نے کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، انسوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ النصاری رضی اللہ عنہما سے سن، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت سے پہلے) کعبہ کے لئے قریش کے ساتھ پھر ڈھورہ رہے تھے۔ اس وقت آپ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ آپ شیخیم کے پچھا عباس نے کہا کہ سختیجے کیوں نہیں تم تہبند کھول لیتے اور اسے پھر کے نیچے اپنے کاندھے پر رکھ لیتے (تاکہ تم پر آسانی ہو جائے) حضرت جابر نے کہا کہ آپ نے تہبند کھول لیا اور کاندھے پر رکھ لیا۔ اسی وقت غشی کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی ننگے نہیں دیکھے گئے۔ (شیخیم)

فَصَبَّتْ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَ الصَّلَاةِ،  
وَمَسَحَ عَلَى خُفْيَهِ، ثُمَّ صَلَّى.

[راجع: ۱۸۲]

### ۸- بَابُ كِرَاهِيَةِ التَّغَرِيٰ فِي الصَّلَاةِ

۳۶۴ - حَدَثَنَا مَطْرُونَ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَثَنَا رَوْحٌ قَالَ: حَدَثَنَا زَكْرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَنْدِ اللَّهِ يَعْدِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْقُلُ مَعْهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِذْارَةً، فَقَالَ لَهُ الْغَيَّبَسُ عَمْهُ: يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَّتْ إِذْارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مُنْكَبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ: فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مُنْكَبِيِّهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًا عَلَيْهِ، فَمَا رُنِيَ بَعْدَ ذَلِكَ غَرَبَيَا.

[طرفہ فی : ۱۵۸۲، ۳۸۲۹].

**لشیخ** اللہ پاک نے آپ کو بچپن ہی سے بے شری اور جملہ برائیوں سے بچایا تھا۔ آپ شیخیم کے مزاج اقدس میں کنوواری عورتوں فرشتہ اترا اور اس نے فوراً آپ کا تہبند باندھ دیا۔ (ارشاد الساری) ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ سترپوشی کا ہے، جو نماز کے لئے ایک ضروری شرط ہے۔ میاں یوں کا ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو جانا امر دیگر ہے۔

### باب قمیص اور پاجامہ اور جانگیا اور قبا (چغہ) پہن کر نماز پڑھنے کے بیان میں۔

(۳۶۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب کے واسطے سے انسوں نے محمد سے انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی شیخیم کے سامنے

### ۹- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْقَمِيصِ وَالسَّرَاوِيلِ وَالْتُّبَانِ وَالْقَبَاءِ

۳۶۵ - حَدَثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ: حَدَثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى

کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر بن عثمان سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کما جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہئے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قیص، کوئی تہبند اور قبایل، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قیص میں، کوئی پاجامہ اور قبایل، کوئی جانگیا اور قبایل، کوئی جانگیا اور قیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ بن عثمان نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔

**تشریح** اس میں حضرت ابو ہریرہ بن عثمان کو شک تھا کہ حضرت عمر بن عثمان نے یہ آخر کاظم کہا تھا یا نہیں، کیونکہ محض جانگیا سے ستر پوشی حاصل مع القبا و مع القمیص (قطلانی) چنان یا طویل قیص پہن کر اس کے ساتھ ستر پوشی ہو جاتی ہے۔

(۳۷۷) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا تم سے ابن ابی ذبب نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے سالم سے، انہوں نے ابن عمر بن عثمان سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام باندھنے والے کو کیا پہننا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہ قیص پہنے نہ پاجامہ، نہ باران کوٹ اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران لگا ہوا ہو اور نہ ورس لگا ہوا کپڑا، پھر اگر کسی شخص کو جوتیاں نہ ملیں (جن میں پاؤں کھلا رہتا ہو) وہ موزے کاٹ کر پہن لے تاکہ وہ مخنوں سے بیچے ہو جائیں اور ابن ابی ذبب نے اس حدیث کو تافع سے بھی روایت کیا، انہوں نے ایسا کی آنحضرت ﷺ سے بھی روایت کیا ہے۔

ورس ایک زرد رنگ والی خوبیوار گھاس میں میں ہوتی تھی، جس سے کپڑے رنگ جاتے تھے۔ منابت اس حدیث کی باب سے یہ ہے کہ حرم کو احرام کی حالت میں ان چیزوں کے پہننے سے منع فرمایا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے علاوہ دیگر حالتوں میں ان سب کو پہننا جاسکتا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی، یعنی ترجمہ باب ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ قیص اور پاجامے کے بغیر بھی (بشرطیکہ ستر پوشی حاصل ہو) نماز درست ہے کیونکہ حرم انکو نہیں پہن سکتا اور آخر وہ نماز ضرور پڑھے گا۔

الْسَّيِّدُ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي التَّوْبَةِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ: ((أَوْ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثُوقَيْنِ)). ثُمَّ سَأَلَ رَجُلًا عَمَرَ، فَقَالَ: إِذَا وَسَعَ اللَّهُ فَأُؤْسِعُوا: جَمِيعَ رَجُلَّ عَلَيْهِ ثَيَابَهُ، صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزارٍ وَرِداءٍ، فِي إِزارٍ وَقَمِيصٍ، فِي إِزارٍ وَقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَرِداءٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَقَمِيصٍ، فِي سَرَاوِيلٍ وَقَبَاءٍ، فِي تَيَابٍ وَقَمِيصٍ، - قَالَ: وَأَخْسَبَهُ قَالَ - فِي تَيَابٍ وَرِداءٍ.

[راجح: ۳۵۸]

۳۶۹ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلَيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرَيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبْنِ عَمْرَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلًا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ: مَا يَلْبِسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ: ((لَا يَلْبِسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَّاوِيلَ وَلَا الْبَرْنَسَ وَلَا تَوْبَا مَسْأَةَ الزُّغْفَرَانَ وَلَا وَرْنَسَ. فَمَنْ لَمْ يَجِدْ النَّغْلَنَ فَلَيَلْبِسْ الْحَقْفَنَ وَلَيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْنَيْنِ)). وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عَمْرَ عَنِ النَّبِيِّ مِثْلَهُ.

[راجح: ۱۲۴]

### باب عورت (یعنی ستر) کا بیان جس کو ڈھانٹنا چاہئے۔

(۳۶۷) ہم سے قبیلہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یہ شے این شب سے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم ﷺ نے صماء کی طرح کپڑا بدنه پر پلیٹ لینے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے میں احتباء کرے اور اس کی شرمگاہ پر علیحدہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو۔

### ۱۰ - بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْغُورَةِ

۳۶۷ - حَدَّثَنَا قَيْمِيَّةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَّبٍ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ الْعَدْرَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ اشْتِهَالِ الصَّمَاءِ، وَأَنْ يَخْتَبِي الرُّجْلُ فِي تَوْبَةِ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ).

[اطرافہ فی : ۱۹۹۱، ۲۱۴۴، ۲۱۴۷، ۵۸۲۲، ۶۲۸۴، ۵۸۲۰]

**لَشِّيق** احتباء کا مطلب یہ کہ اکروں بیٹھ کر پنڈلیوں اور پیٹھ کو کسی کپڑے سے باندھ لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی کپڑا اوڑھ لیا جائے۔ عرب اپنی مجلسوں میں ایسے بھی بیٹھا کرتے تھے۔ چونکہ اس صورت میں بے پردا ہونے کا اندریشہ تھا اس لئے اسلام نے اس طرح بیٹھنے کی معاافت کر دی۔

اشتمال صماء یہ ہے کہ کپڑے کو پلیٹ لے اور ایک طرف سے اس کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے۔ اس میں شرمگاہ کھل جاتی ہے اس لئے منع ہوا، ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں سرمن کو زمین سے لگادے اور دونوں پنڈلیاں کھٹی کر دے۔ اس میں بھی شرمگاہ کے کھلنے کا احتمال ہے، اس لئے اس طرح بیٹھنا بھی منع ہوا۔

(۳۶۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، جو ابو الزناد سے نقل کرتے ہیں، وہ اعرج سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی بیچ و فروخت سے منع فرمایا۔ ایک تو چھونے کی بیچ سے، دوسرے پھینکنے کی بیچ سے اور اشتمال صماء سے (جس کا بیان اور گذر) اور ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے۔

۳۶۸ - حَدَّثَنَا قَيْمِيَّةُ بْنُ عَقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ الرَّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ يَعْقِينِ: عَنِ الْلَّمَاسِ وَالنَّبَادِ. وَأَنْ يَشَتَّمَ الصَّمَاءَ. وَأَنْ يَخْتَبِي الرُّجْلُ فِي تَوْبَةِ وَاحِدٍ [اطرافہ فی: ۱۹۹۱، ۵۸۸، ۵۸۴، ۱۹۹۲، ۲۱۴۵، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱]

**لَشِّيق** عرب میں خرید و فروخت کا طریقہ یہ بھی تھا کہ خریدنے والا اپنی آنکھ بند کر کے کسی چیز پر ہاتھ رکھ دیتا، دوسرا طریقہ یہ کہ خود بیچنے والا آنکھ بند کر کے کوئی چیز خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا، ان دونوں صورتوں میں مقررہ قیمت پر خرید و فروخت ہوا کرتی تھی، پہلے کو لامس اور دوسرے کو نیاز کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ناجائز قرار دی گئیں اور یہ اصول ٹھہرا یا گیا کہ خرید و فروخت میں بیچنے یا خریدنے والا ناواقفیت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے۔ (یہاں تک فرمایا کہ دھوکہ بازی سے خرید و

فروخت کرنے والا ہماری امت سے نہیں ہے۔

٣٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْنَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا  
يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبْنُ أَحْمَى  
أَبْنُ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَمِيدُ  
أَبْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ  
قَالَ: يَعْنِي أَبُوهَرَيْرَةَ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي  
مُؤْذِنَيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِهِ مِنْ أَنَّ لَا  
يَحْجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا وَلَا يَطْوِفُ بِالنَّيْتِ  
غَرْبَيَانَ. قَالَ حَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: لَمْ  
أَرْذَفْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْاً فَأَمْرَأَهُ أَنْ يُؤَذَّنَ  
بِهِرَاءَةَ. قَالَ أَبُوهَرَيْرَةَ: فَأَذَنْتُ مَعَنَّا عَلَيْهِ فِي  
أَهْلِ مِيقَةِ يَوْمِ النَّحْرِ: لَا يَحْجُّ بَعْدَ الْعَامِ  
مُشْرِكًا وَلَا يَطْوِفُ بِالنَّيْتِ غَرْبَيَانَ.

[أطرافه في : ١٦٢٢، ٣١٧٧، ٤٣٦٣]

(۳۴۹) ہم سے احراق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی ابن شاب نے اپنے بچا کے واسطہ سے، انہوں نے کہا مجھے حمید بن عبد الرحمن بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حج کے موقع پر مجھے حضرت ابو بکرؓ نے یوم خر (ذی الحجه کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ ہم منی میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی شخص نہیں ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ حمید بن عبد الرحمن نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکرؓ کے پیچے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سورہ براءات پڑھ کر سنادیں اور اس کے مضامین کا عام اعلان کر دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ خر کے دن منی میں دسویں تاریخ کو یہ سنایا کہ آج کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ بیت اللہ کا طواف کوئی شخص نہیں ہو کر کر سکے گا

ذکر کوہ امور کی ممانعت اس لئے کردی گئی کیونکہ بیت اللہ کی خدمت و حفاظت اب مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔

جب تک ہو کر طواف کرنا منع ہوا تو سترپوشی طواف میں ضرور واجب ہو گی، اسی طرح نمازیں بطریق اولیٰ سترپوشی واجب ہو گی۔ سورہ توبہ کے نازل ہونے پر آنحضرت ﷺ نے کافروں کی آگاہی کے لئے پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیسجا۔ پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ معلہدہ کو توڑنے کا حق دستور عرب کے مطابق اسی کو ہے، جس نے خود معلہدہ کیا ہے یا کوئی اس کے خاس گمراہوں سے ہونا چاہئے۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روئنہ فرمادی۔ قریش کو کی بد عمدی کی آخری مثال صلح حدیبیہ تھی۔ ملے ہوا تھا کہ ایک طرف مسلمان اور ان کے حیف ہوں گے اور دوسری طرف قریش اور ان کے حیف، مسلمانوں کے ساتھ قبلہ خواص شریک ہوا اور قریش کے ساتھ بونکر صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فرقن صلح و امن سے رہیں گے۔ گمراہی دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بونکرنے خواص پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ بونخواص نے کعبہ میں اللہ کے نام پر امان مانگی، پھر بھی وہ بے دریغ قتل کئے گئے۔ صرف چالیس آدمی فتح کر مددیہ پہنچے اور سارا حال زار پیغمبر اسلام ﷺ کو سنایا۔ اب معلہدہ کی رو سے آپ کے لئے ضروری ہو گیا کہ قریش کو ان کی بد عمدی کی سزا دی جائے۔ چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ نے کوچ فرمایا اور پیغمبر کی خون ریزی کے کم شریف فتح ہو گیا۔ جس کے بعد ۹ ہجری میں اس سورہ شریفہ کی ابتدائی دس آیات نازل ہوئیں اور حضرت ﷺ نے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا میرج ہنا کر بیسجا۔ یہ جنت الدواع سے پہلے کا واقعہ ہے بعد میں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کم شریف بیسجا۔ تاکہ وہ سورہ توبہ کی ان آیات کا کلٹے عام اعلان کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں ذرا ساختاں پیدا ہوا کہ کیسی حضور نبی کرم ﷺ مجھ سے خفاوت نہیں ہو گئے جو بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اسی مقصد کے

لئے بھیجا ضروری سمجھا، اس پر آپ نے ان کی تشفی فرمائی اور بتلایا کہ دستور عرب کے تحت مجھ کو علی ہنچھ کا بھیجا ضروری ہوا، ورنہ آپ میرے یار غاریں۔ بلکہ حوض کوثر پر بھی آپ ہی کی رفاقت رہے گی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتعین۔

### باب اس بارے میں کہ بغیر چادر اوڑھے صرف ایک

کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۳۷۰) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ اوسی نے بیان کیا، کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ابی الموال نے محمد بن مکندر سے، کہا میں جابر بن عبد اللہ النصاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک کپڑا اپنے بدن پر لپٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، حالانکہ ان کی چادر الگ رکھی ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے اور آپ (اسے اوڑھے بغیر) نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، میں نے چاہا کہ تم جیسے جاہل لوگ مجھے اس طرح نماز پڑھتے دیکھ لیں، میں نے بھی نبی ﷺ کو اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

### باب ران سے متعلق جو روایتیں آئی ہیں۔

حضرت امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا کہ ابن عباس، جرهد اور محمد بن جخش نے نبی کریم ﷺ سے یہ نقل کیا کہ ران شرمنگاہ ہے۔ انس ہنچھ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (جنگ خیر میں)، اپنی ران کھولی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) کہتے ہیں کہ انس ہنچھ کی حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ اور جرہد کی حدیث میں بہت احتیاط محفوظ ہے۔ اس طرح ہم اس بارے میں علماء کے باہمی اختلاف سے بچ جاتے ہیں۔

اور ابو موسیٰ اشتریؓ نے کہا کہ عثمان بن عاصی آئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھٹنے ڈھانک لئے اور زید بن ثابت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران اتنی بھاری ہو گئی تھی کہ مجھے اپنی ران کی بہڈی ٹوٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

٣٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي الصَّوَافِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثُوبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاعَةً مَوْضَعَهُ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ قَلَّنَا: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ تُصَلِّي وَرِدَاعَكَ مَوْضَعَهُ فَأَنَّ نَعَمْ احْتَبَطَ أَنْ يَرَانِي الْجَهَانُ مِثْلَكُمْ. رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي كَذَا۔

[راجح: ۳۵۲]

### ١٢ - بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الْفَحِيدِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَيَرْوَى عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((الْفَحِيدُ عَوْزَةٌ)) وَقَالَ أَنَسٌ: حَسَرَ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ فَحِيدٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَحَدَّيْتُ أَنَسَّ أَسْنَدَ، وَحَدَّيْتُ جَرْهَدَ أَخْوَطَ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ.

کیونکہ اگر ران بالفرض ستر نہیں تب بھی اس کے چھپانے میں کوئی برائی نہیں۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَىٰ: غَطَّى النَّبِيُّ ﷺ رُكْبَتِيهِ حِينَ دَخَلَ عَشْمَانَ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابَتٍ: أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ وَفَحِيدَةً عَلَى فَحِيدِي، فَقُلْتُ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتَ أَنْ تَرُضَ فَحِيدِي۔

**لئے تھیں** حضرت امام ابو حیینہ **متوفی** اور حضرت امام شافعی **متوفی** وغیرہ کے نزدیک ران شرمنگاہ میں داخل ہے، اس لئے اس کا چھپانا واجب ہے۔ اور ابن الی ذائب **متوفی** اور امام داؤد ظاہری **متوفی** اور امام احمد اور امام مالک **متوفی** کے نزدیک ران شرمنگاہ میں داخل نہیں ہے۔ مغلی میں امام ابن حزم **متوفی** نے کہا کہ اگر ران شرمنگاہ میں داخل ہوتی تو اللہ پاک اپنے رسول **صلی اللہ علیہ وسلم** کی جو معموم اور پاک تھے، ران نہ کھولتا۔ نہ کوئی اس کو دیکھ لیتا۔ امام بخاری **متوفی** کارخان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، باب کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس کی جس حدیث کا ذکر امام بخاری لائے ہیں اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور جرہہ کی حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں اور محمد بن جوش کی حدیث کو حاکم نے متدرک میں اور امام بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے۔ مگر ان سب کی مسودوں میں کلام ہے۔ حضرت انس بن مالک کی روایت یہاں امام بخاری **متوفی** خود لائے ہیں اور آپ کا فیصلہ احتیاطاً ران ڈھانکنے کا ہے وجبائیں۔ آپ نے مختلف روایات میں تطبیق دینے کے لئے یہ درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے۔ جو آپ کی کمال دانلی کی دلیل ہے، ایسے فروغی اختلافات میں درمیانی راستے تلاش کے جاسکتے ہیں مگر علماء کے دلوں میں وسعت کی ضرورت ہے؛ اللہ پیدا کرے۔

امام شوکانی **متوفی** نے کہا کہ ران کا شرمنگاہ میں داخل ہونا صحیح ہے اور دلائل سے ثابت ہے، مگر ناف اور گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہیں۔ آپ کی تقریر یہ ہے۔ قال النبوی ذهب اکثر العلماء الى ان الفخذ عورة و عن احمد و مالک فی روایة العورة القبل والدبر فقط و به قال اهل الظاهر و ابن جریر والا صطخری ..... والحق ان الفخذ عورة الخ (تلی، ج ۲/ ص ۲۲) یعنی پیشتر علماء بقول امام نووی **متوفی** اسی کے قائل ہیں کہ ران بھی شرم گاہ میں داخل ہے اور امام احمد و امام مالک کی روایت میں صرف قبل اور دبر ہی شرمنگاہ ہیں۔ ران شرمنگاہ میں داخل نہیں ہے۔ اہل ظاہر اور ابن جریر اور اصغری وفیرو کا یہی مسلک ہے۔۔۔ مگر حق یہ ہے کہ ران بھی شرم گاہ میں داخل ہے۔ وقد تصریح فی الاصول ان القول ارجح من الفعل (انیل)، یعنی اصول میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جہاں قول اور فعل میں بظاہر تضاد نظر آئے وہاں قول کو ترجیح دی جائے گی۔

پس متعدد روایات میں آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** کا ارشاد الفخذ عورۃ (یعنی ران بھی شرم گاہ میں داخل ہے) وارد ہے۔ رہا آپ کا فعل سو حضرت علامہ شوکانی **متوفی** فرماتے ہیں الرابع غایبة مافی عن هذه الواقعه ان یکون ذالک خاصا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ارجع یعنی چو تھی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کی غایبت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** کی خصوصیات طیبات میں سے ہو۔ حضرت زید بن ثابت **صلی اللہ علیہ وسلم** جن کا ذکر یہاں آیا ہے، یہ انصاری ہیں جو آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** کی طرف سے وحی قرآن **صلی اللہ علیہ وسلم** پر مامور تھے اور حضرت صدیق اکبر **صلی اللہ علیہ وسلم** کے زمانہ میں جمع قرآن کا شرف ان کو حاصل ہوا۔ آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** کے ارشاد پر انہوں نے کتب یہود اور سریانی زبان کا علم حاصل کر لیا تھا اور اپنے علم و فضل کے لحاظ سے یہ صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

روایت میں امہات المؤمنین میں سے ایک محترمہ خاتون صفیہ بنت حمیدی کا ذکر آیا ہے جو ایک یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔ یہ جنگ خیبر میں جب لوہڑی بن کر گرفتار ہوئیں تو آنحضرت **صلی اللہ علیہ وسلم** نے ان کے احترام کے پیش نظر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی اجازت سے آپ نے ان کو اپنے حرم محترم میں داخل فرمایا۔ خیبر سے روانہ ہو کر مقام صباح پر رسم عروی ادا کی گئی اور جو کچھ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان تھا، اس کو جمع کر کے دعوت و لیہ کی گئی۔ کھانے میں صرف پنیر، چوبھارے اور کھنگی کا ملیدہ تھا، حضرت صفیہ **صلی اللہ علیہ وسلم** میں تخلی اور اخلاق حسن میں ممتاز مقام رکھتی تھیں، حضور **صلی اللہ علیہ وسلم** بھی ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ سائیہ سال کی عمر میں رمضان ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (بیان)

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: (۱۷۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے اساعلیٰ بن علیہ نے کہ کہا ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے انس بن مالک سے أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ غَلَيْهَ قَالَ :

روایت کر کے کہ نبی کرم ملکیت غزوہ خبر میں تشریف لے گئے۔ ہم نے وہاں بھر کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھی۔ پھر نبی ملکیت سوار ہوئے اور ابو طلحہ بھی سوار ہوئے۔ میں ابو طلحہ کے پیچے بیٹھا ہوا تھا۔ نبی ملکیت نے اپنی سواری کا رخ خبر کی گلیوں کی طرف کر دیا۔ میرا گھٹانی کرم ملکیت کی ران سے چھو جاتا تھا۔ پھر نبی کرم ملکیت نے اپنی ران سے تہبید کو ہٹالیا۔ یہاں تک کہ میں نبی کرم ملکیت کی شفاف اور سفید رانوں کی سفیدی اور چک دیکھنے لگا۔ جب آپ خبر کی بستی میں داخل ہوئے تو آپ ملکیت نے فرمایا کہ اللہ اکبر خدا سب سے بڑا ہے، خبر برپا ہو گیا، جب ہم کسی قوم کے آگلن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منہوس ہو جاتی ہے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا، انس نے کما کہ خیر کے یہودی لوگ اپنے کاموں کے لئے باہر نکلے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھے محمد (ملکیت) آن پنج۔ اور عبد العزیز راوی نے کما کہ بعض حضرت انس بن علی سے روایت کرنے والے ہمارے ساتھیوں نے والخمیس کا لفظ بھی نقل کیا ہے (یعنی وہ چلا اٹھے کہ محمد (ملکیت) کر پنج گئے) پس ہم نے خیر لڑ کر فتح کر لیا اور قیدی جمع کئے گئے۔ پھر دیسہ پتوں آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! قیدیوں میں سے کوئی باندی صحیح عنیت کیجئے، آپ ملکیت نے فرمایا کہ جاؤ کوئی باندی لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت جی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص نبی کرم ملکیت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صفیہ جو قریۃ اور نصیر کے سردار کی بیٹی ہیں، انہیں آپ نے دیسہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ دیسہ کو صفیہ کے ساتھ بلاو، وہ لائے گئے۔ جب نبی کرم ملکیت نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ راوی نے کہا کہ پھر نبی کرم ملکیت نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ ثابت بنی نے حضرت انس بن علی سے پوچھا کہ ابو حمزہ! ان کا مر آنحضرت ملکیت نے کیا رکھا تھا؟ حضرت انس بن علی نے فرمایا کہ خود انہیں کی آزادی ان کا مر رکھا اور اسی پر آپ نے نکاح کیا۔ پھر راستے تھی

عبد الغزیز بن صہبہ عنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَرَّاً خَيْرَ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ عَنْ صَلَةِ الْعَدَادِ بِقَلْسِ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِينُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَبْخَرَنِي نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي زَفَاقٍ خَيْرَ وَإِنِّي رَكِبْتُ لِتَمِسُّ فَجَدْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخْلِيَهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظَرُ إِلَيْيَ بَيْاضٍ فَجَدْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا دَخَلَ الْقُرْبَةَ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ خَرَبَتْ خَيْرُ، إِنَّا إِذَا نَزَّلْنَا بِسَاحَةَ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَّاحَ الْمُنْذَرِينَ)). قَالَهَا ثَلَاثَةٌ. قَالَ: وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى اغْمَالِهِمْ، قَالُوا: مُحَمَّدٌ؟ - قَالَ عَبْدُ الغَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا - وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ: فَأَصْبَنَاهَا عَنْوَةً ، فَجَمَعَ السَّيِّدَةَ فِجَاءَ دِحْيَةَ لَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ اغْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّيِّدَةِ. قَالَ: ((اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً)). فَأَخْدَلَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَسِيْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَيْ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَغْطِنِي دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَسِيْرَ مَسِيَّدَةَ قُرِيَّةَ وَالظَّبِيرَ، لَا تَصْلِحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ: ((اذْغُوْهَا بِهَا)). فَجَاءَ بِهَا. فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّيِّدَةِ غَيْرِهَا)). قَالَ: فَأَغْنَفَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَتَرَوَّجَهَا. قَالَ لَهُ ثَابِتٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْنَفَهَا؟ قَالَ: نَفْسَهَا، أَغْنَفَهَا وَتَرَوَّجَهَا. حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَزْنَاهَا لَهُ أَمْ سَلَيْمَ

میں ام سلیم (عینہ خدا حضرت انس بن مالک کی والدہ) نے انہیں دلن بنا لیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس رات کے وقت بھیجا۔ اب نبی کریم ﷺ دو لہا تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس بھی کچھ کھانے کی چیز ہو تو یہاں لائے۔ آپ نے ایک چڑے کا دستر خوان بچھایا۔ بعض صحابہ کھجور لائے، بعض کھی۔ عبد العزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے حضرت انس بن مالک نے ستوا کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوا بنا لیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھا۔

فَأَهْدِنَاهَا لَهُ مِنَ اللَّيلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ عَرُوسًا، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلَيَحْمِلْهُ بِهِ وَبَسْطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَحْمِلُ بِالسَّمْنِ، قَالَ: وَأَخْسِبْهُ فَذَكَرَ السُّونِيقَةَ، قَالَ: فَخَاسُوا حَبِيسًا، فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[اطرافہ فی: ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۲۸، ۲۲۳۵، ۲۹۴۳، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۳۰۸۰، ۲۹۹۱، ۲۹۴۵، ۲۹۴۴، ۴۰۸۳، ۳۶۴۷، ۳۳۶۷، ۳۰۸۶، ۴۱۹۹، ۴۱۹۸، ۴۱۹۷، ۴۰۸۴، ۴۲۱۲، ۴۲۱۱، ۴۲۰۱، ۴۲۰۰، ۵۱۶۹، ۵۰۱۹، ۵۰۸۵، ۴۲۱۳، ۵۹۶۸، ۵۵۲۸، ۵۴۲۵، ۵۳۸۷، ۶۱۸۰، ۶۳۶۹، ۶۳۶۳، ۷۳۳۲]۔

### ۱۳- بَابُ فِي كَمْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ مِنَ الشَّيْابِ

وَقَالَ عَنْكَمَةُ: لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثُوبٍ جَازَ.

۳۷۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقِدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشَهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مَرْوِظَهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعُنَ إِلَى بَيْوَهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ.

[اطرافہ فی: ۵۷۸، ۸۶۷، ۸۷۲]۔

اور عکرمه نے کہا کہ اگر عورت اپنا سارا جسم ایک ہی کپڑے سے ڈھانپ لے تو بھی نماز درست ہے۔

(۳۷۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓؑ نے فرمایا کہ نبی ﷺ مجرم کی نماز پڑھتے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں کئی مسلمان عورتیں اپنی چادریں اوڑھتے ہوئے شریک نماز ہوتیں۔ پھر اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھیں۔ اس وقت انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس حدیث سے باب کا مطلب یوں تلاکہ ظاہر میں وہ عورتیں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ ایک کپڑے سے اگر عورت اپنا سارا بدن چھپا لے تو نماز درست ہے۔ مقصود پردہ ہے وہ جس طور پر کمل حاصل ہو سمجھ ہے۔ کتنی ہی غریب عورتیں ہیں جن کو بہت مختصر کپڑے میرا ہوتے ہیں، اسلام میں ان سب کو طحون رکھا گیا ہے۔

### باب حاشیہ (بیل) لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کے نقش و نگار کو دیکھنا

(۳۷۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شاب نے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کہ نبی ﷺ نے ایک چادر میں نماز پڑھی۔ جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک مرتبہ دیکھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہنم (عامر بن حذیفہ) کے پاس لے جاؤ اور ان کی انجامیہ والی چادر لے آؤ، کیونکہ اس چادر نے ابھی نماز سے مجھ کو غافل کر دیا۔ اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے عائشہؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نماز میں اس کے نقش و نگار دیکھ رہا تھا، پس میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے غافل نہ کر دے۔

**تشریح** حضرت عامر بن حذیفہ صحابی ابو جہنم نے یہ نقش و نگار والی چادر آپ کو تحفہ میں پیش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس کر دیا اور سادہ چادر ان سے منگالی تاکہ ان کو رنج نہ ہو کہ حضور ﷺ نے میرا تحفہ واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز نماز کے اندر خلل کا سبب ہے اس کو علیحدہ کرنا ہی اچھا ہے۔ ہشام بن عروہ کی تعلیق کو امام احمد اور ابن الیثیہ اور مسلم اور ابو داؤد نے نکالا ہے۔

### باب ایسے کپڑے میں اگر کسی نے نماز پڑھی جس پر صلیب یا مورتیں بنی ہوں تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں اور اس کی ممانعت کا بیان۔

(۳۷۴) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن صہیب نے انس بن محبود سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ سے کہ اس کے پاس ایک رنگین باریک پرده تھا جسے انہوں نے اپنے گھر کے ایک طرف پرده کے لئے لٹکا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے اپنایہ پرده

### ۱۴- باب إذا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَهُ أَغْلَامٌ، وَنَظَرَ إِلَى عِلْمِهَا

۳۷۳- حدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خَمِيصَتِهِ لَهَا أَغْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَغْلَامِهَا نَظَرَةً، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ قَالَ: ((إِذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهَنَّمِ وَاتْتُوْنِي بِأَنْجَانِيَّةِ أَبِي جَهَنَّمِ، فَإِنَّهَا أَلْهَنَنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي)). وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عِلْمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ يَقْسِنِي)). [طرفاء في : ۵۸۱۷، ۷۵۲].

### ۱۵- بَابُ إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسِدُ صَلَاتُهُ؟ وَمَا يُنْهَى عَنْ ذَلِكَ

۳۷۴- حدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْهُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حدَّثَنَا عَنْهُ الْوَارِثُ قَالَ: حدَّثَنَا عَنْهُ الْعَزِيزِ بْنَ صَهْبَيْرٍ عَنْ أَنْسٍ قَالَ: كَانَ قَرَامٌ لِعَائِشَةَ مُسْرَتٌ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمِينٌ عَنْ

قِوامُكَ هَذَا، فَإِنَّهُ لَا تَرَالْ تَصَاوِيرَةً تَغْرِبُ  
هَنَادُو۔ کیونکہ اس پر نقش شدہ تصاویر برابر میری نماز میں خلل انداز  
فی صَلَاتِي)۔ [طرفہ فی : ۵۹۵۹].

**تَشْرِيف** گواں حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس کا حکم بھی وہی ہے جو تصویر کا ہے اور جب لٹکانے سے آپ نے منع فرمایا تو یقیناً طریقے اولیٰ منع ہو گا۔ اور شاید حضرت امام نے کتاب اللباس والی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے جس پر صلیب بنی ہوتی، اس کو تو زدیا کرتے تھے۔ اور باب کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ایسے کچڑے کا پہننا یا لٹکانا منع ہے لیکن اگر کسی نے اتفاقاً پہن لیا تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ آپ نے اس نماز کو دوبارہ نہیں لوٹایا۔

### باب جس نے ریشم کے کوٹ میں نماز پڑھی پھر اسے اتار دیا۔

(۳۷۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یہی  
بن سعد نے یزید بن جبیب سے بیان کیا، انہوں نے ابوالخیر مرشد سے،  
انہوں نے عقبہ بن عامر سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو ایک  
ریشم کی قبّۃ تختہ میں دی گئی۔ اسے آپ نے پہنا اور نماز پڑھی لیکن  
آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بڑی تیزی کے ساتھ اسے اتار دیا۔  
گویا آپ اسے پہن کر ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ پھر آپ نے  
فرمایا یہ پرہیز گاروں کے لائق نہیں ہے۔

**تَشْرِيف** مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت جبریل ﷺ نے مجھ کو اس کے پہنے سے منع فرمادیا۔ یہ کوٹ آپ نے اس  
وقت پہنا ہو گا جب تک مردوں کو ریشمی کچڑے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے سونا اور ریشم کے لئے  
اعلان فرمادیا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔

### باب سرخ رنگ کے کچڑے میں نماز پڑھنا۔

(۳۷۶) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن الی  
زادہ نے بیان کیا یعنی بن ابی جیحفہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو جیحفہ  
وہب بن عبد اللہ سے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ  
چڑے کے خیمه میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال بن عوف  
آن خیمہ میں دیکھو کر وضو کرا رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی  
حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا

### ۱۶ - بَابُ مَنْ صَلَّى فِي فَرُوجٍ حَرِيرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

(۳۷۶) - حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا الْأَنْبِيثُ عَنْ يَزِيدِهِ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ  
عَفْنَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : أَهْدَيْتِ إِلَى النَّبِيِّ  
**فَرُوجٍ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ**  
انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزَعًا شَدِيدًا كَأَنَّكَارِهِ لَهُ  
وَقَالَ : ((لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُتَقْنِينَ)).

[طرفہ فی : ۵۸۰۱].

### ۱۷ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي النُّوبِ الأخمر

(۳۷۶) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْغَرَةَ قَالَ:  
حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَيْدَةَ عَنْ عَوْنَ بْنِ  
أَبِي جَحْنِفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ ﷺ فِي قَبْيَةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدْمَ، وَرَأَيْتُ  
بِلَالًا أَخَدَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَرَأَيْتُ  
النَّاسَ يَتَدَرَّوْنَ ذَاكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ

ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پاسکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بالا بنٹو کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی انھائی جس کے نیچے لو ہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ذیرے میں سے) ایک سرخ پوشک پہنے ہوئے تھے بند انھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو درکعت نماز پڑھائی، میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔

أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخْدَى مِنْ بَلَلٍ يَدُ صَاحِبِهِ.  
ثُمَّ رَأَيْتَ بِلَالًا أَخْدَى عَنْزَةً لَهُ فَرَسَكَهَا،  
وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَلْلٍ حَمْرَاءَ مُشْمَرًا  
صَلَّى إِلَى الْعَنْزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتَ  
النَّاسَ وَالدَّوَابَ يَمْرُونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ  
الْعَنْزَةِ.

[راجح: ۱۸۷]

**لَشَبِيبَنْج** امام ابن قیم نے کہا ہے کہ آپ کا یہ جوڑا زرا سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور کالی دھاریاں تھیں۔ سرخ رنگ کے متعلق حافظ ابن حجر نے سات ذہب بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافروں یا عورتوں کی مشابہت کی نیت سے مرد کو سرخ رنگ والے کپڑے پہننے درست نہیں ہیں اور کسم میں رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لئے بالاتفاق ناجائز ہے۔ اسی طرح لال زین پوشوں کا استعمال جس کی ممکنگی میں صاف حدیث موجود ہے۔ ذیرے سے نکتے وقت آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مسلم کی روایت میں ہے، گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرہ کے باہر سے کوئی آدمی نمازی کے آگے سے نکلے تو کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ نماز میں خلل ہوتا ہے۔

## باب چھست اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کے بارے میں

حضرت ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا کہ حضرت امام حسن بصری بر فر پر اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضافت نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ اس کے نیچے اور پرانے پیشاب ہی کیوں نہ بہہ رہا، ہوش رٹلکے نمازی اور اس کے نیچے میں کوئی آڑ ہو اور ابو ہریرہ بن عوف نے مسجد کی چھست پر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا میں نماز پڑھی (اور وہ نیچے تھا) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بر فر پر نماز پڑھی۔

قَالَ أَبُو عَنْدِ اللَّهِ: وَلَمْ يَرَ الْحَسَنَ بَأْسًا أَنْ يَصَلِّي عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِيرِ وَإِنْ جَرِيَ تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَعْمَاهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُرْتَةٌ. وَصَلَّى أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى سَقْفِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ، وَصَلَّى أَبْنُ  
عُمَرَ عَلَى التَّلْجِ.

**لَشَبِيبَنْج** حافظ ابن حجر عسکری فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری قدس رہنے اشادہ فرمایا ہے کہ ان صورتوں میں نماز درست ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ نجاست کا دور کرنا جو نمازی پر فرض ہے اس سے یہ غرض ہے کہ نمازی کے بدن یا کپڑے سے نجاست نہ لگے۔ اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جیسے لو ہے کا بسما ہو یا ایسا کوئی ملوہ ہو جس کے اندر نجاست ہے رہی ہو اور اس کے اوپر کی سطح پر جمل نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے کوئی نماز پڑھنے تو یہ درست ہے۔ حضرت ابو ہریرہ والے اثر کو ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے لکھا ہے۔

(۷۷۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

377 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

سفیان بن عینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا۔ کہا کہ لوگوں نے سمل بن سعد ساعدی سے پوچھا کہ منبر نبوی کس چیز کا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب (دنیاۓ اسلام میں) اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ منبر غائب کے جھاؤ سے بنا تھا۔ فلاں عورت کے غلام فلاں نے اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بنایا تھا۔ جب وہ تیار کر کے (مسجد میں) رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کھڑے ہوئے اور آپ نے قبلہ کی طرف اپنا منہ کیا اور تکمیر کی اور لوگ آپ کے پیچے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے قرآن مجید کی آیتیں پڑھیں اور رکوع کیا۔ آپ کے پیچے تمام لوگ بھی رکوع میں چلے گئے۔ پھر آپ نے اپنا سراہیا۔ پھر اسی حالت میں آپ اٹھے پاؤں پیچھے ہٹے۔ پھر زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور قرآن رکوع کی، پھر رکوع سے سراہیا اور قبلہ ہی کی طرف رخ کئے ہوئے پیچھے لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ یہ ہے منبر کا قصہ۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا کہ مجھ سے امام احمد بن حبل نے اس حدیث کو پوچھا۔ علی نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں لوگوں سے اوپنے مقام پر کھڑے ہوئے تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے کہ امام مقتدیوں سے اوپنی جگہ پر کھڑا ہو۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حبل سے کہا کہ سفیان بن عینہ سے یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی، آپ نے بھی یہ حدیث ان سے سنی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

حدَّثَنَا سُفِيَّانُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ : سَأَلُوا سَرْذَلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ؟ فَقَالَ : مَا يَقْرَئُ بِالنَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي ، هُوَ مِنْ أَنْلَى الْغَافِبَةِ، عَمِيلٌ فَلَانَ مَوْلَى فَلَانَةَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ غَيْلَ وَوُضُعَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، كَبَرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَقَرَا وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْفَرَى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ رَعَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ قَرَا ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْفَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ. فَهَذَا شَاهَدٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ عَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَالَّى اللَّهُ عَلَيْهِ الْحَمْدُ بْنُ حَنْبَلَ رَحْمَةً اللَّهِ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ : فَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ أَغْلَى مِنَ النَّاسِ، فَلَا يَأْسَ أَنْ يَكُونَ الْإِمَامَ أَغْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ : فَقُلْتُ : إِنَّ سُفِيَّانَ بْنَ عَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ : لَا.

[اطرافہ فی : ۴۴۸، ۹۱۷، ۲۰۹۴]

. [۲۵۶۹]

**تَشْرِيف** عابہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں تھا۔ جہاں جھاؤ کے درخت بہت عمدہ ہوا کرتے تھے۔ اسی سے آپ کے لئے منبر بیان کیا تھا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ امام مقتدیوں سے اوپنی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ بھی نکلا کہ اتنا بڑا یا آگے بڑھنا نماز کو نہیں توڑتا۔ خطابی نے کہا کہ آپ کا منبر تین سیڑھیوں کا تھا۔ آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے ہوں گے تو اتنے چھٹے میں صرف دو قدم ہوئے۔ امام احمد بن حبل رض نے جب یہ حدیث علی بن مدینی سے سنی تو اپا منلک بھی قواردیا کہ امام مقتدیوں سے بلند کھڑا ہو تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔ سننے کی فتحی سے مراد یہ کہ پوری روایت نہیں سنی۔ امام احمد نے اپنی سند سے سفیان سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں صرف اتنا ہی ذکر ہے کہ منبر غائب کے جھاؤ کا بیان کیا تھا۔

حنفیہ کے ہاں بھی اس صورت میں افتداء صحیح ہے بشرطیک مقتدی اپنے امام کے رکوع اور سجدہ کو کسی ذریعہ سے جان کے اس کے

لئے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ چھت میں کوئی سوراخ ہو۔ (البیهیم الباری، جلد دوم / ص: ۷۷)

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا  
خَمِينَةُ الطَّوْنَلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ سَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرْسِهِ فَجَعَلَتْ  
سَاقَةً - أَوْ كِفَةً - وَآتَى مِنْ نِسَائِهِ  
شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرِبَةٍ لَهُ ذَرْجَهَا مِنْ  
جَذْوَعٍ، فَأَتَاهَا أَصْنَابَهُ يَعْوَذُونَهُ فَصَلَّى  
بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ:  
(إِنَّمَا جُعِلَ الْإِيمَانُ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا كَبَرَ  
لَكَبِرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ  
فَاسْجُدُوا، وَإِنْ صَلَّى قَاتِلًا فَصَلُّوا  
قِيَامًا). وَنَزَلَ لِتَسْعِي وَعِشْرِينَ، فَقَالُوا يَا  
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ آتَيْتَ شَهْرًا، فَقَالَ: (إِنَّ  
الشَّهْرَ تِسْعَةَ وَعِشْرُونَ) .

[اطرافہ فی : ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵،  
۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱،  
۵۲۸۹، ۶۶۸۴]

۵۵ میں آپ اتفاقاً گھوڑے سے گر گئے تھے اور ایک موقع پر آپ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ کے لئے ۹ میں تشریح علیمگی کی قسم کھائی تھی۔ ان دونوں مواقع پر آپ نے بالا خانے میں قیام فرمایا تھا۔ زخمی ہونے کی حالت میں اس لئے کہ صحابہ کو عیادت میں آسانی ہو اور ازواج مطہرات سے جب آپ نے ملنا جانا ترک کیا تو اس خیال سے کہ پوری طرح ان سے علیحدگی رہے، بہر حال ان دونوں واقعات کے سن و تاریخ الگ الگ ہیں لیکن راوی اس خیال سے کہ دونوں مرتبہ آپ نے بالا خانہ پر قیام فرمایا تھا انہیں ایک ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ قسطلانی فرماتے ہیں۔ والصحیح انه منسخ بصلاتهم فی اخر عمره علیه الصلوة والسلام قیاما خلفه وهو قادر لعن صحیح یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے اس لئے کہ آخر عمر میں (آخرۃت شہر میں) بیٹھ کر نماز پڑھائی، اور صحابہ آپ کے پیچے کھڑے ہوئے تھے۔

۱۹ - بَابُ إِذَا أَصَابَ ثُوبَ  
بَابُ جَبْ سَجَدَ مِنْ آدَمِ كَاْكَرْداً اسَّكَنَتْ سَجَدَ  
لَگَ جَاءَ توْكِيَا حُكْمَ ہے؟

الْمُصَلَّی امرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ

(۳۷۹) ہم سے مدد نے بیان کیا خالد سے، کماکہ ہم سے سلیمان شبیانی نے بیان کیا عبد اللہ بن شداد سے، انہوں نے حضرت میمونہ بیٹی نے، آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے اور حاضر ہونے کے باوجود میں ان کے سامنے ہوتی، اگر جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا۔ انہوں نے کماکہ آپ (کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے) مصلی پر نماز پڑھتے تھے۔

### باب بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان۔

اور جابر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم نے کشتبی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم نے کماکشی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ جب تک کہ اس سے تیرے ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو اور کشتبی کے رخ کے ساتھ تو بھی گھومتا جاورنہ بیٹھ کر پڑھ۔

**لشیخ** حضرت جابر بن عبد اللہ کے اثر کو ابن الیثیہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کشتبی چلتی رہتی اور ہم نماز پڑھتے میں روایت کیا ہے۔ کشتبی کے ساتھ گھونٹے کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرو، پھر بعد ہر کشتبی گھونٹے کچھ مفارقہ نہیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ گو قبلہ رخ بلقی نہ رہے، امام بخاری یہ اثراں لئے لائے ہیں کہ کشتبی زمین نہیں ہے جیسا بوریا زمین نہیں ہے اور اس پر نماز درست ہے۔ جوز ابو حنیفة الصلوٰۃ فی السفینۃ قاعدة مع القدرۃ علی القیام (قسطلانی)، یعنی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہم نے کشتبی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ کھڑے ہونے کی قدرت بھی ہو۔ (یہ باب منعقد کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہم کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے کہ جو مٹی کے سوا اور کسی بھی چیز پر سجدہ جائز نہیں جانتے)

(۳۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کماکہ ہمیں امام مالک نے خبردی اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے انس بن مالک سے کہ ان کی نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا تیار کر کے کھانے کے لئے بلایا۔ آپ نے کھانے کے بعد فرمایا کہ آؤ تمہیں نماز پڑھادوں۔ انس رضی اللہ عنہم نے کماکہ میں نے اپنے گھر سے ایک بوریا اٹھایا جو کثرت استعمال سے کالا ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے (اسی بوریے پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک تیسم (کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو ضمیرہ کے لڑکے ضمیرہ) آپ کے پیچھے صفائی کر کھڑے ہو گئے اور بوڑھی عورت (انس

- ۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَةُ وَأَنَا حَافِظٌ، وَرَبِّيَا أَصَابِينِي ثَوْبَةٌ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ: وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْحُمْرَةِ۔ [راجح: ۳۲۳]

- ۲۰ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ وَصَلَّى جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيدٍ فِي السَّفِينَةِ قَائِمًا。 وَقَالَ الْحَسَنُ : يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشْقُ عَلَى أَصْحَابِكَ تَدْوُرْ مَعَهَا، وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

**لشیخ** حضرت جابر بن عبد اللہ کے اثر کو ابن الیثیہ نے روایت کیا ہے۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہم نے اور امام بخاری نے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ کشتبی کے ساتھ گھونٹے کا مطلب یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرو، پھر بعد ہر کشتبی گھونٹے کچھ مفارقہ نہیں۔ نماز پڑھتے رہو۔ گو قبلہ رخ بلقی نہ رہے، امام بخاری یہ اثراں لئے لائے ہیں کہ کشتبی زمین نہیں ہے جیسا بوریا زمین نہیں ہے اور اس پر نماز درست ہے۔ جوز ابو حنیفة الصلوٰۃ فی السفینۃ قاعدة مع القدرۃ علی القیام (قسطلانی)، یعنی حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہم نے کشتبی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ کھڑے ہونے کی قدرت بھی ہو۔ (یہ باب منعقد کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہم کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے کہ جو مٹی کے سوا اور کسی بھی چیز پر سجدہ جائز نہیں جانتے)

- ۳۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَنَةَ مُلِينَكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ لِطَعَامِ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((فَوَمَا فَلَأَصْلَ لَكُمْ)). قَالَ أَنْسٌ: فَقَمْتُ إِلَيْهِ حَصِيرٍ لَنَا فَقُلْ أَسْوَدَ مِنْ طُولِ مَا لُبْسٌ، فَنَضَخَهُ بِمَاءٍ。 فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ، وَصَفَقَتْ وَالْيَمِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجْرُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا。 فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ

رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ إِنْصَرَفَ.  
کی ثانی ملیکہ) ہمارے پیچے کھڑی ہوئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے  
ہمیں دور کعت نماز پڑھائی اور وہ اپس گھر تشریف لے گئے۔  
[اطرافہ فی : ۷۲۷، ۸۶۰، ۸۷۱، ۸۷۴]  
۱۱۶۴]

**بعض لوگوں نے ملیکہ کو حضرت انس کی دادی بتایا ہے۔ ملیکہ بنت مالک بن عدی انس کی ماں کی والدہ ہیں۔ انس کی ماں کا  
نام ام سلیم اور ان کی ماں کا نام ملیکہ ہے۔ اوالضمیر فی جدته یعود علی انس نفسہ وہ جزم ابن سعد (قسطلانی) یہاں بھی  
حضرت امام ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے صرف مٹی ہی کو بطور شرط خیال کرتے ہیں۔**

### باب کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا۔

(۳۸۱) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا کہ کماہم  
سے شعبہ نے، کماہم سے سلیمان شبیانی نے عبد اللہ بن شداد کے  
واسطے سے انسوں نے ام المؤمنین میمونہ بنت حیثما سے، انسوں نے کماکہ  
نبی کرم ﷺ سے سجدہ گاہ (یعنی چھوٹے مسئلے) پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۳۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا  
شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ:  
كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْلَى عَلَى الْخُمُرَةِ.

[راجح: ۳۳۳]

قال الجوهری الخمرة بالضم سجادة صغيرة تعمل من سحف النخل وترمل بالخيوط وقال صاحب النهاية هي مقدار ما يوضع عليه  
الرجل وجهه في سجوده من حصير أو نسحة خوص ونحوه من الشاب ولا يكون خمرة الا في هذا المقدار (تل: ج: ۲/ ص: ۱۲۹) خاص  
یہ کہ خمرة چھوٹے مسئلے پر بولا جاتا ہے وہ کھجور کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یا کسی طول بولی بوریا ہردو پر نماز جائز ہے، یہاں بھی حضرت امام  
قدس سرہ ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کو شرط قرار دیتے ہیں۔

### باب بچھونے پر نماز پڑھنا (جائز ہے)

اور انس بن مالک بن شریعت نے اپنے بچھوئے پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ہم  
نبی کرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی اپنے  
کپڑے پر سجدہ کر لیتا تھا۔

۲۲ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ  
وَصَلَى أَنَسُّ بْنُ مَالِكٍ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ  
أَنَسُ: كَانَ نَصْلَى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَسْجُدُ  
أَحَدُنَا عَلَى ثُوبِهِ.

(۳۸۲) ہم سے اساعیل بن ابی اویس نے بیان کیا کہ کما جھ سے امام  
مالک نے عمر بن عبد اللہ کے غلام ابوالنصر سالم کے حوالہ سے، انسوں  
نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، انسوں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ و  
سلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتایا کہ  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سو جاتی اور میرے پاؤں کو  
آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو میرے پاؤں کو  
آہستہ سے دبادیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور آپ جب کھڑے

۳۸۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي  
مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضِيرِ مَوْنَى عَمْرَ بْنِ عَيْنَى  
اللَّهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ  
عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كَثُرَتْ  
أَنَامُ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرَجْلَاهِ  
فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ عَمَّرَنِي فَقَبَضَتْ  
رِجْلَيِ، فَإِذَا قَامَ بَسَطَتْهُمَا. قَالَتْ:

ہو جاتے تو میں انہیں پھر پھیلادیتی۔ ان دونوں گھروں میں چراغ بھی نہیں ہوا کرتے تھے۔

وَالْبَيْوتُ يَوْمَئِلْ لَئِسَ لِفِيهَا مَصَابِيحُ.

[اطرافہ فی : ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۹، ۶۲۷۶، ۱۲۰۹، ۹۹۷]

(۳۸۳) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے یث بن سعد نے عقیل سے، انہوں نے ابن شاہب سے، ان کو عروہ نے خبردی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے پھونے پر نماز پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس طرح لیٹی ہوتی جیسے (نماز کے لئے) جنازہ رکھا جاتا ہے۔

۳۸۳- حَدَّثَنَا يَحْتَىٰ بْنُ بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثُّ عَنْ غَعْنَىٰ عَنْ أَبِنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْرُوَةُ أَنَّ عَالِيَّةَ أَخْبَرَنَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَىٰ فِرَاشِ أَهْلِهِ أَغْتَرَ أَصْنَاعَ الْجَنَازَةِ.

[راجح: ۳۸۲]

اوپر والی حدیث میں پھونے کا لفظ نہ تھا، اس حدیث سے وضاحت ہو گئی۔

(۳۸۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم سے یث بن سعد نے حدیث بیان کی زید سے، انہوں نے عراک سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے کہ نبی کریم ﷺ اس پھونے پر نماز پڑھتے جس پر آپ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں۔

۳۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثُّ عَنْ يَزِيدِهِ عَنْ عِرَاقِ عَنْ عَزْرُوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَعَائِشَةَ مُغْتَرِضَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَىٰ الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَمَّ إِلَيْهِ [راجح: ۳۸۲]

(اس حدیث میں مزید وضاحت آگئی کہ جس بستر پر آپ سویا کرتے تھے، اسی پر بعض وفع نماز بھی پڑھ لیتے۔ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کے لئے زمین کی مٹی کا بطور شرط ہونا ضروری نہیں ہے۔ سجدہ برعکس زمین ہی پر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ستر یا چنانی یا مصلی زمین پر بچھا ہوا ہے)

### باب سخت گرمی میں کڑے پر سجدہ کرنا (جازی ہے)

اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ عمame اور کٹوپ پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستینوں میں ہوتے۔

(۳۸۵) ہم سے ابوالویدہ شام بن عبد الملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے غالب قحطان نے بکر بن عبد اللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

### ۲۳- بَابُ السُّجُودِ عَلَىٰ الشُّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

وَقَالَ الْحَسَنُ: كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَىِ الْعِمَامَةِ وَالْقَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمَّهِ.

۳۸۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفْضَلِ قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَانُ عَنْ بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَتَنَا نُصَلِّي

پھر سخت گری کی وجہ سے کوئی کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ  
جحدے کی جگہ رکھ لیتا۔

مَعَ النَّبِيِّ فَيَقْبَعُ أَخْدَنَا طَرَفُ الْغُوبِ  
مِنْ شِدَّةِ الْحَرَّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ.  
[طرفہ فی : ۵۴۲ ، ۱۲۰۸] .

### باب جو قول سمیت نماز پڑھنا (جاائز ہے)

(۳۸۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے بیان کیا، کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کرم شلیلہ اپنی جوتیاں پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں!

**تشریح** جو تے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیعیانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اسے مار کرتے تھے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ پاک صاف ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فعل عربوں کا ایک خاص جو تاثرا در ان عام جو قول میں نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ پاک صاف بھی ہوں۔ دلائل کی رو سے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ جو قول میں نماز بلا کراہت جائز درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک صاف سترے ہوں، لندگی کا ذرا بھی شبہ ہو تو ان کو اتارنا چاہئے۔

### باب موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا (جاائز ہے)

(۳۸۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے اعش کے واسطے، اس نے کہا کہ میں نے ابراہیم نجھی سے سنا۔ وہ ہام بن حارث سے روایت کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبد اللہ کو دیکھا، انہوں نے پیش اب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور (موزوں سمیت) نماز پڑھی۔ آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا کہ میں نے نبی کرم شلیلہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نجھی نے کہا کہ یہ حدیث لوگوں کی نظر میں بہت پسندیدہ تھی، کیونکہ جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

(۳۸۸) ہم سے اسحاق بن نفر نے بیان کیا کہ کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا اعش کے واسطے، انہوں نے مسلم بن صبح سے، انہوں نے سروق بن ابدع سے، انہوں نے مغیرہ بن شعبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کرم شلیلہ کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے

### باب الصلاة في العال

۳۸۶ - حَدَّثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنَ يَزِيدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ: أَكَانَ النَّبِيُّ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ [طرفہ فی : ۵۸۰].

ابو داؤد اور حاکم کی حدیث میں یوں ہے کہ یہودیوں کے خلاف کروہ جوتیوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جو تے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیعیانی کوئی نماز میں جوتا اتارے تو اسے مار کرتے تھے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ پاک صاف ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فعل عربوں کا ایک خاص جو تاثرا در ان عام جو قول میں نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ پاک صاف بھی ہوں۔ دلائل کی رو سے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے۔ جو قول میں نماز بلا کراہت جائز درست ہے۔ بشرطیکہ وہ پاک صاف سترے ہوں، لندگی کا ذرا بھی شبہ ہو تو ان کو اتارنا چاہئے۔

### باب الصلاة في الخفاف

۳۸۷ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَحْدُثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: رَأَيْتُ جَرِيزَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بَالَّ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفْفَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، فَسُئِلَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَ فَصَلَّى صَنَعَ مِثْلَ هَذَا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يَغْبِيُهُمْ، لَانَّ جَرِيزًا كَانَ مِنْ أَخْرِيَ مِنْ أَسْلَمَ.

۳۸۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَاطِةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُسْتَرْوَقٍ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شَعْبَةَ قَالَ: وَصَلَّاتُ النَّبِيِ فَمَسَحَ عَلَى خُفْفَيْهِ

وَصَلَىٰ [راجع: ۱۸۲]

موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

**لَشَبِيهِ** خف کی تعریف یہ ہے والغف نعل من ادم یہطی الحکیمین (نبیل الاولانی یعنی وہ چجزے کا ایک ایسا جو تا ہے جو مخنوں تک سارے پیر کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر مسح کا جائز ہونا جیمور امت کا سلسلہ ہے۔ عن ابن المبارک قال لمیں فی المسح علی الخفین عن الصحابة اختلاف (نبیل الاولانی یعنی صحابہ میں خفین پر مسح کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف متقول نہیں ہوا۔ نووی شرح مسلم میں ہے کہ مسح علی الخفین کا جواز بے شمار صحابہ سے مردی ہے۔ یہ ضروری شرط ہے کہ پہلی دفعہ جب بھی خف پہنا جائے وہ مسح کر کے پیدھو کر پہنا جائے، اس صورت میں مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم اکے لئے ایک دن اور ایک رات اس پر مسح کر لیتا جائز ہو گا۔ ترجمہ میں موزوں سے یہی خف مراد ہیں۔ جراہوں پر بھی مسح درست ہے بشرطیکہ وہ اس قدر موٹی ہوں کہ ان کو حقیقی جراب کما جاسکے۔

## باب جب کوئی پورا سجده نہ کرے (تو اس کی نماز کے متعلق کیا فوٹی ہے؟)

۲۶- بَابُ إِذَا لَمْ يُتْمِمْ

### السُّجُود

۳۸۹- حَدَّثَنَا الصَّلَتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَهْدِيُّ عَنْ وَاصِيلٍ عَنْ أَبِي وَالْإِلِّ عَنْ حَدِيفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتْمِمُ رَكْوَعَةً وَلَا سُجُودَةً، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حَدِيفَةُ: مَا صَلَيْتَ؟ قَالَ: وَأَخْسِبْتَهُ قَالَ: لَوْ مُتْ مُتْ غَلَى غَيْرِ سُنْتِ مُحَمَّدٍ.

[طرفہ فی : ۷۹۱، ۸۰۸].

(۳۸۹) ہمیں صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے مهدی بن میمون نے واصل کے واسطے سے وہ ابو والل شعیین بن سلمہ سے، وہ حذیفہ بن شوش سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حذیفہ بن شوش نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو والل راوی نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ بن شوش نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اسی ہی نماز پر مر جاتا تو آخر پر مسح کی سنت پر نہیں مرتا۔

**لَشَبِيهِ** رکوع اور سجدہ پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم تین تین مرتبہ رکوع اور سجدہ کی دعا میں پڑھی جائیں، اور رکوع ایسا ہو کہ کمر بالکل سیدھی جھک جائے اور ہاتھ عمده طور پر گھٹنوں پر ہوں۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیروں کی قبلہ رخ انگلیاں زمین پر جم جائیں۔ رکوع اور سجدہ کو ان صورتوں میں پورا کیا جائے گا۔ جو لوگ مرغوں کی طرح ٹوٹگئے مارتے ہیں، وہ اس حدیث کی وعید کے مددان ہیں۔ سنت کے مطابق آہستہ نماز ادا کرنا جماعت اہل حدیث کا طرہ امتیاز ہے، اللہ اسی پر قائم داعم رکھے آئیں۔

## باب سجده میں اپنی بغلوں کو کھلی رکھے اور اپنی پسلیوں سے (ہر دو کہنیوں کو) جدا رکھے۔

۲۷- بَابُ يُنْدِي ضَبَّاغَيْهِ وَيَجَافِي

### جَنْبِيَّةُ فِي السُّجُود

۳۹۰- أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضْرَبَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبْنِ هُرْمَزَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ أَبْنِ بُحْيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

(۳۹۰) ہم سے بھی بن بکیر نے بیان کیا، کہا مجھ سے حدیث بیان کی بکر بن مضر نے جعفر سے، وہ ابن ہرمز سے، انہوں نے عبد اللہ بن مالک بن بھیان سے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے

درمیان اس قدر کشادگی کر دینے کے دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی اور یہٹ نے یوں کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث یہاں کی۔

كَانَ إِذَا صَلَّى فَرْجَ نَبِيِّنَ يَدِيهِ حَتَّى  
يَنْدُو بِهَا ضَرْبَ إِنْطَهٰ. وَقَالَ الْمُتَّهِّثُ: حَدَّثَنِي  
جَعْفُرُ بْنُ رَبِيعَةَ لَهُوَ.

[طرفہ فی : ۸۰۷، ۳۵۶۴].

یہ سب رکوع و گھود کے آداب یہاں کئے گئے ہیں جن کا مظہر رکھنا بے حد ضروری ہے۔

۲۸- بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ ،

اور ابو حمید رحمۃ اللہ علیہ صحابی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نمازی نماز میں اپنے پاؤں کی الگیاں بھی قبلے کی طرف رکھے۔

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

فَالَّهُ أَبُو حَمِيدٍ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

**لشیخ** آخر حضرت شیخ قیام مکہ میں اور شروع نماہ میں بیت المقدس میں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپ کی تمنا تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ مکہ شریف کی سبھ کو مقرر کیا جائے۔ چنانچہ میہنہ میں تحول قبلہ ہوا اور آپ نے مکہ شریف کی مسجد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی اور قیامت تک کے لئے یہ تمام دنیاۓ اسلام کے لئے قبلہ مقرر ہوا۔ اب کلہ شادت کے ساتھ قبلہ کو تسلیم کرنا بھی ضروریات ایمان سے ہے۔

(۳۹۱) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن مددی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے منصور بن سعد نے میمون بن سیاہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھلایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔

(۳۹۲) ہم سے یعیم بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ ابن المبارک نے حمید طویل کے واسطے، اسے، انہوں نے روایت کیا انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جگ کر کوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کریں اور ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو ان کا خون اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو گئے۔ مگر کسی حق

۳۹۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُنْصُورٌ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذِيْنَحْتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ)). [طرفہ فی : ۳۹۲، ۳۹۳].

۳۹۲ - حَدَّثَنَا نُعِيمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِكَ عَنْ حَمِيدِ الطَّوَّانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمْرَتُ أَنْ أَقْتَلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوهَا، وَصَلُوَا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَكَلُوا ذِيْنَحْتَنَا، فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا

کے بد لے اور (باطن میں) ان کا حساب اللہ پر رہے گا۔

بِحَقْهَا، وَجِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ).

[راجع: ۳۹۱]

(۳۹۳) علی بن عبد اللہ میئنی نے فرمایا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا؟ انہوں نے کہا ہم سے حمید طویل نے بیان کیا؟ انہوں نے کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ! آدمی کی جان اور مال پر زیادتی کو کیا چیزیں حرام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معجود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذیجہ کو کھلایا تو وہ مسلمان ہے۔ پھر اس کے وہی حقوق ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو عام مسلمانوں پر ہیں اور ابن ابی مریم نے کہا، ہمیں بھی بن ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے انس بن مالک رض نے بنی کریم رض سے نقل کر کے حدیث بیان کی۔

لشیخ ان احادیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر اسلام کی غیار قائم ہے جن میں اولین چیز کلمہ طیبہ پڑھنا اور توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے اور اسلامی تعلیم کے مطابق قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرنا اور اسلام کے طریقہ پر فتح کرنا اور اسے کھانا، یہ وہ ظاہری امور ہیں جن کے بجالانے والے کو مسلمان ہی کمالاً کہا جائے گا۔ رہا اس کے دل کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔ چونکہ اس میں قبلہ رخ منہ کرنا بطور اصل اسلام ذکور ہے، اس لئے حدیث اور باب میں مطابقت ہوئی۔

باب مدینہ اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان اور (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے۔ کیونکہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خاص اہل مدینہ سے متعلق اور اہل شام بھی اسی میں داخل ہیں) کہ پاچانہ پیشتاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، البتہ مشرق کی طرف اپنا منہ کرو، یا مغرب کی طرف۔

لشیخ مدینہ اور شام سے مکہ جنوب میں پڑتا ہے، اس لئے مدینہ اور شام والوں کو پاچانہ اور پیشتاب مشرق اور مغرب کی طرف منہ طرف منہ کریں۔ امام بخاری کی مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونے سے بھی مراد ہے کہ ان لوگوں کا قبلہ مشرق اور مغرب نہیں ہے جو کہ سے جنوب یا شمال میں رہتے ہیں۔

۳۹۳ - قَالَ أَبْنُ أَبِي مَرْيَمْ أَخْبَرَنَا يَحْتَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ عَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدٌ قَالَ: سَأَلَ مَيْمُونَ بْنَ سِيَاهَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ وَمَا يَحْرُمُ دَمَ الْفَيْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ: مَنْ شَهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاسْتَفْعَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلَّى صَلَاتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ قَالَ أَبْنُ أَبِي مَرْيَمْ أَخْبَرَنَا يَحْتَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۳۹۱]

۲۹ - بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّاءِ وَالْمَشْرِقِ، لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تَسْتَقِبُلُوْنَا الْقِبْلَةَ بِغَاطِيْرٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلَكِنْ شَرُّقُوا أَوْ غَرْبُوا)).

لشیخ کر کے کرنے کا حکم ہوا لیکن جو لوگ کسے مشرق یا مغرب میں رہتے ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ کریں۔ امام بخاری کی مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونے سے بھی مراد ہے کہ ان لوگوں کا قبلہ مشرق اور مغرب نہیں ہے جو کہ سے جنوب یا شمال میں رہتے ہیں۔

(۳۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا ہم سے زہری نے عطاء بن یزید لیشی کے واسطے سے، انہوں نے ابو ایوب انصاری روثقہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم تقاضے حاجت کے لئے جاؤ تو اس وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیشہ کرو۔ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف اس وقت اپنا منہ کر لیا کرو۔ ابو ایوب نے فرمایا کہ ہم جب شام میں آئے تو یہاں کے بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے (جب ہم تقاضے حاجت کے لئے جاتے تو ہم مرجاتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے تھے اور زہری نے عطاء سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ عطاء نے کہا میں نے ابو ایوب سے سنا، انہوں نے اسی طرح آخر ہفت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

اصل میں یہ حدیث ایک ہے جو دو سنوں سے روایت ہے۔ امام بخاری روثقہ کا مقصد یہ ہے کہ سفیان نے علی بن عبد اللہ مدینی سے یہ حدیث دوبار بیان کی، ایک بار میں تو عن عطاء عن ابی ایوب کما، اور دوسری بار میں محنت ابا ایوب کما تو دوسری بار میں عطاء کے سامنے کی ابو ایوب سے وضاحت ہو گئی۔

### باب اللہ عزوجل کا رشارد ہے کہ

”مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔“ (ابقرۃ: ۱۲۵)

الله تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ابراہیم سے پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا گر صد افسوس کہ امت نے کعبہ کو ہی تقسیم کر دیا اور چار سلسلے خنی شافعی ماکی اور ضبلی ناموں سے ایجاد کر لئے گئے۔ اس طرح امت میں وہ تفریق پیدا ہوئی کہ جس کی سزا آج تک مسلمانوں کو مل رہی ہے اور وہ باہمی اتفاق کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ بھلا کرے مجیدی حکومت کا جس نے کعبہ سے اس تفریق کو ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک مصلیٰ ابراہیمی پر جمع کر دیا، اللہ اس حکومت کو بھیشہ نیک توفیق دے اور قائم رکھے۔ آمین۔

(۳۹۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، کہا ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیت اللہ کا طواف عمرو کے لئے کیا لیکن صفا اور مروہ کی سی نہیں کی، کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے

۳۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُهْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ الْلَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَيْتُمُ الْفَاعِلَةَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدِرُوهَا، وَلِكِنْ شَرُّقُوا أَوْ غَرَّبُوا)) قَالَ أَبُو أَيُوبَ : فَقِدْمَنَا الشَّامُ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بَيْتَ قَبْلَةَ فِيْسَحْرَفَ وَسَتَفِيرَ اللَّهُ تَعَالَى. وَعَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءَ قَالَ: سَعِيْتُ أَبَا أَيُوبَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ. مِثْلُهُ [راجح: ۱۴۴]

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ مَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الله تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ابراہیم سے پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا گر صد افسوس کہ امت نے کعبہ کو ہی تقسیم کر دیا اور چار سلسلے خنی شافعی ماکی اور ضبلی ناموں سے ایجاد کر لئے گئے۔ اس طرح امت میں وہ تفریق پیدا ہوئی کہ جس کی سزا آج تک مسلمانوں کو مل رہی ہے اور وہ باہمی اتفاق کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ بھلا کرے مجیدی حکومت کا جس نے کعبہ سے اس تفریق کو ختم کر کے تمام مسلمانوں کو ایک مصلیٰ ابراہیمی پر جمع کر دیا، اللہ اس حکومت کو بھیشہ نیک توفیق دے اور قائم رکھنے والے طواف بین الصفا والمروءة، و طاف بین الصفا والمروءة، و هلقد کان

پاس دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لئے  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔” (الاحزاب:  
۴۲) [۱۶۴۷، ۱۷۹۳، ۱۶۴۵، ۱۶۲۷، ۱۶۲۳] .  
لکم فی رَسُولِ اللَّهِ أَسْنَةً حَسَنَةً.

(۳۹۶) عمرو بن دینار نے کہا، ہم نے جابر بن عبد اللہ سے بھی یہ مسئلہ  
پوچھا تو آپ نے بھی کیا فرمایا کہ وہ یوں کے قریب بھی اس وقت  
تک نہ جائے جب تک صفا اور مروہ کی سعی نہ کر لے۔

٣٩٦ - وَسَأَلَنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ :  
لَا يَفْرَبُنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَّا  
وَالْمَرْوَةِ.

[اطرافہ في : ۱۶۲۴، ۱۶۴۶، ۱۷۹۴.]

**تَسْبِيحَ** گویا عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ اشارہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی واجب ہے اور یہ بھی بتایا کہ صفا اور مروہ میں دوڑنا  
واجب ہے اور جب تک یہ کام نہ کرے عمرہ کا احرام نہیں کھل سکتا۔

حضرت امام حمیدی اور ائمہ احتفاظ حکمِ اللہ امجمیعین: صاحب انوار الباری نے حضرت امام حمیدی رضی اللہ عنہ کے متعلق  
بعض جگہ بہت ہی مناسب الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو امام شافعی رضی اللہ عنہ کا رفق خداوند اور ان کے نذہب کا برا علم بردار ملتاتے ہوئے امام ابو  
حنین رضی اللہ عنہ کا مخالف قرار دیا ہے (دیکھو انوار الباری جلد ہفتہ ص ۲۳) چونکہ امام حمیدی امام بخاری رضی اللہ عنہ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اس  
لئے امام بخاری رضی اللہ عنہ بھی ان کو اپنے بزرگ استاد سے کافی متاثر اور حنینت کے لئے شدید متعصب نظر آتے ہیں۔ اس مناسب بیان  
کے باوجود صاحب انوار الباری نے شاہ صاحب (مولانا انور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ) سے جو ہدایات نقل فرمائی ہیں، وہ اگر ہر وقت لمحظا خاطر  
رہیں تو کافی حد تک تعصب اور تقلید جامد سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب کے ارشادات صاحب انوار الباری کے لفظوں  
میں یہ ہیں۔

ہمیں اپنے اکابر کی طرف سے کسی حالت میں بدگمان نہ ہونا چاہئے حتیٰ کہ ان حضرات سے بھی جن سے ہمارے مقتداوں کے  
بارے میں صرف برے کلمات ہی نقل ہوئے ہوں کیونکہ ممکن ہے ان کی رائے آخر وقت میں بدل گئی ہو اور وہ ہمارے ان مقتداوں  
کی طرف سے سلیم الصدر ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ غرض سب سے بہتر اور اسلام طریقہ یہی ہے کہ ”قصہ زیں بر سر زیں“  
ختم کر دیا جائے اور آخرت میں سب ہی حضرات اکابر کو پوری عزت اور سربلندی کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے سے خوش  
ہوتے ہوئے ملیک مقتدر کے دربار خاص میں سمجھا جائے، جہاں وہ سب ارشاد خداوندی (وَتَرَعَنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلَبٍ  
اخْوَانًا عَلَى شَوْرِ مُتَفَلِّقِينَ) (الحجر: ۲۷) کے مظہر اتم ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز،” (انوار الباری، جلد: ۷/ ص: ۳۵)

ہمیں بھی یقین ہے کہ آخرت میں یہی معاملہ ہو گا، مگر شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بھی جملہ کلہ گو مسلمان ایک دوسرے کے  
لئے اپنے دلوں میں جگہ پیدا کریں اور ایک دوسرے کا احترام کرنا یکیکھیں تاکہ وہ امت واحدہ کا نمونہ بن کر آئے والے مصائب کا  
 مقابلہ کر سکیں۔ اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان ہی علماء کرام کی ہے جو امت کی عزت و ذات کے واحد ذمہ دار ہیں، اللہ  
ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ کسی شاعر نے ٹھیک کہا ہے۔

وَمَا افْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ وَالْجَاهِلُونَ وَرَهْبَانُهَا

یعنی دین کو بگاڑنے میں زیادہ حصہ ظالم بادشاہوں اور دنیا دار مولویوں اور مکار درویشوں ہی کا رہا ہے۔ اعادنا اللہ منہم

(۳۹۷) ہم سے مسدد بن مسدد بیان کیا، کما ہم سے بیکی بن سعید قطان نے بیان کیا سیف ابن الی سلیمان سے، انہوں نے کما میں نے مجاهد سے تھا، انہوں نے کما کہ ابن عمر کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے لویہ رسول اللہ ﷺ ان پہنچے اور آپ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔ ابن عمر نے کما کہ میں جب آیا تو نبی کریم ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے، میں نے دیکھا کہ بالال دونوں دروازوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے بالال سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کما کہ ہاں؟ دور رکعت ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی تھیں، جو کعبہ میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف واقع ہیں۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ کے سامنے دور رکعت نماز ادا فرمائی۔

۳۹۷ - حدَثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ: حَدَثَنَا يَحْيَى عَنْ سَيْفِهِ - يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ - قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ: أَتَيْتَ ابْنَ عُمَرَ فَقَبَّلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَدْ خَرَجَ، وَأَجَدْتُ بِلَالًا قَاتِمًا بَيْنَ النَّابِنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقَلَّتْ: أَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، رَكَعَتِينِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكَعَتِينِ.

[اطرافہ فی : ۴۶۸، ۵۰۴، ۵۰۵، ۲۹۸۸، ۱۱۶۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۴۲۸۹]

. [۴۴۰۰]

یعنی مقام ابراہیم کے پاس، گو آپ نے مقام ابراہیم کی طرف منہ نہیں کیا بلکہ کعبہ کی طرف منہ کیا۔

(۳۹۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کما ہم سے عبدالرازق بن ہمام نے بیان کیا، انہوں نے کما، میں ابن حجر العسکری نے خبر پہنچائی عطا، ابن الی ربانی سے، انہوں نے کما میں نے ابن عباس رض سے سنا کہ جب نبی کریم ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے چاروں کونوں میں آپ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو دور رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہ قبلہ ہے۔

۳۹۸ - حدَثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَثَنَا عَنْدَ الرِّزْاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ حَمْرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسَ قَالَ: لَمْ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ دَعَا فِي نُوَاحِيهِ كُلُّهَا وَلَمْ يُصْلِحْ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ . فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكَعَتِينِ فِي قُبْلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ: ((هَذِهِ الْقِبْلَةُ)).

[اطرافہ فی : ۱۶۰۱، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۴۲۸۸]

اور یہ اب کبھی منسوخ نہیں ہو گا یعنی مقام ابراہیم کے پاس اس طرح یہ حدیث باب کے مطابق ہو گئی۔ حضرت الامام کا ان احادیث کے لانے کا مقصود یہ ہے کہ آیت شریفہ (وَاتَّعَدُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلَّى) (آلہ بقرۃ: ۲۵) میں امر و جوب کے لئے نہیں ہے۔ آدمی کعبہ کی طرف منہ کر کے ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے خواہ مقام ابراہیم میں پڑھے یا کسی اور جگہ میں۔ اس روایت میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، اگلی روایت میں یہ ذکر موجود ہے۔ تظیق یہ ہے کہ آپ کعبہ کے اندر شاید کتنی

دفعہ داخل ہوئے بعض دفعہ آپ نے نماز پڑھی، بعض دفعہ صرف دعا پر اکتفا کیا اور کعبہ میں داخل ہونے کے دونوں طریقے جائز ہیں۔

باب ہر مقام اور ہر ملک میں مسلمان جماعت بھی رہے نماز  
میں قبلہ کی طرف منہ کرے۔

ابو ہریرہ رض نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلّم نے فرمایا کعبہ کی طرف منہ کر اور تکمیل کرہے۔

اس حدیث کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاستیدان میں نکالا ہے۔ مقصد ظاہر ہے کہ دنیاۓ اسلام کے لئے ہر ملک سے نماز میں سرت کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہے اس لئے کہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ناممکن ہے۔ ہاں جو لوگ حرم میں ہوں اور کعبہ نظر ہوں کہ سامنے ہو لیں کوئی کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف توجہ کرنا اور تمام عالم کے لئے کعبہ کو مرکز بانا اسلامی اتحاد و مرکزیت کا ایک زبردست مظاہرہ ہے۔ کاش! مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور ملی طور پر اپنے اندر مرکزیت پیدا کریں۔

(۳۹۹) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا، کہا انسوں نے ابو اسحاق سے بیان کیا، کہا انسوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دل سے) چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چڑھا دیکھتے ہیں۔ پھر آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور احقوں نے جو یہودی تھے کہا شروع کیا کہ انسیں اگلے قبلہ سے کس چیز نے پھر دیا۔ آپ فرمادیجھے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے مشرق اور مغرب، اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کر دیتا ہے۔“ (جب قبلہ بدلا تو) ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نماز کے بعد وہ چلا اور انصار کی ایک جماعت پر اس کا گذر ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلّم کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ پھر وہ جماعت (نماز کی حالت میں ہی) مڑ گئی اور کعبہ کی

### ٣١- بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ

#### حَيْثُ كَانَ

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْتَقْبِلِ  
الْقِبْلَةَ وَكُنْ)).

حدیثنا عبد اللہ بن رجاء قال: حدثنا إسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقِ عَنْ الْبَرَاءِ  
بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَى نَحْوِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ  
سِتَّةً عَشْرَ شَهْرًا - أَوْ سَبْعَةً عَشْرَ -  
شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ أَن  
يُوَاجِهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ:  
هُوَ الَّذِي نَقْلَبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ  
نَتَوَجَّهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ، وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ  
النَّاسِ - وَهُمُ الْيَهُودُ - هُمَا وَلَا هُمْ عَنْ  
قَبْلَيْهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا؟ فَلَمْ يَ  
أَمْشِقْهُمْ وَالْمَغْرِبُ، يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى  
صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ) فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ  
رَجُلٌ، ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى  
قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ  
بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَّهُ تَوَجَّهُ نَحْوَ

الْكَعْبَةُ، فَخَرَفَ الْقَوْمُ حَتَّىٰ تَوَجَّهُوا نَحْوَ طَرِفِهِ كَرِيلًا۔

الْكَعْبَةُ۔ [راجح: ۴۰]

بیان کرنے والے عباد بن بشر ناہی ایک صحابی تھے اور یہ بھی حارش کی مسجد تھی جس کو آج بھی مسجد القبلین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ راقم الحروف کو ایک مرتبہ ۵۰۰ میں اور دوسری مرتبہ ۱۵۰ میں یہ مسجد دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ قباد والوں کو دوسرے دن خوبی تھی وہ بھر کی نماز پڑھ رہے تھے اور نماز ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

(۳۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عبد اللہ دستاویٰ نے، کہا ہم سے تیجیٰ بن ابی کثیر نے محمد بن عبد الرحمن کے واسطے سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی سواری پر خواہ اس کارخ کسی طرف ہو (غفل) نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ الْمُصَلَّى عَلَى رَاحِلِيهِ حَيْثُ تُوجَّهُتْ. فَإِذَا أَرَادَ الْقَرْبَنَصَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[اطرافہ فی : ۱۰۹۴، ۱۰۹۹، ۴۱۴۰] .

**لِتَشْبِيهَ** نماز ہی زیں سواری پر پڑھنا درست ہے اور رکوع سجدہ بھی اشارے سے کرنا کافی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اوپنی پر

(۲۰۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے منصور کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقہ سے، کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ابراہیم نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ نماز میں زیادتی ہوئی یا کمی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ؟ کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے فرمایا آخر کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور (سوکے) دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو میں تمہیں پسلے ہی ضرور کہہ دیتا لیکن میں تو تمہارے ہی جیسا آدمی ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ اس لئے جب میں بھول جالیا کروں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت ٹھیک بات سوچ لے اور

٤٠١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّى النَّبِيُّ عَلَى سَلَّمَ قَبْلَتْهُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوا: صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا. فَتَسَمَّى رِجْلَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجَدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ. فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ: ((إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَأْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكَرْتُنِي، وَإِذَا شَكْتُ أَحَدَكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَتَحْرَرَ الصَّوَابَ، فَلَتَئِمْ عَلَيْهِ ثُمَّ

اسی کے مطابق نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے (سوکے) کر لے۔ [أطْرَافُهُ فِي: ٤٠٤، ١٢٢٦، ٦٦٧١] [٧٢٤٩]

**لشیخ** نماز پوری کی ایک دوسری حدیث میں خود ابراہیم سے روایت ہے کہ آپ نے بجائے چار کے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تھیں اور یہ ظهر کی نماز تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی، اس لئے ممکن ہے کہ دو دفعہ یہ واقعہ ہوا ہو۔ ٹھیک بات سوچنے کا مطلب یہ کہ مثلاً تین یا چار میں شک ہو تو تین کو اختیار کرے دو اور تین میں شک ہو تو دو کو اختیار کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پیغمبر وہ سبھی بھول چوک ممکن ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں اگر اس گمان پر کہ نماز پوری ہو چکی ہے کوئی بات کر لے تو نماز کا نئے سرے سے لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ نے خود نئے سرے سے نماز کو لوٹانی نہ لوگوں کو حکم دیا۔

### باب قبلہ سے متعلق مزید احادیث

اور جس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھول سے قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ظهر کی دور رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر (یاد دلانے پر) باقی نماز پوری کی۔ **لشیخ** یہ ایک حدیث کا حصہ (کلزا) ہے جسے خود حضرت امام بخاری ہی نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں آپ کا لوگوں کی طرف منہ کرنے کا ذکر نہیں ہے اور یہ فقرہ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے۔ اس حدیث سے ترجیح باب اس طرح نکلا کہ جب آپ نے بھولے سے لوگوں کی طرف منہ کر لیا تو قبلہ کی طرف آپ کی پیغہ ہو گئی، باوجود اس کے آپ نے نماز کو نئے سرے سے نہیں لوٹایا بلکہ جو باقی رہ گئی تھی اتنی ہی پڑھی۔

(۳۰۲) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا ہم سے ششمہ حمید کے واسطے، انہوں نے انس بن مالک رض کے واسطے سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں جو میرے منہ سے نکلا میرے رب نے ویسا ہی حکم فرمایا۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا سکتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ”اوრ تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناو“ دوسری آیت پرده کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کاش! آپ اپنی عورتوں کو پرده کا حکم دیتے، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ بات کرتے ہیں۔ اس پر پرده کی آیت نازل ہوئی اور ایک مرتبہ آنحضرت پیغمبر ﷺ کی بیویاں جوش و خروش میں آپ کی خدمت میں

٣٢ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ،  
وَمَنْ لَا يَرَى الإِعْدَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى  
إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي  
رَكْعَتِي الظُّهُرِ وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ  
ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

**لشیخ** یہ ایک حدیث کا حصہ (کلزا) ہے جسے خود حضرت امام مالک کی روایت میں ہے۔ اس حدیث سے ترجیح باب اس طرح نکلا کہ جب آپ نے بھولے سے لوگوں کی طرف منہ کر لیا تو قبلہ کی طرف آپ کی پیغہ ہو گئی، باوجود اس کے آپ نے نماز کو نئے سرے سے نہیں لوٹایا بلکہ جو باقی رہ گئی تھی اتنی ہی پڑھی۔

٤٠٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ قَالَ: قَالَ عَمْرُو: ((وَأَفْقَتْ رَبِيْيَ فِي  
ثَلَاثَةِ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَتَحْدَثَنَا مِنْ  
مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصْلَى فَنَزَّلَتْ (وَأَنْجَدُوا  
مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصْلَى)، وَآيَةُ  
الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمَرْتَ  
نِسَاءَكَ أَنْ يَعْجَجِنَ فَلَمَّا يُكَلِّمُهُنَّ أَبْرَأُ  
وَالْفَاجِرُ، فَنَزَّلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ  
نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ

افاق کر کے کچھ مطالبات لے کر حاضر ہوئیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک تمہیں طلاق دلادیں اور تمہارے بد لے تم سے بتر مسلمہ بیویاں اپنے رسول ﷺ کو عنایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی (عسی ربہ ان طلّقکن ان یبدله ازو جا خیر امنکن)

اور سعید ابن ابی مریم نے کہا کہ مجھے مجھی بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے حمید نے بیان کیا، کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی۔

اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ حمید کا اسم انس سے معلوم ہو جائے اور مجھی بن ایوب اگرچہ ضعیف ہے گرماں بخاری رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت بطور متابعت قبول فرمائی ہے۔

(۳۰۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں امام مالک نے عبد اللہ بن دینار کے واسطے سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے، آپ نے فرمایا کہ لوگ قبائل فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر کل وحی نازل ہوئی ہے اور انہیں کعبہ کی طرف (نماز میں) منہ کرنے کا حکم ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی کعبہ کی جانب منہ کرنے کے جگہ اس وقت وہ شام کی جانب منہ کے ہوئے تھے، اس لئے وہ سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔

لہن: ﴿عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَقْكُنْ أَنْ يُنْدِلَهُ أَرْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنْ مُسْلِمَاتٍ﴾، فَتَرَكَتْ هَذِهِ الْآيَةُ).

[اطرافہ فی : ۴۴۸۳ ، ۴۷۹۰ ، ۴۹۱۶]۔

حدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ : أَخْبَرْنَا يَحْتَىٰ بْنُ أَبْيَوْبَ قَالَ : حَدَّثَنِي حَمِيدٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَّهَا بَهَدَا.

اس سند کے بیان کرنے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان کی روایت بطور متابعت قبول فرمائی ہے۔

۴- ۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرْنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : يَبْنَا النَّاسُ بِقُبَّاءِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَنْوَلَ عَلَيْهِ الْلَّيْلَةَ قُرْآنَ، وَقَدْ أَمْرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبَلُوهُا . وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ.

[اطرافہ فی : ۴۴۸۸ ، ۴۴۹۰ ، ۴۴۹۱]

[۷۲۵۱ ، ۴۴۹۴ ، ۴۴۹۳]

**تَسْبِيحٌ** این ابو حاتم کی روایت میں ہے کہ عورتیں مردوں کی جگہ آنکھیں اور مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ چلے گے۔ حافظ ابن حجر عسکری فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ امام جو مسجد کے پیچے کی جانب آگیا، کیونکہ جو کوئی مسیٹ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو بیت المقدس اس کے پیچے کی طرف ہو جائے گا اور اگر امام اپنی جگہ پر رہ کر گھوم جاتا تو اس کے پیچے صفوں کی جگہ کمال سے نکلتی اور جب امام گھوما تو مقتنی بھی اس کے ساتھ گھوم گئے اور عورتیں بھی، یہاں تک کہ وہ مردوں کے پیچے آنکھیں۔ ضرورت کے تحت یہ کیا گیا جیسا کہ وقت آنے پر سانپ مارنے کے لئے مسجد میں بحالات نماز گھومنا پھرنا درست ہے۔

(۳۰۳) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا کہ کہا ہم سے مجھی بن سعید قطان نے شعبہ کے واسطے سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علمہ سے انہوں نے عبد اللہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کرم

۴- ۴- حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْتَىٰ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ

الله<sup>ع</sup> نے (بھولے سے) ظہر کی نماز (ایک مرتبہ) پانچ رلعت پڑھی ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود<sup>رض</sup> نے فرمایا کہ پھر آپ نے اپنے پاؤں موڑ لئے اور (سوکے) دو بحدے کئے۔

الظُّهُرَ خَمْسَةً، فَقَالُوا: أَرِيدُونَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالُوا: صَلَّيْتَ خَمْسَةً، فَتَسْتَرِي رِجْلَيْهِ وَسَجَدْتَيْنِ.

[راجع: ٤٠٠]

گذشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ صحابہ نے باوجود اس کے کہ کچھ نماز کعبہ کی طرف پیشہ کر کے پڑھی مگر اس کو دوبارہ نہیں لوٹایا اور اس حدیث سے یہ لٹا کہ آپ نے بھول کر لوگوں کی طرف منہ کر لیا اور کعبہ کی طرف آپ کی پیشہ ہو گئی مگر آپ نے نماز کو پھر بھی نہیں لوٹایا، باب کا یہی مقصود تھا۔

### باب اس بارے میں کہ مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا ہرج ڈالنا ضروری ہے۔

(۳۰۵) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے حید کے واسطے سے انہوں نے انس بن مالک<sup>رض</sup> سے کہ نبی کریم<sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بُغْمَ دیکھا، جو آپ کو ناگوار گزر را اور یہ ناگواری آپ کے چڑھے مبارک پر دکھائی دینے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے اسے کھرج ڈالا اور فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو گواہ اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے، یا یوں فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص (نماز میں اپنے) قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ البتہ باسیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا، اس پر تھوکا پھر اس کو الٹ پلٹ کیا اور فرمایا، یا اس طرح کر لیا کرو۔

(۳۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے نافع کے واسطے سے روایت کیا، کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار پر تھوک دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھرج ڈالا پھر (آپ نے) لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوک کیونکہ نماز میں منہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔

### ٣٣ - بَابُ حَكْمِ الْبَرَاقِ بِالْيَدِ

#### مِنَ الْمَسْجِدِ

(٤٠٥) حَدَّثَنَا قَتْبِيَّةُ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُتَبَّى فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَمَ بِيَدِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَنْجِي رَبَّهُ - أَوْ إِنَّ رَبَّهُ يَنْبَئُ بِنَفْسِهِ - فَلَا يَنْزَقُ أَحَدَكُمْ قَبْلَ قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِيهِ)) ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضِهِ فَقَالَ: ((أَوْ يَنْقُلُ هَكَذا)).

[راجع: ٢٤١]

(٤٠٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بَصَاقًا فِي جَدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَمَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِيَضْنَقٍ قَبْلَ وَجْهِهِ، فَلَمَّا سَبَحَاهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى)

[اطرافہ فی : ۷۵۳، ۱۲۱۳، ۶۱۱].

(۳۰۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ہشام بن عروہ کے واسطے سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر رینٹ یا تھوک یا بلغم دیکھاتو اسے آپ نے کہرج ڈالا۔

### باب مسجد میں رینٹ کو کنکری سے کہرج ڈالنا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر گلی نجاست پر تمہارے پاؤں پڑیں تو انہیں دھوڈا اور اگر نجاست خشک ہو تو دھونے کی ضرورت نہیں۔ **لشیخ** اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکلا ہے جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر بھولے سے نہ دھونے تو کوئی ہرج نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد کی پاک زمین اس کو بھی پاک کر دیتی ہے۔ آپ نے ایسا ایک عورت کے جواب میں فرمایا تھا۔ جس کا پلو لکھتا رہتا تھا۔ ترجمہ باب سے اس اثر کی مطابقت یوں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوک کی مافحت اس لئے ہے کہ یہ ادب کے خلاف ہے، نہ اس لئے کہ تھوک جس ہے۔ اگر بالفرض جس بھی ہوتا تو سکھی نجاست کے روندے سے کچھ ہرج نہیں ہے۔

(۳۰۸) ہم سے سعید بن اساعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن شاہ نے حمید بن عبدالرحمن کے واسطے سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اسے صاف کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص تھوک کے تو اسے اپنے منہ کے سامنے یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئے، البتہ باسیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

٤٠٧ - حدَّثَنَا عبدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هَشَّامِ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطَأً - أَوْ بُصَافَأً أَوْ نُخَامَةً - فَحَكَمَهُ .

### ٤- بَابُ حَلَّ الْمُخَاطِبِ بِالْحَصِّي مِنَ الْمَسْجِدِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّ وَطِنَتِ عَلَى قَذَرِ رَطْبِ فَاغْسِلْهُ ، وَإِنْ كَانَ يَابْسًا فَلَا .

**لشیخ** روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد کی پاک زمین اس کو بھی پاک کر دیتی ہے۔ آپ نے ایسا ایک عورت کے جواب میں فرمایا تھا۔ جس کا پلو لکھتا رہتا تھا۔ ترجمہ باب سے اس اثر کی مطابقت یوں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوک کی مافحت اس لئے ہے کہ یہ ادب کے خلاف ہے، نہ اس لئے کہ تھوک جس ہے۔ اگر بالفرض جس بھی ہوتا تو سکھی نجاست کے روندے سے کچھ ہرج نہیں ہے۔

٤٠٩ - حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شَهَابٍ عَنْ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَأَوَّلَ حَصَّةً فَحَكَمَهَا قَالَ : ((إِذَا تَنْحَمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَحَّمْ قَبْلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمْنِيهِ ، وَنَيْصُقَ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدْمِهِ الْيُسْرَى )) .

[اطرافہ فی : ۴۱۰، ۴۱۶].

[اطرافہ فی : ۴۱۱، ۴۱۴].

**لشیخ** حکم ہے، حدیث مذکور میں نماز کی قید نہیں ہے۔ مگر آگے یہی روایت آدم بن ابی ایاس سے آری ہے اس میں نماز کی قید

ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت مطلق ہے۔ یعنی نماز میں ہو یا غیر نماز میں مسجد میں قبہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔ پچھلے باب میں تھوک کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنے کا ذکر تھا اور یہاں لکھری سے کمپتے کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کبھی ایسا کیا، کبھی ایسا کیا، دونوں طرح سے مسجد کو صاف کرنا مقصود ہے۔

### باب اس بارے میں کہ نماز میں اپنے دائیں طرف نہ تھوکنا چاہئے۔

(۳۲۰) ہم سے حبی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد کے واسطے سے، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکھری سے اسے کھرج ڈالا اور فرمایا اگر تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو اپنے چہرے کے سامنے یا اپنے دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔

(۳۲۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے قادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا، تم اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف نہ تھوکا کرو، البتہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوک سکتے ہو۔

### باب بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنے کے بیان میں

(۳۲۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا

۳۵- بَابُ لَا يَنْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ فِي

### الصَّلَاةِ

۴۱۰- ۴۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْفَرٍ  
قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّاِثُ عَنْ عَفَّيْلِ عَنْ أَبِنِ  
شَهَابٍ عَنْ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا  
هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدِ الْجُدَادِ أَخْرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي حَاطِطِ الْمَسْجِدِ،  
فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَصَّةً فَعَنَّهَا ثُمَّ  
قَالَ: ((إِذَا تَنْخَمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنْخَمْ قَبْلَ  
وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا يَنْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ  
أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)).

[راجع: ۴۰۹، ۴۰۸]

۴۱۲- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي قَنَادُهُ قَالَ:  
سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا  
يَنْقُلْنَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ،  
وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ  
الْيُسْرَى)). [راجع: ۲۴۱]

۳۶- بَابُ لِيَنْزِقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ

### تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

۴۱۳- حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ  
قَالَ: حَدَّثَنَا قَنَادُهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ  
مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ

مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے سامنے یادائیں طرف نہ تھوکے، ہاں بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

(۳۱۲) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبیینہ نے، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبد الرحمن سے، انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے اسے کٹکری سے کھرج ڈالا۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص سامنے یادائیں طرف نہ تھوکے، البتہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لینا چاہئے۔ دوسری روایت میں زہری سے یوں ہے کہ انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے ابو سعید خدری کے واسطے سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

اس سند کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ زہری کا سامع حمید سے معلوم ہو جائے۔ یہ جملہ احادیث اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب مساجد خام تھیں اور فرش بھی ریت کا ہوتا تھا اس میں اس تھوک کو غائب کر دینا ممکن تھا جیسا کہ کفار تھا دفہہا میں وارد ہوا، اب پختہ فرشوں والی مساجد میں صرف رومال کا استعمال ہونا چاہئے جیسا کہ دوسری روایات میں اس کا ذکر موجود ہوا ہے۔

### باب مسجد میں تھوکنے

#### کافارہ

(۳۱۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا ہم سے قادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رض سے سنا کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے (زمیں میں) چھپا رینا ہے۔

باب اس بارے میں کہ مسجد میں بلغم کو مٹی کے اندر چھپا دینا ضروری ہے۔

(۳۱۶) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہمیں عبد الرزاق نے معمربن راشد سے، انہوں نے ہمام بن منبه سے، انہوں نے ابو ہریرہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوک کے

إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَلَمْ يَنْأِجِي رَبَّهُ، فَلَا يَبْرُقُنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمْنَيْهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ). [راجع: ۲۴۱]

۴۱۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّاً قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَنْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَّةٍ. ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْرُقَ الرُّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمْنَيْهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ . . نَحْوَهُ. [راجع: ۴۰۹]

### ۳۷- بَابُ كَفَارَةِ الْبَزَاقِ فِي

#### الْمَسْجِدِ

۴۱۵ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاتَادَةُ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ حَطِينَةٌ، وَكَفَارَتُهَا دَفْهَهَا))

### ۳۸- بَابُ دُفْنِ النُّخَامَةِ فِي

#### الْمَسْجِدِ

۴۱۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَنْصُقْ أَمَامَةً،

کیونکہ وہ جب تک اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے سر گوشی کرتا رہتا ہے اور دائیں طرف بھی نہ تھوک کیونکہ اس طرف فرشتہ ہوتا ہے، ہاں بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے مٹی میں چھپا دے۔

فَإِنَّمَا يُنَاجِيَ اللَّهَ مَا ذَامَ فِي مَصْلَةِ، وَلَا عَنْ يَعْنِيهِ فَلَانَ عَنْ يَعْنِيهِ مُلْكًا، وَلَيَنْصُنَ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَذْفَنُهَا)).

[راجع: ۴۰۸]

**لئے یعنی** امام بخاری قدس سرہ نے تھوک سے متعلق ان جملہ ابواب اور ان میں روایت کردہ احادیث سے ثابت فرمایا کہ بوقت ضرورت تھوک 'رینٹ' کھنکار، بلغم سب کا آنا لازمی ہے مگر مسجد کا ادب اور نمازویوں کے آرام و راحت کا خیال ضروری ہے۔ ابتدائے اسلام میں مساجد خام تھیں، فرش بالکل خام مٹی کے ہوا کرتے تھے جن میں تھوک لینا اور پھر رہتے میں اس تھوک کا چھپا رہنا ممکن تھا۔ آج کل مساجد پختہ پھر ان پر بسترن حسیر ہوتے ہیں۔ ان صورتوں اور ان حالات میں رومال کا استعمال ہی مناسب ہے۔ مسجد میں یا اس کے درودیوار پر تھوکنا یا رینٹ یا بلغم لگادیا سخت گناہ اور مسجد کی بے ادبی ہے کیونکہ آخر پرست ﷺ نے ایسے لوگوں پر اپنی سخت ترین نارانگی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن عمر میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

### باب جب تھوک کاغذیہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے کے کنارے میں تھوک لے۔

(۳۱۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے، کہا ہم سے حمید نے انس بن مالک سے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم دیکھا تو آپ نے خود اسے کھرج ڈالا اور آپ کی ناخوشی کو محسوس کیا گیا (راوی نے اس طرح بیان کیا کہ) اس کی وجہ سے آپ کی شدید ناگواری کو محسوس کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، یا یہ کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے قبلہ کی طرف نہ تھوک کرو، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لیا کرو۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کونا (کنارہ) لیا، اس میں تھوک اور چادر کی ایک تہ کو دوسری تہ پر پھیر لیا اور فرمایا، یا اس طرح کر لیا کرے۔

### ۳۹۔ بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبَرَاقُ فَلَيَأْخُذْ

#### بطرَفِ ثُوبَيْهِ

۴۱۷ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَهْرَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا حَمِيدٌ عَنْ أَنَسِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَاهَا بِيَدِهِ، وَرَنَّى مِنْهُ بِرَاهِيَّةً - أَوْ رُنَى بِرَاهِيَّةَ لِذَلِكَ وَشَدَّتْهُ عَلَيْهِ - وَقَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِيَ رَبَّهُ - أَوْ رُبَّهُ يُنَيَّهُ وَبَيْنَ قَبْلَتِهِ - فَلَا يَنْزَقُ فِي قَبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). ثُمَّ أَحَدَ طَرَفَ رِدَانِهِ فَبَزَقَ فِيهِ وَرَدَ بَغْضَةً عَلَى بَغْضِيِّهِ، قَالَ : ((أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا)). [راجع: ۲۴]

**لئے یعنی** آخر پرست ﷺ نے آنے والے حالات کی بنا پر بوقت ضرورت اپنے عمل سے ہر طرح کی آسانی ثابت فرمائی ہے۔ چونکہ آج کل مساجد پختہ ہوتی ہیں، فرش بھی پختہ اور ان پر مختلف قسم کی قیمتی چیزیں (قالین وغیرہ) پچھی ہوتی ہیں، لہذا آج آپ کی یہی سنت محفوظ رکھنی ہو گی کہ بوقت ضرورت رومال میں تھوک لیا جائے اور اس مقصد کے لئے خاص رومال رکھ جائیں۔ قربان جائیے! آپ نے اپنے عمل سے ہر طرح کی سولت ظاہر فرمادی۔ کاش! مسلمان سمجھیں اور اسوہ حسنہ پر عمل کو اپنا مقصد حیات ہالیں۔

## باب امام لوگوں کو یہ نصیحت کرے کہ نماز پوری طرح پڑھیں اور قبلہ کا بیان۔

(۳۱۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرامنہ (نمازوں) قبلہ کی طرف ہے، اللہ کی قسم مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ رکوع، میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے تم کو دیکھتا رہتا ہوں۔

(۳۱۹) ہم سے سید بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فلی بن سلیمان نے ہلال بن علی سے، انہوں نے انس بن مالک پڑھو سے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، پھر نماز کے باب میں اور رکوع کے باب میں فرمایا میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب سامنے سے دیکھ رہا ہوں۔

## ۴۰ - بَابُ عِظَّةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي إِنْتَامِ الصَّلَاةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْوَنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا؟ فَوَاللَّهِ مَا يَنْعَفُ عَلَىٰ خُشُوعَكُمْ وَلَا رُكُوعَكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي)).

[طرفة فی : ۷۴۱]

۴۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فَلَيْحَ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلَيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَىٰ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ رَأَى الْمُنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَلِي الرُّكُونَ: ((إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِي كَمَا أَرَاكُمْ)).

[طرفہ فی : ۷۴۲، ۶۶۴۴]

**لشیخ** یہ آپ کا مجرہ تھا کہ آپ مرنبوتوں کے ذریعہ سے پینچھے سے بھی رابر دیکھ لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وہی اور امام کے ذریعہ سے بھی آپ کو معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہاں حقیقتاً دیکھنا مراد ہے اور یہ آپ کے مجررات میں سے ہے کہ آپ پشت کی طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ موہب الدینی میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

## ۴۱ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانَ؟

اب رایم نجعی رضی اللہ عنہ ایسا کہنا کہ یہ مسجد فلان قبیلے یا فلان شخص کی ہے کہ وہ جانتے تھے کیونکہ مساجد سب اللہ کی ہیں۔ امام بخاری نے یہ باب اسی غرض سے باندھا ہے کہ ایسا کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس سے مسجد اور اس کے تعمیر کرنے والوں کی شناخت مقصود ہوتی ہے۔ ورنہ تمام مساجد سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں، اسلامی فرقے جو اپنے اپنے ناموں سے مساجد کو موسم کرتے ہیں اور اس میں دیگر مسالک کے لوگ خصوصاً اہل حدیث کا داخلہ منوع رکھتے ہیں، اور اگر کوئی بھولا جسٹا ان کی مسجد میں چلا جائے تو مسجد کو عسل دے کر اپنے تین پاک صاف کرتے ہیں، ان لوگوں کا یہ طرز عمل تفرقہ میں اسلامیں کا کھلا مظاہرہ ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے۔

(۳۲۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہوں نے نافع کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی جنیں (جادہ کے لیے) تیار کیا گیا تھا مقام حفیاء سے دوڑ کرائی، اس دوڑ کی حد شنیۃ الوداع تھی اور جو گھوڑے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے ان کی دوڑ شنیۃ الوداع سے مسجد بنی زريق تک کرائی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی تھی۔

٤٢٠ - حَدَّثَنَا عَنْهُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَتْ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أَضْمَرَتْ مِنَ الْحَفِيَاءِ، وَأَمْدَهَا فِيهَا الْوَدَاعَ. وَسَابَقَتْ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الشَّيْءِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي ذُرْيَةِ، وَأَنَّ عَنْهُ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا [أَطْرَافَهُ] فِي: ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۷۳۳۶، ۲۸۷۰.

**لَشِیْخ** خاندانوں کی طرف مساجد کی نسبت کا رواج زمانہ رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا جیسا کہ یہاں مسجد بنی زريق کا ذکر ہے۔ جادہ کے لئے خاص طور پر گھوڑوں کو تیار کرنا اور ان میں سے مثل کے لئے دوڑ کرنا بھی حدیث مذکور سے ثابت ہوا۔ آپ نے جس گھوڑے کو دوڑ کے لئے پیش کیا تھا اس کا نام سکب تھا۔ یہ دوڑ حفیاء اور شنیۃ الوداع سے ہوئی تھی جن کا درمیانی فاصلہ پانچ یا چھوپ یا زیادہ سے زیادہ سات میل تھا لیا گیا ہے اور جو گھوڑے ابھی نئے تھے ان کی دوڑ کے لئے قصوڑی مسافت مقرر کی گئی تھی، جو شنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنی زريق تک تھی۔ موجودہ دور میں ریس کے میدانوں میں جو دوڑ کرائی جاتی ہے، اس کی ہار جیت کا سلسلہ سرا سرجوئے بازی سے ہے، لہذا اس میں شرکت کی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

### باب مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانا۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ قتو کے معنے (عربی زبان میں) عنق (خوشنہ کھجور) کے ہیں۔ دو کے لئے قوان آتا ہے اور جمع کے لئے بھی یہی لفظ آتا ہے جیسے صنو اور صنوان۔

(۳۲۱) ابراہیم بن حمان نے کہا عبد العزیز بن صہیب سے، انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس بھریں سے رقم آئی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جواب تک آپ کی خدمت میں آچکی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی،

### ٤٢ - بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَغْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

قَالَ أَبُو عَنْهُ اللَّهِ: الْقِنْوُ الْعِدْنَقُ، وَالْأَفْنَانُ، قِنْوَانٌ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ. مِثْلُ صِنْوِ وَصِنْوَانٍ.

٤٢١ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي أَنْ طَهْمَانٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبَيْرٍ عَنْ أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بِمَالِ مِنَ الْبَخْرَيْنِ لَقَالَ: ((اَنْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ)). وَكَانَ أَكْثَرُ مَالٍ أَنَّهُ بِهِ

جب آپ نماز پوری کرچکے تو آکر مال (رقم) کے پاس بیٹھے گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ اس وقت جسے بھی آپ دیکھتے اسے عطا فرمادیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رض حاضر ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجئے کیونکہ میں نے (غزوہ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لئے میں زیر بار ہوں) رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے لیجئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کرنے لگے یا رسول اللہ! کسی کو فرمائیے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا نہیں (یہ نہیں ہو سکتا) انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوادیجئے۔ آپ نے اس پر بھی انکار کیا، تب حضرت عباس رض نے اس میں سے تھوڑا سا گرا دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی، (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے۔ آپ نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھوادیجئے۔ لیکن آپ نے اس سے بھی انکار کیا، تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا اور روپیہ گرا دیا اور اسے اٹھا کر اپنے کاندھ سے پر رکھ لیا اور چلنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس حرث پر اتنا تجھب ہوا کہ آپ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظرتوں سے غائب نہیں ہو گئے اور آپ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک چونی بھی باقی رہی۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ یہ ثابت فرماتے ہیں کہ مسجد میں مختلف احوال کو تقسیم کے لیے لانا اور تقسیم کرنا درست لشیخ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، عین سے آیا ہوا روپیہ مسجد میں رکھوایا اور پھر اسے مسجد ہی میں تقسیم فرمادیا۔ بعض دفعہ بھی باڑی کرنے والے صحابہ اصحاب صد کے لئے مسجد نبوی میں سکھو کا خوش لانا کر لکھا دیا کرتے تھے۔ اسی کے لئے لفظ صوان اور قوان بولے گئے ہیں اور یہ دونوں الفاظ قرآن کریم میں بھی مستعمل ہیں۔ صنوکھو کے ان درختوں کو کہتے ہیں جو دو تین مل کر ایک ہی جڑ سے نکلتے ہوں۔ ابراہیم بن ہممان کی روایت کو امام صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیقاً نقل فرمایا ہے۔ ابو عیین نے متخرج میں اور حاکم نے مسدر ک میں اسے موصولاً روایت کیا ہے۔ احمد بن حفص سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابراہیم بن ہممان سے، عین سے آنے والا خزانہ ایک لاکھ روپیہ تھا جسے حضرت علاء حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت القدس میں بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو عینہ منورہ میں آپ کے پاس آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا روپیہ مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا اور اپنی ذات (قدس) کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت عباس رض کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ اٹھانے کی اجازت تو مرحت فرمادی مگر اس کے اٹھانے میں نہ تو خود مدد و دی نہ کسی

[اطرافہ فی : ۳۰۴۹، ۳۱۶۵]

دوسرے کو مد کیلئے اجازت دی، اس سے غرض یہ تھی کہ عباس بن جعفر سمجھ جائیں اور دنیا کے مال کی حد سے زیادہ حرص نہ کریں۔  
**بابِ بنے مسجد میں لکھانے کے لئے کما جائے اور وہ اسے قبول کر لے**

(۳۲۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک نے اسحاق بن عبد اللہ سے کہ انہوں نے انس بن مثہلہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں پایا، آپ کے پاس اور بھی کئی لوگ تھے۔ میں کھڑا ہو گیا تو آخر پرسنٹ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمھ کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ نے پوچھا کھانے کے لیے؟ (بلا یا ہے) میں نے عرض کی کہ جی ہاں! تب آپ نے اپنے قریب موجود لوگوں سے فرمایا کہ چلو، سب حضرات چلے گئے اور میں ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔

#### ٤٣ - بَابُ مَنْ دُعِيَ لِطَعَامِ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَنْ أَجَابَ فِيهِ

٤٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ أَنَّهَا قَالَ وَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ، فَقَمَتْ، فَقَالَ لَهُ: ((آرَسْلُكَ أَبُو طَلْحَةَ؟)) قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: ((لِطَعَامِ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ لِهِ مَعَهُ: ((قُومُوا)). فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. [أطراfe في: ۳۵۷۸، ۵۳۸۱، ۶۶۸۸، ۵۴۵۰]

یہاں یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث باب علامات النبوة میں آئے گی۔ حضرت انس بن مثہلہ آگے دوڑ کر حضرت ابو طلحہ بن مثہلہ کو خبر کرنے کے لیے گئے کہ آخر پرسنٹ ﷺ اتنے آدمیوں کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔ حضرت انسؓ نے مسجد میں آپ کو دعوت دی اور آپ نے مسجد ہی میں دعوت قول فرمائی۔ یہی ترجیح باب ہے۔

#### ٤٤ - بَابُ الْقَضَاءِ وَاللَّغَانِ فِي الْمَسْجِدِ

(۳۲۳) ہم سے سعید بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرازاقؓ نے، کہا ہم کو ابن جریج نے، کہا ہمیں ابن شاہب نے سل بن سعد ساعدی سے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! اس شخص کے بارہ میں فرمائیے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو (بد فعلی کرتے ہوئے) دیکھتا ہے، کیا اسے مارڈا لے؟ آخراں مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ مسجد میں لعان کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔

٤٢٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجَ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيْقُتْلُهُ؟ فَتَلَاقَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ.

[أطراfe في: ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۵۲۵۹، ۷۱۶۵، ۵۳۰۹، ۶۸۰۴، ۵۳۰۸]

**لیستینیش** لعan یہ کہ مرد اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھے گمراں کے پاس گواہ نہ ہوں بعد میں عورت انکار کر جائے۔ اس صورت میں دو دونوں قاضی کے ہاں دعویٰ پیش کریں گے، قاضی پہلے مرد سے چار دفعہ تم لے گا کہ وہ سچا ہے اور آخر میں کے گا کہ میں اگر جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح چار دفعہ عورت تم کھاکر آخر میں کے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر قاضی دونوں (میان، یوی) کے درمیان جدائی کا فیصلہ دے دے گا، اسی کو لعan کہتے ہیں۔ باب کی حدیث سے مسجد میں ایسے جھگڑوں کا فیصلہ دینا ثابت ہوا۔ یہاں جس مرد کا واقعہ ہے اس کا نام عویس بن عامر عجلانی تھا، امام بخاری و رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو طلاق، اعتصام اور احکام حمارین میں بھی روایت کیا ہے۔

باب اس بارے میں کہ جب کوئی کسی کے گھر میں داخل ہو تو کیا جس جگہ وہ چاہے وہاں نماز پڑھ لے یا جماں اسے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے (وہاں پڑھے) اور فالتو سوال و جواب نہ کرے۔

(۳۲۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قلنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے ابن شاہب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے محمود بن رجع سے انہوں نے عقابن بن مالک سے (جو نایاب تھے) کہ نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمارے لئے نماز پڑھوں۔ عقابن نے بیان کیا کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ پھر نبی ﷺ نے تکمیر کی اور ہم نے آپ کے پیچھے صاف باندھی پھر آپ نے دور کر کت نماز (نفل) پڑھائی۔

۴۵ - بَابُ إِذَا دَخَلَ بَيْنَ يَعْصَمَى  
حَيْثُ شَاءَ، أَوْ حَيْثُ أَمِرَ، وَلَا  
يَنْجَسِّسُ

۴۶ - حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَنْبِيَاءِ  
عَنْ مَخْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَفَّانَ بْنِ  
مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ:  
(أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أَصْلِيَ لَكَ مِنْ هَذِهِ؟)  
فَأَنْهَرَتْ لَهُ إِلَيْيَ مَكَانٌ، فَكَثُرَ النَّبِيُّ  
وَصَفَّقَنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.  
[اطرافہ فی : ۴۲۵، ۶۶۷، ۶۸۶، ۸۳۸،  
۸۴۰، ۱۱۸۶، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰،  
۶۹۳۸، ۵۴۰۱]

**لیستینیش** باب کا مطلب حدیث سے اس طرح تکلیف کا آنحضرت ﷺ نے عقابن کی باتیٰ ہوئی جگہ کو پسند فرمایا اور مزید تفصیل شد کی۔ عقابن نایاب تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے گھر میں نفل نماز باجماعت پڑھا کر اس طرح ان پر اپنی نوازش فرمائی، پھر انہوں (عقابن) نے اپنی نفلی نمازوں کے لئے اسی جگہ کو مقرر کر لیا۔ معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نفل نمازوں کو جماعت سے بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

باب اس بیان میں (کہ بوقت ضرورت) گھروں میں جائے  
نماز (مقرر کر لینا جائز ہے)

۴۶ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبَيْوتِ  
وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهِ فِي

اور براء بن عازبؓ نے اپنے کھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی

(۳۲۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یہ شہادت میں سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیلؓ نے ابن شاب کے واسطے سے بیان کیا کہ مجھے محمود بن ریج انصاری نے کہ عقبان بن مالک انصاری پڑھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور غزوہ بدربار کے حاضر ہوئے والوں میں سے تھے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمایا رسول اللہ؟ میری بیانات میں کچھ فرق آگیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بنے لگ جاتی ہے اور میں اپنی نماز پڑھانے کے لئے مسجد تک نہیں جا سکتا یا رسول اللہ؟ میری خواہش ہے کہ آپ میرے کمر تشریف لا دیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تا کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبان سے فرمایا، ان شاء اللہ تعالیٰ میں تھماری اس خواہش کو پورا کروں گا۔ عقبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ پڑھیں اور ابو بکر صدیق پڑھ جب دن چھھاتو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ پڑھیں نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے تو میئھے بھی نہیں اور پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ عقبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، تو رسول اللہ پڑھیں (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور سمجھ کی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صاف باندھی ہیں آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ عقبان نے کہا کہ ہم نے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے روکا اور آپ کی خدمت میں طیم پیش کیا جو آپ ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ عقبان نے کہا کہ محلہ والوں کا ایک جمع گھر میں لگ کیا اور جمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن

ذارہ جماعتہ

اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے نکلا ہے۔

۴۲۵ - حدثنا سعيد بن عفرين قال : حدثني الليث قال: حدثني عقيل عن ابن شهاب قال: أخبرني محمود بن الربيع الأنصاري أن عقبان بن مالك وهو من أصحاب رسول الله ﷺ ممن شهد بذرها من الأنصار أنه آتى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله قد أكرنت بصري وأنا أصللي لقومي، فإذا كانت الأمطار سال الوادي الذي يبني وينهم لم استطع أن آتي مسجدهم فأصللي بهم. ووَدَّدْتُ يَا رسول الله أنك تأتيني فصللي في بيتي فاتخذة مصلني. قال فقال له رسول الله ﷺ : ((سأفعل إن شاء الله تعالى)). قال عقبان: فلذا رسول الله ﷺ وأبو بكر حين ارتفع النهر فاستاذن رسول الله ﷺ فآذنته له، فلم يجلس حين دخل النبي ثم قال: ((أين تعجب أن أصللي في بيتك؟)). قال: فأشرت له إلى ناحية من النبي، فقام رسول الله ﷺ فكبّر، فقمنا فصقلنا فصللي ركعتين، ثم سلم، قال: وحسننا على خزينة صناعتها له، قال قاتل في النبي رجال من أهل الدار ذؤون عذاب فاجتمعوا، فقال قاتل منهم : أين مالك بن الدخين - أو ابن الدخين - ؟ فقال بعضهم : ذلك منافق لا يحب

دشیشنا یا (یہ کہا) اب دخشن دکھانی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے خدا اور رسول سے کوئی محبت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ایسا مت کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے مقصود خالص خدا کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ تب منافقت کا الزام لگانے والا بولا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لا الہ الا اللہ کہنے والے پر اگر اس کا مقصد خالص خدا کی رضا حاصل کرنا ہو تو وزن کی آگ حرام کر دی ہے۔ اب شاہب نے کہا کہ پھر میں نے محمود سے سن کر حصین بن محمد انصاری سے جو بنو سالم کے شریف لوگوں میں سے ہیں (اس حدیث) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ محمود سچا ہے۔

اللہ وَرَسُولُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: ((لَا تَقْلِيلَ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَذَّقَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِينَدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ؟)) قَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَلَمَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيبَتْهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَذَّ حَرَمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُنَيَّغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلَ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ - وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَائِهِمْ - عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ بْنِ الرَّبِيعِ، فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ.

[راجح: ۴۲۴]

**لَشِیْخ** علامہ حافظ ابن حجر عسکری نے اس حدیث سے بہت سے مسائل کو ثابت فرمایا ہے، مثلاً (۱) انہی کی امامت کا جائز ہونا جیسا کہ حضرت عقبان نبیغا ہونے کے باوجود اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے (۲) اپنی پیاری کا بیان کرنا شکایت میں داخل نہیں۔ (۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں بھی نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی (۴) عقبان جیسے معمدو روں کے لئے اندر ہیرے اور بارش میں جماعت کا معاف ہوتا (۵) بوقت ضرورت نماز گھر میں پڑھنے کے لئے ایک جگہ مقرر کر لیتا۔ (۶) صفوں کا برابر کرنا (۷) ملاقات کے لئے آنے والے بڑے آدمی کی امامت کا جائز ہونا بشرطیکہ صاحب خانہ اسے اجازت دے۔ (۸) آنحضرت ﷺ نے جماں نماز پڑھی اس جگہ کا احتیکر ہوتا (۹) اگر کسی صالح یا انسان کو گھر میں برکت کے لئے بلایا جائے تو اس کا جائز ہوتا (۱۰) بڑے لوگوں کا چھوٹے بھائیوں کی دعوت قبول کرنا۔ (۱۱) وعدہ پورا کرنا اور اس کے لئے ان شاء اللہ کہنا اگر میزان پر بھروسہ ہے تو بغیر بلاۓ ہوئے بھی اپنے ساتھ دوسرے احباب کو دعوت کے لئے جانا (۱۲) گھر میں داخل ہونے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت حاصل کرنا (۱۳) اہل محلہ کا عالم یا امام کے پاس برکت حاصل کرنے کے لئے جمع ہوتا (۱۴) جس سے دین میں نقصان کا ذرہ ہو اس کا حال امام کے سامنے بیان کر دینا (۱۵) ایمان میں صرف زبانی اقرار کافی نہیں جب تک کہ دل میں لیکن اور ظاہر میں عمل صالح نہ ہو (۱۶) توحید پر مرنے والے کا یہ مشہ دوزخ میں نہ رہنا (۱۷) بر سلات میں گھر میں نماز پڑھ لینا (۱۸) نوافل جماعت سے ادا کرنا۔

قطلانی نے کہا کہ عقبان بن مالک انصاری سائلی مدنی تھے جو نبیغا ہونے گئے تھے آنحضرت ﷺ ہفتہ کے دن آپ کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے۔ حیل غیرہ کا ترجیح ہے، جو گوشت کے ٹکڑوں کو پانی میں پکا کر بیالی جاتا تھا اور اس میں بھی ملایا کرتے تھے۔

مالک بن دشیش جس پر نقاش کا شہر ظاہر کیا گیا تھا، بعض لوگوں نے اسے مالک بن دحشم صحیح کہا ہے۔ یہ بلا اختلاف بدر کی لڑائی میں شریک تھے اور سکل بن عمرو کا فریکو انہوں نے ہی پکرا تھا۔ ابن احیا نقاش میں بیان کیا ہے کہ مسجد ضرار کو جلانے والوں میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی بیچھا تھا تو ظاہر ہوا کہ یہ منافق نہ تھے مگر کچھ لوگوں کو بعض حالات کی بنا پر ان کے بارے میں ایسا ہی شبہ

ہوا جیسا کہ حاطب بن ابی بلقہ کے بارے میں شہ پیدا ہو گیا تھا جب کہ انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں کی محبت میں آنحضرت ﷺ کے ارادہ لشکر کشی کی جاسوسی کے والوں سے کرنے کی کوشش کی تھی جو ان کی غلطی تھی، مگر آنحضرت ﷺ نے ان کا اغدر قبول فرمایا کہ غلطی کو معاف کر دیا تھا۔ ایسا ہی مالک بن دخشم کے بارے میں آپ نے لوگوں کو منافق کرنے سے منع فرمایا، اس لئے بھی کہ وہ مجہدین بدر سے ہیں جن کی ساری غلطیوں کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیس سے بھی زیادہ مقامات پر روایت کیا ہے اور اس سے بہت سے مسائل نکالے ہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

### باب مسجد میں داخل ہونے اور دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے ابتداء کرنے کے بیان میں۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہونے کے لئے پہلے دیاں پاؤں رکھتے اور نکلنے کے لئے دیاں پاؤں پہلے نکلتے۔

(۳۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی اشعش بن سلیم کے واسطے سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں جہاں تک ممکن ہو تو دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ طہارت کے وقت بھی، دیکھا کرنے اور جو تاپنے میں بھی۔

### باب کیا در جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو کھو دانا اور ان کی جگہ مسجد بنانادرست ہے؟

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ اور قبروں میں نماز مکروہ ہونے کا بیان۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے انس بن مالکؓ کو ایک قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے قبر! اور آپ نے ان کو نمازوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

(۳۲۷) ہم سے محمد بن شنیٰ نے بیان کیا کہا ہم سے شنیٰ بن سعید قطان نے رہشام بن عروہ کے واسطے سے بیان کیا کہا کہ مجھے میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ خبر پہنچائی کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے دونوں نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جسے انہوں نے جسہ میں دیکھا تھا اس

### ٤٧ - بَابُ التَّيْمُونِ فِي دُخُولِ

#### الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَنْدَا بِرِجْلِهِ الْيَمْنِيِّ، فَإِذَا  
خَرَجَ يَنْدَا بِرِجْلِهِ الْيَسْرِيِّ.

٤٢٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ:  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ  
أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ  
النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيْمُونَ مَا أَسْتَطَعَ فِي شَأْنِهِ  
كُلُّهُ: فِي طَهْرَرِهِ، وَتَرْجِيلِهِ وَتَعْلِيهِ.

[راجع: ۱۶۸]

### ٤٨ - بَابُ هَلْ يُبَشِّشُ قُبُوزُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُتَحَدَّلُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَهُ؟

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَعْنَ اللَّهِ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا  
قُبُوزَ أَنْبِيَالِهِمْ مَسَاجِدَ))، وَمَا يَكُرَّهُ مِنَ  
الصَّلَاةِ فِي الْقُبُوزِ، وَرَأَى عُمَرُ بْنُ  
الخطابِ أَنَّسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عَنْ قَبْرِ  
فَقَالَ: الْقَبْرُ الْقَبْرُ. وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالإِعْدَادِ.

٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السُّنْتَنِيَّ قَالَ:  
حَدَّثَنَا يَحْتَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِيهِ  
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَيْثِيَّةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا  
كَبِيْسَةَ رَأْيِهَا بِالْحَجَبَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ

میں مورتیں (تصویریں) تھیں۔ انہوں نے اس کا تنڈ کرہے بھی کرم اللہ علیہ السلام سے بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ اگر ان میں کوئی یکو کار شخص مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہی مورتیں (تصویریں) بنادیتے پس یہ لوگ خدا کی درگاہ میں قیامت کے الیمانے۔

[اطرافہ فی : ۱۴۳۴، ۱۳۴۱، ۳۸۷۸]۔ دن تمام مخلوق میں برے ہوں گے۔

یہ اثر موصول ابو حیم نے کتاب الصلاۃ میں لکھا ہے جو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں سے ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت انس بن مالک کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو قبر قبر کہ کران کو اطلاع فرمائی مگر وہ قبر سمجھے بعد میں سمجھ جانے پر وہ قبر سے دور ہو گئے اور نماز ادا کی۔ اس سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا کہ نماز جائز ہو گئی اگر فاسد ہوتی تو دوبارہ شروع کرتے (ف)

اج کے زمانہ میں جب قبر پرستی عام ہے بلکہ چلد پرستی اور تجزیہ پرستی سب زوروں پر ہے تو ان حالات میں رسول اللہ علیہ السلام کی حدیث کے مطابق قبور کے پاس مسجد بنانے سے منع کرنا چاہئے اور اگر کوئی کسی قبر کو مسجد کرے یا قبر کی طرف مومنہ کر کے نماز پڑھے تو اس کے مشرک ہونے میں کیا مشکل ہو سکتا ہے؟

(۲۲۸) ہم سے مدد نے بیان کیا؟ انہوں نے کہا تم سے عبد الوارث نے بیان کیا؟ انہوں نے ابوالتیاح کے واسطے سے بیان کیا؟ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انس بنے کما کہ جب بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم مذینہ تشریف لائے تو یہاں کے بلند حصہ میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ اترے اور یہاں چوبیں راتیں قیام فرمایا۔ پھر آپ نے بونجار کو بلا بھیجا تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے۔ انس نے کہا ”گویا میری نظروں کے سامنے بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرمائیں“ جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بونجار کے لوگ آپ کے چاروں طرف ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ابوالیوب کے گھر کے سامنے اترے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے فوراً نماز ادا کر لیں۔ آپ بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے پھر آپ نے یہاں مسجد بنانے کے لئے حکم فرمایا۔ چنانچہ بونجار کے لوگوں کو آپ نے بلوا کر فرمایا کہ اے بونجار! تم اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے لے لو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ! اس کی قیمت ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ انس بن مالک نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں

فَذَكَرَتَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ فَقَالَ: ((إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوَا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَرُوا فِيهِ بَلْكَ الصُّورَ، فَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))۔

[اطرافہ فی : ۱۴۳۴، ۱۳۴۱، ۳۸۷۸]۔ دن تمام مخلوق میں برے ہوں گے۔

۴۲۸ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَدِيمُ النَّبِيِّ فِي الْمَدِينَةِ قُتِلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ لِنِحْيٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنْزُ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ، فَأَقَامَ النَّبِيُّ فِيهِمْ أَرْبَعاً عَشْرَينَ لَيَلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَارِ فَجَاءُوْنَا مُتَقْلِدِي السَّيْفِ، كَاتِبِي أَنْظَرٍ إِلَى النَّبِيِّ عَلَى رَأْجِلِهِ وَأَبْوَبِكِرِ رِذْفَةِ وَمَلَأَ بَنِي النَّجَارِ حَوْنَةً، حَتَّى أَنْقَلَهُمْ أَبْيَابُ أَيُّوبَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَصْلَّى حِتَّى اذْكَرَهُ الصَّلَاةَ وَيَصْلَّى فِي مَرَابِضِ الْفَنَمِ، وَأَنَّهُ أَمْرَ بِبَنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَأِ مِنْ بَنِي النَّجَارِ فَقَالَ: ((بِاَيْمَانِ النَّجَارِ ثَامِنُونِي بِحَانِطِكُمْ هَذَا)). قَالُوا: لَا وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ شَيْءًا إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ). فَقَالَ أَنَسٌ: لَكُمْ فِيهِ مَا أَتُولُ لَكُمْ: قُبُوزُ الْمُشْرِكِينَ،

مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی قبوروں کو اکھڑا دیا ویرانہ کو صاف اور برابر کرایا اور درختوں کو کٹوا کر ان کی لکڑیوں کو مسجد کے قبلہ کی جانب بچھادیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط بنادیا۔ صحابہ پتھر اٹھاتے ہوئے رجز پڑھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور یہ کہ رہے تھے کہ اے اللہ! آخرت کے فائدہ کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں پس انصار و معاجرین کی مغفرت فرماتا۔

وقیه حرب، وفیه نخل فَأَمَرَ النَّبِيُّ هَذَا بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَبَشَّرَ، ثُمَّ بِالْحَرَبِ فُسُوْتَ، وَبِالنَّخْلِ فَقَطَعَ لَعَصَفُوا النَّخْلَ قِبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِصَادَتِيهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ، وَالنَّبِيُّ هَذَا مَعْهُمْ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَا خَيْرٌ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

[راجع: ۲۳۴]

**لشیعہ** بن نجاش سے آپ کی قرابت تھی۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی ان لوگوں میں بھی تھی۔ یہ لوگ انہار خوشی اور وقار اور شروع میں حضرت ابوالیوب کے گھر قیام فرمایا، کچھ دنوں کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی، اور یہاں سے پرانی قبور اور درختوں وغیرہ سے زین کو صاف کیا۔ یہیں سے ترجمہ باب نکالتا ہے۔

حافظ ابن حجر طیفی فرماتے ہیں کہ کھجور کے ان درختوں کی لکڑیوں سے قبلہ کی دیوار بنائی گئی تھی۔ ان کو کھڑا کر کے ایسٹ اور گارے سے مضبوط کر دیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ چھت کے قبلہ کی جانب والے حصہ میں ان لکڑیوں کو استعمال کیا گیا تھا۔

#### باب بکریوں کے بازوں میں نماز پڑھنا

(۳۲۹) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے ابوالتیاح کے واسطے سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے بازوں میں نماز پڑھتے تھے، ابوالتیاح یا شعبہ نے کہا، پھر میں نے انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے بازوہ میں مسجد کی تعمیر سے پلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

#### ۴۹۔ باب الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْفَنَمِ

۴۲۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّابِ عَنْ أَنَسِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ هَذَا يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْفَنَمِ ثُمَّ سَمَعَهُ بَعْدًا يَقُولُ: كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْفَنَمِ قَبْلَ أَنْ يَئْنَى الْمَسْجِدِ.

[راجع: ۲۳۴]

**لشیعہ** معلوم ہوا کہ بکریوں کے بازوں میں بوقت ضرورت ایک طرف جگہ بنا کر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔ ابتداء میں آنحضرت شیعہ خود بھی بکریوں کے بازوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، بعد میں مسجد نبوی بن گئی اور یہ بواز بوقت ضرورت بالی رہا۔

#### باب اونٹوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھنا۔

(۳۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن حیان نے، کہا ہم سے عبید اللہ نے نافع کے واسطے سے،

#### ۵۰۔ باب الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْإِبَلِ

۴۳۰۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَنْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْيَدُ

انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر علیہ السلام کو اپنے اوٹ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح پڑھتے دیکھا تھا۔

باب اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اسکے آگے شور، یا آگ، یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسے مشرک لوگ پوچھتے ہوں، لیکن اس نمازی کی نیت محض عبادت اللہ ہو تو نماز درست ہے۔  
زہری نے کہا کہ مجھے انس بن مالک بن عثیمین نے خبر پہنچائی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا۔

یہ حدیث کا ایک مکوار ہے جس کو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب وقت الظہر میں وصل کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے یہ چیزیں ہوں اور اس کی نیت خالص ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

(۳۳۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن بن یسار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا کہ کہ سورج کمن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے (آج) دوزخ دکھائی گئی، اس سے زیادہ بھی انک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ نماز میں آگ کے انگارے سامنے ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

#### باب مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہت

کے بیان میں۔

(۳۳۲) ہم سے مدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا تم سے مجھی نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے تافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں بھی نمازیں پڑھا کر و اور انہیں بالکل مقبرہ نہ بنا لو۔

اللہ عن نافع قال: رأيْتَ ابْنَ عُمَرَ يَصْلِي إِلَى بَعْثَرٍ وَقَالَ : رأيْتَ النَّبِيَّ يَفْعَلُ . [طرفة في : ۵۰۷]

**۵۱- بَابُ مَنْ صَلَّى وَقَدَّامَةُ تَنُورٌ أَوْ نَارًا أَوْ شَيْءًا مِمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ**

وقال الزهری: أخبرني أنس بن مالك قال: قال النبي ﷺ: ((عرضت على النار وأنا أصلني)).

۴۳۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْخَسْفَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: ((أَرِنِتِ النَّارَ فَلَمْ أَرْ مُنْظَرًا كَائِنَ مُقْطُوفًا)). [راجع: ۲۹]

اس حدیث سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے یہ نکلا کہ نماز میں آگ کے انگارے سامنے ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔

#### ۵۲- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي

المقابر

۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي نَافعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ قَالَ: ((اجْعَلُو لِهِ بَيْوِكْمَ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَخَذُوهَا قُبُورًا)). [طرفة في : ۱۱۸۷]

اس باب میں ایک اور صریح حدیث میں فرمایا ہے کہ میرے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے مگر قبرستان اور حمام یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی شرط پر نہ تھی اس لئے آپ اس کو نہ لائے، قبرستان میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، صحیح مسلک یہی ہے، مگر وہ کو مقبرہ نہ بناو کا یہی مطلب ہے کہ نفل نمازیں گھروں میں پڑھا کرو۔ اور قبرستان کی طرح وہاں نماز پڑھنے سے پرہیز نہ کیا کرو۔

**باب دھنسی ہوئی جگہوں میں یا جہاں کوئی اور عذاب اترا ہو  
وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟**

حضرت علی بن ابی ذئب سے منقول ہے کہ آپ نے بائل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نمازوں کو مکروہ سمجھا۔

بائل کوفہ کی زمین اور اس کے ارد گرد جہاں نمودود مردوں نے بڑی عمارت باغِ ارم کے نام سے بنوائی تھی۔ اللہ نے اسے زمین میں دھنادیا۔

(۳۳۳) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن دینار کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان عذاب والوں کے آثار سے اگر تمہارا گذر ہوتا روتے ہوئے گزرو، اگر تم اس موقع پر رونہ سکو تو ان سے گزرو ہی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ان کا سماں عذاب آجائے۔

#### ۵۳- بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعٍ

الْخَسْفُ وَالْعَذَابُ وَيَذْكُرُ أَنَّ عَلَيًّا  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ بِخَسْفِ  
بَابَ الْأَنْجَوَى

۴۳۳- حدَثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُوا  
عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعْذَنِينَ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا  
بَاكِينِ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينِ فَلَا تَدْخُلُوا  
عَلَيْهِمْ لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ)).

[اطرافہ فی : ۴۱۹، ۳۲۸۱، ۴۴۲۰، ۴۷۰۲، ۴۴۲۰]

#### ۵۴- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْتَةِ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِنَّا لَا نَدْخُلُ  
كَنَاسِكُمْ مِنْ أَجْلِ الْمَعَالِيلِ الَّتِي فِيهَا  
الصُّورُ وَكَانَ أَبْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبَيْتَةِ  
إِلَّا بَيْتَةً فِيهَا تَمَاثِيلٌ.

۴۳۴- حدَثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُزَّةَ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ

#### باب گرجائیں نمازوں پڑھنے کا بیان

اور حضرت عمرؓ نے کہا او نصرانیو! ہم آپ کے گرجاؤں میں اس وجہ سے نہیں جاتے کہ وہاں مورتیں ہوتیں ہیں اور عبد اللہ بن عباس یعنی گرجائیں نمازوں پڑھ لیتے مگر اس گرجائیں نہ پڑھتے جس میں مورتیں ہوتیں ہیں۔

(۳۳۲) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدہ بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا سے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے جس کے ملک میں دیکھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھی تھیں وہ بیان کیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ تھے کہ اگر ان میں کوئی نیک بندہ (یا یہ فرمایا کہ) نیک آدمی مراجعت تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ بت رکھتے۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری خلائق سے بدتر ہیں۔

اللَّهُ كَيْنَسَةَ رَأَنَهَا بِأَرْضِ الْجَبَشِيَّةِ يَقَالُ  
لَهَا مَارِيَةٌ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنْ  
الصُّورِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أُولَئِكَ  
قَوْمٌ إِذَا مَاتُوا فِيهِمُ الْفَنَدَ الصَّالِحُ - أَوِ  
الرُّجُلُ الصَّالِحُ - بَنَوْا عَلَى قُبْرِهِ مَسْجِدًا،  
وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ، أُولَئِكَ شَرَارُ  
الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ)). [راجع: ۴۲۶]

**لَشَّافِي** حافظ ابن حجر وجیہ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اور باب میں مطابقت یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان کو گرجا میں نماز پڑھنا منع ہے۔ کیونکہ احتال ہے کہ گرجا کی جگہ پسلے قبر ہو اور مسلمان کے نماز پڑھنے سے وہ مسجد ہو جائے۔  
ان عیسائیوں سے بدتر آج ان مسلمانوں کا حال ہے جو مزاروں کو مسجدوں سے بھی زیادہ نیمت دے کر وہاں بزرگوں سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ بلکہ ان مزاروں پر سجدہ کرنے سے بھی باز نہیں آتے، یہ لوگ بھی اللہ کے نزدیک بدترین خلاائق ہیں۔

## باب

(۳۳۵، ۳۳۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عثیہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ اپنی چادر کو بار بار چڑھے پڑا تھے۔ جب کچھ افاقہ ہوتا تو اپنے مبارک چڑھے سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ نے اسی اضطراب و پریشانی کی حالت میں فرمایا، یہود و نصاریٰ پر خدا کی پھٹکار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ آپ یہ فرمایا کہ امت کو ایسے کاموں سے ڈراتے تھے۔

۴۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي  
عَيْنِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ أَنَّ عَائِشَةَ  
وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسَ قَالَا: لَمَّا نَزَلَ  
بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَقِيقَ بَطْرَحَ خَمِيسَةَ لَهُ  
عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ  
وَجْهِهِ قَالَ: - وَهُوَ كَذَلِكَ - ((لَفْتَةُ  
اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى الْخَدُونَ قُبُوزَ  
أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدٍ)) يُخَلَّرُ مَا صَنَعُوا.

[اطرافہ فی : ۱۳۹۰، ۱۳۹۳، ۳۴۵۳]

. [۵۸۱۵، ۴۴۴۳]

[اطرافہ فی : ۳۴۵۴، ۴۴۴۴، ۵۸۱۶]

۴۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ  
مَالِكٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ

(۳۳۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے مالک کے واسطے سے، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے سعید بن مسیب

الْمُسَيْبٌ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فَاقْتَلُوا الَّذِينَ أَنْهَاكُوكُمْ قُبُوْرَ أَنْبِيَاِيْهِمْ مَسَاجِدَ)).

سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

آپ نے امت کو اس لئے ڈرایا کہ کہیں وہ بھی آپ کی قبر کو مسجد نہ بنالیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا میری قبر  
میلہ نہ لگانا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ لوگ اسے پوچھیں۔ یہود اور نصاریٰ ہر دو کے یہاں قبر  
پرستی عام تھی اور آج بھی ہے۔ حافظ ابن قیم اخالۃ اللہ ہمان میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص موجودہ عام مسلمانوں کا حدیث نبوی اور  
آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ آج مسلمانوں کے ایک جم غیر نے بھی کس طرح حدیث نبوی کی  
مخالفت کرنے کی تھان لی ہے۔ مثلاً:

(۱) حضور ﷺ نے قبور انبیاء پر بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا مگر مسلمان شوق سے کتنی ہی قبور پر نماز پڑھتے ہیں۔ (۲) حضور ﷺ نے  
قبروں پر مساجد کی طرح عمارتیں بنانے سے بخوبی کے ساتھ روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارتیں بنائیں کار ان کا نام خلقناہ، مزار شریف اور  
درگاہ وغیرہ رکھا جاتا ہے (۳) حضور ﷺ نے قبور پر جراغات سے منع فرمایا۔ مگر قبر پرست مسلمان قبور پر خوب خوب جراغات کرتے  
اور اس کام کے لئے کتنی ہی جائیدادیں وقف کرتے ہیں۔ (۴) حضور ﷺ نے قبور پر زائد منی ڈالنے سے بھی منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ  
منی کی بجائے چوتا اور ایٹ سے ان کو بخت بناتے ہیں۔ (۵) آنحضرت ﷺ نے قبور پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا۔ مگر یہ لوگ شاندار  
عمارتیں بنائیں کر آیات قرآنی قبور پر لکھتے ہیں۔ گویا کہ حضور ﷺ کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر بدایت کے باقی بنے ہوئے ہیں۔

صاحب مجلس الابرار لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ ضال غلو (حد سے بڑھنا) میں یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرح قبور  
کے آداب اور اركان و مناسک مقرر کر ڈالے ہیں۔ جو اسلام کی جگہ کھلی ہوئی بت پرستی ہے۔ پھر تجуб یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ  
کو حنفی سنی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو حنفہ رضی اللہ عنہ نے ہرگز ہرگز ایسے امور کے لئے نہیں فرمایا۔ اللہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے۔

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ میرے لئے ساری زمین پر  
نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے (یعنی تیم کرنے)

کی اجازت ہے۔

(۳۳۸) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ششم  
نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو الحلم سیار نے بیان کیا، انہوں  
نے کہا ہم سے یزید فقیر نے، کہا ہم سے جابر بن عبد اللہ مجتہد نے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ  
سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔ (۱) ایک میں کی راہ سے میرا  
رعاب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لئے تمام زمین میں نماز  
پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے میری امت کے  
جس آدمی کی نماز کا وقت (جمال بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لئی

۵۶ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ  
((جَعَلْتُ لِيَ الْأَرْضَ مَسْجِدًا  
وَطَهُورًا))

۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيَّانَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ - هُوَ أَبُو  
الْحَكْمِ - قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ:  
حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ: ((أَغْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُغْطِهُنَّ أَحَدٌ  
مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرَتْ بِالرُّغْبَ مَسِيرَةَ  
شَهْرٍ، وَجَعَلْتُ لِيَ الْأَرْضَ مَسْجِدًا  
وَطَهُورًا، وَأَيْمَنًا رَجْلِي مِنْ أَنْتِي أَذْرَكْتُهُ

الصَّلَاةُ فَلِيَصْلِلُ، وَأَحْلَلْتُ لِيَ الْفَنَاءِ،  
وَكَانَ النَّبِيُّ يَعْثُرُ إِلَى فَوْمِهِ خَاصَّةً  
وَعَثُرْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَأَغْطِيَتُ  
الشَّفَاعَةَ). [راجع: ٣٢٥]

علوم ہوا کہ زمین کے ہر حصہ پر نماز اور اس سے قیم کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ حصہ پاک ہو۔ مال نعمت وہ جو اسلامی جہاد میں فتح کے نتیجے میں حاصل ہو۔ یہ آپ کی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے آپ سارے انبیاء میں ممتاز ہیں۔ اللہ نے آپ کا رعب اس قدر رذال دیا تھا کہ بڑے بڑے پادشاہ دور دراز بیٹھنے ہوئے محض آپ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے۔ کسری پرویز نے آپ کا نام مبارک چاک کر رذال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی دنوں بعد اسی کے بیٹھے شیر و یہ کے ہاتھ سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ اب بھی دشمن رسول کا یہی حشر ہوتا ہے کہ وہ ذلت کی موت مرتے ہیں۔

### باب عورت کا مسجد میں سونا۔

(٣٣٩) ہم سے عبید بن اساعیل نے بیان کیا کہا ہم سے ابو اسماء نے ہشام کے واسطے سے انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہ عرب کے کسی قبلیہ کی ایک کلی لوڈڑی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور وہ انہیں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو ولہن تھی) نہانے کو نکلی، اس کا کمر بند سرخ تسویں کا تھا اس نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا ایسا کے بدن سے گر گیا۔ پھر اس طرف سے ایک چیل گذری جہاں کمر بند پڑا تھا چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔ بعد میں قبلیہ والوں نے اسے بست تلاش کیا، لیکن کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لا دی اور میری تلاشی لئی شروع کر دی، یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔ اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمر بند گرا دیا۔ وہ ان کے سامنے ہی گرا۔ میں نے (اسے دیکھ کر) کہا یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔ تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔ یہی تو ہے وہ کمر بند! اس (لوڈڑی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔ حضرت

٤٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْيَدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَّةَ عَنْ هِشَامَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيَدَةَ كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَاغْتَقَوْهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ فَعَرَجَتْ صَيْبَةُ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحَ أَحْمَرَ مِنْ سِيرِ. قَالَتْ: فَرَضَعْتُهُ - أَوْ وَقَعَ مِنْهَا - فَمَرَّتْ بِهِ حَدِيَّةَ وَهُوَ مُلْقَى، فَخَسِيَّتْ لَحْمًا فَخَطَّفَتْهُ. قَالَتْ فَالْمَسْوَةُ فَلَمْ يَجِدُوهُ. قَالَتْ فَأَنْهَمُونِي بِهِ. قَالَتْ فَطَفِقُوا بِفَتْشُونِي حَتَّى فَتَشُوا قَبْلَهَا. قَالَتْ: وَاللَّهِ إِنِّي لِقَائِمَةٍ مَعَهُمْ إِذْ مَرَّتِ الْحَدِيَّةُ فَأَفَلَتْ، قَالَتْ: فَوَقَعَ بِنَهْمٍ، قَالَتْ فَلَقْتُهُ: هَذَا الَّذِي أَتَهُمْ مُؤْنِي بِهِ رَعْمَتْ، وَأَنَا مِنْهُ بَرِينَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ. قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَسْلَمَتْ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ لَهَا خِيَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ، أَوْ حِفْشٌ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ

عائشہ رضیتھا نے بیان کیا کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک بڑا خیمه لگا دیا گیا۔ (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمه لگا دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضیتھا نے بیان کیا کہ وہ لوئڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کرپند کاون ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے۔ اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔ حضرت عائشہ رضیتھا نے بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا، آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔

**تشریح** ثابت کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی، ثابت ہوا کہ ایسی نو مسلمہ مظلومہ عورت اگر کہیں جائے پناہ نہ پاسکے تو اسے مسجد میں پناہ دی جاسکتی ہے اور وہ راست بھی مسجد میں گزار سکتی ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا ذرہ نہ ہو۔ عام حالات میں مسجد کا ادب و احترام پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مظلوم اگرچہ کافر ہو پھر بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

آج کل بھی بعض قوموں میں عورتیں چاندی کا کرپند بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کا فیتنگ کرپند ہو گا جو سرخ رنگ کا تھا۔ ہے چیل نے گوشت جان کر اخالیا مگر بعد میں اسے واپس اسی جگہ لا کر ڈال دیا۔ یہ اس مظلومہ کی دعا کا اثر تھا ورنہ وہ چیل اسے اور نا معلوم جگہ ڈال دیتی تو اللہ جانے کہ کافر اس غریب مسکینہ پر کتنے ظلم ڈھاتے۔ وہ نو مسلمہ حضرت عائشہ رضیتھا کے پاس آکر بیٹھا کرتی اور آپ سے اپنے ذاتی واقعات کا ذکر کیا کرتی تھی اور اکثر نہ کورہ شعر اس کی زبان پر جاری رہا کرتا تھا۔

### باب مسجدوں میں مردوں کا سونا۔

اور ابو قلابہ نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ عکل نبی قبیلہ کے کچھ لوگ (جودس سے کم تھے) نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، وہ مسجد کے سامنے میں ٹھہرے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر نے فرمایا کہ صفوہ میں رہنے والے فقراء لوگ تھے۔

عندی۔ قالت فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا إِلَّا قَاتَ: وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِنِي رَبِّنَا إِلَّا إِنَّهُ مِنْ بَنْدَةِ الْكُفَّرِ أَنْجَانِي قَاتَ عَائِشَةَ فَقَلَّتْ لَهَا : مَا شَانِكَ لَا تَقْدِينَ مَعِي مَقْعَدًا إِلَّا فَلَّتْ هَذَا. قَاتَ فَحَدَّثَنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ.

٥٨ - بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ  
وَقَالَ أَبُو قِلَّابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: قَدْمَ رَهْفَطَ مِنْ عَكْلِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءِ.

**تشریح** اس حدیث کو خود امام بخاری رحلتی نے اسی لفظ سے باب الحاریین میں بیان کیا ہے۔ اور یہ سامنے بیان یا صفوہ میں رہنے والے وہ لوگ تھے جن کا گھر یا رکجھ نہ تھا۔ یہ ستر آدمی تھے۔ ان کو اصحاب صفوہ کہا جاتا ہے اور یہ دارالعلوم محمدی کے طلبائے کرام تھے۔

(۳۳۰) ہم سے مدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی نے عبید اللہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو نافع نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبد اللہ بن عمر رضیتھا نے خبر دی کہ وہ اپنی نوجوانی میں

٤٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ أَنَّهُ كَانَ يَنَمُّ

وَهُوَ شَابٌ أَغْرَبٌ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدٍ  
الَّتِي  
جب کہ ان کے بیوی بچے نہیں تھے نبی کشم شیعیم کی مسجد میں سویا  
کرتے تھے۔

[اطرافہ فی : ۱۱۲۱، ۱۱۵۶، ۳۷۳۸،  
۳۷۴۰، ۷۰۲۸، ۷۰۱۵، ۷۰۳۰]

ادب کے ساتھ بوقت ضرورت ہوانوں بورڑوں کے لئے مسجد میں سوتا جائز ہے۔ صند مسجد نبوی کے سامنے ایک سایہ دار جگہ  
تھی۔ جو آج بھی مدینہ منورہ جانے والے دیکھتے ہیں، میں آپ سے تعلیم حاصل کرنے والے رہتے تھے۔

(۳۲۱) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن الی  
حازم نے بیان کیا، انہوں نے اپنے پاپ ابو حازم سل بن دیبار سے،  
انہوں نے سل بن سعد بن عبید شریخ سے کہ رسول اللہ شیعیم فاطمہ ریثیہؓ کے  
گھر تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علیؑ ہنڑو گھر میں موجود نہیں ہیں۔  
آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے  
بیٹا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ پر  
خفا ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے میں قیولہ بھی نہیں کیا  
ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ شیعیم نے ایک شخص سے کہا کہ علیؑ ہنڑو  
کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے  
ہیں۔ پھر بنی کرم شیعیم تشریف لائے۔ حضرت علیؑ ہنڑو لیٹے ہوئے  
تھے، چادر آپ کے پہلو سے گرفتی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔  
رسول اللہ شیعیم جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرمارہے تھے اٹھو  
ابو تراب اٹھو۔

۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
عَنْ عَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ  
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلَيْهِ فِي الْبَيْتِ  
فَقَالَ: ((أَيْنَ أَبْنُ عَمْكِ؟)) قَالَتْ: كَانَ  
بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَقَاتَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقُلْ  
عِنْدِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ:  
((أَنْظِرْ أَبْنَ هُوَ؟)) فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ  
اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ. فَجَاءَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضطَبِعًا قَذْ سَقْطَ رِدَاؤُهُ  
عَنْ شَفْهَهُ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِنُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((قُمْ أَبَا  
تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ)).

[اطرافہ فی : ۳۷۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۸۰].

۴۲ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عَيْنَى قَالَ:  
(۳۲۲) ہم سے یوسف بن عیینی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن فضیل  
تھیجی حضرت علیؑ ہنڑو کی کنیت ہو گئی اور آپ اپنے لئے اسے بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ آنحضرت شیعیم کے چچا زاد  
بھائی تھے، مگر عرب کے محاورہ میں باپ کے عزیزوں کو بھی چچا کا بیٹا کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی لخت جگہ حضرت فاطمہ ریثیہؓ کے دل میں  
حضرت علیؑ ہنڑو کی محبت پیدا کرنے کے خیال سے اس طرز سے گفتگو فرمائی۔ میاں بیوی میں گاہے گاہے باہمی ناراٹھکی ہونا بھی ایک  
فطری چیز ہے۔ مگر ایسی خنگی کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے خانگی زندگی تلنگ ہو سکتی ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں سونے کا  
بواز نکلا۔ یہی حضرت امام بخاری ریثیہؓ کا مقصد ہے جس کے تحت آپ نے اس حدیث کو میں ذکر فرمایا۔ جو لوگ عام طور پر مسجدوں میں  
مردوں کے سونے کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا قول صحیح نہیں جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

نے اپنے والد کے واسطے سے 'انہوں نے ابو حازم سے' انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ستر اصحاب صفة کو دیکھا کہ ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس چادر ہو۔ فقط تبند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے کا کپڑا جنہیں یہ لوگ اپنی گردنوں سے ہاندہ لیتے۔ یہ کپڑے کسی کے آدمی پنڈل تک آتے اور کسی کے ٹھنون تک۔ یہ حضرات ان کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں شرمگاہ نہ کمل جائے اپنے ہاتھوں سے سینتے رہتے تھے۔

**باب سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں۔**  
کعب بن مالک سے نقل ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پسلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے۔

(۳۲۳) ہم سے خلاد بن مجی نے بیان کیا، کہا تم سے سعر نے، کہا تم سے مغارب بن مختاری رضی اللہ عنہ نے کتاب مخازی میں بیان کیا ہے۔  
باب سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کے بیان میں۔  
کعب بن مالک سے نقل ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پسلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے۔

سے خارب بن دثار نے جابر بن عبد اللہ کے واسطے سے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرماتھے۔ سعر نے کہا میرا خیال ہے کہ مخارب نے چاشت کا وقت بتایا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (پسلے) دور کعت نماز پڑھ اور میرا آخر پرست ﷺ پر کچھ قرض تھا۔ جسے آپ نے ادا کیا اور زیادہ بھی دیا۔

**باب اس بارے میں کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پسلے دور کعت نماز پڑھنی چاہئے۔**

(۳۲۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے یہ خبر پہنچائی، انہوں

حدَّثَنَا أَبْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصَّفَةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا أَزَارَ وَإِمَّا كَسَّأَهُ لَقَدْ رَبَطُوا لِي أَغْنَاقِهِمْ، فَعِنْهَا مَا يَلْعُغُ بِصَنْفِ السَّالِقِينَ، وَعِنْهَا مَا يَلْتَغِي الْكَغْبِيْنَ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَّةً أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

حضرت امام قدس سرہ نے اس حدیث سے یہ نکلا کہ مساجد میں بوقت ضرورت سونا جائز ہے۔

**۵۹- بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِيمٌ مِنْ سَفَرٍ**  
وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَدِيمٌ مِنْ سَفَرٍ بَدَا بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ۔

اس حدیث کو خود امام مختاری رضی اللہ عنہ نے کتاب مخازی میں بیان کیا ہے۔

**۴۴۳- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَعْقِيْرَ قَالَ:**  
حدَّثَنَا مِسْنَعُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دَثَّارٍ عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ - قَالَ مِسْنَعٌ: أَرَأَهُ قَالَ ضَحَّى - فَقَالَ: ((صَلُّ رَكْعَتَيْنِ)).  
وَكَانَ لِي عَلَيْهِ ذِيْنَ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

أَطْرَافُهُ فِي : ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۲۰۹، ۲۲۸۵، ۲۳۸۰، ۲۳۹۴، ۲۴۷۰، ۲۴۰۶، ۲۶۰۴، ۲۶۰۳، ۲۸۶۱، ۲۷۱۸، ۳۰۸۹، ۳۰۸۷، ۲۹۶۷، ۳۰۹۰، ۵۰۴۳، ۵۰۸۰، ۵۰۷۹، ۴۰۵۲، ۵۲۴۷، ۵۲۴۶، ۵۲۴۵، ۵۲۴۴، ۵۳۶۷، ۵۳۸۷ [۶۳۸۷]۔

**۶۰- بَابٌ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ**  
**الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ**

۴۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

الْوَبِيرُ عَنْ عَمْرُو بْنِ سُلَيْمَنَ الزُّرْقَىٰ عَنْ أَبِي قَاتَدَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرَ مِنْ فِرْمَا جَبَ تِمَّ مِنْ سَعْيِ كُوئِيْ خُصْصَ مَسْجِدَ مِنْ دَاهِلٍ هُوَ تَوْبِيْتُهُ سَعْيَ رَكْعَتُ نَمازِ پُرْهَ لَهُ .

[طرفة في : ١١٦٣].

**لتبیین** مسجد میں آئے والا پلے و رکعت نقل پڑھے، پھر بیٹھے۔ چاہے کوئی بھی وقت ہو اور ہاہے امام جمعہ کا خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ جامع ترمذی میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ بينما النبی صلی اللہ علیہ وسلم يخطب يوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت قال لا قال قم فارکع قال ابو عیسیٰ وهذا الحديث حسن صحيح اخرجه الجماعة وفي روایة اذ جاء احدکم يوم الجمعة والامام يخطب فلیرکع رکعتین ولیتجوز فيما رواه احمد و مسلم و ابوداود وفي روایة اذا جاء احدکم يوم الجمعة وقد خرج الامام لل يصل رکعتین متفق عليه کذا فی المتنقی (تحفة الاحوذی) ج ۱ ص ۳۲۳ (یعنی آخرضت ﷺ جمعہ کا خطبہ سنا رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا کہ و رکعت پڑھ کر بیٹھو اور ان و رکعتوں کو بلکا کر کے پڑھو۔ ایک روایت میں فرمایا کہ جب بھی کوئی تم میں سے مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو چاہئے کہ بیٹھنے سے پلے وہ لکی رکعت پڑھ لے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والعمل على هذا عند بعض اهل العلم وبه يقول الشافعی و احمد و اسحاق وقال بعضهم اذا دخل والامام يخطب فانه يجلس ولا يصلی و هو قول سفيان التوری و اهل الكوفة والقول الاول اصح يعني بعض اهل علم او امام شافعی او امام احمد او اسحاق کائی فتوی ہے۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے بلکہ یوں ہی بیٹھ جائے۔ سقیان توری رحمۃ اللہ علیہ او اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے اور منع کرنے والوں کا قول صحیح نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث صریح کی بنا پر فقیہے محمد شیعین اور امام شافعی وغیرہم کا یہی فتوی ہے کہ خواہ امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ مگر مناسب ہے کہ مسجد میں آئے والا و رکعت تحریہ المسجد پڑھ کر بیٹھے اور مستحب ہے کہ ان میں تنخیف کرے۔

آخرضت ﷺ نے جس آئے والے شخص کو جمعہ کے خطبہ کے دوران و رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اس کا نام سلیک تھا۔ موجودہ دور میں بعض لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ مسجد میں آتے ہی پلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جبکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پلے و رکعتیں پڑھے، پھر بیٹھے۔

## ۶۱- بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ

اس باب سے حضرت امام مخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ بے وضو آدمی مسجد میں جا سکتا ہے اور مسجد میں بیٹھ سکتا ہے۔

۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: (۳۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں مالک نے ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تم اپنے مسلی پر جہاں تم نے نماز پڑھی تھی، بیٹھے رہو اور ریاح خارج نہ کرو تو ملائکہ تم پر برایر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں ”اے اللہ! اس کی مغفرت کیجئے“ اے اللہ!

عن أبي هريرة أنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (الْمُلَاجِكَةُ تُصْلَى عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ لِي مُصْلَأً إِنَّهُ أَنْدِيَ صَلَى فِيهِ مَا لَمْ يُحَدِّثُ،

تَقُولُ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ ، اللَّهُمَّ ارْحَمْ . اس پر رحم کجھے۔

[راجع: ۱۷۶]

معلوم ہوا کہ حدث (ہوا خارج) ہونے کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی دعا موقوف کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں جملہ تک ممکن ہوا و ضوئیتھنا انخل ہے۔

### باب مسجد کی عمارت۔

ابو سعید نے کہا کہ مسجد بُوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ عمر بن الخطب نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں اور مسجدوں پر سرخ "زور رنگ مت" کرو کہ اس سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ انس بن الخطب نے فرمایا کہ (اس طرح پختہ بوانے سے) لوگ مساجد پر فخر کرنے لگیں گے۔ مگر ان کو آباد بہت کم لوگ کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بھی مساجد کی اسی طرح زیارت کرو گے جس طرح یہود و نصاری نے کی۔

**لَشَيْخُ** حضرت مولانا وحید الزیان صاحب **لَشَيْخُ** فرماتے ہیں کہ مسجد کی رنگ آمیزی اور نقش و نگار دیکھ کر نماز میں نمازی کا خیال بٹ جائے گا۔ اس اثر کو خود امام نخاری **لَشَيْخُ** نے مسجد بُوی کے بلب میں نکلا۔ ان مجھے نے حضرت عمر بن الخطب سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کسی قوم کا کام اس وقت تک نہیں گزرا جب تک اس نے اپنی مسجدوں کو آراستہ نہیں کیا۔ اکثر علماء نے مساجد کی بہت زیادہ آرائش کو مکروہ جانا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو نمازوں کا خیال نماز سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا پیسے کا بیکار ضائع کرنا ہے۔ جب مساجد کا نقش و نگار بے فائدہ مکروہ اور منع ہو تو شادی تھی میں روپیہ اڑانا اور فضول رسکیں کرنا کب درست ہو گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی آنکھیں کھولیں اور جو پیسے ملے اس کو نیک کاموں اور اسلام کی ترقی کے سامان میں صرف کریں۔ مثلاً دین کی کتابیں چھپوائیں۔ غریب طالب علم لوگوں کی خبر گیری کریں۔ مدارس اور سراءۓ بُوائیں، مسالکین اور محاذیوں کو کھلانیں، نگلوں کو کپڑے پہنائیں۔ قیمتوں اور یہاؤں کی پرورش کریں۔

(۳۲۶) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد ابراہیم بن سعید نے صالح بن کیمان کے واسطے سے، ہم سے مانع نے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انسیں خبر دی کہ جبی کرم **لَشَيْخُ** کے زمانہ میں مسجد بُوی کچھ ایشوں سے بنائی گئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون اسی کی کڑیوں کے۔ حضرت ابو بکر بن الخطب نے اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی۔ البتہ حضرت عمر بن الخطب نے اسے بڑھایا اور اس کی تعمیر رسول اللہ **لَشَيْخُ** کی بنائی ہوئی گیا وہوں کے مطابق

### ٦٢ - بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ : كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِينَةِ النَّخْلِ . وَأَمْرَ عُمَرَ بَنَاءَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ : أَكِنْ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ لِتَقْبِينَ النَّاسَ .

وَقَالَ أَنَسٌ يَتَاهُونَ بِهَا ثُمَّ لَا يَغْمُرُونَهَا إِلَّا قَبْلًا . وَقَالَ أَنَسٌ عَبَاسٌ : لَتُزَخِّرْ فَهَا كَمَا ذَخَرْتَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى .

حَدَّثَنَا عَلَيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عَنْ صَالِحٍ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ مَبْيَأًا بِاللِّبَنِ وَسَقْفَةً الْجَرِينَةَ وَعَمْدَةً خَشْبَ النَّخْلِ ، فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا ، وَرَأَدَ فِيهِ عُمَرٌ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ

کچی اینٹوں اور کھبور کی شاخوں سے کی اور اس کے ستون بھی کڑیوں ہی کے رکھے۔ پھر حضرت عثمان بن عفی نے اس کی عمارت کو بدل دیا اور اس میں بست سی زیادتی کی۔ اس کی دیواریں منقش پھروں اور گچھے سے بنائیں۔ اس کے ستون بھی منقش پھروں سے بنائے اور چھت ساگوان سے بنائی۔

رسُولُ اللَّهِ ﷺ بِاللَّهِ وَالْمُحْرِيدِ وَأَعَادَ  
عَمْدَةَ خَسْبًا. ثُمَّ غَيْرَهُ غَمَانٌ فَرَادَ فِيهِ  
زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَيْ جِدَارَةَ بِالْجِهَارَةِ  
الْمِنْقُوشَةِ وَالْفَصَمَةِ، وَجَعَلَ عَمْدَةَ مِنْ  
الْجِهَارَةِ مَنْقُوشَةً، وَسَقَفَةَ بِالسَّاجِ

**مسجد نبوی زمانہ رسالت آب** میں جب پہلی مرتبہ تعمیر ہوئی تو اس کا طول و عرض تیس مربع گز تھا۔ پھر غزوہ خبر کے بعد ضرورت کے تحت اس کا طول و عرض پہچاس مربع گز کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن عفی نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی کو بن اینٹوں اور کھبور کی شاخوں سے مغلوم کیا اور ستون کڑیوں کے بنائے۔ حضرت عثمان بن عفی نے اپنے دور خلافت میں اسے پختہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ بن عوف مسیہ میں آئے تو آپ نے ایک حدیث نبوی سنائی کہ آنحضرت بن عفی نے یہیں گوئی فرمائی تھی کہ ایک ن میری مسجد کی تعمیر پختہ بنیادوں پر ہو گی۔ حضرت عثمان بن عفی نے یہ حدیث سن کر بطور خوشی حضرت ابو ہریرہؓ کو پانچ سو دینار پیش کئے۔ جد کے سلاطین اسلام نے مسجد نبوی کی تعمیر و استحکام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موجودہ دور حکومت سعودیہ (خلدہ اللہ تعالیٰ) نے مسجد کی نیارات کو اس قدر طویل و عریض اور محکم کر دیا ہے کہ دیکھ کر دل سے اس حکومت کے لئے دعائیں نکلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان خدمات جلیلہ کو قبول کرے۔

احادیث و آثار کی بنا پر حد سے زیادہ مساجد کی شیپ ثاب کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ کا دستور تھا کہ وہ اپنے مذہب کی حقیقی روح سے غافل ہو کر ظاہری زیب و زینت پر فریقت ہو گئے۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کی مساجد کا ہے، جن کے میانے آسمانوں سے باتمیں کر رہے ہیں مگر توحید و سنت اور اسلام کی حقیقی روح سے ان کو خالی پایا جاتا ہے۔ الاماشاء اللہ۔

### باب اس بارے میں کہ مسجد بنانے میں مدد کرنا

(یعنی اپنی جان و مال سے حصہ لینا کارث و ثواب ہے)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”مشرکین کے لئے لا تُنْهِيْ نَسِيْمَ كَمَ الْلَّهُ تَعَالَى<sup>۱</sup>  
کی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لیں۔“ الآیۃ۔

(۲۷) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمه سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباسؓ اپنے بنے کیا کہ ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابو سعیدؓ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنپھالی اور گوت مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ

### ۶۳ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِي بِنَاءِ

الْمَسْجِدِ

وَقُولُ اللَّهِ عَزَّوَ جَلَّ: هُمَا كَانَ لِلنَّمْشِرِ كِبِينَ  
أَنْ يَعْمَرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ.

۴۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ  
لَعْزِيْزَ بْنَ مُخْتَارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدَ  
الْحَدَّادَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لَيْلَى ابْنَ  
عَبَّاسٍ وَلَا بَيْهِ عَلَى: أَنْظَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ  
شَسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ. فَأَنْظَلَقُنَا، فَلَمَّا هُوَ فِي  
حَانِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِداءَهُ فَأَخْتَى، ثُمَّ  
شَأْلَ بَعْدَنَا، حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ  
بَعْدَ: كُنَّا نَحْمِلُ لِبَنَةَ لِبَنَةَ وَعَمَارَ لِبَنَتِنَ

لَبَّيْنِ. فَرَأَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَجَعَلَ يَنْفَضُ  
الْتُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ: ((وَيَنْعَثِيرُ عَمَارَ تَقْتُلَةَ  
الْفِتْنَةِ الْبَاغِيَةِ يَذْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَذْعُونَهُ  
إِلَى النَّارِ)) قَالَ يَقُولُ عَمَارٌ: ((أَغُوذُ بِاللَّهِ  
مِنَ الْفَتْنَةِ)).

[طرفة في : ۲۸۱۲].

**تَسْبِيحٍ** یہاں مذکورہ علی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ جس دن حضرت علی بنی ایوب نے جام شادوت نوش فرمایا، اسی دن زاہد تھے۔ اسی لئے ان کا نام علی رکھا گیا اور کہت ابوا الحسن۔ یہ قریش میں بہت سی جسمیں و جبلیں اور بڑے عابدوں والی خانوں گذری ہیں جن کو شہید کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمار بن یاسر بڑے جلیل القدر صحابی اور آخر حضرت ﷺ کے پچھے جان ثار تھے۔ ان کی ماں سیہی بیٹی بھی بڑے عزم و ایقان اور ان سے بات چیت کرنا بھی بہت سی اچھا طریقہ ہے۔ (۳) مساجد کی تعمیر میں خود پھر اخاناخا کر کر مدعا اتنا بڑا ثواب کا کام ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی محبت میں بیٹھنا ان سے دین کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں مثلاً حضرت ابو عیید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح علم و فضل کے باوجود سختی باڑی کے کاموں میں مشغول رہنا بھی امر مستحسن ہے۔ آنے والے مہماںوں کے احترام کے لئے اپنے کاروبار والے لباس کو درست کر کے پہن لیتا اور ان کے لئے کام چھوڑ دینا اور ان سے بات چیت کرنا بھی بہت سی اچھا طریقہ ہے۔

قطلانی نے کہا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو باب الجہاد اور باب المعنی میں بھی روایت کیا ہے۔ اس واقعہ میں آخر حضرت ﷺ کی صداقت کی بھی روشن دلیل ہے کہ آپ نے اتنا عرصہ پسلے جو خبر دی وہ من و عن پوری ہو کر ہی، اس لئے کہ «وما ينطق عن الهوى  
ان هو الا وحى يوحى» آپ دین کے بارے میں جو کچھ بھی فرماتے وہ اللہ کی وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ حق ہے۔

معطفی ہرگز نہ کنتے تاہم کنتے جرگل جرگل ہرگز نہ کنتے تاہم کنتے پروردگار

باب اس بارے میں کہ بڑھی اور کاریگر سے مسجد کی تعمیر

میں اور منبر کے تختوں کو بنوائے میں مدد حاصل کرنا

(جاائز ہے)

(۳۲۸) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبد العزیز نے ابو حازم کے واسطے، انسوں نے محل بیٹھنے کے نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھی غلام سے کہیں کہ میرے لئے (منبر) لکڑیوں کے تختوں سے بنادے جن پر میں بیٹھا کروں۔

٤٤٨ - بَابُ الْإِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَارِ

وَالصُّنَاعَ فِي أَغْوَادِ الْمَبِيرِ

وَالْمَسْجِدِ

448 - حَدَّثَنَا قُبَيْلَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْعَوْنَى عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ: بَعْثَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى امْرَأَةٍ أَنْ مُرِيَ غُلَامَكُ  
النَّجَارَ يَعْمَلُ لِي أَغْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

[راجح: ۳۷۷]

(۳۴۹) ہم سے خلاد بن مجھی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن ایکن نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے کہ ایک عورت نے کہایا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔ میرا ایک بڑھتی غلام بھی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو منبر بنوادے۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَعْقِبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَفْعَدُ عَلَيْهِ؟ فَلَمْ لِي غَلَامًا نَجَّارًا. قَالَ: ((إِنْ شِئْتِ)) فَعَمِلَتْ الْمُنْبَرَ [أَطْرَافَهُ فِي : ۹۱۸، ۲۰۹۵، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵].

**تَسْبِيحٌ** اس باب کی احادیث میں صرف بڑھتی کا ذکر ہے۔ معدار کو اسی پر قیاس کیا گیا۔ یا حضرت طلاق بن علی کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ تعمیر مسجد کے وقت یہ مٹی کا گارا بنا رہا تھا اور آخر حضرت مسیح پیغمبر نے ان کا کام بست پسند فرمایا تھا۔ یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ پہلے خود اس عورت نے منبر بنوادے کی پیش کش کی ہو گی بعد میں آپ کی طرف سے اس کو یاد دہانی کرائی گئی ہو گی۔ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلا ہے کہ ہدیہ بغیر سوال کئے تو قبول کر لے اور وعدہ یاد دلانا بھی درست ہے اور اہل اللہ کی خدمت کر کے تقرب حاصل کرنا عمدہ ہے۔ حضرت امام نے اس حدیث کو علامات نبوت اور یوں میں بھی نقل کیا ہے۔

### باب جس نے مسجد بنائی اس کے اجر و ثواب کا بیان

(۳۵۰) ہم سے مجھی بن سلیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے بکیر بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے عاصم بن عمر بن قادہ نے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن اسود خولانی سے سنا، انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے متعلق لوگوں کی باتوں کو سن کر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی۔۔۔ بکیر (راوی) نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ۔۔۔ اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی ایک مکان جنت میں اس کے لئے بنائے گا۔

**تَسْبِيحٌ** ۳۰۰ میں حضرت عثمان بن عثمان نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا کام شروع کرایا۔ کچھ لوگوں نے یہ پسند کیا کہ مسجد کو پہلے حال ہی پر باتی رکھا جائے۔ اس پر حضرت عثمان بن عثمان نے یہ حدیث نبوی اپنی دلیل میں پیش فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ بن عثمان کی حدیث

### ٦٥ - بَابُ مَنْ بَنَى مَسْجِداً

٤٥٠ - حَدَّثَنَا يَعْقِبٍ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو أَنَّ بَكِيرًا حَدَّثَنِي أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ عَبْيَدَ اللَّهِ الْخَوَلَانِيَ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ - عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ جِنْ جِنْ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ ﷺ: إِنْكُمْ أَكْثَرُهُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا - قَالَ بَكِيرٌ: حَسِبْتَ أَنَّهُ قَالَ - يَتَعَفَّفُ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلًا فِي الْجَنَّةِ)).

سے بھی استدلال کیا۔ جس کا ذکر پسلے گزر چکا ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

**باب جب کوئی مسجد میں جائے تو اپنے تیر کے پھل کو تھامے رکھے تاکہ کسی نمازی کو تکلیف نہ ہو۔**

(۳۵۱) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عینہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اور وہ تیر لئے ہوئے تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ان کی نوکیں تھامے رکھو۔

### باب مسجد میں تیر وغیرہ لے کر گذرنا۔

(۳۵۲) ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہ کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے کہ کہا ہم سے ابو رودہ بن عبد اللہ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد (ابو موی اشعری صحابی) سے سنا وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں میں تیر لئے ہوئے چلے تو ان کے پھل تھامے رہے، ایسا نہ ہو کہ اپنے باتوں سے کسی مسلمان کو زخمی کر دے۔

ان روایات اور ابواب سے حضرت امام بخاری یہ ثابت فرماتے ہیں کہ مساجد میں مسلمانوں کو تھیمار بند ہو کر آنا درست ہے مگریہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو کوئی گزندنہ پہنچے۔ اس لئے کہ مسلمان کی عزت و حرمت بہر حال مقدم ہے۔

### باب اس بیان میں کہ مسجد میں شعر پڑھنا کیسا ہے؟

(۳۵۳) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری کے واسطے سے، کہا کہ مجھے ابو سلمہ (اسماعیل یا عبد اللہ ابن عبد الرحمن بن عوف نے، انہوں نے حسان بن ثابت النصاری رہنگر سے سنا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر گواہ بنا رہے تھے کہ میں تمیس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ

۶۶ - بَابُ يَاخُذُ بِنْصُولِ النَّبِيلِ إِذَا  
هَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۱ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّاً قَالَ: قُلْتُ لِعَمْرُو: أَسْمَعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعْهُ سِهَّامٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أَمْسِكْ يَنْصَالِهَا؟)).

[طرفة فی : ۷۰۷۳ ، ۷۰۷۴]

### باب المُرُور فی المسجد

۴۵۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْزَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَيْلٍ فَلْيَأْخُذْ عَلَى نَعْصَالِهَا لَا يَغْرِي بِكَفِهِ مُسْلِمًا)).

[طرفة فی : ۷۰۷۵]

### باب الشِّعْر فِي المسجد

۴۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعْبَيْتُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَانَ بْنَ ثَابِتَ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ: أَنْ شَدَّك

لشیطان کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے (مشرکوں کو اشعار میں) جواب دو اور اے اللہ! حسان کی روح القدس کے ذریعہ مد کر۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا، ہاں میں گواہ ہوں۔ بے شک میں نے حضور ﷺ سے یہ سنائے ہے)

اللَّهُ هُنَّ سَمِفَتُ النَّبِيِّ يَقُولُ: ((يَا حَسَانَ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَيْدِهِ بِرُوحَ الْقَدْسِ)) قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: نَعَمْ. [طرفاہ فی : ۳۲۱۲، ۶۱۵۲]

**لشیطان** خلافت فاروقی کے دور میں ایک روز حضرت حسان مسجد بنوی میں دینی اشعار سناتے ہے تھے۔ جس پر حضرت عمر بن الخطاب نے ان کو روکنا چاہا تو حسان نے اپنے فعل کے جواز میں یہ حدیث بیان کی۔ حضرت حسان بن ثابت بن الخطاب دربار رسالت کے خصوصی شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے کافروں کے غلط اشعار کا جواب اشعار ہی میں دیا کرتے تھے۔ اس پر آپ نے ان کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔

معلوم ہوا کہ دینی اشعار، نظمیں مساجد میں سنانا درست ہے۔ ہاں لغو اور عشقیہ اشعار کا مسجد میں سنانا بالکل منع ہے۔

**باب چھوٹے چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھینے والوں کے بیان میں۔**

(۳۵۳) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صلح بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شاہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے جھرو کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت جب شہ کے کچھ لوگ مسجد میں نیزوں سے) کھلیل رہے تھے (ہتھیار چلانے کی مشق کر رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھاپا لیا تاکہ میں ان کا کھلیل دیکھ سکوں۔

## ۶۹۔ بَابُ أَصْحَابِ الْحِرَابِ فِي

### الْمَسْجِدِ

۴۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَزْرَوْةُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عَابِشَةَ قَالَتْ: لَقِذَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ يَوْمًا عَلَى بَابِ حَخْرِيَّيْ وَالْحَجَشَةِ يَلْمِعُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ يَسْتَرُنِي بِرِدَانِهِ أَنْظَرْتُ إِلَيْ لَعِبِهِمْ [اطراہ فی : ۴۵۵، ۹۰۰، ۹۸۸، ۳۹۳۱، ۳۵۲۹، ۲۹۰۶، ۵۱۹۰، ۵۲۳۶]

(۳۵۵) ابراہیم بن منذر سے روایت میں یہ زیادتی منقول ہے کہ انہوں نے کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے ابن شاہب کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب کہ

۴۵۵ - زَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنَ الْمُنْذِرِ: قَالَ حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ عَزْرَوْةَ عَنْ عَابِشَةَ قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ وَالْحَجَشَةَ يَلْمِعُونَ بِحِرَابِهِمْ

[راجع: ۴۵۴]

جسہ کے لوگ چھوٹے نیزوں (بھالوں) سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔

**تَشْرِيف** اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے بھیار لے کر مسجد میں جانا جن سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچ کا اندیشہ نہ ہو، جائز ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر بن عثمان نے ان کے اس کھیل پر اخسار نہ رکھی کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیزوں سے کھینا صرف کھیل کو دے کر درجے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس سے جنگی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو دشمنان اسلام کی مدافعت میں کام آئیں گی۔ (فتح الباری)

## باب مسجد کے منبر پر مسائل خرید و فروخت کا ذکر کرنا درست ہے۔

(۳۵۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا کہ کماہم سے سفیان بن عیینہ نے مجین بن سعید النصاری کے واسطے سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے فرمایا کہ بریرہ (لوٹڑی) ان سے اپنی کتابت کے بارے میں مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو یہ رقم دے دوں (اور تمیں آزاد کراؤں) اور تمہارا اولاد کا تعلق مجھ سے قائم ہو۔ اور بریرہ کے آقاوں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہ اگر آپ چاہیں تو جو قیمت بالی رہ گئی ہے وہ دے دیں اور اولاد کا تعلق ہم سے قائم رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو اور اولاد کا تعلق تو اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو آزاد کرائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ سفیان نے (اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے) ایک مرتبہ یوں کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو ایسی شرائط کرتے ہیں جن کا تعلق کتاب اللہ سے نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی، اگرچہ وہ سو مرتبہ کر لے۔ اس حدیث کی روایت مالک نے مجین کے واسطے سے کی، وہ عمرہ سے کہ بریرہ اور انہوں نے منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔ اخ-

## ٧٠ - بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ وَالشَّرِائِعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٥٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَتَهَا بَرِيرَةً تَسْأَلُهَا فِي كِبَابِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتَ أَغْطِنَتْ أَهْلَكَ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِيْ. وَقَالَ أَهْلُهَا: إِنْ شِئْتَ أَغْطِنَتْهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفِيَّانُ مَرَّةً: إِنْ شِئْتَ أَغْطِنَتْهَا وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لَنَا. فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَاهُ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّا عَيْنَاهَا فَأَغْنَيْنَاهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْنَقَ)). ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْبَرَ وَقَالَ سُفِيَّانُ مَرَّةً فَصَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَا بَالْ أَفْوَامِ يَشْتَرِطُونَ شَرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَلَّا يُنْهَى لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةً مَرْقُومًا)). رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَةَ أَنَّ بَرِيرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعَدَ الْمِنْبَرَ.

[اطراfe في: ۱۴۹۳، ۲۱۰۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۷۸، ۲۵۶۵، ۲۵۶۴، ۲۷۱۷]

۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷

۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷

۶۷۶۰، ۶۷۵۸، ۶۷۵۴، ۶۷۵۱

**تَسْبِيحٌ** عمد غلائی میں یہ دستور تھا کہ لوئڈی یا غلام اپنے آقا کا منہ مانگا روپیہ ادا کر کے آزاد ہو سکتے تھے مگر آزادی کے بعد ان کی دراثت انہی پہلے مالکوں کو ملتی تھی۔ اسلام نے جمال غلائی کو ختم کیا، ایسے غلط در غلط رواجوں کو بھی ختم کیا اور جلالیا کہ جو بھی کسی غلام کو آزاد کرائے اس کی دراثت ترک کر وغیرہ کا (غلام کی موت کے بعد) اگر کوئی اس کا وارث عصبه نہ ہو تو آزاد کرنے والا ہی بطور عصبه اس کا وارث قرار پائے گا۔ لفظ ولاء کا یہی مطلب ہے۔ علام ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترجیہ باب آنحضرت مطہریہ کے لفظ ما بال اقوام الحنفیہ سے نکلتا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی ہے کہ بیع و شراء کے مسائل کا منبر یہ ذکر کرنا درست ہے (فتح الباری)

### باب قرض کا تقاضہ اور قرض دار کا مسجد تک چھپا کرنا۔

(۳۵۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عثمان بن عمر عبدالی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے زہری کے واسطے سے، انہوں نے عبد اللہ بن کعب بن مالک سے، انہوں نے اپنے باب کعب بن مالک سے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں عبد اللہ ابن ابی حدرود سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور دونوں کی گفتگو بلند آوازوں سے ہونے لگی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھی اپنے جمرے سے سن لیا۔ آپ پر وہ ہٹا کر باہر تشریف لائے اور پکارا۔ کعب۔ کعب (بنو شوہر) بولے، ہاں حضور فرمائیے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے قرض میں سے اتنا کم کرو۔ آپ کا اشارہ تھا کہ آدم حکم کر دیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ؟ میں نے (بنو شوہر) ایسا کر دیا۔ پھر آپ نے ابن ابی حدرود سے فرمایا اچھا باب انخوا اور اس کا قرض ادا کرو۔ (جو آدم حکم کر دیا گیا ہے)

باب مسجد میں جھاڑو دینا اور وہاں کے چیڑھے کوڑے  
کر کر اور لکڑیوں کو چن لینا

(۳۵۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے

### ۷۱- بَابُ التَّقَاضِيِّ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ  
مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي  
حَذَرَدِ دِينَكَ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ  
فَأَرْتَفَعَتْ أَصْنَاعُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى  
كَشَفَ سِجْفَ حَجْرِتِهِ فَنَادَى: ((يَا  
كَعْبُ)) قَالَ: لَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ :  
((صَنْعُ مِنْ دِينِكَ هَذَا، وَأَوْمَأْ إِلَيْهِ، أَيُّ  
الشَّطَرِ)) قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ،  
قَالَ: ((قُنْمَ فَاقْضِيهِ)).

[اطرافہ فی : ۴۷۱، ۲۴۱۸، ۲۴۲۴، ۲۷۱۰، ۲۷۰۶]

### ۷۲- بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْقِطَاطِ الْعِرْقِ وَالْقَدَى وَالْعَيْدَانِ

۴۵۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزْبٍ قَالَ:

حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ثابت سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک جبشی مرد یا جبشی عورت مسجد نبوی میں جھاؤ دیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو انتقال کر گئی۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا، پھر آپ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔

حدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ - أَوْ امْرَأَةً سَوْدَاءَ - كَانَ يَقْمُ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَقَالُوا: مَاتَ، قَالَ: ((أَفَلَا كُنْتَمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ، ذُلُونِي عَلَى قَبْرِهِ)) - أَوْ قَالَ قَبْرِهَا - فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا.

[طرفہ فی : ۴۶۰ ، ۱۳۳۷] .

**لشیخ** تبیق کی روایت میں ہے کہ ام مجن نبی عورت تھی، وہ مسجد کی صفائی سترائی وغیرہ کی خدمت انجام دیا کرتی تھی، آپ اس کی موت کی خبر سن کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں اس کا جنازہ ادا فرمایا، پاب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ مسجد کی اس طرح خدمت کرنا بڑا ہی کاروڑا ہے۔

### باب مسجد میں شراب کی سوداگری کی حرمت کا اعلان کرنا۔

(۳۵۹) ہم سے عبدال بن عبد اللہ بن عثمان نے ابو حمزة محمد بن میمون کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے اگوش سے، انہوں نے مسلم سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عاشرہ بن ابی ایضا سے، آپ فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی سودے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے۔

(باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

### ٧٣- بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

٤٥٩ - حدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حِمْزَةَ عَنِ  
الْإِعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ  
عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا أَنْزَلْتِ الْآيَاتِ مِنْ  
سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى  
الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَرَمَ  
تِجَارَةَ الْخَمْرِ.

[اطرافہ فی : ۲۰۸۴ ، ۲۲۲۶ ، ۴۵۴۰ ، ۴۵۴۱ ، ۴۵۴۲ ، ۴۵۴۳] .

### باب مسجد کے لیے خادم مقرر کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہیں نے (قرآن کی اس آیت) ”جو اولاد میرے پیٹ میں ہے، یا اللہ! میں نے اسے تیرے لئے آزاد چھوڑنے کی نذر مانی ہے“ کے متعلق فرمایا کہ مسجد کی خدمت میں چھوڑ دینے کی نذر مانی تھی کہ (وہ تا عمر) اس کی خدمت کیا کرے گا۔

### ٧٤- بَابُ الْخَدْمَ لِلْمَسْجِدِ

وَقَالَ أَبْنُ عَيَّاسٍ «نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي  
مُحَرَّرًا»: لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

**تَسْبِيحٌ** سورہ آل عمران میں حضرت مریم کی والدہ کا یہ قصہ مذکور ہے۔ حالت حمل میں انہوں نے نذر مانی تھی کہ جو پچ پیدا ہو گا وقف کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مساجد کا احترام یہی شے سے چلا آ رہا ہے اور ان کی خدمت کے لئے کسی کو مقرر کر دینا درست ہے جیسا کہ آج کل خدام مساجد ہوتے ہیں۔

(۳۶۰) ہم سے احمد بن واتد نے بیان کیا کہ کماہم سے حماد بن زید نے ثابت بنی کے واسطے سے انہوں نے ابو رافع سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رض سے کہ ایک عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ابو رافع نے کہا، میرا خیال ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔

### باب قیدی یا قرضدار جسے مسجد میں باندھ دیا گیا ہو۔

(۳۶۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کماہم سے روح بن عبادہ اور محمد بن جعفر نے شعبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رض سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے، آپ نے فرمایا کہ گذشتہ رات ایک سرکش جن اچانک میرے پاس آیا۔ یا اسی طرح کی کوئی بات آپ نے فرمائی وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے سوچا کہ مسجد کے کسی ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ صبح کو تم سب بھی اسے دیکھو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آگئی (جو سورہ ص میں ہے) ”اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا کرنا جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔“ راوی حدیث روح نے بیان کیا کہ آخر حضرت ﷺ نے اس شیطان کو ذلیل کر کے دھنکار دیا۔

۴۶۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً - أُوْزَ رَجَلًا - كَانَتْ تَقْمِ الْمَسْجِدَ - وَلَا أَرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً - فَلَذِكْرٌ حَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَى قَبِيرِهَا۔ [راجح: ۴۵۸]

### ۷۵ - بَابُ الْأَسْبِيرِ أَوِ الْغَرِينِ يُوَبِّطُ فِي الْمَسْجِدِ

۴۶۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : أَخْبَرَنَا رَوْخَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ عِفْرِنَاتَا مِنَ الْعِنْ تَفَلَّتْ عَلَيَّ الْأَبَارِحَةَ - أُوْزَ كَلِمَةً نَحْوَهَا - لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَنْكَثَنِي اللَّهُ مِنْهُ، وَ أَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَيَّ سَارِيَةً مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُضْبَحُوا وَتُنَظَّرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَلَذِكْرُنَّ قَوْنَ أَخْيَ سَلِيمَانَ هَرَبَ اغْفِرْ لَيْ وَهَبَ لَيْ مَلْكًا لَا يَنْتَهِي لِأَخْدِي مِنْ بَغْدَادِنَ)) قَالَ رَوْخَةُ : فَرَدَّهُ خَاسِنَا۔ [اطرافہ فی : ۱۲۱۰، ۳۲۸۴، ۳۴۲۳، ۴۸۰۸]

ترجمہ باب یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس جن کو بطور قیدی مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا چاہا۔ مگر پھر آپ کو

حضرت سلیمان ملک اللہ کی وہ دعا یاد آگئی جس کی وجہ سے جنوں پر ان کو اعتیار خاص حاصل تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر میں اسے قید کر دوں گا تو کویا یہ اعتیار مجھ کو بھی حاصل ہو جائے گا اور یہ اس دعا کے خلاف ہو گا۔

**باب جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس کو غسل کرنا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔ قاضی شریعہ بن حارث (کندی کوفہ کے قاضی) مذکور قرض دار کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ اسے مسجد کے ستوں سے باندھ دیا جائے۔**

(۳۷۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یاث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار بجہ کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تھے) یہ لوگ بتوحیہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثماںہ بن امثال تھا پڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستوں سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے تشریف لائے اور (تیرے روز ثماںہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ نے فرمایا کہ ثماںہ کو چھوڑ دو۔ (ربہی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے بغیر تک گئے۔ اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔

**لتبیخ** اثر قاضی شریعہ کو معرفنے وصل کیا، ایوب سے، انہوں نے ابن سیرین سے، انہوں نے قاضی شریعہ سے کہ وہ جب کسی شخص پر کچھ حق کا فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ وہ مسجد میں قید رہے۔ یہاں تک کہ اپنے ذمہ کا حق ادا کرے۔ اگر وہ ادا کر دیتا تو خیر و نہ اسے جیل بھیج دیا جاتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل عدالت میں عدالت ختم ہونے تک قید کا حکم سادیا جاتا ہے۔ حضرت ثماںہ کا یہ واقعہ دسویں محram ۶ھ میں ہوا۔ یہ جگلی قیدی کی حیثیت میں ملے تھے۔ مگر رسول اکرم نے از راہ کرم انہیں آزاد کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

**باب مسجد میں مریضوں وغیرہ کے لئے خیمه لگانا۔**

(۳۷۳) ہم سے زکریا بن بیحیٰ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبد اللہ بن

۷۶ - **بَابُ الْإِغْسَالِ إِذَا أَسْلَمَ، وَرَبَطَ الْأَسْيَرَ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ شَرِيعَةُ يَأْمُرُ الْغَرِيمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.**

۴۶۲ - حَدَّثَنَا عَنْدَهُ اللَّهُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعْثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدِهِ، فَجَاءَتْ بِرَجْلٍ مِنْ بَنْيِ حَيْفَةَ يَقَالُ لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ أَنَّا، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةِ مِنْ سَوَارِيِ الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((اطْلُقُوا ثَمَامَةً)) فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ.

[اطرافہ فی : ۴۶۹، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳] . ۴۳۷۲

۷۷ - **بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ**

۴۶۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ:

نیرنے کہ کماہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے آپ نے فرمایا کہ غزوہ خندق میں سجد (بُرُوج) کے بازو کی ایک رگ (اکھل) میں زخم آیا تھا۔ ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے مسجد میں ایک خیمه نصب کر دیا تاکہ آپ قریب رہ کر ان کی دیکھ بھال کیا کریں۔ مسجد ہی میں نبی غفار کے لوگوں کا بھی ایک خیمه تھا۔ سعد بن جوش کے زخم کا خون (بُورگ) سے بکفرت نکل رہا تھا) بہ کہ جب ان کے خیمه تک پہنچا تو وہ ڈر گئے۔ انہوں نے کماکہ اے خیمه والو! تمہاری طرف سے یہ کیسا خون ہمارے خیمه تک آ رہا ہے۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ یہ خون سعد بن جوش کے زخم سے بہ رہا ہے۔ حضرت سعد بن جوش کا اسی زخم کی وجہ سے انقال ہو گیا۔

حدَّثَنَا عبدُ اللَّهِ بْنُ نُعَيْرٍ قَالَ: حدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَصِيبُ سَعْدَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خِيمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَمُودَّهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمْ يَرْغُهُمْ - وَفِي الْمَسْجِدِ خِيمَةً مِنْ بَيْنِ غِفَارٍ - إِلَّا الدُّمْ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا أَهْلَ الْخِيمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَا تَبَّانَا مِنْ قِبِيلَكُمْ؟ فَإِذَا سَعَدَ يَغْدُوا جُرْحَةً دَمًا، فَمَاتَ مِنْهَا.

[اطرافہ فی : ۴۱۲۲، ۳۹۰۱، ۴۱۱۷، ۲۸۱۳]

**لِشَرِيفِ** حضرت سعد بن معاذ بن جوش ذی قعده ۳۷ھ میں جگ خندق کی لڑائی میں ابن عرقہ نبی ایک کافر کے تیر سے زخم ہو گئے تھے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ نے وقت کی ضرورت کے تحت ان کا خیمه مسجد ہی میں لگاؤ دیا تھا۔ جگل حالات میں ایسے امور پیش آ جاتے ہیں اور ان میں مقاصد کے لئے مساجد تک کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام بخاری و تابی کا یہی مقصود ہے۔ آپ کی بائی نگاہ احادیث کی روشنی میں وہاں تک پہنچتی ہے جہاں دوسرے علماء کی لئے گھریل کم پہنچتی ہیں اور وہ اپنی کوتاه نظری کی وجہ سے خواہ توہا حضرت امام پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی عقولوں کا علاج کرنا چاہئے۔ اسی وجہ سے جملہ فقماء و محدثین کرام میں حضرت امام بخاری قدس سرہ کا مقام بست اونچا ہے (بُرُوج).

## ۷۸- بَابُ إِذْخَالِ الْبَعِيرِ فِي

### الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

وَقَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعِيرٍ)).

۴۶۴- حدَّثَنَا عبدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ غُرْزَةَ بْنِ الزُّبَيرِ عَنْ زَيْنَبَ بْنِتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي اشْتَكَيْتُ، قَالَ: ((طَوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ

## باب ضرورت سے مسجد میں

اوٹ لے جانا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہیں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اوٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا تھا۔

(۳۶۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رضی اللہ عنہیں نے محمد بن عبد الرحمن بن نوبل سے خبر دی، انہوں نے عروہ بن زبیر سے۔ انہوں نے زینب بنت ابی سلمہ سے، انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے (جتہ الوداع میں) اپنی بیماری کا شکوہ کیا (میں نے کماکہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے پیچھے رہ اور سوراہ ہو کر

طواف کر، پس میں نے طواف کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کے قریب نماز میں آیت «وَالظُّرُورُ كَتَابٌ مَسْطُورٌ» کی تلاوت کر رہے تھے۔

راکبۃ). فَلَفِتَ رَوْسُولُ اللَّهِ يَصْلَی  
إِلَى جَنَبِ الْبَيْتِ يَقْرأً بِالظُّرُورِ وَكَتَابٍ  
مَسْطُورٍ. [اطرافہ فی: ۱۶۱۹، ۱۶۲۶،  
۴۸۰۳، ۱۲۳۳]

**شاید کسی کو تہ نظر کو یہ باب پڑھ کر حیرت ہو گر سید المتفقاً و الحدیثین حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی گئی نظر پوری دنیا کے اسلام پر ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ممکن ہے، بت سی مساجد ایسی بھی ہوں جو ایک طول طویل چار دیواری کی کھل میں بنائی گئی ہوں۔ اب کوئی دساتی اونٹ سمیت آکر وہاں داخل ہو گیا تو اس کے لئے کیا فتویٰ ہو گا۔ حضرت امام تبلانہ چاہتے ہیں کہ عمد رسالت میں مسجد حرام کا بھی یہی نقشہ تھا۔ چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ نے بھی ایک مرتبہ ضرورت کے تحت اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کو بھی بیماری کی وجہ سے آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچے پیچے طواف کرنے کا حکم فرمایا۔ ابن بطلان نے کہا کہ حلال جانوروں کا مسجد میں لے جانا جائز اور درست ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسجد کے آلوہہ ہونے کا خوف ہو تو جانور کو مسجد میں نہ لے جائے۔**

## باب

(۳۶۵) ہم سے محمد بن شمسی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاذ بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے قادہ کے واسطہ سے بیان کیا، کہا ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے، ایک عباد بن بشر اور دوسرے صاحب میرے خیال کے مطابق اسید بن حضرت تھے۔ رات تاریک تھی اور دونوں اصحاب کے پاس روشن چراغ کی طرح کوئی چیز تھی جس سے ان کے آگے آگے روشنی پھیل رہی تھی پس جب وہ دونوں اصحاب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ رہ گیا جو گھر تک ساتھ رہا۔

۴۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَّقِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَدُهُمَا عَبَادُ بْنُ بَشْرٍ وَ أَخْسِبُ الثَّانِيَ أَسَيدُ بْنُ حُضَيْرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلَمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمُصْتَبَحِينَ يُضَيَّنَانِ يَبْيَانُ أَيْدِيهِمَا. فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدَةٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ.

[اطرافہ فی: ۳۶۳۹، ۳۸۰۵]

**شاید** ان صحابیوں کے سامنے روشنی ہونا آنحضرت ﷺ کی محبت کی برکت تھی۔ آیت مبارکہ «نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ» (التحريم: ۸) کا ایمانی نور قیامت کے دن ان کے آگے آگے دوڑے گا۔ دنیا ہی میں یہ نقشہ ان کے سامنے آگیا۔ اس حدیث کو امام بخاری رضی اللہ عنہ اس باب میں اس لئے لائے کہ یہ دونوں صحابی اندھیری رات میں آنحضرت ﷺ کے پاس سے نکلے اور یہ آپ سے ہاتیں کر کے ہی نکلے تھے۔ پس مسجدوں میں نیک باتوں کے کرنے کا جواز ثابت ہوا (فتح وغیرہ)

## باب مسجد میں کھڑکی اور راستہ

-۸۰ - بَابُ الْخَوْنَخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي

رکنا۔

(۳۶۶) ہم سے محمد بن شان نے بیان کیا کہ کماہم سے قلع بن سلیمان نے کماہم سے ابوالنفر ☆ سالم بن ابی امیہ سے عبید بن حین کے واسطے سے انسوں نے برس بن سعید سے انسوں نے ابوسعید خدری بن بشیر سے انسوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول کرم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے رہنے میں اختیار دیا (کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے) بندے نے وہ پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے یعنی آخرت۔ یہ سن کر ابو بکر بن بشیر رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کماہ کہ اگر خدا نے اپنے کسی بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی کو اختیار کرنے کو کماہ اور اس بندے نے آخرت پسند کر لی تو اس میں ان بزرگ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن یہ بات تھی کہ بندے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ جانے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔ ابو بکر آپ روئے مت۔ اپنی صحبت اور اپنی دولت کے ذریعہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے آپ ہی ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن (جانی دوستی تو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی) اس کے بدله میں اسلام کی برادری اور دوستی کافی ہے۔ مسجد میں ابو بکر بن بشیر کی طرف کے دروازے کے سواتمام دروازے بند کر دیے جائیں۔

## المَسْجِد

٤٦٦ - حدثنا محمد بن مسلم قال: حدثنا فليبي قال: حدثنا أبو النضر عن عبيده بن حين عن سفيه بن سعيد عن أبي سعيد العذري قال: خطب النبي ﷺ فقال: ((إن الله سبحانه خير عنده بين الدنيا وبين ما عنده، فاختار ما عنده الله. فبكي أبو بكر رضي الله عنه، فقلت في نفسي: ما ينكى هذا الشيخ، إن يكن الله خير عنده بين الدنيا وبين ما عنده فاختار ما عنده الله عزوجل؟ فكان رسول الله ﷺ هو العبد، وكان أبو بكر أعلمها. فقال: ((يا أبا بكر لا تبك، إن أمن الناس على في صحته وماله أبو بكر، ولأنك كنت متخدلا من أمتي خليلا لاتخذل أبا بكر، ولكن أخوة الإسلام ومؤذنه لا ينفك في المسجد باب إلا سد، إلا باب أبي بكر)).

[طرفاه في : ۳۶۵۴، ۳۹۰۴.]

☆ بعض روایان بخاری نے یہاں واو عطف لا کر ہردو کو حضرت ابوالنفر کا شیخ قرار دیا ہے۔ اور اس صورت میں وہ دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وقد روادہ مسلم کذاك والد اعلم (را)

(۳۶۷) ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، انسوں نے کماہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انسوں نے کماہجھ سے میرے باپ جریر بن حازم نے بیان کیا، انسوں نے کماہیں نے یعلی بن حکیم سے شا، وہ عکرمہ سے نقل کرتے تھے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انسوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

٤٦٧ - حدثنا عبد الله بن محمد الجفني قال: حدثنا وهب بن جرير قال: حدثنا أبي قال: سمعت يغلبي بن حكيم عن عكرمة عن ابن عباس قال: خرج رسول الله ﷺ في مرضه الذي مات فيه

اپنے مرض وفات میں باہر تشریف لائے۔ سر سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر بیٹھے، اللہ کی حمد و شکری اور فرمایا، کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے ابو بکر بن ابو عقبہ سے زیادہ بھج پر اپنی جان و مال کے ذریعہ احسان کیا ہوا اور اگر میں کسی کو انسالوں میں جانی دوست ہنا تا تو ابو بکر (رضی اللہ عن) کو ہنا تا۔ لیکن اسلام کا تعلق افضل ہے۔ دیکھو ابو بکر (وقت) کی کھڑکی چھوڑ کر اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

غاصبہ رَأْسَةُ بِخِرْلَةٍ لَّفَعَدَ عَلَى الْمُبَشِّرِ  
فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَنْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّهُ لَتِسْ  
مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمْنٌ عَلَيْهِ فِي نَفْسِهِ وَمَا لِهِ  
مِنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي الْعَفَافَةِ، وَلَوْ كَثُرَ  
مَنْعِدًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَا تَعْذَّبَتْ أَهْبَابُكُرِ  
. خَلِيلًا، وَلَكِنْ خَلْلَةُ الْإِسْلَامِ الْفَضْلُ. سَدُوا  
عَنِّي كُلُّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ  
خَوْخَةٍ أَبِي بَكْرٍ)).

[طرفاہ فی : ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۶۷۳۸]

**لَشَبِّيْحَ** مسجد نبوی کی ابتدائی تعمیر کے وقت الہ اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ بعد میں قبلہ بدلا گیا اور کعبہ مقدس قبلہ قرار پایا۔ جو مدینہ سے جانب جنوب تھا۔ چونکہ صحابہ کرام کے مقامات کی طرف کھڑکیاں ہنا دی گئی تھیں۔ بعد میں آپ نے مشرق و مغرب کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ صرف شمالی صدر دروازہ باقی رکھا گیا اور ان تمام کھڑکیوں کو بھی بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب والی کھڑکی باقی رکھی گئی۔ اس میں آپ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ تھا کہ خلافت کے زمانہ میں نماز پڑھاتے وقت ان کو آنے جانے میں سولت رہے گی۔

خلیل سے مراد محبت کا وہ آخری درج ہے جو صرف بندہ مومن اللہ ہی کے ساتھ قائم کر سکتا ہے۔ اسی لیے آپ نے ایسا فرمایا۔ اس کے بعد اسلامی اخوت و محبت کا آخری درجہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قرار دیا۔ آج بھی مسجد نبوی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بطور یاد گار کتبہ لگا ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر یہ سارے واقعات سامنے آجائے ہیں۔ ان احادیث سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔

### بابُ الْأَبْوَابِ وَالْفَلَقِ لِلنَّكَعَةِ وَالْمَسَاجِدِ

ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن محمد مندی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عینیہ نے عبد الملک ابن جرج تک واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیک نے کہا کہ اے عبد الملک! اگر تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

قالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبْنِ جُرَيْجٍ قَالَ :  
قالَ لِي أَبْنُ أَبِي مَلِيْكَةَ : يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ  
رَأَيْتَ مَسَاجِدَ أَبْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَاهَا.

تو تجب کرتے، وہ نہایت مضبوط پائیدار تھے اور وہ مساجد بتتی صحری ہوا کرتی تھیں۔ (۳۶۸)

کیا، کہ کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی کے واسطے سے،

— حَدَّثَنَا أَبُو الْعُفَمَانَ وَقَتِيْبَةُ بْنُ  
سَعِيدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُوبَ عَنْ

انہوں نے تافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ کے شریف جب کہ تشریف لائے (اور کہ فتح ہوا) تو آپ نے عثمان بن طلحہؓ کو بلوایا۔ (جو کعبہ کے متولی، چالی بردار تھے) انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم ﷺ بلال، امامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ چاروں اندر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور وہاں تجوڑی دیر تک ٹھہر کر باہر آئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر بلال سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے کعبہ کے اندر رکیا کیا) انہوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے اندر نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کس جگہ؟ کما کہ دونوں ستونوں کے درمیان۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پوچھنا مجھے یاد نہ رہا کہ آپ نے کتنی رکتیں پڑھی تھیں۔

[راجع: ۳۹۷] **لشیخ** آنحضرت ﷺ نے کعبہ شریف میں داخل ہو کر کعبہ کا دروازہ اس لیے بند کر دیا تھا تاکہ اور لوگ اندر نہ آ جائیں اور ہجوم کی شکل میں اصل مقصد عبادت فوت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ میں زنجیر تھی، یہی ترجمہ باب ہے۔ مساجد میں حفاظت کے لیے کواڑ لگاتا اور ان میں کنڈی و قفل وغیرہ جائز ہیں۔

### باب مشرک کا مسجد میں داخل ہونا

کیسا ہے؟

(۳۶۹) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے لیث بن سعد نے سعید بن ابی سعید مقبری کے واسطے سے، بیان کیا انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سواروں کو نجد کی طرف بھیجا تھا۔ وہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص ثانماہ بن اہل کو (بطور جنگی قیدی) پکڑ لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

بوقت ضرورت کفار و مشرکین کو بھی آداب مساجد کے شرائط کے ساتھ مساجد میں داخلہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہی حضرت امام کا مقصد باب ہے۔

### باب مساجد میں آواز بلند کرنا

کیسا ہے؟

(۳۷۰) ہم سے علی بن عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے بیکی بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے

قالَعْ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَلَانَ وَأَسَاطَةَ بْنَ زَيْدٍ وَعَثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، ثُمَّ أَغْلَقَ الْبَابَ فَلَمْ يَرِدْ فِيهِ مَسَاعَةٌ ثُمَّ خَرَجُوا. قَالَ أَبْنُ عُمَرَ كَبَدَرَتْ لَسَائِلُ بِلَالًا فَقَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقْلَتْ: فِي أَيِّ؟ قَالَ: يَعْنِي الْأَسْطُوَانَيْنِ. قَالَ أَبْنُ عُمَرَ: فَلَذَّبَ عَلَيْهِ أَنَّ أَسَائِلَهُ كَمْ صَلَّى؟.

[راجع: ۳۹۷]

### ۸۲- بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ فِي

الْمَسَاجِدِ

۴۶۹- حَدَّثَنَا فَتَيْيَةً قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثْرَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: بَعْثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجْلٍ مِنْ بَنِي حَيْنِيَةَ يَقَالُ لَهُ تَمَامَةُ بْنُ أَقَابِلِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِيِ الْمَسَاجِدِ. [راجع: ۴۶۲]

بوقت ضرورت کفار و مشرکین کو بھی آداب مساجد کے شرائط کے ساتھ مساجد میں داخلہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہی حضرت امام کا مقصد باب ہے۔

### ۸۳- بَابُ رَفْعِ الصَّوْنَتِ فِي

الْمَسَاجِدِ

۴۷۰- حَدَّثَنَا عَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ نَجْحَنِيَ الْمَدِينِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا

جعید بن عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کما مجھ سے یزید بن خصیف نے بیان کیا، انہوں نے سائب بن یزید سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا، کسی نے میری طرف نکل کر پہنچی۔ میں نے جو نظر انہلی تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب بن ثابت سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سامنے جو دو شخص ہیں انہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبلہ سے ہے یا یہ فرمایا کہ تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیئے بغیر نہ چھوڑتا۔ رسول کریم ﷺ کی مسجد میں آواز اوپری کرتے ہو؟

(۱۷۲) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کما مجھے یونس بن یزید نے خبر دی، انہوں نے ابن شاہ زہری کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے کما کہ مجھ سے عبداللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا، ان کو ان کے باپ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے عبداللہ ابن ابی حدود رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز کچھ اوپری ہو گئی ہیں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے جھرو سے سن لیا۔ آپ اٹھے اور جھرو پر پڑے ہوئے پرده کو ہٹالیا۔ آپ نے کعب بن مالک کو آواز دی، اے کعب! کعب بولے۔ یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ اپنا آدھا قرض معاف کر دے۔ حضرت کعب نے عرض کیا رسول اللہ! میں نے معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدود سے فرمایا اچھا بھل اٹھ اس کا قرض ادا کر۔

يَحْيَى بْنُ سَعْيَدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْجَعْفَرَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ : كَنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ ، فَنَظَرَتْ إِلَيْهِ عَلَيْهِ عَمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ : اذْهَبْ فَلَمَّا بَهَدَنِي ، فَجَتَتْ بِهِمَا . قَالَ : مَنْ أَنْتُمَا - أَوْ مَنْ أَنْتُمَا - ؟ قَالَا : مِنْ أَهْلِ الطَّالِفِ . قَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلْدِ لَأُوْجَعْتُكُمَا ، تَرْلَعَانِ أَصْنَوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ !

٤٧١ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ الصَّالِحِ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ يَزِيدٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى أَبْنَ أَبِيهِ حَذَرَدَ دِينَاهُ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْتَفَعَتْ أَصْنَوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ وَهُوَ فِي تَبِيَّهٍ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حَخْرَجَتِهِ وَنَادَاهُ : ((يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ ، يَا كَعْبَ)). قَالَ : لَتَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنَّ ضَعَ الشَّطَرَ مِنْ دِينِكَ . قَالَ كَعْبٌ : قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ . قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : ((قُمْ فَاقْضِيهِ)).

[راجع: ٤٥٧]

طائف کہ سے کچھ میل کے فاصلے پر مشور قبہ ہے۔ کچھ روایت میں حضرت عمر فاروق بن شیخ نے ان کو مسجد نبوی میں شور و غل کرنے پر جھڑکا اور بتایا کہ تم لوگ باہر کے رہنے والے اور مسجد کے آداب سے ناواقف ہو اس لیے تم کو چھوڑ

دیتا ہوں، کوئی حدیث والا ایسی حرکت کرتا تو اسے بغیر سزا دیئے نہ چھوڑتا۔ اس سے امام حافظ نے ثابت فرمایا کہ فضول شور و غل کرنا آداب سہد کے خلاف ہے۔ دوسری روایت سے آپ نے ثابت فرمایا کہ تعلیم رشود ہدایت کے لیے اگر آواز بلند کی جائے تو یہ آداب سہد کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلا کر ان کو نیک ہدایت فرمائی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ مفروض کو جس قدر بھی رعایت دے سکتا ہے پھر طیکہ وہ مفروض ناداری ہوتا یہ میں رضائے الہی کا وسیلہ ہے۔ قرآن کریم کی بھی یہی ہدایت ہے۔ مگر مفروض کا بھی فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پورا قرض ادا کرنے کے اس بوجھ سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔

### باب مسجد میں حلقة پاندھ کر میٹھنا

اور یوں ہی میٹھنا۔

(۳۷۲) ہم سے مدد بن سہد نے بیان کیا کہ کماہم سے بشر بن مفضل نے عبید اللہ بن عمر سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبید اللہ بن بن عمر بھی تھا سے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا (جبکہ) اس وقت آپ منبر پر تھے کہ رات کی نماز (یعنی تجد) کس طرح پڑھنے کے لیے آپ فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ دودور رکعت کر کے پڑھ اور جب صبح قریب ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ ایک رکعت اس ساری نماز کو طاق بنا دے گی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی آخری نماز کو طاق رکھا کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا۔

### ٤٧٤- بَابُ الْحَقْلِ وَالْجَلُومِ فِي

الْمَسْجِدِ

٤٧٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَشْرِبَلُ  
بْنُ الْمُفْضِلِ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعِ عَنْ  
ابْنِ عَمْرَةَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلًا رَجُلَ النَّبِيِّ ﷺ  
وَهُوَ عَلَى الْمُبَرِّ - مَا تَرَى فِي صَلَاةِ  
اللَّيْلِ؟ قَالَ: ((مَتَّنِي مَتَّنِي، فَإِذَا حَشِيَ  
أَحَدُكُمُ الصَّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً فَلَا تُؤْتَنُ لَهُ  
مَا صَلَّى)) وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اجْتَمِعُوا أَخْرَ  
ضَلَالَكُمْ وَتَرَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِهِ.  
(اطرافہ فی : ۴۷۳، ۹۹۰، ۹۹۳، ۹۹۵)

[۱۱۷۳]

(۳۷۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا کہ کماہم سے حماد بن زید نے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے این عمر سے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے آنے والے نے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا دودور رکعت پھر جب طلوع صبح صادق کا اندریشہ ہو تو ایک رکعت و ترکی پڑھ لے تاکہ تو نے جو نماز پڑھی ہے اسے یہ رکعت طاق بنا دے اور امام بخاری نے فرمایا کہ ولید بن کثیر نے کہا کہ مجھ سے عبید اللہ بن عبد اللہ عمری نے بیان کیا، عبد اللہ بن عمر بھی تھا ان سے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو آواز دی جبکہ آپ مسجد میں تشریف فرماتے۔

٤٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
حَمَادَةَ عَنْ أَبْيَوبَ عَنْ نَافِعِ عَنْ ابْنِ عَمْرَةَ  
أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ  
لَقَالَ: كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ: ((مَتَّنِي  
مَتَّنِي، فَإِذَا حَشِيَ الصَّبْحَ فَلَا تُؤْتَنُ بِوَاحِدَةٍ  
تُؤْتَرُهُ لَكَ مَا لَدُكَ صَلَّتِي)). قَالَ الْوَلَيدُ بْنُ  
كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ  
ابْنَ عَمْرَةَ حَدَّثُهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ  
ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

[راجح: ۴۷۲]

(۳۷۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ کہا ہمیں امام مالک نے خبودی اسحاق بن عبد اللہ ابن ابی طلحہ کے واسطے سے کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابو مرے نے انہیں خبودی ابو واقد لیشی حارث بن یوسف صحابی کے واسطے سے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ دو تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کی غرض سے آگے بڑھے لیکن تیرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص پیچے بیٹھ گیا اور تیرا تو اپس ہی جا رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ان تینوں کے متعلق ایک بات نہ بتاؤں۔ ایک شخص تو خدا کی طرف بڑھا اور خدا نے اسے جگہ دی (یعنی پہلا شخص) رہا دوسرا تو اس نے (لوگوں میں گھنے سے) شرم کی، اللہ نے بھی اس سے شرم کی، تیرے نے منہ پھیر لیا۔ اس لیے اللہ نے بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

٤٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَاهَا مَرْأَةً مَوْلَى عَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ وَأَقْدَمَ الْتَّشْيِنَ قَالَ : يَسِّمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ نَفْرٌ ثَلَاثَةُ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَلَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي جَلْسِهِ، وَأَمَا الْآخَرُ فِي جَلْسِ خَلْفِهِمْ وَأَمَا الْآخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((أَلَا أَخْبِرُكُمْ عَنْ نَفْرِ الثَّلَاثَةِ ؟ أَمَا أَحَدُكُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ قَلْوَاهُ اللَّهُ، وَأَمَا الْآخَرُ فَاسْتَحْتَى فَاسْتَحْتَى اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَا الْآخَرُ فَأَغْرَضَ فَأَغْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ)).

[راجع: ۶۶]

#### ٨٥- بَابُ الْإِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ ، وَمَدُ الرَّجُلِ

٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الدُّجَانِ بْنِ تَعْبِيرٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ (مُسْتَلْقِيَا فِي الْمَسْجِدِ وَاضْعِفَا إِخْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى). وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ قَالَ : كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ.

[طرفاہ فی: ۵۹۶۹، ۶۲۸۷]

#### باب مسجد میں چت لیٹنا کیا ہے؟

(۳۷۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قصیٰ نے بیان کیا امام مالک کے واسطے سے، انہوں نے ابن شاہ زہری سے، انہوں نے عباد بن حییم سے، انہوں نے اپنے چچا (عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی نقشبند) سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چت لیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ ابن شاہ زہری سے مروی ہے، وہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر اور عثمان بن عفیان بھی اسی طرح لیٹتے تھے۔

**لشیخ** | چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت عمر و عثمان بن عفیان بھی اس طرح لیٹا کرتے تھے۔ اس لئے کما جائے گا کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب شرمنگاہ بے پورہ ہونے کا خطرہ ہو۔ کوئی شخص ستر پوشی کا پورا اہتمام کرتا ہے، پھر اس طرح چت لیٹ کرسونے میں مضائقہ نہیں ہے۔

باب عام راستوں پر مسجد بنانا جب کہ کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے (جاائز ہے) اور امام حسن (بصری) اور ایوب اور امام مالک رض نے بھی یہی کہا ہے۔

(۷۳) ہم سے بھی بن کیرنے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیٹ بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شاب زہری سے، انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زیر نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ رض نے بتایا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پالیا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس میں رسول اللہ صبح و شام دن کے دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر ابو بکر رض کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی تو انہوں نے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی، وہ اس میں نماز پڑھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے وہاں تجھب سے سنتے اور کھڑے ہو جاتے اور آپ کی طرف دیکھتے رہتے۔ حضرت ابو بکر رض بڑے رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن کریم پڑھتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا، قریش کے مشرک سردار اس صورت حال سے گھبرا گئے۔

۸۶- بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي  
الطَّرِيقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ فِيهِ  
وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ وَأَيُوبُ وَمَالِكُ.

۴۷۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
الْلَّاِثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ:  
أَخْبَرَنِي عَزْرُوْةُ بْنُ الرُّبَيْرُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ  
النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ: لَمْ أَغْفَلْنَا أَبُوَيْ إِلَّا وَهُمَا  
يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَسْمُرْ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا  
يَأْتِيَنَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَرَفِي النَّهَارِ  
بِكُرَّةٍ وَعَشِيشَةً. ثُمَّ بَدَا لَأَبِي بَكْرٍ فَانْتَسَى  
مَسْجِدًا بِفَيَاءِ ذَارِهِ، فَكَانَ يَصْنَلُ فِيهِ  
وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءٌ  
الْمُشْرِكَيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجِبُونَ مِنْهُ  
وَيَنْظَرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَاءً  
وَلَا يَمْلِكُ عَنْيَهِ إِذَا قَرَا الْقُرْآنَ، فَأَفْرَغَ  
ذَلِكَ أَشْرِافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكَيْنَ.

[اطرافہ فی: ۲۱۳۸، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴،  
۲۲۹۷، ۳۹۰۵، ۴۰۹۳، ۵۸۰۷]

.۶۰۷۹

تشییع حلف این مجرم فرماتے ہیں کہ مسجد کا اپنی ملک میں بنانا جائز ہے اور غیر ملک میں منع ہے اور راستوں میں بھی مساجد بنانا درست ہے۔ بشرطیکہ پلنے والوں کو نقصان نہ ہو۔ بعض نے راہ میں مطلقاً ناجائز کا فتویٰ دیا ہے حضرت امام اسی فتویٰ کی تردید فرمائے ہیں۔

باب بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا اور عبد اللہ بن عون نے ایک ایسے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے عام لوگوں پر بند کئے گئے تھے۔

(۷۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو معاویہ نے اگلش

۸۷- بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ  
السُّوقِ وَصَلَّى أَبْنُ عَوْنَ فِي مَسْجِدٍ  
فِي دَارٍ يَعْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ

۴۷۷- حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو

کے واسطے سے، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پکیں گناہ و تائب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے ادب کا لاحاظہ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ اس سے معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا۔ اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جمال اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک کہ رخ خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے۔

**لشیخ** بازار کی مسجد میں نماز پکیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے گھر کی نماز سے، اسی سے ترجمہ باب نکلا ہے کیونکہ جب بازار میں شمار بازار ہیں جن میں بڑی بڑی شاندار مساجد ہیں۔ حضرت امام قدس سرہ نے ان سب کی فضیلت پر اشارہ فرمایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

**باب مسجد وغیرہ** میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی

انگلیوں میں داخل کر کے قینچی کرنا درست ہے۔

(۲۸۷) ۶۹۴ ہم سے حامد بن عمر نے بشر بن مفضل کے واسطے سے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے کہا، ہم سے والد بن محمد نے اپنے باپ محمد بن زید کے واسطے سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر یا عبد اللہ بن عمرو بن عاصم رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔

(۲۸۰) اور عاصم بن علی نے کہا، ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ محمد بن زید سے سن۔ لیکن مجھے حدیث یاد نہیں رہی تھی۔ تو میرے بھائی واقد نے اس کو درستی سے اپنے باپ سے روایت کر کے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے کہ عبد اللہ بن عمر بن عاصم رضی اللہ

معاویۃ عن الأغمش عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((صلوة الجمعة تزيد على صلاتيه في بيته و صلاته في سوقه خمساً وعشرين درجة، فإذا أخذ كم إذا توطن فأخسن، وأتى المسجد لا يزيد إلا الصلاة لم يخط خطوة إلا رفعه الله بها درجة، وخطوه عنه بها خطينة حتى يدخل المسجد، وإذا دخل المسجد كان في صلاة ما كانت تخصه، وتصلني - يعني عليه - الملائكة ما دام في مجلسه الذي يصلي فيه : اللهم اغفو، اللهم ارحمه، ما لم يؤذ يحيط به)). [راجع: ۱۷۶]

**لشیخ** بازار کی مسجد میں نماز پکیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے گھر کی نماز پڑھنی جائز ہوئی تو جماعت سے طریق اولی جائز ہوتی ہے۔ اور آج کل تو شروں میں بے

-۸۸- **باب تشییک الأصابع في**

**المسجد وغیره**

۴۷۸ - حدثنا حامد بن عمر عن بشير قال حدثنا عاصم قال حدثنا واقد عن أبيه عن ابن عمر - أو ابن عمرو - قال شبك النبي ﷺ أصابة.

[طرفة في : ۴۸۰]

۴۸۰ - وقال عاصم بن علي: حدثنا عاصم بن محمد قال: سمعت هذا الحديث من أبي قلم أحفظه، قومه لي واقد عن أبيه قال: سمعت أبي وهو

عہد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرو تمہارا کیا حال ہو گا جب تم برسے لوگوں میں رہ جاؤ گے اس طرح۔ (یعنی آپ نے ایک ہاتھ کی الگیاں دوسرے ہاتھ میں کر کے دکھلائیں)۔

یقُولُ: قَالَ عَنْهُ اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا عَنْهُ اللَّهُ بْنَ عَمْرٍو، وَكَيْفَ يُكَلِّفُ إِذَا بَقَيْتَ فِي حَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ . . . بِهَذَا)).

[راجع: ۴۷۵]

**تَسْبِيحٌ** آپ نے ہاتھوں کو قیچی کرنے سے اس لئے روکا کہ یہ ایک لغو حرکت ہے۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد کے پیش نظر ایسا کبھی کیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آخرت میں ہاتھ کے اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے ہاتھوں کو قیچی کر کے دکھلایا۔ اس حدیث میں آگے یوں ہے کہ نہ ان کے اقرار کا اعتبار ہو گا۔ نہ ان میں امانت داری ہو گی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عاصم بن علی کی دوسری روایت جو امام بخاری میں نے معلقاً بیان کی اس کو ابراہیم حلبی نے غیر بحدیث میں وصل کیا ہے، باب کے انعقاد سے امام بخاری میں شیک کی کراہیت کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں ببعض نے ممانعت کو حالت نماز پر محول کیا ہے۔

(۳۸۱) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے ابی برودہ بن عبد اللہ بن ابی برودہ سے، انسوں نے اپنے دادا (ابو برودہ) سے انسوں نے ابو موسیٰ اشعریٰ سے۔ انسوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کیلئے عمارت کی طرح ہے کہ اسکا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور آپ نے ایک ہاتھ کی الگیوں کو دوسرے ہاتھ کی الگیوں میں داخل کیا۔

**تَسْبِيحٌ** آخرت میں نے مسلمانوں کو باہمی طور پر شیر و شکر بننے کی مثال بیان فرمائی اور ہاتھوں کو قیچی کر کے تھلایا کہ مسلمان بھی باہمی طور پر ایسے ہی ملے رہتے ہیں، جس طرح عمارت کے پھر ایک دوسرے کو تھامے رہتے ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کسی علم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی امداد کے لیے اٹھنا چاہئے۔ کاش! امت مسلمہ اپنے پیارے رسول محبوب ﷺ کی اس پیاری صفت کو یاد رکھتی تو آج یہ تباہ کن حالات نہ دیکھنے پڑتے۔

(۳۸۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے نفرین شامل نے انسوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ ابن عون نے خبر دی، انسوں نے محمد بن سیرین سے، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انسوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں دوپر کے بعد کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھا۔ (غمیریا عصر کی) ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس کا نام تو لیا تھا۔ لیکن میں بھول گیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے تھلایا کہ آپ نے ہمیں دور کعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد ایک لکڑی کی لاثنی سے جو مسجد میں رکھی ہوئی تھی آپ نیک

۴۸۱ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ أَبِيهِ بُرْدَةَ بْنِ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِيهِ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ لِلْمُؤْمِنِينَ كَافِلُيْنَ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ أَصَابَعَهُ [طرفاہ فی : ۶۰۲۶، ۲۴۴۶].

**تَسْبِيحٌ** آخرت میں نے مسلمانوں کو باہمی طور پر شیر و شکر بننے کی مثال بیان فرمائی ہے، جس طرح عمارت کے پھر ایک دوسرے کا قوت بازو ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان پر کسی علم ہو تو سارے مسلمانوں کو اس کی امداد کے لیے اٹھنا چاہئے۔ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْنُ عَوْنَ عَنْ أَنْبَنْ سَبِّيْرِيْنَ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ: قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتِي الْعَشِيِّ - قَالَ أَبْنُ سَبِّيْرِيْنَ: قَدْ سَنَاهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَكِنْ نَسِيَّتُ أَنَا، قَالَ - فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسْكَنَيْنِ نُمَّ سَلَّمَ، لَقَامَ إِلَى خَشْبَةٍ مَغْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَأَنْكَ عَلَيْهَا كَانَةً

لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ بہت ہی نخواہوں۔ اور آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اور ان کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔ اور آپ نے اپنے دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے سارا دیا۔ جو لوگ نماز پڑھ کر جلدی نکل جیا کرتے تھے وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ پھر لوگ کہنے لگے کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے۔ حاضرین میں ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) بھی موجود تھے۔ لیکن انہیں بھی آپ سے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہیں میں ایک شخص تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے اور انہیں ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ انہوں نے پوچھایا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھول گئے یا نماز کم کر دی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کوئی کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا۔ کیا ذوالیدین صحیح کہ رہے ہیں۔ حاضرین بولے کہ جی ہاں! یہ سن کر آپ آگے بڑھے اور باقی رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کی اور سو کا سجدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی لمبا سجدہ۔ پھر سراٹھیا اور تکبیر کی۔ پھر تکبیر کی اور دوسرا جدہ کیا۔ معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل پھر سراٹھیا اور تکبیر کی، لوگوں نے بار بار اہن سیرین سے پوچھا کہ کیا پھر سلام پھیرا تو وہ جواب دیتے کہ مجھے خردی گئی ہے کہ عمران بن حصین کہتے تھے کہ پھر سلام پھیرا۔

**لِشَّرِيفِهِ** یہ حدیث ”حدیث ذوالیدین“ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک بزرگ صحابی خرباق بن بشیر نامی کے ہاتھ لمبے تھے۔ اس لیے ان کو ذوالیدین کہا جاتا تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سو آبادت کر لینے سے یا مسجد سے نکل جانے سے یا نماز کی جگہ سے چلے جانے سے نماز قاسد نہیں ہوتی، یہاں بھی آنحضرت ﷺ کا تھوں کی انگلیوں کو قیچی کرنا نہ کوہرے ہے جس سے اس حالت کا جواز مسجد اور غیر مسجد میں ثابت ہوا۔ یہی حضرت امام بخاری و مسلم کا مقصد ہے۔ باقی مباحث متعلق حدیث بدا اپنے مقالات پر آئیں گے۔

**باب ان مساجد کا بیان جو مدینہ کے راستے میں  
واقع ہیں اور وہ جگہیں جہاں  
رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہے۔**

(۳۸۳) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے، کہا ہم سے موی بن عقبہ نے، کہا میں نے سالم بن

غضبان و وضع یہ نمازی علی الیسری، و شبک بین اصحابہ، و وضع خدہ الائمن علی ظہر کفہ الیسری، و خرجت السراغن من أبواب المسجد فقلوا: فصرت الصلاة. وفي القوم أبو بكر و عمر فهاباً أن يكلماه، وفي القوم زجل في يدينه طول يقال له ذو اليدين قال: يا رسول الله أنسية أم فصرت الصلاة؟ قال: ((لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُفْصِرْ)) فقلوا: نعم. ((أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ؟)) فقلوا: نعم. فتقدَّمَ فصلٌ مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ. ثُمَّ كَبَرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْلُولَ. ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَرَ، فَرَبِّمَا أَوْ أَطْلُولَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَرَ، فَرَبِّمَا سَأَلَهُ: ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: نَفْتُ أَنْ عِمَرَانَ بْنَ حُصَيْنَ قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ.

[اطرافہ فی : ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۲۷، ۱۲۲۹، ۱۲۲۹، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰، ۷۲۵۰].

۸۹- **بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ**

- ۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرِ الْمَقْدَمِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سَلَيْمَانَ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ( مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے تافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو مجھے خوب یاد ہے کہ انہوں نے بھی تافع کے بیان کے مطابق ہی تمام مقامات کا ذکر کیا۔ فقط مقام شرف روحاء کی مسجد کے متعلق دونوں نے اختلاف کیا۔

قال: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَفْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَعْتَرِفُ أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيَصْلُى فِيهَا، وَيَحْدُثُ أَنَّ أَهْمَاءَ كَانَ يُصْلَى فِيهَا، وَأَنَّ رَأْيَ النَّبِيِّ ﷺ يُصْلَى فِي بَلْكَ الْأَمْكَنَةِ。 وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ أَبِنِ عَمْرٍ أَنَّهُ كَانَ يُصْلَى فِي بَلْكَ الْأَمْكَنَةِ وَقَالَ。 وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُ إِلَّا وَاقِفًا فِي الْأَمْكَنَةِ كُلُّهَا، إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدِ بِشْرَفِ الرُّوحَاءِ。

[اطرافہ فی : ۱۵۳۵، ۲۳۳۶، ۷۳۴۵]

**شرف الروحاء** مدینہ سے ۳۶۰ یا ۳۷۰ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ ستر ہنپیوں نے عبادت الہی کی ہے اور یہاں سے حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہما یا عمرے کی نیت سے گزرے تھے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول کے پیش نظر اس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایسے تاریخی مقامات کو ڈھونڈنے سے اس لئے منع کیا کہ ایسا نہ ہو آگے چل کر لوگ اس کو ضروری سمجھ لیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ خالی اس قسم کے آثار کی زیارت کرنا بغیر نماز کی نیت کے بے فائدہ ہے اور عقابان کی حدیث اور گذر پچھی ہے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے تاکہ میں اس کو نماز کی جگہ ہنا لوں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالیحین کے آثار سے بایں طور پر برکت لینا درست ہے، خاص طور پر رسول کرم ﷺ کا ہر قول و ہر فعل و ہر نقش قدم ہمارے لیے سریالیہ برکت و سعادت ہیں۔ مگر اس بارے میں جو افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے وہ بھی حد درجہ قاتل مذمت ہے۔ مثلاً صاحب اوار الباری (دیوبندی) نے اپنی کتاب مذکور جلد ۵ ص ۷۵ پر ایک جگہ حضرت امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پیشab اور تمام فضلات کو بھی طاہر کتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ میں سید الفقراء ایسا نہیں کہ سکتے گریبی وہ غلو ہے جو تمہارے کام پر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آئین۔

(۳۸۳) ہم سے ابراہیم بن منذر حرامی نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے تافع سے، ان کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لیے نکلے تو آپ نے ذوالحجۃ میں قیام فرمایا۔ ذوالحجۃ کی مسجد کے قریب آپ ایک بول کے درخت کے نیچے اترے۔ اور جب آپ کسی جماد سے واپس ہوتے اور راستہ ذوالحجۃ سے ہو کر گذرتا یا

۴۸۴ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْدِرِ

الْحَدَّامِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنْسُ بْنُ عَيَاضٍ

قال: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَفْرَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ

عَبْدَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِنْدِي الْحَلَّيفَةِ حِينَ يَغْتَمُ وَلِي

حَجَّهُ حِينَ حَجَّ تَحْتَ سَمَرْؤَةَ فِي مَوْضِعِ

الْمَسْجِدِ الَّذِي بِنْدِي الْحَلَّيفَةِ。 وَكَانَ إِذَا

حج یا عمرہ سے واپسی ہوتی تو آپ وادی عینک کے نیبی علاقہ میں اترتے، پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر چڑھتے تو وادی کے بالائی کنارے کے اس مشرقی حصہ پر پڑا ہوتا جمال کنکریوں اور ریت کا شادہ نالا ہے۔ (یعنی بلوچستان میں) یہاں آپ رات کو صبح تک آرام فرماتے۔ یہ مقام اس مسجد کے قریب نہیں ہے جو پھر وہیں کی بنی ہے، آپ اس نیلے پر بھی نہیں ہوتے جس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہاں ایک گمراہالہ تھا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہیں نماز پڑھتے۔ اس کے نشیب میں ریت کے نیلے تھے اور رسول اللہ ﷺ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف سے سیالب نے آکر اس جگہ کے آثار و نشانات کو پاٹ دیا ہے، جمال حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۳۸۵) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نافع سے یہ بھی بیان کیا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی جمال اب شرف روحاء کی مسجد کے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے، عبد اللہ بن عمر اس جگہ کی نشاندہی کرتے تھے جمال بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ یہاں تمہارے دائیں طرف جب تم مسجد میں (قبلہ رو ہو کر) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ جب تم ( مدینہ سے) مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی سی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پھر کی مارکا فاصلہ ہے یا اس سے کچھ کم زیادہ۔

(۳۸۶) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے جو روحاء کے آخر کنارے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوتی ہے جمال راستے کا کنارہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جو اس کے اور روحاء کے آخری حصے کے بیچ میں ہے مکہ کو جاتے ہوئے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد میں نماز نہیں

رجوعِ من غزوہ کان فی ذلك الطريق أز  
حج أو عمرة هبط من بطنِ واد، فإذا  
ظهرَ من بطنِ وادٍ آنَّا بِالْبُطْحَاءِ الَّتِي  
عَلَى شَفَيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ لَعْرَسٌ ثُمَّ  
حَتَّى يَضْبَعَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي  
بِبِعْجَارَةٍ وَلَا عَلَى الْأَكْمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا  
الْمَسْجِدُ، كَانَ ثُمَّ خَلَقَ يَصْلَى عَنْدَ اللَّهِ  
عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كَبُّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْلَى، فَلَدَّا فِيهِ السَّيْلُ بِالْبُطْحَاءِ  
حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَنْهُ  
اللَّهُ يَصْلَى فِيهِ.

[اطراہہ فی : ۱۵۳۲ ، ۱۵۳۳ ، ۱۷۹۹].

۴۸۵ - وَأَنَّ عَنْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حِينَ تَقْوُمُ فِي الْمَسْجِدِ الصَّفِيرِ  
الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي يَشْرُفُ  
الرُّؤْحَاءَ، وَلَذِكَ كَانَ عَنْدَ اللَّهِ يَقْلُمُ الْمَكَانَ  
الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى يَقُولُ ثُمَّ  
عَنْ يَمِينِكَ حِينَ تَقْوُمُ فِي الْمَسْجِدِ  
يَصْلَى، وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ  
الطَّرِيقِ الْيَمِينِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ،  
يَهْنَهُ وَيَهْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمَةً بِحَجَرٍ،  
أَوْ نَخْوَ ذَلِكَ.

۴۸۶ - وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصْلَى إِلَى  
الْعِرْقِ الَّذِي عِنْدَ مُنْصَرِفِ الرُّؤْحَاءِ،  
وَذَلِكَ الْعِرْقُ اِنْتِهَاءُ طَرْفِهِ عَلَى حَافَةِ  
الطَّرِيقِ دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي يَهْنَهُ وَيَهْنَ  
الْمُنْصَرِفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ، وَلَدِ

پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنے بائیں طرف مقابل میں چھوڑ دیتے اور آگے بڑھ کر خود پہاڑی عرقِ الٹیہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عمرؓ جب روحاء سے چلتے تو ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جاتے۔ جب یہاں آجاتے تو ظہر پڑھتے، اور اگر کہ مسے آتے ہوئے صحیح صادق سے تھوڑی دیر پسلے یا سحر کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو صحیح کی نماز تک وہیں آرام کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے

(۳۸۷) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے کے دائیں طرف مقابل میں ایک گھنے درخت کے نیچے وسیع اور نرم علاقہ میں قیام فرماتے جو قریبہ روشه کے قریب ہے۔ پھر آپ اس میلے سے جو روشه کے راستے سے تقرباً دو میل کے فاصلے پر ہے چلتے تھے۔ اب اس درخت کا اپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور درمیان میں سے دو ہر اہو کر جڑ پر کھڑا ہے۔ اس کی جڑ میں رست کے بست سے نیلے ہیں۔

(۳۸۸) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نافع سے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبہ عرج کے قریب اس نالے کے کنارے نماز پڑھی جو پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے پڑتا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں، ان قبروں پر اپر تلے پتھر کے ہوئے ہیں، راستے کے دائیں جانب ان بڑے پتھروں کے پاس جو راستے میں ہیں۔ ان کے درمیان میں ہو کر نماز پڑھی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قریبہ عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد چلتے اور ظہراً مسجد میں آکر پڑھا کرتے تھے۔

(۳۸۹) اور عبد اللہ بن عمرؓ نے نافع سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے راستے کے بائیں طرف ان گھنے درختوں کے پاس قیام فرمایا جو ہرشی پہاڑ کے نزدیک شیب میں ہیں۔ یہ ڈھلوان جگہ ہرشی کے ایک کنارے سے ملی ہوئی ہے۔ یہاں سے عام راستہ تک پہنچنے کے لیے تیر

افتتی ثم مساجد فلم يكُن عبد الله بن عمر يصلي في ذلك المسجد، كان يرکه عن يساره ووراءه ويصلي أمامه إلى العرق نفسه، وكان عبد الله يروح من الروحاء فلا يصلي الظهر حتى يأتي ذلك المكان فيصلي فيه الظهر، وإذا أقبل من مكة فإن مر به قبل الصبح.

٤٨٧ - وأن عبد الله حدثه أن النبي ﷺ كان ينزل تحت سرحة ضخمة دون الروية عن يمين الطريق وجاه الطريق في مكان بطبع سهل حتى يقضى من أكمته دونه الروية بمنيلين وقد انكسر أعلاها فانتهى في جوفها وهي قائمة على ساق وفي ساقها كتب كثيرة.

٤٨٨ - وأن عبد الله بن عمر حدثه أن النبي ﷺ صلى في طرف تلعة من وراء العرج وأنت ذاهب إلى هضبة عند ذلك المسجد قبران أو ثلاثة على القبور رمضان من حجارة عن يمين الطريق عند سليمات الطريق، بين أولئك السليمات كان عبد الله يروح من العرج بعد أن تميّل الشمس بالهاجرة فيصلي الظهر في ذلك المسجد.

٤٨٩ - وأن عبد الله بن عمر حدثه أن رسول الله ﷺ نزل عند سرحات عن يسار الطريق في مسيل دون هرشى، ذلك المسيل لأصنف بكراع هرشى بينه

کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو ان تمام درختوں میں راستے سے سب سے زیادہ نزدیک ہے اور سب سے لمبارد رشت بھی یہی ہے۔

(۳۹۰) اور عبد اللہ بن عمرؓ نے نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اس نالے میں اترا کرتے تھے جو وادی مرا الظہران کے نشیب میں ہے۔ مدینہ کے مقابل جب کہ مقام صفوادوں سے اترا جائے۔ نبی کریم ﷺ اس دھلوان کے بالکل نشیب میں قیام کرتے تھے۔ یہ راستے کے بائیں جانب پڑتا ہے جب کوئی شخص کہ جا رہا ہو (جس کو اب بطن مرد کہتے ہیں) راستے اور رسول اللہ ﷺ کی منزل کے درمیان صرف ایک پتھر ہی کے مار کا فاصلہ ہوتا۔

(۳۹۱) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے نافع سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام ذی طوی میں قیام فرماتے اور رات یہیں گزارا کرتے تھے۔ اور صبح ہوتی تو نماز فجر یہیں پڑھتے۔ کہ جاتے ہوئے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ایک بڑے سے ٹیلے پر تھی۔ اس مسجد میں نہیں جواب وہاں بنی ہوئی ہے بلکہ اس سے نیچے ایک بڑا شیلا تھا۔

(۳۹۲) اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے حضرت نافع سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کے دونوں کونوں کا رخ کیا جو اس کے اور جبل طویل کے درمیان کعبہ کی سمت ہیں۔ آپ اس مسجد کو جواب وہاں تعمیر ہوئی ہے اپنی بائیں طرف کر لیتے ٹیلے کے کنارے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے سیاہ ٹیلے پر تھی ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر پہاڑ کی دونوں گھائیوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جو تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

وَبَيْنَ الطَّرِيقَيْنِ قَرِيبٌ مِّنْ غَلُوْةٍ، وَكَانَ عَنْهُ  
اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ يُصَلِّي إِلَى سَرْحَةٍ هِيَ أَفْرَبُ  
السَّرَّاحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ.

۴۹۰ - وَأَنَّ عَنْهُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزَلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي  
فِي أَذْنَى مَرْأَةِ الظَّهِيرَانِ قَبْلَ الْمَدِينَةِ حِينَ  
تَهْبِطُ مِنَ الصَّفَرَاوَاتِ يَنْزَلُ فِي بَطْنِ ذَلِكِ  
الْمَسِيلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنَّ ذَاهِبَ  
إِلَى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللَّهِ  
ﷺ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَّا رَمْيَةً بِعَجْرِ.

۴۹۱ - وَأَنَّ عَنْهُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزَلُ بِذِي طُوْيِ وَبَيْتِ  
حَتَّى يَضْبَحَ يُصَلِّي الصَّبْحَ حِينَ يَقْدُمُ مَكَّةَ  
وَمُصَلِّي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ  
غَلِيلَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَ ثَمَّ  
وَلَكِنَّ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِيلَةٍ.

[طرفہ فی : ۱۷۶۷ ، ۱۷۶۹]

۴۹۲ - وَأَنَّ عَنْهُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِي  
بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوْنِلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ  
فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِي بَيْنَ ثَمَّ يَسَارَ  
الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ وَمُصَلِّي النَّبِيِّ  
ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السَّوْدَاءِ تَدَعُ  
مِنَ الْأَكْمَةِ عَشْرَةً أَذْرُعًا أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ  
تُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي  
بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ

**لشیعت** امام قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ ان مقالات میں حضرت عہد اللہ بن عمرؓ کا نماز پڑھنا تمہرک حاصل کرنے کے لئے تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے اس حال میں اس کو مکروہ رکھا جب کوئی واجب اور ضروری سمجھ کر ایسا کرے۔ یہاں جن مقالات کی مدد کا ذکر ہے ان میں سے آکٹوبر نامیہ ہو گئی ہیں۔ چند ہاتھیں۔ دو الہامیہ ایک مشہور مقام ہے جہاں سے الٰہ مہینہ احرام ہاتھ حاکرتے ہیں۔ بظہار وہ جگہ جہاں پانی کا بہاؤ ہے اور وہاں پار یہک سکندریاں ہیں۔ روشنہ مہینہ سے سترہ فریض کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے مریخ نامی گاؤں تمہارہ میل پڑتا ہے۔ نسبہ بھی مہینہ کے راستے میں ایک پہاڑ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہے ہر شیجذ کے قریب مہینہ اور شام کے راستوں میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مرا لفہر ان ایک مشہور مقام ہے۔ ضفروات وہ ندی تالے اور پہاڑ جو مرا لفہر ان کے بعد آتے ہیں۔

اس حدیث میں نو حدیثیں مذکور ہیں۔ ان کو حسن بن سفیان نے حقوق طور پر اپنی مندی میں لکھا ہے۔ مگر تیری کو نہیں لکھا۔ اور مسلم نے آخری حدیث کو کتاب الحجہ میں لکھا ہے۔ اب ان مساجد کا پتہ نہیں چلتا ہے وہ درست اور نشانات ہاتی ہیں۔ خود مینہ مسورة میں آنحضرت ﷺ نے: جن جن مساجد میں نماز پڑھی ہے ان کو عمر بن شیبہ نے اخبار مینہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عمد خلافت میں ان کو معلوم کر کے نقشی پتوں سے تعمیر کرا دیا تھا ان میں سے مسجد قباء۔ مسجد فتح۔ مسجد بنی قریظہ۔ مسجد بنی معادیہ۔ مسجد فتح۔ مسجد تبیین وغیرہ ابھی تک ہاتی ہیں۔ موجودہ حکومت سعودیہ نے اکثر مساجد کو عمدہ طور پر مسکم کر دیا ہے۔

اس حدیث میں جس سفر کی نمازوں کا ذکر ہے وہ سات دن تک جاری رہا تھا اور آپ نے اس میں ۳۵ نمازیں ادا کی تھیں راویان حدیث نے اکثر کا ذکر نہیں کیا۔ دادی رو حاء کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

قال الشيخ ابن حجر هذه المساجد لا يعرف اليوم هنا غير مسجد ذي الحليفة والمساجد التي بالرواء اهل تلك النهاية انتهى. وإنما كان ابن عمر يصلّى في تلك المواقع تبركاً بها ولم ينزل الناس يتبركون بمواقع الصالحةين وأما ما روى عن عمر أنه كره ذلك فلأنه خشى أن يتزمر الناس الصالحة في تلك المواقع وينبغي للعالم إذا رأى الناس يتزمرون بالتوافل الزحام شديداً أن ينهاهم عنه. علامة ابن حجر كى اس تقرير کا خلاصہ وہی ہے جو اپر ذکر ہوا۔ یعنی ان مقالات پر نمازِ حضن تبرکا پڑھتے تھے۔ مگر عموم اس کا اتزام کرنے لگیں تو علماء کے لیے ضروری ہے کہ ان کو روکئیں۔

**باب امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی  
کفایت کرتا ہے۔**

(۳۹۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا  
ہم سے امام مالک نے ابن شاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے  
عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما  
نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ اس زمانہ میں بالغ  
ہونے والا ہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متین میں لوگوں کو نماز  
پڑھا رہے تھے۔ لیکن دیوار آپ کے سامنے نہ تھی۔ میں صفت کے  
بعض حصے سے گذر کر سواری سے اترتا۔ اور میں نے گدھی کو جنے

٤٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَهْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَاسٍ  
قَالَ: أَفْلَتْ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانِي وَأَنَا  
يَوْمِئِدُ فَذَنَاهَزْتُ الْإِخْلَامَ وَرَسَوْلُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِي  
جَدَارًا، فَعَرَزَتْ يَمِينِي بِعَضِ الصَّفَّ

فَرَأَتْ وَأَرَسْلَتْ الْأَقْوَانْ تَرْبَعَ وَدَخَلَتْ فِي  
الْمَدْ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ هُنْ أَخْذٌ  
کے لیے چھوڑ دیا۔ اور صرف میں داخل ہو گیا۔ پس کسی نے مجھ پر  
اعتراض نہیں کیا۔

[راجع: ۴۷۶]

**لشیخ** بظاہر اس حدیث سے ہب کا مطلب نہیں لگتا۔ پوچکہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ میدان میں بغیر سترہ کے  
نماز نہ پڑھتے اس لئے آپ کے آگے بر گھنی گاری جاتی تو یقیناً اس وقت بھی آپ کے سامنے سترہ ضرور ہو گا۔ پس ہب کا  
مطلوب ثابت ہو گیا کہ امام کا سترہ مقتنیوں کے لیے کافی ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں الی غیر سرہ و حینہ فلا مطابقة بین الحديث والترجمة وقد بوب علمہ البیهقی  
ہب من صلی اللہ علیہ وسلم سرہ لکن استحب بعض المطابقة من قوله اللہ علیہ وسلم غیر جدار لان لفظ غیر پمشعر بان نعمہ سرہ لانها لفظ دالما صفة و  
تفصیلہ لشی غیر جدار وہ اهم من ان یکون عصا او غیر ذالک لیتی امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کما کہ آپ بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہے تھے۔  
اس صورت میں حدیث اور ہب میں کوئی مطابقت نہیں۔ اسی لئے اس حدیث پر امام نیقی رضی اللہ عنہ نے یوں ہب باندھا کہ یہ ہب اس کے  
ہارے میں ہے جو بغیر سترہ کے نماز پڑھے۔ لیکن اسی حدیث سے بعض علماء نے لفظ ای غیر جدار سے مطابقت پر استنباط کیا ہے۔ لفظ غیر  
تلاتا ہے کہ دیوار کے علاوہ کسی اور چیز سے سترہ کیا گیا تھا۔ وہ چیز عصا تھی۔ یا کچھ اور بہر حال آپ کے سامنے سترہ موجود تھا جو  
دیوار کے علاوہ تھا۔

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکپوریؒ فرماتے ہیں۔ قلت حمل البخاری لفظ الغیر علی النعت والبیهقی علی  
اللفی المغضض وما اختاره البخاری هنا ولی فان التعرض للفی الجدار خاصة بدل علی انه كان هناك شيئاً مغایراً للجدار اخ (مرعاة، ج: ۱/  
ص: ۵۱۵) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد یہاں یہ ہے کہ آپ کے سامنے دیوار کے علاوہ کوئی اور چیز بطور سترہ تھی۔  
حضرت الامام نے لفظ غیر کو یہاں بطور نعت سمجھا اور امام نیقی رضی اللہ عنہ نے اس سے فنی محض مرادی اور جو کچھ یہاں حضرت امام بخاری  
رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے وہی مناسب اور بہتر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ واقعہ جو اولاد میں ٹیش آیا۔ اس وقت یہ بلوغ کے قریب  
تھے۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تلائی گئی ہے۔

(۲۹۳) ہم سے احتجان بن منصور نے بیان کیا کہا ہم سے عبد اللہ بن  
نمير نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ نے نافع کے واسطے سے بیان کیا۔ انسوں  
نے محمد اللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن (عین الدین)  
سے باہر تشریف لے جاتے تو چھوٹے نیزہ (برچھا) کو گھاڑنے کا حکم  
دیتے وہ جب آپ کے آگے گاڑ دیا جاتا تو آپؑ اس کی طرف رخ کر  
کے نماز پڑھتے۔ اور لوگ آپؑ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ یہی آپؑ سفر  
میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسلمانوں کے) خلفاء نے اسی وجہ سے برچھا  
ساتھ رکھنے کی عادت بنالی ہے۔

(۲۹۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا  
عون بن ابی جحیفہ سے کہا میں نے اپنے پاپ (وہب بن عبد اللہ) سے

۴۹۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
الْفَوْزَانِ بْنِ نُعَمَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
نَافِعِ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمْرَ بِالْحَرَبَةِ فَوُضِعَ  
تِنْجِيَةٌ لِمُصَلَّى إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَأَةُ،  
وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمَنْ قَمَ  
أَخْلَقَهُ الْأَمْرَاءُ.

[اطرافہ فی: ۴۹۷، ۹۷۲، ۹۷۳]

۴۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا  
شَهْبَةُ عَنْ عُونِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ قَالَ:

سنا کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو بھائے میں نماز پڑھائی۔ آپ کے سامنے غنڈہ (ذذا جس کے نیچے پھل لگا ہوا ہو) گاڑ دیا گیا تھا۔ (چونکہ آپ مسافر تھے اس لیے) ظہر کی در رکعت اور عصر کی در رکعت ادا کیں۔ آپ کے سامنے سے عورتیں اور گدھے گذر رہے تھے۔

سیفیتُ ابی اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْمُطْهَاءِ - وَتَبَّعَنَ يَدِيهِ غَنْدَةً - الظَّهَرُ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرُ رَكْعَتَيْنِ يَمْرُّ بَيْنَ يَدِيهِ الْمَرْأَةُ وَالْجَمَارُ۔ [راجح: ۱۸۷]

**لشیخ** یہاں بھی حضرت امام قدس سرہ نے یہی ثابت فرمایا کہ امام کا سترہ سارے نمازوں کے لیے کافی ہے۔ آپ نے بھائے میں غدر و عصر کی دونوں نمازوں میں جمع تقدیم کے طور پر پڑھائیں۔ اور آپ کے آگے بطور سترہ برچا گاڑ دیا گیا تھا۔ برچھے سے باہر آپ اور نمازوں کے آگے سے گدھے گذر رہے تھے اور عورتیں بھی، مگر آپ کا سترہ سب نمازوں کے لئے کافی گردانا گیا۔ بغیر سترہ کے امام یا نمازوں کے آگے سے اگر عورتیں یا گدھے و کٹے وغیرہ گذریں تو چونکہ ان کی طرف توجہ بٹھے کا احتمال ہے۔ اس لیے ان سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض لوگ نماز ٹوٹنے کو نماز میں صرف خلل آجائے پر محمول کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خود نمازی ہی کر سکتا ہے کہ انما الاعمال بالنبیات اگر ان چیزوں پر نظر پڑنے سے اس کی نماز میں پوری توجہ ادھر ہو گئی تو یقیناً نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ خلل محض بھی معیوب ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قال مالک و ابو حیفۃ والشافعی رضی اللہ عنہم و جمهور من السلف و الخلف لا تبطل الصلوۃ بغيره شئی من هولاء ولا من غيرهم و تاول هولاء هذا الحديث على ان المراد بالقطع نفس الصلوۃ لشغف القلب بهذه الاشياء وليس المراد ابطالها الخ (تحفۃ الالموذی، ج: ۱/ ص: ۲۷۶) خلاصہ یہی ہے کہ کٹے اور گدھے اور عورت کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز میں نفس آ جاتا ہے۔ اس لئے کہ دل میں ان چیزوں سے تاثر آ جاتا ہے۔ نماز مطلقاً باطل ہو جائے ایسا نہیں ہے۔ جموروں ملائے سلف و خلف کا یہی فتویٰ ہے۔

### باب نمازی اور سترہ میں کتنا فاصلہ

ہونا چاہئے؟

(۳۹۶) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے اپنے باب ابو حازم سلمہ بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے سل بن سعد سے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گذر سکنے کا فاصلہ رہتا تھا۔

(۳۹۷) ہم سے کی، بن ابرائیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے، انہوں نے سلمہ بن اکوع بن شریت سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ مسجد کی دیوار اور منبر کے درمیان ایک بکری کے گذر سکنے کے فاصلہ کے برابر جگہ تھی۔

**لشیخ** مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا اور آپ نبیر کی بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ لہذا منبر اور دیوار کا فاصلہ اتنا ہی ہو گا کہ ایک بکری نکل جائے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ بلال کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھائی آپ

### بین المصلی والسترا؟

۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَرَّادَةَ قَالَ: ثَنَّا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَرْأَةُ الشَّاةِ۔

[طرفة فی : ۷۳۳۴]

۴۹۷ - حَدَّثَنَا الْمَكْيُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَبِيدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوزُهَا.

اتا ہی ہو گا کہ ایک بکری نکل جائے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ بلال کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھائی آپ

میں اور دیوار میں تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ حدیث سے یہ بھی لکھا کہ مسجد میں محراب بنانا اور منبر بنانا سنت نہیں ہے، منبر علیحدہ کفری کا ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ملااثیات میں سے یہ دوسری حدیث ہے اور ملااثیات کی پہلی حدیث پسلے پارہ کتاب العلم باب الم من کذب على النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی بن ابراہیم کی روایت سے گذر ہے۔ ملااثیات وہ احادیث جن کی سند میں حضرت امام بخاری رض صرف تین ہی اساتذہ سے اے نقل کریں۔ (یعنی ملااثیات سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسالم کے درمیان تین روایوں کا واسطہ ہے)

### باب برچھی کی طرف نماز پڑھنا۔

(۳۹۸) ہم سے مسد بن مسید نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے عبد اللہ کے واسطے سے بیان کیا، کہا مجھے نافع نے عبد اللہ بن عمر بن ابی شٹا کے واسطے سے خبر دی کہ نبی ﷺ کے لیے برچھا گاڑ دیا جاتا آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

باب عنزہ (لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) کی طرف نماز پڑھنا۔

(۳۹۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسالم دوپر کے وقت باہر تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا، جس سے آپ نے وضو کیا۔ پھر ہمیں آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی، آپ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور عورتیں اور گدھے پر سوار لوگ اس کے پیچھے سے گذر رہے تھے۔

آپ نے ظہر اور عصر کو جمع کیا تھا۔ اسے جمع تقدیم کرتے ہیں۔

(۵۰۰) ہم سے محمد بن حاتم بن بزریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شاذان بن عامر نے شعبہ بن حاجج کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی میمونہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شاذان کے کریم صلی اللہ علیہ وسالم جب رفع حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے جاتے۔ ہمارے ساتھ عکازہ (ڈنڈا) جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) یا چھڑی یا عنزہ ہوتا۔ اور ہمارے ساتھ ایک

### ۹۲- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرَبَةِ

۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْتَنِي  
عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَالِعُعَنْ عَنْ عَبْدِ  
اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسالم كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرَبَةُ  
فَيُصْلَى إِلَيْهَا۔ [راجع: ۴۹۴]

### ۹۳- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنْزَةِ

۴۹۹ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ  
قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْنَ بْنُ أَبِي جَحْيَفَةَ قَالَ:  
سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ  
اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسالم بِالْهَاجِرَةِ، فَأَتَيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ  
فَصَلَّى بِنَا الظُّهُرَ وَالْعَصْرَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنْزَةٌ  
وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمْرُونَ مِنْ وَرَاهَا۔

[راجع: ۱۸۷]

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنَ بَزِيرٍ  
قَالَ: حَدَّثَنَا شاذان عن شعبہ عن عطاء  
بن ابی میمونہ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بن  
مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسالم إِذَا خَرَجَ  
لِحَاجَةٍ تَعْتَهُ أَنَا وَغَلَامٌ وَمَعَنَا عَكَازَةٌ أَوْ  
عَصَنَأَ أَوْ عَنْزَةٌ وَمَعَنَا إِداوَةٌ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ

چھاگل بھی ہوتا تھا۔ جب انحضرور مولیٰ حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چھاگل دے دیتے تھے۔

حجاجیہ ناؤ لَنَاءُ الِإِذَاوَةَ.

[راجع: ۱۵۰]

باب کہ اور اس کے علاوہ دوسرے مقالات میں سترہ کا حکم۔  
(۵۰۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے حکم ابن عبیثہ سے، انہوں نے ابو جعیف سے، انہوں نے کماکہ نبی کریم مولیٰ ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے اور آپ نے بظاہر میں ظہرا اور عصر کی دو دور کعینیں پڑھیں۔ آپ کے سامنے عنزہ گاڑ دیا گیا تھا۔ اور جب آپ نے وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو کے پانی کو اپنے بدن پر لگا رہے تھے۔

۹۴- بَابُ السُّرْفِ بِسِكَّةٍ وَغَيْرِهَا

۵۰۱- حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْعَوْقَمِ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْعُطْخَاءِ الظُّهُرَ وَالْمَعْتَرَ رَكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنْزَةً وَتَوَضَّأَ لِجَعْلِ النَّاسِ يَعْمَسُحُونَ بِوَهْنِهِ.

[راجع: ۱۸۷]

**شیخ** امام بخاری مولیٰ یہ بتاتا ہے ہیں کہ سترہ کے مسئلہ میں کہ اور دوسرے مقالات میں کوئی فرق نہیں۔ مسند عبد الرزاق میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت مولیٰ مسجد حرام میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے۔ بعلم کہ کی تقریباً زیمن کو کہتے ہیں والغرض من هذا الباب الرد على من قال يجوز العرور دون السترة للطائفين للضرورة لا لغيرهم جو لوگ کعبہ کے طواف کرنے والوں کو نمازوں کے آگے سے گزرنے کے قائل ہیں حضرت امام مالک یہ باب منعقد کر کے ان کا رد کرنا ہے ہیں۔

۹۵- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْأَسْطُوانَةِ وَقَالَ عَمْرُ: الْمُصْلِنُونَ أَحَقُّ بِالسُّوَارِيِّ مِنَ الْمُتَحَدِّلِينَ إِلَيْهَا. وَرَأَى عَمْرُ رَجُلًا يَصْلِي بَيْنَ أَسْطُوَانَتَيْنِ فَأَذَنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ: صَلِّ إِلَيْهَا.

### باب ستونوں کی آٹی میں نماز پڑھنا۔

اور حضرت عمر بن الخطبو نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو اس پر نیک لگا کر باقیں کریں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطبو نے ایک شخص کو دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے پاس کر دیا اور کماکہ اس کی طرف نماز پڑھ۔

(۵۰۲) ہم سے کلی بن ابراہیم نے بیان کیا کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا کماکہ میں سلمہ بن اکوں بن الخطبو کے ساتھ (مسجد نبوی میں) حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلمہ بن الخطبو ہمیشہ اس ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے جمل قرآن شریف رکھا رہتا تھا۔ میں نے ان سے کماکہ اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم مولیٰ کو دیکھا آپ خاص طور سے اسی ستون کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

۵۰۲- حَدَّثَنَا الْمَكْيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَبِيدٍ قَالَ: كَنْتُ أَنِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْرَعِ فَيَصْلِي عِنْدَ الْأَسْطُوانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْنَفِفِ، فَقَلَّتْ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ تَعْرِي الصَّلَاةَ عِنْهُ هَذِهِ الْأَسْطُوانَةَ، قَالَ: فَلَيْتَ رَأَيْتَ الَّتِي ﷺ يَعْرِرُ الصَّلَاةَ عِنْهَا.

(حضرت علیاً رَضِيَ اللہُ عَنْہُ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ایک ستون کے پاس قرآن شریف صندوق میں رکھا رہتا تھا۔ اس کو ستون محفوظ کا کرتے تھے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے، ”الذین حملوا کتابی شریف میں سے یہ تیری حدیث ہے“

٥٠٣ - حَدَّثَنَا تَبِيْصَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا مُهَمَّادُ  
عَنْ هَمْرِي وَنِيْ قَاهِيرٍ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ  
الْمُؤْمِنَاتِ مَعَهُنَّ كَوْدِيْخَاكَهُ وَمَغْرِبَهُ (کی اذان) كے وقت ستونوں کی  
طرف لپٹتے۔ اور شعبہ نے عمرو بن عامر سے انہوں نے حضرت أَنْسٌ  
سے (اس حدیث میں) یہ نیازتی کی ہے۔ ”یہاں تک کہ نبی کرم مُحَمَّدٰ  
جھرے سے باہر تشریف لاتے۔“

**تَبِيْصَةُ** مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو ہلکی پھٹکی رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ عمر رسالت میں پڑھا جائے کہ عام معقول تھا۔ مگر بعد میں نبی کرم مُحَمَّدٰ نے فرمایا کہ جو چاہے ان کو پڑھے جو چاہے نہ پڑھے۔ اس حدیث سے ستونوں کو سترہ بنا کر نماز پڑھنے کا ثبوت ہوا۔ اور ان دو رکعتوں کا بھی جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے۔ شعبہ کی روایت کو خود امام بخاری مُحَمَّدٰ نے کتاب الاذان میں وصل کیا ہے۔

### باب دو ستونوں کے بیچ میں نمازی اگر اکیلا ہو

#### تو نماز پڑھ سکتا ہے

### غَيْرِ جَمَاعَةٍ

کیونکہ جماعت میں ستونوں کے بیچ میں کھڑے ہونے سے صاف میں خلل پیدا ہو گا۔ بعضوں نے کماکہ ہر حال میں دو ستونوں کے بیچ میں نماز کر دی ہے۔ کیونکہ حاکم نے حضرت أَنْسٌ سے ممافعت نقل کی ہے امام بخاری مُحَمَّدٰ نے یہ باب لاکر اشارہ کیا کہ وہ ممافعت باجماعت نماز پڑھنے کی حالت میں ہے۔

٥٠٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ :  
حَدَّثَنَا جُوبَرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ  
قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَمَّةً بْنَ  
رَزِيدَ وَعَفَّانَ بْنَ طَلْحَةَ وَبَلَالَ قَاتِلَ، ثُمَّ  
خَرَجَ، وَ كَتَبَ أَوْلَانَ النَّاسَ دَخَلَ عَلَى  
أَنْوِهِ، فَسَأَلَتْهُ بَلَالًا : أَنَّى صَلَّى ؟ قَالَ : أَنْهُنَّ  
الْمَعُوذَنَ وَالْمَقْدَمَنَ.

[راجح: ۳۹۷]

٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ :

٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ :  
حَدَّثَنَا جُوبَرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ  
قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَمَّةً بْنَ  
رَزِيدَ وَعَفَّانَ بْنَ طَلْحَةَ وَبَلَالَ قَاتِلَ، ثُمَّ  
خَرَجَ، وَ كَتَبَ أَوْلَانَ النَّاسَ دَخَلَ عَلَى  
أَنْوِهِ، فَسَأَلَتْهُ بَلَالًا : أَنَّى صَلَّى ؟ قَالَ : أَنْهُنَّ  
الْمَعُوذَنَ وَالْمَقْدَمَنَ.

مالک بن انس نے خبر دی نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید۔ بالا اور عثمان بن طلحہ بھی بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ پھر عثمان بن عٹا نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور آپؐ اس میں ٹھر رہے۔ جب آپؐ باہر نکلے تو میں نے بالا عٹا سے پوچھا کہ نبی کرم ﷺ نے اندر کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ایک ستون کو تو باسیں طرف چھوڑا اور ایک کو داسیں طرف اور تین کو پیچھے۔ اور اس زمانہ میں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی۔ امام بخاری نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی اور لیں نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک نے یہ حدیث یوں بیان کی کہ آپؐ نے اپنے داسیں طرف دو ستون چھوڑے تھے۔

أخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِهِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأَسَمَّهُ بْنَ زَيْدَ وَبِلَالَ وَعَثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ الْخَجَّيِّ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيهَا، وَسَأَلَتْ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ: مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَنَلَاثَةً أَعْمَدَهُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمَدَهُ، ثُمَّ صَلَّى. وَقَالَ لَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَقَالَ: عَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ.

[راجع: ۳۹۷]

یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ اگر آدی اکیلانماز پڑھنا چاہے تو دو ستونوں کے بیچ میں پڑھ سکتا ہے۔ شارح حدیث حضرت مولانا وحید الزمان رحلیہ فرماتے ہیں کہ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا تو ایک طرف خواہ مخواہ دو ستون رہیں گے۔ اور ایک طرف ایک۔ امام احمد اور الحدیریث کا یہی ذہب ہے کہ اکیلانماز شخص ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن ستونوں کے بیچ میں صفتانہ حرام کروہ ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ نے اس کو جائز رکھا ہے۔ تسیل القاری میں ہے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل کا ذہب حق ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ کو اس مسئلہ میں شاید ممانعت کی حدیثیں نہیں پہنچیں، واللہ اعلم۔

## باب

(۵۰۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا انہوں نے نافع سے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو سیدھے منہ کے سامنے چلے جاتے۔ دروازہ پیٹھ کی طرف ہوتا اور آپؐ آگے بڑھتے جب ان کے اور سامنے کی دیوار کا فاصلہ قریب تین ہاتھ کے رہ جاتا تو نماز پڑھتے۔ اس طرح آپؐ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے تھے جس کے متعلق حضرت بالاؓ نے آپؐ کو بتایا تھا کہ نبی کرم ﷺ علیہ وسلم نے یہی نماز پڑھی تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ بیت اللہ میں جس کونے میں ہم چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

## ۹۷ - بَابٌ

٥٠٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَ قَبْلَ وَجْهِهِ حِينَ يَذْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قَبْلَ ظَهَرِهِ، فَمَشَ حَتَّى يَكُونَ بَيْنَ الْجَدَارِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قَرِبَتَا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ صَلَّى يَتَوَلَّنِي الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى فِيهِ فِيهِ. قَالَ: وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسَ إِنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوْاحِي النَّبِيَّ شَاءَ.

[راجع: ۳۹۷]

### باب او نئی اور اوٹ اور درخت اور پالان کو سامنے کر کے نماز پڑھنا۔

(۵۰۷) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا عبید اللہ بن عمر سے، وہ نافع سے، انہوں نے عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کرم مسیح علیہ السلام سے کہ آپ اپنی سواری کو سامنے عرض میں کر لیتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، عبید اللہ بن عمر نے نافع سے پوچھا کہ جب سواری اچھلئے کو دنے لگتی تو اس وقت آپ کیا کیا کرتے تھے؟ نافع نے کہا کہ آپ اس وقت کجاوے کو اپنے سامنے کر لیتے۔ اور اس کے آخری حصے کی (جس پر سواریک لگاتا ہے ایک کھڑی سی لکڑی کی) طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت امام حشمتی نے اوٹی پر اوٹ کو اور پالان کی لکڑی پر درخت کو قیاس کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

### باب چارپائی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔

(۵۰۸) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا منصور بن معتمر سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود بن یزید سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں چارپائی پر لیٹی رہتی تھی۔ اور نبی مسیح علیہ السلام تشریف لاتے۔ اور چارپائی کے بیچ میں آ جاتے (یا چارپائی کو اپنے اور قبلے کے بیچ میں کر لیتے) پھر نماز پڑھتے۔ مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا برا معلوم ہوتا، اس لیے میں پائینتی کی طرف سے کھک کر لحاف سے باہر نکل جاتی۔

حضرت امام بخاری حشمتی نے باب الاستیزان میں ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ آپ نماز پڑھتے اور چارپائی آپ کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتی پس فیتوسط السریر کا ترجیح یہ صحیح ہوا کہ آپ چارپائی کو اپنے اور قبلہ کے بیچ میں کر لیتے۔

**باب چاہیے کہ نماز پڑھنے والا اپنے سامنے سے گذرنے**

### ۹۸- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْعَيْنِ وَالشَّجَرِ وَالرَّخْلِ

۵۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُغَمِّرٌ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْيَنِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنَى عَمَرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيَصْلِي إِلَيْهَا قَلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّ الرَّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّخْلَ فَيَعْدُهُ فَيَصْلِي إِلَى أَخِيرِهِ أَوْ قَالَ مُؤْخَرِهِ - وَكَانَ أَبْنُ عَمَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعُلُهُ۔

حضرت امام حشمتی نے اوٹی پر اوٹ کو اور پالان کی لکڑی پر درخت کو قیاس کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

### ۹۹- بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى السَّرِينِ

۵۰۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْزُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْذَلُّ تَعْمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتِي مُضطَجِعَةً عَلَى السَّرِينِ فَيَحِيِّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِينِ فَيَصْلِي، فَأَنْكِرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ، وَأَنْسَلُ مِنْ قِبْلِ رِجْلِيِّ السَّرِينِ حَتَّى أَنْسَلَ مِنْ لِحَافِيِّهِ۔ [راجح: ۳۸۰]

حضرت امام بخاری حشمتی نے باب الاستیزان میں ایک حدیث روایت فرمائی ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ آپ نماز پڑھتے اور چارپائی آپ کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتی پس فیتوسط السریر کا ترجیح یہ صحیح ہوا کہ آپ چارپائی کو اپنے اور قبلہ کے بیچ میں کر لیتے۔

**۱۰۰- بَابُ يَرْدُ الْمُصَلَّى مِنْ مَرِّ**

## والے کو روک دے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں جب کہ آپ تشد کے لیے بیٹھے ہوئے تھے روک دیا تھا۔ اور اگر وہ (گذر نے والا) لڑائی پر اتر آئے تو اس سے لڑے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا معاف جانتے ہیں۔

(۵۰۹) ہم سے ابو محمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن عبید نے حمید بن ہلال کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابو صالح ذکوان سمان سے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (دوسری سند) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے، کہا ہم سے حمید بن ہلال عدوی نے، کہا ہم سے ابو صالح سمان نے، کہا میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ کسی چیز کی طرف منہ کے ہوئے لوگوں کے لئے اسے آڑ بنائے ہوئے تھے۔ ابو معیط کے بیٹوں میں سے ایک جوان نے چاہا کہ آپ کے سامنے سے ہو کر گزر جائے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ پر دھکارے کرباز رکھنا چاہا۔ جوان نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کوئی راستہ سوائے سامنے سے گزرنے کے نہ ملا۔ اس لیے وہ پھر اسی طرف سے نکلے کے لیے لوٹا۔ اب ابوسعید رضی اللہ عنہ نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکاری۔ اسے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوئی اور وہ اپنی یہ شکایت مروان کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ مروان نے کہا اے ابوسعید آپ میں اور آپ کے بھتیجے میں کیا معاملہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنائے ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گزرے تو اسے روک دینا چاہیے۔ اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے اڑنا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

بینَ يَدِيهِ

وَرَدَ إِنْ عَمَرَ الْمَعَارُ بَيْنَ يَدِيهِ فِي  
الْتَّشْهِيدِ، وَقِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ: إِنْ أَبِي  
إِلَّا أَنْ تَقْاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے نکلا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کعبہ میں نمازی کے سامنے سے گزرنا معاف جانتے ہیں۔

٥٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْنَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ حَمِيدِ بْنِ  
هَلَالٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدَ قَالَ:  
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ أَبِي  
إِيَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَيْمَانُ بْنُ الْمُفْرِزِ  
قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ هَلَالَ الْعَدْوَيُّ قَالَ:  
حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَانِ قَالَ: رَأَيْتَ أَبَا  
سَعِيدَ الْعَدْوَيِّ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ يَصْلُى إِلَى  
شَنِيْءِ يَسْنُرَةِ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ شَابٌ مِنْ  
شَنِيْءِ يَسْنُرَةِ أَنْ يَجْخَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ لَدْفَعَ  
أَبُو سَعِيدَ فِي صَنِرَةِ، فَنَظَرَ الشَّابُ فَلَمْ  
يَجِدْ مَسَاخًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَرَادَ لَيَجْخَازَ  
لَدْفَعَةً أَبُو سَعِيدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأَوَّلِيِّ، فَنَالَ مِنْ  
أَبِي سَعِيدٍ. ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَّ  
إِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ  
خَلْفَةً عَلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَانِنِ  
أَخْيَكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ؟ قَالَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ  
يَقُولُ ((إِذَا صَلَّى أَخَدْ كُمْ إِلَى شَنِيْءِ  
يَسْنُرَةِ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْخَازَ بَيْنَ  
يَدَيْهِ فَلَيَنْدَعِفَ، فَإِنَّ أَبِي لَيْقَاتِلَهُ فَلَيَنْتَهِ هُوَ  
شَيْطَانٌ)). [طرفہ نی: ۳۲۷۴].

**لشیخ من** نمازی کے آگے سے گزرنا سخت ترین گناہ ہے۔ اگر گزرنے والاقصد ایہ حرکت کر رہا ہے تو وہ یقیناً شیطان ہے۔ جو خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو رہا ہے۔ ایسے گزرنے والے کو حتی الامکان روکنا چاہئے حتی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرح ضرورت ہو تو اسے دھنکا دے کر بھی باز رکھا جاسکتا ہے، بعض لوگ ارشاد نبوی فلیق اللہ کو مبالغہ پر محظوظ کرتے ہیں۔

پاب نمازی کے آگے سے گذرنے کا گناہ

کتابے؟

(۵۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے عمر بن عبد اللہ کے غلام ابو نفر سالم بن ابی امیہ سے خردی۔ انہوں نے بسر بن سعید سے کہ زید بن خالد نے ائمیں ابو جعیم عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان سے یہ بات پوچھنے کے لیے بھیجا کہ انہوں نے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے۔ ابو جعیم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جانتا ہے کہ اس کا کتنا برا گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گذرنے پر چالیس تک وہیں کھڑے رہنے کو ترجیح دیتا۔ ابو النفر نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہا یا مسینہ پاسال۔

باب نماز پڑھتے وقت ایک نمازی کا دوسراے شخص کی

طرف رخ کرنا کیسا ہے؟

اور حضرت عثمان بن عثیمین نے تائپند فرمایا کہ نمازی کے سامنے منہ کر کے بیٹھئے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ کراہیت جب ہے کہ نمازی کا دل ادھر لگ جائے۔ اگر دل نہ لگے تو زید بن ثابت بن عثیمین نے کہا کہ مجھے اس کا رواہ نہیں۔ اس لئے کہ مرد کی نماز کو مرد نہیں توڑتا۔

(۵۱) ہم سے اساعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسر  
نے بیان کیا سلیمان اعمش کے واسطے سے، انہوں نے مسلم بن صبیح  
سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہ ان

١٠١ - بَابُ إِثْمِ الْمَارِ بَيْنَ يَدَيْ

المُصلَّى

-٥١- حَدَّثَنَا عَنْهُ الْمُتَّابُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عَمَّارٍ  
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سُعْدِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ زَيْدَ  
بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَ إِلَيْهِ جَهْنَمَ بِسَأْلَةً مَاذَا  
سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَارِيَّةِ  
يَدِيَ التَّمْعَلِيِّ، فَقَالَ أَبُو جَهْنَمْ: قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْلَا يَقْلُمُ الْمَارِيَّةِ يَدِيَ  
الْمَعْلَمِيِّ مَاذَا عَلِمَ لَكَانَ أَنْ يَقْفَ أَرْبَعِينَ  
حَنَّرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمْرُرَ بَيْنَ يَدَيْهِ)). قَالَ أَبُو  
النَّضْرِ: لَا أَذْرِي أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ  
هُنْدَيْنَ أَوْ سَنَةً.

١٠٢ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ

صَاحِبَةُ وَهُوَ يُصَلِّي

وَكَرَهَ غُنمَانٌ أَن يُسْتَغْلِلَ الرَّجُلُ وَهُوَ  
يُصْنَى، وَإِنَّمَا هَذَا إِذَا اشْتَهَلَ بِهِ فَإِنَّمَا إِذَا  
لَمْ يَشْتَهِلْ بِهِ فَقَدْ قَاتَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ: بِمَا

٥١١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَيْلٍ حَدَّثَنَا  
عَلَيْهِ بْنُ مُسْبِحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ  
- يَعْنِي ابْنَ صَبَّاحٍ - عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ

کے سامنے ذکر ہوا کہ نماز کو کیا چیزیں توڑ دیتی ہیں، لوگوں نے کہا کہ کتاب الہادور عورت (بھی) نماز کو توڑ دیتی ہے۔ (جب سامنے آجائے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں کتوں کے برابر بنا دیا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپؐ کے اور آپؐ کے قبلہ کے درمیان (سامنے) چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے ضرورت پیش آتی تھی اور یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ خود کو آپؐ کے سامنے کر دوں۔ اس لیے میں آہستہ سے نکل آتی تھی۔ امش نے ابراہیمؑ سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے عائشہؓ سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی۔

حضرت عائشہؓ کے بیان میں الفاظ اکرہ ان استقبلہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپؐ کے سامنے لیٹی رہتی تھی۔ مگر میں اسے مکروہ جان کر ادھر ادھر سرک جایا کرتی تھی۔

### باب سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

(۵۱۲) ہم سے مسد بن مسید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تیجی بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے بیان کیا، وہ فرماتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے رہتے۔ اور میں (آپؐ کے سامنے) پچھو نے پر آڑی سوتی ہوئی پڑی ہوتی۔ جب آپؐ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی بگاؤتیے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی تھی۔

[راجح: ۳۸۲] باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔ خالقی زندگی میں بعض دفعہ ایسے بھی موقع آ جاتے ہیں کہ ایک شخص سو رہا ہے اور دوسرا نمازی بزرگ اس کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ عند الضرورت اس سے نماز میں خلل نہیں آتا۔

### باب عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا

(۵۱۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی عمر بن عبد اللہ کے غلام ابوالنفر سے، انہوں نے ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمن سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے کہ آپؐ نے فرمایا، میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو جایا کرتی تھی۔ میرے پاؤں آپؐ کے سامنے (پھیلے ہوئے)

عائشہؓ آئہ 'كَرَ عِنْهَا مَا يَقْطُنُ الصَّلَاةَ، فَقَالُوا: يَقْطُنُهَا الْكَلْبُ وَالْجَمَارُ وَالْمَرْأَةُ، فَقَالَتْ: لَقَدْ جَعَلْتُمُنَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصْلِي وَإِنِّي لَبَيْثَةٍ وَبَيْنَ الْقَبْلَةِ وَأَنَا مُضطَجَعَةٌ عَلَى السُّرِيرِ، فَتَكُونُ لِي الْحَاجَةُ وَأَخْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُ أَنْسِلًا. وَعَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

[راجع: ۳۸۲]

### ۱۰۳ - باب الصلاة خلف النائم

۵۱۲ - حَدَثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصْلِي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُغَرَّضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

[راجح: ۳۸۲]

### ۱۰۴ - باب النطوع خلف المرأة

یعنی سامنے بطور سرمه کے عورت ہو تو نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۱۳ - حَدَثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضِيرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَّمَا يَئِنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو پاؤں کو ہلکے سے دبادیتے اور میں انہیں سکریٹری لیتی پھر جب قیام فرماتے تو میں انہیں پھیلایتی تھی۔ اس زمانہ میں گھروں کے اندر چراغ نہیں ہوتے تھے۔ (معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے)۔

### باب اس شخص کی ولیل جس نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔

(۵۱۳) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم نے اسود کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے (دوسری سند) اور اعمش نے کہا کہ مجھ سے مسلم بن صبح نے مسروق کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عائشہؓ سے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا۔ جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتاب، گدھا اور عورت۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔ حالانکہ خود نبی کریم ﷺ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں چارپائی پر آپؐ کے اور قبلہ کے نیچے میں لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش آئی اور چونکہ یہ بات پسند نہ تھی کہ آپ کے سامنے۔ (جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں) بیٹھوں اور اس طرح آپؐ کو تکلیف ہو۔ اس لیے میں آپ کے پاؤں کی طرف سے خاموشی کے ساتھ نکل جاتی تھی۔

**تشریح** صاحب تفہیم البخاری لکھتے ہیں کہ ”امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ کتنے“ گدھے اور عورت نماز کو خصوصیں توڑ دیتی ہیں۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے لیکن اس سے مقصد یہ بتانا تھا کہ ان کے سامنے سے گذرنے سے نماز کے خشوع و خصوصیں فرق پڑتا ہے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ واقعی ان کا سامنے سے گذرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ چونکہ بعض لوگوں نے ظاہری الفاظ پر ہی حکم لگا دیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کی ضرورت سمجھی۔ اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی شہہ بوتا تھا کہ نماز کسی دوسرے کے عمل سے بھی نوٹ سکتی ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان لکایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی یعنی کسی دوسرے کا کوئی عمل خاص طور سے سامنے سے گذرنا۔“

(۵۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے بیان کیا،

وَرَخْلَاءِ فِي قِبْلَتِهِ، فَإِذَا سَجَدَ غَمْرَتِي  
فَقَبَضَتُ رِجْلَيْ فِي أَذْنَانِي قَامَ بَسْطَتَهُمَا قَالَتْ:  
وَالْأَبْيُوتُ يَوْمَنِي لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

[راجح: ۵۸۲]

### ۱۰۵ - بَابُ مَنْ قَالَ : لَا يَقْطُعُ

#### الصَّلَاةَ شَيْءٌ

۵۱۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ غَيَاثٍ  
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ  
قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ  
عَائِشَةَ ح. قَالَ الْأَعْمَشُ: وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ  
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ: ذُكِرَ عِنْهَا مَا  
يَقْطُعُ الصَّلَاةَ - الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ  
وَالْمَرْأَةُ - فَقَالَتْ: شَهَدْتُمُونَا بِالْحُمْرِ  
وَالْكَلَابِ، وَاللَّهُ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ،  
يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السُّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبْلَةِ  
مُضْطَجَعَةً، فَتَبَدَّلَ لِي الْحَاجَةُ فَلَا كُرْكَةَ أَنْ  
أَجْلِسَ قَارُوذِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَنْسَلُ مِنْ عِنْدِ  
رِجْلِيَّهُ.

[راجح: ۳۸۲]

۵۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ  
يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَحْمَى

انہوں نے اپنے بچا سے پوچھا کہ کیا نماز کو کوئی چیز توڑ دیتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، اسے کوئی چیز نہیں توڑتی۔ کیونکہ مجھے عروہ بن زبیر بن شریش نے خبر دی ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بستر پر لیٹی رہتی تھی۔

ابن شہابؓ اُنہُ سَأَلَ عَمَّاْ عَنِ الصَّلَاةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ: لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ. أَخْبَرَنِي عَزْرُوْةُ بْنُ الرَّبِّيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي صَلَاتِي مِنَ اللَّيلِ وَإِنِّي لِمُغْفَرِّضَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ.

[راجع: ۳۸۲]

(تفصیل پرلے تحفۃ الاحوزی کے حوالہ سے گذر جی ہے)

**باب اس بارے میں کہ نماز میں اگر کوئی اپنی گردان پر کسی بچی کو اٹھا لے تو کیا حکم ہے؟**

(۵۱۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابو قادہ الفنصاری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابوالعاصر بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔

**۱۰۶ - بَابُ إِذَا حَمَلَ حَارِيَةً صَغِيرَةً عَلَى عُثْقَهِ فِي الصَّلَاةِ**

(۵۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسَفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّبِّيْرِ عَنْ عَمْرُو بْنِ سُلَيْمَانِ الزُّرْقَانِ عَنْ أَبِيهِ قَاتِدَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَّةَمَةَ بْنَ زَيْنَبَ بْنِتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَبِيهِ الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَاضْعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا. [طرفہ فی : ۵۹۹۶].

**لیستہر صحیح** حضرت امامہ بنت ابو العاص بنیان آنحضرت شیعیہ کی بڑی محبوب نواسی تھیں، بعض اوقات اس فطری محبت کی وجہ سے آنحضرت شیعیہ ان کو جب کہ یہ بہت چھوٹی تھیں نماز میں کندھے پر بھی بھالیا کرتے تھے۔ حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ہوا جب کہ حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ ان سے نکاح کرنے کی وصیت بھی فرمائی تھیں، یہ "اہ کا واقعہ ہے۔ ۳۰۰ میں حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے تو آپ کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ بنیانی کا عقد ہالی مسیحہ بن نوافل سے ہوا۔ جو حضرت عبد المطلب کے پوتے ہوتے تھے۔ ان ہی کے پاس آپ نے وفات پائی۔

حضرت امام بنیاری بندر احکام اسلام میں وسعت کے پیش نظر بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے کسی غاص موقعد پر اگر کسی شخص نے نماز میں اپنے کسی پیارے معصوم بچے کو کاندھے پر بھالیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

**باب ایسے بستر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس پر حالغہ**

عورت ہو۔

**۱۰۷ - بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيهِ حَائِضٌ**

(۵۱۷) ہم سے عمرو بن زارہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شیم نے شبائی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن شداد بن ہاد سے، کما مجھے میری خالہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر بنت کریمہ رضی اللہ عنہا کے مطلع کے برابر میں ہوتا تھا۔ اور بعض دفعہ آپ کا کپڑا (نماز پڑھتے میں) میرے اوپر آ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہی ہوتی تھی۔

(۵۱۸) ہم سے ابو نعیمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شبائی سلیمان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد اللہ بن شداد بن ہاد نے بیان کیا، کما کہ ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں، کہ نبی ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے برابر میں سوتی رہتی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ کا کپڑا مجھے چھو جاتا حالانکہ میں حاضر ہوتی تھی۔

۵۱۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَرَارَةَ قَالَ: ثَمَّا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ بْنِ الْهَادِ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَالِتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ فِرَاشِي حَيَانَ مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ فَرَبِّمَا وَقَعَ ثَوْبَهُ عَلَيْيَ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِيِّ [راجح: ۳۲۳]

۵۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زَيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا إِلَى جَنِيْهِ نَاقِمَةً، فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبَهُ وَأَنَا حَاضِرٌ.

[راجح: ۳۲۳]

اوپر کی حدیث میمونہ کے حاضر ہونے کی وضاحت نہ تھی۔ اس لیے حضرت امام دوسری حدیث لائے جس میں ان کے حاضر ہونے کی وضاحت موجود ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ حاضر عورت سامنے لیٹی ہو تو بھی نماز میں کوئی تقض لازم نہیں آتا۔ یہی حضرت امام کا مقصود باب ہے۔

**باب اس بیان میں کہ کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی بیوی کو چھو سکتا ہے؟**

(تاکہ وہ سکڑ کر جگہ چھوڑ دے کہ باسانی سجدہ کیا جاسکے)

(۵۱۹) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کما کہ ہم سے سعید بن سعید قطان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد اللہ عمری نے بیان کیا، کما کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ تم نے برا کیا کہ ہم کو کتوں اور گدوں کے حکم میں کر دیا۔ خود نبی کریم رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو چھو دیتے اور میں انہیں سکریت لیتی تھی۔

۱۰۸- بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُودِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

۵۱۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلَيْ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ بِسْمِ عَدَلَّمُونَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا مُضطَجَعَةٌ بَيْنَ وَبَيْنَ الْقِبَلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَرَ رِجْلَيْ فَقَبَضَتْهُمَا.

[راجع: ۳۸۲]

(باب اور حدیث کی مطابقت ظاہر ہے)

باب اس بارے میں کہ اگر عورت نماز پڑھنے والے سے  
گندگی ہٹادے (تو مضافات نہیں ہے)

(۵۲۰) ہم سے احمد بن اسحاق سرمایہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن میمون سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش اپنی مجلس میں (قریب ہی) بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان میں سے ایک قریشی بولا اس ریا کار کو نہیں دیکھتے؟ کیا کوئی ہے جو فلان قبیلہ کے ذمہ کے ہوئے اونٹ کا گور، خون اور جھٹری اٹھالا ہے۔ پھر یہاں انتظار کرے۔ جب یہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ میں جائے تو گردون پر رکھ دے (چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے) ان میں سے سب سے زیادہ بدجنت شخص اٹھا۔ اور جب آپ سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کی گردن مبارک پر یہ غلطیں ڈال دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ہی کی حالت میں سر رکھ رہے۔ مشرکین (یہ دیکھ کر) ہنسے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ ایک شخص (غالباً ابن مسعود رضی اللہ عنہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہ ابھی پچھے تھیں۔ آپ دوڑتی ہوئی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی سجدہ ہی میں تھے۔ پھر (حضرت فاطمہؓ نے) ان غلطیوں کو آپ کے اوپر سے ہٹایا اور مشرکین کو برا بھلا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر کے فرمایا ”یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔ یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔ یا اللہ قریش پر عذاب نازل کر۔“ پھر نام لے کر کہا خدا! عمرو بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امسیہ بن خلف، عقبہ بن الجبیر، عقبہ بن عمارہ ابن ولید کو ہلاک کر۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معیط اور عمارہ ابن ولید کو ہلاک کر۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۰۹ - بَابُ الْمَرْأَةِ تَطْرَحُ عَنِ  
الْمُصَلَّى شَيْئًا مِنَ الْأَذَى

۵۲۰ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّرْمَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْيَدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقِ عَنْ عَمْرُو بْنِ مَقْمُونَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: يَبْيَسْمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا يُصَلِّي عَنْ الْكَعْبَةِ وَجَمِيعُهُمْ فَرِيشٌ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذَا قَالَ قَابِلُهُمْ أَلَا تَنْظَرُونَ إِلَى هَذَا الْمَرْأَانِ؟ أَيُّكُمْ يَقُولُ إِلَى جَزْرُورِ آلِ فَلَانَ فَيَعْمِدُ إِلَيْهِ فَرِيشُهَا وَدَمَهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيءُ بِهِ ثُمَّ يَمْهُلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَيْفَيَّةِ فَإِنْبَغَثَ أَشْتَاهَمْ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَضَعَهُ بَيْنَ كَيْفَيَّهَا وَثَبَّتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا فَضَحِكُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ - وَهِيَ جُوَيْزِيَّةٌ - فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَثَبَّتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَهَ عَنْهُ، وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسْبِيمُهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ قَالَ ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْيَشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْيَشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْيَشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْيَشٍ)). ثُمَّ سَمِّيَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرُو بْنِ هِشَامٍ وَعَبْتَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلَيدَ بْنِ عَبْتَةَ وَأَمِيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعَقْبَةَ بْنِ أَبِي

مَعْيِطٌ وَعُمَارَةٌ بْنُ الْوَلِيدِ) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَّ اللَّهُ لَقَدْ رَأَيْتُمْ صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُجِّبُوا إِلَى الْفَقِيلِيْبِ فَلَيْسَ بَدْرٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَأَنْتُمْ أَصْحَابُ الْفَقِيلِيْبِ لِغَنَّةِ)). [راجح: ۲۴۰]

نماز کے احکام و مسائل میں جو کچھ کفار قریش نے آپ سے برداشت کیا۔ اسی میں سے ایک یہ واقعہ ہے۔ آپ کی دعا خدا نے قبول کی اور وہ بدجنت سب کے سب بدر کی لڑائی میں ذلت کے ساتھ مارے گئے اور یہی شکار کے لئے خدا کی لعنت میں گرفتار ہوئے۔ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسے موقع پر اگر کوئی بھی عورت نمازی کے اوپر سے گندگی اٹھا کر دور کر دے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر قرآن سے کفار کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی حرکات بد سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے لیے بد دعا لارنا جائز ہے۔ بلکہ ایسے بدجنتوں کا نام لے کر بد دعا کی جاسکتی ہے کہ مومن کا یہی آخری ہتھیار ہے۔ وہ غلط است لانے والا عقبہ بن ابی حییط ملعون تھا۔

الحمد لله کہ عاشورہ محرم ۱۳۸۸ھ میں اس مبارک کتاب کے پارہ دوم کے ترجیس اور تخلیے سے فراغت حاصل ہوئی۔ اللہ پاک میری قلمی لفڑشوں کو معاف فرمایا کرے تو میرے لیے 'میرے والدین' اولاد احباب کے لیے 'جملہ معاونین' کرام اور ناظرین عظام کے لیے وسیلہ نجات بنائے۔ اور بقا لیا پاروں کو بھی اپنی غیری امداد سے پورا کرائے۔ آمين۔ والحمد لله رب العالمین۔ (متربم)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## تیسرا پارہ

### ۹۔ کتاب موافقۃ الصالوۃ

## کتاب اوقات نماز کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ

باب نماز کے اوقات اور ان کے فضائل

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت

کہ مسلمانوں پر نمازوں وقت مقررہ میں فرض ہے، یعنی اللہ نے ان کے لیے نمازوں کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔

۱۔ بَابُ مَوَاقِفَةِ الصَّلَاةِ وَفَضْلُهَا

وَقُولُهُ :

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳] مُوقَتاً، وَقْتَهُ عَلَيْنِهِمْ

(۵۲۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنایا ابن شہاب کی روایت سے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ایک دن (عصر کی) نماز میں دیر کی، پس عروہ بن زیر کے پاس تشریف لے گئے، اور انہوں نے بتایا کہ (ایسی طرح) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن (عراق کے ملک میں) نماز میں دیر کی تھی جب وہ عراق میں (حاکم) تھے۔ پس ابو مسعود النصاری (عقبہ بن عمرا) ان کی خدمت میں گئے۔ اور فرمایا، مغیرہ؟ آخر یہ کیا بات ہے، کیا آپ

۵۲۱ - حدَثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَرِأتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْرَى الصَّلَاةَ يَوْمًا، فَدَخَلَ عَلَيْهِ غُرْوَةُ بْنِ الزَّبِيرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغَيْرَةَ بْنَ شَعْبَةَ أَخْرَى الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعَرَاقِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا مَغِيرَةً؟ أَنَّيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ

کو معلوم نہیں کہ جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے نماز پڑھی اور رسول کریم ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے کما کہ میں اسی طرح حکم کیا گیا ہوں۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ سے کہا، معلوم بھی ہے آپ کیا بیان کر رہے ہیں؟ کیا جبریلؑ نے نبی ﷺ کو نماز کے اوقات (عمل کر کے) بتالئے تھے۔ عروہ نے کہا کہ ہاں اسی طرح بشیر بن الی مسعودؑ اپنے والد کے واسطے سے بیان کرتے تھے۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب ابھی دھوپ ان کے جھرے میں موجود ہوتی تھی اس سے بھی پہلے کہ وہ دیوار پر چڑھے۔

حضرت امام الدینیانی فی الحدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی پاکیزہ کتاب کے پارہ سوم کو کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے شروع فرمایا، آگے باب مواقیت الصلوٰۃ الحنفی مذکور کیا، ان ہردوں میں فرق یہ کہ کتاب میں مطلق اوقات مذکور ہوں گے، خواہ فضیلت کے اوقات ہوں یا کراہیت کے اور باب میں وہ وقت مذکور ہو رہے ہیں جن میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(طرفاہ فی : ۳۲۲۱، ۴۰۰۷)۔

**تشریف** حضرت امام الدینیانی فی الحدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی پاکیزہ کتاب کے پارہ سوم کو کتاب مواقیت الصلوٰۃ سے شروع فرمایا، آگے باب مواقیت الصلوٰۃ الحنفی مذکور کیا، ان ہردوں میں فرق یہ کہ کتاب میں مطلق اوقات مذکور ہوں گے، خواہ فضیلت کے اوقات ہوں یا کراہیت کے اور باب میں وہ وقت مذکور ہو رہے ہیں جن میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مواقیت کی تحقیق اور آیت کریمہ مذکورہ کی تفصیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب مبارکبوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:- «مواقیت جمع مبقات وہ مفعال من الوقه والمراد به الوقت الذي عبَّرَ اللهُ لِأَدَاءِ هَذِهِ الْعِبَادَةِ وَهُوَ القدر المحدود لل فعل من الرزمان قال تعالى إن الصلوٰۃ كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً اى مفروضاً في اوقات معينة معلومة فاجمل ذكر الاوقات في هذه الآية و بينها في مواضع آخر من الكتاب من غير ذكر تحديد او انلہا و اواخرها و بين على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم تحديدها و مفاديرها الآتية» (مرعاة، جلد: ۱/ ص: ۳۸۳)

یعنی لفظ مواقیت کا مادہ وقت ہے اور وہ مفعال کے وزن پر ہے اور اس سے مراد وقت ہے۔ جسے اللہ نے اس عبادت کی اوائیگی کے لیے مشین فرمادیا ہے، اور وہ زمانہ کا ایک محدود حصہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ نماز ایمان والوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔ اس آیت میں اوقات کا جمل ذکر ہے، قرآن پاک کے دیگر مقالات پر کچھ تفصیلات بھی مذکور ہیں، مگر وقتون کا اول و آخر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان مبارک ہی سے بیان کر لیا ہے۔ آیت کریمہ «اقم الصلوٰۃ طرف النهار و زلفا من الليل» میں فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں مذکور ہیں۔ آیت کریمہ «اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس» میں ظہر و عصر کی طرف اشارہ ہے۔ «إِلَى غَسْقِ اللَّيْلِ» میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں (وقرآن الفجر) میں نماز فجر کا ذکر ہے۔ آیت کریمہ «فَسَبَّحَ اللَّهُ حِينَ تَمَسُّونَ» میں مغرب اور عشاء مذکور ہیں (وحی نصیحون) میں صحیح کا ذکر ہے۔ دھنیا میں عصر اور «حِينَ نَظَهَرُونَ» میں ظہر اور آیت شریفہ «وَسِيحَةِ حَمْرَدِكَ قَبْلَ طلوعِ الشَّمْسِ» میں فجر اور قبل غروب میں عصر (وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ) آیت کریمہ و زلفا من الليل کی طرح ہے۔ «فَسَبَّحَهُ وَاطَّافَ النَّهَارَ» میں ظہر کا ذکر ہے، الغرض نماز و جنگانہ کی یہ مختصر تفصیلات قرآن کریم میں ذکر ہوئی ہیں، ان کے اوقات کی پوری تفصیل اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے عمل اور قول سے پیش کی ہیں، جن کے مطابق نماز کا ادا کرنا ضروری ہے۔

آج کل کچھ بد بخنوں نے احادیث نبوی کا انکار کر کے صرف قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، چونکہ وہ قرآن مجید کی تفسیر مخفی اپنی رائے ناقص سے کرتے ہیں اس لیے ان میں کچھ لوگ بخوبت نمازوں کے قائل ہیں، کچھ تین نمازیں بتلاتے ہیں اور کچھ دو نمازوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ادا بھی نماز کے لیے انہوں نے اپنے ناقص داماغوں سے جو صورتیں تجویز کی ہیں وہ انتہائی مخفک خیز ہیں۔ احادیث نبوی کو چھوڑنے کا یعنی تجویز ہونا چاہئے تھا، چنانچہ یہ لوگ اہل اسلام میں بدترین انسان کے جا سکتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی آڑ میں اپنے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی ہوئی غداری پر کربلا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

آیت مذکورہ باب کے تحت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تکوار پل رہی ہو اور ٹھہرنسے کی مصلحت نہ ہو تو سب بھی نماز اپنے وقت پر پڑھ لئی چالیں ہے، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسے وقت میں نماز میں تاخیر درست ہے۔ ان کی دلیل خندق کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کئی نمازوں کو تاخیر سے ادا فرمایا، وہ حدیث یہ ہے عن جابر بن عبد اللہ ان عمر جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس فجعل يسب كفار قريش و قال يا رسول الله ما كدت اصلي العصر حتى كادت الشمس تغرب فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما صليتها فتوضا و تو ضانا فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعد ها المغرب منافق عليه يعني جابر بن عبد اللہ بن أبي شيبة روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار قريش کو برآمدلا کیتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کما کہ حضور میری عصر کی نماز رہ گئی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں پڑھ سکا ہوں۔ پس آپ نے اور ہم نے دوضو کیا، اور پہلے عصر کی نماز پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ معلوم ہوا کہ ایسی ضرورت کے وقت تاخیر ہونے میں مصالحتہ نہیں ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار نمازیں فوت ہو گئیں تھیں، جن کو مغرب کے وقت ترتیب کے ساتھ پڑھایا گیا۔

اس حدیث میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ خامس غالغاۓ راشدین میں شمار کئے گئے ہیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز میں ان سے تاخیر ہو گئی یعنی اول وقت میں نہ ادا کر سکے جس پر عروہ بن زیبر نے ان کو یہ حدیث سنائی، ہے سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ سے مزید تحقیق کے لیے فرمایا کہ ذرا سمجھ کر حدیث پیان کرو، کیا جریل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے لیے نمازوں کے اوقات عملاً مقرر کر کے بتائے تھے، شاید عمر بن عبد العزیز کو اس حدیث کی اطلاع نہ ہو گئی، اس لیے انہوں نے عروہ کی روایت میں شبہ کیا، عروہ نے بیان کر دیا کہ میں نے ابو مسعود کی یہ حدیث ان کے بیٹے بشیر بن ابی مسعود سے سنی ہے۔ اور دوسری حدیث حضرت عائشہؓ والی بھی بیان کر دی جس میں آنحضرت ﷺ کی نماز عصر اول وقت میں ادا کرنا مذکور ہے۔

مخیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عراق کے حاکم تھے، عراق عرب کے اس ملک کو کہتے ہیں جس کا طول عبابان سے موصل تک اور عرض قادسیہ سے طوام تک ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت مخیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بیان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ روایت میں حضرت جبریلؑ اور آنحضرت ﷺ کی نمازوں کا ذکر ہے۔ حضرت جبریلؑ نے پانچوں نمازوں آپؑ کو پہلے دن اول وقت اور دوسرے دن آخر وقت پڑھائیں اور بتایا کہ نماز پنج وقت کے اول و آخر اوقات یہ ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نے مقام ابراہیم کے پاس آپؑ کو یہ نمازوں پڑھائیں۔ آپؑ امام ہوئے اور حضرت نبی کریم ﷺ مقتدی ہوئے، اس طرح اوقات نماز کی تعلیم جماعتے قول کے فعل کے ذریعہ کی گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر تامل کیا، کہ قول کے ذریعہ وقت کی تعین کی جاسکتی تھی، عملاً اس کی کیا ضرورت تھی، اس لیے آپؑ نے وضاحت سے کہا کہ کیا جریل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھائی تھی؟ جب عروہؓ نے یہ حدیث سنائی تو عمرؓ بن عبد العزیز کو کچھ اور تامل ہوا۔ اس کو دور کرنے کے لیے حضرت عروہؓ نے اس کی سند بھی بیان کر دی تاکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو پوری طرح اطمینان ہو جائے۔

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ ومقصود عروہ بذاک ان امرا لا اوقات عظیم قد نزل لتجدددها جبریل فعلیم

النبي صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل فلا یبھی التقصير فی مثله (مرعاتہ، جلد: ۱ / ص: ۳۸۷) یعنی عروہ کا مقصود یہ تھا کہ اوقات نماز بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جن کو مقرر کرنے کے لیے جریئل علیہ السلام نازل ہوئے اور عملی طور پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو نمازیں پڑھا کر اوقات صلوٰۃ کی تعلیم فرمائی۔ پس اس بارے میں کمزوری مناسب نہیں۔

بعض علمائے احتجاف کا یہ کہتا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عصر کی نماز دیر کر کے پڑھنے کا معمول تھا غلط ہے روایت میں صاف موجود ہے کہ اخیر الصلوٰۃ یوماً ایک دن اتفاق سے تاخیر ہو گئی تھی، حنفیہ کے جواب کے لیے یہی روایت کافی ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ پاک کی طرف رجوع  
کرنے والے (ہو جاؤ) اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور  
مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔“ (سورہ روم)

(۵۲۳) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عباد بن عباد  
بصری نے، اور یہ عباد کے لڑکے ہیں، ابو جہرہ (نصر بن عمران) کے ذریعہ  
سے، انہوں نے ابن عباس رض سے، انہوں نے کہا کہ عبد القیس کا  
وندر رسول کریم شلیل کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ہم اس رجیعہ قبلیہ  
سے ہیں اور ہم آپؐ کی خدمت میں صرف حرمت والے میتوں ہی  
میں حاضر ہو سکتے ہیں، اس لیے آپؐ کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دیجئے،  
جسے ہم آپؐ سے سیکھ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والے دوسرے لوگوں  
کو بھی اس کی دعوت دے سکیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار  
چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، پہلے خدا پر ایمان  
لانے کا، پھر آپؐ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ اس بات کی شادوت  
وینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں،  
اور دوسرے نماز قائم کرنے کا، تیسرا زکوٰۃ دینے کا، اور چوتھے جو مال  
تمہیں غنیمت میں ملے، اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا اور  
تمہیں میں تو نبڑی ختم قصار اور نقیر کے استعمال سے روکتا ہوں۔

**لشیخ** وفد عبد القیس پسلے ۶ھ میں پھر فتح مکہ کے سال حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ حرمت والے مینے رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور حرم ہیں۔ ان میں اہل عرب لڑائی موقوف کر دیتے اور ہر طرف امن و امان ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے یہ وفد ان ہی مہینوں میں حاضر ہو سکتا تھا۔ آپ نے ان کو ارکان اسلام کی تعلیم فرمائی اور شراب سے روکنے کے لیے ان برتاؤں سے بھی روک دیا جن میں اہل عرب شراب تیار کرتے تھے۔ حتم (بزرگ کی مریبان جیسی گھٹیا جس پر رونگ لگا ہوا ہوتا تھا) اور قصار (ایک قسم کا تحلیل جو سب سے ابیجا چاتا تھا، لگے ہوئے رترن) اور نقیر (کھوکھو کی جڑ کھود کر رترن کی طرح بیٹایا چاتا تھا)

٢- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:  
﴿مِنْبِينَ إِلَيْهِ وَأَتْقُواهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا  
تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [الروم: ٣١]

٥٢٣ - حَدَثَنَا قَتْبِيَّةُ بْنُ سَعْيَدٍ قَالَ: حَدَثَنَا  
عَبَادٌ - هُوَ ابْنُ عَبَادٍ - عَنْ أَبِي جَحْمَةَ  
عَنْ ابْنِ عَبَاسٍ قَالَ: قَدِيمٌ وَفَدَ عَنْ الْقَيْسِ  
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: إِنَّهَا هَذَا الْحَيُّ  
مِنْ رَبِيعَةِ الْحَرَامِ، وَلَسْنًا نَصِلُ إِلَيْكُ إِلَّا فِي  
الشَّهْرِ الْحَرَامِ. فَمَرَّنَا بِشَيْءٍ تَأْخُذُهُ  
عَنْكَ وَنَذْغُو إِلَيْهِ مِنْ وَرَاءِنَا. فَقَالَ:  
((أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعَةِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعِ  
الإِيمَانِ بِاللَّهِ - ثُمَّ فَسَرَّهَا لَهُمْ - شَهَادَةُ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ، وَإِقَامُ  
الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تَوَدُّوا إِلَيْ  
خَمْسَ مَا غَيْبَتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَابِ،  
وَالْحَتْمِ، وَالْمُقْرِرِ، وَالْقَيْنِ)).

[٥٣] راجع:

باب میں آیت کریمہ لانے سے مقصود یہ ہے کہ نماز ایمان میں داخل ہے اور توحید کے بعد یہ دین کا اہم رکن ہے اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو بے نمازی کو کافر کرتے ہیں۔

### باب نماز درست طریقے سے پڑھنے پر بیعت کرنا

(۵۲۳) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی بن سعید قطان نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن الی خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قیس بن الی حازم نے جریر بن عبد اللہ بن عثمن کی روایت سے بیان کیا کہ جریر بن عبد اللہ بھلی بیٹھنے نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے "زکوٰۃ دینے" اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

[راجح: ۵۷] جریر اپنی قوم کے سردار تھے، ان کو عام خیر خواہی کی نسبت کی، اور عبد القیس کے لوگ پاہ پیش تھے اس لئے ان کو پانچواں حصہ

### باب اس بیان میں کہ گناہوں کے لیے نماز کفارہ ہے

(یعنی اس سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں)

(۵۲۵) ہم سے مسدود بن سہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے بھی بن سعید قطان نے اعمش کی روایت سے بیان کیا، اعمش (سلیمان بن مران) نے کہا کہ مجھ سے شعیق بن مسلم نے بیان کیا، شعیق نے کہا کہ میں نے حذیفہ بن یمان بیٹھنے سے نا۔ حذیفہ بیٹھنے نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر بیٹھنے کی خدمت میں بیٹھنے ہوئے تھے کہ آپ نے پوچھا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کو کوئی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں بولا، میں نے اسے (اسی طرح یاد رکھا ہے) جیسے آنحضرت شعیق نے اس حدیث کو بیان فرمایا تھا۔ حضرت عمر بیٹھنے بولے، کہ تم رسول اللہ ﷺ سے فتن کو معلوم کرنے میں بہت بے باک تھے، میں نے کہا کہ انسان کے گھروالے، مال، اولاد اور پڑوسی سب فتنہ (کی جیزا) ہیں۔ اور نماز، روزہ، صدقہ، اچھی بات کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باقتوں سے روکنا ان فتنوں کا کفارہ ہیں۔ حضرت عمر بیٹھنے نے فرمایا کہ میں تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھتا، مجھے تم اس فتنے کے بارے میں بتاؤ جو سمندر کی موج کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا بڑھے گا۔

### ۳- باب البيعة على إقام الصلاة

۵۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْتَهِيَ قالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: بَأَيْفَتُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيَّاهُ الرِّكَاءُ، وَالنُّصْحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

[راجح: ۵۷]

جریر اپنی قوم کے سردار تھے، ان کو عام خیر خواہی کی بیان کی ہدایت فرمائی۔

### ۴- باب الصلاة كفارۃ

۵۲۵ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنِي شَفِيقٌ قَالَ: سَيِّفُتُ حَدِيفَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَخْفَظُ فَوْزَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ: أَنَا، كَمَا قَالَهُ. قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهَا أَوْ عَلَيْهَا - لَجْرِيَةً. قُلْتُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّرْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالآمْرُ وَالنَّهْيُ. قَالَ: لَيْسَ هَذَا أَرِينَدُ، وَلَكِنَ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ. قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنْ تَبَيَّنَكَ وَبَيَّنَهَا لَبَابًا مُغْلَقًا. قَالَ: أَيْكُسْرُ أَمْ يَفْتَحُ؟ قَالَ: يُكْسَرُ. قَالَ: إِذْنَ لَا يَغْلَقُ

اس پر میں نے کہا کہ یا امیر المؤمنین! آپ اس سے خوف نہ کھائیے۔ آپ کے اور فتنہ کے درمیان ایک بندرووازہ ہے۔ پوچھا کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ میں نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر بول اٹھے کہ پھر تو وہ بھی بند نہیں ہو سکے گا۔ شقیق نے کہا کہ ہم نے حدیفہ سے پوچھا، کیا حضرت عمر بن الخطب اس دروازہ کے متعلق کچھ علم رکھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں! بالکل اسی طرح جیسے دن کے بعد رات کے آئے کا۔ میں نے تم سے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جو قطعاً غلط نہیں ہے۔ ہمیں اس کے متعلق حدیفہ شیعہ نہیں سے پوچھنے میں ڈر ہوتا تھا (کہ دروازہ سے کیا مراد ہے) اس لیے ہم نے مسروق سے کہا (کہ وہ پوچھیں) انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر بن الخطب ہی تھے۔

**لشیعہ** میں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کا نتیجہ شیعہ سن کی خلیل میں آج تک موجود ہے۔ آخر حضرت شیعہ نے فرمایا تھا کہ بند دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ ایک مرتبہ فتنے شروع ہونے پر پھر بڑھتے ہی جائیں گے۔ چنانچہ امت کا افتراق متاثر تفصیل نہیں اور فقیح اختلافات نے تو بالکل ہی پیزا غرق کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ تقلید جامد کے نتائج ہیں۔

(۵۲۶) ہم سے قتبیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، سلیمان تھی کے واسطے سے، انہوں نے ابو عثمان نہدی سے، انہوں نے ابن مسعود بن عثیمین سے کہ ایک شخص نے کسی غیر عورت کا بوسر لے لیا۔ اور پھر بنی کریم شیعہ کی خدمت میں آیا اور آپ کو اس حرکت کی خبر دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، کہ نماز دن کے دونوں حصوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے بھی، اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میری تمام امت کے لیے یہی حکم ہے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ اس آیت میں برائیوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک نمازوں سے نمازوں کا جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

باب نمازوں کی فضیلت کے بارے میں

۵۲۶۔ حدثنا فضیلۃ قال: حدثنا يزید بن زریع عن سلیمان التیمی عن أبي عثمان الہنہدی عن ابن مسعود أن رجلاً أصاب من امرأة قبلاً، فاتى النبي ﷺ، فأخبره، فأنزل الله: ﴿اَقِمِ الصَّلَاةَ طِرْفَيِ النَّهَارِ وَزُلْفَاءَ مِنَ اللَّيلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذَهِّنُنَّ السَّيِّئَاتِ﴾ ف قال الرجل: يا رسول الله، ألي هذا؟ قال: ((لِجَمِيعِ أَمْمِي كُلُّهُمْ)).

(طرفہ فی : ۴۶۸۷)

۵۔ باب فضل الصلاة لوقتها

(۵۲۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا کہاں سے شعبہ نے انہوں نے کماکہ مجھے ولید بن عیرار کو فی نے خبر دی کہا کہ میں نے ابو عمرو شیابی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا، (آپ عبد اللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف اشارہ کر رہے تھے) انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا پھر پوچھا، اس کے بعد فرمایا وہ دین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا، پوچھا اس کے بعد، آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آخر پر نبی ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپؓ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموش اختیار کی)

۵۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ : حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ : أَوْلَيْدُ بْنُ الْغَيْرَاءِ أَخْبَرَنِي قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عَمْرِو الشَّيْبَانِيَ يَقُولُ : حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ - وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ : ((الصَّلَاةُ عَلَى وَفِيهَا)). قَالَ : ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ : ((بِرُّ الْوَالِدِينِ)). قَالَ : ثُمَّ أَيُّ قَالَ : ((الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). قَالَ : حَدَّثَنِي بِهِنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ أَسْتَرْدَتْهُ لَزَادَنِي.

[اطراہہ فی : ۲۷۸۲ ، ۵۹۷۰ ، ۷۵۳۴].

**تَسْرِيج** دوسرا حدیث میں جواہر کاموں کو افضل بتایا ہے وہ اس کے خلاف نہیں، آپؓ ہر شخص کی حالت اور وقت کا تقاضا دیکھ کر اس کے لئے جو کام افضل نظر آتا وہ بیان فرماتے، جہاد کے وقت جہاد کو افضل بتلاتے اور خط و گرافی میں لوگوں کو کھانا کھانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر نماز کا عمل ایسا ہے کہ یہ ہر حال میں اللہ کو بہت ہی محبوب ہے جب کہ اسے آداب مقررہ کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے بعد وہ دین کے ساتھ حسن سلوک بہترن عمل ہے۔

باب اس بیان میں کہ پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کا کفارہ  
ہو جاتی ہیں جب کوئی ان کو جماعت سے یا اکیلا ہی اپنے وقت پر پڑھے۔

(۵۲۸) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہاں سے عبد العزیز بن ابی حازم اور عبد العزیز بن محمد در اور دی نے یزید بن عبد اللہ کی روایت سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم تھی سے، انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف بن خثیر سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ بن عبود سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؓ فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نسر جاری ہو، اور وہ روزانہ اس میں پانچ پانچ دفعہ نہ مائے تو تمہارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہؐ ہرگز نہیں۔

۶ - يَابْ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَارَةً للخطايا إذا صلاهن بوقتهن في

الجماعۃ و غيرها

۵۲۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَّاؤَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِنْ أَئْتَمْ لَوْ أَنْ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدٍ كُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلُّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يَنْقِي مِنْ دَرَنِهِ؟)) قَالُوا : لَا يَنْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا. قَالَ :

آپ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے۔ کہ اللہ پاک ان کے ذریعہ سے گناہوں کو منادیتا ہے۔

باب اس بارے میں کہ بے وقت نماز پڑھنا، نماز کو ضائع کرنا ہے۔

(۵۲۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے مددی بن میمون نے غیلان بن جریر کے واسطے سے، انسوں نے حضرت انس بن میثہ سے، آپ نے فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے عمد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔ لوگوں نے کہا، نماز تو ہے۔ فرمایا اس کے اندر بھی تم نے کر رکھا ہے جو کر رکھا ہے۔

(۵۳۰) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہمیں عبد الواحد بن واصل ابو عبیدہ حداد نے خبر دی، انسوں نے عبد العزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد کے واسطے سے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انسوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔ اور بکر بن خلف نے کہا کہ ہم سے محمد بن بکر بر سانی نے بیان کیا کہ ہم سے عثمان بن ابی رواد نے یہی حدیث بیان کی۔

**تشریح** اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کو نمازوں کا کس قدر اہتمام مدنظر تھا۔ حضرت انس بن میثہ نے تاخیر سے نماز پڑھنے کو نمازوں کا ضائع کرنا قرار دیا۔ امام زہری نے حضرت انسؓ سے یہ حدیث دمشق میں سنی تھی۔ جب کہ حضرت انس بن میثہ حاج کی امداد کے زمانہ میں دمشق کے خلیفہ ولید بن عبد الملک سے حاج کی خلافی کرنے آئے تھے کہ وہ نماز بہت دیر کر کے پڑھاتے ہیں۔ ایسے ہی وقت میں بدایت کی گئی ہے کہ تم اپنی نماز وقت پر ادا کر لو اور بعد میں جماعت سے بھی پڑھ لوتا کہ فتنہ کا وقوع نہ ہو۔ یہ نفل نماز ہو جائے گی۔

مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی نے کیا خوب فرمایا کہ اللہ اکبر جب حضرت انسؓ کے زمانہ میں یہ حال تھا تو وائے برحال نمازوں زمانے کے اب تو توحید سے لے کر شروع عبادات تک لوگوں نے نبی باتمی اور نئے اعتقاد تراش لئے ہیں جن کا آخر حضرت مسیح مسیح میں شان گیا۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ آخر حضرت مسیح مسیح اور صحابہ کرام کے طریق کے موافق چلتا ہے اس پر

((فَذَلِكَ مُثَلُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ يَمْحُى  
اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا)).

## ۷- بَابُ فِي تَضْيِيقِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

۵۲۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا مَهْرَيْيٌ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسَ قَالَ: مَا  
أَغْرِفْ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ  
ﷺ. قَبْلَ : الصَّلَاةَ. قَالَ: أَنْتِسَ ضَيَّقْتُمْ مَا  
ضَيَّقْتُمْ فِيهَا.

۵۳۰- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبْوَعَيْدَةَ  
الْحَدَّادَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَادٍ أَخْوَهُ عَبْدِ  
الْغَزِيرِ قَالَ: سَمِعْتُ الرُّهْرَيِّ يَقُولُ:  
دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمْشَقٍ وَهُوَ  
يَنْكِي فَقُلْتُ لَهُ: مَا يَنْكِنُكَ؟ فَقَالَ: لَا  
أَغْرِفْ شَيْئًا مِمَّا أَذْرَكْتَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ،  
وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيَّعْتَ. وَقَالَ بَكْرٌ بْنُ  
خَلْفٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبَرْسَانِيُّ  
قَالَ أَخْبَرَنَا عُثْمَانَ بْنَ أَبِي رَوَادٍ نَحْوَهُ.

طرح طرح کی تمتیں رکھی جاتی ہیں، کوئی ان کو وہابی کہتا ہے کوئی لادہب کہتا ہے۔ انا اللہ و انا الیه راجعون۔

باب اس بارے میں کہ نماز پڑھنے والا نماز میں اپنے رب

سے پوشیدہ طور پر بات چیت کرتا ہے۔

(۵۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے هشام بن عبد اللہ دستوائی نے قادة ابن دعاء کے واسطے سے، انہوں نے حضرت انسؓ سے کہ نبی کرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا رہتا ہے اس لیے اپنی داہنی جانب نہ تھوکنا چاہیے لیکن باسیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

یہ حکم خام مساجد کے لیے تھا جس بذب ہو جایا کرتا تھا اب ضروری ہے کہ بوقت ضرورت رومن میں تھوک لیا جائے۔  
 (۵۳۲) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابراہیم نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے قادة نے انس بن مالک ﷺ سے بیان کیا، آپ نبی کرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کرنے میں اعتدال رکھو (سیدھی طرح پر کرو) اور کوئی شخص تم میں سے اپنے بازوں کو کٹے کی طرح نہ پھیلائے۔ جب کسی کو تھوکنا ہی ہو تو سامنے یاداہنی طرف نہ تھوک کے، کیونکہ وہ نماز میں اپنے رب سے پوشیدہ باتیں کرتا رہتا ہے اور سعید نے قادة سے روایت کر کے بیان کیا کہ آگے یا سامنے نہ تھوک کے البتہ باسیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ اپنے سامنے اور دائیں جانب نہ تھوک کے بلکہ باسیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ اور حمید نے انس بن مالکؓ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قبلہ کی طرف نہ تھوک کے اور نہ دائیں طرف البتہ باسیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

**لشیخ** [سجدہ میں اعتدال یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھ کہنیوں کو دونوں پہلو سے اور پیٹ کو زانوں سے جدار کرکے۔ حمید کی روایت کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب المساجد میں لکھا ہے۔ حافظ نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تعقیقات کو اس واسطے ذکر کیا کہ قادة کے اصحاب کا اختلاف اس حدیث کی روایت میں معلوم ہو، اور شعبہ کی روایت سب سے زیادہ پوری ہے مگر اس میں سرگوشی کا ذکر نہیں ہے۔]

۸- بَابُ الْمُصْلِيِّ يَنْاجِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

۵۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يَنْاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَنْفَلَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيَسِيرَ)). [راجع: ۲۴۱]

۵۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَنَادَةَ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((اعْتَدُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَنْسَطِ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَرَّاقَ فَلَا يَنْزَقْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّهُ يَنْاجِي رَبَّهُ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَنَادَةَ لَا يَنْقُبُ قَدَمَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شَعْبٌ لَا يَنْزَقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ وَتَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حَمِيدٌ عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَنْزَقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ)). [راجع: ۲۴۱]

## باب اس بارے میں کہ سخت گرمی میں ظہر کو زراٹھندے وقت پڑھنا۔

(۵۳۲، ۵۳۳) ہم سے ایوب بن سلیمان مدنی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو بکر عبدالحیمید بن ابی اویس نے سلیمان بن بلال کے واسطے سے کہ صالح بن کیسان نے کہا کہ ہم سے اعرج عبد الرحمن وغیرہ نے حدیث بیان کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے تھے، اور عبد اللہ بن عمرؓ کے مولیٰ نافع عبد اللہ بن عمرؓ سے اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔ کہ ان دونوں صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، کیونکہ گرمی کی تیزی جنم کی آگ کی بھاپ سے ہوتی ہے۔

(۵۳۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غدر محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے مساجر ابو الحسن کی روایت سے بیان کیا، انسوں نے زید بن وہب ہمدانی سے سنا۔ انسوں نے ابوذر ہنفیؓ سے کہ نبی ﷺ کے موزن (بلال) نے ظہر کی اذان دی تو آپؐ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا یہ فرمایا کہ انتظار کر، انتظار کر، اور فرمایا کہ گرمی کی تیزی جنم کی آگ کی بھاپ سے ہے۔ اس لئے جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، پھر ظہر کی اذان اس وقت کی گئی جب ہم نے ٹیلوں کے سامنے دیکھ لئے۔

**لئے بھیج** ٹھنڈا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ زوال کے بعد پڑھنے یہ کہ ایک مثل سایہ ہو جانے پر تو عصر کا اول وقت ہو جاتا ہے۔ جمورو علماء کا یہی قول ہے۔ زوال ہونے پر فوراً پڑھ لینا یہ قبیل ہے، اور ذرا دریک کے تاکہ موسم گرمائیں کچھ خنکی آجائے پڑھنا یہ ابراد ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و قد اختار قوم من اهل العلم تاخبر صلوٰۃ الظہر فی شدة الحر و هو قول ابن المبارک و احمد و اسحاق یعنی اہل علم کی ایک جماعت کا نامہ ہب مختار یہی ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز ذرا دریک سے پڑھی جائے۔ عبد اللہ بن مبارک و احمد و اسحاق کا یہی فتویٰ ہے۔ گمراں کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ظہر کو عصر کے اول وقت ایک مثل تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے، جب کہ بدلاں تقویٰ ثابت ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تکی اسی مقام پر متعدد روایات سے عصر کا اول وقت بیان فرمایا ہے۔ جو ایک مثل سایہ ہونے

## ۹ - بَابُ الْإِنْرَادِ بِالظُّهُرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

قال: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَلَالٍ قَالَ صَالِحٌ بْنُ كَيْسَانَ: حَدَّثَنَا الْأَغْرَجُ عَنْ الرَّحْمَنِ وَغَيْرِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَافِعَ مَوْلَى عَنْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَنْ عَنْ عَنْ عَنْ عَنْ مَوْلَى عَنْهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا اشْدَدَ الْحَرُّ فَابْرُدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحَ جَهَنَّمَ)).

[اطرافہ فی : ۵۳۶].

5۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدَنْ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْنَةَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍ قَالَ: أَذْنَ مُؤْذِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهُرَ فَقَالَ: ((أَبْرِدْ أَبْرِدْ)) - أَوْ قَالَ: ((انْتَظِرْ انتَظِرْ)) - وَقَالَ: ((شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحَ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْدَدَ الْحَرُّ فَابْرُدُوا بِالصَّلَاةِ)). حَتَّى رَأَيْنَا فِيَّ الْتَّلُولَ.

[اطرافہ فی : ۵۳۹، ۶۲۹، ۳۲۵۸].

پر شروع ہو جاتا ہے۔ جو کہ مختار مذہب ہے اور دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہے۔

(۵۳۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عبینہ نے بیان کیا، کہا اس حدیث کو ہم نے زہری سے سن کر یاد کیا، وہ سعید بن مسیب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں، وہ ابو ہریرہؓ سے، وہ نبی کشم سلطانی سے کہ جب گرمی تیز ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی آگ کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۵۳) دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! آگ کی شدت کی وجہ سے) میرے بعض حصہ نے بعض حصہ کو کھا لیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے دوسانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس جائزے میں اور ایک سانس گرمی میں۔ اب انتہائی سخت گرمی اور سخت سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو وہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

**لشیخ** وزن نے حقیقت میں شکوہ کیا، وہ بات کر سکتی ہے جب کہ آیت شریفہ (ویوم نقول لجهنم) (ق: ۳۰) میں وارد ہے کہ ہم قیامت کے دن وزن سے پوچھیں گے کہ کیا تمرا بیٹ بھر گیا، وہ جواب دے گی کہ ابھی تک تو بت سمجھائش باتی ہے۔ وقال عیاض انه الا ظهر والله قادر على خلق الحياة بجزء منها حتى تكلم او يخلق لها كلاما يسمعه من شاء من خلقه و قال القرطبي لا احالة في حمل اللفظ على حقيقته و اذا اخبر الصادق بامر جائز لم يحتاج الى تاویله فعمله على حقيقته اولی (مرعاة المفاتيح ج ۱ ص ۳۹۲) یعنی عیاض نے کہا کہ یہی امر ظاہر ہے اللہ پاک قادر ہے کہ وزن کو کلام کرنے کی طاقت بخشے اور اپنی گلوق میں سے بنے چالے اس کی بات سنادے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس امر کو حقیقت پر محدود کرنے میں کوئی اشكال نہیں ہے۔ اور جب صادق و مصدقون **لشیخ** نے ایک امر جائز کی خبر دی ہے تو اس کی تاویل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کو حقیقت ہی پر محدود کیا جانا مناسب ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:- اختلاف العلماء فی معناه فقال بعضهم هو علی ظاهره و قیل بل هو علی وجه التشبیه والاستعارة و تقديره ان شدة الحرتشبیه نارجهنم فاحذر و احتبوا ضررہ قال الاول اظہر و قال النبوی هو الصواب لانه ظاهر الحديث ولا مانع من حمله على حقیقتہ موجب الحكم بانہ علی ظاهرہ انتہی (نیل) یعنی اس کے معنے میں بعض عالم اس کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس حرارت کو دوزخ کی آگ سے تشبیہ دی گئی اور کہا گیا کہ اس کے ضرر سے بچو اور اول مطلب ہی ظاہر ہے۔ امام نبوی کہتے ہیں کہ یہی صواب ہے، اس لئے کہ حدیث ظاہر اور اس تحقیقت ر محول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

حضرت مولانا ویدا الزمان صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ دوزخ گری میں سانس نکلتی ہے، یعنی دوزخ کی بھاپ اوپر کو نکلتی ہے اور زمین کے رہنے والوں کو لگتی ہے، اس کو سخت گری معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں اندر کو سانس لیتی ہے تو اوپر گری نہیں محسوس ہوتی، بلکہ زمین کی ذاتی سردی غالب آکر رہنے والوں کو سردی محسوس ہوتی ہے۔ اس میں کوئی بات عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ اور حدیث میں شب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ زمین کے اندر دوزخ موجود ہے۔ جیلوچی والے کہتے ہیں کہ تھوڑے فاصلہ پر زمین کے

٥٣٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدِينِيُّ  
قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّاً قَالَ: حَفِظَنَا مِنَ الرُّوْحَنِيِّ عَنْ سَعِينِدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((إِذَا اشْتَدَ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنْ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَسْحِ جَهَنَّمِ)). [راجح: ٥٣٣]

٥٣٧ - حَدَّثَنَا (وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رِبَّهَا فَقَالَتْ: يَا رَبَّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنْ لَهَا بِنَفْسَيْنِ: نَفْسٌ لِي الشَّتَاءِ وَنَفْسٌ لِي الصِّيفِ، وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجَدُونَ مِنَ الْحَرَّ، وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجَدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِينَ)).

[٣٢٦٠ : طرفه في]

**لشیخ** دوزخ نے حقیقت میں ملکوہ کیا، وہ بات کہ ہم قیامت کے دن دوزخ سے پوچھیں۔  
وقال عیاض انه الا ظہر والله قادر على خلق الحياة بحاله في حمل اللطف على حقيقته وإذا اخبر الصادق يعني عیاض نے کہا کہ یہی امر ظاہر ہے اللہ پاک قادر کی بات سنادے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس امر کو حقیقت ایک امر جائز کی خبر دی ہے تو اس کی تاویل کی کوئی حاجیت

اندر ایسی گری ہے کہ وہاں کے تمام عضریانی کی طرح پچھلے رہتے ہیں۔ اگر لوہا وہاں پہنچ جائے تو اسی دم گل کرپانی ہو جائے۔ سفیان ثوری کی روایت جو حدیث ہذا کے آخر میں درج ہے اسے خود امام بخاریؓ نے کتاب بعد المثلق میں اور تیجیؓ کی روایت کو امام احمدؓ نے وصل کیا ہے۔ لیکن ابو عوانہ کی روایت نہیں ملی۔

(۵۳۸) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوصالح ذکوان نے ابو سعید خدریؓ پریشان کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا (کہ گری کے موسم میں) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گری کی شدت جنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس حدیث کی متابعت سفیان ثوری، تیجیؓ اور ابو عوانہ نے اعمش کے واسطے سے کی ہے۔

باب اس بارے میں کہ سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

(۵۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے بنی تم اللہ کے غلام مهاجر ابو الحسن نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زید بن وہب جنپی سے تا، وہ ابوذر غفاریؓ پریشان سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ وقت کو ٹھنڈا ہونے دو، مؤذن نے (توڑی دیر بعد) پھر چاہا کہ اذان دے، لیکن آپؐ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ جب ہم نے میلے کا سایہ ڈھلا ہوا دیکھ لیا۔ (تب اذان کی گئی) پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ گری کی تیزی جنم کی بھاپ کی تیزی سے ہے۔ اس لئے جب گرمی سخت ہو جالیا کرے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا یعنی (کاف لفظ جو سورہ نحل میں ہے) کے معنے یعنی (جھکنا، مائل ہونا) ہیں۔

**لشیخ** حضرت امام بخاریؓ پریشان کی عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ ایسا آجائے جو قرآن میں بھی ہو تو ساتھ ہی قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یتغییر کا لفظ ہے جو قرآن مجید میں یتغییر نہ کور ہوا ہے، مادہ ہر دو کا ایک ہی ہے، اس لئے اس کی تفسیر بھی نقل کر دی۔ پوری آیت سورہ نحل میں ہے جس میں ذکر ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لیے کبھی دائنیں اور کبھی بائیں طرف جھکتا رہتا ہے۔

۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنْبِرُوا بِالظَّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرَّ مِنْ فَيْحَةِ جَهَنَّمِ)). تَابِعَةُ سُفِّيَّانَ وَيَحْيَى وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

[طرفة فی : ۳۲۵۹].

## ۱۰- بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظَّهْرِ فِي السَّفَرِ

۵۳۹ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلَى إِبْرَاهِيمَ تَبَّاعِيُّ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبَ عَنْ أَبِي ذِرَّةِ الْفَقَارَيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِالظَّهْرِ، لِفَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبِرُدْ)) ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبِرُدْ)) حَتَّى رَأَيْنَا فِي الْتَّلُولِ، لِفَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرَّ مِنْ فَيْحَةِ جَهَنَّمِ، فَإِذَا اشْتَدَ الْحَرَّ فَأَبِرُدُوا بِالصَّلَاةِ)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَقْعِدُنَّ يَتَمَمُّلُ. [راجع: ۵۳۵]

باب اس بیان میں کہ ظهر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہے۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ نے کماکہ نبی کریم ﷺ کو پھر کی گرمی میں (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے۔

(۵۲۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہم سے شعیب نے زہری کی روایت سے بیان کیا، انہوں نے کماکہ مجھے انس بن مالک بن شہر نے خبر دی کہ جب سورج ڈھلانے کے بعد جوہ سے باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منیر پر تشریف لائے۔ اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اور آپ نے فرمایا کہ قیامت میں بڑے عظیم امور پیش آئیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے۔ کیونکہ جب تک میں اس جگہ پر ہوں تم مجھ سے جو بھی پوچھو گے۔ میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔ لوگ بست زیادہ رونے لگے۔ آپ برابر فرماتے جاتے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔ عبداللہ بن حداfe سمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کہ حضور ﷺ میرے باپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حداfe تھے۔ آپ اب بھی برابر فرماتے تھے کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ اتنے میں عمر بن شہر ادب سے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ (پس اس گستاخی سے ہم باز آتے ہیں کہ آپ سے جا اور بچا سوالات کریں) اس پر حضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی میرے سامنے جنت اور جنم اس دیوار کے کونے میں پیش کی گئی تھی۔ پس میں نہ ایسی کوئی عمدہ چیز دیکھی (جیسی جنت تھی) اور نہ کوئی ایسی بڑی چیز دیکھی (جیسی دوزخ تھی)

(۵۳۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابوالمنہال کی روایت سے، انہوں نے ابوبرزہ (فضلہ بن عبید بن شعور) سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب ہم اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتے تھے۔ صبح کی نماز میں آنحضرت ﷺ ساتھ سے سوتک آئیں پڑھتے۔ اور آپ ظراہ س وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور عصر کی نماز اس وقت کہ ہم مدینہ منورہ کی آخری حد تک (نماز پڑھنے کے بعد) جاتے لیکن سورج اب بھی تیز رہتا تھا۔ نماز مغرب کا حضرت انسؓ نے جو وقت بتایا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، پھر ابوالمنہال نے کہا کہ آدمی رات تک (مؤخر کرنے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور معاذ نے کہا کہ شعبہ نے فرمایا کہ پھر میں دوبارہ ابوالمنہال سے ملا تو انہوں نے فرمایا "یا تہائی رات تک۔"

(۵۳۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے خالد بن عبدالرحمن نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے غالب قطان نے بکرین عبداللہ منزی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ جب ہم (گرمیوں میں) نبی کریم ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز دوپردن میں پڑھتے تھے تو گری سے بچنے کے لئے کپڑوں پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

علوم ہوا کہ شدت گری میں جب ایسی جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو کہ نہ کوئی سایہ ہونہ فرش ہو تو کپڑے پر سجدہ کر لینا جائز ہے۔  
باب اس بارے میں کہ کبھی ظہر کی نماز عصر کے وقت تک تاخیر کر کے پڑھی جا سکتی ہے۔

(۵۳۳) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا عمرو بن دینار سے۔ انہوں نے جابر بن زید سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں رہ کر سات رکعتاں

الفاظ کے جن سے آپ کا غصہ جاتا رہا۔ (متناہ)  
۵۴۱ - حدثنا حفصُ بْنُ عَمْرٍ قَالَ: حدثنا شعبة عن أبي المنهال عن أبي بُرْزَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصَّبَحَ وَأَخْدَنَا يَعْرِفُ جَلِيلَةَ، وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السَّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ، وَكَانَ يُصَلِّي الظَّهَرَ إِذَا زَالَ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَأَخْدَنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَنَسِيَتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَلَا يَتَلَقَّبُ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، - ثُمَّ قَالَ - إِلَى شَطْرِ الْلَّيْلِ، وَقَالَ مَعَاذَ قَالَ شَعْبَةُ : ثُمَّ لَقِيَهُ مَرَّةً فَقَالَ : أَوْ ثُلُثُ الْلَّيْلِ.

[اطرافہ فی: ۵۴۷، ۵۶۸، ۵۹۹، ۷۷۱].  
۵۴۲ - حدثنا محمد - يعني ابن مقابل - قال: أخبرنا عبد الله قال: ثنا خالد بن عبد الرحمن قال: حدثني غالبقطان عن بكر بن عبد الله المزني عن أنس بن مالك قال: كذا إذا صلينا خلف رسول الله ﷺ بالظهار فسجدنا على ثيابنا اتفاء الحر. [راجع: ۳۸۵]

باب تأخیر الظهر  
۵۴۳ - حدثنا أبو النعمان قال: حدثنا حماد بن زيد عن عمرو بن دينار عن جابر بن زيد عن ابن عباس أن النبي ﷺ

### إلى العصر

(ایک ساتھ) اور آٹھ رکعات (ایک ساتھ) پڑھیں۔ ظہر اور عصر (کی آٹھ رکعات) اور مغرب اور عشاء (کی سات رکعات) ایوب سختیانی نے جابر بن زید سے پوچھا شاید برسات کا موسم رہا ہو۔ جابر بن زید نے جواب دیا کہ غالباً اسیا ہی ہو گا۔

[طرفہ فی : ۱۱۷۴، ۵۶۲]۔

**لَئِنْجَحَ** ترمذی نے سعید بن جبیرؓ عن ابن عباس سے اس حدیث پر یہ باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتِ یعنی دو نمازوں کے جمع کرنے کا بیان۔ اس روایت میں یہ وضاحت ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا، ایسے حال میں کہ آپؐ مدینہ میں تھے اور آپؐ کوئی خوف لاحق تھا۔ بارش تھی۔ ابن عباسؓ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ارادان لاتحرج امته تاکہ آپؐ کی امت مشقت میں نہ ڈالی جائے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال الحافظ فی الفتح وقد ذهب جماعة من الانتمة الى الاخذ بظاهر هذا الحديث فجوزوا الجمع فی الحضرة مطلقاً لكن بشرط ان لا يتخذ ذلك عادة و ممن قال به ابن سيرين و ربيعة و اشهب و ابن المنذر والفال الكبير و حکاہ الخطابی عن جماعة من اهل الحديث انتهی۔ وذهب الجمهور ان الجمع بغير عذر لا يجوز ) (تحفۃ الاحوڑی ج ۱ ص ۳۲۲)

یعنی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ آئندہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کے ظاہر ہی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور حضرت میں بھی مطلقاً انہوں نے جائز کہا ہے۔ کہ دو نمازوں کو جمع کر لیا جائے اس شرط کے ساتھ کہ اسے عادت نہ بنالیا جائے۔ ابن سیرین، رجبیہ، اشہب، ابن منذر، قفال کمیر کا یہی فتویٰ ہے۔ اور خطابی نے الہدیث کی ایک جماعت سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ مگر جموروں کے تھے ہیں کہ بغیر عذر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اتنے اماموں کا اختلاف ہونے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جمع کرنا بالآخر جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راهویہ نے مرض اور مسافر کے لئے ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء میں جمع کرنا مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ دلائل کی رو سے یہی مذهب قوی ہے۔

### باب نماز عصر کے وقت کا بیان

(۵۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض یعنی نے بشام بن عروہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں تھیں فرمایا کہ نبی ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ ان کے مجرہ میں سے ابھی دھوپ باہر نہیں نکلتی تھی۔

(۵۳۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یاث بن سعد نے ابن شاہ سے بیان کیا، انہوں نے عروہ بن زیبرؓ تھے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی تو دھوپ ان کے مجرہ ہی میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔

### ۱۳ - باب وقتِ العصر

۵۴۴ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنْسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصْرَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسَ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حَجَرَتِهَا۔ [راجع: ۵۲۲]

۵۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ عَزْرَوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصْرَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسَ فِي حَجَرَتِهَا، لَمْ يَظْهُرْ الْفَيْءُ مِنْ حَجَرَتِهَا۔ [راجع: ۵۲۲]

(۵۳۶) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے ابن شاہب زہری سے بیان کیا، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج ابھی میرے مجرے میں جھاگلتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) کہتے ہیں کہ امام مالک اور سیفی بن سعید، شعیب رحمہم اللہ اور ابن ابی حفصہ کے روایتوں میں (زہری سے) والشمس قبل ان ظہور کے الفاظ ہیں، (جن کا مطلب یہ ہے کہ دعویٰ ابھی اور پرانے پڑھی ہوتی)

(۵۳۷) ہم سے محمد بن مقائل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عوف نے خبر دی سیار بن سلامہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے باپ ابو بزرہ اسلامی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے میرے والد نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازیں کن و قتوں میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوپھر کی نماز جسے تم ”پہلی نماز“ کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھروں میں جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ سیار نے کہا کہ مغرب کے وقت کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ اور عشاء کی نماز جسے تم ”عتمہ“ کہتے ہو اس میں دیر کو پسند فرماتے تھے، اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ساٹھ سے سو تک آئیں پڑھا کرتے تھے۔

لشیخ روایت مذکور میں ظہر کی نماز کو اوقات نماز کی تعلیم دینے کے لئے حضرت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو انہوں نے پہلے آنحضرت رض کو ظہر کی نماز ہی پڑھائی تھی۔ اس لئے راویان احادیث اوقات نماز کے بیان میں ظہر کی نماز ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اس روایت اور دوسری روایات سے صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز آنحضرت رض اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے ہی پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس حقیقت کے انہمار کے لیے ان روایات میں مختلف

۵۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ: قَاتَ أَبْنُهُ  
عَيْنِيَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ  
قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَةَ الْعَصْرِ  
وَالشَّمْسُ طَالِعَةً فِي حَجَرَتِي، لَمْ يَظْهُرِ  
الْفَقِيرُ بَعْدَهُ، وَقَالَ الْمَتَّلِكُ وَيَحْيَى بْنُ سَعْدٍ  
وَشَعِيبٌ وَأَبْنُ أَبِي حَفْصَةَ: وَالشَّمْسُ قَبْلَ  
أَنْ تَظْهُرَ.

۵۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَابِلٍ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفُ عَنْ  
سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي  
عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْنَعِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي:  
كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي  
الْمَكْتُوبَةَ؟ فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ -  
الَّتِي تَذَعَّنَهَا الْأُولَى - حِينَ تَذَعَّضُ  
الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا  
إِلَى رِحْلِهِ فِي أَفْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ  
حَيَّةٌ، وَتَسْبِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ  
يَسْتَحْجُ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي  
تَذَعَّنَهَا الْعَتَمَةُ، وَكَانَ يَكْرَهُ النُّومَ قَبْلَهَا  
وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَعِلُ مِنْ صَلَةَ  
الْعَدَدَةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ، وَيَقْرَأُ  
بِالسَّتِينِ إِلَى الْمِائَةِ [راجح: ۵۴۱]

الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں میں اسے والشمس مرتفعہ حیہ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ابھی سورج کافی بلند اور خوب تیز ہوا کرتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ ”عصر کے وقت دھوپ میرے جھوہ ہی میں رہتی تھی۔“ کسی روایت میں یوں مذکور ہوا ہے کہ ”نماز عصر کے بعد لوگ اطراف مدینہ میں چار چار میل تک کاسفر کر جاتے اور پھر بھی سورج رہتا تھا۔“ ان جملہ روایات کا واضح مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عمد مبارک میں عصر کی نماز اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ادا کر لی جاتی تھی۔ اس لئے بھی کہ عصر ہی کی نماز صلوٰۃ الوسطی ہے جس کی حفاظت کرنے کا اللہ نے خاص حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ حافظُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى وَفَوْنَدُوا لِلَّهِ فَيُبَيِّنَ (البقرة: ۲۳۸) یعنی نمازوں کی حفاظت کرو۔ اور درمیانی نماز کی خاص حفاظت کرو (جو عصر کی نماز ہے) اور اللہ کے لیے فرمانبردار بن دے بن کر (باوقاغلاموں کی طرح مودب) کھڑے ہو جالیا کرو۔ ان ہی احادیث و آیات کی بنا پر عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر مقرر ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ و دیگر اکابر علمائے اسلام و آئمہ کرام کا یہی مسلک ہے۔ مگر محترم علمائے احتجاج عصر کی نماز کے لیے اول وقت کے قائل نہیں ہیں۔ اور مذکورہ احادیث کی تاویلات کرنے میں ان کو بڑی کاوش کرنی پڑی ہے۔

وَلَئِنْ شَاءَ دَرَجَتُ اِنْدَاخْتَ خَدَادِ جَرَبَّلِ وَمَصْطَبَيِّ رَا

**عجیب کاوش:** یہ عجیب کاوش ہے کہ حضرت عائشہؓ کے بیان پر جس میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ عصر کی نماز ایسے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے کہ دھوپ میرے جھوہ سے باہر نہیں نکلی تھی۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ سورج بہت کافی بلند ہوتا تھا۔ مگر بعض علمائے احتجاج نے یہاں عجیب بیان دیا ہے جو یہ ہے کہ ”ازواج مطہرات کے جھوٹوں کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں۔ اس لئے غروب سے پہلے کچھ نہ کچھ دھوپ جھوہ میں بالی رہتی تھی۔“ اس لئے اگر آنحضرت ﷺ کی نماز عصر کے وقت حضرت عائشہؓ کے جھوہ میں دھوپ رہتی تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپؐ نماز سویرے ہی پڑھ لیتے تھے۔ (تفہیم البخاری، پ: ۲/ ص: ۱۸)

حمایت مسلک کا خطاب ایسا ہوتا ہے کہ انسان قائل کے قول کی ایسی توجیہ کر جاتا ہے، جو قائل کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔ سوچنا یہاں یہ تھا کہ ہبھاں کرنے والی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں، جن کا ہر لحاظ سے امت میں ایک خصوصی مقام ہے۔ ان کا اس بیان سے اصل فتناء کیا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کی نماز عصر کا اول وقت ان لفظوں میں بیان فرمائی ہیں یا آخر وقت کے لیے یہ بیان دے رہی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بیان میں اوفی غور و تالی سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہمارے محترم صاحب تفہیم البخاری کی یہ کاوش بالکل غیر مفید ہے۔ اور اس بیان صدیقہؓ سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ بالائی و شبه عصر کی نماز اول وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حسین شریفین کا معمول آج بھی دنیا کے اسلام کے سامنے ہے۔ خود ہمارے وطن کے ہزاروں حاجی حسین شریفین ہر سال جلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں عصر کی نماز کتنے اول وقت پر ادا کی جاتی ہے۔

صاحب تفہیم البخاری نے اس بیان سے ایک سطر قبل خود ہی اقرار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؐ کے الفاظ یہ ہیں:-

”حضرت عائشہؓ کی روایت سے بظاہریہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی اول وقت ہی میں پڑھتے تھے۔“ (حوالہ مذکور) اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کیا ضرورت تھی کہ امام طحاوی رضی اللہ عنہ کا سارا لے کر بیان حضرت صدیقہؓ پر ایسی ریک ٹاویل کی جائے کہ دیکھنے اور پڑھنے والوں کے لئے وجہ حیرت بن جائے۔ مجرمات نبوی کی دیواریں چھوٹی ہوں یا بڑی اس سے بحث نہیں گریے تو ایک امر مسلم ہے کہ سورج جس قدر بھی اونچا رہتا جو رہتا جو رہتا جو جو سورج غروب ہونے کو جاتا وہ دھوپ بھی جھوٹوں سے باہر نکل جاتی تھی۔ پھر دوسری روایات میں مزید وضاحت کے لیے یہ صریح الفاظ موجود ہیں کہ سورج بلند اور

خوب روشن رہا کرتا تھا، ان الفاظ نے امام طحاوی کی پیش کردہ توجیہ کو ختم کر کے رکھ دیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تقیدِ معنی کی پہاری سے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت رو بڑوال ہو جاتی ہے اور یہاں کی ماجرا ہے۔

(۵۳۸) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قصیٰ نے بیان کیا، وہ امام مالک محدث سے، انسوں نے اسحاق بن عبد اللہ ابن ابی طلحہ سے روایت کیا، انسوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا، انسوں نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز پڑھ پختے اور اس کے بعد کوئی بنی عمرو بن عوف (ق) کی مسجد میں جاتا تو ان کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

۵۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَنْبَدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصْلَى الْفَضْرَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَيْنَا عَمْرُو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يَصْلُوُنَ الْفَضْرَ.

[اطرافہ فی : ۵۰۰، ۵۰۱، ۷۳۲۹]

(۵۳۹) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انسوں نے کہا ہمیں ابو بکر بن عثمان بن سل بن حنیف نے خبر دی، انسوں نے کہا میں نے ابو امامہ (سعد بن سل) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نظر کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نکل کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اے کرم پچا! یہ کون سی نماز آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا کہ عصر کی اور اسی وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ نماز پڑھتے تھے۔

(۵۵۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا کہ کہا ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، انسوں نے کہا کہ مجھ سے انس بن مالک نے بیان کیا، انسوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلند اور تیز روشن ہوتا تھا۔ پھر ایک شخص مدینہ کے بالائی علاقے کی طرف جاتا وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند رہتا تھا (زہری نے کہا کہ) مدینہ کے بالائی علاقے کے بعض مقامات تقریباً چار میل پریا کچھ ایسے ہی واقع ہیں۔

(۵۵۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شاب زہری کے واسطے سے خبر دی، انسوں نے حضرت انس

۵۴۹ - حَدَّثَنَا أَبْنُ مَقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبْوَبِكْرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنْيفٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ يَقُولُ : صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْغَنِيِّ الظَّهَرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يَصْلَى الْفَضْرَ، فَقَلَّتْ : يَا عَمَّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْفَضْرُ، وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نَصْلَى مَعَهُ.

۵۵۰ - حَدَّثَنَا أَبْوَ الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَفِيقَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْلَى الْفَضْرَ وَالشَّمْسَ مُرْتَفَعَةً حَيَّةً، فَيَذَهِبُ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةً، وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ [راجیع: ۵۴۸]

۵۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

بن مالکؓ سے کہ آپ نے فرمایا، ہم عصر کی نماز پڑھتے (نبی کرم ﷺ کے ساتھ) اس کے بعد کوئی غصہ قباجاتا اور جب وہاں نافع جاتا تو سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

مالکؓ قال: كُنَّا نَصْلِي الْعَصْرَ، فَمُهَذَّبَ  
الْدَّاهِبُ مِنَا إِلَى لَهَوَ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ  
مُؤْفِغَةً۔ [راجح: ۵۴۸]

**تَسْبِيحٌ** عوالي ان دسیات کو کما گیا جو مذہب کے اطراف میں بلندی پر واقع تھے۔ ان میں بعض چار میں بعض چہ میں، بعض آٹھ آٹھ میں کے فاطمے پر تھے۔ اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو جاتا ہے۔ دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد یہ ممکن نہیں کہ آدمی ہمارچہ میں دور جائے اور دھوپ ابھی تک خوب تیز بالی رہے۔ اس لیے عصر کے لیے اول وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو حضرات ایک مثل کا انکار کرتے ہیں وہ اگر بنظر انصاف ان جملہ احادیث پر غور کریں گے تو ضرور اپنے خیال کی غلطی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر بنظر انصاف درکار ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں :- وہ دلیل لمنذہب مالک والشافعی واحد والجمہور من العترة و غیرهم القائلین بان اول وقت العصر اذا صار ظل كل شيئاً مثله وفيه رد لمنذہب ابی حنیفة فانه قال ان اول وقت العصر لا يدخل حتى بصير ظل الشئ مثليه (مثل) يعني اس حدیث میں دلیل ہے کہ عصر کا اول وقت ایک مثل سایہ ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اور جمیور عترت کا بھی مذہب ہے اور اس حدیث میں حضرت امام ابو حیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تردید ہے جو سایہ دو مثل سے قبل عصر کا وقت نہیں مانتے۔

باب اس بیان میں کہ نماز عصر چھوٹو ہے پر کتنا گناہ ہے  
(۵۵۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے نافع کے ذریعہ سے خبر پہنچائی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رض سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی نماز عصر چھوٹ کمی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورہ محمد میں جو یعنی کم کا لفظ آیا ہے وہ وتر سے نکالا گیا ہے۔ وتر کتنے ہیں کسی شخص کا کوئی آدمی مارڈا نایا اس کامال چھین لینا۔

باب اس بیان میں کہ نماز عصر چھوڑ دینے پر کتنا گناہ ہے  
(۵۵۳) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن عبد اللہ دستوانی نے بیان کیا، کہا ہمیں سعیٰ بن ابی کثیر نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے خبر دی۔ انہوں نے ابواللیح سے کہا ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر چنگ میں تھے۔ ابودبارش کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ و

#### ۱۴ - بَابُ إِثْمٍ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

۵۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ عُمَرَ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الَّذِي نَفُوتَهُ صَلَاةُ  
الْعَصْرِ كَانَتْ لَهُ أَثْمًا وَتَرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ)).

قالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يَتَرَكُمْ أَغْهِلَّكُمْ وَتَرَتِ  
الرُّجُلُ قَتَلَتْ لَهُ قَيْنَالاً أَوْ أَخْذَتْ لَهُ مَالًا.

#### ۱۵ - بَابُ إِثْمٍ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي  
كَبِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيقِ قَالَ:  
كَتَمَ مَعْ بُرْنَدَةَ فِي غَزَوةٍ فِي يَوْمِ ذِي غَيْمٍ،  
لَقَالَ: بَكَرُوا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَإِنَّ أَبِي

سلم نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔

### باب نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں۔

(۵۵۳) ہم سے عبد اللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاویہ نے، کہا ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے۔ انہوں نے جریر بن عبد اللہ بکلی بن شوہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہو گی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”پس اپنے مالک کی حمد و شیع کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔“ اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹے نہ پائیں۔ ان کا یہی شہ خاص طور پر دھیان رکھو۔

(۵۵۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف شیخی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رشیدی نے ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان سے، انہوں نے عبد الرحمن بن ہرماعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ بن شوہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوبیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ذیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اور پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب

قال: ((مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ لَفَدَ حِيطَةً عَمَّلَهُ)). [طرفہ فی : ۵۹۴].

### ۱۶- باب فضل صلاة العصر

۵۵۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مَعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ بْنِ عَنْدِ اللَّهِ قَالَ: كَمَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ أَيْلَةً - يَعْنِي الْبَدْرَ - فَقَالَ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبِّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَايَ، فَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُقْبَلُوا عَلَى صَلَاةِ قَبْلِ طَلُوعِ الشَّمْسِ وَتَقْبَلُ غَرْوَبَهَا فَأَفْعَلُوا)). فَمَنْ قَرَا: (وَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طَلُوعِ الشَّمْسِ وَتَقْبَلَ غَرْوَبَهُ). قَالَ إِسْمَاعِيلُ: أَفْعَلُوا، لَا تَفْوِتُكُمْ.

[اطرافہ فی : ۵۷۳، ۴۷۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵]

۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرَّنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَعْلَمُونَ فِيهِنَّ مَلَائِكَةً بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةً بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَمَنْ يَغْرُجُ الَّذِينَ يَأْتُوا فِيهِنَّ، قَسَّالُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكُوكُمْ عِبَادِي؟ قَيْقَلُونَ تَرَكَاهُمْ وَهُمْ يَصْلُونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يَصْلُونَ)).

[اطرافہ فی : ۳۲۲۳، ۷۴۲۹، ۷۴۸۶۔]

بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

**لشیخ** فرشتوں کا یہ جواب ان ہی نیک بندوں کے لئے ہے کہ جو نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نماز کو پابندی کے ساتھ ادا ہی نہ کیا۔ اللہ کے دربار میں فرشتے ان کے بارے میں کیا کہہ سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ ان فرشتوں سے مراد کرنا آقا تین عی ہیں۔ جو آدمی کی محافظت کرتے ہیں، صحیح و شام ان کی بدھی ہوتی رہتی ہے۔ قربی نے کہا یہ دو فرشتے ہیں اور پور درگار جو سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا ان سے پوچھنا ان کے قائل کرنے کے لیے ہے جو انہوں نے آدم ﷺ کی پیدائش کے وقت کما تھا کہ آدمی زادہ زمین میں خون اور فساد کریں گے۔

## باب جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پڑھ سکا تو اس کی نماز ادا ہو گئی۔

(۵۵۶) ہم سے ابو عیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شبیان نے بھی بن الی کثیر سے، انہوں نے ابو سلمہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پاسکا تو پوری نماز پڑھے (اس کی نماز ادا ہوئی نہ قضا) اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے مجرم کی نماز کی ایک رکعت بھی پا سکے تو پوری نماز پڑھے۔

## ۱۷ - بَابُ مِنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنْ

### العَصْرِ قَبْلَ الْغَرْوُبِ

۵۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعْيَمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَذْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرِبَ الشَّمْسُ فَلَيَتَمْ صَلَاتُهُ، وَإِذَا أَذْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَوةِ الصَّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلَيَتَمْ صَلَاتُهُ)).

[طرفہ فی : ۵۷۹، ۵۸۰۔]

**لشیخ** اس حدیث کے ذیل حضرت الحلام مولانا نواب و حیدر الزمان خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تشریحی الفاظ یہ ہیں:-  
”اس پر تمام آئمہ اور علماء کا اجماع ہے۔ مگر حنفیوں نے آدمی حدیث کو لیا ہے اور آدمی کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن مجرم کی صحیح نہ ہو گی، ان کا قیاس حدیث کے برخلاف ہے اور خود ان عی کے امام کی وصیت کے مطابق چھوڑ دینے کے لائق ہے۔“

یقینی میں مزید وضاحت یوں موجود ہے۔ من ادرک رکعہ من الصبح فلیصل اليها اخیری جو مجرم کی ایک رکعت پا لے اور سورج نکل آئے تو وہ دوسری رکعت بھی اس کے ساتھ ملا لے اس کی نماز مجرم صحیح ہو گی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکبوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:-

ویوخذ من هذا الرد على الطحاوى حيث خص الا دراك باحتلام الصبي و ظهر الحائض و اسلام الكافر و نحوها وارد بذلك نصرة مذهبہ فی ان من ادرک من الصبح رکعہ نفسد صلوٰۃ لانہ لا یکملہ الا فی وقت الكراهة انتہی و الحديث یدل علی ان من ادرک رکعہ من صلوٰۃ الصبح قبل طلوع الشمس فقد ادرک صلوٰۃ الصبح ولا تبطل بطلوعها كما ان من ادرک رکعہ من صلوٰۃ العصر قبل غروب الشمس فقد ادرک صلوٰۃ العصر ولا تبطل بعروہها و به قال مالک والشافعی و احمد و اسحاق وهو الحق (مراجعة المفاتیح ج: ۱/ م: ۳۹۸)

اس حدیث مذکور سے امام طحاوی کا رد ہوتا ہے جنہوں نے حدیث مذکورہ کو اس لڑکے کے ساتھ خاص کیا ہے جو ابھی ابھی بالغ ہوا یا کوئی عورت جو ابھی ابھی جیسے پاک ہوئی یا کوئی کافر جو ابھی ابھی اسلام لایا اور ان کو مجرم کی ایک رکعت سورج نکلنے سے پہلے مل گئی

تو گویا یہ حدیث ان کے ساتھ خاص ہے۔ اس تاویل سے امام علی دیلمیہ کا مقصود اپنے مذهب کی صرفت کرنا ہے۔ جو یہ ہے کہ جس نے  
حجج کی ایک رکعت پائی اور پھر سورج طلوع ہو گیا تو اس کی نماز باطل ہو گئی اس لئے کہ وہ اس کی محیل کردہ وقت میں کر رہا ہے۔ یہ  
حدیث دلیل ہے کہ عام طور پر ہر شخص مراد ہے جس نے مجرمی ایک رکعت سورج لٹکنے سے پہلے پائی اس کو ساری نماز کا ثواب ملے گا  
اور وہ نماز طلوع شمس سے باطل نہ ہو گی جیسا کہ کسی نے صدر کی ایک رکعت سورج چھپنے سے قبل پائی تو اس نے صدر کی نماز پائی اور  
وہ غروب شمس سے باطل نہ ہو گی۔ امام شافعی دیلمیہ، مالک دیلمیہ، احمد و اسحاق دیلمیہ سب کا یہی مذهب ہے اور یہی حق ہے۔

(۵۵۷) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ اوسکی نے بیان کیا، کہا مجھ سے

ابراهیم بن سعد نے این شباب سے، انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر بن حفاظہ سے، انہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر بن حفاظہ سے کہ انہوں  
نے رسول کریم ﷺ سے نہ، آپ فرماتے تھے کہ تم سے پہلے کی  
امتوں کے مقابلہ میں تمہاری زندگی صرف اتنی ہے جتنا عصر سے  
سورج ڈوبنے تک کا وقت ہوتا ہے۔ توراة والوں کو توراة دی گئی۔ تو  
انہوں نے اس پر (صحیح سے) عمل کیا۔ آدھے دن تک پھر وہ عاجز آگئے،  
کام پورانہ کر سکے، ان لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ ایک قیراط  
(بقول بعض دینار کا ۲۶/۳ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا  
بیسوں حصہ) دیا گیا۔ پھر انھیں والوں کو انھیں دی گئی، انہوں نے  
(آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا، اور وہ بھی عاجز آگئے۔ ان  
کو بھی ایک ایک قیراط ان کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت)  
ہم کو قرآن ملا۔ ہم نے اس پر سورج کے غروب ہونے تک عمل کیا  
(اور کام پورا کر دیا) ہمیں دو دو قیراط ثواب ملا۔ اس پر ان دونوں کتاب  
والوں نے کہا۔ اے ہمارے پروردگار! انہیں تو آپ نے دو دو قیراط  
دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے  
زیادہ کیا۔ اللہ عن وجل نے فرمایا، تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ  
ظلم کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ  
(زیادہ اجر دینا) میرافضل ہے جسے میں چاہوں دے سکتا ہوں۔

۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ : حَدَّثَنِي إِنْرَاهِيمُ عَنْ أَنْبِيَاءِ بْنِ عَنْ  
سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ  
سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ : ((إِنَّمَا  
يَقْرَأُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأَمْمِ كَمَا  
بَيْنَ صَلَةِ الْعَصْرِ إِلَى غَرُوبِ الشَّمْسِ،  
أُوتِيَ أَهْلُ التُّورَةِ التُّورَةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا  
أَنْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا، فَأَغْطِرُوا قِيرَاطًا  
قِيرَاطًا. ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ،  
فَعَمِلُوا إِلَى صَلَةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا،  
فَأَغْطِرُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا. ثُمَّ أُوتِيَنَا الْقُرْآنَ  
فَعَمِلُنَا إِلَى غَرُوبِ الشَّمْسِ، فَأَغْطِرِنَا  
قِيرَاطِينَ قِيرَاطِينَ. فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ : أَيْ  
رَبَّنَا أَغْطِيتَ هُؤُلَاءِ قِيرَاطِينَ قِيرَاطِينَ  
وَأَغْطِيَتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا، وَنَحْنُ كُلُّا أَكْثَرُ  
عَمَلًا. قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : هَلْ ظَلَمْنَاكُمْ  
مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالُوا : لَا. قَالَ :  
فَهُوَ أَفْضَلُنَا أَوْنَا مِنْ أَشْاءِ).

[اطرافہ فی: ۲۲۶۷، ۲۲۶۹، ۳۴۵۹، ۷۴۶۷، ۵۰۲۱]

[۷۵۳۳]

اس حدیث سے خنیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے ورنہ جو وقت ظہر سے عصر تک  
ہے وہ اس وقت سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا جو عصر سے غروب آفتاب تک ہے، حالانکہ مختلف یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں  
عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت اس وقت نے کم رکھا گیا ہے جو دوسرے دن سے عصر کی نماز تک ہے۔ اور اگر ایک مثل سائے

پر عصر کی نماز ادا کی جائے جب بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے غروب تک جو وقت ہو گا وہ دوپہر سے تابغافت از نماز عصر کم ہو گا، کیونکہ نماز کے لیے اذان ہو گی، لوگ جمع ہوں گے، دسکریں گے، سنتیں پڑھیں گے، اس کے علاوہ حدیث کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا وقت یہود و نصاریٰ کے مجموعی وقت سے کم تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں لائے اس کی مناسبت بیان کرنا مشکل ہے، حافظ نے کہا اس سے اور اس کے بعد والی حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی عمل کے ایک جزو پر پوری مزدوری ملتی ہے اسی طرح جو کوئی فجر یا عصر کی ایک رکعت پالے، اس کو بھی اللہ ساری نماز وقت پر پڑھنے کا ثواب دے سکتا ہے۔ (اس حدیث میں مسلمانوں کا ذکر بھی ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ) کام تو کیا صرف عصر سے مغرب تک، لیکن سارے دن کی مزدوری ملی۔ وجہ یہ کہ انہوں نے شرط پوری کی، شام تک کام کیا، اور کام کو پورا کیا۔ اگلے دو گروہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔ کام کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ محنت مفت گئی۔

یہ مشاہیں یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور توراة پر چلے لیکن اس کے بعد انہیں مقدس اور قرآن شریف سے مخرف ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محمد ﷺ کو انہوں نے نہ مانا۔ اور نصاریٰ نے انہیں اور حضرت عیسیٰ کو مانا لیکن قرآن شریف اور حضرت محمد ﷺ سے مخرف ہو گئے تو ان دونوں فرقوں کی محنت برپا ہو گئی۔ آخرت میں جو اجر ملتے والا تھا، اس سے محروم رہے۔ آخر زمانہ میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی سی مدت کام کیا۔ مگر کام کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں اور سب عبیوں کو مانا، لہذا سارا ثواب ان ہی کے حصہ میں آگیا۔ (ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء والله ذو الفضل العظیم)۔ (از حضرت مولانا وحید الزماں خال صاحب محدث حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

۵۵۸ - حدَّثَنَا أَبُو كُرْتَيْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو كُرْتَيْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو سَعْدَةَ عَنْ أَبِيهِ بُرْيَدَةَ عَنْ أَبِيهِ مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : ((مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَآلِهِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْنَما يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلاً إِلَى اللَّيلِ، فَعَمِلُوا إِلَى نَصْفِ النَّهَارِ، فَلَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرٍكُ، فَاسْتَأْجَرَ آخَرَيْنِ فَقَالَ: أَكْمَلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الْدِيْرَ شَرَطٌ. فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِنْفَ صَلَةُ الْعَصْرِ فَقَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا. فَاسْتَأْجَرَ قَوْنَما فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْنُوا أَجْرَ الْفَرِيقَتَيْنِ)). [طرفة فی : ۲۲۷۱]

۵۵۸ - (۵۵۸) ہم سے ابو کریب محمد بن علانے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے برید بن عبد اللہ کے واسطہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو برودہ عامر بن عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری عبد اللہ بن قیس بن شعبہ سے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثل ایک ایسے شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں سے مزدوری پر رات تک کام کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے آدھے دن کام کیا۔ پھر جواب دے دیا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں، (یہ یہود تھے) پھر اس شخص نے دوسرے مزدور بلائے اور ان سے کہا کہ دن کا جو حصہ بالی نک گیا ہے (یعنی آدھا دن) اسی کو پورا کر دو۔ شرط کے مطابق مزدوری تمہیں ملے گی۔ انہوں نے بھی کام شروع کیا لیکن عصر تک وہ بھی جواب دے بیٹھے۔ (یہ نصاریٰ تھے) پس اس تیرے گروہ نے (جو اہل اسلام ہیں) پسلے دو گروہوں کے کام کی پوری مزدوری لے لی۔

اس حدیث کو صحیلی حدیث کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ جس میں ذکر ہوا کہ یہود و نصاریٰ نے تھوڑا کام کیا اور بعد میں باغی ہو گئے۔ پھر بھی ان کو ایک ایک قیامت کے برابر ثواب دیا گیا۔ اور امت محمدی نے وقار اران طور پر اسلام کو قول کیا اور تھوڑے وقت کام کیا، پھر بھی ان کو دو گناہ جملاء، یہ اللہ کا فضل ہے، امت محمدی اپنی آمد کے لحاظ سے آخر وقت میں آئی، اسی کو عصرِ مغرب تعمیر کیا گیا ہے۔

### باب مغرب کی نماز کے وقت کا بیان۔

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مریض عشاء اور مغرب دونوں کو ایک ساتھ جمع کر لے گا۔

### ۱۸- بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

وَقَالَ عَطَاءً: يَجْمِعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ  
وَالْعِشَاءِ

(اس اثر کو عبد الرزاق نے مصنف میں وصل کیا ہے)

(۵۵۹) ہم سے محمد بن میران نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلمہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو النجاشی نے بیان کیا۔ ان کا نام عطاء بن صہیب تھا اور یہ رافع بن خدیج فہرست کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج سے سن۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جب واپس ہوتے اور تیراندازی کرتے (تو اتنا اجالا باتی رہتا تھا) ایک شخص اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

۵۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُوقِيَّةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ إِسْمَاعِيلُ عَطَاءُ بْنُ صَهِيبٍ مَوْلَى رَالِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَالِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُولُ: كَانَ نُصْلِي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَيَنْصُرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَسْبِرُ مَوَاقِعَ نَبِيِّهِ.

(۵۶۰) حدیث سے ظاہر ہوا کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبنے پر فوراً ادا کر لی جانا کرتی تھی۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مغرب کی جماعت سے پہلے صحابہ دو رکعت سنت بھی پڑھا کرتے تھے، پھر فوراً جماعت کھڑی کی جاتی اور نماز سے فراغت کے بعد صحابہ کرام بعض وفعہ تیراندازی کی مشق بھی کیا کرتے تھے۔ اور اس وقت اتنا اجالا رہتا تھا کہ وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے۔ مسلمانوں میں مغرب کی نماز اول وقت پڑھنا تو سنت متواتر ہے۔ مگر صحابہ کی دوسری سنت یعنی تیراندازی کو وہ اس طرح بھول گئے گویا یہ کوئی کام ہی نہیں۔ حالانکہ تعلیمات اسلامی کی رو سے سپاہیانہ فون کی تعلیمات بھی مذہبی مقام رکھتی ہیں۔

(۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے، انہوں نے کہا کہ حجاج کا زمانہ آیا (اور وہ نماز دیر کر کے پڑھایا کرتا تھا اس لیے) ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ٹھیک و پور میں پڑھایا کرتے تھے۔ ابھی سورج صاف اور روشن ہوتا تو نماز عصر پڑھاتے۔ نماز مغرب وقت آتے ہی پڑھاتے اور نماز عشاء کو کبھی جلدی پڑھاتے اور کبھی دیر

۵۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ سَعْدِ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرُو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلَيِّ قَالَ: قَدِيمُ الْحَجَاجُ قَسَّالَتْ جَابِرَ بْنَ عَنْدِ اللَّهِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَلِي الظُّهُرَ بِالنَّهَاجَةِ، وَالْمَصْرَ وَالشَّمْسُ نَفِيَّةُ، وَالْمَغْرِبُ إِذَا وَجَتَ، وَالْعِشَاءُ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا: إِذَا رَأَمْ

سے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھادیتے۔ اور اگر لوگ جلدی جمع نہ ہوتے تو نماز میں دیر کرتے۔ (اور لوگوں کا انتظار کرتے) اور صبح کی نماز صحابہ رضی اللہ عنہم یا (یہ کہا کہ) نبی ﷺ اندر میرے میں پڑھتے تھے۔

(۵۶۱) ہم سے کی بہ ابراہیم نے بیان کیا، انسوں نے کہا ہم سے زید بن ابی عبید نے بیان کیا سلمہ بن اکوع بن شریح سے فرمایا کہ ہم نماز مغرب نبی ﷺ کے ساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پر دے میں پچھپ جاتا۔

(۵۶۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا میں نے جابر بن زید سے سنا، وہ ابن عباسؓ کے واسطے سے بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سات رکعات (مغرب اور عشاء کی) ایک ساتھ اور آٹھ رکعات (ظہر اور عصر کی نمازیں) ایک ساتھ پڑھیں۔

### باب اس کے بارے میں جس نے مغرب کو

#### عشاء کہنا مکروہ جانا

(۵۶۳) ہم سے ابو معرنے بیان کیا، جو عبد اللہ بن عمرو ہیں، کہا ہم سے عبد الوارث بن سعید نے حسین بن ذکوان سے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن بریدہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبد اللہ مزنی بن شریح نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا، ایسا نہ ہو کہ ”مغرب“ کی نماز کے نام کے لئے اعراب (یعنی دیساتی لوگوں) کا محاورہ تمہاری زبانوں پر چڑھ جائے۔ عبد اللہ بن مغفل بن شریح نے کہا یا خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بدھی مغرب کو عشاء کرتے تھے۔

**لشیخ** بدھی لوگ نماز مغرب کو عشاء اور نماز عشاء کو متہ سے موسم کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدھیوں کی اصطلاح غالب نہ ہونی چاہیے۔ بلکہ ان کو مغرب اور عشاء ہی کے ناموں سے پکارا جائے۔ متہ وہ بالق دودھ جو اونٹی کے تھن میں رہ جاتا اور تھوڑی زات گزرنے کے بعد اسے نکالتے۔ بعضوں نے کہا کہ متہ کے معنی رات کی تاریکی تک دیر کرنا چونکہ اس نماز عشاء کا یہی وقت ہے۔ اس لیے اسے متہ کہا گیا۔ بعض مواقع پر نماز عشاء کو صلاۃ متہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اسے درج جواز دیا گیا۔ مگر بتیری کہ لفظ عشاء ہی سے یاد کیا جائے۔

اجتمعاً عجلَ، وَإِذَا رَأَهُمْ أَبْطَلُوا أَخْرَ،  
وَالصَّبْحَ - كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ -  
يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرفہ فی : ۵۶۰].

۵۶۱ - حَدَّثَنَا الْمَكْيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَبِيدٍ عَنْ سَلْمَةَ قَالَ: كَنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتَ بِالْحِجَابِ.

۵۶۲ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَعَفَتْ جَابِرٌ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا، وَتَنَاهَى جَمِيعًا.

[راجع: ۵۴۳]

### ۱۹ - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَقَالَ

#### لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

۵۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ - هُوَ عَنْدُ اللَّهِ  
بْنُ عَمْرُو - قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدُ الْمُوَارِثِ عَنِ  
الْحُسَنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنُ بُرِيَّةَ  
قَالَ: حَدَّثَنِي عَنْدُ اللَّهِ الْمُزَنْتِيُّ أَنَّ النَّبِيِّ  
ﷺ قَالَ: ((لَا يَفْلِتُكُمُ الْأَغْرَابُ عَلَى  
اسْمِ صَلَوةِكُمُ الْمَغْرِبِ)، قَالَ: وَيَقُولُ  
الْأَغْرَابُ: هِيَ الْعِشَاءُ)).

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت آپ نے اس خیال سے کی کہ عشاء کے معنی لفظ میں تاریکی کے ہیں اور یہ شنق ڈوبنے کے بعد ہوتی ہے۔ پس اگر مغرب کا نام عشاء پر جائے تو احتمال ہے کہ آئندہ لوگ مغرب کا وقت شنق ڈوبنے کے بعد سمجھتے گیں۔

## ۲۰۔ بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتمَةِ،

### بَابُ عِشَاءِ وَأُرْعَتْمَهُ كَابيَان

اور جو یہ دونوں نام لینے میں کوئی ہرج نہیں خیال کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے فرمایا کہ منافقین پر عشاء اور فجر تمام نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں، اور آپ نے فرمایا کہ کاش! وہ سمجھ سکتے کہ عتمہ (عشاء) اور فجر کی نمازوں میں کتنا تواب ہے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ عشاء کہنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے «وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ» (میں قرآن نے اس کا نام عشاء رکھ دیا ہے) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پڑھنے کے لیے باری مقرر کر لی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے اسے بست رات گئے پڑھا۔ اور ابن عباس اور عائشہ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء دیر سے پڑھی۔ بعض نے حضرت عائشہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے «عتمہ» کو دیر سے پڑھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم «عشاء» پڑھتے تھے۔ ابو بزرگ اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عشاء میں دیر کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشاء کو دیر میں پڑھتے تھے۔ ابن عمر، ابو یوہب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء پڑھی۔

امام الحدیثین رضی اللہ عنہ نے ان جملہ احادیث اور آثار کو یہاں اس غرض سے نقل کیا ہے کہ بہتر ہے عشاء کو لفظ عشاء سے ہی موسوم کیا جائے۔ اس پر بھی اگر کسی نے لفظ عتمہ اس کے لیے استعمال کر لیا تو یہ بھی درج جواز میں ہے۔ صحابہؓ کرام کا عام معمول تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات سے آگاہ رہنا اپنے لئے ضروری خیال کرتے تھے، جو حضرات مسجد نبوی سے دور دہراز سکونت رکھتے تھے، انہوں نے آپس میں باری مقرر کر کی تھی۔ جو بھی حاضر دربار رسالت ہوتا، ویگر محلہؓ ان سے حلالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ بھی ان ہی میں سے تھے۔ یہ تہرات جس سے وابسی کے بعد مدینہ میں کافل فاصلہ پر سکونت پذیر ہوئے اور انہوں نے اپنے پڑو سیدن سے مل کر دربار رسالت میں حاضری کی باری مقرر کر لی تھی۔ آپ نے ایک رات نماز عشاء دیر سے پڑھنے جانے کا ذکر کیا۔

### وَمَنْ رَأَاهُ وَاسِعًا

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: (أَنْقَلَ الصَّلَاةَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ الْعِشَاءَ وَالْفَجْرِ).

وقال: (لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ). قالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَالْأَخْتِيَارُ أَنْ يَقُولُ الْعِشَاءُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: «وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ». وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي مُوسَى

قال: ((كَتَأْتَتِ الْعِشَاءُ عَنْ أَبِي مُوسَى عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَأَغْتَمَ بِهَا)). وَقَالَ أَبُو عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ: (أَغْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاءِ). وَقَالَ

بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ: (أَغْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ). وَقَالَ جَابِرٌ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ). وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ).

وقالَ أنس: (أَخْرَى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ). وَقَالَ أَبْنُ عُمَرَ وَأَبْوَابُ وَأَبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: (صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ).

اور اس کے لئے لفظ اصمم استعمال کیا جس کا مطلب یہ کہ آپ نے دیر سے اس نماز کو ادا فرمایا۔ بعض کتابوں میں تاخیر کی وجہ یہ تلاوتی گئی ہے کہ آپ مسلمانوں کے بعض معاملات کے بارے میں حضرت صدیق اکبر بڑھ سے مشورہ فرماتے تھے، اسی لیے تاخیر ہو گئی۔

(۵۶۳) ہم سے عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے ہمیں عبد اللہ نے خردی، انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے خردی زہری سے کہ خردی، انہوں نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے خردی عتمان سے کہ سالم نے یہ کما کہ مجھے (میرے باپ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خردی۔ کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ کیا ہے لوگ عتمہ کرتے ہیں۔ پھر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم اس رات کو یاد رکھنا۔ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سوال کے گزرنے تک روئے زمین پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

یعنی سورس میں چتنے لوگ آج زندہ ہیں سب مر جائیں گے۔ اور نبی نسل ظور میں آتی رہے گی۔ سب سے آخری صحابی ابو الفقیل عامر بن والٹہ ہیں۔ جن کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔ امام بخاری رض نے اس حدیث سے حضرت خضری کی وفات پر بھی دلیل پکوئی ہے۔

### باب نماز عشاء کا وقت جب لوگ (جلدی) جمع ہو جائیں یا جمع ہونے میں دیر کریں

(۵۶۴) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، وہ محمد بن عمرو سے جو حسن بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں، فرمایا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ نماز ظہر و پریمیں پڑھتے تھے۔ اور جب نماز عصر پڑھتے تو سورج صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کی نمازو اجب ہوتے ہی ادا فرماتے، اور ”عشاء“ میں اگر لوگ جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے اور اگر آنے والوں کی تعداد کم ہوتی تو دیر کرتے۔ اور صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔

۵۶۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ  
اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوسُفُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ:  
سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَنْهُ عَنْهُ اللَّهِ قَالَ: (صَلَّى اللَّهُ  
رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) - وَهِيَ  
الَّتِي يَذْكُرُونَ النَّاسُ الْعَتَمَةَ - ثُمَّ انصَرَفَ  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ:  
(إِنَّمَا يَأْتِيُكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ  
مِنْهَا لَا يَتَقَرَّبُ مِنْهُ هُوَ عَلَى ظَهَرِ الْأَرْضِ  
أَحَدٌ). [راجح: ۱۱۶]

### ۵۶۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْخَمَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ  
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرُو - هُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ  
عَلَيْهِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرَ  
بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ:  
(كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصَلِّي الظَّهَرَ بِالنَّهَاجِرَةِ،  
وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسَ حَيَّةً، وَالْمَغْرِبَ إِذَا  
وَجَّهَتْ، وَالْعِشَاءَ، إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلَ،  
وَإِذَا قَلُوا أَخْرَى. وَالصُّبْحَ بِغَلَسِي).

[راجح: ۱۶۰]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رض نے ترجمہ باب اور ان میں آمده احادیث سے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں

کہ عشاء کی نماز اگر جلدی ادا کی جائے تو اسے عشاء ہی کہیں گے اور اگر دیر سے ادا کی جائے تو اسے عتمہ کہیں گے، گویا ان لوگوں نے دونوں رواتوں میں تطہیت دی ہے۔ اور ان پر رواس طرح ہوا کہ ان احادیث میں دونوں حالتوں میں اسے عشاء ہی کہا گیا۔

### باب نماز عشاء (کے لیے انتظار کرنے) کی فضیلت

(۵۶۶) ہم سے سچی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یہٹ بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابن شاب سے، انہوں نے عروہ سے کہ عائشہؓ نے انسیں خبر دی کہ ایک رات رسول کریم ﷺ نے عشاء کی نماز دیر سے پڑھی۔ یہ اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہیں لائے جب تک حضرت عمرؓ نے یہ نہ فرمایا کہ ”عورتیں اور بچے سو گئے۔“ پس آپؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے علاوہ دنیا میں کوئی بھی انسان اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔

### ۲۲ - بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ

۵۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ نَكْرَيْ قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّٰهُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ عَنْ غُرْزَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَغْنَمَ رَسُولُ اللَّٰهِ صَلَّى اللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعِشَاءِ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَقْسِطُوا إِلَيْهِ الْإِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ أَنَّمَا: نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبَّيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ: ((مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ)).

[اطرافہ فی : ۵۶۹، ۸۶۲، ۸۶۴].

یعنی اس وقت تک مدینہ کے سوا اور کہیں مسلمان نہ تھے، یا یہ کہ ایسی شان والی نماز کے انتظار کا ثواب اللہ نے صرف امت محمدیہ ہی کی قسم میں رکھا ہے۔

(۵۶۷) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا کہا ہم سے ابو اسماعیلہ نے برید کے واسطے سے، انہوں نے ابو بردہ سے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے، آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (جسہ سے) آئے تھے ”بقیع بطنخان“ میں قیام کیا۔ اس وقت نبی ﷺ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ (کسی ملی معاملہ میں آپؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی غفتگو فرمare تھے) جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی اور تقریباً آدمی رات گذر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوادنیا میں

۵۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أَسَأَمَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي بُرَزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفَنَيْنِ نُزُولاً فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ - وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ - فَكَانَ يَتَوَارَبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةَ نَفَرَ مِنْهُمْ، فَوَافَقَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابِيَ وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْوَالِهِ فَأَغْنَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى أَنْهَارَ اللَّيلَ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ: ((عَلَى رَسُلِكُمْ أَبْشِرُوا، إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللَّٰهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ

کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو، یا آپ نے یہ فرمایا کہ تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ ابو موسیٰ بن عثیمین نے فرمایا۔ پس ہم بھی کشم ملکہ مسلم سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔

غیرِ کُم) اُوْ قَالَ: ((مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ)) لَا يَنْدِرِنِي أَيُّ الْكَلِمَاتِنَ قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: فَرَجَعْنَا فَرَحِي بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

**لَشَرِحِ حَدِيثِ** حضرت ابو موسیٰ اشعری بن عثیمین نے بھرت جبھے سے واپسی کے بعد بیچ بظہان میں قیام فرمایا۔ بظہان نام کی وادی مدینہ کے قریب ہی تھی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام ساقیہ میں عشاء کی نماز نہ تھی اس لئے آپ نے اپنی امت کو یہ بشارت فرمائی ہے سن کر صحابہ کرام رَبُّكُمْ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مدینہ شریف کی دیگر مساجد میں لوگ نماز عشاء سے فارغ ہو چکے لیکن مسجد نبوی کے نمازی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ برعکس عشاء کی نماز کے لیے تاخیر مطلوب ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات گذرانے پر ہی پڑھا کرتا۔

### باب اس بیان میں کہ نماز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا

نالپسند ہے۔

(۵۶۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا ابو المنhal سے، انہوں نے ابو روزہ اسلامی بن عثیمین سے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

### ۲۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النُّومِ قَبْلَ

العشاء

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ الْوَهَابِ الْفَقِيقِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُهُ الْحَدَّاءُ عَنْ أَبِيهِ الْمُنْهَالِ عَنْ أَبِيهِ بَرْزَةَ : (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النُّومَ قَبْلَ الْعَشَاءِ وَالْخَدِيْثُ بَعْدُهَا).

[راجح: ۵۴۱]

جب خطرہ ہو کہ عشاء کے پہلے سونے سے نماز باجماعت چلی جائے گی تو سونا جائز نہیں۔ ہر دو احادیث میں جو آگے آری ہے، یہی تلقین برتر ہے۔

### باب اگر نیند کا غلبہ ہو جائے تو عشاء سے پہلے بھی سونا درست ہے۔

(۵۶۹) ہم سے ایوب بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو بکر نے سلیمان سے، ان سے صالح بن کیمان نے بیان کیا کہ مجھے ابن شاہ نے عروہ سے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ نے بتالیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں دیر فرمائی۔ یہاں تک کہ عمر بن عثیمین نے پکارا،

### ۴ - بَابُ النُّومِ قَبْلَ الْعَشَاءِ لِمَنْ

غلب

۵۶۹ - حَدَّثَنَا أَبْيَوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْوَبَكْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي أَبْنُ شَهَابٍ عَنْ عَزْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَشَاءِ

نماز! عورتیں اور بچے سب سو گئے۔ تب آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ روزے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔ راوی نے کہا، اس وقت یہ نماز (باجماعت) مدینہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ صحابہ اس نماز کو شام کی سرفی کے غائب ہونے کے بعد رات کے پہلے تہائی حصہ تک (کسی وقت بھی) پڑھتے تھے۔

حتّیٰ نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّابِيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ: (مَا يَتَظَهَّرُ هُنَّا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ). قَالَ: وَلَا تُصَلِّيْ يَوْمَئِلَ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ، قَالَ وَكَانُوا يُصَلِّونَ الْعِشَاءَ فِيمَا يَبْيَنُ أَنْ يَغْيِبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ [۵۶۶]. [راجح: ۵۶۶]

**لَشَّافِي** حضرت امیر الدینی فی الحدیث یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عشاء سے پہلے سوتا یا اس کے بعد بات چیت کرنا اس لیے ناپسند ہے کہ پہلے سونے میں عشاء کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہے اور دریں تک بات چیت کرنے میں صبح کی نمازوں کی نمازوں کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان خطرات سے نجٹ کے تو اس کے لیے عشاء سے پہلے سوتا بھی جائز اور بعد میں بات چیت بھی جائز جیسا کہ روایات وارودہ سے ظاہر ہے۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا کہ تمہارے سوا اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کرتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں کسی بھی امت پر اس نماز کو فرض نہیں کیا گیا، یہ نماز اہل اسلام ہی کے لئے مقرر کی گئی یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ کی دوسری مساجد میں سب لوگ اول وقت ہی پڑھ کر سو گئے ہیں۔ صرف تم ہی لوگ ہو جو کہ ابھی تک اس کا انتظار کر رہے ہو۔

(۵۷۰) ہم سے محمود نے بیان کیا، انسوں نے کہا، ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انسوں نے کہا، ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انسوں نے کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انسوں نے کہا مجھے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کسی کام میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر کی۔ ہم (نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے) مسجد ہی میں سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے، پھر ہم سو گئے، پھر ہم بیدار ہوئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔ اگر نیند کا غلبہ نہ ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء کو پہلے پڑھنے یا بعد میں پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کبھی نماز عشاء سے پہلے آپ سو بھی لیتے تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطا سے معلوم کیا۔

(۵۷۱) تو انسوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کی جس کے نتیجہ میں لوگ (مسجد ہی میں) سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو

۵۷۰ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرِّزْاقِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَعِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخْرَهَا حَتَّىٰ رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا أَحَدَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ)). وَكَانَ أَبْنُ عُمَرَ لَا يَبْلِي أَقْدَمَهَا أَمْ أَخْرَهَا، إِذَا كَانَ لَا يَخْشِي أَنْ يَغْلِبَهُ الْتَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا، قَالَ أَبْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءَ.

۵۷۱ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّىٰ رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيقَظُوا، وَرَقَدُوا

گئے، پھر بیدار ہوئے۔ آخر میں عمر بن خطاب رض اٹھے اور پکارا ”نماز“ عطا نے کہا کہ ابن عباس رض نے بتایا کہ اس کے بعد نبی ﷺ کھر سے تشریف لائے۔ وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے پانی کے قطرے نپک رہے تھے اور آپ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری امت کے لئے مشکل نہ ہو جاتی، تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کی نماز کو اسی وقت پڑھیں۔ میں نے عطا سے مزید تحقیق چاہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سر پر رکھنے کی کیفیت کیا تھی؟ ابن عباس رض نے انہیں اس سلسلے میں کس طرح خبر دی تھی۔ اس پر حضرت عطا نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی سی کھول دیں اور انہیں سر کے ایک کنارے پر رکھا پھر انہیں ملا کر یوں سر پر پھیرنے لگے کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے سے جو چڑے سے قریب ہے اور داڑھی سے جالگا۔ نہ سستی کی اور نہ جلدی، بلکہ اس طرح کیا۔ اور کہا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر مشکل نہ گزرتی تو میں حکم دیتا کہ اس نماز کو اسی وقت پڑھا کریں۔

واسْتَيْقَظُوا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ : الصَّلَاةَ. قَالَ عَطَاءُ. قَالَ أَبْنُ عَبَّاسٍ: لَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَأَنَّى أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسَهُ مَاءً وَاضْعَافًا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشْقَى عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرُهُمْ أَنْ يُصْلُوْهَا هَكَذَا)) فَاسْتَبَثَ عَطَاءُ: كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ كَمَا أَنْبَأَهُ أَبْنُ عَبَّاسٍ؟ فَبَدَأَ لِي عَطَاءُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبَدِّي، ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ صَمَّهَا يُمْرِهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَتْ إِنْهَامَةً طَرَفَ الْأَذْنِ مِمَّا يَلِيهِ الْوَجْهُ عَلَى الصُّدْغَيْ وَنَاحِيَةِ الْلَّحْيَةِ لَا يَقْصُرُ وَلَا يَنْطُشُ إِلَّا كَذَلِكَ، وَقَالَ: ((لَوْلَا أَنْ أَشْقَى عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرُهُمْ أَنْ يُصْلُوْهَا هَكَذَا)).

[طرفة في : ۷۲۳۹]

صحابہ کرام تاخیر کی وجہ سے نماز سے پہلے سو گئے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے وقت میں نماز عشاء سے پہلے بھی سونا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز عشاء با جماعت پڑھی جائے۔ جیسا کہ یہاں صحابہ کرام کا عمل مقول ہے کیا باب کا مقصد ہے۔ لا یقتصر کا مطلب یہ کہ جیسے میں ہاتھ پھیر رہا ہوں اسی طرح پھیرانہ اس سے جلدی پھیرانہ اس سے دیر میں۔ بعض شخوں میں لفظ لا یعصر ہے تو ترجمہ یوں ہو گا۔ نہ بالوں کو نچوڑتے نہ ہاتھ میں پکڑتے بلکہ اسی طرح کرتے۔ یعنی انگلیوں سے بالوں کو دبا کر پانی نکال رہے تھے۔

## باب اس بارے میں کہ عشاء کی نماز کا وقت آدمی رات

تک رہتا ہے

اور ابو بزرہ رض صحابی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں دیر کرنا پسند فرمایا کرتے تھے

یہ اس حدیث کا مکمل ہے جو اور پر باب وقت العصر میں موصولاً گذر جوکی ہے۔

— ۵۷۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الْمَخَارِبِيُّ

## ۲۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ : كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتَحْبِطُ تَأْخِيرَهَا.

حید طویل سے، انہوں نے حضرت انسؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن) عشاء کی نماز آدمی رات کئے پڑھی۔ اور فرمایا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں گے۔ (یعنی دوسری مساجد میں پڑھنے والے مسلمان) اور تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے (گویا سارے وقت) نمازی پڑھتے رہے۔ ابن مریم نے اس میں یہ زیادہ کیا کہ ہمیں بھی بن ایوب نے خبر دی۔ کماجھ سے حید طویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت انسؓ سے یہ سنا ”گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کا نقشہ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے چمک رہا ہے۔“

قال: حَدَّثَنَا زَائِدٌ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوَيْلِ عَنْ أَنْسٍ قَالَ: أَخْرَى النَّبِيِّ ﷺ صَلَةُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلَى ثُمَّ قَالَ: ((فَذَلِكَ صَلَةُ النَّاسِ وَنَامُوا، أَمَا إِنْكُمْ فِي صَلَةٍ مَا تَنْظِيرُ تُمُوهَا)) وَزَادَ ابْنُ مَرِيمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَّسًا قَالَ: كَأَنِّي أَنْظَرْتُ إِلَيْهِ وَيُنْصَرِّ خَاتَمَةً لِيَقْتَدِي. [اطرافہ فی : ۶۶۱، ۶۰۰، ۵۸۶۹، ۸۴۷]

ابن مریم کی اس تعلیق کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ حید کا سامع حضرت انسؓ سے صراحتاً ثابت ہو جائے۔

### باب نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں۔

(۵۷۳) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما ہم سے بھی نے اس اعمال سے، کما ہم سے قیس نے بیان کیا، کماجھ سے جریر بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپؐ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی جو چودھویں رات کا تھا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ بے توک اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اے دیکھنے میں تم کو کسی قسم کی بھی مزاحمت نہ ہوگی) یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کے دیدار میں مطلق شبہ نہ ہو گا اس لئے اگر تم سے سورج کے طلوع اور غروب سے پسلے (فجر اور عصر) کی نمازوں کے پڑھنے میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو۔ (کیونکہ ان ہی کے طفیل دیدار الٰی نسب ہو گایا ان ہی وقتوں میں یہ رویت ملے گی) پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”پس اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھ سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پسلے۔“ امام ابو عبد اللہ بخاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن شاہب نے اس اعمال کے واسطے سے جو قیس سے بواسطہ جریر (راوی ہیں) یہ زیادتی نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”تم اپنے رب کو

### ۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلَةِ الْفَجْرِ

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ: قَالَ لِيْ جَرِينُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: كَتَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْفَقَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ فَقَالَ: ((أَمَا إِنْكُمْ سَرَوْنَ رَبِّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُونَ - أَوْ لَا تُصَاهُونَ - فِي رُؤْيَاكُمْ، فَإِنْ أَسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلِبُوا عَلَى صَلَةِ قَبْلَ طَلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا)) ثُمَّ قَالَ: ((فَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طَلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ زَادُ بْنُ شَهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِينِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَرَوْنَ رَبِّكُمْ عَيَّاناً.

[راجح: ۵۵۴]

صف دیکھو گے۔"

جامع صغير میں امام سیوطی فرماتے ہیں کہ عصر اور مجرکی تخصیص اس لئے کی گئی کہ دیدار الٰہی ان ہی وقوں کے اندازے پر حاصل ہو گا۔

(۵۷۳) ہم سے ہدیہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، انسوں نے کہا کہ ہم سے ابو جہر نے بیان کیا ابو بکر بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، انسوں نے اپنے باپ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں (وقت پر) پڑھیں (مجر اور عصر) تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ابن رجاء نے کہا کہ ہم سے ہمام نے ابو جہر سے بیان کیا کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حدیث کی خبر دی۔ ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، انسوں نے کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو جہر نے بیان کیا ابو بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، انسوں نے اپنے والد سے، انسوں نے نبی کریم ﷺ سے، پہلی حدیث کی طرح۔

مقدمہ یہ ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کیا۔ چونکہ ان اوقات میں اکثر غفلت ہو سکتی ہے اس لئے اس خصوصیت سے ان کا ذکر کیا، عصر کا وقت کاروبار میں انتہائی مشغولیت اور مجرکی وقت میٹھی نیند سونے کا وقت ہے، مگر اللہ والے ان کی خاص طور پر پابندی کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ اس تعلیق سے حضرت امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ابو بکر بن ابی موسیٰ جو اگلی روایت میں مذکور ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں۔ اس تعلیق کو ذہلی نے موصولاً روایت کیا ہے۔

### باب نماز مجرکا وقت

(۵۷۴) ہم سے عمرو بن عاصم نے یہ حدیث بیان کی، کہا ہم سے ہمام نے یہ حدیث بیان کی قادہ سے، انسوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ان لوگوں نے (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کس قدر فاصلہ رہا ہو گا۔ فرمایا کہ جتنا پچاس یا ساتھ آیت پڑھنے میں صرف ہوتا ہے اتنا فاصلہ تھا۔

پچاس یا ساتھ آیتیں پانچ دس منٹ میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سحری دیر سے کھانا مسنون ہے۔ جو لوگ سوریے ہی سحری کھائیتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

(۵۷۶) ہم سے حسن بن صباح نے یہ حدیث بیان کی، انسوں نے

۵۷۴ - حَدَّثَنَا هُدَيْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِيهِ بَكْرٍ بْنِ أَبِيهِ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى الْبَرْزَدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)). وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِيهِ جَرَةَ أَنَّ أَبَابَكْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهَذَا. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِيهِ بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... مِثْلَهُ

### ۲۷ - بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

(۵۷۵) ہم سے حَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتُلُوا إِلَيْهِ الصَّلَاةَ. قُلْتَ: كَمْ يَتَّهِمُهُمْ قَاتُلُوا إِلَيْهِ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ. يَعْنِي آیۃً [طرفة فی : ۱۹۲۱].

روج بن عبادہ سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، انہوں نے قنادہ سے روایت کیا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے محرومی کھاتی، پھر جب وہ محرومی کا فارغ ہوئے تو نماز کے لئے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی محرومی سے فراغت اور نماز کی ابتداء میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

روح حنفی عبادۃ قالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدَ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْنَدَ بْنَ ثَابَتَ تَسْحَرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُخُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَلَّنَا لِأَنْسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُخُورِهِمَا وَذُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً.

[طرفہ فی : ۱۱۳۴].

(۵۷۵) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا اپنے بھائی عبد الحمید بن ابی اویس سے، انہوں نے سلیمان بن بلال سے، انہوں نے ابی حازم سلمہ بن دینار سے کہ انہوں نے سلیمان بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر محرومی کھاتا، پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فخر پانے کے لئے مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی۔

۵۷۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوتِيسِ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سَلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمَ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ : كُنْتُ أَسْخَرُ فِي أَهْلِنِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةً بِيْنَ أَنْ أُذْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

[طرفہ فی : ۱۹۲۰].

(۵۷۸) ہم سے یحییٰ بن کیرنے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں یہ سے خبر دی، انہوں نے عقیل بن خالد سے، انہوں نے ابن شاہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھے عودہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی، کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فخر پڑھنے چاہروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔

۵۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْلَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزَّبِيرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: كُنْ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُلْقَعَاتٍ بِمُرْوُطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بَيْوَهِنَّ حِينَ يَقْضِيَنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرَفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْفَلَقِسِ. [راجع: ۳۷۲]

**لشیخ** امام الدینی احادیث قدس سرہ نے جس قدر احادیث یہاں کی ہیں، ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز صحیح صادق کے طلوع ہونے کے بعد شروع کر دیا کرتے تھے اور ابھی کافی اندر میرا رہ جاتا تھا کہ آپؐ کی نماز ختم ہو جیا کرتی تھی۔ لفظ "فلس" کا یہی مطلب ہے کہ فخر کی نماز آپؐ اندھیرے ہی میں اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہاں ایک دفعہ آپؐ نے اوقات صلوٰۃ کی تعلیم کے لیے فخر کی نماز دیر سے بھی ادا کی ہے تاکہ اس نماز کا بھی اول وقت "فلس" اور آخر وقت "اسفار" معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد یہیشہ آپؐ نے یہ نماز اندھیرے ہی میں ادا فرمائی ہے۔ جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔

عن ابی مسعود الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ الصبح مرہ بغلس ثم صلی مرہ اخیر فاسفرہا ثم کانت صلوٰۃ بعد ذالک التغليس حتی مات ولم یعد الی ان یسفر رواہ ابو داود و رجالة فی سنن ابی داود و رجال الصبح - یعنی ابو مسعود الانصاری یوں شہر سے روایت ہے کہ رسول کرم ﷺ نے ایک وقت نماز فجر فلس (اندھیرے) میں پڑھائی اور پھر ایک مرتبہ اسفار (یعنی اجالے) میں اس کے بعد یہیشہ آپ یہ نماز اندھیرے ہی میں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ پھر کبھی آپ نے اس نماز کو اسفار یعنی اجالے میں نہیں پڑھایا۔

حدیث "عائشہ" کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں:-

والحدیث یدل علی استحباب المبادرة بصلوٰۃ الفجر فی اول الوقت و قد اختلف العلماء فی ذالک فذهب العترة و مالک والشافعی و احمد و اسحاق و ابو ثور و الاوزاعی و داود بن علی و ابو جعفر الطبری و هو المروى عن عمرو عثمان و ابن الزبير و انس و ابی موسی و ابی هریرة الی ان التغليس الفضل و ان الاسفار غير مندوب و حکی هذا القول الحازمی عن بقیة الخلفاء الاربعة و ابن مسعود و ابی مسعود الانصاری و اهل الحجاز و احتجو بالاحادیث المذکورة فی هذا الباب و غيرها و لتصريح ابی مسعود فی الحديث الاتی بانہا کانت صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التغليس حتی مات ولم یعد الی الاسفار (تبلیغ ۲/ ج ۲/ ص ۱۹)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ فجر کی نماز "فلس" یعنی اندھیرے ہی میں افضل ہے۔ اور خلقائے اربعہ اور اکثر آئندہ دین امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق و اہل بیت نبوی اور دیگر مذکورہ علمائے اعلام کا یہی فتوی ہے۔ اور ابو مسعود یوں شہر کی حدیث میں یہ صراحتاً موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر وقت تک فلس ہی میں یہ نماز پڑھائی، چنانچہ مدینہ منورہ اور حرم محترم اور سارے مجاز میں الحمد للہ اہل اسلام کا یہی عمل آج تک موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد یہ شر صحابہ کا اس پر عمل رہا جیسا کہ اہن ماچ میں ہے۔ عن مغیث بن سعی قال صلیت مع عبدالله بن الزیر الصبح بغلس فلما سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ما هذه الصلوٰۃ قال هذه صلوٰۃنا کانت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر فلما طعن عمر اسفربہ عثمان و اسناده صحیح (تحفۃ الاحوزی، ج ۱/ ص ۱۳۲) یعنی مغیث بن کی نایی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زید یعنی شہزادے ساتھ فجر کی نماز فلس میں یعنی اندھیرے میں پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد مقتیلوں میں حضرت عبد اللہ بن عمر یعنی شہزادہ بھی موجود تھے۔ ان سے میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہماری نماز اسی وقت ہوا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو بکر و عمر یعنی شہزادہ زبانوں میں بھی یہ نماز فلس ہی میں ادا کی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت عمر پر نماز فجر میں حملہ کیا گیا تو احتیاطاً حضرت عثمان نے اسے اجالے میں پڑھا۔

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ نماز فجر کا بہترین وقت فلس یعنی اندھیرے ہی میں پڑھنا ہے۔ حنفی کے یہاں اس کے لئے اسفار یعنی اجالے میں پڑھنا بہتر مانا گیا ہے۔ مگر لاکل واغھ کی بنا پر یہ خیال درست نہیں۔

حنفیہ کی دلیل رافع بن خدیج یوں شہر کی وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا قول مذکور ہے کہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کی نماز اجالے میں پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے۔ اس روایت کا یہ مطلب درست نہیں کہ سورج نکلنے کے قریب ہونے پر یہ نماز ادا کرو جیسا کہ آج کل حنفیہ کا عمل ہے۔ اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو امام ترمذی نے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں۔ و قال الشافعی و احمد و اسحاق معنی الاسفار ان یضمن الفجر فلا یشك فیه و لم یروا ان معنی الاسفار تاخیر الصلوٰۃ، یعنی امام شافعی و احمد و اسحاق فرماتے ہیں کہ یہاں اسفار کا مطلب یہ ہے کہ فجر خوب واضح ہو جائے کہ کسی کوشک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ معنی نہیں کہ نماز کو تاخیر کر کے پڑھا جائے (جیسا کہ حنفیہ کا عام معمول ہے) بہت سے ائمہ دین نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ نماز فجر کو اندھیرے میں فلس میں شروع کیا جائے اور قرأت اسی قدر طویل پڑھی جائے کہ سلام پھیرنے کے وقت خوب

اجلا ہو جائے۔ حضرت امام اعظم ابو حیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (تفییم البخاری پارہ ۳ ص ۳۳) حضرت علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ نے اعلام الموقعین میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

**یاد رکھنے کی بات:** یہ کہ یہ اختلاف مذکورہ مغض اولیت و افضلیت میں ہے۔ ورنہ اسے ہر شخص جانتا اور مانتا ہے کہ نماز فجر کا اول وقت مفلس اور آخرت وقت طلوع شمس ہے اور درمیان میں سارے وقت میں یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس تفصیل کے بعد تجربہ ہے ان عوام و خواص برداران احتجاج پر جو کبھی بھی مفلس میں نماز فجر نہیں پڑھتے۔ بلکہ کسی جگہ اگر مفلس میں جماعت نظر آئے تو وہاں سے پڑھے جاتے ہیں، حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی کتنے بھائی نماز فجر اول وقت جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے، اس خیال کی بنا پر کہ یہ ان کا مسلک نہیں ہے۔ یہ عمل اور ایسا ذہن بے حد غلط ہے۔ اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ خود اکابر علمائے احتجاج کے ہاں بعض دفعہ مفلس کا عمل رہا ہے۔

**دیوبند میں نماز فجر مفلس میں:** صاحب تفصیل البخاری دیوبندی فرماتے ہیں کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے، اس میں قائل غور بات یہ ہے کہ تمن پہلی احادیث رمضان کے میانے میں نماز فجر پڑھنے سے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان تینوں میں ہے کہ ہم سحری کھانے کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ رمضان کی ضرورت کی وجہ سے سحری کے بعد فوراً پڑھ لی جاتی رہی ہو کہ سحری کے لئے جو لوگ اٹھے ہیں کہیں درمیان شب کی اس بیداری کے نتیجہ میں وہ غافل نیند نہ سو جائیں۔ اور نماز ہی فوت ہو جائے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں اکابر کے عمد سے اس پر عمل رہا ہے کہ رمضان میں سحر کے فوراً بعد فجر کی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ (تفییم البخاری پارہ ۳ ص ۳۳)

متحم نے یہاں جس احتقال کا ذکر فرمایا ہے اس کی تردید کے لئے حدیث ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کافی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ آخر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نماز فجر کے بارے میں یہی شہ فلس میں پڑھنے کا عمل رہا تھا کہ آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس میں رمضان وغیر رمضان کا کوئی امتیاز نہ تھا۔

بعض اہل علم نے حدیث اسفار کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے اسفار کر لیا جائے، تاکہ اکثر لوگ شریک جماعت ہو سکیں اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لئے ان میں یہ نماز فلس ہی میں ادا کی جائے۔

بہر حال دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ نماز فجر مفلس میں افضل ہے اور اسفار میں جائز ہے۔ اس پر لڑنا، بھگڑنا اور اسے وجہ افراق بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمد خلافت میں عاملوں کو لکھا تھا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھا کرو جب تارے گئے ہوئے آسمان پر صاف نظر آتے ہوں۔ یعنی اول وقت میں پڑھا کرو۔

## باب فجر کی ایک رکعت کا

پانے والا

۲۸ - بَابُ مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ

رَكْعَةٌ

(۵۷۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعی نے بیان کیا امام مالک سے،

انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار اور بسر بن سعید

اور عبدالرحمن بن ہرما عن جعفر سے، ان تینوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

واسطے سے بیان کیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے فجر کی

۵۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ

يَسَارٍ وَعَنْ بُشْرِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَنْ الْأَعْرَجِ

يَحْدُثُونَهُ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج ٹکلنے سے پہلے پالی اس نے فجر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔ اور جس نے عصر کی ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج ڈوبنے سے پہلے پالی، اس نے عصر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

قَالَ: ((مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ الصُّبْحَ، وَمَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الظَّهِيرَةِ قَبْلَ أَنْ تَفْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ الظَّهِيرَةَ)).

[راجع: ۵۵۶]

اب اسے چاہئے کہ باقی نماز بلا تردید پوری کر لے۔ اس کو نمازوں ہی میں ادا کرنے کا ثواب حاصل ہو گا۔

## باب جو کوئی کسی نماز کی ایک رکعت پالے، اس نے وہ نماز پالی

(۵۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابن شاہب سے، انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایک رکعت نماز (باجماعت) پالی اس نے نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَذْرَكَ الصَّلَاةَ)).

[راجع: ۵۵۶]

تَشْبِيهُ اگلا باب فجر اور عصر کی نمازوں سے خاص تھا اور یہ باب ہر نماز کو شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز کی ایک رکعت بھی وقت گذرنے سے پہلے مل گئی تو گویا اسے ساری نمازوں میں اس کی یہ نماز ادا ہی مانی جائے گی قضاۓ مالی جائے گی۔ امام نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے پس وہ نماز اپنی نماز پوری کر لے، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی نماز کا وقت ایک رکعت پڑھنے تک کا باقی ہو اور اس وقت کوئی کافر مسلمان ہو جائے یا کوئی لڑکا بالغ ہو جائے یا کوئی دیوانہ ہوش میں آجائے یا حائضہ پاک ہو جائے تو اس نماز کا پڑھنا اس کے اوپر فرض ہو گا۔

## باب اس بیان میں کہ صحیح کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے

(۵۸۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام و ستوانی نے بیان کیا، انہوں نے قباہ بن دعامہ سے، انہوں نے ابوالعلیہ رفع سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، فرمایا کہ میرے سامنے چند معتبر حضرات نے گواہی دی، جن میں سب سے زیادہ محترم میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، کہ نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز

۳۰ - بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى  
تَرْفَعَ الشَّمْسُ

۵۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((شَهَدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ، وَأَرَضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ، أَنَّ النَّبِيَّ قَدْرًا نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَسْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الظَّهِيرَةِ حَتَّى

پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۵۸۱) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ سے انہوں نے قادہ سے کہ میں نے ابوالعلیہ سے نہ، وہ ابن عباس میثاق سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے چند لوگوں نے یہ حدیث بیان کی۔ (جو اور ذکر ہوئی)

(۵۸۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد عروہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن عمر میثاق نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کے لئے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھ رہو۔

(۵۸۳) حضرت عروہ نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن عمر میثاق نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا اوپر کا کنارہ طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ اور جب سورج ڈوبنے لگے اس وقت بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ اس حدیث کو یحییٰ بن سعید قطان کے ساتھ عبدہ بن سلیمان نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵۸۴) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے ابی اسامہ کے داسٹے سے بیان کیا۔ انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے، انہوں نے خبیب بن عبد الرحمن سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی خرید و فروخت اور دو طرح کے لباس اور دو وقوف کی نمازوں سے منع فرمایا۔ آپ نے نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا (اور کپڑوں میں) اشتغال صماء یعنی ایک کپڑا اپنے اوپر اس طرح پیش لیتا کہ شرم گاہ کھل جائے۔ اور (اجتناء) یعنی ایک کپڑے میں گوٹ مار کر

تغرب۔

حدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ قَفَادَةَ سَمِعَتْ أَبَا الْفَالَّيْهِ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهَذَا.

۵۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدِّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبْنُ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَحْرُوْا بِصَلَاتِكُمْ طَلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا)).

[اطرافہ فی : ۱۱۹۲، ۵۸۹، ۱۶۲۹، ۳۲۷۳] .

۵۸۳ - وَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْفَعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغْبَرَ)). تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

[طرفة فی : ۳۲۷۲] .

۵۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْيَضُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِيهِ أَسَمَّةً عَنْ عَبْيَضِ اللَّهِ عَنْ خَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، نَهَى عَنْ بَيْعِينِ، وَعَنْ لِبَسَيْنِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ: نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْفَصْرِ حَتَّى تَغْبَرَ الشَّمْسُ. وَعَنِ الْشَّمَالِ الصَّمَاءِ، وَعَنِ الْإِخْبَاءِ فِي ثُوبٍ وَاحِدٍ يَفْضَلُ بِفَرْجِهِ

إِلَى السَّمَاءِ وَعَنِ الْمَتَابِدَةِ، وَ بَيْتُهُ سَمْنَعٌ فَرِمِيَا. (أو خرید و فروخت میں) آپؐ نے منازہ اور ملامسہ المُلَامِسَةَ. [راجع: ۳۶۸]

**لشیخ** دن اور رات میں کچھ وقت ایسے ہیں جن میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپر میں اور عصر کی نماز کے بعد غروب شش تک اور ٹھیر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک۔ ہاں اگر کوئی فرض نماز قضا ہو گئی ہو اس کا پڑھ لیتا جائز ہے۔ اور ٹھیر کی منیش بھی اگر نماز سے پہلے نہ پڑھی جاسکی ہوں تو ان کو بھی بعد جماعت فرض پڑھا جا سکتا ہے۔ جو لوگ جماعت ہوتے ہوئے ٹھیر کی سنت پڑھتے رہتے ہیں وہ حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔

دو لاہوں سے مراد ایک اشتھال صماء ہے یعنی ایک کپڑے کا سارے بدن پر اس طرح پیٹ لیتا کہ ہاتھ وغیرہ کچھ باہر نہ کل سکیں۔ اور اجباء ایک کپڑے میں گوٹ مار کر اس طرح بیٹھنا کہ پاؤں پیٹ سے الگ ہوں اور شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔ دو خرید و فروخت میں اول پیغ منازہ یہ ہے کہ مشتری یا باائع جب اپنا کپڑا اس پر پھینک دے تو وہ پیغ لازم ہو جائے اور پیغ ملامسہ یہ کہ مشتری کا یا مشتری باائع کا کپڑا چھوٹے تو پیغ پوری ہو جائے۔ اسلام نے ان سب کو بند کر دیا۔

### بابُ لَا يَتَخَرَّى الصَّلَاةَ قَبْلَ نَمَازِهِ پُرُضًا۔

(۵۸۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنسی نے بیان کیا کہ کہا ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہوں نے ابن عمر بن شوہر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے انتظار میں نہ بیٹھا رہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح سورج کے ڈوبنے کے انتظار میں بھی نہ رہنا چاہئے۔

(۵۸۶) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے صالح سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے ابن شاہب سے، انہوں نے کما مجھ سے عطاء بن زید جندی لیشی نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری بن شوہر سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنایا۔ آپؐ فرمرا ہے تھے کہ ٹھیر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھی جائے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

### غُرُوبُ الشَّمْسِ

۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِي عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَتَخَرَّى أَحَدُكُمْ فِي صَلَوةٍ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا)). [راجع: ۵۸۲]

۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجَنْدِعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهَا سَعِيدَ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصَّبْحِ حَتَّى تَرْتَفَعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْنِبَ الشَّمْسُ)).

[اطرافہ فی : ۱۱۸۸، ۱۱۹۷، ۱۱۹۷، ۱۸۶۴] .

. [۱۹۹۵، ۱۹۹۲]

(۵۸۷) ہم سے محمد بن ابیان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی ابوالتیاح یزید بن حمید سے، کما کہ میں نے حمran بن ابیان سے سن، وہ معاویہ بن ابی سفیان پیش کیا ہے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ تو ایک ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے کبھی آپ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ نے تو اس سے منع فرمایا تھا۔ حضرت معاویہؓ کی مراد عصر کے بعد دور کر عتوں سے تھی۔ (جسے آپ کے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے)

امام علیؑ کی روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ہم کو خطبہ سنایا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شاید حضرت معاویہؓ نے عصر کے بعد دو سنتوں کو منع کیا۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت سے ان کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر آپ ان کو مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اکثر علماء نے اسے خصوصیات نبوی میں شمار کیا ہے، جیسا وصال کاروزہ آپ رکھتے تھے اور امت کے لئے منع فرمایا۔ اسی طرح امت کے لئے عصر کے بعد نقل نمازوں کی اجازت نہیں ہے۔

(۵۸۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عبده نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ سے خبر دی، انہوں نے خبیب سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

باب اس شخص کی دلیل جس نے فقط عصر اور فجر کے بعد نماز کو مکروہ رکھا ہے۔

اس کو حضرت عمر، ابن عمر، ابو سعید اور ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم نے بیان کیا

(۵۸۹) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کما ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر پیش کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ کسی کو روکتا نہیں۔ دن اور رات کے جس حصہ میں جی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۵۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي دَعْوَةَ حَدَّثَنَا غَنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِي التِّيَاحِ قَالَ: سَمِعْتَ حَمْرَانَ بْنَ أَبِي دَعْوَةَ يَحْدُثُ عَنْ مَعَاوِيَةَ قَالَ: ((إِنْكُمْ لَتَصْلُونَ صَلَةً لَقَدْ صَحَّنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَا رَأَيْنَا يُصْلِيهِمَا). وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا)) یعنی الرُّكْعَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

[طرفة فی : ۳۷۶۶].

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ عَنْ حَبِيبِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرِبَ الشَّمْسُ)). [راجع: ۳۶۸]

۳۲ - بَابُ مَنْ لَمْ يَكُرِهِ الصَّلَاةَ إِلَّا

بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

رَوَاهُ عَمْرٌ، وَابْنُ عَمْرٍ، وَأَبْوَ سَعِيدٍ، وَأَبْوَ هُرَيْرَةَ.

۵۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبْيَوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عَمْرٍ قَالَ: أَصْنَلَيْ كَمَا رَأَيْتَ أَصْنَحَابِي بَصَلُونَ. لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصْنَلِي بِلَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ مَا شَاءَ. غَيْرَ أَنْ لَا تَحْرُوا طَلْوَعَ

الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا۔ [راجع: ۵۸۲]  
عین زوال کے وقت بھی نماز پڑھنے کی مماغت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام تخاری رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسی روایت اس باب میں نہیں ملی جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

### ٣٣۔ بَابُ مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ نَمَازٍ وَغَيْرِهِ وَپَرْهَنَا

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتات پڑھیں، پھر فرمایا کہ بنو عبد القیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتا تھا۔

چنانچہ ان کو آپ نے بعد عصر ادا فرمایا۔ پھر آپؐ گھر میں ان کو ادا کرتے ہی رہے۔ اور یہ آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے، امت کے لئے یہ منع ہے۔ مگر قسطلانی نے کہا کہ محدثین نے اس سے دلیل لی ہے کہ فوت شدہ نوافل کا عصر کے بعد پڑھنا بھی درست ہے۔ حضرت امام تخاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۵۹۰) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہ کما ہم سے عبد الواحد بن ایکن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ ایکن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! جس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں بلا لیا۔ آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتات کو کبھی ترک نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آپؐ اللہ پاک سے جاتے۔ اور آپؐ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔ پھر اکثر آپؐ بینہ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ نہیں پوری پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو، انہیں آپؐ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپؐ کو اپنی امت کا ہلکا رکھنا پسند تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز آپؐ کی خصوصیات میں داخل تھی۔

(۵۹۱) ہم سے مسدود بن مسدد نے بیان کیا، کما ہم سے یحیی قسطلان نے بیان کیا، کما ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی، کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میرے بھائیجے! نبی کریم

### الفوائد وَنَحوُهَا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: صَلَّى النَّبِيُّ  
ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ: ((شَفَلَنِي  
نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْفَقِيرِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ  
الظَّهَرِ)).

حدَّثَنَا أَبُو نُعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْهُ  
الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ  
سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ مَا  
تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ، وَمَا لَقِيَ اللَّهَ  
تَعَالَى حَتَّى نَقَلَ عَنِ الصَّلَاةِ، وَكَانَ يُصَلِّي  
كَثِيرًا مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا - تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ  
بَعْدَ الْعَصْرِ - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا،  
وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَعَافَةً أَنْ يُنْقَلِّ  
عَلَى أَمْيَهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.  
[اطرافہ فی: ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۱۶۳۱].

حدَّثَنَا مُسْدُدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى  
قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ  
قَالَتْ عَائِشَةُ : ابْنُ أَخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ

اللہ تعالیٰ نے عصر کے بعد کی دو رکعات میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ.

[راجع: ۵۹۰]

لیکن آپ گھر تشریف لا کر ضرور ان کو پڑھ لیا کرتے تھے، اور یہ عمل آپ کے ساتھ خاص تھا۔

(۵۹۲) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبانی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرحمن بن اسود نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ تعالیٰ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے، صبح کی نماز سے پہلے دو رکعات اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعات۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ يَدْعُهُمَا سِرًا وَلَا عَلَانِيَةً: رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَةِ الصَّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [راجع: ۵۹۰]

(۵۹۳) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے بیان کیا، کہا کہ ہم نے اسود بن یزید اور مسروق بن اجدع کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس کہنے پر گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ جب بھی میرے گھر میں عصر کے بعد تشریف لائے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

مگر امت کے لئے آپ نے عصر کے بعد نقل نمازوں سے منع فرمایا۔

باب ابر کے دنوں میں نماز کے لئے جلدی کرنا (یعنی سوریے پڑھنا)

۳۴ - بَابُ التَّبَكِيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

(۵۹۳) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بھی بن ابی کثیر سے بیان کیا، وہ قلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو الحسن عاصم بن اسامہ ہذلی نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم ابر کے دن ایک مرتبہ بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ صحابی کے ساتھ تھے، انہوں نے فرمایا کہ نماز سوریے پڑھا کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اکارت ہو گیا۔

۵۹۴ - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى - هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيْعَ حَدَّثَنِي قَالَ: كَتَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمِ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ: بَكْرُوا بِالصَّلَاةِ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: (مَنْ تَرَكَ صَلَةَ الْعَصْرِ حَبَطَ عَمَلُهُ). [راجع: ۵۹۵]

یعنی اس کے اعمال خیر کا ثواب مٹ گیا۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث نقل کر کے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے اسماعیل نے نکلا ہے اور جس میں صاف یوں ہے کہ ابر کے دن نماز سوریے پڑھ لو۔ کیونکہ جس نے عصر کی

نماز چھوڑی۔ اس کے سارے نیک اعمال برہاد ہو گئے۔ حضرت امام کی عادت ہے کہ وہ باب نبی اس حدیث پر لاتے ہیں۔ جس سے آپ کا مقصد دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ جس کو آپ نے میان نہیں فرمایا۔

### باب وقت نکل جانے کے بعد نماز پڑھتے وقت اذان دینا۔

(۵۹۵) ہم سے عمران بن میسر نے روایت کیا، کہا ہم سے محمد بن فضیل نے میان کیا، کہا کہ ہم سے حصین بن عبدالرحمن نے عبد اللہ بن ابی قحافة سے، انہوں نے اپنے باپ سے، کہا ہم (خیر سے لوٹ کر نبی کرم ﷺ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضور ﷺ! آپ اب پڑا ڈال دیتے تو ہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہیں نماز کے وقت بھی تم سوتے نہ رہ جاؤ۔ اس پر حضرت بلاں ہو لے کہ میں آپ سب لوگوں کو جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے۔ اور حضرت بلاں نے بھی اپنی پیٹھ کجاؤہ سے لگائی۔ اور ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ اور جب نبی کرم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کے اوپر کا حصہ نکل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا بلاں! تو نے کیا کہا تھا۔ وہ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ پھر رسول کرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ارواح کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے۔ اے بلاں! اٹھو! اور اذان دے۔ پھر آپ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو کر روش ہو گیا تو آپ گھرے ہوئے اور نماز پڑھائی۔

**تشریح** اس حدیث شریف سے قضاء نماز کے لئے اذان دینا ثابت ہوا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قدیم قول یہی ہے۔ اور یہی مذهب ہے امام احمد و ابو ثور اور ابن منذر کا۔ اور الحدیث کے نزدیک جس نماز سے آدمی سو جائے یا بھول جائے پھر جاگے یا یاد آئے۔ اور اس کو پڑھ لے تو وہ ادا ہو گی نہ کہ قضاۓ۔ کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس کا وقت وہی ہے جب آدمی جاکا یا اس کو یاد آئی۔ (مولانا وجید الزیماں مرحوم)

باب اس کے بارے میں جس نے وقت نکل جانے کے بعد  
قضاء نماز لوگوں کے ساتھ جماعت سے پڑھی۔

(۵۹۶) ہم سے معاذ بن فضال نے حدیث نقل کی، انہوں نے کہا ہم

### الوقت

(۵۹۵) - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَحَافَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: لَوْ عَرَسْنَا بِنَا يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ)). قَالَ بِلَالٌ: أَنَا أُوقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا، وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهِيرَةً إِلَى رَاحِلَيْهِ فَفَلَّبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ: ((يَا بِلَالَ أَينَ مَا قُلْتَ؟)) قَالَ: مَا قُلْتَ عَلَيْيَ نَوْمَةً مِثْلُهَا قَطُّ. قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ قَبضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ). يَا بِلَالَ قُمْ فَادْنِ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ)). فَتَوَضَّأَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ الشَّمْسُ وَأَيْضًا قَامَ فَصَلَّى.

[طرفة فی : ۷۴۷۱]

(۳۶) - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

(۵۹۶) - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ:

سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، انہوں نے مجھی بن ابی کثیر سے روایت کیا، انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عطا سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر (ایک مرتبہ) سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور وہ کفار قریش کو برا بھلا کہ رہے تھے۔ اور آپ نے کماکہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سورج غروب ہو گیا، اور نماز عصر پڑھنا میرے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ اس پر رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں نے بھی نہیں پڑھی۔ پھر ہم وادی بطحان میں گئے۔ اور آپ نے وہاں نماز کے لئے وضوء کیا، ہم نے بھی وضوبنایا۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ پسلے آپ نے عصر پڑھائی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

حدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسْبُبَ كَفَارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَدْتَ أَصْلَى النَّصْرَ حَتَّىٰ كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرِبُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَاللَّهُ مَا صَلَّيْتُهَا)). فَقَمَنَا إِلَى بَطْحَانَ فَتوَضَّأْنَا لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهُ، (فَصَلَّى النَّصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبِ). [اطرافہ فی: ۵۹۸، ۶۴۱، ۹۴۵، ۴۱۱۲]

**لشیخ** جگ خندق یا جگ احزاب ۵۵ میں ہوئی۔ تفصیل ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت میں گویہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ مگر آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ لوگوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے۔ لذای نماز بھی آپ نے جماعت ہی سے پڑھی ہو گی۔ اور اساعیلی کی روایت میں صاف یوں ذکر ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- (قوله ما کدلت لفظه کاد من الفعال المقاربة فإذا قلت کاد زید یقوم فهم منه انه قارب القيام ولم یقم كما تقرر في النحو والحديث يدل على وجوب قضاء الصلوة المتراوحة بعد الاشتغال بالقتال وقد وقع الخلاف في سبب ترك النبي صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابه لهذه الصلوة فقيل تركوها نسيانا وقيل شغلوا فلم يتمكنوا وهو الاقرب كما قال الحافظ وفي سنن النسائي عن ابی سعید ان ذالک قيل ان ينزل الله في صلوة الخوف فرجلا او ركبانا وسيأتي الحديث وقد استدل بهذا الحديث على وجوب الترتيب بين الفوائت المقضية والموددة الخ (نبی الاول طارج ۲۷ ص ۳۱)

(یعنی لفظ کاد افعال مقاربہ سے ہے۔ جب تم کاد زید یقوم (یعنی زید قریب ہوا کہ کھڑا ہو) بولو گے تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زید کھڑے ہونے کے قریب تو ہوا مگر کھڑا نہ ہو سکا جیسا کہ نحی میں قاعدہ مقرر ہے۔ پس روایت میں حضرت عمر بن الخطاب کے بیان کا مقصد یہ کہ نماز عصر کے لئے انہوں نے آخر وقت تک کوشش کی مگر وہ ادا نہ کر سکے۔

حضرت مولانا وحید الزمال مرحوم کے ترجمہ میں نقی کی جگہ اباثت ہے کہ آخر وقت میں انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ مگر امام شوکانی کی وضاحت اور حدیث کاسیاق و سباق بتلارہا ہے کہ نقی یعنی کا ترجمہ درست ہے کہ وہ نماز عصر ادا نہ کر سکے تھے۔ اسی لئے وہ خود فرمारہے ہیں کہ فتوپڑاء للصلوۃ و توضاء نالھا کہ آپ نے بھی وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضوء کیا۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ جو نمازیں جگ و جادو کی مشغولیت یا اور کسی شرعی وجہ سے چھوٹ جائیں ان کی قضاۓ واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ نماز کیوں ترک ہوئیں۔ بعض بھول چوک کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اور بعض کا

بیان ہے کہ جنگ کی تیزی اور مصروفیت کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔ اور ناسیٰ میں حضرت ابو سعید بن عثیمین کی روایت میں ہے کہ یہ صلوٰۃ خوف کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب کہ حکم تھا کہ حالت جنگ میں پیدل یا سوار جس طرح بھی مکن ہو نماز ادا کری جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فوت ہونے والی نمازوں کو ترتیب کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

**باب جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اس وقت پڑھ لے۔ اور فقط وہی نماز پڑھے اور ابراہیم نجحی نے کماجو شخص میں سال تک ایک نماز چھوڑ دے تو فقط وہی ایک نماز پڑھ لے۔**

۳۷- بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصَّلْ إِذَا ذَكَرَهَا، وَلَا يُعِنِّدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةُ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَاحِدَةً عِشْرِينَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةُ الْوَاحِدَةُ۔

(۵۹۷) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن سیحی نے قادہ سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک بن عثیمین سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آجائے اس کو پڑھ لے۔ اس قضاء کے سوا اور کوئی کفارہ اس کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اور (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) نماز میرے یاد آنے پر قائم کر موسیٰ نے کہا کہ ہم سے ہمام نے حدیث بیان کی کہ میں نے قادہ سے شاوه یوں پڑھتے تھے نماز پڑھ میری یاد کے لئے۔ حبان بن ہلال نے کہا، ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے قادہ نے، کہا ہم سے انس نے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، پھر ایسی ہی حدیث بیان کی۔

اس سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ قضاۓ شدہ نماز دوبار پڑھے، ایک بار جب یاد آئے اور دوسری بار دوسرے دن اس کے وقت پڑھے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے آیت شریفہ («وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي») اس لئے تلاوت فرمائی کہ قضاۓ نماز جب بھی یاد آجائے اس کا وہی وقت ہے۔ اسی وقت اسے پڑھ لیا جائے۔ شارحین لکھتے ہیں فی الاية وجہ من المعانی اقربها مناسبہ بذالک الحدیث ان یقال اقم الصلوٰۃ وقت ذکرها فان ذکر الصلوٰۃ هو ذکر الله تعالیٰ او یقدر المضاف فیقال اقم الصلوٰۃ وقت ذکر صلوٰۃ یعنی نماز یاد آنے کے وقت پر قائم کرو۔

**باب اگر کئی نمازیں قضاۓ ہو جائیں تو ان کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا**

۵۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصَّلْ إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَارَةَ لَهَا إِلَّا ذِلْكَ: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي)). قَالَ مُوسَى قَالَ هَمَّامٌ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدَ: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي). وَقَالَ حَبَّانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَحْوَهُ۔

۳۸- بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُولَى فَالْأُولَى

(۵۹۸) ہم سے مدد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے بھی بن سعید قطان نے، کما کہ ہم سے ہشام دستوائی نے حدیث بیان کی، کما کہ ہم سے بھی نے جوابی کشیر کے بیٹے ہیں حدیث بیان کی ابو سلمہ سے، انہوں نے جابرؓ سے، انہوں نے فرمایا کہ عمر بن شہزادہ غزوہ خندق کے موقع پر (ایک دن) کفار کو برابھلانہ گئے۔ فرمایا کہ سورج غروب ہو گیا، لیکن میں (لڑائی کی وجہ سے) نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ پھر، ہم وادی بطحان کی طرف گئے۔ اور آپؓ نے عصر کی نماز غروب شش کے بعد پڑھی اس کے بعد مغرب پڑھی۔

[راجع: ۵۹۶] حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آپؓ نے پہلے عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کی۔ ثابت ہوا کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا خیال ضروری ہے۔

### باب عشاء کی نماز کے بعد سر لعینی دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے

سامر کا لفظ جو قرآن میں ہے سمری سے نکلا ہے۔ اس کی جمع سمار ہے اور لفظ سامر اس آیت میں جمع کے معنی میں ہے۔ سمرا صل میں چاند کی روشنی کو کہتے ہیں، اہل عرب چاندنی راتوں میں گپ شپ کیا کرتے تھے۔

سورہ مومنون میں یہ آیت ہے۔ «مستکبرین بہ سامر انہیں گوئی تم ہماری آتوں پر اکڑ کے بے ہودہ بکواس کیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہ عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ قرآن شریف کا آجائے تو اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔» (۵۹۹) ہم سے مدد بن مسجد نے بیان کیا، کما ہم سے بھی بن سعید قطان نے، کما ہم سے عوف اعرابی نے، کما کہ ہم سے ابو المنال سیار بن سلامہ نے، انہوں نے کما کہ میں اپنے باپ سلامہ کے ساتھ ابو بزرگ اسلی بن شعبہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے میرے والد صاحب نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کن کن اوّقات میں) پڑھتے تھے۔ ہم سے اس کے بارے میں بیان فرمائے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپؓ ہمیر (ظرف) ہے تم صلوٰۃ اوّلیٰ کہتے ہو سورج ڈھلتے ہی پڑھتے تھے۔ اور آپؓ کے عصر پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص اپنے گھر واپس ہوتا اور وہ بھی نمیہنہ کے سب سے آخری کنارہ پر تو

۵۹۸ - حدّثنا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْتَىٰ  
عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْتَىٰ - هُوَ أَنْ  
أَبِي كَثِيرٍ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَاهِرٍ قَالَ:  
جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخِنْدَقِ يَسْبُّ كَفَارَهُمْ  
فَقَالَ: يَا مَا كَذَّتْ أَصْلَى الْغَصْرَ حَتَّىٰ  
غَرَبَتْ. قَالَ: فَنَزَّلْنَا بُطْحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا  
غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ آپؓ نے پہلے عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کی۔ ثابت ہوا کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کا خیال ضروری ہے۔

### ۳۹ - بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

السَّمَرٌ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ  
السامر والجمع السُّمَار و السامرو ههنا في  
موقع الجمع و أصل السمر ضلولون  
القمر و كانوا يتحدثون فيه.

حرفت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہ عادت ہے کہ حدیث میں کوئی لفظ قرآن شریف کا آجائے تو اس کی تفسیر بھی ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔

۵۹۹ - حدّثنا مُسْدَدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْتَىٰ  
قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو  
الْمِنَاهَلَ قَالَ: (انْطَلَقَتْ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي  
بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: حَدَّثَنَا كَيْفَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْلَى الْمَكْتُوبَةَ؟  
قَالَ: كَانَ يَصْلَى الْهَجِيرَ - وَهِيَ الْيَ  
تَذَغُونَهَا الْأُولَىٰ - جِينَ تَذَخَّضُ الشَّمْسُ،  
وَيَصْلَى الْغَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا إِلَى أَهْلِهِ  
فِي أَفْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةً.

سورج ابھی صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں آپ نے جو کچھ بتایا مجھے یاد نہیں رہا۔ اور فرمایا کہ عشاء میں آپ تاخیر پسند فرماتے تھے۔ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ صحیح کی نماز سے جب آپ فارغ ہوتے تو ہم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان لیتے۔ آپ فجر میں سائھ سے سو تک آتیں پڑھتے تھے۔

### باب اس بارے میں کہ مسئلے مسائل کی باتیں اور نیک باتیں عشاء کے بعد بھی کرنا درست ہے

(۴۰۰) ہم سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو علی عبید اللہ حنفی نے، کہا ہم سے قرہ بن خالد سدوی نے، انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بڑی دیر کی۔ اور ہم آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب ان کے اٹھنے کا وقت قریب ہو گیا تو آپ آئے اور (بطور معدتر) فرمایا کہ میرے ان بڑو سیوں نے مجھے بلا یا تھا (اس لئے دیر ہو گئی) پھر بتایا کہ انس بن مالک بن بشیر نے کہا تھا کہ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدمی رات ہو گئی تو آپ تشریف لائے، پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ دیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ دوسروں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے۔ لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہو گیا نماز ہی کی حالت میں رہے ہو۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر لوگ کسی خیر کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو وہ بھی خیر کی حالت ہی میں ہیں۔ قرہ بن خالد نے کہ حسن کا یہ قول بھی حضرت انس بن بشیر کی حدیث کا ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

**تشریح** ترمذی نے حضرت عمر بن بشیر کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر بن بشیر رات میں مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اور میں بھی اس میں شریک رہتا تھا۔ یعنی اگرچہ عام حالات میں عشاء کے بعد سو بجتا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی کار خیر پیش آجائے یا علی و دینی کوئی کام کرنا ہو تو عشاء کے بعد جائے میں بشرطیکہ صحیح کی نماز چھوٹنے کا نظرہ نہ ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات میں تعلیم کے لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے لیکن آج آنے میں دیر کی اور اس وقت آئے جب یہ تعلیمی مجلس حسب معمول ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ حضرت حسنؓ نے اس کے بعد لوگوں کو فصیحت کی

وَسَيِّئَتْ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يَؤْخُرَ الْعِشَاءَ。 قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا。 وَكَانَ يُنْفَعِلُ مِنْ صَلَةِ الْفَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدَنَا جَلِيلَةً، وَيَقْرَأُ مِنَ السَّيِّئَاتِ إِلَى الْمَائِةِ۔

[راجع: ۱۰۰]

### ٤ - بَابُ السَّمْرِ فِي الْفَهَّامِ بَعْدِ الْعِشَاءِ

٦٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَاحِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلَيِّ الْحَنْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: اتَّنْظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتَّى قَرِبَنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ، فَجَاءَهُ فَقَالَ: دَعَانَا جَرَانُنَا هَؤُلَاءِ。 ثُمَّ قَالَ: قَالَ أَنَّسُ: نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةَ حَتَّى كَانَ شَطْرُ الْلَّيْلِ يَنْلَعُ، فَجَاءَهُ فَصَلَّى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَوْا ثُمَّ رَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَنْزَلُوا فِي صَلَةِ مَا انتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَّالُونَ بِخَيْرٍ مَا انتَظَرُوا الْخَيْرِ)). قَالَ قُرْبَةُ: هُوَ مِنْ حَدِيثِ أَنَّسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ۵۷۲]

اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ دیر میں نماز پڑھائی اور یہ فرمایا۔ یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ پہلے بھی گزر چکی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد دن اور بھلائی کی پاتیں کرنا منوع نہیں ہے۔

(۴۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں  
شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھ سے سالم بن  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر بن ابی حشمہ نے حدیث بیان کی کہ  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی  
اپنی زندگی کے آخری زمانے میں۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے  
ہوئے اور فرمایا کہ اس رات کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے؟ آج  
اس روئے زمین پر جتنے انسان زندہ ہیں۔ سوال بعد ان میں سے کوئی  
بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگوں نے آخر حضور ﷺ کا کلام سمجھنے میں غلطی  
کی اور مختلف باشیں کرنے لگے۔ (ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سو  
برس بعد قیامت آئے گی) حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو  
لوگ آج (اس گفتگو کے وقت) زمین پر بنتے ہیں۔ ان میں سے کوئی  
بھی آج سے ایک صدی بعد باقی نہیں رہے گا۔ آپ کا مطلب یہ تھا  
کہ سوراں (میں) سے قرن گذر جائے گا۔

٦٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ : أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُوبَكْرِ بْنِ أَبِي حَمْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ((أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَا يَبْقَى مِنْهُ هُوَ الْيَوْمُ عَلَى ظَهَرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ)). لَوْهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ. وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا يَبْقَى مِنْهُ هُوَ الْيَوْمُ عَلَى ظَهَرِ الْأَرْضِ)). يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرُمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ.

[راجع: ١٦]

**لشیخ** سب سے آخر میں انتقال کرنے والے صحابی ابو الظفیل عامر بن وائلہ بن شتر ہیں۔ اور ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے ٹھیک سو سال بعد۔ کچھ لوگوں نے اس حدیث کو سن کر یہ سمجھ لیا تھا کہ سو سال بعد قیامت آجائے گی۔ حالانکہ حدیث بنوی کا مثناع یہ نہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ سو برس گزرنے پر ایک دوسری نسل وجود میں آئی ہو گی۔ اور موجودہ نسل ختم ہو پچی ہو گی۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب اپنی یوں یا مہمان سے رات کو (عشاء کے بعد) گفتگو  
کرنا۔

(۲۰۳) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے معتبر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان بن طرخان نے، کما کہ ہم سے ابو عثمان نہدی نے عبد الرحمن بن الی بکری پیش کیا ہے حدیث بیان کی کہ اصحاب صفة نادار مسکین لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے گھر میں دو آدمیوں کا لکھانا ہو تو وہ تیرے

٤١ - بَابُ السَّمَرِ مَعَ الْأَهْلِ

٦٠٢ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْقِمُ بْنُ سَلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَزْنَى عَبْدَ الرَّحْمَنَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ أَصْنَابَ الْأَصْفَهَةِ كَانُوا أَنَّاسًا فُقَرَاءً، وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ

(اصحاب صفة میں سے کسی) کو اپنے ساتھ لیتا جائے۔ اور جس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ پانچوں یا چھٹے آدمی کو سائبان والوں میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔ پس ابو بکر بن شریعت تین آدمی اپنے ساتھ لائے۔ اور نبی کریم ﷺ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر عثیۃ بن شنا نے بیان کیا کہ گھر کے افراد میں اس وقت باپ، ماں اور میں تھا۔ ابو عثمان راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ عبدالرحمن بن ابی بکر نے یہ کہلایا نہیں کہ میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابو بکر بن شریعت دونوں کے گھر کے لئے تھا یہ بھی تھے۔ خیر ابو بکر بن شریعت نبی کریم ﷺ کے یہاں ٹھہر گئے۔ (اور غالباً کھانا بھی وہیں کھلایا۔ صورت یہ ہوئی کہ) نماز عشاء تک وہیں رہے۔ پھر (مسجد سے) نبی کریم ﷺ کے جگہ مبارک میں آئے اور وہیں ٹھہر رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کھانا کھالیا۔ اور رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی (ام رومان) نے کہا کہ کیا بات پیش آئی کہ مہمانوں کی خوبی آپ نے نہ لی، یا یہ کہا کہ مہمان کی خبر نہیں۔ آپ نے پوچھا، کیا تم نے ابھی انہیں رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ ام رومان نے کہا کہ میں کیا کروں آپ کے آنے تک انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ کھانے کے لئے ان سے کما گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر عثیۃ بن شنا نے بیان کیا کہ میں ڈر کر کچھ پ گیا۔ ابو بکر بن شریعت نے پکارا اے غتر! (یعنی اوپا جی) آپ نے بر اجلا کما اور کوئے دیئے۔ فرمایا کہ کھاؤ تمہیں مبارک نہ ہو! خدا کی قسم! میں اس کھانے کو بھی نہیں کھاؤں گا۔ (آخر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا) (عبدالرحمن بن شریعت نے کہا) خدا گواہ ہے کہ ہم اور ہر ایک لقمہ لیتے تھے اور نیچے سے پسلے سے بھی زیادہ کھانا ہو جاتا تھا۔ بیان کیا کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے۔ اور کھانا پسلے سے بھی زیادہ نیچ گیا۔ ابو بکر بن شریعت نے دیکھا تو کھانا پسلے ہی اتنا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اپنی بیوی سے بولے۔ بن فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یہ تو پسلے سے تین گنا ہے۔ پھر ابو بکر بن شریعت نے بھی وہ کھانا

الْتِنِ فَلَيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَإِنْ أُرْتَعِ فَخَامِسٌ  
أَوْ سَادِسٌ)). وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَالِثَةَ  
وَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَشْرَةَ. قَالَ: فَهُوَ أَنَا  
وَأَبِي وَأُمِّي - فَلَا أَذْرِي قَالَ: وَأَمْرَأَتِي -  
وَخَادِمَ بَيْتَنَا وَبَيْنَ بَيْتَنِي أَبِي بَكْرٍ. وَإِنْ أَبَا  
بَكْرٍ تَعْشَى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لَبَثَ حَيْثُ  
صَلَّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى  
تَعْشَى النَّبِيُّ ﷺ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنْ  
اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ . قَالَ لَهُ أَمْرَأَتُهُ : وَمَا  
حَبِسْكَ عَنْ أَضْيَاكَ - أَوْ قَالَتْ  
ضَيْفِكَ - قَالَ: أَوْ مَا عَشَيْتُهُمْ؟ قَالَتْ:  
أَبُوا حَتَّى تَعْجِيَ، فَلَذِ عَرِضُوا فَأَبَوَا. قَالَ:  
فَدَهْبَتْ أَنَا فَأَخْتَبَتْ. فَقَالَ: يَا غُشْرَ -  
وَجَدَعَ وَسَبَ - وَقَالَ: كُلُّوا لَا هَيْنَا  
لَكُمْ. فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُمْ أَبْدًا. وَأَيْمُ  
اللَّهُ، مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَّا مِنْ  
أَسْفَلَهَا أَكْثَرَ مِنْهَا. قَالَ : حَتَّى شَبَّعُوا،  
وَصَارَتْ أَكْثَرُ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ  
إِلَيْهَا أَبُوبَكْرٍ فَلَذِا هِيَ أَكْثَرُ.  
فَقَالَ لِأَمْرَأِهِ: يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا؟  
قَالَتْ: لَا وَقَرْءَةَ عَنِي، لَهُمْ الْآنَ أَكْثَرُ  
مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَالِثَ مِرَارٍ. فَأَكَلَ مِنْهَا  
أَبُوبَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ  
الشَّيْطَانَ - يَعْنِي يَمِينَهُ - ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا  
لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَصْبَحَتْ  
عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْتَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٍ، فَمَضَى  
الْأَجْلُ فَفَرَّقَنَا أَنْتِي عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ

کھلایا۔ اور کہا کہ میرا تم کھانا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔ پھر ایک لقہ اس میں سے کھلایا۔ اور نبی کرم ﷺ کی خدمت میں بقیہ کھانا لے گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ صبح تک آپ کے پاس رکھا رہا۔ عبد الرحمن نے کہا کہ ہم مسلمانوں کا ایک دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معالیہ تھا۔ اوز معاشرہ کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ (اس قبیلہ کا وفد معاشرہ سے متعلق بات چیت کرنے میں آیا ہوا تھا) ہم نے ان میں سے بارہ آدمی جدائے اور ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے اللہ کو ہی معلوم ہے ان سمجھوں نے اس میں سے کھلایا۔

عبد الرحمن بن عوف نے کچھ ایسا ہی کہا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو گھر بیجت دیا تھا اور گھروں کو کلموا بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ لیکن مسلمان یہ چاہتے تھے کہ آپ ہی کے ساتھ کھانا کھائیں۔ اور آپ مطمین تھے۔ اس لئے یہ صورت پیش آئی۔ پھر آپ کے آنے پر انسوں نے کھانا کھلایا۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد بھی کھلنے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ کرامت اولیاء برحق ہے۔ مگر اہل بدعت نے جو جھوٹی کرامتیں گھٹلی ہیں۔ وہ محض لا یعنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسیں ہدایت دے۔

## ۱۰۔ کعبہ الاذان

# اذان کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اس بیان میں کہ اذان کیونکر شروع ہوئی۔

۱۔ بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کہ ”او جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے

وقولہ تعالیٰ: ﴿ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُرُوا وَلَعِباً، ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ [الْمَائِدَةٌ : ٥٨]

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: (إِذَا تُؤْدِي لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ) [الجمعة: ٩].

٦٠٣ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَاءَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّفُوسَ، فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، فَأَمِرَ بِلَا لَمْ أَنْ يَشْتَغَلَ الْأَذَانُ وَأَنْ يُؤْنَزَ الْإِقَامَةُ.

أطراfe في : ٦٠٥ ، ٦٠٦ ، ٦٠٧

•۱۳۴۰۷

**لیستہ مختصر** امیر الحمد شیخ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الاذان قائم فرمائے کہ باب بدء الاذان کو قرآن پاک کی دو آیات مقدسه سے شروع فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ اذان کی فضیلت قرآن شریف سے ثابت ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اذان کی ابتداء مذہب میں ہوئی کیونکہ یہ دونوں سورتیں جن کی آیات نقش کی گئی ہیں یعنی سورۃ مائدہ اور سورۃ جمعہ یہ مذہب میں نازل ہوئی ہیں۔ اذان کی تفصیلات کے متعلق حضرت مولانا عبداللہ صاحب وامت برکاتهم فرماتے ہیں:-

و هو في اللغة الاعلام وفي الشرع الاعلام بوقت المصلوة بالفاظ مخصوصة يعني لغت میں اذان کے معنی اطلاع کرنا اور شرع میں مخصوص لفظوں کے ساتھ نمازوں کے اوقات کی اطلاع کرنا۔

بھارت کے بعد میں منورہ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد سوچا گیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے وقت مقررہ پر کس طرح اطلاع کی جائے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ و موسیٰ کے موجود طریقے سامنے آئے۔ جو وہ اپنی عبادت گاہوں میں لوگوں کو بلا نے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں ان سب چیزوں کو پہنچ دیا گیا کہ عبادت الہی کے بلا نے کے لئے کھنڈ یا ناقوس کا استعمال کیا جائے۔ یا اس کی اطلاع کے لئے آگ روشن کر دی جائے۔ یہ مسئلہ در پیش ہی تھا کہ ایک صحابی عبد اللہ بن زید انصاری خزری ہٹھ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ان کو نماز کے وقت کی اطلاع کے لئے موجود اذان کے الفاظ سمجھا رہا ہے۔ وہ صحیح اس خواب کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے آئے تو دیکھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب ہٹھ بھی دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اور آپ بھی حلقویہ بیان دیتے ہیں کہ خواب میں ان کو بھی ہو ہوان ہی کلمات کی تلقین کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ ان بیانات کو سن کر خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ خواب بالکل یعنی ہیں۔ اب یہی طریقہ رائج کر دیا گیا۔ یہ خواب کا واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد پہلے سال ہی کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے تذمیر میں بیان کیا ہے کہ آپ نے جناب عبداللہ بن زید ہٹھ سے فرمایا کہ تم یہ الفاظ بلال ہٹھ کو سمجھا دو، ان کی آواز بت بلند ہے۔

شوکانی رہنمائی فرماتے ہیں:-

الاسلام ان الاقامة فرادی (نبی) یعنی امام خطابی نے کماک جہور علماء کیی فتویٰ ہے تکمیر اقامت اکمری کی جائے۔ حینہن اور جاز اور شام اور سین اور صرا اور دور دراز تک تمام ممالک اسلامیہ غریبی میں کیی معمول ہے کہ تکمیر اقامت اکمری کی جاتی ہے۔

اگرچہ تکمیر اقامت میں جملہ الفاظ کا دو دو وفعہ مثل اذان کے کہنا بھی جائز ہے۔ مگر ترجیح اسی کو ہے کہ تکمیر اقامت اکمری کی جائے۔ مگر برادران اختلاف اس کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اکمری تکمیر سن کر پیشتر ہونک جاتے ہیں اور دوبارہ تکمیر اپنے طریق پر کھلواتے ہیں۔ یہ رویہ کس قدر غلط ہے کہ ایک امر جائز جس پر دنیاۓ اسلام کا عمل ہے اس سے اس قدر نفرت کی جائے۔ بعض علمائے اختلاف نے اکمری تکمیر والی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور کئی طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لیا ہے۔

حضرت الشیخ الکبیر والحدث الجیلی علامہ عبدالرضا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والحق ان احادیث افراد الاقامة صحیحة ثابتة محکمة لیست بمنسوخة ولا بمحولة (تحفۃ الاحوذی) یعنی حق بات یکی ہے کہ اکمری تکمیر کی احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔ اس قدر مضبوط کہ نہ وہ منسوخ ہیں اور نہ تاویل کے قائل ہیں۔ اسی طرح تکمیر دو دو وفعہ کرنے کی احادیث بھی حکم ہیں۔ پس میرے نزدیک تکمیر اکمری کہنا بھی جائز ہے اور دوہری کہنا بھی جائز ہے۔ تکمیر اکمری کے وقت الفاظ قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ دو دو وفعہ کرنے ہوں گے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔

حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- و هو مع قلة الفاظه مشتمل على مسائل العقائد كما بين ذالك الحافظ في الفتح نقل عن القرطبي۔ یعنی اذان میں اگرچہ الفاظ تھوڑے ہیں مگر اس میں عقائد کے بہت سے مسائل آگئے ہیں جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

”اذان کے کلمات باوجود قلت الفاظ دین کے بنیادی عقائد اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ سب سے پہلا لفظ ”الله اکبر“ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور سب سے بڑا ہے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ ”اشهد ان لا اله الا الله“ بجاۓ خود ایک عقیدہ ہے اور کلمہ شادوت کا جزء یہ لفظ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اور یکتا ہے۔ اور وہی معہود ہے۔ کلمہ شادوت کا دوسرا جز ”اشهد ان محمد رسول الله“ ہے۔ جس سے محمد ﷺ کی رسالت و نبوت کی گواہی دی جاتی ہے۔ ”حی علی الصلوۃ“ پکار ہے اس کی کہ جس نے اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی وہ نماز کے لیے آئے کہ نماز قائم کی جارہی ہے۔ اس نماز کے پہنچانے والے اور اپنے قول و فعل سے اس کے طریقوں کو بتلانے والے رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ اس لئے آپؐ کی رسالت کی شادوت کے بعد فوراً ہی اس کی دعوت دی گئی۔ اور اگر نماز آپؐ نے پڑھ لی اور تمام و اکمال آپؐ نے اسے ادا کیا تو یہ اس بات کی ضامن ہے کہ آپؐ نے ”فلح“ حاصل کری۔ ”حی علی الفلاح“ نماز کے لئے آئیے! آپؐ کو یہاں فلاح یعنی بقاء دائم اور حیات آخرت کی ضمانت دی جائے گی، آئیے، پڑھ آئیے۔ کہ اللہ کے سوا عبادات کے لائق اور کوئی نہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی کے سایہ میں آپؐ کو دنیا اور آخرت کے شوروں و آفات سے پناہ مل جائے گی۔ اول بھی اللہ ہے اور آخر بھی اللہ۔ خالق کل، مالک یکتا اور معبود، پس اس کی دی ہوئی ضمانت سے بڑھ کر اور کون سی ضمانت ہو سکتی ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا اله الا اللہ۔“ (تفہیم البخاری)

٤- حدثنا محمود بن غیلان قال: حدثنا عبد الرزاق (٢٠٣) هم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبدالرزاق بن ہمام نے، کما کہ ہمیں عبد الملک ابن جرج نے خردی، کما کہ مجھے تافع نے خردی کہ عبد اللہ بن عمر رض کہتے تھے کہ جب مسلمان (بھرت کر کے) مدینہ پہنچے تو وقت مقرر کر کے نماز کے لئے آتے تھے۔ اس کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ایک دن اس بارے میں

حدثنا عبد الرزاق قال: أخبرنا ابن جرير قال: أخبرني نافع أن ابن عمر كان يقول: كان المسلمين حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحمرون الصلاة ليس

مشورہ ہوا۔ کسی نے کمانصاری کی طرح ایک گھنٹہ لے لیا جائے اور کسی نے کما کہ یہودیوں کی طرح نر سنگا (بغل) بنا لو، اس کو پھونک دیا کرو۔ لیکن حضرت عمر بن عثمان نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیج دیا جائے جو نماز کے لئے پکار دیا کرے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے (اسی رائے کو پسند فرمایا اور بلال سے) فرمایا کہ بلاں! انھوں اور نماز کے لئے اذان دے۔

باب اس بارے میں کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ دھرائے جائیں

یَنَادِي لَهَا. فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ، فَقَالَ  
بَعْضُهُمْ: اتَحِدُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ  
النَّصَارَى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: هَلْ بُوقًا مِثْلَ  
قَرْنَ الْيَهُودِ. فَقَالَ عُمَرُ: أَوْلَا تَبْغُونَ  
رَجُلًا يَنَادِي بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ: (بِالْبَلَلِ، قُمْ فَنَادِي بِالصَّلَاةِ).  
۲- بَابُ الْأَذَانِ مَثْنَى مَثْنَى

(۶۰۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا سماک بن عطیہ سے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلباء سے، انہوں نے انس بن عثمان سے کہ حضرت بلال بن عثمان کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور سوا ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے تکبیر کے کلمات ایک ایک دفعہ کہیں۔

(۶۰۶) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوهاب شفیقی نے بیان کیا، ہم سے خالد بن مهران حذاء نے ابو قلباء عبدالرحمن بن زید حری سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک بن عثمان سے کہ جب مسلمان زیادہ ہو گئے تو مشورہ ہوا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ نماز کے وقت کا اعلان ہو جائے سب لوگ سمجھ لیں۔ کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ آگ روشن کی جائے۔ یا نر سنگا کے ذریعہ اعلان کریں۔ لیکن آخر میں بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر کے ایک ایک دفعہ۔

**تَسْبِيحٌ** اذان کے بارے میں بعض روایات میں پندرہ کلمات وارد ہوئے ہیں جیسا کہ عوام میں اذان کا مروجہ طریقہ ہے۔ بعض روایات میں انہیں کلمات آئے ہیں اور یہ اس بنا پر کہ اذان ترجیع کے ساتھ دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شادات کے ہر دو کلموں کو پہلے دو دو مرتبہ آہستہ آہستہ پھر انہی کو دو دو مرتبہ بلند آواز سے کما جائے۔ حضرت امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے ان لفظوں میں باب منعقد کیا ہے۔ باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان۔ یعنی ترجیع کے ساتھ اذان کئے بیان میں۔ پھر آپ یہاں حدیث ابو مخذولہ بن عثمان کو لائے ہیں۔ جس سے اذان میں ترجیع ثابت ہے۔ چنانچہ خود امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- قال ابو عینی حدیث ابی مخدوزة فی الاذان حدیث صحيح وقد روی عنه من غير وجه و

۶۰۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُوبَ عَنْ أَبِي قَلَبَةَ عَنْ أَنَسِ قَالَ: أَمِرْ بِالْإِيمَانْ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانْ وَأَنْ يُوْتَرْ إِلَيْهَا إِلَّا إِقَامَةً. [راجع: ۶۰۳]

۶۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ - وَهُوَ ابْنُ سَلَامٍ - قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الْوَهَابِ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءَ عَنْ أَبِي قَلَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ: ذَكَرُوا أَنْ يَعْلَمُوا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَغْفُلُنَّهُ، فَذَكَرُوا أَنْ يُورَوا تَارًا أو يَضْرِبُوا نَاقُوسًا، فَأَمِرْ بِالْإِيمَانْ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانْ وَأَنْ يُوْتَرْ إِلَيْهَا إِلَّا إِقَامَةً. [راجع: ۶۰۳]

علیہ العمل بعکة و هو قول الشافعی۔ یعنی اذان کے بارے میں ابو مخدورہ کی حدیث صحیح ہے۔ جو مختلف طرق سے مروی ہے۔ کہ شریف میں اسی پر عمل ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام نوی حدیث ابو مخدورہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ فی هذا الحديث حجۃ بنۃ و دلالة واضحة لمذهب مالک والشافعی و جمهور العلماء ان الترجیح فی الاذان ثابت مشروع و هو العود الى الشهادتين مرتبین برفع الصوت بعد قولهما مرتبین بخفض الصوت (نحوی شرح مسلم) یعنی حدیث ابی مخدورہ روش واضح دلیل ہے کہ اذان میں ترجیح مشروع ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے کلمات شادتین کو آہست آواز سے دو دو مرتبہ ادا کر کے بعد میں بلند آواز سے پھر دو دو مرتبہ دہرا یا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی اور جمیور علماء کا یہی مذهب ہے۔ حضرت ابو مخدورہ کی روایت ترمذی کے علاوہ مسلم اور ابو داؤد میں بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ فقیہ ائمۃ احتجاف رحمم اللہ اعمین ترجیح کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے روایات ابو مخدورہ کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

**ترجیح کے ساتھ اذان کرنے کا بیان:** الحوث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحلتیہ فرماتے ہیں۔ واجاب عن هذه الروايات من لم يقل بالترجيع باجوبية كلها مخدوشة واهية (تحفۃ الا Howellی)، یعنی جو حضرات ترجیح کے قائل نہیں ہیں انہوں نے روایات ابو مخدورہ کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ جو سب مخدوش اور وابیات ہیں۔ کوئی ان میں قابل توجہ نہیں۔ ان کی بڑی دلیل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے۔ جس میں ترجیح کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ مبارک پوری مرحوم اس بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث عبد اللہ بن زید میں فخر کی اذان میں کلمات "الصلة خبر من النوم" کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اور یہ زیادتی بھی حدیث ابو مخدورہ ہی سے ثابت ہے۔ جسے محترم فقیہ احتجاف نے قول فرمایا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ترجیح کے بارے میں بھی حدیث ابو مخدورہ کی زیادتی کو قول نہ کیا جائے۔

قلت فلذالک یقال ان الترجیح و ان لم يكن في حدیث عبد الله بن زید فقد علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك ابا محنوزة بعد ذلك فلما علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا محنوزة كان زیادۃ على ما في حدیث عبد الله بن زید فوجب استعماله (تحفۃ الا Howellی)

یعنی اگرچہ ترجیح کی زیادتی حدیث عبد اللہ بن زید میں ذکر نہیں ہے مگر جس طرح فخر میں آپ نے ابو مخدورہ پر ہٹکو الصلة خیر من النوم کے افاظ کی زیادتی تعلیم فرمائی ایسے ہی آپ نے ترجیح کی بھی زیادتی تعلیم فرمائی۔ پس اس کا استعمال ضروری ہوا، لہذا ایک ہی حدیث کے نصف حصہ کو لیتا اور نصف کا انکار کر دنا قرآن انصاف نہیں ہے۔

**حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحلتیہ:** صاحب تفسیم البخاری (دیوبندی) ترجیح کی اذان کے بارے میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحلتیہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت ابو مخدورہ پر ہٹکو جنہیں آنحضرت پر ہٹکو نے فتح کہ کے بعد مسجد الحرام کا مسون مقرر کیا تھا وہ اسی طرح (ترجیح کے ساتھ) اذان دیتے تھے جس طرح امام شافعی رحلتیہ کا مسلک ہے۔ اور ان کا یہ بھی بیان تھا کہ نبی کریم پر ہٹکو نے انہیں اسی طرح سکھلایا تھا۔ نبی کریم پر ہٹکو کی حیات میں برابر آپ اسی طرح (ترجیح سے) اذان دیتے رہے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طویل دور میں بھی آپ کا یہی عمل رہا کسی نے انہیں اس سے نہیں روکا۔ اس کے بعد بھی مکہ میں اسی طرح اذان دی جاتی رہی۔ لہذا اذان کا یہ طریقہ مکروہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صاحب بحر الرائق نے یہی فیصلہ کیا ہے اور اس آخری دور میں حنفیت اور حدیث کے امام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحلتیہ نے بھی اس فیصلہ کو درست کہا ہے۔" (تفسیم البخاری کتاب الاذان، پ: ۳/۵۰)

یہ مختصر تفصیل اس لئے دی گئی کہ ہمارے معزز/خفی بھائیوں کی اکثریت اول تو ترجیح کی اذان سے واقف ہی نہیں اور اگر اتفاقاً

کمیں کسی الحدیث مسجد میں اسے سن پاتے ہیں تو ترجیت سے سنتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ انکار کرتے ہوئے ناک بھوں بھی چڑھانے لگ جاتے ہیں۔ ان پر واضح ہونا چاہئے کہ وہ اپنی ناداقیت کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں۔

رعی یہ بحث کہ ترجیح کے ساتھ اذان دینا افضل ہے یا بغیر ترجیح کے جیسا کہ عام طور پر موجود ہے اس لفظی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہردو طریقے جائز درست ہیں۔ ہائی اتفاق اور رواداری کے لئے اتنا ہی سمجھ لینا کافی وافی ہے۔

حضرت مولانا عبد اللہ شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں۔ قلت هذا هو الحق ان الوجهين جائزان ثابتان مشروعاً عن سنتان من سنت النبي صلى الله عليه وسلم (مراجعة المفاتيح، ج ۱: ص ۳۲۲) یعنی حق یہ ہے کہ ہردو طریقے جائز اور ثابت اور آخر حضرت مبارکپوری کی سنتوں میں سے ہیں۔

پس اس بارے میں ہائی طور پر لئے جھٹکے کی کوئی بات ہی نہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو یہی سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروعی مسائل پر لڑنا چھوڑ کر ہائی اتفاق پیدا کریں۔ آمين۔

### باب اس بارے میں کہ سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کے جائیں۔

(۷۰) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اساعیل بن ابراہیم بن علیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حداء نے ابو قلبے سے بیان کیا، انہوں نے انس سے کہ بلاں کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دفعہ کہیں اور سمجھیں میں یہی کلمات ایک ایک دفعہ۔ اساعیل نے بتایا کہ میں نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا مگر لفظ قد قامت الصلوٰۃ دو ہی دفعہ کہا جائے گا۔

**لشیخ** امام الحدیث شیخ نے اکمری اقامت کے مسنون ہونے کے بارے میں یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث بلاں سے اسے مدل کیا ہے۔ یہاں صیغہ مجموع امر بلاں وارد ہوا ہے۔ مگر بعض طرق سمجھ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم امر بلاں لا ان یشفع الاذان و یوترا لا قامہ (کذا رواہ النسائی) یعنی حضرت بلاں کو اکمری سمجھ کر حکم فرمائے والے خود آخر حضرت مسیح پیری تھے۔

محمدث مبارکپوری صاحب رضیتی تحقیق الاحوزی میں فرماتے ہیں۔ و بهذا ظہر بطلان قول العینی فی شرح الكنز لاحجة لهم فيه لانه لم یذكر الامر فيحصل ان یکون هو النبي صلی اللہ علیہ وسلم او غيره (تحفۃ الاحوزی) یعنی سن نسائی میں آمده تفصیل سے علامہ عینی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہو گیا جو انہوں نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اختال ہے کہ حضرت بلاں کو حکم کرنے والے رسول کریم ﷺ ہوں یا آپ کے علاوہ کوئی اور ہو۔ لہذا اس سے اکمری سمجھ کا ثبوت صحیح نہیں ہے۔ یہ علامہ عینی صاحب مرحوم کی تاویل کس قدر باطل ہے، مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اکمری سمجھ کے بارے میں احمد، ابو داؤد، نسائی میں اس قدر روایات ہیں کہ سب کو جمع کرنے کی یہاں سمجھائش نہیں ہے۔

مولانا مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال الحازمي في كتاب الاعتبار رأى أكثر أهل العلم ان الإقامة فرادي و الى هذا المذهب ذهب سعید بن المسیب و عروة بن الزبیر و الزہری و مالک بن انس و اهل الحجاز والشافعی و اصحابه و اليه ذهب عمر بن عبدالعزیز و مکحول

### ۳- بَابُ الْإِقْمَاءِ وَاحِدَةٌ إِلَّا قَوْلُهُ:

(قد قامت الصلاة)

۶۰۷ - حَدَّثَنَا عَلَيْهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِنْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِيهِ قِلَّابَةَ عَنْ أَنْسِ قَالَ: أَمِرَ بِالْإِقْمَاءِ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانُ وَأَنْ يُوَرَّتِ الْإِقْمَاءُ. قَالَ إِسْمَاعِيلُ : فَذَكَرْتُ لِأَبِيهِ قَالَ :

إِلَّا الْإِقْمَاءُ. [راجع: ۶۰۳]

والوزاعی و اہل الشام و الیہ ذہب الحسن البصری و محمد بن سہرین و احمد بن حنبل و من تبعہم من العرائیین و الیہ ذہب یحییٰ بن یحییٰ و اسحاق بن ابراهیم الحنظلی و من تبعہما من الخراسانیین و ذہبوا فی ذالک الی حدیث انس انتہی کلام الحازمی (تحفۃ الاحوڑی)

یعنی امام حازمی نے کتاب الاقمار میں اکثر اہل علم کا یہ فتویٰ نقش کیا ہے کہ بکیر اکبری کہنا مسنون ہے۔ ان علماء میں ججازی، شافعی، عراقی اور خراسانی یہ تمام علماء اس کے قائل ہیں۔ جن کے اماء گرای علامہ حازمی صاحب نے پیش فرمائے ہیں۔ آخر میں علامہ مبارکبوری مرحوم نے کس قدر منصفانہ فیصلہ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:- والحق ان احادیث الفراد الاقامة صحیحة ثابتة محکمة لیست بمنسوخة ولا بملولة نعم قد ثبتت احادیث نبیة الاقامة ایضاً و هي ایضاً محکمة لیست بمنسوخة ولا بملولة و عندی الافراد والشیة کلاهما جائزان والله تعالیٰ اعلم (تحفۃ الاحوڑی) ج: ۱/ ص: ۲۷۲) یعنی حق بات یہی ہے کہ اکبری بکیر والی احادیث صحیح، ثابت حکم ہیں۔ نہ وہ منسوخ ہیں نہ قائل تاویل ہیں، اسی طرح دو ہری بکیر کی احادیث بھی حکم ہیں اور وہ بھی منسوخ نہیں ہیں۔ نہ قائل تاویل ہیں۔ پس میرے نزدیک ہر دو طرح سے بکیر کہنا جائز ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے: ہمارے عوام نہیں بلکہ خواص حقیقی حضرات اگر کبھی اتفاقاً کہیں اکبری بکیر سن پاتے ہیں تو فوراً ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض متعقب اس اکبری بکیر کو باطل قرار دے کر دوبارہ دو ہری بکیر کہلواتے ہیں۔ اہل علم حضرات سے ایسی حرکت انتہائی مذموم ہے جو اپنی علمی ذمہ داریوں کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی حضرات افراد امت کے مجرم ہیں جنہوں نے جزئی و فروعی اختلافات کو ہوادے کر اسلام میں فرقہ بندی کی بنیاد رکھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسی کا نام تقلید جاہد ہے۔ جب تک اس ان اختلافات کو فراموش کر کے اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش نہ پیدا کرے گی امت میں اتفاق مشکل ہے۔ اگر کچھ مغلظین ذمہ دار علماء اس کے لئے تہیہ کر لیں تو کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ جب کہ آج پوری دنیا کے اسلام موت و حیات کی لکھش میں بتلا ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے عوام و خواص کو بتلایا جائے کہ اتفاق بھی کتنی عمدہ چیز ہے۔ الحمد للہ کہ آج تک کسی اہل حدیث مسجد سے متعلق ایسا کوئی کیس نہیں مل سکے گا کہ وہاں کسی حقیقی بھائی نے دو ہری بکیر کی ہو اور اس پر اہل حدیث کی طرف سے کبھی بلود ہو گیا ہو۔ برخلاف اس کے کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ کلمہ اور قرآن اور کعبہ و توحید و رسالت پر متفق ہو کر اسلام کو سربلند کرنے کی کوشش کریں۔

#### باب اذان و نینے کی فضیلت کے بیان میں۔

#### ۴- بَابُ فَضْلِ التَّأْذِينِ

(۴۰۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پاتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ پیٹھے موڑ کر بھاگتا ہے۔ تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی بکیر شروع ہوئی وہ پھر پیٹھے موڑ کر بھاگتا ہے۔ جب بکیر بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسو سے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد

۶۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرْنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَلَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضَرَّاطٌ حَتَّى لا يَسْمَعَ الْغَائِذِينَ، فَإِذَا قَضَى النَّذَاءُ أَقْبَلَ، حَتَّى إِذَا تُوبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قَضَى التَّوْبَةِ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ

کر فلاں بات یاد کر ان بالوں کی شیطان یاد وہانی کرتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہ تھا اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

کَذَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ - حَتَّى يَظْلِمَ الرَّجُلُ لَا يَذْرِي كَمْ صَلَّى).

[اطرافہ فی : ۱۲۲۲، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۴۵]

**لشیخ** شیطان اذان کی آواز سن کر اس لئے بھاگتا ہے کہ اسے آدم کو سجدہ نہ کرنے کا قصہ یاد آ جاتا ہے لہذا وہ اذان نہیں سننا چاہتا۔ بعض نے کہا اس لئے کہ اذان کی گواہی آخرت میں نہ دیتی پڑے۔ چونکہ جمال اذان کی آواز جاتی ہے وہ سب گواہ بنتے ہیں۔ اس ڈر سے وہ بھاگ جاتا ہے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔ کتنے ہی انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان کی آواز سن کر سو جاتے ہیں یا اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ یہ لوگ بھی شیطان مردود سے کم نہیں ہیں۔ اللہ ان کوہ بایت سے نوازے۔

باب اس بیان میں کہ اذان بلند آواز سے ہوئی چاہئے۔  
حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ نے (اپنے مؤذن سے) کہا کہ سیدھی سادھی اذان دیا کرو، ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جا۔

(۲۰۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تھیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ انصاری سے خبر دی، پھر عبد الرحمن مازنی اپنے والد عبد اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی نے ان سے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے۔ اس لئے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لئے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لئے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو۔ کیونکہ جن و انس بلکہ تمام ہی چیزیں جو مؤذن کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائے۔

۵- بَابُ رَفْعِ الصَّوْنَتِ بِالنِّدَاءِ وَقَالَ عَمْرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: أَذْنُ أَذْنًا سَمْخًا، وَإِلَّا فَاغْتَرَّنَا.

۶- حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدِ الْخُدَّرِيَّ قَالَ لَهُ : إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْفَنَمَ وَالنَّادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنِمَكَ - أَوْ بِأَدِيْكَ - فَاقْتُلْنَاهُ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْنَتِ الْمُؤْذِنِ جَنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهَدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

[طرفah فی : ۳۲۹۶، ۷۵۴۸]

**لشیخ** حضرت خلیفہ المسیین عمر بن عبد العزیز کے اٹر کو این ابی شیبہ نے نکلا ہے۔ اس مؤذن نے تال اور سر کے ساتھ گانے کی طرح اذان دی تھی، جس پر اس کو یہ سرزنش کی گئی۔ پس اذان میں ایسی بلند آوازی اچھی نہیں جس میں تال اور سر پیدا ہو۔ بلکہ سادی طرح بلند آواز سے مستحب ہے۔ حدیث سے جنگلوں، بیانوں میں اذان کی آواز بلند کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی تو وہ گذریے اور مسلمان چڑوا ہے بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو اس پر عمل کریں چج ہے۔

کبھی افریقہ کے تپے ہوئے صحراؤں میں  
باب اذان کی وجہ سے خون ریزی رکنا

(جان پچنا)

(۲۱۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر النصاری نے حید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رض سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ساتھ لے کر کہیں جماں کے لئے تشریف لے جاتے، تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے۔ صحیح ہوتی اور پھر آپ انتظار کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کا ارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔ انس رض نے کہا کہ ہم خبر کی طرف گئے اور رات کے وقت وہاں پہنچے۔ صحیح کے وقت جب اذان کی آواز نہیں سنائی دی تو آپ اپنی سواری پر بیٹھ گئے اور میں ابو طلحہ رض کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چلنے میں میرے قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے چھو چھو جاتے تھے۔ انس رض نے کہا کہ خبر کے لوگ اپنے ٹوکروں اور کداں کو لئے ہوئے (اپنے کام کاچ کو) باہر نکلے۔ تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اور چلا اٹھے کہ ”محمد والد محمد“ صلی اللہ علیہ وسلم پوری فوج سمیت آگئے۔ انس رض نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر خبر پر خرابی آگئی۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صحیح بڑی ہوگی۔

[راجح: ۳۷۱]

لئے جائیں حضرت امام خطابی فرماتے ہیں کہ اذان اسلام کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ جس بستی سے اذان کی آواز بلند ہو اس بستی والوں کے لئے اسلام جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رض حضرت انس رض کی والدہ کے دوسرے شوہر ہیں۔ گویا حضرت انس کے سوتیلے باب ہیں۔ خیس پورے لٹکر کو کہتے ہیں جس میں پانچوں ٹکڑیاں ہوں یعنی میمہ، میسرہ، قلب، مقدمہ، ساق۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ انا اذا نزلنا سورہ صافات کی آیت کا اقتباس ہے جو یوں ہے (فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحِبِهِمْ فَسَأَءَلُّهُ صَبَّاخَ الْمُنْذَرِينَ) (الصافات: ۷۷)

باب اس بارے میں کہ اذان کا جواب کس طرح دینا چاہئے (۲۱۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شاہب زہری سے خبر دی، انہوں نے عطا بن

دیں اذانیں کبھی پورپ کے کیساوں میں  
۶- بَابُ مَا يُعْقِنُ بِالْأَذَانِ مِنْ

الدَّمَاء

۶۱۰- حَدَّثَنَا قَتْبَيْةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُضْبَحَ وَيُنَظَّرُ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغْزَرَ عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْرِ، فَأَنْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنْ قَدْمِي لَتَمَسَّ قَدْمَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَخَرَجْنَا إِلَيْنَا بِمَكَابِلِهِمْ وَمَسَاجِدِهِمْ. فَلَمَّا رَأَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللهُ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ فَلَمَّا رَأَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ: ((الله أَكْبَرُ الله أَكْبَرُ خَرَبَتْ خَيْرٌ : إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةَ قَوْمٍ فَسَأَءَلُّهُ صَبَّاخَ الْمُنْذَرِينَ)).

[راجح: ۳۷۱]

۷- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِي

۶۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ هِبَابٍ عَنْ عَطَاءٍ

یزید لیشی سے، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے کہ جب تم اذان سن تو جس طرح موزن کھتا ہے اسی طرح تم بھی کرو۔

یعنی موزن ہی کے لفظوں میں جواب دو، مگر میں علی الصلة اور حجی علی الصلة اور حجی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہئے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۶۱۲) ہم سے معاذ بن فضال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام و ستوائی نے سیحی بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے کہا کہ مجھ سے عیینی بن طلحہ نے بیان کیا کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے ایک دن سنا آپ (جواب میں) موزن کے ہی الفاظ کو دہرا رہے تھے۔ اشدان محمد رسول اللہ تک۔ ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام و ستوائی نے سیحی بن ابی کثیر سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

(۶۱۳) سیحی نے کہا کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب موزن نے حجی علی الصلة کما تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کما اور کہنے لگے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی کہتے سنائے۔

**لشیخ** پہلی حدیث میں وضاحت نہ تھی کہ سننہ والا ہی علی الصلة و حجی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہے۔ اس لئے حضرت امام بخاری دوسری معاویہ والی حدیث لائے۔ جس میں بتلا دیا گیا کہ ان کلمات کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے دینا چاہئے۔  
**باب اذان کی دعا کے بارے میں۔**

(۶۱۴) ہم سے علی بن عیاش ہدافی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب بن ابی حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن مکدر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کریے کہ اللہ ہم رب هذه الدعوة التامة والصلة القائمة آتیت محمدًا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما

بن یزیدۃ الأشیٰ عن ابی سعید الجدیری أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ النَّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤْذَنُ)).

یعنی موزن ہی کے لفظوں میں جواب دو، مگر میں علی الصلة اور حجی علی الصلة اور حجی علی الفلاح کے جواب میں چاہئے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۶۱۲) - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَيْسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مَعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِهِ إِلَيْيَ قَوْلِهِ: ((رَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ)). حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى . . نَحْوَهُ.

[طرفاء في : ۶۱۳ ، ۶۱۴] .

(۶۱۳) - قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْرَانِا أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا قَالَ حَمْيَ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)). وَقَالَ: هَكَذَا سَيِّفَنَا نِيَّكُمْ يَقُولُونَ). [راجع: ۶۱۲]

#### ۸- بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ

(۶۱۴) - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعِيبُ بْنُ ابِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النَّدَاءَ: اللَّهُمَّ رَبُّ هَذِهِ الدُّعَوةِ التَّامَةِ

وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ أَتَ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةُ  
وَالْفَضِيلَةُ، وَإِنَّهُ مَقَامًا مُخْمُرًا الَّذِي  
وَعَدْنَاهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

[طرفة في : ٤٧١٩]

دعا کا ترجمہ یہ ہے:- اے میرے اللہ جو اس ساری پکار کا رب ہے اور قائم رہنے والی نماز کا بھی رب ہے، محمد ﷺ کو قیامت کے دن وسیلہ نصیب فرمانا اور بڑے مرتبہ اور مقام محمود پر ان کا قیام فرمائیو، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ بعض لوگوں نے اس دعائیں کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے ہیں یہ طریقہ تھیک نہیں ہے۔ حدیث میں چند الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادتی کرنا موجب گناہ ہے۔ اذان پوری پکار ہے اس کا مطلب یہ کہ اس کے ذریعہ نماز اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے پکارا جاتا ہے۔ کامیابی سے مراد دین اور دنیا کی کامیابی ہے اور یہ چیز یقیناً نماز کے اندر موجود ہے کہ اس کو باجماعت ادا کرنے سے باہمی محبت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے اور کسی قوم کی ترقی کے لئے یہ بخیار اول ہے۔ دعویٰ تامہ سے دعوت توحید کلمہ طیبہ مراد ہے۔

### باب اذان کے لیے قرعہ ڈالنے کا بیان۔

اور کہتے ہیں کہ اذان دینے پر کچھ لوگوں میں اختلاف ہوا تو حضرت سعد بن ابی و قاص نے (فیصلہ کے لیے) ان میں قرعہ ڈالوایا۔

(٢١٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے کسی سے جو ابو بکر عبدالرحمن بن حارث کے غلام تھے خبر دی، انہوں نے ابو صالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آخر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کئے اور نماز پڑھی صاف میں پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ پھر ان کے لئے قرعہ ڈالنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ باقی رہتا تو البتہ اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ نماز کے لئے جلدی آنے میں کتنا ثواب ملتا ہے تو اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے تو ضرور چوتھوں کے بل گھستے ہوئے ان کے لئے آتے۔

قرعہ اندازی باہمی مشورہ سے کی جاسکتی ہے جسے تعلیم کرنے کا سب لوگ وعدہ کرتے ہیں۔ اس لئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے قرعہ اندازی سے جو فیصلہ ہو اسے تعلیم کرنا اخلاقی بھی ہے حد ضروری ہے۔

### باب اذان کے دوران بات کرنے کے بیان میں۔

٩- بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ  
وَيَذَكَّرُ أَنَّ أَفْوَامًا اخْتَلَّوْا فِي الْأَذَانِ  
فَأَفْرَغُ بَيْنَهُمْ سَعْدًا.

(٦١٥) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمَّيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصُّفْفِ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَا يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتَهِمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَا سَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْغَمَّةِ وَالصُّبْحِ لَا تَوْهَمُوا وَلَوْ حَبُّوا)).

[اطرافہ في : ٦٥٤، ٧٢١، ٢٦٨٩].

١٠- بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

اور سلیمان بن صرد صحابی نے اذان کے دوران بات کی اور حضرت حسن بصری نے کہا کہ اگر ایک شخص اذان یا تکمیر کرتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۱۶) ہم سے مسد بن مسید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جماد بن زید نے ایوب سختیانی اور عبد الحمید بن دینار صاحب الزیادی اور عاصم احوال سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن حارث بصری سے، انہوں نے کہا کہ ابن عباس رض نے ایک دن ہم کو جمعہ کا خطبہ دیا۔ بارش کی وجہ سے اس دن اچھی خاصی پچڑھ ہو رہی تھی۔ موذن جب ہی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس سے یہ کہنے کے لئے فرمایا کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لیں۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اسی طرح مجھ سے جو افضل تھے، انہوں نے بھی کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ جمعہ واجب ہے۔

لشیخ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور موذن نے اذان شروع کی جب وہ لفظ ہی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو حضرت عبد اللہ بن عباس رض نے اسے فرآلقدہ دیا کہ یوں کو الصلوٰۃ فی الرحال سخنی لوگو اپنے اپنے ٹھکانوں پر نماز ادا کر لو۔ چونکہ لوگوں کے لئے یہ تین بات تھی اس لئے ان کو توجہ ہوا۔ جس پر حضرت ابن عباس رض نے ان کو سمجھایا کہ میں نے ایسے موقع پر رسول کریم ﷺ کا یہی معمول دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے خاص موقع پر دوران اذان کلام کرنا درست ہے۔ اور اتفاقاً اگر کسی کو اذان کے وقت نہیں آگئی تو اس سے بھی اذان میں غلط نہ ہو گا۔ یہ اتفاقی امور ہیں جن سے اسلام میں آسانی دکھانا مقصود ہے۔

۱۹- بَابُ أَذَانِ الْأَعْمَى إِذَا كَانَ لَهُ اسے کوئی وقت بتانے والا آدمی موجود ہو۔

(۲۱۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ رض نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے این شاہ سے، انہوں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رض سے، انہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاں تورات رہے اذان دیتے ہیں۔ اس لئے تم لوگ کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ این ام مکتوم اذان دیں۔ راوی نے کہا کہ وہ نایبنا تھے اور اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک ان سے کہا نہ جاتا کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہو گئی۔

وَكَلَمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صَرَدَ فِي أَذَانِهِ . وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا يَلْسَ أَنْ يَضْخَلَ وَهُوَ يُؤْذَنُ أَوْ يُقْنَمُ .

۶۱۶- حدثنا مسند قال: حدثنا حماد عن أيوب وعبد الحميد صاحب الزيادي وعاصم الأخوين عن عبد الله بن المخاريث قال: ((خطبنا ابن عباس في يوم ربيع، فلم بلغ المؤذن حتى على الصلاة فامرنا أن ينادي الصلاة في الرجال، فنظر القوم بعضهم إلى بعض، فقال: فعل هذا من هو خير منه وإنها عزمه)).

[اطرافہ فی : ۶۶۸، ۹۰۱].

من يخبره

۶۱۷- حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤْذَنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرِبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ)). قال: وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالُ لَهُ: أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

[اطرافہ فی : ۶۲۰، ۶۲۳، ۱۹۱۸]

[۷۳۴۸، ۲۶۵۶]

**تشریح** عمد رسالت ہی سے یہ دستور تھا کہ سحری کی اذان حضرت بلال دیا کرتے تھے اور نماز فجر کی اذان حضرت عبد اللہ ابن ام مکtom نایبنا۔ عمد خلافت میں بھی یہی طریقہ رہا اور مدینہ المنورہ میں آج تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ جو لوگ اذان سحری کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اس اذان سے نہ صرف سحری کے لئے بلکہ نماز تجدہ کے لئے بھی جگنا مقصود ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

### باب صحیح ہونے کے بعد اذان دینا۔

(۶۱۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے بافع سے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عمر بن حیان سے، انہوں نے کہا مجھے ام المؤمنین حضرت خصہ بنی ایشیا نے خبر دی کہ رسول کریم مسیحیہ کی عادت تھی کہ جب موذن صحیح کی اذان صح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ اذان اور تکبیر کے پنج نماز قائم ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔

### ۱۲ - بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

۶۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : أَخْبَرَنِي حَفْصَةُ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَغْنَكَفَ الْمُرَدَّ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتِينِ قَبْلَ أَنْ تَقُمَ الصَّلَاةُ) .

[طرفاہ فی: ۱۱۷۳، ۱۱۸۱].

یہ فجر کی سنت ہوتی تھیں آپ سفر اور حضرت ہر جگہ لانا ان کو ادا فرماتے تھے۔

(۶۱۹) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے بھی بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ بنی ایشیا سے کہ نبی مسیحیہ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

۶۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلْمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتِينِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

[طرفة فی: ۱۱۰۹].

(۶۲۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبد اللہ بن دینار سے خبر دی، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن حیان سے کہ رسول کریم مسیحیہ نے فرمایا۔ دیکھو بلال رات رہے میں اذان دیتے ہیں، اس لئے تم لوگ (سحری) کھاپی سکتے ہو۔ جب تک ابن ام مکتم اذان نہ دیں۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (إِنَّ بَلَالًا يَنَادِي بَلَالًا، فَكُلُوا وَاشْرُبُوا حَتَّى يَنَادِي ابْنُ أُمَّ مَكْتُومٍ)).

[راجح: ۶۱۷]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمد نبوی میں فجر میں دو اذانیں دی جاتی تھیں۔ ایک فجر ہونے سے پہلے اس بات کی اطلاع کے

لئے کہ ابھی سحری کا اور نماز تجد کا وقت ہاتی ہے۔ جو لوگ کھانا پینا چاہیں کھانی سکتے ہیں، تجد والے تجد پڑھ سکتے ہیں۔ پھر مجرکے لئے اذان اس وقت دی جاتی جب صحیح صادق ہو چلتی۔ پھر اذان کے لئے حضرت بلاں مقرر تھے اور دوسری کے لئے حضرت ابن ام کعوم اور کبھی اس کے بر عکس بھی ہوتا جیسا کہ آگے بیان ہو رہا ہے۔

### باب صحیح صادق سے پہلے اذان دینے کا بیان

(۶۲۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ جھنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن طرخان تھنی نے بیان کیا ابو عثمان عبد الرحمن نہدی سے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ بلاں کی اذان تمیس سحری کھانے سے نہ روک دے کیونکہ وہ رات رہے سے اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) پکارتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ عبادت کے لئے جائے ہیں وہ آرام کرنے کے لئے لوٹ جائیں اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فجری صحیح صادق ہو گئی اور آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے (طلوع صحیح کی کیفیت) بتائی۔ انگلیوں کو اپر کی طرف اٹھایا اور پھر آہستہ سے انہیں نیچے لائے اور پھر فرمایا کہ اس طرح (فجر ہوتی ہے) حضرت زہیر راوی نے بھی شادت کی انگلی ایک ایک دوسری پر رکھی، پھر انہیں دائیں بائیں جانب پھیلا دیا۔

(۶۲۲) ۶۲۳ مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسامہ حماد بن اسامہ نے خبر دی، کہا ہم سے عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے بیان کیا اور نافع نے ابن عمر سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ سے۔

(دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضل بن موسیٰ نے، کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عمر نے قاسم بن محمد سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ ؓ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ بلاں

### ۱۳ - باب الأذان قبل الفجر

۶۲۱ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهْرَيْ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّقِيُّ عَنْ أَبِيهِ عُثْمَانَ التَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمْنَعُ أَحَدُكُمْ - أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ - أَذَانَ بِلَالَ مِنْ سَحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤْذَنُ - أَوْ يُنَادَى - بِيَنِيلٍ، لِيَرْجِعَ قَالِمَكُمْ، وَلِيَبْرُأَ نَالِمَكُمْ. وَلَيَسْ أَنْ يَقُولُوا الْفَجْرُ أَوِ الصَّبْحُ - وَقَالَ بِأَصَابِيعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقَ وَطَا إِلَى أَسْنَفِ - حَتَّى يَقُولَنَّ هَكَذَا)). وَقَالَ زُهْرَيْ بِسَبَابَتِهِ إِذَا هُمَا فَوْقَ الْأَخْرَى، ثُمَّ مَذْهَمَا عَنْ يَمِينِهِ وَشَمَائِلِهِ.

[طرفہ فی : ۵۲۹۸ ، ۷۲۴۷]

لیعنی بتاریخ کہ مجرکی روشنی اس طرح پھیل جاتی ہے۔

۶۲۲ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أَسَمَةَ قَالَ عَبْنَيْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا عَنِ الْفَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ح. [راجع: ۶۱۷]

قَالَ: وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ عَنِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْنَيْدُ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الْفَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤْذَنُ

بَلَلِيْلُ، فَكُلُوْا وَاشْرُبُوا حَتّى يُؤْذَنَ ابْنُ أَمَّ مَكْتُومٍ)). [طرفة في : ۱۹۱۹] رات رہے میں اذان دیتے ہیں۔ عبد اللہ ابن ام مکتوم کی اذان تک تم سمجھیں۔

**تشریف** حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم قیس بن زائدہ قریش مشور نایبنا صحابی ہیں۔ جن کے متعلق سورہ عبس نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ اکابر قریش آنحضرت ﷺ سے تبادلہ خیال کر رہے تھے کہ اچانک دہل یہ بھی تھج گئے۔ ایسے موقع پر ان کا دہل حاضر ہوتا آنحضرت ﷺ کو نامناسب معلوم ہوا۔ جس کے ہارے میں اللہ نے سورہ مذکور میں اپنے مقدس رسول ﷺ کو فماش فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ہمارے ایسے پیارے غریب مغلص بندوں کا اعزاز و اکرام ہر وقت ضروری ہے۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا کہ جب بھی تشریف لاتے آنحضرت ﷺ ان کو بڑی شفقت و محبت سے بھاتے اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں کہ جن کے ہارے میں اللہ پاک نے مجھ کو فماش فرمائی۔

حدیث مذکورہ میں جو کچھ ہے بعض روایات میں اس کے بر عکس بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ اذان اول حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم اور اذان ثانی حضرت بلال دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ نسلی 'ابن خزیمہ' ابن حبان، مند احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔

وقد جمع بینهما ابن خزیمہ وغیرہ بانہ یجوز ان یکون علیہ السلام جعل الاذان بین بلال و ابن ام مکتوم نواب فامری فی بعض الالبالي بلا لا ان یوذن بليل فاذا نزل صعد ابن ام مکتوم فاذن فی الوقت فاذا جاءت نوبة ابن ام مکتوم بد فاذن بليل فاذا نزل صعد بلال فاذن فی الوقت فکانت مقالة النبي صلی اللہ علیہ وسلم ان بلا لا یوذن بليل فی وقت نوبة بلال و كانت مقالته ان ابن ام مکتوم یوذن بليل فی وقت نوبة ابن ام مکتوم (مرعاة المفاتیح، ج: ۱/ ص: ۳۲۳)

یعنی محدث ابن خزیمہ وغیرہ نے ان واقعات میں یوں تطہیق دی ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال و حضرت ابن ام مکتوم کو باری باری ہر دو اذانوں کے لئے مقرر کر رکھا ہو۔ جس دن حضرت بلال کی باری تھی کہ وہ رات میں اذان دے رہے تھے اس دن آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلال کی اذان سن کر کھانا پینا سحری کرنا وغیرہ منع نہیں ہوا کیونکہ یہ اذان اسی آگاہی کے لئے دی گئی ہے اور جس دن حضرت ابن ام مکتوم کی رات میں اذان دینے کی باری تھی اس دن ان کے لئے فرمایا کہ ان کی اذان سن کر کھانے پینے سے نہ رک جانا کیونکہ یہ سحری یا تجدید کی اذان دے رہے ہیں۔ پھر بعد میں حضرت ابن ام مکتوم کو اذان فجر پر مقرر کر کے لوگوں سے کہ دیا گیا کہ فجر ہونے پر ان کو آگاہ کریں اور وہ اذان دیں اور حضرت بلال کو خاص سحری کی اذان کے لئے مقرر کر دیا گیا۔

امام مالک و امام شافعی و امام احمد و امام ابو یوسف یخیل نے طوع فجر سے کچھ قبل نماز فجر کے لئے اذان دینا جائز قرار دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ نماز فجر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکبوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

قال هو لاء کان الاذانان لصلوة الفجر ولم يكن الاول مانعا من التسحر و كان الثاني من قبيل الاعلام بعد الا علام و انما اختص صلوة الفجر بهذا من بين الصلوات لما ورد من الترغيب في الصلوة اول الوقت والصبح ياتي غالبا عقب النوم ف fasab ان ينصب من يوقف الناس قبل دخول و قهالا ليها بوا ويدركوا افضلية اول الوقت الخ (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۳۲۳)

یعنی مذکورہ بلال حضرات کہتے ہیں کہ ہر دو اذان جن کا ذکر حدیث مذکورہ میں ہے۔ یہ نماز فجری کے واسطے ہوتی تھیں۔ پہلی اذان سحری اور تجدید سے مانع نہ تھی۔ دوسرا اذان کمر آگاہی کے لئے دلائی جاتی تھی اور بہ نسبت دوسرا نمازوں کے یہ خاص نماز فجری کے بارے میں ہے اس لئے کہ اسے اول وقت ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ پس مناسب ہوا کہ ایک ایسا موزن بھی مقرر کیا جائے جو لوگوں کو کوپلے ہی ہوشیار و بیدار کر دے تاکہ وہ تیار ہو جائیں اور اول وقت کی فضیلت حاصل کر سکیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اذان بلال ہنگامہ کا تعلق خاص ماہ رمضان ہی سے تھا۔ بعض شرح دیوبند نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔

و فيه نظر لان قوله كلوا واشربوا يمانتي في غير رمضان ايضا و هذا لمن كان يريد صوم التطوع فان كثيرا من الصحابة في زمانه صلى الله عليه وسلم كانوا يكترون صيام النفل فكان قوله فكلوا واشربوا بالنظر الى هولاء و يدل على ذلك ما رواه عبد الرزاق عن ابن المسمى مرسلا بلفظ ان بلا لا يوذن بلليل فمن اراد الصوم فلا يمنعه اذان بلا ل حتى يوذن ابن ام مكتوم ذكره على المتن في كنز العمال (ص: ٣٣) / (٣) فجعل النبي صلى الله عليه وسلم الصوم فيه باختيار الرجل ولا يكون ذلك الا في غير رمضان فدل على ان قوله صلى الله عليه وسلم ان بلا لا يوذن بلليل ليس مختصا برمضان (مرعاة، ج: ١/ ص: ٣٣٣)

لینی یہ صحیح نہیں کہ اس اذان کا تعلق خاص رمضان سے تھا۔ زمانہ نبوی میں بہت سے صحابہ غیر رمضان میں نفل روزے بھی بکھر رکھا کرتے تھے جیسا کہ مدد عبد الرزاق میں ابن مسیب کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلاں رات میں اذان دیتے ہیں۔ پس جو کوئی روزہ رکھنا چاہے اس کو یہ اذان سن کر سحری سے رکانا چاہئے۔ یہ ارشاد نبوی غیر رمضان ہی سے متعلق ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اذان بلاں کو رمضان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے۔

ربما یہ مسئلہ کہ اگر کوئی شخص فجر کی اذان جان کر یا بھول کر وقت سے پہلے پڑھ دے تو وہ کفایت کرے گی یا فجر ہونے پر دوبارہ اذان لوٹائی جائے گی۔ اس بارے میں حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں فقال بعض اهل العلم اذا اذن المؤذن بالليل اجزاء ولا يعيد وهو قول مالک و ابن البارک والشافعی واحمد و اسحاق و قال بعض اهل العلم اذا اذن بالليل اعاد و يقول سفيان الثوری يعني بعض اہل علم کا قول ہے کہ اگر مؤذن رات میں فجر کی اذان کہ دے تو وہ کافی ہو گی اور دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ یہ امام مالک اور عبد اللہ بن مبارک و امام شافعی و احمد و اسحاق وغیرہ کا فتوی ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ اذان لوٹائی جائے گی، امام سفیان ثوری کا یہی فتوی ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا عبد الرحمن مبارکپوری قدس سرہ فرماتے ہیں قلت لم اقف على حديث صحيح صريح بدل على الاكتفاء فالظاهر عندي قول من قال بعدم الاكتفاء والله تعالى اعلم. (تحفة الاحوذى، ج: ١/ ص: ١٨٠)

لینی میں کہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں ملی جس سے رات میں کہی ہوئی اذان فجر کی نماز کے لئے کافی ثابت ہو۔ پس میرے نزدیک ظاہر میں ان ہی کا قول صحیح ہے جو اسی اذان کے کافی نہ ہونے کا مسلک رکھتے ہیں۔ والله اعلم۔

**٤ - بَابُ كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالإِقَامَةِ،**

ہونا چاہئے؟

(٦٢٣) ہم سے اسحاق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ طحان نے سعد بن ایاس جریری سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن مغفل مزنی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان و اقامۃ) کے درمیان ایک نماز (کا فصل) دوسری نماز سے ہونا چاہئے (تیسرا مرتبہ فرمایا کہ) جو شخص ایسا کرنا چاہے۔

(٦٢٤) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غدر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج

وَمَنْ يَنْتَظِرُ إِقَامَةَ الصَّلَاةِ؟

٦٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْبِيِّ عَنْ أَبْنِ بُرْيَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُقْفَلِ الْمُزْنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((بَيْنَ كُلَّ أَذَانَيْنِ صَلَاةً - ثَلَاثَةً - لِمَنْ شَاءَ)).

[طرفة فی : ٦٢٧].

٦٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنَّدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ:

نے بیان کیا، کما کہ میں نے عمرو بن عامر انصاری سے سنا، وہ حضرت انس بن مالک رض سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ (عدم رسالت میں) جب موذن اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ستونوں کی طرف پکتے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجہ سے باہر تشریف لاتے تو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ملتے۔ یہ جماعت مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں تھیں۔ اور (مغرب میں) اذان اور تکمیر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ اور عثمان بن جبلہ اور ابو داؤد طیالی نے شعبہ سے اس حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ) اذان اور تکمیر میں بہت ہوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔

سمفت عمر و بن عامر الانصاری عن أنس بن مالک قَالَ: (كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ يَتَبَاهَرُونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ وَهُمْ كَذَلِكَ يَصْلُوْنَ الرَّمَكْعَنَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ). قَالَ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَّالَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شَعْبَةَ : (لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا فَلَيْلٌ). [راجع: ۵۰۳]

تَشْرِيف مغرب کی جماعت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا صحابہ کرام میں عام معمول تھا۔ حضرت امام مخاری رض کا مقصد باب یہ ہے کہ اذان اور تکمیر کے درمیان کم از کم اتنا فاصلہ تو ہوتا ہی چاہئے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھی جاسکیں۔ حتیٰ کہ مغرب بھی اس سے مشتمل نہیں ہے۔

بعض فضلائے دیوبند نے لکھا ہے کہ بعد میں ان رکعتوں کے پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ روکنے والے کون صاحب تھے۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت کے لئے کوئی حدیث ان کے علم میں ہو۔ مگر ہماری نظر سے وہ حدیث نہیں گذری۔ یہ لکھنے کے باوجود ان ہی حضرات نے ان رکعتوں کو مبالغہ بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھو تفصیل البخاری پ: ۳ / ص: ۵۹)

### باب اذان سن کر جو شخص (گھر میں بیٹھا) تکمیر کا انتظار کرے۔

(۲۲۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کما کہ مجھے عروہ بن زیبر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب موذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرض سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) ہلکی چھٹلی ادا کرتے صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داشتی کروٹ پر لیٹ رہتے۔ یہاں تک کہ موذن تکمیر کرنے کی اطلاع دینے کے لئے آپ کے پاس آتا۔

۶۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْوَةُ بْنِ الرَّبِيعِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأَوَّلِيِّ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَسَّخَ رَسْخَعَنِ خَفِيفَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَأْنِيَ الْفَجْرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِفَةِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَ الْمُؤَذِّنُ بِالْإِقَامَةِ.

[اطرافہ فی: ۱۱۶۰، ۱۱۲۳، ۹۹۴]

. [۶۳۱۰، ۱۱۷۰]

**لشیخ** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گھر میں سنت پڑھ کر جماعت کفری ہونے کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے رہنا جائز ہے۔ آج کل گھری گھنٹوں کا نماز ہے۔ ہر نمازی مسلمان اپنے ہاں کی جماعتوں کے اوقات کو جانتا ہے پس اگر کوئی شخص یعنی جماعت کفری ہونے کے وقت پر گھر سے لکل کر شال جماعت ہو تو یہ بھی درست ہے۔

باب ہر اذان اور تکبیر کے بیچ میں جو کوئی چاہے (نفل) نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۷۲) ہم سے عبد اللہ بن یزید مقری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے کمس بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے کہ بنی کرم شیعیان نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان و تکبیر) کے بیچ میں نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ پھر تیسرا مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔

معتمد باب یہ کہ اذان اور تکبیر میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا چاہئے۔ کم از کم اتنا ضروری کہ کوئی شخص دو رکعت سنت پڑھ سکے۔ گھر مغرب میں وقت کم ہونے کی وجہ سے فوراً جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مغرب میں بھی نماز فرض سے پسلے دو رکعت سنت پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اجازت ہے۔

باب جو یہ کہ سفر میں ایک ہی شخص اذان دے۔

(۷۲۸) ہم سے معلیٰ بن سعد اسد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے ابو الیوب سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے مالک بن حوریث صحابیؓ سے، کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم (بنی یسٹ) کے چند آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے آپ کی خدمت شریف میں میں راتوں تک قیام کیا۔ آپ بڑے رحم دل اور ملشارتے۔ جب آپ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کا شوق محسوس کر لیا تو فرمایا کہ اب تم جا سکتے ہوں۔ وہاں جا کر اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور (سفر میں) نماز پڑھتے رہتا۔ جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۶- بَابُ بَيْنَ كُلِّ أَذَانِنِ صَلَاةً

لِمَنْ شَاءَ

۶۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرِيزَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَقْفُلٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَ كُلِّ أَذَانِنِ صَلَاةً، بَيْنَ كُلِّ أَذَانِنِ صَلَاةً - ثُمَّ قَالَ فِي الْأَفْلَةِ: - لِمَنْ شَاءَ)). [راجح: ۶۲۲]

معتمد باب یہ کہ اذان اور تکبیر میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا چاہئے۔ کم از کم اتنا ضروری کہ کوئی شخص دو رکعت سنت پڑھ سکے۔ گھر مغرب میں وقت کم ہونے کی وجہ سے فوراً جماعت شروع ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مغرب میں بھی نماز فرض سے پسلے دو رکعت سنت پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اجازت ہے۔

۱۷- بَابُ مَنْ قَالَ: لَيْلَةً فِي

السَّفَرِ مُؤَذَّنَ وَاحِدَةً

۶۲۸- حَدَّثَنَا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهِبَّةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ قَلَّابَةَ عَنْ مَا لِكَ بْنِ الْحَوَيْرَةِ: قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي لَيْلَةٍ مِّنْ قَوْمِيِّ، فَلَأَمَّا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَجِيمًا رَفِيقًا. فَلَمَّا رَأَى هَذِهِنَا إِلَيَّ أَهَمَّلَنَا قَالَ: ((إِرْجُوْنَا فَلَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلَمُوْهُمْ وَصَلُّوْا، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَيْلَةً ذَنْدَنَ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلَيْلَةً مُكْمَنْ أَكْبَرُكُمْ)).

[اطرافہ فی: ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۵۸، ۶۸۵، ۷۲۴۶، ۶۰۰۸، ۲۸۴۸]

. ۸۱۹

آداب سفر میں سے ہے کہ امیر سفر کے ساتھ امام و موذن کا بھی تقریر کر لیا جائے۔ تاکہ سفر میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ حدیث نبوی کا یہی فناہ ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

### باب اگر کئی مسافر ہوں تو نماز کے لئے اذان دیں اور تکبیر بھی کہیں اور عرفات اور مزدلفہ میں بھی ایسا ہی کریں

اور جب سردی یا پارش کی رات ہو تو موذن یوں پکار دے کہ اپنے  
اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔

(۲۲۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے  
صاحب ابوالحسن سے بیان کیا، انہوں نے زید بن وہب سے، انہوں نے  
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے  
ساتھ ایک سفر میں تھے۔ موذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ  
ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر موذن نے اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا کہ  
ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر موذن نے اذان دینی چاہی اور آپ نے پھر یہی  
فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دے۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔  
نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی شدت دونوں خلائق سے پیدا  
ہوتی ہے۔

**لشیخ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ** یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسافروں کی جب ایک جماعت موجود ہو تو وہ بھی اذان، تکبیر اور  
جماعت اسی طرح کریں جس طرح حالت اقامت میں کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز ذرا دیر سے  
پڑھنا مناسب ہے۔ تاکہ گرمی کی شدت کچھ کم ہو جائے جو دوزخ کے سائنس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسی دوزخ ہے ویسا ہی اس کا  
سائنس بھی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ ہی بترا جاتا ہے۔ مزید کہ داکش کی ضرورت نہیں۔

(۲۳۰) ہم سے محمد بن یوسف فرمایا نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان  
ثوری نے خالد حذاء سے، انہوں نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے،  
انہوں نے مالک بن حوریث سے، انہوں نے کہا کہ دو شخص نبی کریم  
ﷺ کی خدمت میں آئے یہ کسی سفر میں جانے والے تھے۔ آپ نے  
ان سے فرمایا کہ دیکھو جب تم سفر میں نکلو تو نماز کے وقت راستے میں (اذان دینا پھر اقامت کہنا) پھر جو شخص تم میں عمر میں بڑا ہو وہ نماز  
پڑھائے۔

۱۸ - بَابُ الْأَذَانِ لِلْمُسَافِرِ إِذَا  
كَانُوا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةُ، وَكَذَلِكَ  
بِعِرَفَةَ وَجَمْعِيَّ

وَقَوْلِ الْمُؤْذِنِ: الصَّلَاةُ فِي الْوَحَالِ فِي  
اللَّيْلَةِ الْبَارَدَةِ أَوِ الْمَطَيِّرَةِ.

۶۲۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ الْمُهَاجِرِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ  
عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذِرٍ قَالَ: كَذَا  
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤْذِنُ أَنْ  
يُؤْذِنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ  
يُؤْذِنَ فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤْذِنَ  
فَقَالَ لَهُ: ((أَبْرِدْ)), حَتَّى سَأَوَى الظَّلَّ  
الْعُلُولَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ شِدَّةَ الْحَرَّ  
مِنْ فَيْحَ جَهَنَّمَ)). [راجع: ۵۳۵]

**لشیخ حضرت امام مسلم بن یوسف رضی اللہ عنہ** حدیث سفیان عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن مالک بن الحوتیرث قال: اتى رجلان النبي ﷺ نبیندان السفر، فقال النبي ﷺ: ((إِذَا أَتَيْتَمَا خَرَجْتُمَا فَأَذْنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لَيُؤْمِكُمَا أَكْبَرُ كُمَا)). [راجع: ۶۲۸]

مطلوب یہ کہ سفر میں نماز باجماعت سے غافل نہ ہونا۔

(۶۳۱) ہم سے محمد بن شنی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابو ایوب سختیانی نے ابو قلباء سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے مالک بن حوریث نے بیان کیا، کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت القدس میں حاضر ہوئے۔ ہم سب ہم عمر اور نوجوان ہی تھے۔ آپ کی خدمت مبارک میں ہمارا بہیں دن در رات قیام رہا۔ آپ ہرے ہی رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہمیں اپنے وطن واپس جانے کا شوق ہے تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے گھر کے چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا ب تم اپنے گھر جاؤ اور ان گھروں کے ساتھ رہو اور انہیں بھی دین سکھاؤ اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کا حکم کرو۔ مالک نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا جن کے متعلق ابو ایوب نے کہا کہ ابو قلباء نے یوں کہا وہ باتیں مجھ کو یاد ہیں یا یوں کہا مجھ کو یاد نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آجائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

[راجع: ۶۲۸]

بشر طیکہ وہ قرآن شریف و طریقہ نماز و امامت جانتا ہو۔

**نشیخ** اس حدیث سے حضرت امام بخاری قدس سرہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ حالت سفر میں اگر چند مسلمان سمجھا ہوں تو ان کو نماز اذان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ ان نوجوانوں کو آپ نے بہت سی نصائح کے ساتھ آخر میں یہ تکید فرمائی کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ عین اسی طرح میری سنت کے مطابق نماز پڑھنا۔ معلوم ہوا کہ نماز کا ہر ہر رکن فرض واجب منتخب سب رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ادا ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس معیار پر دیکھا جائے تو آج کتنے نمازوں میں گے جو بحالت قیام و رکوع و سجدہ و قومہ سنت رسول کو مٹوڑ رکھتے ہیں۔ حق ہے۔

مسجدیں مرغیہ خواں میں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحب اوصاف جائز نہ رہے

(۶۳۲) ہم سے مسدود بن مسرد نے بیان کیا کہ ہم سے تجھی بن سعید قطان نے عبید اللہ بن عمر عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے تافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر بن حینہ نے ایک سر در رات میں مقام پنجنان پر اذان دی پھر فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو اور ہمیں آپ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ موزون سے اذان کے لئے

۶۳۲ - حَدَّثَنَا مُسْدَدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَىٰ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافعٌ  
قَالَ: أَذْنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةَ بَادْرَةَ  
بِضَجَانَ، ثُمَّ قَالَ: صَبَّلُوا فِي رِحَالِكُمْ.  
فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ

فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ موزن اذان کے بعد کہہ دے کہ لوگو! اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔ یہ حکم سفر کی حالت میں یا سردی یا برسات کی راتوں میں تھا۔

کیونکہ ارشاد باری ہے۔ «ما جعل علیکم فی الدینِ مِنْ خَرْجٍ» (الجع: ۸۷) دین میں تنگی نہیں ہے۔ بخنان کہہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کا نام ہے۔

(۲۳۳) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الحمیس نے بیان کیا، انہوں نے عون بن ابی جعیف سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول کشم ملٹیپل کو ابٹھ میں دیکھا کہ بلاں حاضر ہوئے اور آپ کو نماز کی خبر دی پھر بلاں برچھی لے کر آگے بڑھے اور اسے آپ کے سامنے (بطور سترہ) مقام ابٹھ میں گاڑ دیا اور آپ نے (اس کو سترہ بنا کر) نماز پڑھائی۔

ابٹھ کہ سے کچھ فاصلہ پر ایک مشور مقام ہے۔ جہاں آپ نے حالت سفر میں جماعت سے نماز پڑھائی۔ پس حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو موزن امام کو گھر سے بلا کر لاسکتے ہیں اور یہ بھی کہ جنگل میں سترہ کا انتظام ضروری ہے۔ اسکا اہتمام موزن کو کرتا ہے۔ عنزہ وہ لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو، اسے زمین میں با آسانی گاڑا جاسکتا ہے۔

**باب کیا موزن اذان میں اپنا منہ ادھرا دھر (دائیں باسیں)**

پھرائے اور کیا اذان کہتے وقت ادھرا دھر

دیکھ سکتا ہے

اور بلاں ٹھیک سے روایت ہے کہ انہوں نے اذان میں اپنی دونوں انگلیاں اپنے کاؤں میں داخل کیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اذان میں کاؤں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے۔ اور ابراہیم نجعی نے کہا کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی برائی نہیں اور عطاۓ نے کہا کہ اذان میں وضو ضروری اور سنت ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کشم ملٹیپل سب و قتوں میں اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

(۲۳۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عون بن ابی جعیف سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باب سے کہ انہوں نے بلاں ٹھیک کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں

مُؤْذنٌ يُؤْذنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِنْرِوِهِ: ((أَلَا صَلَوَةٌ فِي الرَّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمُطَهَّرَةِ فِي السَّفَرِ)). [طرفة فی: ۶۶۶].

۶۳۳ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنَ: قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْفَمِيْسِ عَنْ عَوْنَ بْنِ أَبِي جَعْفَرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ، فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَادَّنَهُ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْغَنَّزَةِ حَتَّى رَكَّزَهَا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ. [راجع: ۱۸۷]

۱۹ - بَابُ هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤْذِنُ فَاهْ هَاهَا وَهَاهَا، وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ؟

وَيَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ: أَنَّهُ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أَذَنِيهِ. وَكَانَ أَنَّ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أَذَنِيهِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: لَا يَأْسَ أَنْ يُؤْذَنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ. وَقَالَ عَطَاءُ: الْوُضُوءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَاهِهِ.

۶۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفِيَّاً عَنْ عَوْنَ بْنِ أَبِي جَعْفَرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى بِلَالًا يُؤْذَنَ فَجَعَلَتْ أَقْبَعَ

میں بھی ان کے منہ کے ساتھ ادھر ادھر منہ پھیرنے لگا۔

فَاهْ هُنَا وَهُنَا بِالْأَذَانِ.

**الشیخ** اس باب کے ذیل میں حضرت الامام نے کئی ایک مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً موذن کو حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے وقت دایمیں باسیں منہ پھیرنا درست ہے نیز کافیوں میں انقلابیں داخل کرنا بھی جائز ہے تاکہ آواز میں بلندی پیدا ہو۔ کوئی کافیوں میں انقلابیں نہ ڈالیں تو بھی کوئی ہرج نہیں۔ وضو کر کے اذان کہنا بہتر ہے مگر اس کے لئے وضو شرط نہیں ہے جن لوگوں نے وضو ضروری قرار دیا ہے، انہوں نے فضیلت کا پہلو اختیار کیا ہے۔

## باب یوں کہنا کیا ہے کہ نمازنے ہمیں چھوڑ دیا۔

## ۲۰ - بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَّسَا

### الصَّلَاةُ

امام ابن سیرین **الشیخ** نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی کہے کہ نمازنے ہمیں چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہم نمازنہ پاسے اور نبی کرم **الشیخ** کا فرمان ہی زیادہ صحیح ہے۔

وَكَرِهَ أَنْ سِيرِينَ أَنْ يَقُولُ: فَاتَّسَا الصَّلَاةُ  
وَلَكِنْ يَقِلُّ: لَمْ نُذِرْكُ، وَقَوْلُ النَّبِيِّ **الشیخ**  
أَصَحُّ.

**الشیخ** ابن سیرین کے اثر کو ابن الیثیب نے وصل کیا۔ حضرت امام بخاری **الشیخ** نے امام ابن سیرین کا رد کرتے ہوئے بتالیا ہے کہ یوں کہنا درست ہے کہ ہماری نمازوں جاتی رہی، جب یہ قول رسول اللہ **الشیخ** نے ثابت ہے تو پھر اسے مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۶۳۵) ہم سے ابو عیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیعیان بن عبدالرحمٰن نے میکی بن الی کشیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن الی قادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو قادہ **الشیخ** سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کرم **الشیخ** کے ساتھ نمازوں میں تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سنی۔ نمازوں کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا قصہ ہے لوگوں نے کہا کہ ہم نمازوں کے لئے جلدی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ بلکہ جب تم نمازوں کے آٹو تو قار اور سکون کو ملحوظ رکھو، نمازوں کا جو حصہ پاؤ اسے پڑھو اور جو رہ جائے اسے (بعد میں) پورا کرلو۔

**الشیخ** حدیث کے لفظ و ماقاتکم سے حضرت امام نے مقصد باب کو ثابت فرمایا ہے اور **الشیخ** کا سلیقہ سکھلایا ہے کہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ نمازوں کا جو حصہ تم پاسکو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پورا کرلو۔

باب اس بیان میں کہ نمازوں کا جو حصہ (جماعت کے ساتھ) پا سکو اسے پڑھ لو اور جو نہ پاسکو اسے بعد میں پورا کرلو۔ یہ مسئلہ ابو قادہ **الشیخ** نے نبی **الشیخ** سے روایت کیا ہے۔

۶۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا  
شَيْعَيْنَ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي  
قَنَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا سَمِعَ  
جَلَّبَةَ الرِّجَالِ، فَلَمَّا صَلَّى صَلَّى قَالَ: ((مَا  
شَأْنُكُمْ؟)) قَالُوا: اسْتَغْفِلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ.  
قَالَ: ((فَلَا تَفْعَلُوا). إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ  
فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَمَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا،  
وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتَمُوا)).

**الشیخ** کہ نمازوں کا جو حصہ تم پاسکو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے بعد میں پورا کرلو۔

۲۱ - بَابٌ مَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا  
فَاتَكُمْ فَأَتَمُوا.  
وَقَالَهُ أَبُو قَنَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ **الشیخ**.

(۶۳۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کما کہ ہم سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب نے بیان کیا، کما کہ ہم سے امام زہری نے سعید بن مسیب سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے، انہوں نے نبی کرمؐ سے (دوسری سند) اور زہری نے ابو سلمہ سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے، انہوں نے نبی کرمؐ سے، آپ نے فرمایا تم لوگ تکبیر کی آواز سن لو تو نماز کے لئے (معمولی چال سے) چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بسر حال) لازم پکڑے رکھو اور دوڑ کے مت آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ ملے اسے پڑھ لو، اور جونہ مل سکے اسے بعد میں پورا کر لو۔

**باب نماز کی تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہوں۔**

(۶۳۷) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کما مجھے بھی نے عبد الوہاب بن ابی قادہ سے یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نکلتے ہوئے نہ دیکھے لو۔

**تشریح** اس مسئلے میں کئی قول ہیں۔ امام شافعیؓ کے نزدیک تکبیر ختم ہونے کے بعد مقتدیوں کو اٹھنا چاہئے، امام مالکؓ کے نزدیک کہتے ہیں تکبیر شروع ہوتے ہیں۔ امام ابو حنفہؓ کہتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کے اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کے تو امام نماز شروع کر دے۔ امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ حی علی الصلوٰۃ پر اٹھے۔ امام بخاریؓ نے باب کی حدیث لاکر یہ اشارہ کیا کہ جب امام مسجد میں نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ بیٹھے رہیں اور جب امام کو دیکھ لیں تو نماز کے لئے کھڑے ہوں۔

**باب نماز کے لئے جلدی نہ اٹھے بلکہ اطمینان اور سکون و سولت کے ساتھ اٹھے۔**

(۶۳۸) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شیبان نے بھی بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قادہ

636 - حدَّثَنَا آدُمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ حَوْلَهُ عَنْ الرُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَنِّكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ، وَلَا تُسْرِعُوا، فَمَا أَذْرَكُمْ فَصُلُوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتَمُوا)).

[طرفة فی : ۹۰۸]

۲۲ - بَابُ مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ؟

637 - حدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْيَّا يَحْتَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ فَلَا تَقْوُمُوا حَتَّى تَرَوْنِي)).

[طرفة فی : ۶۳۸، ۹۰۹]

۲۳ - بَابُ لَا يَسْعَى إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا، وَنَيْقَمُ إِلَيْهَا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

638 - حدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّانٌ عَنْ يَحْتَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قادہ حارث بن ربیعی بن ملک سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی تکمیل ہو تو جب تک مجھے دیکھنے لو کھڑے نہ ہو اور آئیگی کو لازم رکھو۔ شیبان کے ساتھ اس حدیث کو صحیح سے علی بن مبارک نے بھی روایت کیا ہے۔

یہ خود امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب البجعہ میں نکلا ہے۔ معلوم ہوا کہ شرکت جماعت کے لئے بھاگ دوڑ مناسب نہیں بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ چل کر شرکت جماعت ہونا چاہیے۔ پھر جو نماز چھوٹ جائے وہ بعد میں پڑھ لے۔ جماعت کا ثواب بہر حال حاصل ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## باب کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے اذان یا اقامۃ کے بعد بھی کوئی شخص نکل سکتا ہے؟

(۷۳۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، وہ صالح بن کیسان سے، وہ ابن شاب سے، وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن جمرے سے) باہر تشریف لائے، اقامۃ کی جا چکی تھی اور صفیں بہار کی جا چکی تھیں۔ آپ جب مصلی پر کھڑے ہوئے تو ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ تکمیل کرتے ہیں۔ لیکن آپ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ ہم اسی حالت میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ دوبارہ تشریف لائے تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے غسل کیا تھا۔

**تفسیر** آپ حالت جنابت میں تھے مگر یاد نہ رہنے کی وجہ سے تشریف لے آئے۔ بعد میں معلوم ہو گیا تو واپس تشریف لے گئے۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری قدس سرہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ کوئی ایسی ہی ختم ضرورت در پیش آجائے تو اذان و تکمیل کے بعد بھی آدمی مسجد سے باہر کل سکتا ہے۔ جس حدیث میں ممانعت آئی ہے وہاں شخص بلاوجہ نفسانی خواہش کے باہر نکلنا مراد ہے۔ ممانعت والی حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور مند احمد میں بھی ہے۔ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

والحدیثان يدلان علی تحريم الخروج من المسجد بعد سماع الاذان لغير الوضوء وقضاء الحاجة و ما تدعرا الضرورة اليه حتى

يصلی فیہ تلك الصلوة لان ذالک المسجد قد تعین لتلك الصلوة (مثل الاوطار)

یعنی مسجد سے اذان سننے کے بعد نکلا حرام ہے۔ مگر وضو یا قضاۓ حاجت یا اور کوئی ضروری کام ہو تو اجازت ہے ورنہ جیسی مسجد میں رہنے ہوئے اذان سن لی اب اسی مسجد میں نماز کی ادائیگی لازم ہے کیونکہ اس نماز کے لئے وہی مسجد متعین ہو چکی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احکام شریعت و طریقہ عبادت میں نیان ہو سکتا ہے تاکہ وہ وحی آسمانی کے مطابق اس نیان کا ازالہ کر سکیں۔

فتادَةَ عَنْ أَيْيَهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِذَا أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقْرُمُوا حَتَّى تَرَوْنِي ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ ) تَابَعَهُ عَلَيٌّ بْنُ الْمَبَارَكِ . [راجح: ۶۳۷]

## ۴ - بَابُ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ؟

(۶۳۹) - حَدَّثَنَا عَنْدُ الْغَزِيرِيِّ بْنَ عَنْدُو اللَّهِ  
قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ  
بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ  
وَقَدْ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَلَتِ الصُّفُوفُ،  
حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ اتَّظَرْنَا أَنْ يَكْرَرَ،  
أَنْصَرَفَ قَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمْ)). فَمَكَثَنَا  
عَلَى هَبَبَتِنَا، حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ  
مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ . [راجح: ۲۷۵]

باب اگر امام مقتدیوں سے کے کہ تم لوگ اسی حالت میں  
ٹھہرے رہو تو جب تک وہ لوٹ کر آئے اس کا انتظار کریں  
(اور اپنی حالت پر ٹھہرے رہیں)

(۶۲۰) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کما کہ ہمیں محمد بن یوسف فربالی نے خبر دی کہ کما ہم سے او زاغی نے ابن شاہب زہری سے بیان کیا، انہوں نے ابو سلم بن عبدالرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فربالیا کہ نماز کے لئے اقامت کی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفين سیدھی کر لی تھیں۔ پھر رسول کریم ﷺ سے تشریف لائے اور آگے بڑھے۔ لیکن حالت جنابت میں تھے (مگر پہلے خیال نہ رہا) اس لئے آپ نے فربالیا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر آپ واپس تشریف لائے تو آپ غسل کئے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی شپک رہا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

[راجع: [۲۷۵] حضرت مولانا وحید الزماں صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض شخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے۔ قبل لایی عبدالله

**لشیخ** ای البخاری ان بدلاً لاحدنا مثل هذا يفعل كما يفعل النبي صلى الله عليه وسلم قال فاي شيئاً يصنع فقيل يتظرون له قياماً او قعوداً قال ان كان قبل التكبير للحرام فلا بأس ان يقفدوا و ان كان بعد التكبير انتظروه حال كونهم قياماً ليني لوگوں نے امام بخاری دینیتی سے کما اگر ہم میں کسی کو ایسا اتفاق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کما کہ جیسا آخر حضرت ﷺ نے کیا ویسا کرے۔ لوگوں نے کما تو مقتدی امام کا انتظار کھڑے رہ کر کرتے رہیں یا بیٹھ جائیں۔ انہوں نے کما اگر تکبیر تحریک ہو چکی ہے تو کھڑے کھڑے انتظار کریں۔ ورنہ بیٹھ جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب آدمیوں کے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی تو اس طرح  
کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۶۲۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے شیبان نے بھی کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کما کہ میں نے ابو سلم سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں جابر بن عبد اللہ الفصاری رضی اللہ عنہمانے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! قسم خدا کی سورج غروب ہونے کو ہی تھا کہ میں اب عصر کی نماز پڑھ سکا ہوں۔ آپ جب

۲۵- بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ  
(مَكَانُكُمْ) حَتَّىٰ يَرْجِعَ الْنَّظَرُ

۶۴۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَقِيمْتَ  
الصَّلَاةَ فَسَوَى النَّاسُ صَفْوَهُمْ، فَعَرَجَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَدِمْتُ وَهُوَ جُنْبٌ. ثُمَّ  
قَالَ: ((عَلَىٰ مَكَانِكُمْ)). فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ،  
ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسَهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلَّىٰ بِهِمْ.

[رجوع: [۲۷۵]

۲۶- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ:

مَا صَلَّيْنا

۶۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
شِبَابٌ عَنْ يَحْيَىٰ قَالَ: سَمِعْتُ أَبا سَلَمَةَ  
يَقُولُ: أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ  
ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ  
فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَاللَّهُ مَا كَدَنَ  
أَنْ أَصْلَىٰ حَتَّىٰ كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرِبُ،

حاضر خدمت ہوئے تو روزہ افطار کرنے کا وقت آچکا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔ پھر آپ بلحان کی طرف گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہی تھا۔ آپ نے وضو کیا، پھر عصر کی نماز پڑھی۔ سورج ذوب چکا تھا۔ پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

یہ باب لا کراما مخاری ﷺ نے حضرت ابراہیم نخنی کا رد کیا ہے۔ جنوں نے یہ کہنا کہ وہ قرار دیا کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ کہنا اس شخص کے لئے کہروہ جانا جو نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ گویا نماز ہی میں ہے۔

## باب اگر امام کو تکبیر ہو چکنے کے بعد کوئی ضرورت پیش آئے تو کیا کرے؟

(۶۳۲) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن صہیب نے حضرت انس بن مالک سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے تکبیر ہو چکی تھی اور نبی ﷺ کی شخص سے مسجد کے ایک گوشے میں چکے چکے کان میں باتیں کر رہے تھے۔ پھر آپ نماز کے لئے جب تشریف لائے تو لوگ سورہ ہے تھے۔

وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّافِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا)) فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعْهُ، فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى - أَفْصَرَ بَعْدَ مَا غَرَبَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ [راجع: ۵۹۶]

یہ باب لا کراما مخاری ﷺ نے حضرت ابراہیم نخنی کا رد کیا ہے۔ جنوں نے یہ کہنا کہ وہ قرار دیا کہ یوں کہا جائے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابراہیم نے یہ کہنا اس شخص کے لئے کہروہ جانا جو نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ کیونکہ وہ گویا نماز ہی میں ہے۔

## ۲۷- بَابُ الْإِمَامِ تَغْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ

۶۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَبِيهِ الْمُؤْمِنِ عَمْرُو قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدُهُ الْوَارِثُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْدُهُ الْعَزِيزُ بْنُ صَهْبَيْنَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَتَيْتُ الصَّلَاةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَنْأِي جِلَالًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

[طرفہ فی : ۶۴۳، ۶۲۹۲] .

سوئے سے مراد اونچا ہے جیسا کہ ابن حبان اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا کہ بعض لوگ انگھٹے لگے، چونکہ عشاء کی نماز کے وقت میں کافی گنجائش ہے اور باتیں بے حد ضروری تھیں، اس لئے آپ نے نماز کو موخر کر دیا۔ حضرت امام مخاری ﷺ کا مقصد ان شرعی سوالوں کو بیان کرنا ہے جو روا رکھی گئی ہیں۔ آج جب کہ مصروفیات زندگی مدد سے زیادہ بڑھ چکی ہیں اور ہر ہر منہ مصروفیات کا ہے حدیث نبوی الامام ضامن کے تحت امام کو بہر حال مقتدوں کا خیال کرنا ضروری ہو گا)

## باب تکبیر ہو چکنے کے بعد کسی سے باتیں کرنا۔

(۶۳۳) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طولیں نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ثابت بیانی سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جو نماز کے لئے تکبیر ہونے کے بعد گفتگو کرتا رہے۔ اس پر انہوں نے انس بن

۶۴۳- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا حَمِيدٌ قَالَ: سَأَلْتُ ثَابَةً الْبَنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَكَلِّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ

مالک رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تکمیر ہو چکی تھی۔ اتنے میں ایک شخص نبی کریم ﷺ سے راستے میں ملا اور آپ کو نماز کے لئے تکمیر کی جانے کے بعد بھی روکے رکھا

**مالک قَالَ: أَقِيمْتِ الصَّلَاةَ، فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ رَجُلًا فَحَجَسَهُ بَعْدَ مَا أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ.**

[راجع: ٦٤٢]

یہ آپ کے کمال اخلاق حسنے کی دلیل ہے کہ تکمیر ہو چکنے کے بعد بھی آپ نے اس شخص سے ٹھنگو جاری رکھی۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک ملے والا خود جدا نہ ہوتا آپ ضرور موجود رہتے۔ یہاں بھی یہی ماجرا ہوا۔ برعکس کسی خاص موقع پر اگر امام ایسا کرے تو شرعاً اس پر موافخہ نہیں ہے۔

### باب جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے

اور امام حسن بصری نے کہا کہ اگر کسی شخص کی مال اس کو محبت کی بنا پر عشاء کی نماز با جماعت کے لئے مسجد میں جانے سے روک دے تو اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی مال کی بات نہ مانے۔

(۲۳۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نشیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خردی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکھوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لئے کوئوں، اس کے لئے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کوئوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشش والی بڑی مل جائے گی یا دو سعدہ کھری مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لئے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں۔

اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تارکین جماعت کے لئے ان کے گھروں کو آگ لگانے تک کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علماء نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ والحدیث استدل بہ القائلون بوجوب صلوٰۃ الجماعت لانہا لوکانت سنة لم یهدد تارکها بالتحریق۔ یعنی اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو نماز با جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔

### ٢٩ - بَابُ وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

**وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ مَنَعَهُ أُمَّةٌ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطْعِهَا.**

٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرَّبَّادِ عَنِ الْأَغْرَبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَّتْ أَنْ أَمْرَ بِحَطَبٍ لَيَخْطُبَ، ثُمَّ أَمْرَ بِالصَّلَاةِ لَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ أَمْرَ رَجُلًا فِي يَوْمِ النَّاسِ، ثُمَّ أَخَافِفُ إِلَى رِجَالٍ فَأُخْرِقُ عَلَيْهِمْ بَيْوَاهُمْ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجُدُ عَرَقاً سَمِينَاً أَوْ مِرْمَاتِينِ حَسَنَتِينِ لَشَهَدَ الْعِشَاءَ)).

[طرائف فی : ٦٥٧، ٢٤٢٠، ٧٢٢٤]

بعض علماء اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی، وہ منافق لوگ تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ والذی یظہر لی ان الحدیث ورد فی المناقین لقوله صلی اللہ علیہ وسلم فی صدرالحدیث "اقل الصلوٰۃ علی المناقین" وقوله صلی اللہ علیہ وسلم "لَوْ يَعْلَمُونَ الْخَ" لان هذا الوصف يليق بهم لا بالسونین لكن المراد نفاق المعصية لمناقف الکفراء۔ یعنی میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہؓ خاص منافقین کے بارے میں ہے۔ شروع کے الفاظ صاف ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نمازوں کا ثواب باجماعت پڑھنے کا جان لیتے تو۔۔۔ آخر تک۔ پس یہ بری عادت اہل ایمان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ یہ خاص اہل نفاق ہی کا شیوه ہو سکتا ہے۔ یہاں نفاق سے مراد نفاق معصیت ہے نفاق کفر مراد نہیں ہے۔ بہر حال جسور علماء نے نماز باجماعت کو سنت قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز باجماعت کی ایکیلی کی نماز پر ستائیں درجہ زیادہ فضیلت بتائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت کی نماز ستائیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ فاعدل الاقوال اقربہا الی الصواب ان الصواب ان الجماعة من السنن المؤكدة التي لا يدخل بخلاف زيتها ما امكن الا محروم مشتمل (نیل، جزء : ۳ / ص : ۱۳۲) یعنی درست تر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنا سنن مؤکدہ سے ہے۔ ایسی سنت کہ امکانی طاقت میں اس سے وہی شخص تسلیم برٹ سکتا ہے جو انتہائی بد بخت بلکہ منحوس ہے۔ حضرت امام بخاری و تابعہ کا روحانی اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے جیسا کہ منعقدہ باب سے ظاہر ہے اسی لئے مولانا مرزا جیرت مرحوم فرماتے ہیں کہ ان المحققین ذہبوا الی وجوبها والحق احق بالاتباع۔

حدیث ابو ہریرہؓ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔ جس میں الفاظ کی کمی میشی ہے۔ امام بخاری و تابعہ کی نقل کردہ روایت میں منافقین کا ذکر صریح لفظوں میں نہیں ہے دوسری روایات میں منافقین کا ذکر صراحتاً آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر نماز باجماعت ہی فرض ہوتی تو آپ ﷺ ان کو بغیر جلانے نہ چھوڑتے۔ آپ کا اس سے رک جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ فرض نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ نیل الاوطار میں تفصیل سے ان مباحث کو لکھا گیا ہے۔ من شاء فلیبرجع الي

### باب نماز باجماعت کی فضیلت کا بیان۔

اسود بن شریس سے جب جماعت فوت ہو جاتی تو آپؐ کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے (جمان نماز باجماعت ملنے کا امکان ہوتا) اور انس بن مالک بن شریس ایک ایسی مسجد میں حاضر ہوئے جماں نماز ہو چکی تھی۔ آپؐ نے پھر اذان دی، اُنکا اقتامت کی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

(۶۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خردی، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز ایکی نماز پڑھنے سے ستائیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

### ۳۔ بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الْأَسْوَدُ: إِذَا فَاتَتِ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ: وَجَاءَ أَنَّسَ إِلَى مَسْجِدٍ فَذَدَ صَلَّى فِيهِ: فَلَأَذْنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً.

۶۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَدَدِ بِسِتِّيْنِ وَعَشْرِينَ دَرَجَةً)). [طرفة في : ۶۴۹].

(۶۴۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یہ شریعت نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یہ شریعت نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن خباب سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدراہ بن عوف سے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جماعت سے نماز تہنم نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(۶۴۷) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو صالح سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص دوضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو لمحو نظر کر اچھی طرح دوضو کرتا ہے پھر مسجد کا راستہ پکرتا ہے اور سوانح مسجد کے اور کوئی دو سرا را دہا اس کا نہیں ہوتا، تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بروحتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لئے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلی پر بیٹھا رہے۔ کہتے ہیں اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرم۔ اے اللہ! اس پر رحم کر اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نماز ہی میں مشغول ہو۔

**لشیخ شریعت** حضرت ابو ہریرہ بن عوف کی حدیث میں پچیس درجہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ستائیں درجہ ثواب باجماعت نماز میں بتایا گیا ہے۔ بعض محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت زیادہ قوی ہے۔ اس لئے عدد سے متعلق اس روایت کو ترجیح ہو گی۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح مسلم یہ ہے کہ دونوں کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ باجماعت نماز بذات خود واجب یا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک فضیلت کی وجہ تو یہی ہے۔ پھر باجماعت نماز پڑھنے والوں کے اخلاص و تقویٰ میں بھی تفاوت ہو گا اور ثواب بھی اسی کے مطابق کم و بیش ملے گا۔ اس کے علاوہ کلام عرب میں یہ اعداد کثرت کے اظہار کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ گویا مقصود صرف ثواب کی زیادتی کو بتاتا تھا۔ (تفہیم البخاری)

ابن دقيق العيد کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا گھروں اور بازاروں میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے گو بازار یا گھر میں جماعت سے نماز پڑھنے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں گھر میں اور بازار میں نماز

۶۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي الْيَتُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَبَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرَى أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَدَى بِحَمْسٍ وَعَشْرِينَ دَرَجَةً)).

۶۴۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَغْمَشُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسَةٌ وَعَشْرِينَ ضِعْفًا، وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَخْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَخْرُجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُطْ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَخَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِينَةً. فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَرَلِ الْمَلَائِكَةُ نُصْلِي عَلَيْهِ مَا ذَامَ فِي صَلَاةٍ : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَرْأَى أَحَدًا كُنْ فِي صَلَاةٍ مَا اتَّظَرَ الصَّلَاةَ)). [راجع: ۱۷۶]

پڑھنے سے وہاں اکیلے نماز پڑھنا مراد ہے۔ واللہ عالم۔

## باب فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں۔

(۶۳۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنًا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت سے نماز اکیلے پڑھنے سے پچھیں درجہ زیادہ برتر ہے۔ اور رات دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم پڑھنا چاہو تو (سورہ بنی اسرائیل)، کی یہ آیت پڑھو ﴿اَن قرآن الفجر کان مشهودا﴾ یعنی فجر میں قرآن پاک کی تلاوت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(۶۳۹) شعیب نے فرمایا کہ مجھ سے نافع نے این عمر بن عقبہ کے واسطے سے اس طرح حدیث بیان کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(۶۴۰) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سالم سے سنًا۔ کہا کہ میں نے ام درداء سے سنًا، آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے، بڑے ہی خفا ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، جس نے آپ کو غضبنک بنادیا۔ فرمایا، خدا کی قسم! حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کوئی بات اب میں نہیں پاتا۔ سوا اس کے کہ جماعت کے ساتھ یہ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

(۶۴۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے برید بن عبد اللہ سے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ سے، انہوں نے ابو موسیٰ بن شہر سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں ثواب کے لحاظ

## ۳۹ - بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي

### جَمَاعَةٍ

(۶۴۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسْتَبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((تَفْضُلُ صَلَاةِ الْجَمِيعِ صَلَاةً أَحَدِكُمْ وَخَدَّةً بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا، وَتَجْتَمِعُ مِلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمِلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَاقْرَأُوا إِن شِئْتُمْ: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾۔ [راجع: ۱۷۶]

(۶۴۹) قَالَ شَعِيبٌ: وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: تَفْضُلُهَا بِسِتِّينَ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔ [راجع: ۶۴۵]

(۶۵۰) حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: سَمِعْتَ سَالِمًا قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدُّرْذَاءِ تَقُولُ: (دَخَلَ عَلَيْيَ أَبُو الدُّرْذَاءِ وَهُوَ مُفْصَبٌ، فَقُلْتُ: مَا أَغْصَبْتَ؟ قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَغْرِفُ مِنْ أَمْرٍ مُّحَمَّدٌ ﷺ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصْلُوْنَ جَمِيعًا).

(۶۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعْلَمِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَاطِةَ عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرَدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ

سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے، جو (مسجد میں نماز کے لئے) زیادہ سے زیادہ دور سے آئے اور جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور پھر امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس شخص سے اجر میں بڑھ کر ہے جو (پسلے ہی) پڑھ کر سوجائے۔

**لئنچ** ہمیں حدیث میں نماز بھر کی خاص فضیلت کا ذکر ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے اور قرأت قرآن مجید سنتے ہیں۔ دوسری دو حدیثوں میں مطلق جماعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بھر کی نماز با جماعت ادا کی جائے تاکہ ستائیں حصہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے علاوہ فرشتوں کی بھی معیت ہو جو بھر میں تلاوت قرآن سننے کے لئے جماعت میں حاضر ہوتے ہیں، پھر عرش پر جا کر اللہ پاک کے سامنے ان نیک بندوں کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرادے۔ آمین

باب ظہر کی نماز کے لئے سوریے جانے کی فضیلت کا بیان۔  
(۶۵۲) مجھ سے قتبہ بن سعید نے امام بالک سے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن کے غلام کی نای سے، انہوں نے ابو صالح سماں سے، انہوں نے ابو ہریرہ بن عبید سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کیس جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کافوں کی بھری ہوئی ایک شنی دیکھی، پس اسے راستے سے دور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ (صرف اسی بات پر) راضی ہو گیا اور اس کی بخشش کر دی۔

(۶۵۳) پھر آپ نے فرمایا کہ شدائد پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں مرنے والے، پیٹ کے عارضے (بیضی وغیرہ) میں مرنے والے اور ڈوب کر مرنے والے اور جو دیوار وغیرہ کسی بھی چیز سے دب کر مر جائے اور خدا کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہونے والے اور آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب کتنا ہے اور پھر اسکے سوا کوئی چارہ کارنہ ہو کہ قرصہ ڈال جائے تو لوگ ان کیلئے قرمدی ڈالا کریں۔

(۶۵۴) اور اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز کیلئے سوریے جانے میں کیا ثواب ہے تو اس کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر یہ جان جائیں کہ عشاء اور صبح کی نماز کے فضائل کتنے ہیں، تو گھنٹوں کے مل گھستے ہوئے ان کیلئے

النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْزًا لِي الصَّلَاةَ أَنْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشِيًّا، وَالَّذِي يَتَظَهَّرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يَصْنَعُهَا مَعَ الْإِقَامِ أَعْظَمُ أَجْزًا مِنَ الَّذِي يُصْنَعُ لَهُ لِمَ يَنْأِمُ)).

۳۲- بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيرِ إِلَى الظَّهَرِ  
۶۵۲- حَدَّثَنِي قَتْبَيُّ بْنُ مَالِكٍ عَنْ سَمْعِ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبِي صَالِحِ السُّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصَّنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ، فَأَخْرَجَهُ فَشَكَرَ اللَّهَ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ)).

[طرفة فی : ۲۴۷۲]

۶۵۳- ثُمَّ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْغُونُ، وَالْمُبْطُونُ، وَالْغَرِيقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْنِمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) وَقَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصَّفَّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا لَا سَتَهِمُوا عَلَيْهِ)).

[اطرافہ فی : ۷۲۰، ۲۸۲۹، ۵۷۳۳]

۶۵۴- ((وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَا سَتَبِقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبُّحِ لَا تَوْهِمُهَا وَلَوْ حَبُّوا)).

[راجع: ۶۱۵]

آئیں۔

**لَشْرِيق** اس حدیث میں اول رفاه عام کے ثواب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ مخلوقِ اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے اگر کوئی ادنیٰ قدم بھی اٹھایا جائے تو عند اللہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ نجاتِ اخروی کے لئے صرف وہی ایک کافی ہو سکتی ہے۔ پھر اللہ کی رہا میں شہید ہونے والوں کا بیان کیا گیا۔ جن کی پانچ مذکورہ تسمیں ہیں۔ پھر اذان رہنا اور پہلی صفائض میں حاضر ہو کر جماعت نماز ادا کرنا۔ پھر ظہر کی نماز اول وقت ادا کرنا۔ پھر صبح اور عشاء کی نمازوں کا خاص خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ نیکیوں پر توجہ دلانی گئی۔ ظہر کی نماز گرمیوں میں دیر کرنے کی احادیث ذکر میں آچکی ہیں۔ یہاں گرمیوں کے علاوہ اول وقت پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔

### باب (جماعت کے لئے) ہر ہر قدم پر ثواب ملنے کا بیان۔

(۶۵۵) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے بنو سلمہ والو! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟

(۶۵۶) اور ابن ابی مریم نے بیان میں یہ زیادہ کہا کہ مجھے یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو سلمہ والوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے مکان (جو مسجد سے دور تھے) چھوڑ دیں اور آنحضرت ﷺ کے قریب آرہیں۔ تاکہ نماز باجماعت کے لئے مسجد نبوی کا ثواب حاصل ہو۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو مدد کیا جائز ہے کہ ابا حیان بر ارا معולם ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟ مجہد نے کہا (سورہ نیمین میں) و آثارہم سے قدم مراد ہیں۔ یعنی زمین پر چلنے سے پاؤں کے نشانات۔

[راجح: ۶۵۵]

**لَشْرِيق** مدینہ کے قرب و جوار میں جو مسلمان رہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ وہ مسجد نبوی کے قریب شہر میں سکونت اختیار کر لیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تم لوگ جتنی دور سے چل چل کر آؤ گے اور یہاں نماز باجماعت ادا کرو گے ہر ہر قدم نیکیوں میں شمار کیا جائے گا۔ سورہ نیمین کی آیت کریمہ انا نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا و آثارہم میں اللہ نے اسی عام اصول کو بیان فرمایا ہے کہ انسان کا ہر وہ قدم بھی لکھا جاتا ہے جو وہ اٹھاتا ہے۔ اگر قدم نیکی کے لئے ہے تو وہ نیکیوں میں لکھا جائے گا اور اگر برائی کے لئے کوئی قدم اٹھا جا رہا ہے تو وہ برائیوں میں لکھا جائے گا۔ مجہد کے قول مذکور کو عبد بن حمید نے موصولة روایت کیا ہے۔

### باب عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت

### ٣٣۔ باب احتساب الاقمار

٦٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَمِيدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (إِنَّ بَنِي سَلَمَةَ أَلَا تَحْسِبُونَ آثَارَكُمْ). [طرفاہ فی: ۶۵۶، ۱۸۸۷].

٦٥٦ - وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حَمِيدٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ: أَنَّ بَنِي سَلَمَةَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِهِمْ فَيَنْزِلُوا فِي نَبِيَّ ﷺ أَنْ يُغْرِرُو الْمَدِينَةَ فَقَالَ: (أَلَا تَحْسِبُونَ آثَارَكُمْ). قَالَ مُجَاهِدٌ: خُطَاطُهُمْ: آثَارُهُمْ، أَنْ يَعْشُوا فِي الْأَرْضِ بَارِجَلِهِمْ.

[راجح: ۶۵۵]

٤۔ باب فضل صلاة العشاء في

## کے بیان میں

(۶۵۷) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہم سے اگس نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ مجھ سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انسوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بخاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھنٹوں کے بل گھست کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کوئی کہہ کرے، پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لئے کوئی اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کی جماعت دیگر نمازوں کی جماعت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور شریعت میں ان دو نمازوں کا بڑا اہتمام ہے۔ جبھی تو آپ نے ان لوگوں کے جلانے کا ارادہ کیا جو ان میں شریک نہ ہوں۔ مقصد باب یہی ہے اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

## باب دو یا زیادہ آدمی ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے۔

(۶۵۸) ہم سے مسدود بن مسرید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حداء نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے، انسوں نے مالک بن حوریث سے، انسوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت آجائے تو تم دونوں اذان دو اور اقامت کو، پھر جو تم میں بڑا ہے وہ امام بنے۔

**لشیخ** اس سے پلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں دو اصحاب کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی نماز کے لئے جماعت کرنی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- المراد بقوله اذنا ای من احباب منکما ان یوذن فلبوذن وذاک لا ستوانهما فی الفضل ولا یعتبر فی الاذان السن بخلاف الامامة الخ (فتح الباری) حافظ ابن حجر لفظ اذنا کی تفسیر کرتے ہیں کہ تم میں سے جو چاہے اذان دے یہ اس لئے کہ وہ دونوں فضیلت میں برابر تھے اور اذان میں عمر کا اعتبار نہیں۔ بخلاف امامت کے کہ اس میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۳۶- بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ ۔ باب جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اس کا بیان

## الجماعۃ

۶۵۷- حَدَّثَنَا عَمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ صَلَاتَةً أَنْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالعشاءِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَوْهِمُهُمَا وَلَا حَتَّوْا. لَقَدْ هَمَّنَتْ أَنْ أَمْرَ الْمُؤْذِنَ فَيَقِيمَ، ثُمَّ أَمْرَ رَجُلًا يَرْوِمُ النَّاسَ، ثُمَّ آخَذَ شَغْلًا مِنْ نَارٍ فَأَخْرَقَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ)). [راجح: ۶۴۴]

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کی جماعت دیگر نمازوں کی جماعت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور شریعت میں ان دو نمازوں کا بڑا اہتمام ہے۔ جبھی تو آپ نے ان لوگوں کے جلانے کا ارادہ کیا جو ان میں شریک نہ ہوں۔ مقصد باب یہی ہے اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

## ۳۵- بَابُ اثْنَانَ فَمَا فَوْقُهُمَا جَمَاعَةٌ

۶۵۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْبَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَادْعُنَا وَأَقِيمَا، ثُمَّ لَيْزِمُكُمَا أَكْبَرُ كُمَا)). [راجح: ۶۲۸]

**لشیخ** اس سے پلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں دو اصحاب کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی نماز کے لئے جماعت کرنی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- المراد بقوله اذنا ای من احباب منکما ان یوذن فلبوذن وذاک لا ستوانهما فی الفضل ولا یعتبر فی الاذان السن بخلاف الامامة الخ (فتح الباری) حافظ ابن حجر لفظ اذنا کی تفسیر کرتے ہیں کہ تم میں سے جو چاہے اذان دے یہ اس لئے کہ وہ دونوں فضیلت میں برابر تھے اور اذان میں عمر کا اعتبار نہیں۔ بخلاف امامت کے کہ اس میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، وَفَضْلُ الْمَسَاجِدِ

٦٥٩ - حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((الْمُلَائِكَةُ نَصَّلَى عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَّاهُ مَا لَمْ يُخَدِّثْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْلَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَخْسِئَهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقُلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ)). [راجع: ١٧٦]

٦٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَيْنِيِّ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يَظْلَمُهُمُ اللَّهُ فِي ظَلَلِهِ يَوْمَ لَا ظَلَلَ إِلَّا طَلَلُهُ : الْإِمَامُ الْعَادِلُ : وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعْلَقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلٌ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَهُ ذَاتٌ مُنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَحَافِظُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمْ شَيْءًا مَا تَنْفِقُ يَمِينَهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَاتِمًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ)).

[اطرافه في : ١٤٢٣ ، ٦٤٧٩ ، ٦٨٠٦].

## اور مساجد کی فضیلت۔

(۲۵۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعی نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے ابو ہریرہ بن عثمان سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ تم میں سے اس نمازی کے لئے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے محلہ پر بیمار ہے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت کر۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ گھر جانے سے سوا نماز کے اور کوئی چیز اس کے لئے منع نہیں تو اس کا (یہ سارا وقت) نمازی میں شمار ہو گا۔

(۲۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کما کہ ہم سے بیکی بن سعید قطان نے عبد اللہ بن عمر عمری سے بیان کیا، کما کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا حفص بن عاصم سے، انہوں نے ابو ہریرہ بن عثمان سے، انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو خدا اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اول انصاف کرنے والا باشا، دوسرا وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادات میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لئے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بیiad یعنی للہ محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلا بیا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ باہمیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

علامہ ابو شامة عبد الرحمن بن اسماعیل نے ان سات خوش نصیبوں کا ذکر ان شعروں میں منظوم فرمایا ہے۔

يظْلَمُهُمُ اللَّهُ الْكَرِيمُ بِظَلَلِهِ  
بَاكِ مَصْلُ وَالْإِمَامُ بَعْدَهُ

وَقَالَ النَّبِيُّ الْمُصْطَفَى إِنْ سَبْعَةً  
مَحْبُ عَفِيفٍ نَاشِي مَنْصُدِقٍ

تَشْرِيق

ان سات کے علاوہ بھی اور بہت سے نیک اعمال ہیں۔ جن کے بجالانے والوں کو سایہ عرش عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ حدیث کے لفظ قلبہ معلق فی المساجد (یعنی وہ نمازی جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا رہتا ہو) سے باب کامقدہ ثابت ہوتا ہے۔ ہاتھ ان ساتوں پر تبصرہ کیا جائے تو دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ متعدد کے بارے میں مند احمد میں ایک حدیث مرفوعاً حضرت انسؓ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ فرشتوں نے کیا اللہ! تمیری کائنات میں کوئی تخلوق پہاڑوں سے بھی زیادہ ممنبوط ہے؟ اللہ نے فرمایا ہاں لوہا ہے۔ پھر پوچھا کر کوئی تخلوق لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا کہ ہاں آگ ہے جو لوہے کو بھی پانی نہادیتی ہے۔ پھر پوچھا پروردگار کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا ہاں پانی ہے جو آگ کو بھی بجھاتا ہے۔ پھر پوچھا الٰہ کوئی چیزیاں سے بھی زیادہ اہم ہے فرمایا ہاں آدم کاہدہ بیٹا جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کیا کہ اس کے ہائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ کیا صدقہ کیا۔

حدیث مذکورہ میں جن سات غوش نصیبوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مخصوص طور پر مردوں ہی کو نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ عورتیں بھی اس شرف میں داخل ہو سکتی ہیں اور ساتوں و صفوں میں سے ہر ہر وصف اس عورت پر بھی صادق آسکتا ہے جس کے اندر وہ خوبی پیدا ہو۔ مثلاً ساتوں امام عادل ہے۔ اس میں وہ عورت بھی داخل ہے جو اپنے گھر کی ملکہ ہے اور اپنے ماتحتوں پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتی ہے۔ اپنے جملہ متعلقین میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرتی، نہ کسی کی رو رعایت کرتی ہے بلکہ ہمہ وقت عدل و انصاف کو مقدم رکھتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

(۲۶۱) ہم سے قبیہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا حمید طویل سے، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک بن عثیمین سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی انگوٹھی پہنی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! ایک رات عشاء کی نماز میں آپ نے آدھی رات تک دیر کی۔ نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، لوگ نماز پڑھ کر سوچکے ہوں گے۔ اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی کی حالت میں تھے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت انس بن عثیمین نے فرمایا جیسے اس وقت میں آپ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں (یعنی آپ کی انگوٹھی کی چمک کا سامنہ میری آنکھوں میں ہے)

### باب مسجد میں صبح اور شام آنے جانے کی

فضیلت کا بیان۔

(۲۶۲) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زید بن ہارون و اسٹلی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن مطرف نے زید بن اسلم سے خبر دی، انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے، آپ نے

۶۶۱ - حَدَّثَنَا فُقَيْةٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حَمِيدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَّسُ: هَلْ أَتَخْدِدُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، أَخْرَى لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ الظَّلَلِ، ثُمَّ أُفْلِي عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: ((صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَرَأُوا فِي صَلَاةِ مُنْدَ انتَظَرْتُمُوهَا)) قَالَ: فَكَانَيْ أَنْظَرْ إِلَى وَبِينِصِّ خَاتَمِهِ۔ [راجح: ۵۷۲]

### ۳۷ - بَابُ فَضْلٍ مَنْ عَدَدَ إِلَى

الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

۶۶۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرْفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَمَارٍ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

فرمایا کہ جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی سماں کا سامان کرے گا۔ وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے۔

**باب جب نماز کی تکمیر ہونے لگے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا۔**

(۲۶۳) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابراہیم سے بیان کیا، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے عبد اللہ بن مالک بن بحینہ سے، کما کہ نبی کریم ﷺ کا گذر ایک شخص پر ہوا (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن بشر نے بیان کیا، کما کہ ہم سے بزر بن اسد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے سعد بن ابراہیم نے خبر دی، کما کہ میں نے حفص بن عاصم سے سنا، کما کہ میں نے قبیلہ ازو کے ایک صاحب سے جن کا نام مالک بن بحینہ تھا، شاکہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک ایسے نمازی پر پڑی جو تکمیر کے بعد دور کعت نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگ اس شخص کے اروگرد جمع ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں پڑھتا ہے؟ کیا صبح کی چار رکعتیں ہو گئیں؟ اس حدیث کی متابعت غدر اور معاذ نے شعبہ سے کی ہے جو مالک سے روایت کرتے ہیں۔

ابن اسحاق نے سعد سے، انہوں نے حفص سے، وہ عبد اللہ بن بحینہ سے اور حماد نے کہا کہ ہمیں سعد نے حفص کے واسطے سے خبر دی اور وہ مالک کے واسطے سے۔

**لشیخ** حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہاں جن لفظوں میں باب منعقد کیا ہے یہ لفظ ہی خود اس حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ جسے امام مسلم اور سنن والوں نے نکلا ہے۔ مسلم بن خالد کی روایت میں اتنا زیادہ اور ہے کہ فجر کی سنتیں بھی نہ پڑھے۔ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب محدث حیدر آبادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے امام احمد بن حبل اور الہمدادیث کا یہی قول ہے کہ جب فرض نماز کی تکمیر شروع ہو جائے تو پھر کوئی نماز نہ پڑھنے۔ فجر کی سنتیں نہ اور کوئی سنت یا فرض، اسی فرض میں شریک ہو جائے جس کی تکمیر ہو رہی ہے۔

قال: ((مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَأَخَ أَعْذَّ  
اللَّهُ لَهُ نُؤْلَهُ مِنَ النَّجَنَةِ كُلُّمَا غَدَا أَوْ  
رَأَخَ)).

**٣٨ - بَابُ إِذَا أَقْيَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا  
صَلَاةٌ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ**

٦٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْفَزِيرِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ  
أَبْنِ بَحْيَنَةَ قَالَ: ((مَرْ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلٌ))  
حَقَّ قَالَ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا بَهْرَ بْنُ أَسْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةَ قَالَ:  
أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتَ  
حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ: سَمِعْتَ رَجُلًا مِنَ  
الْأَزْدِ يَقَالُ لَهُ مَالِكُ أَبْنُ بَحْيَنَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أَقْيَمَتِ الصَّلَاةُ  
يَصْلِي رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا انْتَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ، وَقَالَ لَهُ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ: ((الصُّبْحُ أَرْبَعًا، الصُّبْحُ أَرْبَعًا))  
تَابَعَهُ عَنْدَرٌ وَمَعَادٌ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ.

وَقَالَ أَبْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
أَبْنِ بَحْيَنَةَ، وَقَالَ حَمَادٌ: أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ  
حَفْصِ عَنْ مَالِكٍ.

اور یہ حقیقی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے الارکعنی الفجر اور حنفیہ نے اس سے دلیل پکڑی کہ فجر کی جماعت ہوتے ہیں سنت پڑھنی ضروری ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند میں حاج بن نصیر متزدک اور عباد بن کثیر مردود ہے۔ الحدیث کا یہ بھی قول ہے کہ اگر کوئی فجر کی سنت شروع کرچکا ہو اور فرض کی تجھیر ہو تو سنت کو تزویہ اور فرض میں شریک ہو جائے۔

علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ نے نسل الادوار میں اس حدیث بخاری کی شرح میں نو اقوال ذکر کئے ہیں۔ حضرت امام ابو حنفیہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ انه ان حشی لوت الرکعین معا واله لا یدرک الامام قبل رفعه من الرکوع فی الثانية دخل معه والا للبیر کمہما یعنی رکعنی الفجر خارج المسجد ثم یدخل مع الامام اگر یہ خطرہ ہو کہ فرض کی تجھیر کے رکعت ہاتھ سے لکل جائیں گی تو فجر کی سنتوں کو نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ مل جائے اور اگر اتنا بھی اختلاف ہے کہ دوسرا رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ مل سکے گا تو ان دو رکعت سنت فجر کو پڑھ لے پھر فرضوں میں مل جائے۔ اس سلسلہ میں امام صاحب رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے جو یہ حقیقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مردی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا رکعنی الصبح یعنی تجھیر ہو چکنے کے بعد سوائے اس فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں مگر صحیح کی دو رکعت سنت۔

امام یہ حقیقی اس حدیث کو نقل کر کے خود فرماتے ہیں ہذه الزیادة لا اصل لها و فی اسنادها حجاج بن نصیر و عباد بن کثیر و هما ضعیفان یعنی یہ الا رکعنی الفجر والی زیادتی بالکل بے اصل ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کی سند میں حاج بن نصیر اور عباد بن کثیر ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ زیادتی تقطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ برخلاف اس کے خود امام یہ حقیقی ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت ان لفظوں میں نقل کی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قیل يا رسول الله ولا رکعنی الفجر قال ولا رکعنی الفجر فی اسناده مسلم بن خالد الزنجی و هو متکلم فيه وقد وثقه ابن حبان و اسحق به فی صحيحہ یعنی رسول کریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نماز فرض کی تجھیر ہو جائے تو پھر کوئی اور نماز جائز نہیں۔ کما یا یکہ فجر کی سنتوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ وہ بھی جائز نہیں۔ اس حدیث کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے۔ جس میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے ساتھ جمٹ پکڑی ہے۔ علامہ شوکانی رضی اللہ عنہ نے اس بحث میں آخری نواں قول ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔

انہ اذا سمع الاقامة لم يحل له الدخول في رکعنی الفجر ولا في غيرها من النوافل سواء كان في المسجد او خارجه فان فعل فقد عصى وهو قول اهل الظاهر و نقله ابن حزم عن الشافعی و جمهور السلف (نسل الادوار)  
یعنی تجھیر سن لینے کے بعد نمازی کے لئے فجر کی سنت پڑھنا یا اور کسی نماز نسل میں داخل ہونا حلال نہیں ہے۔ وہ مسجد میں ہو یا باہر اگر ایسا کیا تو وہ خدا اور رسول کا نام فرمان ٹھہرا۔ اہل ظاہر کا یہی فتوی ہے اور علامہ ابن حزم نے امام شافعی رضی اللہ عنہ اور جمیور سلف سے اسی مسلک کو نقل کیا ہے۔

**ایک تاریخی مکتوب مبارک:** کون اہل علم ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم سارنپوری کے نام نامی سے واقف نہیں۔ آپ نے بخاری شریف کے حواشی تحریر فرمائے کہ اہل علم پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ مگر اس بحث کے موقع پر آپ کا قلم بھی جادہ اعتدال سے ہٹ گیا۔ یعنی آپ نے اسی یہ حقیقی والی روایت کو بطور دلیل نقل کیا ہے۔ اور اسے علام مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ اس روایت پر روایت نقل کرنے والے بزرگ یعنی خود علامہ یہ حقیقی کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جاتا۔ مگر ایسا نہیں کیا جس سے متاثر ہو کر استاذ الاساتذہ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا و استاذنا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا تھا۔ چونکہ یہ خط ایک علمی دستاویز ہے جس سے روشن خیال نوجوان کو بہت سے مفید

امور معلوم ہو سکیں گے۔ اس لئے اس خط کا پورا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔ امید کہ قارئین کرام و علمائے عظام اس کے مطالعے سے محظوظ ہوں گے۔

من العاجز النحيف السيد محمد نذير حسين الى المولوى احمد على سلمه الله القوى السلام عليكم و رحمة الله برకاته و بعد فاتباعا بحدث خير الانام عليه الفضل التحية والسلام الدين النصيحة وابتغاء تاس باحسن القول كفى بالمرء الاما ان يحدث بكل ما سمع اظهر بخد منكم الشريفة ان ما وقع من ذلك المكرم في الحاشية على صحيح البخاري تحت حدث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة سمعت استاذی مولانا محمد اسحاق رحمه الله تعالى يقول و ردفي رواية البيهقی اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا رکعتی الفجر انتهى۔ جعله اکثر طلبة العلم بل بعض اکابر زماننا الذين يعتمدون على قولكم بمروءة الفسم يصلون السنۃ ولا يبالغون فوت الجماعة وهذه الزيادة الاستثناء الاخير الا رکعتی الفجر لا اصل لها بل مردودة مطرودة عند المحققین ولا سيما عند البيهقی الا مین و آفة الوضع على هذا الحديث الصحيح انما طرء عن عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر بالحق هذه الزيادة الاستثناء الاخير و ظنی انکم ایہا الممسجد ما سمعتم نقل کلام استاذی العلامہ البحر الفہماۃ المشتہرین الافق مولانا محمد اسحاق رحمه الله تعالى خیر رحمة من يوم التلاق من البيهقی بالشمام والکمال فان البيهقی قال لا اصل لها او تسامح من المولانا المرحوم لضعف مراجھہ فی نقلها والا للرا کلام عند الثقاۃ المحدثین فی بطلان الا رکعتی الفجر كما هو مکتوب اليکم و معارضه معروض عليکم قال الشیخ سلام الله فی المحتلی شرح المتوطا زاد مسلم بن خالد عن عمرو بن دینار فی قوله صلی الله علیہ وسلم اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قبل یارسول الله ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر اخرجه ابن عدی و سندہ حسن و اما زیادة الا رکعتی الصبح فی الحديث فقال البيهقی هذه الزيادة لا اصل لها انتی مختصرًا و قال التوربشتی و زاد احمد بلفظ فلا صلوة الا التي اقيمت و هوا خص و زاد ابن عدی بسند حسن قبل یارسول الله ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر و قال الشوکانی و حدث اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا رکعتی الصبح قال البيهقی هذه الزيادة لا اصل لها و هکذا فی کتب الموضوعات الایخرى فعلىکم والحالہ هذه بصیانة الدین اما ان تصححوا الجملة الایخیرة من کتب ثقات المحققین او ترجموا و تعلموا طلبکم ان هذه الزيادة مردودة ولا یلیق العمل بها ولا یعتقد بستینھما و ها انا رجوا الجواب بالصواب فانه ینبه الغفلة و یوقظ الجھلة والسلام مع الکرام۔ (اعلام اهل العصر باحکام رکعتی الفجر، ص: ۳۶)

ترجمہ: یہ مراسلہ عاجز نحیف سید محمد نذیر حسین کی طرف سے مولوی احمد علی سلمہ اللہ القوی کے نام ہے۔ بعد سلام مسنون حدیث خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام الدين النصیحة (دین خیر خواہی کا نام ہے) کی ایجاد اور آخرتت تہذیب کے فرمان کفی بالمرء الاما الحديث (انسان کو گنگہار بنانے کے لئے یہی کافی ہے کہ بغیر تحقیق کاہل ہر سی شائی بات کو نقل کر دے) کے پیش نظر آپ کی خدمت شریف میں لکھ رہا ہوں کہ آپ کرم نے بخاری شریف کی حدیث اذا اقيمت الصلوة کا حاشیہ پر بیہقی کے حوالہ سے حضرت الاستاذ مولانا محمد اسحاق صاحب کا قول نقل فرمایا ہے جس سے مت ہجۃ کا جماعت فرض کی حالت میں پڑھنے کا جواہر لکھتا ہے۔ آپ کے اس قول پر بمروسا کر کے بت سے طلبہ بلکہ بعض اکابر عصر حاضر کا یہ عمل ہو گیا ہے کہ فرض نماز مجری جماعت ہوتی ہے اور وہ سنتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ روایت مذکورہ میں بیہقی کے حوالہ سے الا رکعتی الفجر والی زیادتی محققین علماء خاص طور پر حضرت علامہ بیہقی کے نزدیک بالکل مردود اور مطروح ہے۔ اور حدیث صحیح روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ پر یہ اضافہ عباد بن کثیر و حجاج بن نصیر کا وضع کردہ ہے۔ اور اے محترم فاضل! میرا مگن ہے کہ آپ نے حضرت مولانا و استاذنا علامہ فہماۃ مولانا محمد اسحاق صاحب تہذیب کا بیہقی سے نقل کردہ قول پورے طور پر نہیں سن۔ حالانکہ خود امام بیہقی وہاں فرمائے ہیں کہ یہ قول بالکل بے اصل ہے۔ یا پھر حضرت مولانا

(محمد احراق مرحوم) کی طرف سے اس کے نقل میں ان کے ضعف مزاج کی وجہ سے تالع ہوا ہے۔ ورنہ الا رکعتی الفجر کے لفظوں کے بطلان میں ثقافت محمد بن علی کی طرف سے کوئی کلام نہیں۔ جیسا کہ شیخ سلام اللہ صاحب نے محلی شرح مؤطمان فرمایا ہے کہ مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا اذ اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ تو آپ سے پوچھا گیا کہ فجر کی دو سننوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ولا رکعتی الفجر یعنی جب فرض نماز کی تکمیر ہو گئی تو اب کوئی نماز حتیٰ کہ فجر کی دو سننوں کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ اس کو ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور نقل کردہ زیادتی الا رکعتی الفجر کے بارے میں امام یہیقی فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں ہے۔ تورپشتی نے کہا کہ احمد نے زیادہ کیا فلا صلوٰۃ الا التي اقیمت یعنی اس وقت خصوصاً وہی نماز پڑھی جائے گی، جس کی تکمیر کی گئی ہے۔ اور ابن عدی نے سند حسن کے ساتھ زیادہ کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا نماز فجر کی سننوں کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں بوقت جماعت ان کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔

امام شوکانی حضرت امام یہیقی سے تحت حدیث اذ اقیمت الصلوٰۃ الخ میں زیادتی الا رکعتی الفجر کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ یہ زیادتی بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے۔ شیخ نور الدین نے بھی ان لفظوں کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور دوسری کتب موضوعات میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔

ان حالات میں دین کی حفاظت کے لئے آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ یا تو ثقافت محققین کی کتابوں سے اس کی صحت ثابت فرمائیں۔ یا پھر رجوع فرمائیں اپنے طباء کو آگاہ فرمادیں کہ یہ زیادتی ناقابل عمل اور مرسود ہے، ان کے سنت ہونے کا عقیدہ بالکل نہ رکھا جائے۔ میں جواب باصواب کے لئے امیدوار ہوں جس سے غافلوں کو تنیسہ ہو گی۔ اور بہت سے جاہلوں کے لئے آگاہی۔ والسلام مع الکرام۔ جہاں تک بعد کی معلومات ہیں حضرت مولانا احمد علی صاحب ﷺ نے اس مکتب کا کوئی جواب نہیں دیا ہے ہی اس غلطی کی اصلاح کی۔ بلکہ آج تک جملہ مطبوعہ بخاری محدث حواسی مولانا مرحوم میں یہ غلط بیان موجود ہے۔

پس خلاصہ المرام یہ کہ فجر کی جماعت بعد اذ اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الصبح باب اس بارے میں جس کی فجر کی یہ دو سنن میں یوں باب منعقد کیا ہے۔ ادا کیا جائے اس کے بارے حضرت امام ترمذی ﷺ نے اپنی سنن میں یوں باب منعقد کیا ہے۔

باب ماجاء فیمن تفوته الرکعتان قبل الفجر بصلیہما بعد صلوٰۃ الصبح باب اس بارے میں جس کی فجر کی یہ دو سنن رہ جائیں وہ ان کو نماز فرض کی جماعت کے بعد ادا کرے۔ اس پر امام ترمذی نے یہ حدیث دلیل میں پیش کی ہے۔

عن محمد بن ابراہیم عن جده قیس قال خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فا قیمت الصلوٰۃ فصلیت معه الصبح ثم الصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلہ یا قیس اصلاحاتان معا فقلت يا رسول الله انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن یعنی محمد بن ابراہیم اپنے وادا قیس کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول کشم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز فرض باجماعت ادا کی۔ سلام پھر نے کے بعد میں پھر مشغول ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے قیس! کیا دو نمازوں پڑھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی۔ حضور مجھ سے فجر کی سنت رہ گئی تھیں ان کو ادا کر رہا ہوں آپ نے فرمایا۔ پھر کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں و قد قال قوم من اهل مکہ بہذا الحدیث لم یروا بآسانی بصلی الرکعتین بعد الرجل الرکعتین قبل ان تطلع الشمس۔ یعنی مکہ والوں میں سے ایک قوم نے اس حدیث کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس کی فجر کی سنن رہ جائیں وہ نماز جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کو پڑھ لے۔

الحادث الکبیر مولانا عبد الرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں:-

اعلم ان قوله صلی اللہ علیہ وسلم فلا اذن معناه فلا باس عليك ان تصليهما حينئذ كما ذكرته و يدل عليه روایة ابی داود فسكت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان) فاذا عرفت هذا كله ظهر لک بط LAN قول صاحب العرف الشذی فی تفسیر قوله فلا اذن معناه فلا تصلی مع هذا العذر ايضا ای فلا اذن للانکار (تحفة الاحوذی)

یعنی جان لے کہ فرمان نبوی فلا اذن کا مطلب یہ کہ کوئی حرج نہیں کہ تو ان کو اب پڑھ رہا ہے، ابو داؤد میں صراحت یوں ہے کہ رسول کرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس تفصیل کے بعد صاحب عرف الشذی کے قول کا بط LAN تجوہ پر ظاہر ہو گیا۔ جنوں نے فلا اذن کے معنے انکار کے بتائے ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے اس لفظ سے اس کو ان سنتوں کے پڑھنے سے روک دیا۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:- قال ابن عبد البر وغيره الحجة عند التزارع السنة فمن ادلی بها فقد الفلاح و ترك التسلل عند اقامۃ الصلوة و تدارکها بعد قضاء الفرض اقرب الى اتباع السنة و بتاید ذلك من حيث المعنى بان قوله في الاقامة حي على الصلوة هلموا الى الصلوة اي التي يقام لها فاسعد الناس بما مثال هذه الامر من لم يتعشغل عه بغيره والله اعلم. یعنی ابن عبد البر وغيره فرماتے ہیں کہ تزارع کے وقت فیصلہ کرن پڑی سنت رسول ہے۔ جس نے اس کو لازم پڑا وہ کامیاب ہو گیا اور سمجھیر ہوتے ہیں نفل نمازوں کو چھوڑ دینا (جن میں فجر کی سنتیں بھی داخل ہیں) اور ان کو فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد ادا کر لیتا اتباع سنت کے یہی قریب ہے اور اقامت میں جو حی علی الصلوة کما جاتا ہے معنوی طور پر اس سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کے لئے آؤ جس کے لئے اقامت کی جا رہی ہے۔ پس خوش نصیب وہی ہے جو اس امر پر فوراً عامل ہو اور اس کے سوا اور کسی غیر عمل میں مشغول نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ فجر کی نماز فرض کی جماعت ہوتے ہوئے سنتیں پڑھتے رہنا اور جماعت کو چھوڑ دینا عقلنا و تقلا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی ہدایت اللہ عنی کے اختیار میں ہے۔

## باب یہاں کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہئے۔

### ۳۹۔ بَابُ حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يُشَهَّدَ

#### الجماعۃ

(۲۶۳) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے امش نے ابراہیم نجحی سے بیان کیا کہ حضرت اسود بن یزید نجحی نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہم نے نماز میں ہمیشہ اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کرم ﷺ کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو فرمایا کہ ابو بکر سے کو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس وقت آپ سے کہا گیا کہ ابو بکر بڑے زرم دل ہیں۔ اگر وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا ان کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر وہی حکم فرمایا، اور آپ کے سامنے پھر وہی بات دہرا دی گئی۔ تمیری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم تو بالکل یوسف کی ساتھ والی عورتوں کی سرخ ہو۔ اک

۶۶۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غَيَاثٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ الْأَسْوَدُ : قَالَ : كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَلَدَّكْرُنَا الْمَوَاطِيَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالْتَّغْظِيَةِ لَهَا قَالَتْ : لَمَّا مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَةُ الْذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذَنَ، فَقَالَ : ((مَرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلِّ بِالنَّاسِ)) فَقَيْلَ لَهُ : إِنَّ أَبَا بَكْرَ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصْلِي بِالنَّاسِ، وَأَعَادَ، فَأَعَادَ الْأَسْلَةَ فَقَالَ : ((إِنْكُنْ صَوَّاحِبُ يُوسُفَ

دل میں کچھ ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہو) ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آخر ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سارا لے کر باہر تشریف لے گئے۔ گواہ میں اس وقت آپ کے قدموں کو دیکھ رہی ہوں کہ تکلیف کی وجہ سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابو بکرؓ نے یہ دیکھ کر چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ پھر ان کے قریب آئے اور بازو میں بیٹھ گئے۔ جب اعمش نے یہ حدیث بیان کی، ان سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور ابو بکرؓ نے آپ کی اقتداء کی اور لوگوں نے ابو بکرؓ کی نماز کی اقتداء کی؟ حضرت اعمش نے سر کے اشارہ سے بتالیا کہ ہاں۔ ابو داؤد طیالی سی نے اس حدیث کا ایک مکوار شعبہ سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے اعمش سے اور ابو معاویہ نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے بائیں طرف بیٹھے۔ پس ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲۶۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی مگر مسمی سے انہوں نے زہری سے، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس کی اجازت لی کہ بیماری کے دن میرے گھر میں گذاریں۔ انہوں نے اس کی آپ کو اجازت دے دی۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ آپ اس وقت عباسؓ نے اور ایک اور شخص کے سچ میں تھے (یعنی دونوں حضرات کا سارا لئے ہوتے تھے) عبید اللہ راوی نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ نے کہا کہ عباسؓ سے بیان کی، تو آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی جانتے ہو، جن کا مام حضرت عائشہؓ نے نہیں لیا۔ میں نے کہا کہ نہیں! آپ نے فرمایا کہ وہ عائشہؓ نے نہیں لیا۔

مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصِلُّ بِالنَّاسِ)). فَخَرَجَ  
أَبُو بَكْرٍ يَصْلُّ، فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ  
نَفْسِهِ حِقْةً، فَخَرَجَ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ،  
كَأَنِي أَنْظَرْ رِجْلَيْهِ تَحْطَانَ مِنْ الْوَجْعِ،  
فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ، (فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ  
فِيْ أَنْ مَكَانَكَ، ثُمَّ أَتَيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْهِ  
جَنْبِهِ). قَتَلَ لِلْأَغْمَشِ : وَكَانَ النَّبِيُّ  
يَصْلُّ وَأَبُو بَكْرٍ يَصْلُّ بِصَلَاهِهِ، وَالنَّاسُ  
يَصْلُونَ بِصَلَاهَةِ أَبِيهِ بَكْرٍ؟ فَقَالَ بِرَأْسِهِ:  
نَعَمْ، رَوَاهُ أَبُو دَاؤَدْ عَنْ شَعْبَةَ عَنِ  
الْأَغْمَشِ بَعْضَهُ، وَرَأَدَ أَبُو مَعَاوِيَةَ : جَلَسَ  
عَنْ يَسَارِ أَبِيهِ بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَصْلُّ  
فَإِنَّمَا۔

[راجع: ۱۹۸]

۶۶۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ :  
أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمِرٍ عَنِ  
الْأُثْرَفِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْيَضُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ  
اللَّهِ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : لَمَّا قَلَّ النَّبِيُّ  
وَأَشْدَدَ وَجْهُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَن  
يُمْرِضَ فِي بَيْتِيِّ، فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ  
رَجُلَيْنِ تَحْطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ  
الْعَبَاسِ وَرَجْلِ آخَرَ، قَالَ عَبْيَضُ اللَّهِ بْنِ  
عَبْدِ اللَّهِ : فَلَذِكْرِنَتْ ذَلِكَ لَابْنِ عَبَاسِ مَا  
قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي : وَهَلْ تَذَرِّي مَنِ  
الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسْمِ عَائِشَةَ؟ قُلْتُ : لَا.  
قَالَ : هُوَ عَلَيْيِّ بْنُ أَبِيهِ طَالِبٍ.

[راجع: ۱۹۸]

دوسرے آدمی حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

**حضرت امام بخاری** و **ابن ماجہ** کا مقصد باب منعقد کرنے اور یہ حدیث لانے سے ظاہر ہے کہ جب تک بھی مریض کسی نہ کسی طرح سے مسجد میں پہنچ سکے حتیٰ کہ کسی دوسرے آدمی کے سارے سے جائے تو جانا ہی چاہئے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ حضرت عباس اور حضرت علی بن ابی طالب کے سارے مسجد میں تشریف لے گئے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: و مناسبة ذلك من الحديث خروجه صلى الله عليه وسلم متوكلا على غيره من شدة الضعف فكانه يشير الى انه من بلغ الى تلك الحال لا يستحب له تكفل الخروج للجماعة الا اذا وجد من يتوكل عليه (فتح الباري)

یعنی حدیث سے اس کی مناسبت بایس طور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لانا شدت ضعف کے باوجود دوسرے کے سارے ممکن ہوا۔ گویا یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس مریض کا حال یہاں تک پہنچ جائے اس کے لئے جماعت میں حاضری کا کلکٹ ف مناسب نہیں۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا آدمی پالے جو اسے سارا دے کر پہنچا سکے تو مناسب ہے۔

حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری وقت میں دیکھ لیا تھا کہ امت کی باغ ڈور سنبھالنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق بن ابی ذئب سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص اس وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے بار بار تکید فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق بن ابی ذئب کو مسئلہ پر بڑھایا۔ خلافت صدیقی کی حقانیت پر اس سے زیادہ واضح اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنی بنت ابی قحافة نے اس مسئلے میں کچھ معدودت پیش کی اور اشارہ کیا کہ محترم والد ماجد بے حد رقیق القلب ہیں۔ وہ مسئلہ پر جا کر رونا شروع کر دیں گے۔ لہذا آپ حضرت عمر بن ابی ذئب کو امانت کا حکم فرمائیے۔ حضرت عائشہؓ کا ایسا خیال بھی نقل کیا گیا ہے کہ اگر والد ماجد مسئلہ پر تشریف لائے اور بعد میں آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا تو عوام حضرت والد ماجد کے متعلق قسم قسم کی بدگمانیاں پیدا کریں گے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ کہ کہ تم یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیوں جیسی ہو سب کو خاموش کر دیا۔ جیسا کہ زیجا کی سیلیوں کا حال تھا کہ ظاہر میں کچھ کھتی تھیں اور دل میں کچھ اور ہی تھا۔ یہی حال تمہارا ہے۔

حافظ ابن حجر **بنی ابی ذئب** فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً۔

(۱) ایسے شخص کی اس کے سامنے تشریف کرنا جس کی طرف سے امن ہو کر وہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو گا۔

(۲) اپنی بیویوں کے ساتھ نزدیکی کا برداشت کرنا۔

(۳) چھوٹے آدمی کو حق حاصل ہے کہ کسی اہم امر میں اپنے بیووں کی طرف مراجعت کرے۔

(۴) کسی عمومی مسئلہ پر باہمی مشورہ کرنا۔

(۵) بیووں کا ادب بہر حال بجالانا جیسا کہ حضرت صدیق بن ابی ذئب کی تشریف آوری دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔

(۶) نماز میں بکثرت رونا۔

(۷) بعض اوقات محض اشارے کا بولنے کے قائم مقام ہو جانا۔

(۸) نماز با جماعت کی تکید شدید وغیرہ وغیرہ۔ (فتح الباری)

#### ٤۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ

وَالْعِلْمَ أَنْ يُصَلَّى فِي رِحْلِهِ

باب بارش اور کسی عذر کی وجہ سے گھر میں

نماز پڑھ لینے کی اجازت کا بیان۔

(۲۲۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں

امام مالک نے نافع سے خردی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

۶۶۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذْنَ

نے ایک ٹھنڈی اور برسات کی رات میں اذان دی، پھر یوں پکار کر کہہ دیا کہ لوگو! اپنی قیامگاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی و بارش کی راتوں میں موذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کروے کہ لوگو! اپنی قیامگاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔

(۲۶۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن شاب سے بیان کیا، انہوں نے محمد بن ربیع الانصاری سے کہ عقبان بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ نے بیان تھے اور وہ اپنی قوم کے امام تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اندھیری اور سیلاب کی راتیں ہوتی ہیں اور میں اندھا ہوں، اس لئے آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیجئے تاکہ میں وہیں اپنی نماز کی جگہ بنا لول۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ تم کمال نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ انہوں نے گھر میں ایک جگہ بتلا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی۔

مقصد یہ ہے کہ جمال نماز با جماعت کی شدید تاکید ہے وہاں شریعت نے معقول عذروں کی بنا پر ترک جماعت کی اجازت بھی دی ہے۔ جیسا کہ احادیث بالا سے ظاہر ہے۔

**باب جلوگ (بارش یا اور کسی آفت میں) مسجد میں آجائیں تو کیا امام ان کے ساتھ نماز پڑھ لے**

اور برسات میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھے یا نہیں؟  
یعنی گواہی آفتوں میں جماعت میں حاضر ہونا معاف ہے لیکن اگر کچھ لوگ تکلیف اٹھا کر مسجد میں آ جائیں تو امام ان کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لے۔ کیونکہ گھروں میں نماز پڑھ لینا رخصت ہے افضل تو یہی ہے کہ مسجد میں حاضر ہو۔

(۲۶۸) ہم سے عبداللہ بن عبد الوہاب بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الحمید صاحب الزیادی نے بیان کیا کہ کما میں نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے سن، انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب کہ بارش کی وجہ

بالصلوٰۃ - فی لَیلَةِ ذَاتِ بَرْدٍ وَرَبِيعٍ - ثُمَّ قَالَ: أَلَا صَلُوٰا فِي الرُّحَالِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤْذِنَ - إِذَا كَانَتْ لَيْلَةً ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ - يَقُولُ: (أَلَا صَلُوٰا فِي الرُّحَالِ). [راجع: ۶۳۲]

۶۶۷ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ عَبْدَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَوْمًا قَوْمَةً وَهُوَ أَغْمَى، وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَأْ رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ، وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيفُ الْبَصَرِ، فَصَلَّى يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَخِدُهُ مُصَلَّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أَصْلِي؟) فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنْ أَبْيَاتِ، فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . [راجع: ۴۲۴]

۶۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبَ الزِّيَادِيِّ قَالَ: سَمِعْتَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثَ قَالَ: حَطَّبَنَا

سے کچھ ہو رہی تھی خطبہ سنیا۔ پھر موزن کو حکم دیا اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آج یوں پکار دو کہ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لو۔ لوگ ایک دوسرے کو (حیرت کی وجہ سے) دیکھنے لگے۔ جیسے اس کو انہوں نے ناجائز سمجھا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے شاید اس کو براجنا ہے۔ ایسا تو مجھ سے بہتر ذات یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی کیا تھا۔ بیک جعد واجب ہے۔ مگر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر تمہیں باہر نکالوں (اور تکلیف میں جاتا کروں) اور حماد عاصم سے، وہ عبد اللہ بن حارث سے، وہ ابن عباس سے، اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ البته انہوں نے اتنا اور کہا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں گنگار کروں اور تم اس حالت میں آؤ کہ تم مٹی میں گھٹنوں تک آلووہ ہو گئے ہو۔

بن عباس فی یوم ذی رَدْعَةِ فَأَمَرَ الْمُؤْذِنَ لَمَا بَلَغَ حَتَّىٰ غَلَى الصَّلَاةَ قَالَ: قُلْ : الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ، فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَكَانُوكُمْ أَنْكَرُوا فَقَالَ : كَانُوكُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا، إِنَّ هَذَا فَعْلَةً مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِي - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - إِنَّهَا عَزَمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَنْ عَبَّاسٌ نَّحْوَةُ، غَيْرُ أَنَّهُ قَالَ: كَرِهْتُ أَنْ أُؤْتَكُمْ، فَتَجِيئُونَ تَدْوِسُونَ الطَّفَنَ إِلَى رُكَبِكُمْ.

[راجع: ۶۱۶]

شیخ شارح میں بخاری لکھتے ہیں۔ مقصود المصنف من عقد ذالک الباب بیان ان الامر بالصلوٰۃ فی الرحال للاباحة لا للوجوب ولا للنیب والام بجز اولم یکن اولی ان يصلی الاماں بمن حضر یعنی حضرت امام بخاری رض کا مقصد باب یہ ہے کہ بارش اور کچھ کے وقت اپنے اپنے ٹھکانوں پر ادا کرنے کا حکم و جوب کے لئے نہیں ہے، صرف اباحت کے لئے ہے۔ اگر یہ امر و جوب کے لئے ہوتا تو پھر حاضرین مسجد کے ساتھ امام کا نماز ادا کرنا بھی جائز نہ ہوتا اولی نہ ہوتا۔ بارش میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ کچھ لوگ آجاتے ہیں کچھ نہیں آسکتے۔ بہر حال شارع نے ہر طرح سے آسانی کو پیش نظر رکھا ہے۔

(۲۶۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوانی نے بھی بن کیش سے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدری رض سے شب قدر کو پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور برسا یہاں تک کہ (مسجد کی چھت) پہنچنے لگی جو بھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ پھر نماز کے لئے تکمیر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور پانی میں سجده کر رہے تھے۔ کچھ کا نشان آپ کی پیشانی پر بھی میں نے دیکھا۔

۶۶۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَاهَا سَعِينَدَ الْعُدْنَرِيَّ لَقَالَ: جَاءَتْ سَحَابَةُ الْمَقْطَرَاتِ حَتَّىٰ مَسَّ السَّقْفَ - وَكَانَ مِنْ جَرِيدَ النَّخْلِ - فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالْطَّفَنِ، حَتَّىٰ رَأَيْتُ أَثْرَ الطَّفَنِ فِي جَبَهَتِهِ

اطرافہ فی : ۸۱۳، ۸۳۶، ۲۰۱۶، ۲۰۴۰، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶، ۲۰۱۸

امام بخاری رض نے اس سے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسالم نے کچھ اور بارش میں بھی نماز مسجد میں پڑھی۔ باب کا یہ مقصد ہے کہ ایسی آفتوں میں جو لوگ مسجد میں آجائیں ان کے ساتھ امام نماز پڑھ لے۔

(۲۷۰) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رض سے شعبہ نے ساکہ النصار میں سے ایک مرد نے عذر پیش کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا اور وہ موٹا آدمی تھا۔ اس نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسالم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی اور آپ کے لئے ایک چٹائی، پچادی اور اس کے ایک کنارہ کو صاف کر کے دھو دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسالم نے اس بوریے پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جارود کے ایک شخص (عبد الحمید) نے انس رض سے پوچھا کہ کیا نبی کرم صلی اللہ علیہ وسالم چاشت کی نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے سوا اور کبھی میں نے آپ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

۶۷۰ - حَدَّثَنَا آدُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتَ أَنَسًا يَقُولُ : قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : إِنِّي لَا أَسْتَطِعُ الصَّلَاةَ مَعَكُمْ - وَكَانَ رَجُلًا ضَحْخَمًا - فَصَنَعَ لِلَّهِ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا، وَضَعَ طَرَفَ الْحَصِيرِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ . فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ آلِ الْجَارُودِ لِأَنَسِ: أَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسالم يَصَلِّي الصُّحَى؟ قَالَ: مَا رَأَيْتَهُ صَلَّا هَا إِلَّا يَوْمَيْنِ.

[طرفہ فی : ۱۱۷۹ ، ۶۰۸۰]

لشیخ یہاں یہ حدیث لانے سے حضرت امام بخاری رض کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکور لوگ اگر جماعت میں نہ شریک ہو سکیں اور وہ امام سے درخواست کریں کہ ان کے گھر میں ان کے لئے نماز کی جگہ تجویز کر دی جائے۔ تو امام کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ باب میں بارش کے عذر کا ذکر تھا اور حدیث ہذا میں ایک انصاری مرد نے موٹا پے کا عذر مذکور ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ شرعاً جو عذر معموق ہو اس کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے۔

## باب جب کھانا حاضر ہو اور نماز کی تکمیل ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟

اور ابن عمر رض تو ایسی حالت میں پہلے کھانا کھاتے تھے۔ اور ابو درداء رض فرماتے تھے کہ عقل مندی یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنی حاجت پوری کر لے تاکہ جب وہ نماز میں کھڑا ہو تو اس کا دل فارغ ہو۔

## ۴ - بَابُ إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ

وَكَانَ ابْنُ عَمْرَ يَنْدَأْ بِالْعَشَاءِ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقُلْبُهُ فَارِغٌ .

(۲۷۱) ہم سے مسدود بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی بن سعیدقطان نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عائشہ رض سے سنا، انہوں نے بھی کرم صلی اللہ علیہ وسالم سے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر شام کا کھانا سامنے رکھا جائے

۶۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا يَحْتَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتَ غَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسالم أَنَّهُ قَالَ: ((إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَأُوا

اور ادھر نماز کے لئے تکمیر بھی ہونے لگے تو پہلے کھانا کھالو۔

(۶۷۲) ہم سے بیکن بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شاہب سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالک رض سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا حاضر کیا جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالو اور کھانے میں بے مزہ بھی نہ ہونا چاہئے اور اپنا کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی مت کرو۔

لشیخ نماز پورے سکون کے ساتھ ادا کی جائے اور دل کھانے میں نہ لگا رہے اور یہ اس کے لئے ہے جسے پہلے ہی سے بھوک ستا رہی ہو۔

(۶۷۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابو اسامہ حماد بن اسامہ سے، انہوں نے عبید اللہ سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رض سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا تیار ہو چکا ہو اور تکمیر بھی کسی جا چکی تو پہلے کھانا کھالو اور نماز کے لئے جلدی نہ کرو، کھانے سے فراغت کرلو۔ اور عبد اللہ بن عمر رض کے لئے کھانا رکھ دیا جاتا، ادھر اقسامت بھی ہو جاتی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ امام کی قرأت برادرستہ رہتے تھے۔

(۶۷۴) زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح کھالے گو نماز کھڑی کیوں نہ ہو گئی ہو۔ ابو عبد اللہ حضرت امام مخارقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور مجھ سے ابراہیم بن منذر نے وہب بن عثمان سے یہ حدیث بیان کی اور وہب مدینی ہیں۔

باب جب امام کو نماز کے لئے بلا یا جائے اور اس کے ہاتھ

بالعشاء۔) [طرفہ فی : ۵۴۶۵] .

۶۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْيَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْيَثُّ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِذَا قُدِّمَ الْعَنْاءُ فَابْدأُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصْلُوَا صَلَةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَغْجُلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ)). [طرفہ فی : ۵۴۶۳]

لشیخ ان جملہ آثار اور احادیث کا مقصد اتنا ہی ہے کہ بھوک کے وقت اگر کھانا تیار ہو، تو پہلے اس سے فارغ ہونا چاہئے، تاکہ

وَصَبَعَ عَشَاءً أَحَدُكُمْ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدأُوا بِالْعَشَاءِ، وَلَا يَغْجُلُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ)). وَكَانَ أَبْنُ عَمْرٍ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ، فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ.

[طرفہ فی : ۶۷۴، ۵۴۶۴]

۶۷۴ - وَقَالَ زُهَيرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عَفْقَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِنِ عَمْرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَغْجُلُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ)) وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ، وَوَهْبٌ مَدِينيٌّ.

۴۳ - بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى

## میں کھانے کی چیز ہو تو وہ کیا کرے؟

(۶۷۵) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، انہوں نے این شباب سے، انہوں نے کما کہ مجھ کو جعفر بن عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ ان کے باپ عمرو بن امیہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کی ران کا گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپ نماز کے لئے بلائے گئے آپ کھڑے ہو گئے اور چھری ڈال دی، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

**لشیخ** اس باب اور اس کے تحت اس حدیث کے لانے سے حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کو یہ ثابت کرنا منکور ہے کہ پچھلی حدیث کا حکم استحباباً تھا وجوبانہ تھا۔ ورنہ آخر ضرورت ﷺ کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے کیوں جاتے بعض کہتے ہیں کہ امام کا حکم علیحدہ ہے۔ اسے کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جانا چاہئے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

باب اس آدمی کے بارے میں جو اپنے گھر کے کام کا ج میں مصروف تھا کہ سمجھیں ہوئی اور وہ نماز کے لئے نکل کر رہا ہوا۔

(۶۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کما کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے ابراہیم شخصی سے بیان کیا، انہوں نے اسود بن زید سے، انہوں نے کما کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے آپ نے بتایا کہ حضور ﷺ اپنے گھر کے کام کا ج یعنی اپنے گروہیوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا فوراً (کام کا ج چھوڑ کر) نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

باب کوئی شخص صرف یہ بتلانے کے لئے کہ آخر ضرورت ﷺ نماز کیوں نکر پڑھا کرتے تھے اور آپ کا طریقہ کیا تھا نماز

پڑھائے تو کیسا ہے؟

(۶۷۷) ہم سے موکی بن اسماعیل نے بیان کیا، کما کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کما کہ ہم سے ایوب سختیانی نے ابو قلب عبد اللہ بن زید سے بیان کیا، انہوں نے کما کہ مالک بن حوریث (صحابی) ایک

## الصلأة وَبِهِ مَا يَأْكُلُ

۶۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَعْفُرُ بْنُ عَمْرُو بْنِ أُمِيَّةَ أَنَّ أَبَاهَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَرُّ مِنْهَا، فَلَدَعْيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السَّكِينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَنْوِصُّاً [راجع: ۲۰۸]

۴ - بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَهْلِهِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

۶۷۶ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ - تَغْنِي فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ - فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[طرفہ فی : ۵۳۶۳، ۶۰۳۹].

۴۵ - بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعْلَمُهُمْ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُنْتَهُ

۶۷۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُوبُ عَنْ أَبِيهِ قَلَّابَةَ قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثَ فِي

وفعہ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔ اور میری نیت نماز پڑھنے کی نہیں ہے، میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تمہیں نماز کا وہ طریقہ سکھاؤں جس طریقہ سے نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ انہوں نے کس طرح نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتالیا کہ ہمارے شیخ (عمر بن سلمہ) کی طرح شیخ جب سجدہ سے سراہاتے تو ذرا بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے۔

سنجدینا هذَا فَقَالَ: إِنِّي لِأَصْنَلَيْ بِكُمْ وَمَا أَرِنَدُ الصَّلَاةَ، أَصْنَلَيْ كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ يُصْنَلِي. فَقَلَّتْ لِأَبِي قَلَّابَةَ: كَيْفَ كَانَ يُصْنَلِي؟ قَالَ: مِثْلَ شَيْخَنَا هذَا، قَالَ: وَكَانَ شَيْخَنَا يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

[اطرافہ فی : ۲، ۸۰۲، ۸۱۸، ۸۲۴].

**لشیخ** دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھنا یہ جلسہ استراحت کہلاتا ہے۔ اسی کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ قال الحافظ فی الفتح و فی مشروعة جلسۃ الاستراحة واخذ بها الشافعی و طائفۃ من اهل الحديث یعنی فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کی مشروعیت ثابت ہوئی اور امام شافعی و محدثوں اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا اسی پر عمل ہے۔ مگر احتجاف نے جلسہ استراحت کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھا ہوا ہے:-

”یہ جلسہ استراحت ہے اور حنفیہ کے یہاں بہتر ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ ابتداء میں یہی طریقہ تھا۔ لیکن بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔“ (تفہیم البخاری، ص: ۸۱)

آگے یہی حضرت اپنے اس خیال کی خود ہی تردید فرمارہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ”یہاں یہ بھی لمحظہ رہے کہ اس میں اختلاف صرف افضلیت کی حد تک ہے۔“

جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اسے درج جواز میں مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ بعد میں اس پر عمل ترک ہو گیا تھا۔ ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف مولانا عبدالحقی صاحب حنفی لکھنؤی کا تبصرہ نقل کر دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:-

اعلم ان اکثر اصحابنا الحنفیہ و کثیراً من المشائخ الصوفیہ قد ذکروا فی کیفیۃ صلوٰۃ التسبیح الکیفیۃ الترمذی والحاکم عن عبد الله بن المبارک الخالیۃ عن جلسۃ الاستراحة والشافعیۃ والمحدثون اکثرهم اختاروا الکیفیۃ المشتملة علی جلسۃ الاستراحة و قد علم هما اسلفنا ان الاصح ثبوتا هو هذه الکیفیۃ فلیاخذ بها من يصلیها حنفیا کان او شافعیا (تحفۃ الاحوذی، ص: ۲۳۲ بحوالہ کتاب الاثار المعرفوۃ) یعنی جان لو کہ ہمارے اکثر علمائے احتجاف اور مشائخ صوفیہ نے صلوٰۃ التسبیح کا ذکر کیا ہے۔ یعنی تندی اور حاکم نے حضرت عبد الله بن مبارک سے نقل کیا ہے۔ مگر اس میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ شافعیہ اور اکثر محمدیین نے جلسہ استراحت کو مختار قرار دیا ہے اور ہمارے بیان گزشتہ سے ظاہر ہے کہ ثبوت کے لحاظ سے صحیح یہی ہے کہ جلسہ استراحت کرنا بہتر ہے۔ پس کوئی حنفی ہو یا شافعی اسے چاہئے کہ جب بھی وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے ضرور جلسہ استراحت کرے۔

حدیث کبیر علامہ عبد الرحمن صاحب مبارک پوری (متوفی فرماتے ہیں۔ قد اعتذر الحنفیہ وغیرہم من لم یقل بجلسۃ الاستراحة عن العمل بحدیث مالک بن الحویرث المذکور فی الباب باعذار کلہا بارہد (تحفۃ الاحوذی) یعنی جو حضرات جلسہ استراحت کے قائل نہیں احتجاف وغیرہ انہوں نے حدیث مالک بن حویرث بہتر جو یہاں تندی میں مذکور ہوئی سے (اور بخاری شریف میں بھی قارئین کے سامنے ہے) پر عمل کرنے سے کئی ایک عذر پیش کئے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے اور جن کو عذر بے جا ہی کہنا چاہئے۔ (مزید تفصیل کے لئے تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ کرنا چاہئے)

## ٤٦۔ بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بَابِ اِمَامَتِ كَارِنَةِ كَاسِبٍ سَيِّدِ زِيَادَةِ حَقٍّ دَارِوْهُ هُوَ جَوَ عَلْمٌ اوْرُ (عَمَلِي طور پر بھی) فضیلتِ والا ہو۔

بِالإِمَامَةِ

**لشیخ** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب کے منعقد کرنے سے ان لوگوں کی تردید ہے جو امامت کرانے والوں کے لئے علم و فضل کی ضرورت نہیں سمجھتے اور ہر ایک جاہل کندہ ناتراش کو بے تکلف نماز میں امام بنا دیتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ امام بخاری کا یہ نہ جو ہے کہ عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے بلکہ نسبت قاری کے کیونکہ قاری صحابہ میں ابی بن کعب سب سے زیادہ تھے۔ تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے ان کو امام نہیں بنایا اور حضرت ابو بکر صدیق صلی اللہ علیہ و آله و سلم کو امامت کا حکم دیا اور حدیث میں جو آیا ہے کہ جو زیادہ تم میں اللہ کی کتاب کا قاری ہو وہ امامت کرے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ حکم آپ ہی کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اس وقت جو اقراء ہوتے اور افقہ یعنی عالم بھی ہوتا تھا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اقراء کو مقدم رکھا ہے افقہ پر اور اگر کوئی کوئی افقہ بھی ہو اور اقراء بھی تو وہ سب پر مقدم ہو گا بالاتفاق ہمارے زمانے میں بھی یہ بلا عالم ہو گئی ہے، لوگ جاہلوں کو پیش امام بنا دیتے ہیں جو اپنی نماز بھی خراب کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ (خلاصہ شرح وجیدی)

(۶۷۸) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین بن علی بن ولید نے زائدہ بن قدامہ سے بیان کیا، انہوں نے عبد الملک بن عمیر سے، کہا کہ مجھ سے ابو بردہ عامر نے بیان کیا، انہوں نے ابو موسی اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم بیمار ہوئے اور جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہ بولیں کہ وہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لئے نماز پڑھانا مشکل ہو گا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی بات کی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں، تم لوگ صواحب یوسف (زیخا) کی طرح (باتیں بناتی) ہو۔ آخر ابو بکر صدیق صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے پاس آدمی بلانے آیا اور آپ نے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی زندگی میں ہی نماز پڑھائی۔

(۶۷۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ سے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ عروہ بن زیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ ابو بکر

اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آله و سلم قَالَ فِي

سے نماز پڑھانے کے لئے کو۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابو بکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے وہ (قرآن مجید) سنانہ سکیں گے، اس لئے آپ عمر سے کہتے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے حفصہؓ سے کہا کہ وہ بھی کہیں کہ اگر ابو بکر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو روتے روتے لوگوں کو (قرآن) سنانہ سکیں گے۔ اس لئے عمر سے کہتے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہؓ (ام المؤمنین اور حضرت عمر بن شہر کی صاحبزادی) نے بھی اسی طرح کہا تو آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

مرضیہ، (مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ).  
 قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرَ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعْ النَّاسَ مِنَ الْبَكَاءِ، فَمَرَ غَمَرَ فَلَيَصِلَّ بِالنَّاسِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِيَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرَ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعْ النَّاسَ مِنَ الْبَكَاءِ فَمَرَ غَمَرَ فَلَيَصِلَّ لِلنَّاسِ. فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَدَّ، إِنْكَنْ لَأَنْنَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصِلَّ لِلنَّاسِ)). قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كَنْتَ لِأَصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا۔ [راجع: ۱۹۸]

**لشیخ** اس واقعہ سے متعلق احادیث میں "صواحب یوسف" کا لفظ آتا ہے۔ صواحب صادیۃ کی جمع ہے، لیکن یہاں مراد صرف زنجا سے ہے۔ اسی طرح حدیث میں "انس" کی ضمیر جمع کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن یہاں بھی صرف ایک ذات عائشہؓ کی مراد ہے۔ یعنی زنجانے عورتوں کے اعتراض کے سلسلے کو بند کرنے کے لئے انہیں ظاہر دعوت دی اور اعزاز و اکامہ کیا۔ لیکن مقصود صرف یوسف ﷺ کو دکھانا تھا کہ تم مجھے کیا ملامت کرتی ہو بات ہی کچھ ایسی ہے کہ میں مجبور ہوں۔ جس طرح اس موقع پر زنجانے اپنے دل کی بات چھپائے رکھی تھی۔ حضرت عائشہؓ بھی جن کی دلی تمنا یہی تھی کہ ابو بکر بن شہر نماز پڑھائیں۔ لیکن آخرضرت شہرؓ سے مزید توثیق کے لئے ایک دوسرے عنوان سے بار بار پھجواتی تھیں۔ حضرت حفصہؓ نے ابتداء میں غالباً بات نہیں سمجھی ہو گی۔ اور بعد میں جب آنحضرت شہرؓ نے زور دیا۔ تو وہ بھی حضرت عائشہؓ نے اس مقصد سمجھ گئیں اور فرمایا کہ میں بھلانہ تھم سے کبھی بھلائی کیوں دیکھنے لگی (تفہیم البخاری، ص: ۸۲؛ پ: ۳)۔

حضرت حفصہؓ کا مطلب یہ تھا کہ آخر تم سوکن ہو، تو کسی ہی سی تم نے ایسی صلاح دی کہ آخرضرت شہرؓ کو مجھ پر خفا کر دیا۔ اس حدیث سے اہل داشت سمجھ سکتے ہیں کہ آخرضرت شہرؓ کو قطعی طور پر یہ منظور تھا کہ ابو بکر بن شہر کے سوا اور کوئی امامت نہ کرے اور باوجود یہ کہ حضرت عائشہؓ بھی پیاری یوں نے تین بار معروضہ پیش کیا۔ مگر آپ نے ایک نہ سنبھالی۔

پس اگر حدیث القرطاس میں بھی آپ کا منشاء ہیں تو اس کا خواہ مخواہ کتاب لکھی جائے تو آپ ضرور لکھوادیتے اور حضرت عمر بن شہر کے جھگڑے کے بعد آپ کئی دن زندہ رہے مگر دوبارہ کتاب لکھوادی کا حکم نہیں فرمایا (م وحیدی)

۶۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَّسُ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ - وَكَانَ تَبَعَ النَّبِيَّ ﷺ وَحَدَّدَهُ وَصَاحَبَهُ - أَنَّ أَبَا بَكْرَ كَانَ يُصَلِّي

(۲۸۰) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری بن شہر نے خبر دی۔ آپ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے والے آپ کے خادم اور صحابی تھے۔ کہ آنحضرت شہرؓ کے مرض الموت میں

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ پیر کے دن جب لوگ نماز میں صاف باندھے کھڑے ہوئے تھے تو آنحضرت ﷺ جو کا پردہ ہٹائے کھڑے ہوئے، ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک (حسن و جمال اور صفائی میں) گویا مصحف کا ورق تھا۔ آپ مسکرا کر ہٹنے لگے۔ ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہم سب آپ کو دیکھنے ہی میں نہ مشغول ہو جائیں اور نمازو توڑ دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھ پاؤں پیچھے ہٹ کر صاف کے ساتھ آمنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لارہے ہیں۔ لیکن آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نمازو پوری کرو۔ پھر آپ نے پردہ ڈال دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اسی دن ہو گئی۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

بِهِمْ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ الَّذِي تُؤْفَى فِيهِ،  
حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صَفَوفٌ فِي  
الصَّلَاةِ، فَكَشَفَ النَّبِيُّ سَطْرَ الْحُجْرَةِ  
يُنْظَرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَانِمٌ كَانَ وَجْهَهُ وَرْقَةٌ  
مُضْخَفٌ، ثُمَّ تَبَسَّمْ يَضْحَكُ، فَهَمَّنَا أَنْ  
نَفْتَنَنَّ مِنْ الْفَرْجِ بِرُوزِيَّةِ النَّبِيِّ فَنَكَصَ  
أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيَّهِ لِيَصِلَ الصَّفَةُ، وَظَنَّ  
أَنَّ النَّبِيَّ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَأَشَارَ  
إِلَيْنَا النَّبِيُّ أَتَمُوا صَلَاتَكُمْ، وَأَرْخَى  
السُّرُّ، فَتَوَلَّنِي مِنْ يَوْمِهِ۔

[اطرافہ فی: ۶۸۱، ۷۵۴، ۱۲۰۵] . [۴۴۴۸]

(۶۸۱) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمر منقری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، آپ نے کہا کہ نبی کرم رضی اللہ عنہ (ایام بیماری میں) تین دن تک باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ہی دنوں میں ایک دن نماز قائم کی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے کو تھے کہ نبی رضی اللہ عنہ نے (جو کہ مبارک کا پردہ اٹھایا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا۔ تو آپ کے روئے پاک و مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔) قربان اس حسن و جمال کے پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا اور آپ نے پردہ گرا دیا اور اس کے بعد وفات تک کوئی آپ کو دیکھنے پر قادر نہ ہوسکا۔

(۶۸۲) ہم سے سیمیان نے بیان کیا، کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس بن یزید ایلی نے اب شاب سے بیان کیا، انہوں نے حمزہ بن عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر علیہ السلام سے خبر دی کہ جب رسول کرم رضی اللہ عنہ کی بیماری

۶۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمْ يَخْرُجْ النَّبِيُّ ثَلَاثَةَ، فَأَقِيمَ الصَّلَاةُ، فَلَمَّا قَبَ أَبُو بَكْرٍ يَقُولُ، فَقَالَ النَّبِيُّ اللَّهُ بِالْحِجَابِ فَرَغَّفَهُ، فَلَمَّا وَضَعَ وَجْهَ النَّبِيِّ مَا نَظَرْنَا مُنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ جِينَ وَضَعَ لَنَا، فَأَوْنَأَ النَّبِيَّ بِيَدِهِ إِلَى أَمِي بَكْرٍ أَنْ يَقُولُ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ بِالْحِجَابِ فَلَمْ يُقْدِرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ۔

[راجح: ۶۸۰]

۶۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ أَنْ شَهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا اهْتَدَ بِرَسُولِ

شدت اختیار کر گئی اور آپ سے نماز کیلئے کامیابیا تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے کو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے عرض کیا کہ ابو بکر کچھ دل کے آدی ہیں۔ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو بت رونے لکھتے ہیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ان ہی سے کو کہ نماز پڑھائیں۔ دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ان سے نماز پڑھانے کیلئے کو۔ تم تو بالکل صواحب یوسف کی طرح ہو۔ اس حدیث کی متابعت محمد بن ولید زیدی اور زہری کے تبیجے اور اسحاق بن حمیل کیلئے نے زہری سے کی ہے اور عقیل اور عمر نے زہری سے، انہوں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

**لَشِیْعَۃ** ان جملہ احادیث سے امام بخاری و تابعہ کا مقصد یہ ہے کہ امامت اس شخص کو کرانی چاہئے جو علم میں متاز ہو۔ یہ ایک اہم ترین منصب ہے جو ہر کس دنکس کے لئے مناسب نہیں۔ حضرت صدیقہ کا خیال تھا کہ والد محترم حضور کی جگہ کمرے ہوں اور حضور کی وفات ہو جائے تو لوگ کیا کیا خیالات پیدا کریں گے۔ اس لئے ہادر بارہ ذرہ عذر پیش کرتی رہیں مگر اللہ پاک کو یہ منکور تھا کہ آخر حضرت شیعہؓ کے بعد اولین طور پر اس گدی کے مالک حضرت صدیق اکبرؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ ہی کا تقرر عمل میں آیا۔

زیدی کی روایت کو طبرانی نے اور زہری کے تبیجے کی روایت کو ابن عدی نے اور اسحاق کی روایت کو ابو بکر بن شاذان نے وصل کیا۔ عقیل اور عمر نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا۔ کیونکہ حمزہ بن عبد اللہ نے آخر حضرت شیعہؓ کو نہیں پلایا۔ عقیل کی روایت کو ابن سعد اور ابو سلیل نے وصل کیا ہے۔

### باب جو شخص کسی عذر کی وجہ سے صاف چھوڑ کر امام کے بازو میں کھڑا ہو۔

(۶۸۳) ہم سے ذکریا بن حمیلؓ بنے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن نمير نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے خردی، انہوں نے حضرت عائشہؓ پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لئے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے آپ کو کچھ ہلکا پیلا اور باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضور ابو بکرؓ نے نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو یوچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن

اللَّهُ أَكْبَرُ وَجْهَةً قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ لَقَالَ: ((مَرُوا أَهْبَكْرٌ فَلَيَصْلُبْ بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَهْبَكْرَ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَةً الْبَكَاءَ. قَالَ: ((مَرُوهٌ فَيَصْلُبِي، إِنَّكُنْ فَعَاوَدْتُهُ لَقَالَ: ((مَرُوهٌ فَيَصْلُبِي، إِنَّكُنْ صَوَاجِبٌ يُوسُفَ)). تَابَعَهُ الزَّبِيدِيُّ وَابْنُ أَخْيَرِ الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَعْقِبِ الْكَلْمَنِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ عَفْقِيلٌ وَمَعْفُوتُ عَنِ الْزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

### ۴۷ - بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ

بِعِلَّةٍ

۶۸۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَعْقِبَ قَالَ: ثَنَانُ نُعَيْرِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: (أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ أَكْبَرُ أَهْبَكْرٌ أَنْ يَصْلُبَ بِالنَّاسِ فِي مَرْضِيهِ، فَكَانَ يَصْلُبُ بِهِمْ). قَالَ عَزْوَةُ: لَوْجَدَ رَسُولُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ نَفْسِهِ حَفَّةً فَخَرَجَ، فَلَمَّا أَبْوَ بَنَكْرٌ يَوْمَ النَّاسِ، قَالَ: رَآهُ أَبُو بَنَكْرٌ أَسْتَأْخِرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ،

آنحضرور ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا حکم فرمایا۔ پس رسول کرم ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کرم ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے۔ اور لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے۔

[راجع: ۱۹۸] گوہاب میں امام کے بازو میں کھڑا ہونا مذکور ہے اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھنا بیان ہو رہا ہے۔ مگر شاید آپ پہلے بازو میں کھڑے ہو کر پھر بیٹھے گئے ہوں گے۔ یا کھڑے ہونے کو پیشے پر قیاس کر لیا گیا ہے۔

باب ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر پہلا امام آگیا اب پہلا شخص (مقدیوں میں ملنے کے لئے) پیچھے سر ک گیا یا نہیں سر کا، بہر حال اس کی نماز جائز ہو گئی۔ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۶۸۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ ہمیں امام مالک نے ابو حازم سلمہ بن دینار سے خبر دی، انہوں نے سمل بن سعد ساعدی (صحابی) سے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبیں) صلح کرنے کے لئے گئے، پس نماز کا وقت آگیا موزن (حضرت بلاں رضی اللہ عنہ) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آکر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔ میں تکمیر کوں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی۔ اتنے میں رسول کرم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ آپ صفوں سے گذر کر پہلی صفائح میں پنچے لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تاکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں) لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی آنحضرور ﷺ کی آمد پر ایسا کام نہیں کیا۔ اور رسول کرم ﷺ کو طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے۔ اور رسول کرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ (کہ نماز پڑھائے جاؤ) لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امامت کا اعزاز بخشنا، پھر بھی وہ پیچھے ہٹ گئے اور صفائح میں شامل ہو گئے۔ اس لئے نبی کرم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز

فِجَلْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدَاءً أَبِي هَنْدِ  
إِلَى جَنِيِّهِ، فَكَانَ أَبُو هَنْدِرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ يُصَلِّونَ بِصَلَاةِ  
أَبِي هَنْدِرٍ۔ [راجع: ۱۹۸]

۴۸ - بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَوْمَ النَّاسِ  
فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ  
لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاةُ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۶۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ  
سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرُو بْنِ عَوْفٍ  
لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ  
الْمُؤْذِنُ إِلَى أَبِي هَنْدِرٍ فَقَالَ: أَنْصَلِي  
لِلنَّاسِ فَاقِيمٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَصَلَّى أَبُو هَنْدِرٍ،  
فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ،  
فَتَحَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفَّ، فَصَلَّقَ  
النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو هَنْدِرٍ لَا يَلْتَقِتُ فِي  
صَلَاةِهِ، فَلَمَّا أَكْتَرَ النَّاسُ التَّصْنِيفِ التَّفْتَ  
فِرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّ امْكُنَتْ مَكَانَكَ، فَرَأَقَعَ أَبُو هَنْدِرٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدْنِيهِ فَحَمَدَ اللَّهَ عَلَى مَا  
أَمْرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ  
أَبُو هَنْدِرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفَّ، وَتَقَدَّمَ

پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ ابو بکر حب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا۔ پھر آپ ثابت قدم کیوں نہ رہے۔ حضرت ابو بکر بنیٹھ بولے کہ ابو تھافہ کے بیٹھے (یعنی ابو بکر) کی یہ حیثیت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھا سکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے۔ (یاد رکھو) اگر نماز میں کوئی بات پیش آجائے تو سبحان اللہ کہنا چاہئے جب وہ یہ کے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔

رَسُولُ اللَّهِ فَصَلَّى، لَلَّمَا أَنْصَرَهُ قَالَ: (بِإِيمَانِكُمْ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَبْتَأَنُ إِذْ أَمْرَتُكُمْ؟) فَقَالَ أَبُو هُنَّاءَ: مَا كَانَ لِأَنْهِنِي فُحَاهَةٌ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرَنُمُ التَّصْفِيقَ؟ مَنْ نَاهَهُ شَيْءًا فِي صَلَاتِهِ فَلَيُسْتَغْفِرَ، فَإِنَّهُ إِذَا سَتَحَ الْتَّفِيتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلْمُنْسَأَ)).

[اطرافہ فی : ۱۲۰۱، ۱۲۰۴، ۱۲۱۸، ۱۲۳۴، ۲۶۹۰، ۲۶۹۳، ۷۱۹۰.]

**لَشَيْخ** بنی عمرو بن عوف ساکنان قبائلہ اوس کی ایک شاخ تھی۔ ان میں آپس میں تکرار ہو گئی۔ ان میں صلح کرانے کی غرض سے آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور پلتے وقت بال بنیٹھ سے فرمائے تھے کہ اگر عصر کا وقت آجائے اور میں نہ آسکوں تو ابو بکر بنیٹھ سے کہنا وہ نماز پڑھاویں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو وہاں کافی وقت لگ گیا۔ یہاں تک کہ جماعت کا وقت آگیا۔ اور حضرت صدیق اکبر (بنیٹھ) مuttle پر کھڑے کر دیے گئے۔ اتنے ہی میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے۔ اور معلوم ہونے پر حضرت صدیق اکبر بنیٹھ پیچھے ہو گئے۔ اور آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی۔ حضرت صدیق اکبر بنیٹھ نے توضیح اور سر نفی کی یا پر اپنے آپ کو ابو تھافہ کا بینا کیا۔ کیونکہ ان کے باپ ابو تھافہ کو درسرے لوگوں پر کوئی خاص فضیلت نہ تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مقرہہ امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص امام بن جائے اور نماز شروع کرتے ہی فوراً دوسرا امام مقررہ آجائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ خود امام بن جائے اور دوسرا شخص جو امامت شروع کر اچکا تھا وہ مقتدی بن جائے یا نئے امام کا مقتدی رہ کر نماز ادا کرے کسی حال میں خلل نہ ہو گا اور نہ نماز میں کوئی خرابی آئے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو اگر امام کو لقہ دینا پڑے تو با آواز بلند سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ اگر کوئی عورت لقہ دے تو اسے تالی بجا رہنا کافی ہو گا۔

#### باب اس بارے میں کہ اگر جماعت کے سب لوگ قرات میں برابر ہوں تو امامت بڑی عمر والا کرے۔

(۶۸۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حماد بن زید  
نے خردی ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلبہ سے، انہوں نے  
مالک بن حوریث صحابی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ملک سے حاضر  
ہوئے۔ ہم سب ہم عمر نوجوان تھے۔ تقریباً میں رات ہم آپ کی  
خدمت میں ٹھرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی رحمal

٤٩ - بَابُ إِذَا اسْتَوْرَوا فِي الْقِرَاءَةِ  
فَلَيُؤْمِنُهُمْ أَكْبَرُهُمْ

٦٨٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزَبٍ قَالَ  
أَخْبَرَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبْيَوْبَ عَنْ أَبِيهِ  
فَلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرَةِ قَالَ: قَدِمْنَا  
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَعْنَى شَبَيْهًا فَلَبِثَنَا عِنْدَهُ  
نَحْنُ مِنْ عِشْرِينَ لِيَلَةً، وَكَانَ النَّبِيُّ  
ﷺ رَحِيمًا فَقَالَ: ((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى

تھے۔ آپ نے (ہماری غربت کا حال دیکھ کر) فرمایا کہ جب تم لوگ اپنے گروں کو جاؤ تو اپنے قبیلہ والوں کو دین کی باتیں بتانا اور ان سے نماز پڑھنے کے لئے کہنا کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں۔ اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

باب اس بارے میں کہ جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں (انکی فرماں شپر) نماز پڑھائی (تو یہ جائز ہو گا)

(۶۸۶) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خردی، کہا کہ ہمیں معمتنے زہری سے خردی، کہا کہ مجھے محمود بن ربع نے خردی، کہا کہ میں نے عتبان بن مالک النصاری پڑھو سے نہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے (میرے گھر تشریف لانے کی) اجازت چاہی اور میں نے آپ کو اجازت دی، آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھر میں جس جگہ پسند کرو میں نماز پڑھ دوں۔ میں جمل چاہتا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفائحہ لی۔ پھر آپ نے جب سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

بِلَادُكُمْ فَعَلَمْتُمُوهُمْ، مَرْوُهُمْ فَلَيَصُلُوا  
صَلَاةً كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلَاةً كَذَا فِي  
حِينِ كَذَا، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَيَوْذَنْ  
لَكُمْ أَخْدُوكُمْ، وَلَيُؤْمِنُكُمْ أَكْبَرُوكُمْ).

[راجع: ۶۲۸]

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ حدیث میں اکبر ہم سے عمر میں بڑا ہوا ہے۔

## ۵۰۔ بَابُ إِذَا زَارَ الْإِمَامَ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

(۶۸۶) - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ  
قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ:  
سَيِّفُتْ عَثَانَ بْنَ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ:  
اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فَلَادِنَتْ لَهُ، فَقَالَ: ((أَيْنَ  
تُحِبُّ أَنْ أَصْلَى مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَمَرَنَتْ لَهُ  
إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَحِبَّ، فَقَامَ وَصَافَقَنَا  
خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمَنَا.

[راجع: ۴۲۴]

دوسری حدیث میں مروی ہے کہ کسی شخص کو اجازت نہیں کہ دوسری جگہ جا کر ان کے امام کی جگہ خود امام بن جائے۔ گروہ لوگ خود ہاپیں اور ان کے امام بھی اجازت دیں تو پھر مسلمان بھی امامت کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ بڑا ہم نے خلیفہ وقت یا سلطان کہ جائے چونکہ وہ خود آمر ہے، اس لئے وہاں امامت کر سکتا ہے۔

۵۱۔ بَابُ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِمْ بِهِ  
وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوْقَنَ  
فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَالِسٌ. وَقَالَ إِنَّ  
مَسْعُودًا: إِذَا رَأَيْتَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَمْوَدُ  
قَمِنْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَأَيْتَ مُمَيِّنَ الْإِمَامِ وَ  
قَالَ الْحَسَنُ - فَيَمْنَنْ بِرَكَّعَةٍ مَعَ الْإِمَامِ

کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو رکعت پڑھنے لیکن سجدہ نہ کر سکے، تو وہ آخری رکعت کے لئے دو سجدے کرے۔ پھر پہلی رکعت سجدہ سمیت دہراتے اور جو شخص سجدہ کئے بغیر بھول کر کھرا ہو گیا تو وہ سجدے میں چلا جائے۔

(۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، کاش! رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی حالت آپ ہم سے بیان کرتیں، (تو اچھا ہوتا) انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور سن لو۔ آپ کا مرض بڑھ گیا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کی جی نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لیے ایک گلن میں پانی رکھ دو۔ حضرت عائشہ علیہ السلام نے کہا کہ ہم نے پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر آپ اٹھنے لگے، لیکن آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو پھر آپ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی نہیں حضور! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے (پھر) فرمایا کہ گلن میں میرے لئے پانی رکھ دو۔ حضرت عائشہ علیہ السلام فرماتی ہیں کہ ہم نے پھر پانی رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن (دوبارہ) پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ گلن میں پانی لاو اور آپ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے بیٹھے ہوئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آؤ بھیجا اور

رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِيرُ عَلَى السُّجُودِ: يَسْجُدُ  
لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجَدَتَيْنِ، ثُمَّ يَقْضِي  
الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِسُجُودِهَا. وَلِفِيمَ نَسِيَ  
سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

۶۸۷ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا زَائِدٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ  
عَنْ عَيْنِدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتْبَةَ قَالَ:  
دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ: أَلَا تُحَدِّثِنِي  
عَنْ مَرْضِ رَسُولِ اللَّهِ ؟ قَالَتْ: بَلَى.  
تَقَلَّلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَصَلَّى النَّاسُ؟))  
فَقُلْنَا: لَا، هُمْ يَسْتَطِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
قَالَ: ((ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمَخْضَبِ)).  
قَالَتْ: فَفَعَلْنَا. فَاغْتَسَلَ فَلَدَبَ لِيَتُوءَ  
فَأَغْمَيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ: ((أَصَلَّى  
النَّاسُ؟)) فَقُلْنَا: لَا، هُمْ يَسْتَطِرُونَكَ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((ضَعُوا لِي مَاءً فِي  
الْمَخْضَبِ)). قَالَتْ: فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ  
ذَهَبَ لِيَتُوءَ فَأَغْمَيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ :  
((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) فَقُلْنَا: لَا، هُمْ  
يَسْتَطِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: ((ضَعُوا  
لِي مَاءً فِي الْمَخْضَبِ)). فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ،  
ثُمَّ ذَهَبَ لِيَتُوءَ فَأَغْمَيَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ  
فَقَالَ : ((أَصَلَّى النَّاسُ؟)) فَقُلْنَا : لَا، هُمْ  
يَسْتَطِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - وَالنَّاسُ  
عَكْوَفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَسْتَطِرُونَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ  
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ -  
فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بَأْنَ يُصَلِّي

حکم فرمایا کہ وہ نماز پڑھادیں۔ بھیج ہوئے شخص نے آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے زم دل انسان تھے۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطبؓ سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرت عمر بن الخطبؓ نے جواب دیا کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آخر (بیماری کے) دونوں میں حضرت ابو بکر بن الخطبؓ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کو مزاج کچھ ہلاکا معلوم ہوا تو وہ مردوں کا سارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس بن عبد اللہ تھے ظریکی نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے اور ابو بکر بن الخطبؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو یہ چھپے ہٹا چاہا۔ لیکن نبی ﷺ نے اشارے سے انہیں روکا کہ یہ چھپے نہ ہو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا کہ مجھے ابو بکر کے بازو میں بٹھا دو۔ چنانچہ دونوں نے آپ کو ابو بکر بن الخطبؓ کے بازو میں بٹھا دیا۔ راوی نے کہا کہ پھر ابو بکر بن الخطبؓ نماز میں نبی ﷺ کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر بن الخطبؓ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ میں یہ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ پھر میں عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں گیا اور ان سے عرض کی کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی بیماری کے بارے میں جو حدیث بیان کی ہے کیا میں وہ آپ کو سناؤں؟ انہوں نے فرمایا کہ ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث ان کو سنادی۔ انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ کیا عائشہؓ نے آن صاحب کا ہام بھی تم کو بتایا جو حضرت عباس بن الخطبؓ کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔

**لئے** امام شافعیؓ نے کہا کہ مرض موت میں آپ نے لوگوں کو یہی نماز پڑھائی وہ بھی بینے کر بعض نے گمان کیا کہ یہ فخر کی نماز تھی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے وہیں سے قرأت شروع کی جہاں تک ابو بکر پہنچتے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ نظر میں بھی آیت کا سنا ممکن ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ آپ سری نماز میں بھی اس طرح سے قرأت کرتے تھے کہ ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے یعنی پڑھتے پڑھتے ایک آدھ آیت ذرا بھلی آواز سے پڑھ دیتے کہ مقتدى اس کو سن لیتے۔ (مولانا وحید الزماں مترجم)

ترجمہ الباب کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ هذه الترجمة قطعة من الحديث الاتى فى الباب والمراد بها ان الانتساب بفتحى متبعه المأوم لـ مامدة الخ (فتح) یعنی یہ باب حدیث ہی کا ایک نکڑا ہے جو آگے مذکور ہے۔ مراد یہ ہے کہ اقتدا کرنے کا اقتداء

بِالنَّاسِ، فَتَأَنَّهُ الرَّسُولُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ يَا مَرْكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ - وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا - يَا عَمَّ رَصَلَ بِالنَّاسِ، فَقَالَ لَهُ عَمْرٌ: أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ؟ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ بِتِلْكَ الْأَيَامِ. ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ حِفْفَةً، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجْلَيْنِ - أَحَدُهُمَا عَبَاسُ - لِصَلَاةِ الظَّهَرِ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ بِأَبَدٍ لَا يَتَأَخَّرُ، قَالَ: ((أَجْلِسْنِي إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ)). فَاجْلَسَهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَاتُ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ فَأَعِدَّ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَاسَ فَقُلْتُ لَهُ: أَلَا أَغْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثْتِي عَائِشَةَ عَنْ مَرْضِ النَّبِيِّ؟ قَالَ: هَاتِ. فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا. فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْءًا، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: أَسْمَتْ لَكَ الرُّجُلُ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَاسِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلَيْيَ.

[راجع: ۱۹۸]

(مردم)

ہی یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی نماز میں پیروی کرے اس پر سبقت نہ کرے۔ مگر دلیل شرعی سے کچھ ثابت ہو تو وہ امر دیگر ہے۔ جیسا کہ یہاں مذکور ہے کہ آخرت میں یہ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچے کھڑے ہوئے تھے۔

(۶۸۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا کہ ہم سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ عروہ سے، انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کہ آپ نے بتایا کہ رسول کشمیرؓ نے ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں میرے ہی گھر میں نماز پڑھی۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ان کو بینتھے کا اشارہ کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور جب وہ سراٹھائے تو تم بھی سراٹھاؤ اور جب وہ رکوع میں سمع اللہ لمن حمدہ کے تو تم ربنا ولک الحمد کو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۶۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: (صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكِ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَةً قَوْمَ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا). فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامَ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ)).

[اطرافہ فی : ۱۱۱۳، ۱۲۳۶، ۵۶۵۸۔]

**لتشریف** قسطلانی نے کہا کہ اس حدیث سے حضرت امام ابو حیفہ رضی اللہ عنہ نے دلیل لی کہ امام فقط سمع اللہ لمن حمدہ کے اور مقتدی ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد یا اللهم ربنا لک الحمد کے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ اور تمارے امام احمد بن خبل رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ امام دونوں لفظ کے اور اسی طرح مقتدی بھی دونوں لفظ کے۔ (مولانا وحید الزماں)

(۶۸۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تعریفی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رضی اللہ عنہ ابن شاہب سے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک بن بشیر سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس پر سے گر پڑے۔ اس سے آپ کے دامیں پبلو پر زخم آئے۔ تو آپ نے کوئی نماز پڑھی۔ جسے آپ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے، اس لئے ہم نے بھی آپ کے پیچے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس لئے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سراٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کے تو تم ربنا ولک الحمد کو اور جب وہ

۶۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَكَبَ فَرَسًا فَصَرَعَ عَنْهُ، فَجَحِشَ شِقَةُ الْأَيْمَنِ، فَصَلَّى صَلَّةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَاءَةً قُعُودًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامَ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى فَصَلُّوا قِيَامًا، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ فَقُولُوا : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. وَإِذَا

بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ حمیدی نے آپ کے اس قول "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔" کے متعلق کہا ہے کہ یہ ابتدائیں آپ کی پرانی بیماری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد آخری بیماری میں آپ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتدار ہے تھے۔ آپ نے اس وقت لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت نہیں فرمائی اور اصل یہ ہے کہ جو فعل آپ کا آخری ہواں کو لینا چاہئے اور پھر جو اس سے آخری ہو۔

صلنی قائمًا فصلوا قياماً، وإذا صلنی جالسا فصلوا جلوساً أجمعـون).  
قال أبو عبد الله: قال الحميـدي: قوله: إذا صلنـي جـالـسا فـصـلـوا جـلوـسا هـوـ في مرـضـهـ الـقـدـيمـ، ثـمـ صـلنـي بـغـدـةـ ذـكـرـ النـبـيـ جـالـساـ والنـاسـ خـلـفـةـ قـيـاماـ، لـمـ يـأـمـرـهـ بـالـقـعـودـ، وـإـنـماـ يـؤـخـذـ بـالـآخـرـ مـنـ فـعلـ النـبـيـ [٣٧٨]. [راجع: ٣٧٨]

**لشیخ** صاحب عن المعبود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- قال الخطابی قلت و في اقامة رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابکر عن يمينه وهو مقام العاوم و في تكبيره بالناس و تكبير اي بكر بتكبيره بيان واضح ان الامام في هذه الصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد صلی قاعدا والناس من خلفه قيام و هي اخر صلوة صلاها بالناس فدل على ان حدیث انس وجابر منسوخ ويزيد ما قلناه وضوها مارواه ابو معاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت لما قاتل رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكر الحديث قالت فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی بالناس جالسا و ابوبکر قائمًا يقتدى به والناس يقتدون بابی بکر حدثنا بی بن محمد بن بیحتی قال نا مسدد قال نا ابو معاویة والقياس يشهد لهذا القول لأن الامام لا يسقط عن القوم شيئاً من اركان الصلاة مع القدرة عليه الاتری انه لا يحيل الرکوع والسجود الى الایماء و كذلك يحيل القيام الى القعود والى هذا ذهب سفيان الثوری و اصحاب الرای والشافعی وابو ثور وقال مالک بن انس لا ينبغي لاحد ان يوم الناس قاعداً وذهب احمد بن حنبل واسحق بن راهویه ونفر من اهل الحديث الى خبر انس فان الامام اذا صلی قاعدا صلوا من خلفه قعوا و زعم بعض اهل الحديث ان الروایات اختلفت في هذا فروی الاسود عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اماماً وروى شقيق عنها ان الامام كان ابوبکر فلم يجز ان يترك به حدیث انس و جابر (عون المعبود، ج ۱/ ص ۳۳۲)

یعنی امام خطابی نے کہا کہ حدیث مذکورہ میں جمال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت مسیحیت کی دائیں جانب کھڑا ہوتا زکر ہے جو مقتدی کی جگہ ہے اور ان کا لوگوں کو تکبیر کرنا اور ابوبکر کی تکبیروں کا آنحضرت مسیحیت کی تکبیر کے پیچھے ہونا اس میں واضح بیان موجود ہے کہ اس نماز میں امام رسول کرم مسیحیت ہی تھے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سارے صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے اور یہ آخری نماز ہے جو رسول کرم مسیحیت نے پڑھائی۔ جو اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت انس اور جابر کی احادیث جن میں امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھنا لازم مذکور ہے وہ منسوخ ہے اور ہم نے جو کہا ہے اس کی منیز و صاحت اس روایت سے ہو گئی ہے نے ابو معاویہ نے اعش سے 'انہوں نے ابراهیم سے' 'انہوں نے اسود سے' 'انہوں نے حضرت عائشہ بنت ابی زیادہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ مسیحیت زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ تشریف لائے اور ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ بیٹھ کر ہی لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتدار رہے تھے۔ اور دیگر جملہ نمازی کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدار کر رہے تھے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ امام ارکان صلواۃ میں سے مقتدیوں سے جب وہ ان پر قادر ہوں کسی رکن کو ساقط نہیں کر سکتا۔ نہ وہ رکوع جمودی کو محض اشاروں سے ادا کر سکتا ہے۔ تو پھر قیام جو ایک رکن نماز ہے اسے قعود سے کیسے بدل سکتا ہے۔ امام سفیان ثوری اور اصحاب رائے اور امام شافعی اور ابو ثور وغیرہ کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام مالک بن انس کہتے ہیں کہ کوئی بیٹھ کر لوگوں کی امامت کرائے اور امام

احمد بن خبل و اسحاق بن راہویہ اور ایک گروہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے جو حدیث انس میں مذکور ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی پڑھیں۔ واللہ اعلم باصواب۔

راقم کرتا ہے کہ میں اس تفصیل کے لئے سخت حیران تھا، تحفة الموزی، نسل الاولطار، فتح الباری وغیرہ جملہ کتب سامنے تھیں مگر کسی سے تشفی نہ ہو رہی تھی کہ اچاک اللہ سے امر حن کے لئے دعا کر کے عنون المجبود کو ہاتھ میں لیا اور کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ پہلی بی دفعہ فی الفور تفصیل بلا سامنے آگئی ہے یقیناً تائید غیری کہنا ہی مناسب ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ (راز)

## باب امام کے پیچے مقتدی کب

سبحہ کریں؟

اور حضرت انس بن مالک نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ جب امام سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو (یہ حدیث پیچے گذر چکی ہے) (۶۹۰) ہم سے مدد بن مسجد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن سعید نے سفیان سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن زین الدین نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے براء بن عازب بن مالک نے بیان کیا، وہ جھوٹے نہیں تھے۔ (بلکہ نہایت ہی پسے تھے) انہوں نے خلاصہ کہ جب نبی ﷺ سمع اللہ ملن حمدہ کرتے تو ہم سے کوئی بھی اس وقت تک نہ جھلتا جب تک آنحضرت ﷺ سمع اللہ ملن حمدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم لوگ سجدہ میں جاتے، ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے، انہوں نے ابو اسحاق سے جیسے اوپر گزرا۔

## باب (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا گناہ کتنا ہے؟

(۶۹۱) ہم سے حجاج بن منہاں نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے بیان کیا، کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں وہ شخص جو (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ پاک اس کا سر گدھے کے سرکی طرح بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی سی

## ۵۲۔ بَابُ مَتَى يَسْجُدُ مِنْ خَلْفَ الْإِمَامِ؟

قالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: إِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا.

۶۹۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِينَدٍ عَنْ سُفِّيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَنْهُ أَبُو إِسْحَاقَ بْنَ يَزِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنْ أَنْظَارِهِ حَتَّى يَقْعُدَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنْ أَنْظَارِهِ حَتَّى يَقْعُدَ سَاجِداً، ثُمَّ نَفَعَ سُجُودًا بَعْدَهُ.

حَدَّثَنَا أَبُو نُعِيمَ حَدَّثَنَا عَنْ سُفِّيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ بِهَذَا.

[طرفہ فی : ۷۴۷، ۸۱۱]

## ۵۳۔ بَابُ إِثْمٍ مِنْ رَفْعِ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ

الإمام

۶۹۱ - حَدَّثَنَا حَجَاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - أَوْ أَلَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ - إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ جَمَارٍ، أَوْ يَجْعَلَ

صورت بنادے۔

الله صورَةٌ صُورَةٌ جِمَارٌ).

**باب غلام کی اور آزاد کئے ہوئے غلام کی امامت کا بیان**  
 اور حضرت عائشہؓ کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر کیا کرتا تھا۔ اور ولد الزنا اور گنووار اور نابالغ لڑکے کی امامت کا بیان۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ کتاب اللہ کا سب سے بہتر ہے والا امامت کرائے اور غلام کو بغیر کسی خاص عذر کے جماعت میں شرکت سے نہ روکا جائے گا۔

٤- **بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى**  
 وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَوْمًا عَبْدًا ذَكْوَانَ مِنَ الْمُصْحَّفِ وَوَلِيَ الْبَغْيَ وَالْأَغْرَابِيَّ وَالْغَلَامُ الَّذِي لَمْ يَخْلِمْ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَوْمُهُمْ أَفْرَوْهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ) وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنِ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.

**لِتَشْرِيفِ ذِكْوَانِ** مقصود باب یہ ہے کہ غلام اگر قرآن شریف کا زیادہ عالم ہو تو وہ امامت کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلام ذکوان ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور جبri نمازوں میں وہ مصحف دیکھ کر قرأت کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلان فرماتے ہیں:- ووصلہ ابو داؤد فی كتاب المصاحف من طريق ابو بکر عن ابن ابی مليکة ان عائشة کان يومها غلامها ذکوان فی المصحف ووصلہ ابن ابی شیبة قال حدثنا وکیع عن هشام بن عروة عن ابن ابی مليکة عن عائشة انها اعتفت غلاما لها عن دبر فکان يومها فی رمضان فی المصحف ووصلہ الشافعی و عبدالرازاق من طريق اخری عن ابن ابی مليکة انه کان یاتی عائشة باعلی الودادی هو راویہ وعبدی بن عصیر والم سور بن مخرمة وناس کثیر فیومهم ابو عمرو مولی عائشة و هو يوم ذن غلام لم يتعق و ابو عمرو المذکور هو ذکوان (فتح الباری)  
 خلاصہ اس عبارت کا یہی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلام ابو عمرو ذکوان نامی رمضان شریف میں شرے دور وادی سے آتے، ان کے ساتھ ان کا باپ ہوتا اور عبد بن عمر اور سور بن حمزة اور بھی بہت سے لوگ مجع ہو جاتے۔ اور وہ ذکوان غلام قرآن شریف دیکھ کر قرأت کرتے ہوئے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کیتھی نے بعد میں ان کو آزاد بھی کر دیا تھا۔ چونکہ روایت میں رمضان کا ذکر ہے۔ اللہ احتمال ہے کہ وہ تراویح کی نماز پڑھایا کرتے ہوں اور اس میں قرآن شریف دیکھ کر قرأت کیا کرتے ہوں۔ اس روایت کو ابو داؤد نے کتاب المصاحف میں اور ابن ابی شیبة اور امام شافعی اور عبد الرزاق وغیرہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔  
 حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :- استدل به علی جواز القراءة المصلحة من المصحف ومنع عنه الاخرون لكونه عملاً كثيراً فی الصلة (فتح الباری) یعنی اس سے دلیل لی گئی ہے کہ مصلی قرآن شریف دیکھ کر قرأت جواز اکر سکتا ہے اور دوسرا لوگوں نے اسے جائز نہیں سمجھا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یہ نماز میں عمل کیشہ ہے جو منع ہے۔

**تحریف کا ایک نمونہ** : ہمارے محترم علمائے دین بند رحمم اللہ اجمعيین جو بخاری شریف کا ترجمہ اور شرح شائع فرماتے ہیں۔ ان کی جرأت کئے یا حمایت ملک کر بعض بعض جگہ ایسی تشریح کر ڈالتے ہیں جسے صراحتاً تحریف ہی کہنا چاہئے۔ جس کا ایک نمونہ یہاں بھی موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر البخاری دین بندی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ ”حضرت ذکوان کے نماز میں قرآن مجید سے قرأت کا مطلب یہ ہے کہ دن میں آئیں یاد کر لیتے تھے اور رات کے وقت ائمہ نماز میں پڑھتے تھے۔“ (تفسیر البخاری، پ: ۳/ ۹۲)

ایسا تو سارے ہی حفاظت کرتے ہیں کہ دن بھر دور فرماتے اور رات کو سنایا کرتے ہیں۔ اگر حضرت ذکوان بھی ایسا ہی کرتے تھے تو خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنے کی راویوں کو کیا ضرورت تھی۔ پھر روایت میں صاف فی المصحف کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر قرأت کیا کرتے تھے۔ چونکہ ملک حنفیہ میں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے

تفہیم البخاری کو اس روایت کی تاویل کرنے کے لئے اس غلط تشریح کا سارا لینا پڑا۔ اللہ پاک علمائے دین کو توفیق دے کہ وہ اپنی علمی ذمہ داریوں کو محسوس فرمائیں۔ آمين۔

اگر مقتدیوں میں صرف کوئی نابغہ لڑکا ہی زیادہ قرآن شریف جانے والا ہو تو وہ امامت کر سکتا ہے۔ مگر فقیہے حنفی اس کے خلاف ہیں۔ وہ مطلقاً منع کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔

(۲۹۲) ہم سے ابراہیم بن منذر حرامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا انہوں نے عبد اللہ عمری سے، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نما سے کہ جب پسلے مهاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرت سے بھی پسلے قبا کے مقام عصبه میں پہنچے تو ان کی امامت ابو حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہما کیا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن مجید سب سے زیادہ یاد تھا۔

(۲۹۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تجھی بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوالثیاہ زید بن حمید ضبعی نے انس بن مالک بن شیعہ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا (اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو، خواہ ایک ایسا جبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سرسوکھے ہوئے اگورے کے برابر ہو۔

**تشریح** اس سے باب کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ جب جبشی غلام کی جو حاکم ہو اطاعت کا حکم ہوا تو اس کی امامت بطریق اولیٰ صحیح ہو گی۔ کیونکہ اس زمانے میں جو حاکم ہوتا وہی امامت بھی نماز میں کیا کرتا تھا۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی لی ہے کہ بادشاہ وقت سے گودہ کیسا ہی خالم بے توقف ہو لڑانا اور فساد کرنا نادرست ہے بشرطیکہ وہ جائز خلیفہ یعنی قریش کی طرف سے بادشاہ بنا یا گیا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جبشی غلام کی خلافت درست ہے۔ کیونکہ خلافت سوائے قریش کے اور کسی قوم والے کی درست نہیں ہے جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ (مولانا وحید الزمان مرحوم)

### باب اگر امام اپنی نماز کو پورا نہ کرے اور مقتدی پورا کریں۔

(۲۹۴) ہم سے فضل بن سل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسن بن موسیٰ اشیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا زید بن اسلم سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے،

۶۹۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْدِيرِ قَالَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍ قَالَ : لَمْ يَأْتِمْ الْمُهَاجِرُونَ الْأُولُونَ الْعَصْبَةَ - مَوْضِعَ بَقْبَاءَ - قَبْلَ مَقْدِمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَؤْمِنُهُمْ سَالِمٌ مَوْنَى أَبِي حَدَيْفَةَ، وَكَانَ أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا . [ طرفہ فی : ۷۱۷۵ ]

۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التِّيَاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((اَسْمَوُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتُغْفِلَ حَبْشَيَّ كَانَ رَأْسَهُ زَيْنَيْهَ)).

[ طرفہ فی : ۶۹۶ ، ۷۱۴۲ ].

۵۵ - بَابُ إِذَا لَمْ يُتَمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلَفَهُ

۶۹۴ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْبَحُ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا کہ امام لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔ پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اگر غلطی کی تو بھی (تمہاری نماز کا) ثواب تم کو ملے گا اور غلطی کا اقبال ان پر رہے گا۔

یعنی امام کی نماز میں کوئی خلل نہ ہو گا جب انہوں نے تمام شرائط اور اركان کو پورا کیا۔

### باب باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان۔

اور بدعتی کے متعلق امام حسن بصری رض نے کہا کہ تو اس کے پیچے نماز پڑھ لے اس کی بدعت اس کے سر رہے گی۔

(۲۹۵) امام بخاری رض نے کہا کہ ہم سے محمد بن یوسف فربالی نے کہا کہ ہم سے امام او زاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبد الرحمن سے نقل کیا۔ انہوں نے عبد اللہ بن عدی بن خیار سے کہ وہ خود حضرت عثمان غفاری رض کے پاس گئے۔ جب کہ باغیوں نے ان کو گھیر کھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی عام مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اسکے پیچے نماز پڑھ کر گنگہارہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رض نے جواب دیا نماز تو جو لوگ کام کرتے ہیں ان کاموں میں سب سے بہترین کام ہے۔ تو وہ جب اچھا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ بردا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو اور محمد بن یزید زیدی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بیجڑے کے پیچے نماز نہ پڑھیں۔ مگر ایسی ہی لاچاری ہو تو اور بات ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ

عن زید بن اسلم عن عطاء بن يسار عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: ((يصلون لكم، فإن أصابوا هلكم، وإن أخطاؤا فلهم وعذابهم)).

یعنی امام کی نماز میں نقص رہ جانے سے مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل نہ ہو گا جب انہوں نے تمام شرائط اور اركان کو پورا کیا۔

### ۵۶- باب إمامۃ المفتون

#### والمبتدع

وقال الحسن: صل وعلیه بذعنة.

۶۹۵ - قال أبو عبد الله: وقال لنا محمد بن يوسف حدثنا الأوزاعي قال حدثنا الزهرى عن حميد بن عبد الرحمن عن عبيدة الله بن عدي بن خيار أنه دخل على عثمان بن عفان رضي الله عنه وهو مخصوص فقال: إنك إمام عاممة، وزول بك ما ترى، ويصلني لنا إمام فستة وتحرج. فقال: الصلاة أحسن الناس فأشرين معهم، وإذا أساءوا فاجتبب إساءتهم. وقال الزيني: قال الزهرى: لا نرى أن يصلني خلف المختىء إلا من ضرورة لا بد منها.

- ۶ -

**لشیخ** مفتون کا ترجیح باغی کیا ہے جو پچے برحق امام کے حکم سے پھر جائے۔ اور بدعتی سے عام بدعتی مراد ہے۔ خواہ اس کی بدعت اعتمادی ہو جیسے شیعہ، خوارج، مرجبیہ، مترکہ وغیرہ کی خواہ عملی ہو جیسے سراپا دھنے والے، یقان، دسوال کرنے والے، تعزیز یا علم اٹھانے والے، قبروں پر چراغاں کرنے والے، میلاو یا غنیا مرفیہ کی مجلس کرنے والے کی بشرطیکہ ان کی بدعت کفر اور شرک کی حد تک نہ پہنچے۔ اگر کفر ای شرک کے درجے پر پہنچ جائے تو ان کے پیچے نماز درست نہیں۔ تسلیل میں ہے کہ سنت کتے ہیں حدیث کو اور جماعت سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں۔ جو لوگ حدیث شریف پر چلتے ہیں اور اعتقاد اور عمل میں صحابہ اور تابعین کے طریق پر ہیں وہی

اہل سنت و اجماعت ہیں بلکہ سب بدعتی ہیں۔ (مولانا وحید الزماں)

(۶۹۶) ہم سے محمد بن ابیان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غدر محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبہ سے، انہوں نے ابوالثیاھ سے، انہوں نے انس بن مالک سے ساکہ نبی کرم ﷺ نے ابوذر سے فرمایا (حاکم کی) سن اور اطاعت کر۔ خواہ وہ ایک ایسا عجیبی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سرمنتقہ کے برابر ہو۔

باب جب صرف وہی نمازی ہوں تو مقتدی امام کے دامیں  
جانب اس کے برابر کھڑا ہو۔

(۶۹۷) ہم سے سلیمان بن حرب بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بتلایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ بنت ابی ذئب کے گھر پر رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد جب ان کے گھر تشریف لائے تو یہاں چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ سو گئے پھر (نماز تجد کے لئے) آپ اٹھے (اور نماز پڑھنے لگے) تو میں بھی اٹھ کر آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ نے مجھے اپنی داہنی طرف کر لیا۔ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی۔ پھر دو رکعت (سنٹ فجر) پڑھ کر آپ سو گئے۔ اور میں نے آپ کے خرائے کی آواز بھی سنی۔ پھر آپ فجر کی نماز کے لئے برآمد ہوئے۔

**لئے** حدیث ہذا سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو تو وہ امام کے داہنی طرف کھڑا ہو جو ان ہو یا نابالغ۔ پھر کوئی دوسرا آجائے تو وہ امام کے بائیں طرف نیت باندھ لے۔ پھر امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں۔

باب اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اسے پھرا کر دامیں طرف کر لے تو دونوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۶۹۸) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن حارث مصری نے عبد ربہ بن

۶۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي دَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا غَنْدَرٌ عَنْ شَعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّارِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذِرَّةَ: ((اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبْشَيْ كَانَ رَأْسَةً زَيْتَةً)). [راجح: ۶۹۳]

۵۷ - بَابُ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الِإِمَامِ بِحِدَادِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَ ثَنِيْنِ

۶۹۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَزْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةَ عَنْ الْعَكْمِ قَالَ: سَمِعْتَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيرَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَتْ فِي بَيْتِ خَالِتِي مَيْمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْعِشَاءِ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجَهَتْ فَقَمَتْ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكْعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِينَةً - أَوْ قَالَ حَطِينَةً - ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

[راجح: ۱۱۷]

**لئے** حدیث ہذا سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو تو وہ امام کے بائیں طرف نیت باندھ لے۔ پھر امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں۔

۵۸ - بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الِإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الِإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاةُهُمَا

۶۹۸ - حَدَّثَنَا أَخْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ

سعید سے بیان کیا، انہوں نے خرمہ بن سلیمان سے، 'انہوں نے ابن عباسؓ کے غلام کریب سے انہوں نے ابن عباسؓ پیش کیا۔ آپ نے بتایا کہ میں ایک رات ام المؤمنین میمونہ کے یہاں سو گیا۔ اس رات نبی کریم ﷺ کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں آپ کے باسیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے مجھے پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ پھر تیرہ رکعت (وتر سمیت) نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے اور نبی کریم ﷺ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے۔ پھر مودُون آیا تو آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے بعد (نجر کی) نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث بکیر بن عبد اللہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھ سے کریب نے بھی بیان کی تھی۔

**باب نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ ہو، پھر کچھ لوگ آجائیں اور وہ انکی امامت کرنے لگے (تو کیا حکم ہے)**  
 (۴۹۹) ہم سے مسد بن مسرد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن سعید بن جیرسے، انہوں نے اپنے باب سے، انہوں نے ابن عباسؓ پیش کیا۔ کہ آپ نے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنی خالہ میمونہ پیش کے گھر رات گزاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں (غلطی سے) آپ کے باسیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ (تاکہ صحیح طور پر کھڑا ہو جاؤ)

**باب اگر امام لمبی سورۃ شروع کر دے اور کسی کو کام ہو وہ اکیلے نماز پڑھ کر چل دے تو یہ کیسا ہے؟**

(۵۰۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے کہ معاذ بن

سعید عن مخرمة بن سلیمان عن کریب  
 مؤذی ابن عباس عن ابن عباس رضي الله  
 عنهما قال : ثنت عند ميمونة والنبي  
 ﷺ عندها تلك الليلة، فقامت ثم قام  
 يصلي، فقمت عن يساره، فأخذني  
 فجعلني عن يمينه، فصلى ثلاث عشرة  
 ركعة، ثم نام حتى نفح، وكان إذا نام  
 نفح، ثم أتاه المذنب فخرج فصلى ولم  
 يتوضأ. قال عمرو فحدثت به بكتير  
 فقال: حدثني كریب بذلك.

[راجع: ۱۱۷]

**۵۹- بَابُ إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ  
 يَوْمٌ، ثُمَّ جَاءَ قَوْمًا مَأْمَمُهُمْ**

(۶۹۹) حدثنا مسدد: قال حدثنا  
 إسماعيل بن إبراهيم عن أيوب عن عبد  
 الله بن سعيد بن جنيد عن أبيه عن ابن  
 عباس قال: بت عند خالتي ميمونة، فقام  
 النبي ﷺ يصلي من الليل فقمت أصلى  
 معه، فقمت عن يساره، فأخذ برأسى  
 فأقامنى عبيده.

[راجع: ۱۱۷]

**۶۰- بَابُ إِذَا طُولَ الْإِمَامُ وَكَانَ  
 لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَى**

(۷۰۰) حدثنا مسلم قال: حدثنا شعبة  
 عن عمرو عن جابر بن عبد الله: أن

جلب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آکر اپنی قوم کی  
امامت کیا کرتے تھے۔

مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ  
يَرْجِعُ فِيَوْمٍ قَوْمَهُ.

[اطرافہ فی: ۷۰۱، ۷۰۵، ۷۱۱]

. [۶۱۰۶]

(۴۰۷) (دوسری صد) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غدر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ النصاری سے سنا، آپ نے فرمایا کہ معاذ بن جلب نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورہ بقرہ شروع کی۔ (مقدتوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ معاذ اس کو برداشت کرنے لگے۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی (اس شخص نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ نے معاذ کو فرمایا تو بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا، بلا میں ڈالنے والا تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا کہ تو فسادی ہے، فسادی، فسادی۔ پھر آپ نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے پنج کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کونسی سورتیں کا آپ نے نام لیا)

**لشیخ** اس سے امام شافعی اور امام احمد اور الحدیث کا مذہب ثابت ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نقل پڑھنے والے کے بیچے درست ہے۔ حنفی نے یہاں بھی دور از کار تاویلات کی ہیں۔ جو سب محض تعصب مسلک کا نتیجہ ہے۔ مثلاً حضرت معاذ کے اوپر آنحضرت ﷺ کی نگلی کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وجہ سے بھی آپ خفا ہوئے ہوں کہ دوبارہ کیوں جا کر پڑھائیں (دیکھو تفسیر المغاری، پ: ۳/۲۷، ص: ۹۷) یہ ایسی تاویل ہے جس کا اس واقعہ سے دور تک بھی تعلق نہیں۔  
قیاس کن ز گلستان من بمار مر۔

باب امام کو چاہئے کہ قیام ہکا کرے (مخصر سورتیں پڑھے)  
اور رکوع اور سجدے پورے پورے ادا کرے۔

(۴۰۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا، کہا کہ مجھے ابو مسعود النصاری نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! قسم اللہ کی میں صحیح

۷۰۱ - قَالَ وَحْدَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ  
قَالَ: حَدَّثَنَا غَبَّرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ  
عُمَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ: كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ  
ثُمَّ يَرْجِعُ فِيَوْمٍ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ  
فَقَرَا بِالْبَقَرَةِ، فَأَنْصَرَ الرِّجْلَ فَكَانَ مَعَاذًا  
يَنَاهِلُ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ ((فَتَانَ،  
فَتَانَ، فَتَانَ)) (ثَلَاثَ مِرَارٍ) أَوْ قَالَ:  
((فَاتَانَ، فَاتَانَ، فَاتَانَ)) وَأَمْرَةُ بِسْرَوَنَيْنِ مِنْ  
أَوْسَطِ الْمُفَصْلِ. قَالَ عَمْرُو: لَا  
أَحْفَظُهُمَا.

[راجح: ۷۰۰]

۶۱ - بَابُ تَحْفِيفِ الْإِمَامِ فِي

الْقِيَامِ، وَإِنْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۷۰۲ - حَدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ:  
حَدَّثَنَا زُهَيرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ:  
سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ :  
أَنَّ رَجُلًا قَالَ : وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنِّي

کی نماز میں فلاں کی وجہ سے دیر میں جاتا ہوں، کیونکہ وہ نماز کو بہت لمبا کر دیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فحیث کے وقت اس دن سے زیادہ (کبھی بھی) غصبناک نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ (عوام کو عبادت سے یادیں سے) نفرت دلا دیں، خبردار تم میں لوگوں کو جو شخص بھی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے۔ کیونکہ نمازوں میں کمزور بوڑھے اور ضورت والے سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

باب جب اکیلانماز پڑھے تو جتنی چاہے  
طویل کر سکتا ہے۔

(۵۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابوالزناد سے خبر دی، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں۔ لیکن اکیلان پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔ (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

باب اس کے بارے میں جس نے امام سے نماز کے طویل ہو جانے کی شکایت کی۔

ایک صحابی ابو اسید (مالک بن ربیعہ) نے اپنے بیٹے (منذر) سے فرمایا۔ بیٹا تو نماز کو ہم پر لمبا کر دیا۔

(۵۰۴) ہم سے محمد بن یوسف فربابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اسماعیل بن ابی خالد سے، انہوں نے قیس بن ابی حازم سے، انہوں نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لئے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے

لَا تَأْخُرْ عَنْ صَلَةِ الْعِدَّةِ مِنْ أَجْلِ فَلَانٍ  
مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ  
فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ عَذَابًا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ  
قَالَ (إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفَّرِينَ، فَلَا يَكُنْ مَا صَلَّى  
بِالنَّاسِ فَلَيَتَجُوزُ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْعَسِيفَ  
وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ).  
[راجح: ۹۰]

٦٢ - بَابُ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلَيْطَوْلَنَ  
مَا شَاءَ

(۷۰۳) - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
قَالَ: ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ  
فَلْيَخَفِفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْعَسِيفَ وَالسُّقِيمَ  
وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ  
فَلَيْطَوْلَنَ مَا شَاءَ)).

٦٣ - بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَةً  
إِذَا طَوَلَ  
وَقَالَ أَبُو أَسَيْدٍ طَوَّلَتْ بِنَاءً يَا بُنَيَّ.

(۷۰۴) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ  
حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ  
عَنْ قَبِيسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ  
قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرْ  
عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْقَبْرِ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَلَانَ  
فِيهَا، فَهَذِبَ رَسُولُ اللَّهِ  
مَا رَأَيْتَهُ

کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگو! تم میں بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہوا سے ہلکی نماز پڑھنی چاہئے اس لئے کہ اس کے پیچے کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہوتے ہیں۔

(۷۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مخارب بن دھار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ النصاری سے سنا، آپ نے بتالیا کہ ایک شخص پانی اٹھانے والے دو اونٹ لئے ہوئے آیا، رات تاریک ہو چکی تھی۔ اس نے معاز کو نماز پڑھاتے ہوئے پلایا۔ اس لئے اپنے اونٹوں کو بھاکر (نماز میں شریک ہونے کے لیے) معاز بن عثیمین کی طرف بڑھا۔ معاز بن عثیمین نے نماز میں سورہ بقرہ یا سورہ نساء شروع کی۔ چنانچہ وہ شخص نیت توڑ کر چل دیا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ معاز بن عثیمین نے تجھ کو برا بھلا کہا ہے۔ اس لئے وہ نبی کشم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معاز کی شکایت کی، نبی کشم علیہ السلام نے اس سے فرمایا، معاز! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔ آپ نے تین مرتبہ (ثقل یا فاقن) فرمایا، سبھ اسیم ربک الاعلى، والشمس وضحها، واللیل اذا یغشی (سورتیں) تم نے کیوں نہ پڑھیں۔ کیونکہ تمہارے پیچے بوڑھے، کمزور اور حاجت مدد نماز پڑھتے ہیں۔ شعبہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آخری جملہ (کیونکہ تمہارے پیچے ان) حدیث میں داخل ہے۔ شعبہ کے ساتھ اس کی متابعت سعید بن مسروق، مسرور اور شیبانی نے کی ہے۔ اور عمرو بن دیبار، عبد اللہ بن مقتسم اور ابو الزیر نے بھی اس حدیث کو جابر کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ معاز نے عشاء میں سورہ بقرہ پڑھی تھی اور شعبہ کے ساتھ اس روایت کی متابعت اُمش نے مخارب کے واسطے سے کی ہے۔

[راجح: ۷۰۰] امام بخاری و تابعہ نے ان احادیث سے ایک نمایت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیا کسی ایسے کام کے پارے میں جو خیر محسن ہو شکایت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ نماز ہر طرح خیر ہے، کسی برائی کا اس میں کوئی پہلو نہیں۔ اس کے باوجود اس

غضب لی موضعی کان اشد غضباً مِنْهُ  
یَوْمَئِلْدِ. ثُمَّ قَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ مِنْكُمْ  
مُّفْرِنِينَ، فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلَيَتَحَجَّرُ، فَإِنَّ  
خَلْفَةَ الْضَّعِيفِ وَالْكَبِيرِ وَذُو الْحَاجَةِ)).

[راجح: ۹۰]

۷۰۵ - حَدَّثَنَا آدُمُ بْنُ أَبِي لَيَّا إِسْمَاعِيلُ  
حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُخَارِبُ بْنُ دَافَرٍ  
قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَ  
قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَاءَ  
اللَّيْلَ - فَوَاقَعَ مَعَادًا يُصْلِي، فَرَكَ  
نَاضِحَيْنِ وَأَقْبَلَ إِلَى مَعَادٍ، فَقَرَأَ سُورَةَ  
الْبَقْرَةِ - أَوْ النِّسَاءِ - فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ،  
وَتَلَقَّهُ أَنَّ مَعَادًا نَالَ مِنْهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ  
فَسَكَأَ إِلَيْهِ مَعَادًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا  
مَعَادُ، أَقْدَمْتَ أَنْتَ - أَوْ أَفَاتَنَ أَنْتَ -  
(الْلَّاَثُ مِوَارِ)، فَلَلَّا لَأَ صَلَّيْتَ بِسَعْيَ اسْمَ  
رَبِّكَ وَالشَّمْسِ وَضَحَّاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا  
يَغْشِي، فَإِنَّهُ يُصْلِي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ  
وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ)). . أَخْسِبَ  
هَذَا لِي الْحَدِيثِ، تَابِعَةُ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ  
وَمَسْفُرٍ وَالشَّيْبَانِيَّ. قَالَ عَمْرُو وَعَبْدِ اللَّهِ  
بْنُ مِيقَمٍ وَأَبُو الزَّيْرِ عَنْ جَابِرٍ (فَرَأَ مَعَادَ  
فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقْرَةِ) وَتَابِعَةُ الْأَعْمَشِ عَنْ  
مُخَارِبٍ.

[راجح: ۷۰۰]

**لَيْلَةُ الْمَحْرُجِ**

سلسلے میں ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی اور انحضرور ﷺ نے اسے سنا اور شکایت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں بھی شکایت بشرطیک معمول اور مناسب ہو جائز ہے (تشییم البحاری) دوسری روایت میں ہے کہ سورۃ الطارق اور الشمس وضھا یا پسیح اسم یا اقتربت الساعۃ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مفصل قرآن کی سالوں منزل کا نام ہے۔ یعنی سورۃ ق ۱۰۸ سے آخر قرآن تک۔ پھر ان میں تین ٹکڑے ہیں۔ طوال یعنی ق ۱۰۸ سے سورۃ عم تک۔ اوساط یعنی شیخ کی عم سے واللهم تک۔ قصار یعنی جھوٹ واللهم سے آخر تک۔ ائمہ کو ان ہدایات کا مر نظر رکھنا ضروری ہے۔

### باب نماز مختصر اور پوری پڑھنا (یعنی رکوع و سجود

#### اچھی طرح کرنا

(۷۰۶) ہم سے ابو مسیر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن صہیب نے انس بن مالک ہاشم سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔

### باب جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیا۔

(۷۰۷) ہم سے ابراہیم بن موسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ حارث بن ربعی سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔ ولید بن مسلم کے ساتھ اس روایت کی متابعت بشر بن بکر، بقیہ بن ولید اور ابن مبارک نے اوزاعی کے واسطے سے کی ہے۔

(۷۰۸) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلاں نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر قریشی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک ہاشم سے سنا، انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے

### ٦٤- بَابُ الْإِنْجَازِ فِي الصَّلَاةِ

#### وَإِكْمَالِهَا

٦- ۷۰۶ حَدَّثَنَا أَبُو مَغْمِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ الْغَزِيرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤْجِزُ الصَّلَاةَ وَيَكْمِلُهَا).

### ٦٥- بَابُ مِنْ أَخْفَفِ الصَّلَاةِ عِنْهُ

#### بُكَاءُ الصَّبِيِّ

٧- ۷۰۷ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيهِ كَثِيرٍ عَنْ عَنْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِيهِ قَتَادَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَا أَقُولُ فِي الصَّلَاةِ أَرِيدُ أَنْ أَطْوَلَ فِيهَا، فَأَسْمَعَ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَبُوْزُ فِي صَلَاتِي كِرَاهِيَّةً أَنْ أَشْقَى عَلَى أَهْمَهِ)). تابعہ بِشْرٌ بْنُ بَكْرٍ وَبَقِيَّةُ ابْنِ الْمَبَارِكِ وَبَقِيَّةُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ.

[طرفة فی : ۸۶۸]

٧٠٨- حَدَّثَنَا خَالِدٌ بْنُ مَخْلُدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: مَا صَلَيْتُ وَرَأَيْتُ إِقَامَ قَطُّ

پیچے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ پنجے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ بتا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔

**لشیخ** [یعنی آپ کی نماز باعتبار قرأت کے تو ہمیں ہوتی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور ارکان یعنی رکوع، سجده و غیرہ پورے طور سے ادا فرماتے۔ جو لوگ سنت کی پیروی کرتا چاہیں۔ ان کو امامت کی حالت میں الکی ہی نماز پڑھانی چاہئے۔

(۴۰۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عووبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے قادہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک بن شہر نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نماز شروع کر دتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز طویل کروں۔ لیکن پنجے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے ماں کے دل پر پنجے کے رونے سے کیسی چوٹ پڑتی ہے۔

(۱۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن عدی نے سعید بن ابی عووبہ کے واسطے سے خبر دی، انسوں نے قادہ سے انسوں نے انس بن مالک بن شہر سے، انسوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز کی نیت باندھتا ہوں، ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو طویل کروں گا، لیکن پنجے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں اس درود کو جانتا ہوں جو پنجے کے رونے کی وجہ سے ماں کو ہو جاتا ہے۔ اور موسیٰ بن اساعیل نے کہا ہم سے اب ان یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے قادہ نے، کہا ہم سے انس نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث بیان کی۔

**لشیخ** [ان جملہ احادیث سے آپ کی شفقت ظاہر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عدم رسالت میں عورتیں بھی شریک جماعت ہو اکرتی تھیں، ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے پہلی رکعت میں سامنہ آیات کو پڑھا۔ پھر پنجے کے رونے کی آواز سن کر آپ نے اتنا اثر لیا کہ دوسری رکعت میں صرف تین آیات پڑھ کر نماز کو پورا کر دیا (لشیخ)

باب ایک شخص نماز پڑھ کر دوسرے لوگوں کی امامت کرے۔

(۱۱) ہم سے سلیمان بن حرب اور ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان

احفظ صلاتاً وَلَا أَئِمْمَةً مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَيَخْفَفُ مَخَافَةَ أَنْ تُقْنَأَ أُمُّهُ.

**لشیخ** [یعنی آپ کی نماز باعتبار قرأت کے تو ہمیں ہوتی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور ارکان یعنی رکوع، سجده و غیرہ پورے طور سے ادا فرماتے۔ جو لوگ سنت کی پیروی کرتا چاہیں۔ ان کو امامت کی حالت میں الکی ہی نماز پڑھانی چاہئے۔

۷۰۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْيَعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا قَاتَدَةُ أَنَّ أَنْسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي لَاذْخُلُ فِي الصَّلَاةَ وَأَنَا أَرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ لَأَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَغْلَمُ مِنْ شِدَّةَ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)).

۷۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَارٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ قَاتَدَةِ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنِّي لَاذْخُلُ فِي الصَّلَاةَ فَلَأَرِيدَ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ لَأَتَجَوَّزَ مِمَّا أَغْلَمُ مِنْ شِدَّةَ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ)). وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا أَبْنُ ابْنِ حَدَّثَنَا قَاتَدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنْسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. بِهَذِهِ.

[راجح: ۷۰۹]

۶۶ - بَابُ إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْنَما

۷۱۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو

کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے جابر سے فرمایا کہ معاذ بنی کسم شیخیل کے ساتھ نماز پڑھتے پھر واپس آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

### باب اس سے متعلق جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر سنائے۔

(۱۲) ہم سے مسدود بن مسروہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن داؤد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امش نے ابراہیم نجحی سے بیان کیا، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ نے بتلایا کہ نبی کسم شیخیل کے مرض الوفات میں حضرت بلاں شیخ نماز کی اطلاع دینے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لئے کوئی میں نے عرض کیا کہ ابو بکر کچھ دل کے آدی ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رو دیں گے اور قرات نہ کر سکیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابو بکر سے کوہ نماز پڑھائیں۔ میں نے وہی عذر پھر دہرا�ا۔ پھر آپ نے تیری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگ تو بالکل صواب یوسف کی طرح ہو۔ ابو بکر سے کوہ نماز پڑھائیں۔ خیر ابو بکر شیخ نے نماز شروع کر دی۔ پھر نبی کسم شیخیل (اپنا مزاج ذرا بلکا پا کر) دو آدمیوں کا سارا لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ گویا میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے کہ آپ کے قدم زمین پر نشان کر رہے تھے۔ ابو بکر آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن آپ نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ ابو بکر پیچھے ہٹ گئے اور نبی کسم شیخیل ان کے بازوں میٹھے۔ حضرت ابو بکر شیخ لوگوں کو نبی کسم شیخیل کی تکبیر نہ سارہ تھے۔ عبد اللہ بن داؤد کے ساتھ اس حدیث کو محاصرے بھی امش سے روایت کیا ہے۔

جب تقدی نیادہ ہوں تو دوسرا شخص تکبیر زور سے پکارے تاکہ سب کو آواز پہنچ جائے۔ آج کل اس مقدمہ کے لئے ایک آلہ دعویٰ میں آگیا ہے۔ جسے آواز پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اکثر علماء کے نزدیک جائز قرار دیا گیا ہے۔

الْفُقَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبْيَوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ قَالَ: كَانَ مَعَاذًا يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي لِفَوْنَةَ فَيُصَلِّي بِهِمْ [راجع: ۷۰۰]

### ۶۷۔ بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرًا

#### الإمام

۷۱۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُنَّةِ بْنِ ذَوْلَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الأَغْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَتَاهُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلِّ)). قَلَّتْ: إِنَّ أَبَا بَكْرَ رَجُلًا أَسِيفًا، إِنَّ يَقْعُمْ مَقَامَكَ يَنْكِي فَلَا يَقْبِرُ عَلَى الْفِرَاءَةِ. قَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلِّ)). فَقَلَّتْ مِثْلُهُ، فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ - أَوِ الرَّابِعَةِ -: ((إِنَّكُنْ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلِّ)) فَصَلَّى وَسَرَحَ النَّبِيُّ ﷺ بِهَادِيَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، كَائِنِي أَنْظَرَ إِلَيْهِ يَعْطُ بِرْجُلِيَّهُ الْأَرْضَ، فَلَمَّا رَأَهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَّخِرُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ، فَنَسَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يَسْمَعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ، تَابِعَةً مُحَاضِرًا عَنِ الْأَغْمَشِ [راجع: ۱۹۸]

باب ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں (تو کیسا ہے؟)

اور آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے (پہلی صفات والوں سے) فرمایا۔ تم میری پیروی کرو اور تمہارے پیچھے جو لوگ ہیں وہ تمہاری پیروی کریں۔

(۱۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم نجحی سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ آپ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی خبر دینے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لئے کو۔ میں نے کہا رسول اللہ! ابو بکر ایک نرم دل آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو (شدت گریہ کی وجہ سے) آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے اگر آپ عمر سے کہتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لئے کو۔ پھر میں نے خفہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم کو کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے اگر عمر سے کہیں تو بہتر ہو گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ صواب یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابو بکر سے کو کہ نماز پڑھائیں۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں کچھ بلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کا سوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے پاؤں زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اس طرح چل کر آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابو بکر نے آپ کی آہٹ پالی تو پیچھے ہٹنے لگے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے روکا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

۶۸- بَابُ الرَّجُلِ يَأْتِمُ بِالإِمَامِ،

وَيَأْتِمُ النَّاسَ بِالْمَأْمُومِ

وَيَذَكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اتَّمُوا بِمِيَّبِنِي  
وَنَيَّاتِمِ بَعْنَمِ مَنْ بَعْدَكُمْ))

۷۱۳- حَدَّثَنَا قَيْثَيْةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْنَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُتِلَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذَنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ أَبَا بَكْرَ رَجُلًا أَسِيفًا، وَإِنَّهُ مَتَّى مَا يَقْعُمُ مَقَامَكَ لَا يَسْمَعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمْرَتَ عُمَرَ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرَ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)) أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي)). فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرَ رَجُلًا أَسِيفًا، وَإِنَّهُ مَتَّى مَا يَقْعُمُ مَقَامَكَ لَا يَسْمَعُ النَّاسَ، فَلَوْ أَمْرَتَ عُمَرَ فَقَالَ: ((إِنَّكَ لِأَنْتَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)) فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي نَفْسِهِ خِفَةً، فَقَامَ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخْطَانُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرَ حَسَنَ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَّاخِرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي قَاعِدًا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء۔

یقنتدیٰ أبو بکرٰ بِصَلَّةٍ رَسُولِ اللّٰهِ،  
وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَّةٍ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ  
اللّٰهُ عَنْهُ۔ [راجح: ۱۹۸]

ای جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ خود مقتدی تھے۔ لیکن دوسرے مقتدیوں نے ان کی اقتدا کی۔

**باب اس بارے کہ اگر امام کوشک ہو جائے تو کیا مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟**

(۱۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعینی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت امام مالک بن انس سے بیان کیا، انہوں نے ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے انہوں نے محمد بن سیرن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ظہر کی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر نماز ختم کر دی تو آپ سے ذوالیدین نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اور لوگوں کی طرف دیکھ کر) پوچھا کیا ذوالیدین صحیح کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! پھر آپ اٹھے اور دوسرا درجہ رکعتیں بھی پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا۔ پھر حکیم کی اور سجدہ کیا پہلے کی طرح یا اس سے بھی کچھ لمبا سجدہ۔

**۶۹۔ بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَاءَ**

### بِقَوْلِ النَّاسِ

۷۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي يُوْبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السُّخْتَيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ سَبِّيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ انصَرَفَ مِنِ الْأَثْنَيْنِ، فَقَالَ لَهُ دُوَّالِيْدَيْنِ: أَفَصَرْتَ الصَّلَاةَ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: ((أَصَدَّقَ دُوَّالِيْدَيْنِ)) فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ (فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرَيَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ). [راجح: ۱۸۲]

**لشیخ** یہ باب لا کر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے شافعیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ امام مقتدیوں کی بات نہ سنے۔ بعض نے کہا امام بخاری رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اس حالت میں ہے جب امام کو خود شک ہو۔ لیکن اگر امام کو ایک امر کا یقین ہو تو بالاتفاق مقتدیوں کی بات نہ سننا چاہئے۔ ذوالیدین کا صلی نام خراب قہقہ تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ لے لبے تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالیدین کہنے لگے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ درجہ یقین حاصل کرنے کے لئے اور لوگوں سے بھی شادوت لی جا سکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ امر حق کا ظہار ایک ادنیٰ آدمی بھی کر سکتا ہے۔

(۱۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے سعد بن ابراهیم سے بیان کیا، وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، آپ نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلّم نے (ایک مرتبہ) ظہر کی صرف دو ہی رکعتیں پڑھیں (اور بھول سے سلام پھیر دیا) پھر کہا گیا کہ آپ نے صرف دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس

۷۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُبَّهُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: (صَلَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و سلّم الظَّهَرَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَبَلَ: صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَعَنَى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ

آپ نے دور کتعیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا۔ پھر دو سجدے کئے۔  
**باب جب امام نماز میں رو دے**  
**(تو کیسے؟)**

اور عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ (تابعی) نے بیان کیا کہ میں نے نماز میں عمر  
 بیٹھنے کے رونے کی آواز سنی حالانکہ میں آخری صفائح میں تھا۔ آپ  
 آیت شریفہ ((انماشکوابشی و حزنی الى الله)) پڑھ رہے تھے۔

یہ سورہ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے جس کا ترجمہ یہ کہ میں اپنے غم اور فکر کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں، یہ حضرت  
 یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

(۱۷) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام  
 مالک بن انس نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ  
 سے، انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوقات میں فرمایا کہ ابو بکر سے لوگوں کو  
 نماز پڑھانے کے لئے کو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ  
 میں نے عرض کی کہ ابو بکر اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو رونے کی  
 وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز نہ سامکھیں گے۔ اس لئے آپ عمر بیٹھنے  
 سے فرمائیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ نہیں ابو بکر ہی  
 سے نماز پڑھانے کے لئے کو۔ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے  
 حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم بھی تو آخر خضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے عرض کرو کہ اگر ابو بکر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد کر  
 کے گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سامکھیں گے۔ اس لئے  
 عمرؓ سے کہتے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہؓ بیان نہیں کہہ دیا۔  
 اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بس چپ رہو۔ تم لوگ صواحب  
 یوسف سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ ابو بکر سے کو کہ وہ نماز پڑھائیں۔  
 بعد میں حضرت حفصہؓ بیان نہیں کہتے کہ حضرت عائشہؓ بیان سے کہا۔ بھلا مجھ کو  
 تم سے کہیں بھلائی ہوئی ہے۔

مقدمہ باب یہ ہے کہ رونے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ جنت یا دوزخ کے ذکر پر روتا تو عین مطلوب ہے۔ کئی  
 احادیث سے آنحضرت ﷺ کا نماز میں روتا ثابت ہے۔ یہ حدیث پہلے بھی کئی جگہ گذر چکی ہے اور امام المحدثینؓ نے اس

## ٧٠ - بَابُ إِذَا بَكَى الْإِيمَامُ فِي الصَّلَاةِ

وَقَالَ عَنْدَ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ: سَمِعْتُ نَشِيفَ  
 عَمْرَ وَأَنَّا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ: (إِنَّمَا  
 أَشْكُوُ بَشَّيْ وَحَزْنِي إِلَى اللَّهِ).

یہ سورہ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے جس کا ترجمہ یہ کہ میں اپنے غم اور فکر کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں، یہ حضرت  
 یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

٧١٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي  
 مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرْوَةَ عَنْ  
 أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
 ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ : ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ  
 يَصْلَى بِالنَّاسِ)). قَالَتْ عَائِشَةُ : قُلْتُ إِنَّ  
 أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعْ  
 النَّاسَ مِنَ الْبَكَاءِ فَمَرَّ عَمْرٌ فَأَيْصَلَ  
 فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلَّ لِلنَّاسِ)).  
 فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِحَفْصَةَ : قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا  
 بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعْ النَّاسَ  
 مِنَ الْبَكَاءِ، فَمَرَّ عَمْرٌ فَلَيَصُلَّ لِلنَّاسِ.  
 فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
 ((مَهْ، إِنْكُنْ لَا تَقْنَ صَوَاحِبَ يُوسُفَ، مُرُوا  
 أَبَا بَكْرٍ فَلَيَصُلَّ لِلنَّاسِ)) قَالَتْ حَفْصَةُ  
 لِعَائِشَةَ : مَا كُنْتُ لِأَصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا.

[راجع: ۱۹۸]

نشیف

سے بہت سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبر بن شہر کے رونے کا ذکر سن پھر بھی آپ نے ان کو نماز کے لئے حکم فرمایا۔ پس دعویٰ ثابت کہ رونے سے نماز نہیں نوت سکتی۔ صواحب یوسف کی تفسیر پلے گذر چکی ہے۔ زینخا اور اس کے ساتھ والی عورتیں مراد ہیں۔ جن کی زبان پر کچھ تھا اور دل میں کچھ اور۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے کہنے پر پچھائی اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اطمینان خنگی فرمایا۔ (رضی اللہ عنہم عاصمین)

## باب تکبیر ہوتے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کا برابر کرنا۔

(۱۷) ہم سے ابوالولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن ابوالجعد سے نہ، انہوں نے کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ نماز میں اپنی صفوں کو برابر کرلو، نہیں تو خداوند تعالیٰ تمہارے منہ الٹ دے گا۔

تشریح یعنی مسخر کر دے گا۔ بعض نے یہ مرادی کہ پھوٹ ڈال دے گا۔ باب کی حدیثوں میں یہ مضمون نہیں ہے کہ تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرو۔ لیکن امام بخاری نے ان حدیثوں کے دوسرے طریقوں کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آگے چل کر خود امام بخاری نے اسی حدیث کو اس طرح نکلا ہے کہ نماز کی تکبیر ہونے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہ کر نماز شروع کرنے کو تھے کہ یہ فرمایا۔ امام ابن حزم نے ان حدیثوں کے ظاہر سے یہ کہ صافیں برابر کرنا واجب ہے اور جمصور علماء کے نزدیک سنت ہے اور یہ وعید اس لئے فرمائی کہ لوگ اس سنت کا بخوبی خیال رکھیں۔ برابر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ ایک خط مستقيم پر کھڑے ہوں آگے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ یا صاف میں جو جگہ خالی رہے اس کو بھر دیں۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ویحتمل ان یکون البخاری اخذ الوجوب من صيغة الامر في قوله سروا صفوكم و من عموم قوله صلوا كما رأيتونى اصلی و من ورود الوعيد على تركه الخ (فتح الباری) یعنی ممکن ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حدیث کے صیغہ امر سووا صفوکم (اپنی صفوں کو سیدھا کرو) سے وجوہ نکلا ہو اور حدیث نبوی کے اس عموم سے بھی جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسی نماز پڑھو جیسی نماز پڑھتے ہوئے تم نے مجھ کو دیکھا ہے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر بن شہر نے ابو عثمان نبی کے قدم پر مارا جب کہ وہ صاف میں سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے۔ حضرت بلاں بن شہر کا بھی یہی دستور تھا کہ جس کو وہ صاف میں پڑھا دیکھتے وہ ان کے قدموں کو مارنا شروع کر دیتے۔ الغرض صفوں کو سیدھا کرنا بے حد ضروری ہے۔

(۱۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے عبد العزیز بن صہیب سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن شہر سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ صافیں سیدھی کرو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھے

## ۷۱- بَابُ تَسْنِيَةِ الصَّفُوفِ عِنْدَ الإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

۷۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَرْءَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَتَسْوُنَ صَفَوْفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفُنَ اللَّهَ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ)).

۷۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْنَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَهْبَيْنَ عَنْ أَنْسِ أَنَّ النَّبِيًّا ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا الصَّفَوْفَ

کے پیچے سے دیکھ رہا ہوں۔

فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهِيرِيِّ)).

[طرفة فی : ٧١٩ : ٧٢٥].

**لشیخ** یہ آپ کے مjurat میں سے ہے کہ جس طرح آپ سامنے سے دیکھتے اسی طرح پیچے مرتبوت سے آپ دیکھ لیا کرتے تھے۔ صفوں کو درست کرنا اس قدر اہم ہے کہ آپ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی یہی دستور رہا کہ جب تک صفو بالکل درست نہ ہو جاتی یہ نماز شروع نہیں کیا کرتے تھے۔ عمد فاروقی میں اس مقصد کے لئے لوگ مقرر تھے جو صفو بندی کرائیں۔ مگر آج کل سب سے زیادہ متذوک یہی چیز ہے۔ جس مسجد میں بھی پلے جاؤ صفیں اس قدر یہی نظر آئیں گی کہ خدا کی پناہ، اللہ پاک مسلمانوں کو اسوہ نبی پر عمل کرنے کی توفیق بخشنے۔

### باب صفیں برابر کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا۔

(۱۹) ہم سے احمد بن الی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامة نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن مالک بن عثیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نماز کے لئے عظیم کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں برابر کرو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچے سے بھی دیکھتا رہا ہوں۔

### ٧٢- بَابُ إِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْنِيَةِ الصُّفُوفِ

٧١٩- حدَّثَنَا أَخْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءَ قَالَ : حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرُو قَالَ : حَدَّثَنَا زَيْدَةُ بْنُ قَدَّامَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الطُّوْنَلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ : أَقْيَمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ بِرَحْمَةِ اللَّهِ بِرَحْمَةِ فَقَالَ : ((أَقْيَمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهِيرِيِّ)). [راجح: ٧١٨]

تراسوا کا مفہوم یہ کہ چونا گئی دیوار کی طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ کندھے سے کندھا، قدم سے قدم، مخنثے سے مخنثہ ملا لو۔ سورہ صاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الَّذِينَ يَقْبَلُونَ فِي سَيِّلِهِ صَفَّا كَانُوكُمْ هُنَّا مَرْضُوضٌ) (الصف: ۲۳) اللہ پاک ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں سیسے پلاپی ہوئی دیواروں کی طرح تحد ہو کر لڑتے ہیں۔ جب نماز میں ایسی کیفیت نہیں کر پاتے تو میدان جنگ میں کیا خاک کر سکیں گے۔ آج کل کے اہل اسلام کا یہی حال ہے۔

### باب صاف اول (کے ثواب کا بیان)

(۲۰) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے سی سے، انہوں نے ابو صالح ذکوان بے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ڈوبنے والے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، طاعون میں مرنے والے اور دب کر مرنے والے شہید ہیں۔

(۲۱) فرمایا کہ اگر لوگ جان لیں جو ثواب نماز کے لئے جلدی آنے

### ٧٣- بَابُ الصَّفَّ الْأَوَّلِ

٧٢٠- حدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمَّيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((الشَّهَدَاءُ : الْغُرْقُ، وَالْمَبْطُونُ، وَالْمَطْغُونُ، وَالْمَهْدُمُ)). [راجح: ٦٥٣]

٧٢١- وَقَالَ : ((لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي

میں ہے تو ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لئے ضرور آئیں۔ خواہ سرین کے بل آنا پڑے اور اگر پہلی صفائح کے ثواب کو جان لیں تو اس کے لئے قرعہ اندازی کریں۔

**لشیخ** افاقت کوئی مسلمان مرد عورت کسی پالی میں ڈوب کر مر جائے یا یہضد وغیرہ امراض شکم کا شکار ہو جائے، یا مرض طاعون سے فوت ہو جائے یا کسی دیوار وغیرہ کے پیچے ڈب کر مر جائے۔ ان سب کوشیدوں کے حکم میں شمار کیا گیا ہے۔ پہلی صفائح سے امام کے قریب والی صفائح مراد ہے۔ قطلانی رض نے کہا کہ آگے کی صفائح دوسری صفائح کو بھی شامل ہے اس لئے کہ وہ تیسرا صفائح سے آگے ہے۔ اس طرح تیسرا صفائح کو بھی کیونکہ وہ چوتھی سے آگے ہے۔ یہ حدیث پلے بھی گذر چکی ہے۔

### باب صفائح برابر کرنا نماز کا پورا کرنا ہے۔

(۷۲۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد الرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے ہمام بن منبه کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے ہوتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے، اس لئے تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کے تو تم ربالک الحمد کو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفائح برابر کرو۔ کیونکہ نماز کا حسن صفوں کے برابر رکھنے میں ہے۔

علوم ہوا کہ نماز میں صفائح کرنے کے لئے آدمی آگے یا پیچے سرک جائے یا صاف ملانے کے واسطے کسی طرف ہٹ جائے یا کسی کو کھینچ لے تو اس سے نماز میں غلط نہیں آئے گا بلکہ ثواب پائے گا کیونکہ صفائح برابر کرنا نماز کا ایک ادب ہے۔ امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا پلے تباہد میں آپ کے آخری فعل سے یہ منسوخ ہو گیا۔

(۷۲۳) ہم سے ابوالولید شام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعبہ نے قادہ کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے حضرت انس رض سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفائح برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔

الْتَّهْجِيرُ لَا سَبَقُوا، إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْأَقْتَمِيَةِ وَالصَّبْحِ لَا تَوْهِمُهَا وَلَوْ حَبِّوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفَّ الْمُقْدَمِ لَا سَتَهِمُوا). [راجع: ۶۱۵]

### ۷۴- بَابُ إِقَامَةِ الصَّفَّ مِنْ تَمَامِ

#### الصَّلَاةِ

۷۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَمُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ، وَأَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفَّ مِنْ حُسْنِ الْصَّلَاةِ)). [طرفہ فی : ۷۳۴].

علوم ہوا کہ نماز میں صفائح کرنے کے لئے آدمی آگے یا پیچے سرک جائے یا صاف ملانے کے واسطے کسی طرف ہٹ جائے یا کسی کو کھینچ لے تو اس سے نماز میں غلط نہیں آئے گا بلکہ ثواب پائے گا کیونکہ صفائح برابر کرنا نماز کا ادب ہے۔ امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھنا پلے تباہد میں آپ کے آخری فعل سے یہ منسوخ ہو گیا۔

۷۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَوْرُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْرِيَةَ الصَّفَّوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ)).

## ٧٥- بَابُ إِنْمَ مَنْ لَمْ يُتْمِ الصُّفُوفَ

**باب اس بارے میں کہ صفين پوری نہ کرنے والوں پر (کتنا گناہ ہے)**

(۷۲۳) ہم سے معاذ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غسل بن موئی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن عبید طائی نے بیان کیا بشیر بن یاسار النصاری سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک بن شعبہ سے کہ جب وہ (بصرہ سے) مدینہ آئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی کرم ﷺ کے عمد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا۔ فرمایا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف لوگ صفين برابر نہیں کرتے۔

اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یاسار سے یوں روایت کیا کہ انس بن شعبہ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

**لئے بیخ در** امام بخاری و تابعوں نے یہ حدیث لا کر صفت برابر کرنے کا وجوہ ثابت کیا۔ کیونکہ سنت کے ترک کو حضرت رسول کرم ﷺ کا خلاف کرنا نہیں کہ سکتے، اور حضرت رسول کرم ﷺ کے خلاف کرنا بوجب نص قرآنی باعث عذاب ہے۔ (فَلَئِنْ خَدَرَ الَّذِينَ يَخْالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُعَذِّبَهُمْ فَقْتَلَهُ أَوْ تُعَذِّبَهُمْ عَذَابَ الْيَمِّ) (النور: ۶۳) تسیل القاری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے سنت کے موافق صفين برابر کرنا چھوڑ دی ہیں۔ کہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ آگے پیچے بے ترتیب کھڑے ہوتے ہیں۔ کہیں برابر ہی کرتے ہیں تو موڑھے سے موڑھا اور ٹخنے سے ٹخنے نہیں ملاتے۔ بلکہ ایسا کرنے کو نازیبا جانتے ہیں۔ خدا کی مار ان کی عقل اور تہذیب پر نمازی لوگ پروردگار کی فوجیں ہیں۔ فوج میں جو کوئی قائدے کی پابندی نہ کرے وہ سزا نے کے قاتل ہوتا ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

## باب صف میں موئڈھے سے موئڈھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتا۔

اور نعمان بن بشیر صحابی نے کہا کہ میں نے دیکھا (صف میں) ایک آدمی ہم میں سے اپنا ٹخنے اپنے قریب والے دوسرے آدمی کے ٹخنے سے ملا کر کھڑا ہوتا۔

(۷۲۵) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر بن معاوية نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن شعبہ سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا، صفين برابر کرلو۔ میں تمہیں اپنے پیچے سے بھی دیکھا رہتا ہوں اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کر

٧٤- حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ اسْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا  
الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ  
غَيْبِيْدِ الطَّائِيِّ عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارِ  
الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَرْرَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ قَدِيمٌ  
الْمَدِينَةَ، فَقَبِيلَ لَهُ، مَا أَنْكَرَتْ مِنَا مِنْ دُوْمَةَ  
عَهْدَتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا أَنْكَرْنَا  
شَيْئًا إِلَّا أَنْكُمْ لَا تُقْنِمُونَ الصُّفُوفَ.

وَقَالَ عَفْعَةُ بْنُ عَبَيْدٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارِ:  
قَدِيمٌ عَلَيْنَا أَنْسُ الْمَدِينَةِ.. بِهَذَا.

## ٧٦- بَابُ إِلْرَاقِ الْمُنْكِبِ

بِالْمُنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِ  
وَقَالَ النَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ: رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَ  
يُلْزِقُ كَعْبَةَ بِكَفِّ صَاحِبِهِ.

٧٢٥- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ:  
حَدَّثَنَا زَهْرَةُ عَنْ حَمَيْدٍ عَنْ أَنْسٍ عَنِ النَّبِيِّ  
ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا صَفَوْكُمْ، فَلَيْسَ أَرَاكُمْ  
مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي). وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ

منکبہِ بمنکب صاحبہ و قدمہ بقدمہ). (صف میں) اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھ سے اور اپاقدم اس کے قدم سے ملا رہتا تھا۔

[راجع: ۷۱۸]

**لشیخ** حضرت امام الدین فی الحیث امام بخاری رض نے یہاں متفرق ابواب منعقد فرمائے اور ان کے تحت متعدد احادیث لا کر صفوں کو سیدھا کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ کا یہ آخری باب ہے جس میں آپ نے بتایا ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں ہر نمازی اپنے قریب والے نمازی کے مونڈھ سے مونڈھا اور قدم سے قدم اور ٹنخے سے ٹنخہ ملا کر کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضرت نعیان بن بشیر رض کا بیان نقل ہوا کہ ہم اپنے ساتھی کے ٹنخے سے ٹنخہ ملا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ حضرت انس رض کا بیان بھی موجود ہے۔

نیز فتح الباری، جلد: ۲/ ص: ۶۱۶ پر حضرت انس رض کے یہ الفاظ بھی معمول ہیں کہ لو فلت دالک باحدهم الیوم لنفر کا نہ بھل شموس اگر میں آج کے نمازیوں کے ساتھ قدم سے قدم اور ٹنخے سے ٹنخہ ملانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اس سے سرکش غیر کی طرح دور بھاگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمد صحابہ کے ختم ہوتے ہوئے مسلمان اس درجہ غافل ہونے لگے تھے کہ ہدایت نبوی کے مطابق صفوں کو سیدھا کرنے اور قدموں سے قدم ملانے کا عمل ایک انجینی عمل بننے لگ کیا تھا۔ جس پر حضرت انس رض کو ایسا کہنا پڑا۔ اس بارے میں اور بھی کئی ایک احادیث وارد ہوئی ہیں۔

روی ابو داؤد والامام احمد عن ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال اقيموا صفوكم وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بآيادی اخوانکم لا تذروا فرجات الشيطان من وصل صفا وصله الله و من قطع صفا قطعه الله وروى البزار باسناد حسن عنه عليه الصلوة والسلام من سد فرجة في الصف غفر الله له وفي ابي داؤد عنه عليه الصلوة والسلام قال خياركم اليك مناكب في الصلوة. یعنی ابو داؤد اور منند احمد میں عبد اللہ بن عمر رض سے مردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفين سیدھی کرو اور کندھوں کو برابر کرو۔ یعنی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ اور جو سوراخ دو نمازیوں کے درمیان نظر آئے اسے بند کر دو اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نزی اختیار کرو اور شیطان کے گھنے کے لئے سوراخ کی جگہ نہ چھوڑو۔ یاد رکھو جس نے صف کو ملایا۔ خدا اس کو بھی ملا دے گا اور جس نے صف کو قطع کیا خدا اس کو قطع کرے گا۔ بزار میں سند حسن سے ہے کہ جس نے صف کی دراز کو بند کیا خدا اس کو بخشنے۔ ابو داؤد میں ہے کہ تم میں وہی بہتر ہے جو نماز میں کندھوں کو نزی کے ساتھ ملائے رکھے۔

وعن النعمان بن بشیر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوى صفوينا كائناً يسوى به القداح حتى رأى أنا قد عقلنا عنه ثم خرج يوماً فقام حتى كاد ان يكثرا فرأى رجلاً باديا صدره من الصف فقال عباد الله ليسون صفوكم او ليخالفن الله بين وجوهكم رواه الجماعة الا البخاري فان له منه ليسون صفوكم او ليخالفن الله بين وجوهكم. ولا حمدوا ابي داؤد في رواية قال فرأيت الرجل يلزق كعبه بکعب صاحبہ و رکبته برکبته و منکبہ بمنکبہ (نیل الاولاد: ۳/ ص: ۱۹۹)

یعنی نعیان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کراتے گویا اس کے ساتھ تیر کو سیدھا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کو اٹھیان ہو گیا کہ ہم نے اس مسئلہ کو آپ سے خوب سمجھ لیا ہے۔ ایک دن آپ سلطے پر تشریف لائے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو برابر کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی طور پر اختلاف ڈال دے گا۔ بخاری شریف میں یوں کہ اپنی صفوں کو بالکل برابر کر لیا کرو۔ ورنہ تمہارے چروں میں آپس میں اللہ مخالفت ڈال دے گا اور احمد اور ابو داؤد کی روایات میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہر نمازی اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم اور ٹنخے سے ٹنخہ ملایا کرتا تھا۔

امام محمد کتاب الآثار باب اقامۃ الصوف میں لکھتے ہیں:

عن ابراہیم انه کان يقول سووا صفوکم و سووا مناکبکم تراصوا ولی خللنکم الشیطان الخ قال محمد و به ناخذ لا یبغی ان یترک الصف و فیه الخلل حتی یسروا و هو قول ابی حنیفة یعنی ابراہیم نجحی فرماتے ہیں کہ صفیں اور شانہ برابر کرو اور جگہ کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بکری کے پچ کی طرح تمارے درمیان داخل ہو جائے۔ امام محمد کتنے ہیں کہ ہم بھی اسی کو لیتے ہیں کہ صف میں خلل چھوڑ دینا لائق نہیں۔ جب تک ان کو درست نہ کر لیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ذہب ہے۔

نیز بخاری راًقِ عَالَّمِيْرِ وَدُرَّعَتَارِ میں بھی یہی ہے کہ یہی للعامومین ان بتراصوا و ان یسدوا الخلل فی الصفو و یسروا مناکبهم و یبھی للعامام ان یامرهم بدلک و ان یقف و سطھم یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ صفوں کو چونا جگہ کریں صفوں میں درازوں کو بند کر دیں اور شانوں کو ہوار رکھیں۔ بلکہ امام کے لئے لائق ہے کہ مقتدیوں کو اس کا حکم کرے پھر جچ میں کھڑا ہو۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ جب صفوں میں کھڑے ہوں تو جچ کریں اور کندھے ہوار کر لیں۔ (شانی: ج: ۱/ ص: ۵۹۵)

یہ تفصیل اس لئے پیش کی گئی ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا پیر سے پیر ملا کر کھڑا ہونا ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے باوجود آج کل مساعدہ میں صفوں کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ہر نمازی دوسرے نمازی سے دور بالکل ایسے کھڑا ہوتا ہے جیسے کچھ لوگ اچھوتوں سے اپنا جسم دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر قدم سے قدم ملانے کی کوشش کی جائے تو ایسے سرک کر الگ ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی پچھونے ڈک کر مار دی ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ملت کے باہمی طور پر دل نہیں مل رہے ہیں۔ باہمی اتفاق مفقود ہے جب

ہے۔

### صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق کے انداز جنوں باقی نہیں ہے

**عجیب فتویٰ:** ہمارے محترم دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد پوری طرح صفوں کو درست کرنا ہے تاکہ درمیان میں کسی قسم کی کوئی کشاوگی باقی نہ رہے۔ (تفہیم البخاری، پ: ۳ / ص: ۱۰۸) بالکل درست اور بجا ہے کہ شارع کا یہی مقصد ہے۔ اور لفظ تراصوا کا یہی مطلب ہے کہ نمازوں کی صفیں چونا جگہ دیواروں کی طرح ہونی ضروری ہیں۔ درمیان میں ہر گز کوئی سوراخ باقی نہ رہ جائے۔ مگر اسی جگہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ فقیہ اربعہ کے یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان چار انگلوں کا فرق ہونا چاہئے۔ (حوالہ مذکور)

تفصیلات بالا میں شارع کا مقصد ظاہر ہو چکا ہے کہ صف میں ہر نمازی کا دوسرے نمازی کے قدم سے قدم، نخنے سے نخنے، کندھے سے کندھا ملانا مقصود ہے۔ اکابر احتاف کا بھی یہی ارشاد ہے پھر یہ ”دو آدمیوں کے درمیان چار انگل کے فرق کا فتویٰ“ سمجھ میں نہیں آیا کیا مطلب برکھتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کمال ہے کہ نہ اس کے لئے کوئی صحیح حدیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے نہ کسی صحابی و تابعی کا کوئی قول۔ پھر یہ چار انگل کے فاصلے کی اختراع کیا وزن رکھتی ہے؟

اسی فتوے کا شاید یہ نتیجہ ہے کہ مساجد میں جماعتوں کا عجب حال ہے۔ چار انگل کی گنجائش پاکر لوگ ایک ایک فٹ دور کھڑے ہوتے ہیں اور باہمی قدم مل جانے کو احتیاً خطرناک تصور کرتے ہیں اور اس پر ہیز کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ کیا ہمارے انصاف پسند و حقیقت شناس علماء کرام اس صورت حال پر محققانہ نظر ڈال کر اصلاح حال کی کوشش فرمائیں گے۔ ورنہ ارشاد نبوی آج بھی پکار کر اعلان کر رہا ہے۔ لنسون صفوکم اولیخالفن اللہ بین قلوبکم۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صفیں برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی اختلاف ڈال دے گا۔

باب اگر کوئی شخص امام کے بائیں طرف کھڑا ہو  
اور امام اپنے پیچھے سے اسے دائیں طرف کر دے

77 - بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ  
الإِمَامَ وَحَوْلَهِ الإِمَامُ خَلَفَهُ إِلَى يَمِينِهِ تَمَّتْ

## صلاتۃ

## تُو نماز ہو جائے گی۔

(۲۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے داؤد بن عبد الرحمن نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انسوں نے ابن عباس بن حیثا کے غلام کریب سے، انسوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس بن حیثا سے، آپ نے بتلایا کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (آپ کے گھر میں تجد کی) نماز پڑھی۔ میں آپ کے باشیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا۔ پھر نماز پڑھی اور آپ سو گئے جب موذن (نماز کی اطلاع دینے) آیا تو آپ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔

سو جانے پر بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔ اس لئے کہ آپ کا دل جاتا اور ظاہر میں آنکھیں سو جاتی تھیں۔ یہ خصوصیات نبوی میں

باب اس بارے میں کہ عورت اکیلی ایک صفائح کا حکم رکھتی ہے۔

(۲۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے احراق بن عبد اللہ ابن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک بن عوثمین نے بتلایا کہ میں نے اور ایک اکیلی صفت کے (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے جو نہارے گھر میں تھا، آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔

میں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ام سلیم اکیلی تھیں مگر لڑکوں کے پیچھے اکیلی صفات میں کھڑی ہوئیں۔

باب مسجد اور امام کی داہنی جانب کا بیان۔

(۲۸) ہم سے موی بن اساعل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عاصم احوال نے عامر شعبجی سے بیان کیا، انسوں نے ابن عباس بن حیثا سے، آپ نے بتلایا کہ میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے باشیں طرف (آپ کے گھر میں) نماز (تجدد) پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس لئے آپ نے میرا سر یا بازو پکڑ کر مجھے کو اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا کہ

۷۲۶ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرُو بْنِ دِينَارٍ عَنْ كُرَيْبِ مَوْلَى أَبْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَنْبِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ لَقِمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخْدَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَأْسِيِّ مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى وَرَقَدَ، لَجَاءَهُ الْمُؤْذِنُ لِقَامَ وَيَصْلِي وَلَمْ يَتوَضَّأْ). [راجع: ۱۱۷]

سو جانے پر بھی آپ کا وضو باقی رہتا تھا۔ اس لئے کہ آپ کا دل جاتا اور ظاہر میں آنکھیں سو جاتی تھیں۔ یہ خصوصیات نبوی میں سے ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

## ۷۸ - بَابُ الْمَرْأَةِ وَخَدَهَا تَكُونُ

## صفا

۷۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَتَبَّاعِمُ فِي يَنِيتَا حَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَأُمِّي خَلْفَنَا - أُمِّ سَلَّيْمٍ - [راجع: ۳۸۰]

میں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ام سلیم اکیلی تھیں مگر لڑکوں کے پیچھے اکیلی صفات میں کھڑی ہوئیں۔

## ۷۹ - بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالإِمَامِ

۷۲۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا ثَابَتُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّفَعِيِّ عَنْ أَنْبِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَنْتُ لَيْلَةً أَصَلَّى عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَخْدَلَ بَيْدِي - أَوْ بَعْضِهِي - حَتَّى أَقْمَنَيْتُ عَنْ يَمِينِهِ، وَقَالَ بَيْدِيَوْ مِنْ وَرَائِي.

[راجع: ۱۱۷]

بیچھے سے گھوم آؤ۔

**لئے بیجھے** اس حدیث میں فقط امام کی دادی طرف کا بیان ہے اور شاید امام بخاری رض نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا۔ جس کو نبائی نے براء سے نکالا کہ ہم جب آپ کے بیچھے نماز پڑھتے تو دادی جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔ اور ابو داؤد نے نکالا کہ اللہ رحمت اتنا تھے اور فرشتہ دعا کرتے ہیں مفہوم کے دادی جانب والوں کے لیے اور یہ اس کے خلاف نہیں جو دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی مسجد کا بیان جانب معمور کرے تو اس کو اتنا ثواب ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب سب لوگ دادیے ہی جانب بالکل اچڑ گیا۔ (وجیدی)

**باب جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو  
یا پرده ہو (تو کچھ قباحت نہیں)**

اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا کہ اگر امام کے اور تمہارے درمیان نہر ہو جب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ابو مجلہ تابعی نے فرمایا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو جب بھی اقتدا کر سکتا ہے بشرطیکہ امام کی تکمیر سن سکتا ہو۔

(۲۹) ہم سے محمد بن سلام پیکنڈی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ بن سليمان نے بھی بن سعید انصاری سے بیان کیا، انہوں نے عمرہ بت عباد الرحمن سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے، آپ نے بتلایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اپنے جرو کے اندر (تجدد کی) نماز پڑھتے تھے۔ جمرے کی دیواریں پست تھیں اس لئے لوگوں نے بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صحیح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر دوسروں سے کیا۔ پھر جب دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ آپ کی اقتدا میں اس رات بھی کھڑے ہو گئے۔ یہ صورت دو یا تین راتوں تک رہی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف نہیں لائے۔ پھر صحیح کے وقت لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرا کہ کہیں رات کی نماز (تجدد) تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (اس خیال سے میں نے یہ میل کا آنا تھا کر دیا)

۸۰- **باب إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ  
وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُنْرَةً**

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا يَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ  
وَبَيْنَهُ نَهَرٌ. وَقَالَ أَبُو مُعْلِنٍ: يَا أَمَّا بِالْإِمَامِ  
- وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ - إِذَا  
سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ.

۷۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: ثَنَا  
عَبْدَهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ  
عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
ﷺ يُصَلِّي مِنَ الظَّلَلِ فِي حَجَرَتِهِ وَجِدَارَ  
الْحَجَرَةِ قَصِيرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصًا  
النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أَنَاسٌ يُصَلِّونَ بِصَلَاتِهِ،  
فَأَصْبَحُوا فَتَحَدُّثُوا بِذَلِكَ، فَقَامَ لَيْلَةَ  
الثَّانِيَةِ فَقَامَ مَعَهُ أَنَاسٌ يُصَلِّونَ بِصَلَاتِهِ،  
صَنَعُوا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ، حَتَّى إِذَا  
كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ  
يَخْرُجْ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَلِكَ لَيْلَةَ النَّاسُ  
قَالَ: ((إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكَبَّ عَلَيْكُمْ  
صَلَاةُ الظَّلَلِ)).

[اطرافہ فی : ۷۳۰، ۹۲۴، ۱۱۲۹]

.۸۵۶۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۱]

### باب رات کی نماز کا بیان۔

(۳۰) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن اسماعیل بن ابی ذئکر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے بیان کیا، مقبری کے واسطے سے، انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کرم ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات میں اس کا پردہ کر لیتے تھے۔ پھر چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچے نماز پڑھنے لگے۔

(۳۱) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ابوالنفر سالم سے، انہوں نے برس بن سعید سے، انہوں نے زید بن ثابت رض سے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ایک جگہ بنالیا ایسا اوٹ (پردہ) برس بن سعید نے کہا میں سمجھتا ہوں وہ بوریے کا تھا۔ آپ نے کہی رات اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ میں سے بعض حضرات نے ان راتوں میں آپ کی اقتدا کی۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بیٹھ رہنا شروع کیا (نماز موقوف رکھی) پھر برآمد ہوئے اور فرمایا تم نے جو کیا وہ مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو۔ مگر فرض نماز (مسجد میں پڑھنا ضروری ہے) اور عفان بن مسلم نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابوالنفر بن ابی امیہ سے سناؤ۔ برس بن سعید سے روایت کرتے تھے، وہ زید بن ثابت سے، وہ نبی کرم رض سے۔

### ۸۱- بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

۷۲۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي الْفَدَىكِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَسْتَطِعُهُ بِالنَّهَارِ وَيَخْجُورُهُ بِاللَّيْلِ، لَقَابُ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلَوَا وَرَأَءُوا. [راجع: ۷۲۹]

۷۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَغْلَى بْنُ حَمَادَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبَيْتَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَفْيَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضِيرِ عَنْ بُشْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابَتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَخَذَ حَجَرَةً - قَالَ حَسِيبَتْ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ حَصِيرٍ - فِي رَمَضَانَ فَصَلَلَ فِيهَا لَيَالِيَ، فَصَلَلَ بِصَلَاةِ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَلَمَّا عَلِمْ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: ((فَإِذْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنْعِكُمْ، فَصَلُّوا أَيْهَا النَّاسُ فِي بَيْوَتِكُمْ، فَإِنْ أَنْصَلْتُ الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْمَرْءَ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)). قَالَ عَفَّانُ: حَدَّثَنَا وَهْبَيْتَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا النَّضِيرِ عَنْ بُشْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفہ فی: ۶۱۱۳، ۷۲۹۰]

اس سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رض کی غرض یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سامع ابوالنفر سے ثابت کریں جس کی اس روایت میں تصریح ہے۔

### باب تکبیر تحریکہ کا واجب ہونا اور نماز کا

### ۸۲- بَابُ إِنْجَابِ التَّكْبِيرِ وَالْفِتَاحِ

## شروع کرنا۔

(۳۳۲) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے یہ بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعیب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک النصاریؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور (گر جانے کی وجہ سے) آپ کے دامیں پلو میں زخم آگئے۔ حضرت انسؓ نے تلایا کہ اس دن ہمیں آپ نے ایک نماز پڑھائی، چونکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، اس لئے ہم نے بھی آپ کے پیچے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سراخائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب وہ سمع اللہ ملن حمد کے تو تم رہنا و لک الحمد کرو۔

جسیکہ [تشریح] کے لفظ کے پسلے یہ عبارت ہے۔ ابواب صفة الصلوٰۃ لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعلیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے اللہ اجل بالله اعظم (وحیدی) مگر احادیث وارده کی ہنار یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

(۳۳۳) ہم سے قتیبه بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یاث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے این شب زہری سے بیان کیا، انہوں نے انس بن مالکؓ سے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ زخمی ہو گئے، اس لئے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کی اقداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جب وہ تکمیر کے تو تم بھی تکمیر کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ سراخائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ ملن حمد کے تو تم رہنا و لک الحمد کرو۔

## الصلوة

۷۳۲ - حدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَّسُ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَجَعَشَ هِلْقَةً الْأَيْمَنَ وَقَالَ أَنَّسُ: لَهُ - فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِلُ صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا وَرَأَاهُ قُعُودًا). ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَمَ: ((إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامَ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَالَمَا فَصَلَّوْا بِقِيَامٍ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَةً فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). [راجح: ۳۷۸]

جسیکہ [تشریح] کے لفظ کے پسلے یہ عبارت ہے۔ ابواب صفة الصلوٰۃ لیکن اکثر نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حبل اور شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا فرض ہے اور کوئی لفظ کافی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کوئی لفظ جو اللہ کی تعلیم پر دلالت کرے کافی ہے۔ جیسے اللہ اجل بالله اعظم (وحیدی) مگر احادیث وارده کی ہنار یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

۷۳۳ - حدَّثَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَّسٍ بْنِ مَالِكٍ اللَّهُ قَالَ: (خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ فَوْسٍ فَجَعَشَ، فَصَلَّى لَنَا قَاعِدٌ، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا). ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا الْإِمَامُ - أَوْ إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامَ - لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا كَبَرَ فَكَبَرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَةً فَقُولُوا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا)). [راجح: ۳۷۸]

(۳۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ابوالزناد نے مجھ سے بیان کیا اور جس کے واسطے سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اس لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اس لیے جب وہ تکمیر کے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ بھی تکمیر کرو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمده کے تو تم رہنا والک الحمد کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۷۳۴ - حدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزَّنَادَ عَنِ الْأَغْرِيْجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّمَا جَعَلَ الِّإِقَامَ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا كَبَرُ لَكُمْرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَحُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ فَلَفُولُوا: رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جَلُوسًا أَجْمَعُونَ)). [راجح: ۷۲۲]

**لئے گئے** اس بارے میں بھی قدرے اختلاف ہے۔ بہتری ہے کہ امام و مقتدی ہر دو سمع اللہ لمن حمده کہیں اور پھر ہر دو رہنا والک الحمد کہیں۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری بذیل حدیث ابو ہریرہ رض نہ بقول سمع اللہ لمن حمده جسیں یرفع صلبه من الرکعة ثم يقول وهم قائم رہنا والک الحمد فرماتے ہیں:

رہنا لک الحمد بحذف الواو و فی روایة بالباتها و قد تقدم ان الروایة بشوط الواو ارجح و هي عاطفة على مقدر اى رہنا اطعنات وحمد ناک ولک الحمد و قيل زائدة قال الا صمعي سالت ابا عمرو منها فقال زائدة تقول العرب يعني هذا فيقول المخاطب تعم و هو ولک بدراهم فالواو زائدة و قيل هي واوالحال قاله ابن الانباري ضعف ما عداه و فيه ان التسميع ذكر النهوض والرفع والتحميد ذكر الاعتدال و استدل به على انه يشرع الجمع بين التسميع والتحميد لكل مصل من امام و منفرد و موتم اذ هو حكاية لمطلق صلوته صلی اللہ علیہ وسلم ) (مرعاۃ، بیج: ۱ / ص: ۵۵۹) رہنا لک الحمد حذف واؤ کے ساتھ اور بعض روایات میں اثبات واؤ کے ساتھ مردی ہے اور ترجیح اثبات واؤ کو ہی ہے جو واؤ عطف ہے اور معطوف عليه مقدار ہے۔ یعنی اے رب ہمارے! ہم نے تیری اطاعت کی تیری تعریف کی اور تعریف تیرے ہی لیے ہیں۔ بعض لوگوں نے خاورہ عرب کے مطابق اے واؤ زائدہ بھی کہا ہے۔ بعض نے واؤ حال کے لئے مانا ہے، اس حدیث ابو ہریرہ سے معلوم ہوا کہ لفظ سمع اللہ لمن حمده کہنا یہ رکوع میں جھکنے اور اس سے سراغھانے کا ذکر ہے اور رہنا والک الحمد کہنا یہ کھڑے ہو کر اعتدال پر آجائے کے وقت کا ذکر ہے۔ اسی لئے مشروع ہے کہ امام ہو یا منفرد یا مقتدی سب ہی سمع اللہ لمن حمده پھر رہنا والک الحمد کہیں۔ اس لئے کہ آخرت میں ہم کی نماز اسی طرح نقل کی گئی ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ تم اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

### باب تکمیر تحریکہ میں نماز شروع کرتے ہی برادر و نوں ہاتھوں کا (کندھوں یا کانوں تک) اٹھانا۔

(۳۷۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قصی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے ابن شلب زہری سے، انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے، انہوں نے اپنے باپ (عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

### ۸۳- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى مَعَ الْإِفْتَاحِ سَوَاءً

۷۳۵ - حدَّثَنَا عَنْدَهُ أَبُو هُنَّ مَسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبْنِ هِيَابٍ عَنْ سَالِمٍ بْنِ عَنْدَهُ أَبُو عَنْ أَبِيهِ: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ

سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے، اسی طرح جب رکوع کے لئے اللہ اکبر کرتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے سمع اللہ من حمده رہنا ولک الحمد کرتے تھے۔ سجدہ میں جاتے وقت رفع یہ دین نہیں کرتے تھے۔

### باب رفع یہ دین سمجھیر تحریکہ کے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سرا اٹھاتے وقت (سنن ہے)

(۷۳۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی۔ کہا کہ ہم کو یونس بن یزید ایلی نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر بن حفاظہ نے عبد اللہ بن عمر بن حفاظہ سے خبر دی، انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو سمجھیر تحریکہ کے وقت آپ نے رفع یہ دین کیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ اس وقت مونڈھوں تک اٹھے اور اسی طرح جب آپ رکوع کے لئے سمجھیر کرتے اس وقت بھی رفع یہ دین کرتے اور جب رکوع سے سرا اٹھاتے اس وقت بھی کرتے۔ اس وقت آپ کہتے سمع اللہ من حمده۔ البتہ سجدہ میں آپ رفع یہ دین نہیں کرتے تھے۔

(۷۳۷) ہم سے اسحاق بن شاہین و اسٹی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ طحان نے بیان کیا خالد حذاء سے۔ انہوں نے ابو قلاب سے کہ انہوں نے مالک بن حوریث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو سمجھیر تحریکہ کے ساتھ رفع یہ دین کرتے، پھر جب رکوع میں جاتے اس وقت بھی رفع یہ دین کرتے اور جب رکوع سے سرا اٹھاتے تب بھی کرتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی

يَرْفَعُ يَدِيهِ حَذْوَ مُنْكِبَيْهِ إِذَا الصَّلَاةُ،  
وَإِذَا كَبَرَ لِلرَّسُوْلِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا) وَقَالَ:  
((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). (وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ).

[اطرافہ فی : ۷۳۶، ۷۳۸، ۷۳۹]

### ۸۴- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَرَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ

۷۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَابِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَنْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدِيهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مُنْكِبَيْهِ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَكْبُرُ لِلرَّسُوْلِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ وَيَقُولُ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ.

[راجع: ۷۳۵]

۷۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قَلَبَةِ: أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحَوَيْرَةَ إِذَا صَلَّى كَبَرَ وَرَفَعَ يَدِيهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْسَعَ رَفَعَ يَدِيهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّسُوْلِ رَفَعَ يَدِيهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ

اسی طرح کیا کرتے تھے۔

باب ہاتھوں کو کھاں تک اٹھانا چاہئے۔

اور ابو حمید ساعدی رض نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے دونوں باقیوں کو مونڈھوں تک اٹھایا۔

(۳۸۷) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ  
ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن  
عبداللہ بن عمر میں اپنے نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر میں اپنے نے کہا کہ میں  
نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز تکبیر تحریک سے شروع کرتے اور  
تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھا کر لے جاتے  
اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور جب  
سعال اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور ربنا ولک الحمد کہتے۔  
سبجدہ کرتے وقت یا سبجدے سے سراخھاتے وقت اس طرح رفع یہیں  
نبیل کرتے تھے۔

باب (چار رکعت نماز میں) قعدہ اولیٰ سے اٹھنے کے بعد رفع  
یہ سن کرنا۔

(۳۷) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کما کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے تافع سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر بن شٹح جب نماز میں داخل ہوتے تو پلے تکبیر تحریکہ کرتے اور ساتھ ہی رفع یدین کرتے۔ اسی طرح جب وہ رکوع کرتے تب اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کرتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب قعدہ اولیٰ سے اٹھتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ آپ نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ (کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے)

**لذتِ بیرونی** | محکم تحریر کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سزا مہانتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت دونوں

اللّٰهُ صَنَعَ هَكَذَا.

٨٥ - بَابُ إِلَيْ أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْنَابِهِ: ((رَفِعَ النَّبِيُّ  
حَلْوَ مَنْكِبِيهِ)).

٧٣٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الْفَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدِيهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلُهُمَا حَلْوَ مَنْكِبِيهِ، وَإِذَا كَبَرَ لِلرَّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَإِذَا قَالَ: ((سَمَعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَا يَفْعُلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ.

[٧٣٥] [راجع:

## ٨٦- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنْ الرُّكْعَتَيْنِ

٧٣٩ - حَدَّثَنَا عِيَاشُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ  
أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ  
كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ،  
وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَفَعَ  
يَدَيْهِ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرُّكُعَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ.  
وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ.

[٧٣٥] [رائع:]

**لشیونر** بکیر تحریک کے وقت اور رکوئی میں جاتے اور رکوئی سے نزاکتے وقت اور تیری رکعت کے لئے اٹھنے کے وقت دونوں

ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانا رفع الیدين کہلاتا ہے، عجیب تحریک کے وقت رفع الیدين پر ساری امت کا اجماع ہے۔ مگر بعد کے مقامات پر ہاتھ اٹھانے میں اختلاف ہے۔ ائمہ کرام و علمائے اسلام کی اکثریت حقیقی کہ الہ بیت سب بالاتفاق ان مقامات پر رفع الیدين کے قائل ہیں۔ مگر حنفیہ کے ہاں مقامات تمکردہ پر رفع الیدين نہیں ہے کچھ علمائے احتجاف اسے منسوخ قرار دیتے ہیں، کچھ ترک رفع کو اولی جانتے ہیں کچھ دل سے قائل ہیں مگر ظاہر میں عمل نہیں ہے۔

فریقین نے اس بارے میں کافی طبع آزمائی کی ہے۔ ہر دو جانب سے خاص طور پر آج کے دور پر فتن میں بہت سے کافذ سیاہ کے گئے ہیں۔ بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں۔ مگر بات ابھی تک جہاں تھی وہیں پر موجود ہے۔ ایک ایسے جزئی مسئلہ پر اس قدر تشدید بہت ہی افسوسناک ہے۔ کتنے عوام ہیں جو کہتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگ بغلوں میں بت رکھ لیا کرتے تھے اس لئے رفع یہین کا حکم ہوا تاکہ ان کی بغلوں کے بت گر جایا کریں۔ استغفار اللہ! یہ ایسا جھوٹ ہے جو شاید اسلام کی تاریخ میں اس کے نام پر سب سے بڑا جھوٹ کہا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ اس سنت نبوی کو کمھی اڑانے سے تشبیہ دے کر توپین سنت کے مرکب ہوتے ہیں۔ کاش! علمائے احتجاف غور کرتے اور امت کے سواد اعظم کو دیکھ کر جو اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں کم از کم خاموشی اختیار کر لیتے تو یہ فواد یہاں تک نہ پہنچتا۔

مجتبیہ النبی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بڑی تفصیلات کے بعد فیصلہ دیا ہے۔ والذی یرفع احبابی ممن لا یرفع لیعنی رفع یہین کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کہ احادیث رفع بکھرت ہیں اور صحیح ہیں جن کی بنا پر انکار کی ممکنائش نہیں ہے۔ حضن بد گمانیوں کے دور کرنے کے لیے کچھ تفصیلات ذیل میں دی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام تھبب سے ہٹ کر ان کا مطالعہ کریں گے اور طاقت سے بھی زیادہ سنت رسول کا احترام مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں میں باہمی اتفاق کے لیے کوشش ہوں گے کہ وقت کا کیسی فوری تقاضا ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:- معناہ تعظیم لله و اتباع لسنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور سر اٹھانے پر رفع یہین کرنے سے ایک تو اللہ کی تعظیم اور دسرے رسول خدا ﷺ کی سنت کی اتباع مراد ہے۔ (نووی ص ۱۲۸ وغیرہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رفع الیدين من زينة الصلوة کہ یہ رفع یہین نماز کی زینت ہے۔ (عینی، جلد: ۳/ ص: ۷۶ وغیرہ)

اور حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لکل شبی زینہ و زینۃ الصلوۃ ان ترفع یہیک اذا کبرت و اذا رکعت و اذا رفت داسک من الرکوع کہ هر چیز کے لیے ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت شروع نماز میں اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یہین کرنا ہے (جزء بخاری ص ۶۱)

اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ هو من تمام الصلوة کہ نماز میں رفع یہین کرنا نماز کی محیل کا باعث ہے۔ (جزء بخاری ص: ۱۷)

اور عبد الملک فرماتے ہیں۔ سالت سعید بن جیبر عن رفع الیدين فی الصلوۃ فقل هو شبی ترین به صلوتک (یعنی، جلد: ۲/ ص: ۵۷) کہ میں نے سعید بن جیبر سے نماز میں رفع یہین کرنے کی نسبت پوچھا، تو انہوں نے کہا یہ وہ چیز ہے کہ تمی نماز کو مزمن کر دیتی ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من رفع یہیہ فی الصلوۃ لہ بکل اشارۃ عشر حسنات کہ نماز میں ایک دفع رفع یہین کرنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (فتاویٰ امام ابن تیمیہ ص: ۲۶-۳۷) کویا دو رکعت میں پچاس اور چار رکعت میں سو نیکیوں کا

اضافہ ہو جاتا ہے۔

مرویات بخاری کے علاوہ مندرجہ ذیل روایات صحیح سے بھی رفع الدین کا سنت ہونا ثابت ہے۔

عن ابی بکر الصدیق قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفکان یرفع یدیه اذا الفتح الصلوة و اذا رفع راسه من الرکوع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا تسلیم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ یہی شروع نماز میں اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سراخانے کے وقت رفع یہیں کیا کرتے تھے۔ (بیہقی، جلد: ۲، ص: ۷۳)

امام بیہقی، امام سکی، امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ رجالہ نقفات کہ اس حدیث کے سب روایت ٹھہرے ہیں (بیہقی، جلد: ۲، ص: ۷۳، تفسیص، ص: ۸۲، بیہقی، ص: ۶۲) و قال الحاکم انه محفوظ حاکم نے کمایہ حدیث محفوظ ہے (تفسیص الجیر، ص: ۸۲)

عن عمر بن الخطاب انه قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه اذا کبر و اذا رفع راسه من الرکوع (رواہ الدارقطنی، جزء سبکی، ص: ۶۲)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خود رسول اللہ تسلیم کو دیکھا۔ آپ یہیش رکوع جانے اور رکوع سے سراخانے کے وقت رفع یہیں کیا کرتے تھے (جزء بخاری، ص: ۱۳) امام بیہقی اور حاکم فرماتے ہیں۔ لفند روی هذه السنة عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی تسلیم کہ رفع یہیں کی حدیث جس طرح حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تعليق المغنى، ص: ۱۱۱) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بھی بھی مروی ہے۔

علامہ سکی فرماتے ہیں۔ الذین نقل عنہم رواية عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر و عثمان و علی وغیرهم رضی اللہ عنہم کہ جن صحابہ نے رسول خدا تسلیم سے رفع یہیں کی روایت نقل کی ہے حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور علی وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول خدا تسلیم شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سراخانے کے وقت رفع یہیں کرتے تھے (جزء سکی، ص: ۹)

و عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا کبر للصلوة حلو منکیہ و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع راسه من الرکوع و اذا قام من الرکعتین فعل مثل ذالک (جزء بخاری، ص: ۶) حضرت علی تسلیم فرماتے ہیں کہ بے شک رسول خدا تسلیم یہیش تکبیر تحریک کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراخانے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریک کی طرح ہاتھ اٹھایا کرتے تھے (ابو داؤد، جلد: ۱، ص: ۱۹۸، مسند احمد، جلد: ۳، ص: ۲۵، ابن ماجہ، ص: ۲۲ وغیرہ)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه حلو منکیہ اذا الفتح الصلوة و اذا کبر للرکوع و اذا رفع راسه من الرکوع رفعہما کذاذک۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول خدا تسلیم جب نماز شروع کرتے تو یہیش اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھایا کرتے۔ پھر جب رکوع کے لئے تکبیر کرتے اور جب رکوع سے سراخانے تک بھی اسی طرح اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ (مسلم، ص: ۲۸، ابو داؤد جلد: ۱، ص: ۱۹۲، ترمذی، ص: ۳۶ وغیرہ، ان کے علاوہ اکیس کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشق سنت نے کان یرفع یدیه فرما کر اور موجب روایت بیہقی آخر میں حتی لقی اللہ لا کریہ ثابت کر دیا کہ رسول خدا تسلیم ابتدائے نبوت سے لے کر اپنی عمر شریف کی آخری نماز تک رفع یہیں کرتے رہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یرفع یدیه الخ کے تحت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارکبوری زاد فضلہ فرماتے ہیں۔

هذا دلیل صریح علی ان رفع الیدين فی هذه المواقع سنة و هو الحق والصواب نقل البخاری فی صحيحه عقب حدیث ابن عمر هذا عن شیخہ علی بن المدینی انه قال حق علی المسلمين ان یرفعوا ایدیهم عند الرکوع والرفع منه لحدیث ابن عمر هذا و هذا فی روایة ابن المسکر و قد ذکرہ البخاری فی جزء رفع الیدين و زاد و كان اعلم اهل زمانه انتھی.

قلت والیہ ذهب عامة اهل العلم من اصحاب النبي صلی الله علیہ وسلم وتابعین وغیرهم قال محمد بن نصر المروزی اجمع العلماء الامصار علی مشروعیۃ ذالک الا اهل الكوفة قال البخاری فی جزء رفع الیدين قال الحسن و حمید بن هلال كان اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم كانوا یرفعون ایدیهم فی الصلوة.

وروى ابن عبد البر بسنده عن الحسن البصري قال كان اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم یرفعون ایدیهم فی الصلوة اذا رکعوا واذا رفعوا كانها المراوح وروى البخاري عن حمید بن هلال قال كان اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم كانوا ایدیهم المراوح یرفونها اذا رکعوا واذا رفعوا روسهم قال البخاري ولم یستثن الحسن احدا منهم من اصحاب النبي صلی الله علیہ وسلم دون احد ولم یثبت عند اهل العلم عن احد من اصحاب النبي صلی الله علیہ وسلم انه لم یرفع يديه ثم ذکر البخاري عن عدة من علماء اهل مکة و اهل الحجاز و اهل العراق والشام والبصرة والیمن وعدة من اهل خراسان و عامة اصحاب ابن المبارک و محدثی اهل بخاری وغيرهم من لا یحصی انس کانوا یرفعون ایدیهم عند الرکوع والرفع منه لا اختلاف منهم فی ذالک الخ (مرعاة ج: ۱ / ص: ۵۲۹)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ یہ حدیث اس امر پر صریح دلیل ہے کہ ان مقامات پر رفع الیدين سنت ہے اور یہ حق اور صواب ہے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنے استاد علی بن المدینی سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سراخاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو (کاندھوں کی لوٹک) اٹھائیں۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عام اہل علم کا یہی مسلک ہے اور محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ سوائے اہل کوفہ کے تمام علمائے امصار نے اس کی مشروعت پر اجماع کیا ہے۔ جملہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سراخاتے وقت رفع الیدين کیا کرتے تھے۔ امام حسن بصری نے اصحاب نبوی میں سے اس بارے میں کسی کا اعتماد نہیں کیا۔ پھر بہت سے اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عراق و اہل شام اور بصرہ اور یکین اور بہت سے اہل خراسان اور جمیع شاگردان عبداللہ بن مبارک اور جملہ محدثین بخاری وغیرہ جن کی تعداد شمار میں بھی نہیں آسکتی، ان سب کا یہی عمل نقل کیا ہے کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراخاتے وقت رفع الیدين کیا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل احادیث میں مزید وضاحت موجود ہے۔

عن انس ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم کان یرفع یديه اذا دخل فی الصلوة و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع (رواہ ابن ماجہ)۔ حضرت انس بن ثابت (جودہ سال دن رات آپؐ کی خدمت میں رہے) فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب بھی نماز میں داخل ہوتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سراخاتے تو رفع یدين کرتے۔ وسنده صحيح (مکی نے کہا) سندا اس کی صحیح ہے۔ (ابن ماجہ، ص: ۷۲۔ بیہقی، جلد ۲: ص: ۳۷، دارقطنی، ص: ۸۰، جزء بخاری، ص: ۹، تلمیص، ص: ۸۲، جزء عکل، ص: ۳)

حضرت انس بن ثابت نے کان یرفع فرمکر واضح کر دیا کہ حضور ﷺ نے دس سال میں ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی، جس میں رفع یدين نہ کیا ہو (تحفۃ ذیلی، جلد ۱: ص: ۲۱۳، مجمع الزوائد، ص: ۱۸۲، التقطیق المغنی، ص: ۱۱۰)

عن ابن عباس عن النبي صلی الله علیہ وسلم کان یرفع یديه عند الرکوع و اذا رفع راسه (جزء بخاری، ص: ۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ یہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سراخانے کے وقت رفع یدين کیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ، ص: ۷۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان یرفع فرمایا جو دوام اور یعنی پر دلالت کرتا ہے۔

عن ابی الزیر ان جابر بن عبد اللہ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع فعمل مثل ذالک و يقول رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذالک۔ (رواہ ابن ماجہ، ص: ۶۲)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه (جزء بخاری، ص: ۱۳)

حضرت جابر رض ہمیشہ رفع یدین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لئے رفع یدین کرتا ہوں کہ میں پچشم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراغھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا کرتا تھا۔ (یقینی، جلد: ۲/ ص: ۲۷، جزء بکی، ص: ۵، بخاری، ص: ۱۳)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے۔ جو یقینی پر دلالت کرتا ہے۔

عن ابی موسیٰ قال هل ادیکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر و رفع یدیه ثم قال سمع اللہ لمن حمده و رفع یدیه ثم قال هذا فاصنعوا رواہ الدارمی (جزء رفع الیدين، سبکی، ص: ۵)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه حضرت ابو موسیٰ رض نے مجع عام میں کہا۔ آؤ میں تمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر دکھاؤں۔ پھر اللہ اکبر کہ کر نماز شروع کی۔ جب رکوع کے لئے تکمیر کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر جب انہوں نے سمع اللہ لمن حمده کہا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ لوگو! تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رکوع میں جانے سے پہلے اور سراغھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (داری، دارقطنی، ص: ۱۰۹۔ تلمیص الحیری، ص: ۸۱، جزء بخاری، ص: ۱۳، یقینی، ص: ۲۷)

اس حدیث میں بھی کان یرفع موجود ہے جو دوام کے لئے ہے۔

مولانا اور شاہ صاحب رض فرماتے ہیں۔ ہی صحیحہ یہ حدیث صحیح ہے (العرف الشذی، ص: ۲۵)

عن ابی هریرہ انه قال كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كبر للصلوٰۃ جعل یدیه حلو منکیہ و اذا رکع فعمل مثل ذالک و اذا رفع للسجود فعمل مثل ذالک و اذا قام من الرکعتین فعمل مثل ذالک (رواہ ابو داود)

و عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه حضرت ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز کے لئے اکبر کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراغھاتے تو ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس میں بھی کان یرفع صیغہ استماری موجود ہے۔ (ابو داود، جلد: ۱/ ص: ۷۷، یقینی، جلد: ۲/ ص: ۳۷، و رجالہ رجال صحیح (تلمیص، ص: ۸۲، و تحریج زمیلی، جلد: ۱/ ص: ۲۵))

عن عبید ابن عمر عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه عند الرکوع و اذا رفع راسه (جزء بخاری، ص: ۳) حضرت عبید بن عمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں بھی کان یرفع صیغہ استماری موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه و اذا اراد ان یركع و اذا رفع راسه من الرکوع (رواہ الحاکم والبیهقی)

براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے پچشم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سراغھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (حاکم، یقینی، جلد: ۲/ ص: ۷۷)

عن قادة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا رکع و اذا رفع رواہ عبدالرازاق فی جامعہ (سبکی، ص: ۸) و قال الترمذی و فی الباب عن قادة حضرت قوله فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہی رکوع میں جانے اور رکوع سے سراغھانے

کے وقت رفع یہین کیا کرتے تھے۔ (ترمذی ص: ۳۶)

اس حدیث میں بھی کان یو رفع آیا ہے جو دوام اور بیفکی کی دلیل ہے۔

عن سلیمان ابن یسار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یو رفع یو دیدہ فی الصلوۃ (رواہ مالک فی الموطا جلد: ۱/ ص: ۹۸، سبکی، ص: ۸) حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ یہی نماز میں رفع یہین کیا کرتے تھے اور اسی طرح عمریش سے بھی روایت آئی ہے (ابن ماجہ، ص: ۲۲ - جزء سکلی، ص: ۷)

و فی الباب عن عمرالیشی (ترمذی، ص: ۳۶، تخفیف الاحوزی، ج: ۱/ ص: ۲۹)

عن وائل بن حجر قال قلت لاظردن الى صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی فنظرت اليه قام فکبر و رفع یو دیدہ حتی حاذتا اذنبیہ ثم وضع یو دیدہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ فلم اراد ان یو رفع رفع یو دیدہ مثلها فلما رفع راسه من الرکوع رفع یو دیدہ مثلها (رواہ احمد) حضرت واکل بن حجر (جو ایک شزادے تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ دیکھوں رسول اللہ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ اللہ اکبر کرتے تو رفع یہین کرتے اور سینہ پر ہاتھ رکھ لیتے۔ پھر جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سراخھتے تو رفع یہین کرتے۔ (مسند احمد وغیرہ) سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر مند ابن خزیمہ میں ہے۔

عن ابی حمید قال فی عشرة من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا فاذکر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الى الصلوۃ رفع یو دیدہ و اذا رکع و اذا رکع رفع یو دیدہ حضرت ابو حیان نے دس صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ میں رسول خدا ﷺ کی نماز سے اچھی طرح واقف ہوں، انہوں نے کہا اچھا ہتاو۔ ابو حیان نے کہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یہین کیا کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سراخھتے تب بھی اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر تمام صحابہ نے کہا صدقہ ہکدا کان یصلی بے شک تو چاہے، رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز میں رفع یہین کیا کرتے تھے۔ (جزء سکلی، ص: ۳)

اس حدیث میں کان یصلی قتل غور ہے جو دوام اور بیفکی پر دلالت کرتا ہے۔ (جزء بخاری، ص: ۸، ابو داؤد، ص: ۱۹۷)

عن عبدالله بن الزبیر انه صلی اللہ علیہ وسلم یشیر بکفیہ حین یقوم و حین یرکع و حین یسجد و حین ینہض فقال ابن عباس من احب ان ینظر الى صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیقدن بابن الزبیر حضرت عبد اللہ بن زبیر نے لوگوں کو نماز پڑھانی اور کھڑے ہونے کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سراخھتے اور دو رکعتوں سے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا، لوگو! جو شخص رسول اللہ ﷺ کی نماز پسند کرتا ہو اس کو چاہئے کہ عبد اللہ بن زبیر کی طرح نماز پڑھے کیونکہ یہ بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ (ابوداؤد، ص: ۱۹۸)

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یکبر رفع یو دیدہ و اذا رفع راسه من الرکوع رفع یو دیدہ (رواہ ابو نعیم، جزء سبکی، ص: ۸) حضرت حسن بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رکوع کرنے اور رکوع سے سراخھتے کے وقت رفع یہین کیا کرتے تھے (رواہ عبد الرزاق، تلخیص الجبیر، ص: ۸۲)

صحابہ کرام بھی رفع یہین کیا کرتے تھے جیسا کہ تفصیلات ذیل سے ظاہر ہے۔

**حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رفع یہین کیا کرتے تھے:** عن عبدالله بن الزبیر قال صلیت خلف ابی بکر فکان یو رفع یو دیدہ اذا افتتح الصلوۃ و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع و قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر مثلہ (رواہ البیهقی و رجالہ ثقات، جلد: ۲/ ص: ۲۷)

حضرت عبد اللہ بن زبیرؑ کہتے ہیں کہ میں نے صدیق اکبرؑ کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سراغھانے کے وقت رفع یہین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اب ہی نہیں بلکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بھی آپ کو رفع الیدين کرتے دیکھ کر اسی طرح ہی نماز پڑھا کرتا تھا۔ (تلمیح، ص: ۸۲۔ سیکی، ص: ۶) اس حدیث میں بھی صیغہ استمرار (کان یو فع) موجود ہے۔

**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رفع یہین کیا کرتے تھے:** و عن عمر نحوه رواه الدارقطنى في غرائب مالك والبيهقي و قال الحاكم انه محفوظ (تلمیح الحجرا لابن حجر، ص: ۸۲) حضرت صدیق اکبرؑ کی طرح حضرت عمر فاروقؓ بھی رفع یہین کیا کرتے تھے۔ عبد الملک بن قاسم فرماتے ہیں یعنی يصلون في مسجد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج فیهم عمر قال اقبلوا على بوجوہکم اصلی بکم صلوة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم التي يصلی و یامر بها فقام ورفع يديه حتى حاذی بهما منکیہ ثم کبیر ثم رفع وركع و كذلك حین رفع کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر آئے اور فرمایا، میری طرف توج کرو میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا ہوں، جس طرح حضور ﷺ پڑھا کرتے تھے اور جس طرح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؑ قبلہ روکھڑے ہو گئے اور تکبیر تحریکہ اور رکوع میں جاتے اور سراغھانے ہوئے اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔ فقال القوم هكذا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يصلی بنا پھر سب صحابہ نے کام بے شک حضور ﷺ ایسا ہی کرتے۔ (اخراجہ البیهقی فی الخلافیات تخریج زبلی و قال الشیخ تقی الدین رجال اسنادہ معروفون) (تحقیق الرائع، ص: ۳۸)

**حضرت عمر فاروق، حضرت علی و دیگر پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم:** امام بخاری فرماتے ہیں :- (۱) عمر بن خطاب (۲) علی بن ابی طالب (۳) عبد اللہ بن عباس (۴) ابو قاتا (۵) ابو ایسید (۶) محمد بن سلمہ (۷) سلیمان بن عاص (۸) عبد اللہ بن عمر زملی (۹) انس بن مالک (۱۰) ابو ہریرہ (۱۱) عبد اللہ بن عمرو (۱۲) عبد اللہ بن زبیر (۱۳) واکل بن حجر (۱۴) ابوبکر (۱۵) ابو موکی (۱۶) مالک بن حوریث (۱۷) ابو حمید الساعدی (۱۸) ام درداء انہم کانو یوفعون ایدیہم عند الرکوع (جزء بخاری، ص: ۲) کہ یہ سب کے سب رکوع جانے اور سراغھانے کے وقت رفع یہین کیا کرتے تھے۔

**طاوس و عطاء بن رباح کی شہادت:** عطاء بن رباح فرماتے ہیں، میں نے عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر، ابو سعید اور جابرؑ کو دیکھا یوفعون ایدیہم اذا افتتحوا الصلوة و اذا رکعوا کہ یہ شروع نماز اور عند الرکوع رفع یہین کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۱)

حضرت طاؤس کہتے ہیں رایت عبدالله و عبدالله و عبدالله یوفعون ایدیہم کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؑ اور عبد اللہ بن عباسؑ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، یہ تین نماز میں رفع یہین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۲)

**حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:** عن عاصم قال رایت انس بن مالک اذا افتتح الصلوة كبر ورفع يديه ويرفع كلما رکع ورفع راسه من الرکوع عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؑ کو دیکھا جب تکبیر تحریکہ کرتے اور رکوع کرتے اور رکوع سے سراغھانے تو رفع یہین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۳)

**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:** انه كان اذا كبر رفع يديه و اذارکع و اذارکع راسه من الرکوع عبد الرحمن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؑ جب تکبیر تحریکہ کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سراغھانے تو رفع یہین کیا کرتے تھے۔ (جزء بخاری، ص: ۱۴)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا : سلیمان بن عییر فرمودہ فرماتے ہیں۔ رایت ام درداء ترفع یدیها فی الصلوٰۃ حلو منکبیها حین تفتح الصلوٰۃ و حین ترکع فاذاقت سمع اللہ لمن حمده رفت یدیها کہ میں نے ام درداء کو دیکھا وہ شروع نماز میں اپنے کندھوں تک باقہ اٹھایا کرتی تھی اور جب رکوع کرتی اور رکوع سے سراخاتی اور سمع اللہ لمن حمده کرتی تب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا کرتی تھی (جزء رفع الیدین، امام بخاری، ص: ۲۲)۔

ناظرین کرام کو اندازہ ہو چکا ہو گا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فعل نقل کیا ہے از روئے دلائل وہ کس قدر صحیح ہے۔ جو حضرات رفع یدین کا انکار کرتے اور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی غور کریں گے تو اپنے خیال کو ضرور واپس لیں گے۔ چونکہ مذکورین رفع یدین کے پاس بھی کچھ نہ کچھ دلائل ہیں۔ اس لئے ایک ہیکلی سی نظر ان پر بھی ڈالنی ضروری ہے تاکہ ناظرین کرام کے سامنے تصویر کے ہر دو رخ آجائیں اور وہ خود امر حق کے لئے اپنی خدا داد عقل و بصیرت کی بنا پر فیصلہ کر سکتیں۔

**مذکورین رفع یدین کے دلائل اور ان کے جوابات :** (۱) جابر بن سروہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔ مالی ادا کم رافعی ابیدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوں فی الصلوٰۃ صحیح مسلم ہاب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنهی عن الاشارة بالبد رفعہما عند السلام) یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز میں حرکت نہ کیا کرو۔

مذکورین رفع یدین کی یہ پہلی دلیل ہے جو اس لئے صحیح نہیں کہ (۱) اول تو مذکورین کو امام نووی نے باب باندھ کر ہی جواب دے دیا کہ یہ حدیث تشدید کے متعلق ہے۔ جب کہ کچھ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کہ اشارہ کیا کرتے تھے، ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ بھلا اس کو رکوع میں جلتے اور سراخاتی وقت رفع یدین سے کیا تعلق ہے؟ مزید وضاحت کے لئے یہ حدیث موجود ہے۔ (ب) جابر بن سروہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب ہم نے السلام علیکم کہا و اشارہ بیدہ الی الجانبین اور ہاتھ سے دونوں طرف اشارہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماشانکم تشيرون باید کم کانها اذناب خیل شمس تمہارا کیا حال ہے کہ تم شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلاتے ہو۔ تم کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ رانوں پر رکھو وسلام علی اخیہ من علی یعنیہ و شماہلہ اور اپنے بھائی پر دائیں بائیں سلام کو اذا سلم احدکم فلیلیتفت الی صاحبہ ولا یومی (یومی) بیدہ جب تشدید میں تم سلام کرنے لگو تو صرف منہ پھیر کر سلام کما کرو، ہاتھوں سے اشارہ مت کرو۔ (مسلم شریف)

(ج) تمام محدثین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دونوں حدیثیں دراصل ایک ہی ہیں۔ اختلاف الفاظ فقط تعداد روایات کی بنا پر ہے کوئی عقل مند اس ساری حدیث کو پڑھ کر اس کو رفع یدین عند الرکوع کے معن پر دلیل نہیں لاسکتا۔ جو لوگ اہل علم ہو کر ایسی دلیل پیش کرتے ہیں ان کے حق میں حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من احتج بحدیث جابر بن سروہ علی منع الرفع عند الرکوع فليس له حظ من العلم کہ جو شخص جابر بن سروہ کی حدیث سے رفع یدین عند الرکوع منع سمجھتا ہے، وہ جلال اور علم حدیث سے ناقص ہے۔ کیونکہ اسکنوں فی الصلوٰۃ فانما کان فی الشهدل لا فی القیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکنوں فی الصلوٰۃ تشدید میں اشارہ کرتے دیکھ کر فرمایا تھا ان کے قیام کی حالت میں۔ (جزء رفع الیدین، بخاری، ص: ۲۲، تلخیص، ص: ۸۳، تحفہ، ص: ۲۲۳)

اس تفصیل کے بعد ذرا سی بھی عقل رکھنے والا مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اس حدیث کو رفع یدین کے معن پر پیش کرنا عقل اور الانساف اور ریاثت کے کس قدر خلاف ہے۔

(۲) مذکورین کی دوسری دلیل یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی فلم یرفع یدیہ الا مرہ اور ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے

(ابوداؤد، جلد: ۱/ ص: ۳۶۹، ترمذی، ص: ۳۶)

اس اثر کو بھی بہت زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فتن حديث کے بہت بڑے امام حضرت ابو داؤد فرماتے ہیں و لیس ہو بصیرت علی هذا اللطف یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔

اور ترمذی میں ہے۔ بقول عبداللہ ابن المبارک و لم یثبت حدیث ابن مسعود عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود کی صحت ہی ثابت نہیں۔ (ترمذی، ص: ۳۶، تخلیص، ص: ۸۳)

اور حضرت امام بخاری، امام احمد، امام بیہقی بن آدم اور ابو حاتم نے اس کو ضعیف کہا ہے (مسند احمد، جلد: ۳/ ص: ۲۶) اور حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ لذاتیہ قتل جلت نہیں۔ لذاتیہ دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) تیسرا دلیل براء بن عازب کی حدیث کہ حضور ﷺ نے پہلی بار رفع یہیں کیا۔ ثم لا يعود پھر نہیں کیا۔ اس حدیث کے بارے میں بھی حضرت امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ هذا الحدیث ليس بصیرت کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔ (ابوداؤد، جلد: ۱/ ص: ۲۰۰)

وقد ردہ ابن المدینی و احمد الدارقطنی و ضعف البخاری اس حدیث کو بخاری رضی اللہ عنہ نے ضعیف اور علی بن مدینی، امام احمد اور دارقطنی نے مردود کہا ہے لذاتیہ قتل جلت نہیں۔ (تغیری، ص: ۲۶)

(۴) چوتھی دلیل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلی بار ہاتھ اٹھائے (خطاوی) اس کے متعلق سرتاج علماء احتجاف حضرت مولانا عبد الجنی صاحب لکھنؤی فرماتے ہیں کہ یہ اثر مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش ہے جو متکلم فیہ ہے۔

نیزیکی حضرت مزید فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہیش عن الدارکوع رفع یہیں کیا کرتے تھے۔ فما زالت تلك صلوٰتہ حتى لقى الله تعالى يعني ابتدائے نبوت سے اپنی عمر کی آخری نماز تک آپ رفع یہیں کرتے رہے۔ وہ اس کے خلاف کس طرح کر سکتے تھے اور ان کا رفع یہیں کرنا صحیح سند سے ثابت ہے۔ (تخلیص المجد، ص: ۱۹۳)

النصاف پندرہ علماء کا یہ شیوه ہوتا چاہئے کہ تعصّب سے بلند پالا ہو کر امر حق کا اعتراف کریں اور اس پارے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

(۵) پانچویں دلیل۔ کہتے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی بار ہی کرتے تھے۔ (دارقطنی)

دارقطنی نے خود اسے ضعیف اور مردود کہا ہے۔ اور امام ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن جوزی رضی اللہ عنہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ لذاتیہ قتل جلت نہیں۔ (تخلیص المجد، ص: ۸۳)

ان کے علاوہ انس، ابو ہریرہ، ابن زیارتی رضی اللہ عنہم کے جو آثار پیش کئے جاتے ہیں۔ سب کے سب موضوع لغو اور باطل ہیں لا اصل لهم ان کا اصل و ثبوت نہیں۔ (تخلیص المجد، ص: ۸۳)

آخر میں جو اللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ والذی یرفع احباب الی من لا یرفع یعنی رفع یہیں کرنے والا مجھ کو نہ کرنے والے سے زیادہ محظوظ ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں دلیل بکھرنا اور صحیح ہیں۔ (جعۃ اللہ البالغ، ج: ۲/ ص: ۸)

اس بحث کو ذرا طول اسی لئے دیا گیا کہ رفع یہیں نہ کرنے والے بھائی کرنے والوں سے بھڑا نہ کریں اور یہ سمجھیں کہ کرنے والے سنت رسول کے عالی ہیں۔ حالات زمانہ کا تقاضا ہے کہ ایسے فروغی مسائل میں وسعت قلبی سے کام لے کر رواہی اختیار کی جائے اور مسائل متفق علیہ میں اتفاق کر کے اسلام کو سر بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ پاک ہر کلمہ کو مسلمان کو ایسی سمجھ عطا

فرمائے۔ آئین۔

## باب نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا۔

(۳۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قلنی نے بیان کیا امام مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ابو حازم بن دینار سے، انہوں نے سل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اسے رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا یہ بات آخر خضرت ﷺ تک پہنچائی جاتی تھی یوں نہیں کہا کہ پہنچاتے تھے۔

## ٨٧- بَابُ وَضْعِ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

٧٤٠ - حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤْمِنُونَ أَنَّ يَضْعَفَ الرَّجُلُ يَذْهَبُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ. قَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَغْلَمُهُ إِلَّا يَنْهَا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ: (يَنْهَا ذَلِكَ) وَلَمْ يَقُلْ (يَنْهَا)).

**شیخ الحدیث** حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہؒ فرماتے ہیں۔ لم یذكر سهل بن سعد في حديثه محل وضع اليدين من الجسد **لشیخ** و هو عندنا على الصدر لما ورد في ذلك من احاديث صريحة قوية فمنها حديث وائل بن حجر قال صliftت مع النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره اخر جره ابن خزيمة في صحيحه ذكره الحافظ في بلوغ العرام والدرایة والتلخيص وفتح البارى والنبوى في الخلاصة وشرح المذهب وشرح مسلم للاحتجاج به على ما ذهبت إليه الشافعية من وضع اليدين على الصدر و ذكر هنا هذا الحديث في معرض الاحتجاج به و سكتهما عن الكلام فيه يدل على ان حديث وائل هنا عندهما صحيح او حسن قابل للاحتجاج بالـ (مرعاة المفایق)

یعنی حضرت سل بن سعد نے اس حدیث میں ہاتھوں کے باندھنے کی جگہ کا ذکر نہیں کیا اور وہ ہمارے نزدیک سید ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کئی احادیث قوی اور صریح موجود ہیں۔ جن میں ایک حدیث وائل بن جرجی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آخر خضرت ﷺ کے پیچے نماز پڑھی۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر باندھا اور ان کو سینے پر رکھا۔ اس روایت کو محدث ابن خزیم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب بلوغ المرام اور درایہ اور تلخیص اور فتح الباری میں ذکر فرمایا ہے۔ اور امام نووی نے اپنی کتاب خلاصہ اور شرح مہذب اور شرح مسلم میں ذکر کیا ہے اور شافعیہ نے اسی سے دلیل پکڑی ہے کہ ہاتھوں کو سینے پر باندھنا چاہئے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ نووی نے اس بارے میں اس حدیث سے دلیل لی ہے اور اس حدیث کی سند میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن مجتہد ہے کہ قتل ہے۔

اس بارے میں دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ حدثنا یحییٰ بن معبد عن سفیان ثنا سماک عن قبیصہ ابن هلب عن ایہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمنہ و عن یسارہ و رایته یضع هذه على صدره و وصف یحییٰ الیمنی على الیسری فوق المفصل ورواه هذا الحديث كلهم ثقات و استناده متصل (تحفۃ الاحوذی) ص: ۲۴

یعنی ہم سے سعید بن سفیان ثوری سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ساکن قبیصہ ابن وہب سے بیان کیا۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے اور میں نے آپ

کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو باسیں پر سینے کے اوپر رکھا تھا۔ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس کی سند متعلق ہے۔ تیسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے مراہل میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حدث ابو توبہ حدثنا الهیثم یعنی ابن حمید عن ثور عن سلیمان بن موسیٰ عن طاوس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یہدیہ الیمنی علی یہدیہ الیمنی ثم یشد بینہما علی صدرہ (حوالہ مذکور) یعنی ہم سے ابو توبہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یعنی این حید نے ثور سے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے طاؤس سے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول کرم ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ باسیں پر رکھتے اور ان کو خوب مضبوطی کے ساتھ ملا کر سینہ پر باندھا کرتے تھے۔

عون المعمود شرح ابو داؤد کے صفحہ ۲۷۵ پر یہ حدیث اسی سند کے ساتھ موجود ہے۔

امام یہی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسلاً ہے۔ اس لئے کہ طاؤس راوی تائیبی ہیں اور اس کی سند صن ہے اور حدیث مرسلاً حضرت امام ابو حیفہ امام والک و امام احمد رضیتھم کے نزدیک مطلقاً جحت ہے۔ امام شافعی رضیتھم نے اس شرط کے ساتھ تلیم کیا ہے۔ جب اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت موجود ہو، چنانچہ اس کی تائید حدیث والک بن ججر اور حدیث ہلب طائی سے ہوتی ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ لہن اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے (رضیتھم) چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن عباس رضیتھم نے آیت کریمہ (فصل لربک و انحر) کی تفسیر میں روایت کیا ہے یعنی ضع یہدک الیمنی علی الشمال عند النحر یعنی اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھو۔

حضرت علی رضیتھم سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے۔

یہی اور ابن ابی شیبہ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی و ابوالشخ و حاکم اور ابن مردویہ نے ان حضرات کی اس تفسیر کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے۔

حضرت امام ترمذی رضیتھم نے اس بارے میں فرمایا ہے ورای بعضہم ان یعنی مہما فوق السرة و رای بعضہم ان یعنی مہما تحت السرة و کل ذالک واسعة عندہم یعنی صحابہ و تابعین میں بعض نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا اختیار کیا۔ بعض نے ناف کے نیچے اور اس بارے میں ان کے نزدیک گنجائش ہے۔ اختلاف مذکور افضلیت سے متعلق ہے اور اس بارے میں تفصیل بالا سے ظاہر ہو گیا کہ افضلیت اور ترجیح سینہ پر ہاتھ باندھنے کو حاصل ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کی بڑی دلیل حضرت علی رضیتھم کا وہ قول ہے۔ جسے ابو داؤد اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی اور یہی اور ابو حیفہ رضیتھم سے روایت کیا ہے کہ ان علیاً قال السنۃ وضع الكف علی الکف تحت السرة یعنی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی کلائی کو دائیں ہاتھ کی کلائی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

الحدیث الکبیر مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری رضیتھم فرماتے ہیں۔ قلت فی اسناد هذا الحدیث عبدالرحمن بن اسحاق الواسطی و علیه مدار هذا الحدیث و هو ضعیف لا يصلح للاحتجاج یعنی میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق واسطی ہے جن پر اس روایت کا دار و مدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ روایت دلیل پکڑنے کے قابل نہیں ہے۔

امام نووی رضیتھم فرماتے ہیں ہو حدیث متفق علی تضعیفہ فان عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف بالاتفاق یعنی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

ان حضرات کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے جس میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کرم ﷺ کو دیکھا اپنے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ باسیں پر رکھا اور آپ کے ہاتھ ناف کے نیچے تھے۔ اس کے متعلق حضرت علامہ شیخ محمد

حیات سند میں اپنے مشہور مقالہ ”فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور“ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں یہ تحت السره (ناف کے نیچے) والے الفاظ راوی کتاب نے سو سے لکھ دیئے ہیں ورنہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا صحیح نجد خود مطالعہ کیا ہے۔ اور اس حدیث کو اس سند کے ساتھ دیکھا ہے مگر اس میں تحت السرة کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ اس کی مزید تائید مند احمد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ابن ابی شیبہ علی کی سند کے ساتھ اسے نقل کیا گیا ہے اور اس میں یہ زیادتی لفظ تحت السرة والی نہیں ہے، مند احمد کی پوری حدیث یہ ہے۔

حدائق و کیع حدائقہ موسی بن عمیر العبری عن علقمہ بن واائل الحضرمی عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسعہ یمنہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ یعنی علقمہ بن واائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اپنا دایاں ہاتھ ہائیں پر رکھے ہوئے دیکھا۔

دارقطنی میں بھی ابن ابی شیبہ علی کی سند سے یہ روایت مذکور ہے، مگر وہاں بھی تحت السرة کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس بارے میں کچھ اور آثار و روایات بھی پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے کوئی بھی قابل جلت نہیں ہے۔

پس خلاصہ یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت نبوی ہے اور دلائل کی رو سے اسی کو ترجیح حاصل ہے۔ جو حضرات اس سنت پر عمل نہیں کرتے نہ کریں مگر ان کو چاہئے کہ اس سنت کے عالمین پر اعتراض نہ کریں۔ ان پر زبان طفرہ کھولیں۔ اللہ پاک جملہ مسلمانوں کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ ان فروعی مسائل پر الجھنے کی عادت سے تائب ہو کر اپنے دوسرے لئے گو بھائیو، اکے لئے اپنے دلوں میں گنجائش پیدا کریں۔ واللہ ہو الموفق۔

### باب نماز میں خشوع کا بیان۔

(۷۳۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اولیس نے بیان کیا، کہا کہ۔ نہ ہے اما مالک رضیتھی نے ابو الزناد سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضیتھی سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر (قبلہ کی طرف) ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے، میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

### ۸۸- بَابُ الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ

۷۴۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرَّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَّا؟ وَاللَّهُ مَا يَخْفِي عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا حُشُوعُكُمْ، وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهِيرِي)).

[راجح: ۴۱۸]

آپ صربوت سے دیکھ لیا کرتے تھے اور یہ آپ کے مجررات میں سے ہے۔

(۷۳۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غدر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قادہ سے نا، وہ انس بن مالک رضیتھی سے بیان کرتے تھے اور وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا رکوع اور بجود پوری طرح کیا کرو۔ خدا کی قسم! میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں یا اس طرح

۷۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارَ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنَّدَرُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَّ اللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي - وَرَبِّمَا

کما کہ پیچے پیچے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور سجدہ کرتے ہو تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)

باب اس بارے میں کہ تکبیر تحریکہ کے بعد کیا پڑھا جائے۔  
 (۷۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے شعبہ نے قادہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز (الحمد لله رب العالمين) سے شروع کرتے تھے۔

**لئے گئے تحریکہ** کے بعد دعائے استکاح پڑھنا مقول ہے اور الحمد للہ رب العالمین سے سورۃ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نظر نہیں ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحيم نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جزو ہے۔ تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے کہ نائل اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نیل پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ جری نمازوں میں پکار کر اور سری نمازوں میں آہستہ اور جن لوگوں نے بسم اللہ کانہ سننا نقش کیا ہے وہ آخر خضرت مسیح موعید کے زمانہ میں کم سن تھے جیسے انس بن بشیر اور عبد اللہ بن مغفل اور یہ آخری صفت میں رہتے ہوں گے، شاید ان کو آواز نہ کچھی ہو گی اور بسم اللہ کے جرمیں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ گو ان میں کلام بھی ہو مگر اثبات مقدم ہے نفی پر (وحیدی)

(۷۴) ہم سے موسی بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے عمارہ بن قفع نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے ابو زرعہ نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریکہ اور قرأت کے درمیان تھوڑی دیر چپ رہتے تھے۔ ابو زرعہ نے کہا میں سمجھتا ہوں ابو ہریرہ بن بشیر نے یوں کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے مال باپ فدا ہوں۔ آپ اس تکبیر اور قرأت کے درمیان کی خاموشی کے بیچ میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں (ترجمہ) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر جسی مشرق اور مغرب میں ہے۔ اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی،

قال - منْ بَعْدِ ظَهُورِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ). [راجع: ۴۱۹]

۸۹- بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

۷۴۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ قَاتِدَةَ عَنْ أَنَسِ: أَنَ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا هُنَّا بَخْرَ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

۷۴۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَارَةُ بْنُ الْقَعْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زَرْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْكُنُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَانَةً - قَالَ أَخْسِبُهُ قَالَ هَنَّيْةَ قَلَّتْ بَأْيَيْ وَأَمَّيْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِسْكَانَكُوكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ؟ قَالَ أَقُولُ: ((اللَّهُمَّ بَايْدَ بَيْنِي وَبَيْنِ الْخَطَابَيِّ كَمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَفَعَنِي مِنَ الْخَطَابَيِّ كَمَا يَنْفَعُنِي التَّوْبَ الْأَبْيَضُ مِنَ الدُّنْسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَابَيِّ))

برف اور اولے سے دعویٰ۔

بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ).

**لَشَرِيف** دعاۓ استثنائ کئی طرح پوارد ہے مگر سب میں سچے دعا کی ہے اور سبحانک اللہم ہے عما پڑھا جاتا ہے وہ بھی حضرت عائشہؓ پر خواص سے مردی ہے۔ مگر اس روایت کی صدقہ ضعف ہے، بہر حال اسے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر ترجیح اسی کو حاصل ہے، اور الحدیث کا یہی معمول ہے۔

## باب

(۳۵) ہم سے سعید بن ابی موسیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مال甫 بن عمر نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے اسماء بنت ابی بکر سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سورج گمن کی نماز پڑھی۔ آپ جب کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع میں گئے تو دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر رکوع سے سراٹھلیا تو دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے اور پھر سراٹھلیا، پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سراٹھلیا اور پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے ہی رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع ہی میں رہے۔ پھر آپ نے سراٹھلیا اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر (دوبارہ) رکوع کیا اور آپ دیر تک رکوع کی حالت میں رہے۔ پھر سراٹھلیا۔ پھر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے۔ پھر سراٹھلیا پھر سجدہ میں چلے گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جنت مجھ سے اتنی نزدیک ہو گئی تھی کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشیوں میں سے کوئی خوشہ تم کو توڑ کر لادتا اور مجھ سے دوزخ بھی اتنی قریب ہو گئی تھی کہ میں بول پڑا کہ میرے مالک میں تو اس میں سے نہیں ہوں؟ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ مال甫 بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ این ابی ملیکہ نے بتایا کہ اس عورت کو ایک بُلی نوجہ رہی تھی، میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ اس عورت نے اس بُلی کو باندھے رکھا تھا۔ آنکہ بھوک کی وجہ سے وہ مر گئی، نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا کہ وہ خود کمیں سے کھا لیتی۔ مال甫 نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ این ابی ملیکہ نے یوں کہا کہ

## ۹۰ - بَابٌ

۶۴۵ - حَدَّثَنَا أَبْنُ أَبِي مُرِيمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عَمْرَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ، ثُمَّ قَامَ فَاطِلَانَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ، ثُمَّ قَامَ فَاطِلَانَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَاطِلَانَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَاطِلَانَ السُّجُودَ، ثُمَّ قَامَ فَاطِلَانَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ، ثُمَّ رَفَعَ فَاطِلَانَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاطِلَانَ الْمُكْوُعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاطِلَانَ السُّجُودَ، ثُمَّ رَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَاطِلَانَ السُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: ((فَذَنَتْ مِنِي الْجَنَّةُ حَتَّى لَوْ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجَتَّكُمْ بِقَطَافِ مِنْ قِطَافِهَا. وَذَنَتْ مِنِي النَّارُ حَتَّى قَلَتْ: أَيْ رَبُّ أَوْ أَنَا مَعْهُمْ؟ فَإِذَا أَمْرَأَةً - حَسِيبَتْ أَنَّهُ قَالَ - تَخَدَّشُهَا هُرَّةٌ، قَلَتْ: مَا شَانَ هَلَدِه؟ قَالُوا: حَسِيبَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُونَعًا، لَا أَطْعَمَنَّهَا، وَلَا أَرْسَلَنَّهَا تَأْكُلُ)) - قَالَ نَافِعٌ: حَسِيبَتْ أَنَّهُ قَالَ - : مِنْ خَيْرِي أَوْ خَيْرِهِ.

[طرفة في : ۲۳۶۴]

نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے وغیرہ کھالتی۔

**لشیخ** سورج گسن یا چاند گسن ہر دو موقع پر نماز کا یکی طریقہ ہے۔ نماز کے بعد خطبہ اور دعائیں ثابت ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جانوروں پر ظلم کرے گا آخرت میں اس سے اس کا بھی بدله لیا جائے گا۔ حافظ نے این روایت سے حدیث اور باب میں مطابقت یوں نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کی مناجات اور مرنانی کی درخواست میں نماز کے اندر نہ کوہ ہے تو معلوم ہوا کہ نماز میں ہر قسم کی دعا کرنا درست ہے۔ بشرطیکہ وہ دعائیں شری حدود میں ہوں۔

### باب نماز میں امام کی طرف ویکھنا

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گسن کی نماز میں فرمایا کہ میں نے جنم دیکھی۔ اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو میں (نماز میں) ویکھے سرک گیا۔

(۷۳۶) ہم سے موئی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امش نے عمارہ بن عمیر سے بیان کیا، انسوں نے (عبداللہ بن مجہر) ابو معمر سے، انسوں نے بیان کیا کہ ہم نے خلب بن ارت بیٹھو صاحبی سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی رکعتوں میں (فاتحہ کے سوا) اور کچھ قرأت کرتے تھے؟ انسوں نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح سمجھ جاتے تھے۔ فرمایا کہ آپ کی داڑھی مبارک کے ہٹنے سے۔

**لشیخ** میں سے ترجیح باب لکھا۔ کیونکہ داڑھی کا لہذا ان کو بغیر امام کی طرف دیکھے کیونکہ معلوم ہو سکتا تھا۔ برعکس نماز میں نظر امام

(۷۴۷) ہم سے حاجج بن منسال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سعیٰ نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن زید بیٹھو سے سنا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ ہم سے براء بن عازب بیٹھو نے بیان کیا۔۔۔ اور وہ حشوئے نہیں تھے۔۔۔ کہ جب وہ (صحابہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو آخر پر نبی ﷺ کے رکوع سے سراخانے کے بعد اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک دیکھتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں (اس وقت وہ بھی سجدے میں جاتے)

### ۹۱- بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

وقالت عائشة : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُؤْمِنِ صَلَاةً  
الْكُسُوفِ : ((لَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَخْطُمُ بَعْضَهَا  
بَعْضًا حَتَّى رَأَيْتُمْ تَأْخِرَتْ)).

۷۴۶- حدَّثَنَا مُوسَى قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْوَاحِدِ قَالَ : حَدَّثَنَا الأَغْمَشُ عَنْ عَمَارَةَ  
بْنِ عَمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ مَعْنَى قَالَ : قَلَّتَا  
لِخَبَابٍ : أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي  
الظَّهَرِ وَالغَصْنِ ؟ قَالَ : نَعَمْ : قَلَّتَا : بِمَ كُنْتُمْ  
تَعْرِفُونَ ذَلِكَ ؟ قَالَ : بِاضْطِرَابِ لِحَيْثِيِّ  
[أطراfe في : ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۷۷].

**لشیخ** پر رہے یا مقام سجدہ پر رہے اوہ رادھرنہ جھاکنا چاہئے۔  
(۷۴۷) حدَّثَنَا حَجَّاجُ قَالَ حَدَّثَنَا شَعْبَةُ  
قَالَ : أَبْيَانًا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ  
اللَّهِ بْنَ بَرِينَدَ يَخْطُبُ قَالَ : حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ  
وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ : أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَوُا  
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُ رَأْسَهُ مِنَ الرَّمُكُوعِ  
قَامُوا : قِيَاماً حَتَّى يَرَوْنَهُ قَدْ سَجَدَ.

[راجع: ۶۹۰]

(۷۴۸) ہم سے اساعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے امام مالک نے زید بن اسلم سے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن یمار سے، انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کرم ﷺ کے عمد میں سورج گھن ہوا تو آپ نے گھن کی نماز پڑھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ (نمازیں) آپ اپنی جگہ سے کچھ لینے کو آگے بڑھتے پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ بچھے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت و کیمی تو اس میں سے ایک خوش لینا چاہا اور اگر میں لے لیتا تو اس وقت تک تم اسے کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود ہے۔

وہ کبھی فانہ ہوتا کیوں بلکہ بہشت کو خلوٰہ ہے۔ ترجمہ باب اس قول سے لکھا ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھا۔

(۷۴۹) ہم سے محمد بن سنan نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قلع بن سليمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے بالا بن علی نے بیان کیا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ آپ نے کہا کہ نبی کرم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھا۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابھی جب میں نماز پڑھا رہا تھا تو جنت اور دوزخ کو اس دیوار پر دیکھا۔ اس کی تصویریں اس دیوار میں قبلہ کی طرف نمودار ہوئیں تو میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھی۔ آپ نے قول مذکور تین بار فرمایا۔

غیر بہشت اور شروع مطلب یہ کہ بہشت سے بتر کوئی چیز میں نہیں دیکھی اور دوزخ سے بری کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس حدیث میں امام کا آگے دیکھنا کہور ہے اور جب امام کو آگے دیکھنا جائز ہوا تو مقتدی کو کبھی اپنے آگے لینی امام کو دیکھنا جائز ہو گا۔ حدیث اور باب میں کبھی مطابقت ہے۔

## باب نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا کیا ہے؟

(۷۵۰) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میخی بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن میران ابن الی عربہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قتلہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لکن سے بیان کیا کہ نبی کرم ﷺ

۷۴۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَسِّنَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَلَّى، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَسْأَلَتْ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكْفُكْفُتَهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي أَرَيْتُ الْجَنَّةَ تَسْأَلَتْ مِنْهَا عَنْقُودًا وَلَوْ أَحْدَدْتُ لَا كَلَّتْ مِنْهَا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا)).

۷۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا فَلَيْلَةً قَالَ: حَدَّثَنَا هَلَالُ بْنُ عَلَيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ رَأَى الْمُبَتَّرَ فَأَشَارَ بِيَدِيهِ قَبْلَ قِتْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ: ((لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ - مُنْذَ صَلَّيْتُ لَكُمْ - الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمْتَنِينَ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجَدَارِ، فَلَمْ أَرْ كَالِيْوْمَ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ)). تَلَاقَتْ [۹۳]. [راجع: ۶۲۱]

## باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة .

۷۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُرُوْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكَ حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا

نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک آپ نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔

فرشتہ اللہ کے حکم سے اس کی بینائی سلب کر لیں گے۔ حافظ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کراہت محول ہے اس حالت پر جب نماز میں دعا کی جائے جیسے مسلم میں عند الدعاء کا الفاظ زیادہ ہے۔ یعنی نے کہا کہ یہ ممانعت مطلق ہے نماز میں دعا کے وقت ہو یا اور کسی وقت۔ امام این حرم نے کہا ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

### باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسے ہے؟

(۵۱) ہم سے مسد بن مسرد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اوز دس سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اشعش بن سلیم نے بیان کیا اپنے والد کے واسطے سے، انسوں نے مسروق بن اجدع سے، انسوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ توڑا کہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔

بَالْ أَفْوَامِ يُرْفَعُونَ أَبْنَاصَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ  
فِي صَلَاتِهِمْ؟)) فَأَشَدَّهُ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى  
قَالَ: ((أَتَيْتُهُمْ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لُتُخْطَفُنَّ  
أَبْنَاصَهُمْ؟)).

فرشتہ اللہ کے حکم سے اس کی بینائی سلب کر لیں گے۔ حافظ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کراہت محول ہے اس حالت پر جب نماز میں دعا کی جائے جیسے مسلم میں عند الدعاء کا الفاظ زیادہ ہے۔ یعنی نے کہا کہ یہ ممانعت مطلق ہے نماز میں دعا کے وقت ہو یا اور کسی وقت۔ امام این حرم نے کہا ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

### ٩٣ - بَابُ الْأَنْفَاثِ فِي الصَّلَاةِ

٧٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَخْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْفَعُ بْنُ سُلَيْمَانَ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:  
سَأَلَتْ رَسُولُ اللَّهِ عَنِ الْأَنْفَاثِ فِي  
الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((هُوَ أَخْلَاصٌ يَخْتَلِسُهُ  
الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْغَنِيدِ)).

[طرفة فی : ٣٢٩١].

**تَسْبِيحٌ** اس کو التفات کرتے ہیں یعنی بغیر گردان یا سینہ موڑے ادھر ادھر جھانکنا نماز میں یہ سخت منع ہے۔ پسلے صحابہ نماز میں التفات کیا کرتے تھے جب آیت کریمہ (فَذَلِكَ الْأَنْلَعُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ لِنِعْلَمِ عَمَّا يَعْمَلُونَ) (المومنون: ۱) نازل ہوئی تو وہ اس سے رک گئے اور نظروں کو مقام سجدہ پر رکھنے لگے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب نمازی بار بار ادھر ادھر دیکھتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیتا ہے رواہ البزار عن جابر۔

(۵۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عبیینہ نے زہری سے بیان کیا، انسوں نے عروہ سے، انسوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے قوش و نگار نے مجھے غافل کر دیا۔ اسے لے جا کر ابو ہبیم کو واپس کر دو اور ان سے (مجھے اس کے) سادو چادر مانگ لاؤ۔

٧٥٢ - حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْيَمَ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ  
الَّتِي لَمْ تَصْلِي فِي خَمِيمَةٍ لَهَا أَغْلَامَ  
فَقَالَ: ((شَفَّلْتُنِي أَغْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا  
إِلَى أَبِيهِ جَهَنَّمَ وَأَتُونِي بِأَنِيْجَانِيَّةِ)).

[راجح: ۳۷۳]

یہ ہادر ابو ہبیم نے آپ کو تختہ میں دی تھی۔ مگر اس کے قوش و نگار آپ کو پسند نہیں آئے کیونکہ ان کی وجہ سے نماز کے خشوع و خضرع میں فرق آ رہا تھا۔ اس لئے آپ نے اسے واپس کر دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں غافل کرنے والی کوئی چیز نہ ہوئی ہاہنے۔

باب اگر نمازی پر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی بری چیز دیکھی یا  
قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھے تو التفات میں کوئی قباحت  
نہیں)

اور سل بن سعد نے کما ابو بکر رضی اللہ عنہ نے التفات کیا تو آنحضرت ﷺ کو  
دیکھا۔

(۵۳) ہم سے قتبیہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے  
یث بن سعد نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے این عمر بیٹھا سے آپ  
نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی دیوار پر رینٹ  
دیکھی۔ آپ اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے (نمازی  
میں) رینٹ کو کھرج ڈالا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے  
فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے  
ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شخص سامنے کی طرف نماز میں نہ تھوکے۔  
اس حدیث کی روایت موسیٰ بن عقبہ اور عبد العزیز ابن الجوزی  
نافع سے کی۔

باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ آنحضرت ﷺ نے بحالت نماز مسجد کی قبلہ رخ دیوار پر بلغم دیکھا اور آپ کو اس کی ناگواری کا  
بہت سخت احسان ہوا، ایسی حالت میں آپ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو ایسا التفات جائز ہے۔ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حالت  
نمازی میں آپ نے اس کو صاف کر دالا تھا۔

(۵۴) ہم سے سیجیٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے  
یث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے عقیل بن خالد سے بیان کیا،  
انہوں نے این شلب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ  
نے خبر دی کہ (حضور ﷺ کے مرض وفات میں) مسلمان مجرم کی نماز  
پڑھ رہے تھے، اچاک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے  
محروم سے پر وہ ہٹایا۔ آپ نے محلہ کو دیکھا۔ سب لوگ صفائی باندھے  
ہوئے تھے۔ آپ (خوشی سے) خوب کھل کر مکرانے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ  
نے (آپ کو دیکھ کر) مجھے ہٹا جا لتا کہ صفائی میں مل جائیں۔ آپ نے  
سمجا کہ آنحضرت ﷺ کو تشریف لارہے ہیں۔ محلہ (آپ کو دیکھ کر

۹۴- بَابُ هَلْ يُنْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزَلُ  
بِهِ، أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي  
الْقِبْلَةِ

وَقَالَ سَهْلٌ: إِنَّكَتَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
فَرَأَى الْبَيْضَاءَ.

۷۵۳- حَدَّثَنَا قَتْبَيْهُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا  
لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبْنِ عَمْرَ أَنَّهُ رَأَى  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ  
وَهُوَ يُصْلِي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَعَجَّهَا، ثُمَّ  
قَالَ حِينَ أَنْصَرَفَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ  
فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلٌ وَجْهٌ، فَلَا  
يَسْتَخْمِنَ أَحَدٌ قَبْلٌ وَجْهٌ فِي الصَّلَاةِ)).  
رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عَفْنَةَ وَابْنُ أَبِي رَوَادٍ عَنْ  
نَافِعٍ [راجعاً: ۴۰۶]

۷۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ  
بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ قَالَ :  
أَخْبَرَنِي أَنَّسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: يَبْنَمَا  
الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَاهُمْ  
إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَشَفَ مِنْتَرَ حَجَرَةَ  
عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صَفُوفٌ، فَقَبَسَ  
يَضْحَكُ، وَنَكَصَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
عَلَى عَقِيقَتِهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ، فَقَنَطَ أَنَّهُ  
يُرِيدُ الْخُرُوجَ، وَهُمُ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ

خوشی سے اس قدر بے قرار ہوئے کہ گویا) نماز ہی چھوڑ دیں گے۔ لیکن آخر پرست محدث نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال لیا۔ اسی دن چاشت کو آپ نے وفات پائی۔

يَفِيتُوكُمْ فِي صَلَاتِهِمْ، فَلَشَارِ إِلَيْهِمْ أَتَمُوا  
صَلَاتَكُمْ، فَأَذْخِنِ الْسَّرَّ، وَتُؤْتَى مِنْ  
آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔ [راجع: ٦٨٠]

**لَشَارِ** ترجیح باب یوں لکھا کہ صحابہ نے میں نماز میں التفات کیا۔ کیونکہ اگر وہ التفات نہ کرتے تو آپ کا پردہ اخھانا یکو نکر دیکھتے اور ان کا اشارہ کیے سکتے۔ بلکہ خوشی کے مارے حال یہ ہوا کہ قریب تھا وہ نماز کو بھول جائیں اور آخر پرست محدث نے دیدار کے لیے دوڑیں۔ اسی حالت کو ان لفظوں سے تعبیر کیا گیا کہ مسلمانوں نے یہ قصد کیا کہ وہ فتنے میں پڑ جائیں۔ بہر حال یہ مخصوص حالات ہیں۔ ورنہ عام طور پر نماز میں التفات جائز نہیں جیسا کہ حدیث سابقہ میں گذر رہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے «وَقُومًا لِلَّهِ قَبِيلَنَ» (البقرة: ٢٣٨) یعنی نماز میں اللہ کے لئے ولی توجہ کے ساتھ فرمایا ہے جو اکو۔ نماز کی روں یہی ہے کہ اللہ کو حاضر ناظر یقین کر کے اس سے دل لگایا جائے۔ آیت شریفہ «الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ» (المونون: ۲) کا یہی تقاضا ہے۔

### باب امام اور مقتدی کے لئے

قرأت کا واجب ہونا

حضر اور سفر ہر حالت میں، سری اور جری

سب نمازوں میں

٩٥ - بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلإِمَامِ  
وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلُّهَا فِي  
الْحَضْرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُخْهِرُ فِيهَا  
وَمَا يُخَافَُ

قرأت سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا مراد ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (٥٥٥) ہم سے موی بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ و ضاح مسکری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الملک بن عمر بن نے جابر بن سرہ پٹھر سے بیان کیا، کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی و قاص پٹھر کی حضرت عمر فاروق پٹھر سے شکایت کی۔ اس لئے حضرت عمر پٹھر نے ان کو علیحدہ کر کے حضرت عمر پٹھر کو کوہہ کا حاکم بنا لیا، تو کوہہ والوں نے سعد کے متعلق یہاں تک کہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر پٹھر نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! ان کوہہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے ہو۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں تو انہیں نبی کریم محدث نہیں کی طرح نماز پڑھاتا تھا، اس میں کوئی نہیں کرتا اس کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعت میں (قرأت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔ حضرت عمر پٹھر نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر

٧٥٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمِيرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ مُسْمَرَةَ قَالَ: شَكَّ أَهْلُ الْكُوفَةَ مَنْدَدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَغَزَّلَهُ، وَاسْتَغْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَارًا، فَشَكَّوْا حَتَّى ذَكَرُوا اللَّهَ لَا يُخْسِنُ يُنْصَلِي. فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ لَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هُؤُلَاءِ يَرْغَمُونَ أَنْكَ لَا تُخْسِنُ يُنْصَلِي. قَالَ أَمَا أَنَا وَاللَّهِ فَلَيْسَ كُنْتُ أَصْنَلَ بِهِمْ صَلَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أَصْنَلَ صَلَةَ الْمُشْرِكِ فَأَرْكَدُ فِي الْأَوْتَيْنِ وَأَجْهَفُ فِي الْأَخْرَيْنِ. قَالَ: ذَاكَ الظُّنُونُ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ. فَأَرْسَلَ مَعْهُ رَجُلًا - أَوْ رَجُلَانِ -

آپ نے حضرت سعد بن ابی وہب کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجدی عبس میں گئے تو ایک شخص جس کا نام اسماء بن قادہ اور کنیت ابو سعید تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب آپ نے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنتے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وہب نے (یہ سن کر) فرمایا کہ خدا کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا و نمود کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کرو اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتوں میں بنتا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ) جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد بن ابی وہب کی بد دعا لگ گئی۔ عبد الملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آگئی تھیں۔ لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا۔

إِلَى الْكُوفَةَ تَسْأَلُ عَنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَلَمْ يَدْعُ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيَشْتَوْنَ عَلَيْهِ مَغْرُوفًا. حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يَقَالُ لَهُ أَسَامِةُ بْنُ قَاتِدَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ: أَمَا إِذْ نَشَدَتْنَا فِيَنْ سَعْدًا لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسُّوَيْةِ، وَلَا يَعْدُلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ كَانَ عَنْدَكَ هَذَا كَذَبًا قَامَ رِيَاءً وَسَمْعَةً فَأَطْلَنَ غَمْرَةً، وَأَطْلَنَ فَقْرَةً، وَغَرَّضَهُ بِالْفَقْنِ. وَكَانَ بَعْدًا إِذَا سُئِلَ يَقُولُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَنِي دَغْوَةٌ سَعْدٌ. قَالَ عَنْدَ الْمَلِكِ : فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَذْ سَقَطَ حَاجَبَةٍ عَلَى عَيْنِيهِ مِنَ الْكِبِيرِ، وَإِنَّهُ لِيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيِّ فِي الطَّرِيقِ يَغْزِهُنَّ.

[طرفاہ فی : ۷۵۸، ۷۷۰].

**تَشْبِيهٌ** ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وہب شرہ بشہر میں سے ہیں، یہ مسجد الدعوات تھے، آخر حضرت مسیح بن یہودی نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ عمد فاروقی میں یہ کوفہ کے گورنر تھے۔ مگر کوفہ والوں کی بے وفائی مشورہ ہے۔ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وہب کے خلاف جھوٹی شکایتیں کیں۔ آخر حضرت عمر بن ابی وہب نے وہاں کے حالات کا اندازہ فرمایا کہ حضرت عمر بن ابی وہب کو نماز پڑھانے کے لئے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود بن ابی وہب کو بیت المال کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وہب کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جنگ احمد میں انہوں نے آخر حضرت مسیح بن یہودی کے بچاؤ کے لئے بے نظر جرأت کا ثبوت دیا۔ جس سے خوش ہو کر آخر حضرت مسیح بن یہودی نے فرمایا، اے سعد! تیر چلا، تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ یہ فضیلت کی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جنگ ایران میں انہوں نے شجاعت کے وہ جو ہر دھکلائے جن سے اسلامی تاریخ بھرپور ہے۔ سارے ایران پر اسلامی پرچم لمرادیا۔ رستم ٹانی کو میدان کارزار میں بڑی آسانی سے مار لیا۔ جو اکیلا ہزار آدمیوں کے مقابلے پر سمجھا جاتا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وہب نے اسماء بن قادہ کو فی کے حق میں بد دعا کی جس نے آپ پر الزمات لگائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وہب کی دعا قبول کی اور وہ نقیب ہوا جس کا یہاں ذکر موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی پر ناقص کوئی الزم لگانا بست برآگناہ ہے۔ ایسی حالت میں مظلوم کی بد دعا سے ڈرنا ایمان کی خاصیت ہے۔

(۵۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا محمود بن ریبع سے انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رض سے کہ رسول کسیم رض نے فرمایا، جس شخص نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۷۵۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا الرُّثْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسّع آنحضرت قَالَ: ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَفْرَأْ بِفَاتِحةِ الْكِتَابِ)).

شیخ امام کے پیچھے جری اور سری نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا ایسا مسئلہ ہے جس کا انتباہ بہت سی احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ باوجود اس حقیقت کے پھر یہ ایک معرکہ آراء بحث چلی آ رہی ہے۔ جس پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جو حضرات اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان میں بعض کاغذ تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ وہ اسے حرام مطلق قرار دیتے ہیں اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والوں کے بارے میں یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے منہ میں آگ کے انگارے بھرے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منہ۔ اسی لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی کچھ وضاحت کر دی جائے تاکہ قاتلین اور مانعین کے درمیان نفاق کی خلیج کچھ نہ کچھ کم ہو سکے۔

یہاں حضرت امام بخاری رض جو حدیث لائے ہیں اس کے ذیل میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں۔

وسمیت فاتحة الكتاب لانہ ببداء بكتابتها في المصاحف و ببداء بقراء اتها في الصلوة و فاتحة كل شنى مباداه الذى يفتح به ما بعده الفتح لفلان كذا ابتدأ به قال ابن حجر في تفسيره (ص: ۲۵ / ج: ۱) وسمیت فاتحة الكتاب لانها يفتح بكتابتها المصاحف و يقرأ بها في الصلوة فهى فواتح لما يتلوها من سور القرآن في الكتابة والقراءة وسمیت ام القرآن لقدمها على سائر سور القرآن غيرها و تاخر ما سواها في القراءة والكتابة الخ (موقعة، ج: ۱ / ص: ۵۸۳)

خلاصہ اس عبارت کا یہ کہ سورۃ المد شریف کا نام فاتحہ۔ الکتاب اس لئے رکھا گیا کہ قرآن مجید کی کتابت اسی سے شروع ہوتی ہے اور نماز میں قرأت کی ابتداء بھی اسی سے کی جاتی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اس کو ام القرآن اس لئے کہا گیا کہ کتابت اور قرأت میں یہ اس کی تمام سورتوں پر مقدم ہے۔ اور جملہ سورتیں اس کے بعد ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ نماز قرأت سورہ فاتحہ فرض ہے اور یہ نماز کے ارکان میں سے ہے۔ جو اسے نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب جمۃ اللہ البالغہ جلد: ۲ / ص: ۳ پر اسے نماز کا اہم رکن تسلیم کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث عام ہے۔ نماز چاہے فرض ہو چاہے نفل، اور وہ شخص امام ہو یا مقتدی، یا اکیلا۔ یعنی کسی شخص کی کوئی نماز بھی بغیر فاتحہ پڑھنے نہیں ہوگی۔

چنانچہ مشہور شارح بخاری حضرت علامہ قطلانی رض شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص: ۳۲۹ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسی فی کل رکعۃ منفردا او اماما او ماما او ما موما سواء اسر الامام او جهر یعنی اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ہر رکعت میں (ہر نمازی کو) خواہ اکیلا ہو یا امام، یا مقتدی، خواہ امام آہست پڑھے یا بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

نیز اسی طرح علامہ کرعانی رض فرماتے ہیں:

و فی الحدیث (ای حدیث عبادۃ) دلیل علی ان قراءة الفاتحة واجبة علی الامام والمنفرد والمأموم فی الصلوات كلها (عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد: ۳ / ص: ۶۳) یعنی حضرت عبادہ رض کی یہ حدیث اس امر پر صاف دلیل ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا امام اور اکیلے اور مقتدی سب کے لئے تمام نمازوں میں واجب ہے۔ نیز عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج: ۳ / ص: ۶۳ میں لکھتے ہیں۔ غایبین

کے مشور شارح بخاری امام محمود احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ

استدل بہذا الحدیث عبداللہ بن المبارک والاوzaعی و مالک والشافعی واحمد واسحق وابوثور و داود علی وجوب قراءة الفاتحة خلف الامام في جميع الصلوات لیعنی اس حدیث (حضرت عبادہ بن زبیر) سے امام عبد اللہ بن مبارک 'امام اوzaعی' امام مالک 'امام شافعی' امام احمد 'امام اسحاق' امام ابو ثور 'امام داود' رضی اللہ عنہم نے (مقتدى کے لئے) امام کے پیچے تمام نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب پر دلیل پکڑی ہے۔

امام نووی رضی اللہ عنہm المجموع شرح مهدب جلد ۳: ص ۳۲۶۔

وقراءة الفاتحة للقادر عليها فرض من فروض الصلوة ورکن من اركانها ومتينة لا يقوم مقامها ترجمتها بغير العربية ولا قراءة غيرها من القرآن و يستوى في تعينها جميع الصلوات فرضها و نقلها جهرا و سرها والرجل والمرأة والمسافر والصبي والقائم والقاعد والممضطجع وفي حال شدة الحوف وغيرها سواء في تعينها الامام والعاموم والمفرد لیعنی جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھ سکتا ہے (لیعنی اس کو یہ سورہ یاد ہے) اس کے لئے اس کا پڑھنا نماز کے فرائض میں سے ایک فرض اور نماز کے اركان میں سے ایک رکن ہے اور یہ سورۃ فاتحہ نماز میں ایسی معین ہے کہ نہ تو اس کی بجائے غیر عربی میں اس کا ترجمہ قائم مقام ہو سکتا ہے اور نہ یہ قرآن مجید کی کوئی دیگر آیت۔ اور اس تعین فاتحہ میں تمام نمازوں برابر ہیں فرض ہوں یا نفل، جری ہوں یا سری اور مرد عورت، مسافر، لڑکا (تبالغ) اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا اور بیٹھ کریا لیت کر نماز پڑھنے والاسب اس حکم میں برابر ہیں اور اس تعین فاتحہ میں امام، مقتدى اور اکیلا نماز پڑھنے والا (بھی) برابر ہیں۔

حدیث اور شارحین حدیث کی اس قدر کھلی ہوئی وضاحت کے باوجود کچھ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس حدیث میں امام یا مقتدى یا مفروض کا ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے مقتدى کے لئے سورۃ فاتحہ کی فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔ اس کے جواب کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔ جس میں صاف لفظوں میں مقتدوں کا ذکر موجود ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت قال کنا خلف رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوة الفجر فقرأ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فشققت علیه القراءة فلما فرغ قال لعلمکم تقرءون خلف امامکم قلت نعم هذا يا رسول الله قال لا تفعلو الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها (ابو داؤد، ج: ۱/ ص: ۱۱۹۔ ترمذی، ج: ۱/ ص: ۳۱ و قال سن)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہ فجر کی نماز میں ہم رسول کریم ﷺ کے پیچے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہو گیا۔ جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم اپنے امام کے پیچے (قرآن پاک سے کچھ) پڑھتے رہتے ہو۔ ہم نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور حضرت امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اس کو صن کہا ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: والعمل على هذا الحديث في القراءة خلف الامام عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین و هو قول مالک ابن انس و ابن المبارک و الشافعی و احمد و اسحاق بیرون القراءة خلف الامام (ترمذی، ج: ۱/ ص: ۳۱)

لیعنی امام کے پیچے (سورۃ فاتحہ) پڑھنے کے بارہ میں اکثر اہل علم، صحابہ کرام اور تابعین کا اسی حدیث (حضرت عبادہ بن زبیر) پر عمل ہے اور امام مالک، امام عبد اللہ بن مبارک (شاغر دام ابوجنین)، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق (بھی)، امام کے پیچے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔

امام خطابی معالم السنن شرح ابو داؤد، ج: ۱/ ص: ۲۰۵ میں لکھتے ہیں

هذا الحديث نص صريح بان قراءة الفاتحة واجبة على من صلى خلف الامام سواء جهر الامام بالقراءة او خافت بها و استناده جيد لا طعن فيه (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۶۱۹)

یعنی یہ حدیث نص صریح ہے کہ مقتدى کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ امام قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خاص مقتديوں کو خطاب کر کے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی سند ہست ہی پختہ ہے۔ جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔

عن ابی هریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلوا لم يقرأ فيها بام القرآن فھی خداج ثلاثا غير تمام فقیل لا بی هریرہ انا نکون و رأء الامام فقال اقرباها في نفسك فانی سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوة بیني وبين عبدی نصفين الحديث (صحیح مسلم، ج: ۱/ ص: ۱۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (مردہ) ناقص ہے (مردہ) پوری نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (تب بھی پڑھیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا (ہاں) اس کو آہستہ پڑھا کرو، کیونکہ میں نے رسول کشمیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ (آخر تک) اس حدیث میں سورہ فاتحہ ہی کو نماز کہا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی اصل روح سورہ فاتحہ ہی ہے۔ دو حصوں میں باٹھنے کا مطلب یہ کہ شروع سورت سے ایک نستعین تک مختلف طریقوں سے اللہ کی حمد و شکر ہے۔ پھر آخر سورت تک دعائیں ہیں جو بندہ خدا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اس طرح یہ سورت شریفہ دو حصوں میں منقسم ہے۔  
امام نووی رضی اللہ عنہ شرح مسلم، جلد: ۱/ ص: ۷۴۰ میں لکھتے ہیں۔

ففیه و جوب قراءة الفاتحة و انها معینة لا يجزى غيرها الا لاعجز عنها و هذا مذهب مالک والشافعی و جمهور العلماء من الصحابة و التابعين فمن بعدهم

یعنی اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) میں سورہ فاتحہ کے فرض ہونے کا ثبوت ہے اور عاجز کے سوا سورہ فاتحہ نماز میں متعین ہے۔ کوئی دوسری آئیت اس کی جگہ کفایت نہیں کر سکتی اور یہی مذهب امام مالک اور امام شافعی اور جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد علماء و ائمہ عظام کا ہے۔

اس حدیث میں سورہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز کے لئے لفظ خداج کا استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام خطابی معالم السنن شرح ابو داؤد، جلد: ۱/ ص: ۲۰۳ پر فہی خداج کا معنی لکھتے ہیں۔ معناہ ناقصہ نقص فساد و بطلان یقول العرب اخذحت الناقۃ اذا الفت ولدها و هودم لم یستبن خلقه فھی مخدج والخداج اسم مبني عنہ (مرعاة، ج: ۱/ ص: ۵۸۸)

حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ فاسد اور باطل ہے۔ اہل عرب اخذحت الناقۃ اس وقت بولتے ہیں جب اوئمی اپنے بچے کو اس وقت گردے کہ وہ خون ہو اور اس کی خلقت و پیدائش ظاہرنہ ہوئی ہو۔ اور اسی سے لفظ خداج لیا گیا ہے۔ ثابت ہوا کہ خداج وہ نقصان ہے جس سے نماز نہیں ہوتی اور اس کی مثال اوئمی کے مردہ بچہ جیسی ہے۔ اقرباہا فی نفسک اس کا معنی دل میں تدبر و تکفیر اور غور کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھا کر۔

امام یعنی محدثہ فرماتے ہیں:

والمراد بقوله اقرباً فی نفسک ان يتلفظ بها سرا دون الجھر بها ولا يجوز حمله على ذكرها بقلبه دون التلفظ بها لا جماع اهل اللسان على ان ذالك لا یسمی قراءة ولا جماع اهل العلم على ان ذكرها بقلبه دون التلفظ بها ليس بشرط ولا مستون فلا یجوز حمل الخبر على ما لا یقول به احد ولا یساعده لسان العرب (كتاب القراءات، ص: ۷۷)

لیعنی اس قول ﴿اقرأ بها في نفسك﴾ سے مراد یہ ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ پڑھ اور اس کو ذکر قلب یعنی تدبر و فکر و غور پر محمول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قراءۃ نہیں کہتے اور اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ زبان سے تلفظ کئے بغیر صرف دل سے ذکر کرنا نماز کی صحت کے لئے نہ شرط ہے اور نہ ہی سنت۔ لذا حدیث کو ایسے معنی پر حمل کرنا جس کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی لغت عرب اس کی تائید کرے جائز نہیں۔

تفسیر حلایت، جلد: ۱ / ص: ۲۸ مصري میں و اذکر ربک فی نفسک کا معنی لکھا ہے۔ ای سرا یعنی اللہ تعالیٰ کو زبان سے آہستہ یاد کر۔

امام نووی محدثہ شرح مسلم، جلد: ۱ / ص: ۵۰ کے میں اقرأ بها في نفسک کا معنی لکھتے ہیں:

فمعناه اقر اها سرا بحیث تسمع نفسک و اما ما حمله عليه بعض المالکية وغيرهم ان المراد تدبر ذالك و تذكره فلا يقبل لأن القراءة لا تطلق الا على حرکة اللسان بحیث يسمع نفسه اور حدیث میں قراءات (پڑھنے) کا حکم ہے۔ لذا جب تک مقتدى فاتحہ کو زبان سے نہیں پڑھے گا، اس وقت تک حدیث پر عمل نہیں ہو گا۔

ہدایہ، جلد: ۱ / ص: ۹۸ میں ہے۔ لان القراءة فعل اللسان کیونکہ قراءۃ (پڑھنا) زبان کا کام ہے۔

کفایہ، جلد: ۱ / ص: ۲۳ میں ہے فیصلی السامع فی نفسه ای بصلی بلسانہ خفیا یعنی جب خطیب آیت ﴿بِاَيْهَا الَّذِينَ امْنَوْا صَلَوةٌ عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا اَتَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۶) پڑھے تو سامین کو چاہئے کہ اپنی زبان سے آہستہ درود پڑھ لیں۔ لیعنی فی نفس کا معنی زبان سے آہستہ اور پوشیدہ پڑھنا ہے۔ ان حالہ جات سے واضح ہو گیا کہ فی نفسک کا معنی دل میں تدبر اور فکر کرنا، لغت اور اہل علم اور خود فقیماء کی تصریحات کے خلاف ہے اور صحیح معنی یہ ہے کہ زبان سے آہستہ پڑھا کر اور یہی حدیث کا مقصود ہے۔

تیری حدیث یہ ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلوة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداع غير تمام (جزء القراءات، ص: ۸ و حلی کتاب القراءات، ص: ۳۱)

حضرت عائشہ صدیقة پھنس کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز ناقص ہے پوری نہیں۔ "خداع کی تفسیر اوپر گذر ہجی ہے۔ اس بارے میں پوچھی حدیث یہ ہے۔

عن انس رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلوته اقبل عليهم بوجهه فقال انقرنون في صلوتك خلف الامام والامام يقرأ سکروا فقال لها ثلاث مرات ف قال قائل او قائلون انا لفعل قال فلا تفعلوا وليرأ احدكم فاتحة الكتاب في نفسه (كتاب القراءات، ص: ۳۸ و ۳۹ و ۵۰ و ۵۵۔ جزء القراءة دھلی، ص: ۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جب امام پڑھ رہا ہو تو تم بھی اپنی نماز میں امام کے پیچے پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش

ہو گئے۔ تم بار آپ نے یہ فرمایا۔ پھر ایک سے زیادہ لوگوں نے کہا، ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک صرف سورہ فاتحہ آہستہ پڑھا کرے۔

اس حدیث سے امام کے پیچے مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت صاف ثابت ہے۔ اس بارے میں مزید وضاحت کے لئے پانچویں حدیث یہ ہے۔

عن ابی قلابة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لعل احدکم يقرأ خلف الامام والامام يقرأ فقل رجل انا لنفعل ذالك قال فلا تفعلوا ولكن ليقرأ احدکم بفاتحة الكتاب (كتاب القراءة ص: ۵۰)

ابوقلابة سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شاید جب امام پڑھ رہا ہو تو ہر ایک تمہارا امام کے پیچے پڑھتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو اور لیکن ہر ایک تمہارا (امام کے پیچے) سورہ فاتحہ پڑھا کرے۔ ان احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ ضروری ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں خاص لفظ فاتحہ اور خلف امام موجود ہے اور بھی وضاحت کے لئے چھٹی حدیث یہ ہے۔

عن عبد الله بن سوادة القشيري عن رجل من أهل البادية عن أبيه و كان أبوه اسيرا عند رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صحابه تقرؤن خلفي القرآن فقلوا يا رسول الله ننهذه هذا قال لا تقرؤن الا بفاتحة الكتاب (كتاب القراءة ص: ۵۳)

عبداللہ بن سوادہ ایک رہنمائی سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسیر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہوئے سن۔ کیا تم نماز میں میرے پیچے قرآن پڑھتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔ اے اللہ کے رسول! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سوائے سورہ فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو۔  
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وتو اتر الخبر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة الابقاء ام القراءة (جزء القراءة ص: ۳ و حلی)  
یعنی اس بارے میں کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھنے نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر (یعنی جم غیر روایت کرتے ہیں) کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی میزان کبریٰ، جلد ۱/ صفحہ ۱۲۲ طبع دہلی میں فرماتے ہیں:

من قال بتعین الفاتحة و انه لا يجزى قراءة غيرها قد دار مع ظاهر الاحاديد التي كادت تبلغ حد التواتر مع تائید ذالك بعمل السلف

والخلف

یعنی جن علماء نے سورہ فاتحہ کو نماز میں متعین کیا ہے اور کہا کہ سورہ فاتحہ کے سوا کچھ اور پڑھنا کافیت نہیں کر سکتا۔ اولاً تو ان کے پاس احادیث بُویہ اس کثرت سے ہیں کہ تو اتر کو پیچے والی ہیں۔ ثانیاً سلف و خلف (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تلامیذ و تابعین و ائمہ عظام) کا عمل بھی تعین فاتحہ در نماز کی تائید کرتا ہے۔

مسک الخاتم شرح بلوغ المرام، جلد ۱/ ص: ۲۱۹ مطبع نظامی میں ہے۔ ”واس حدیث را شاہد بسیار است“ یعنی قراءۃ فاتحہ خلف امام کی حدیث کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔

تفہیم ابن کثیر، ص: ۱۲ میں ہے۔ والا حدیث فی هذا الباب کثیرہ یعنی قراءۃ فاتحہ کی احادیث بکفرت ہیں۔

ان ہی احادیث کثیرہ کی بنابر بہت سے محققین علمائے احتجاف بھی قراءۃ فاتحہ خلف امام کے قائل ہیں، جس کی تفصیل کے سلسلہ میں الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکوری مرحوم فرماتے ہیں۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد بن حنبل کا یہ قول کہ مقتدی کو الحمد نہیں پڑھنا چاہئے ان کا پرانا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ و حنبل اور امام محمد بن حنبل نے اپنے اس پرانے قول سے رجوع کر لیا ہے اور مقتدی کے لئے الحمد پڑھنے کو سری نماز میں مستحسن اور مستحب بتایا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

لابی حنفیہ و محمد قولان احدهما عدم وجوبہا علی الماموم بل و لا تسن و هذا قولهما القديم ودخله محمد في تصانیفه القديمة وانتشرت النسخ الى الاطراف وثانيهما استحسانها على سبيل الاحتیاط و عدم کراحتها عند المخافحة الحديث المرفوع لا تفعلاوا الا بام القرآن و في روایة لا تقرروا بشنى اذا جھرت الابام القرآن و قال عطاء كانوا يرون على الماموم القراءة في ما يجھر فيه الامام و في ما يسرى فرجحا من قولهما الاول الى الثاني احتیاطا انتهى کذافی غیث الغمام ص ۱۵۶ حاشیة امام الكلام۔

خلاصہ ترجمہ:- اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ و حنبل اور امام محمد بن حنبل کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ مقتدی کو الحمد پڑھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت اور ان دونوں اماموں کا یہ قول پرانا ہے اور امام محمد بن حنبل نے اپنی تدبیم تصنیفات میں اسی قول کو درج کیا ہے اور ان کے نئے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو نماز سری میں الحمد پڑھنا مستحسن ہے علی سبیل الاحتیاط۔ اس واسطے کہ حدیث مرفوع میں وارد ہوا ہے کہ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں با آواز بلند قرأت کروں تو تم لوگ کچھ نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ۔ اور عطاء رضی اللہ عنہ نے کما کہ (یعنی صحابہ و ائمۃ و تابعین و شیعین) کہتے تھے کہ نماز سری و جری دونوں میں مقتدی کو پڑھنا چاہئے۔ پس امام ابو حنیفہ و حنبل اور امام محمد بن حنبل نے احتیاطاً اپنے پلے قول سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا۔

لواب بقول علامہ شعرانی امام ابو حنیفہ و حنبل کے نزدیک بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہوا بلکہ مستحسن و مستحب۔

**اے ناظرین:** حس حدیث کو علامہ شعرانی نے ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے امام ابو حنیفہ صاحب رضی اللہ عنہ کا اپنے قول سے رجوع کرنا لکھا ہے۔ اسی حدیث اور اس کے مثل اور احادیث صحیح کو دیکھ کر خود مذہب حنفی کے بڑے بڑے فقماء و علماء امام ابو حنیفہ و حنبل کے قول تدبیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل و فاعل ہو گئے۔ بعض تو نماز سری اور جری دونوں میں اور بعض فقط نماز سری میں اور مددیہ اور ملک شام کے فقماء کا اسی پر نماز سری میں۔

علامہ یعنی شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ بعض اصحابنا یستحسنون ذالک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوات وبعضهم فی السریہ فقط و علیہ فقهاء الحجاز والشام (کذافی غیث الغمام ص: ۱۵۶) یعنی بعض فقماء حنفیہ ہر نماز میں خواہ سری ہو خواہ جری امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن بتاتے ہیں اور بعض فقماء فقط نماز سری میں اور مددیہ اور ملک شام کے فقماء کا اسی پر عمل ہے۔

**عمدة الرعایہ**، ص: ۳۲۷ میں مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں: وروی عن محمد انه استحسن قراءة الفاتحة خلیف الامام فی السریہ وروی مثلہ عن ابی حنیفہ صریح بہ فی الہدایہ والمجتہی شرح مختصر القدوری وغیرہما و هذہ هو مختار کثیر من مشائخنا یعنی امام محمد بن حنبل سے مردی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو نماز سری میں مستحسن بتایا ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہ و حنبل سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کو ہمارے بت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔

پڑایہ میں ہے ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فی ما یروی عن محمد یعنی امام محمد بن حنبل سے مردی ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا احتیاطاً مستحسن ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب امام الكلام میں لکھتے ہیں۔ وہو و ان کان ضعیفاً روایة لكنه قوى درایة و من المعلوم المصرح فی غيبة

المستعملی شرح منیہ المصلی وغیرہ انه لا يعدل عن الروایة اذا وافقتها درایہ یعنی امام محمد رحیم کا یہ قول کہ ”امام کے پیچھے الحمد پڑھنا مستحسن ہے“ اگرچہ روایت ضعیف ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ اور منیہ المصلی شرح منیہ المصلی میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ جب روایت دلیل کے مواقف ہو تو اس سے عدول نہیں کرنا چاہئے اور علامہ شعرانی کے کلام سے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ امام محمد رحیم و نیز امام ابو حنیفہ رحیم کا بھی اخیر قول ہے۔ اور ان دونوں اماموں نے اپنے پسلے قول سے رجوع کر لیا ہے۔

اور شیخ الاسلام نظام الملة والدین مولانا عبدالرحیم جو شیخ التسلیم کے لقب سے مشور ہیں اور رئیس اہل تحقیق کے نام سے بھی آپ یاد کئے گئے ہیں اور بالاتفاق علماء ماوراء النہر و خراسان مذہب حنفی کے ایک مجتہد ہیں۔ آپ باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام ابو حنفیہ رحیم کے مسلک قدیم کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو منتخب کرتے ہیں اور خود بھی پڑھتے اور فرماتے تھے لوکان فی فمی يوم القيمة حمزة احباب الی من ان یقال لا صلوا له لیعنی اگر قیامت کے روز میرے منہ میں انگارا ہو تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے اس سے کہ کما جائے کہ تیری تو نمازتی نہیں ہوئی (امام الكلام، ص: ۲۰)

اے ناظرین! یہ حدیث کہ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی نہایت صحیح ہے اور یہ حدیث کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں قیامت کے روز انگارا ہو گا موضوع اور جھوٹی ہے۔ شیخ التسلیم نے اپنے قول میں پسلے حدیث کے صحیح ہونے اور دوسری حدیث کے موضوع اور جھوٹی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور امام ابو حنفیہ کبیر رحیم جو مذہب حنفی کے ایک بست بڑے مشور فقیہ ہیں اور امام محمد رحیم کے تلامذہ کبار میں سے ہیں۔ آپ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ یعنی یہ بھی امام سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے اور ان کے سوا اور بہت سے فقہاء نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور مشائخ حنفیہ اور جماعت صوفیہ کے نزدیک بھی یہی مسلک اختار ہے۔ ملا جیون نے تحریر احمدی میں لکھا ہے۔ فان رأی الطالفة الصوفية والمتناهين تراهم يستحسنون قراءة الفاتحة للملعون كما استحسنہ محمد ايضاً احتیاطاً فيما روى عنه انتہى یعنی اگر جماعت صوفیہ اور مشائخ حنفیہ کو دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ لوگ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن ہتھاتے تھے۔ جیسا کہ امام محمد رحیم احتیاطاً احتیاطاً احسان کے قائل تھے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحیم دہلوی نے بھی باوجود حنفی المذہب ہونے کے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اولیٰ الاقوال بتایا ہے۔ دیکھو جو: اللہ البالغہ۔ اور جناب شاہ صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحیم بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے قائل تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب ”النفس العارفين“ میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ (یعنی مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحیم) اکثر مسائل فروعیہ میں مذہب حنفی کے موافق تھے۔ لیکن جب کسی مسئلہ میں حدیث سے یا وجدان سے مذہب حنفی کے سوا کسی اور مذہب کی ترجیح اور قوت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں حنفی مذہب کا مسئلہ چھوڑ دیتے۔ ازال جملہ ایک یہ ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے تھے اور نماز جنائز میں بھی سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (غیث الغمام، ص: ۳۷)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحیم نے بھی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی فرضیت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ آپ ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنا امام ابو حنفیہ رحیم کے نزدیک منع ہے اور امام محمد رحیم کے نزدیک جس وقت امام آہستہ پڑھے جائز ہے۔ اور امام شافعی رحیم کے نزدیک بغیر پڑھنے الحمد کے نماز جائز نہیں۔ اور نزدیک اس فقیر کے بھی قول امام شافعی رحیم کا ترجیح رکھتا ہے اور بہتر ہے کیونکہ اس حدیث کے لحاظ سے کہ نہیں نماز ہوتی مگر سورہ فاتحہ سے نماز کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اور قول امام ابو حنفیہ رحیم کا بھی جا بجاوارد ہے کہ جس گھمہ حدیث صحیح وارد ہو اور میرا قول اس کے خلاف پڑے تو میرے قول کو چھوڑ دینا چاہئے اور حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ انتہی مترجمًا بقدر الحاجۃ

اور مولوی عبدالرحمی صاحب لکھنؤی نے اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام امام الكلام ہے اس رسالہ میں

آپ نے باوجود ختنی المذهب ہونے کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحب ہے اور نماز جری میں بھی سکلت امام کے وقت۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں:

فاذن ظہر حق الظہور ان القوی المسالک التي سلک علیها اصحابنا ہو مسلک استحسان القراءة في السربة كما هو روایة عن محمد بن الحسن و اختارها جمع من فقهاء الزمن و ارجو رجاء مولانا محمد المأجوز القراءة في السربة واستحسنها لا بد ان يجوز القراءة في الجهرية في السكتات عند وجد انها لعدم الفرق بينه وبينه انتهي مختصراً یعنی اب نهایت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ جن مسلکوں کو ہمارے فقہائے ختنی نے اختیار کیا ہے، ان سب میں زیادہ قوی کی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز سری میں مستحسن ہے۔ جیسا کہ روایت ہے امام محمد بن حنبل سے اور اسی مسلک کو فقہائے زمانہ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور میں (یعنی مولوی عبدالحی صاحب) امید و اثنی رکھتا ہوں کہ امام محمد بن حنبل نے جب نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن کیا ہے تو ضرور نماز جری میں بھی سکلت امام کے وقت مستحسن ہونے کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ نماز جری میں سکلت امام کی حالت میں اور نماز سری میں کچھ فرق نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف نے اپنا یہی فیصلہ سعایہ شرح و تایہ میں بھی لکھا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مکھوہ میں یہ لکھا ہے کہ نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے، اور نماز جری میں منع۔ مولوی عبدالحی صاحب نے ملا صاحب کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کا یہ قول ضعیف ہے، کیا ملا علی قاری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عبادہ بن بشیر کی حدیث سے نماز جری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا جواز صراحتاً ثابت ہے۔

**فتح القدير وغیره** کتب فقه میں لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ چنانچہ سعایہ، ص: ۳۰۳ میں لکھتے ہیں۔ و کذا ضعف ما فی فتح القدير وغیره ان الاخذ بالمنع احوط فانه لا منع هبنا عند تدقیق النظر یعنی فتح القدری وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ منع کی دلیلوں کے لینے میں زیادہ احتیاط ہے، سو یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ واقعی نظر سے دیکھا جائے تو یہاں منع کی کوئی روایت ہی نہیں ہے اور مولوی صاحب موصوف تعلیق المجد، ص: ۱۰۱ میں لکھتے ہیں۔ لم يرد في حديث مرفوع صحيح النہی عن قراءة الفاتحة خلف الإمام وكل ما ذكره مرفوعا فيه اماماً أصل له وأماماً يصح انتہی یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث مرفوع صحیح میں وارد نہیں ہوئی اور ممانعت کے بارے میں علمائے ختنی جس قدر مرفوع حدیثیں بیان کرتے ہیں یا تو ان کی کچھ اصل ہی نہیں ہے یا وہ صحیح نہیں ہیں۔

اے ناظرین! دیکھو اور تو اور خود مذہب ختنی کے بڑے فقہاء و علماء نے قرأت فاتح خلف امام کی حدیثوں کو دیکھ کر امام ابو خفیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک مشور کو چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحسن و مستحب بتایا ہے اور خود بھی پڑھا ہے۔ بعض فقہاء نے ہر نماز میں سری ہو یا جری اور بعض نے نقط سری میں۔ اور بقول علامہ شعرانی خود امام ابو خفیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد بن حنبل نے بھی ان ہی حدیثوں کی وجہ سے اپنے پسلے قول سے رجوع کر کے نماز سری میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو مستحب و مستحسن بتایا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھتو ہی ختنی نے اس مسئلہ میں جو کچھ فیصلہ کیا اور لکھا ہے۔ آپ لوگوں نے اس کو بھی سن لیا۔

مگر با ایس ہمہ ابھی تک بعض ختنی کا بھی خیال ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہر نماز میں سری ہو خواہ جری ناجائز و حرام ہے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی مسلک مشور کو (جس کی کیفیت مذکور ہو چکی ہے) شاہراہ سمجھ کر اسی پر چلے جاتے ہیں۔ خیر اگر اسی مسلک کو شاہراہ سمجھتے تھے سمجھتے اور اسی پر چپ چاپ چلے جاتے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ ساتھ اس کے قرأت فاتح خلف امام کی ان حدیثوں کا بھی صاف انکار کیا جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے اور تو اور خود مذہب ختنی کے ائمہ و فقہاء و علماء نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو اختیار کر لیا۔ یا اگر انکار نہیں کیا جاتا ہے تو ان کی مسمی اور ناجائز تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور زیادہ حیرت تو ان علمائے ختنی سے ہے۔ ۶۰

روایات موضوعہ و کاذبہ اور آثار مخالفہ و باطلہ کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے اور بیان کر کے اپنے عوام اور جالل لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور ان کی زبان سے اور تو اور خود اپنے ائمہ و فقیہ کی شان میں کلمات ناشائستہ اور الفاظ ناگفتہ بہ نکلوتے ہیں۔ کوئی جالل بکتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھے گا وہ گنگار ہے۔ والعياذ بالله۔ (کیبرت کلیمة تخلص من الْفَوَاهِمْ) (ا) (کلمت: ۵)۔

اگرچہ غور سے دیکھا جائے تو ان جاللوں کا یہ قصور نمبر دوم میں ہے اور نمبر اول کا قصور انہیں علماء حنفیہ کا ہے، جو روایات کاذبہ و موضوعہ کو ذکر کر کے ان جاللوں کو فتنے میں ڈالتے اور ان کی زبان سے اپنے بزرگان دین کے منہ میں آگ و پھر بھرواتے ہیں اور جو چاہتے ہیں ان سے کملواتے ہیں۔ اگر یہ لوگ روایات کاذبہ و موضوعہ کو بیان نہ کرتے یا بیان کرتے مگر ان کا لذب و موضوع ہونا بھی صاف ظاہر کرتے اور ساتھ اس کے اس مضمون کو بھی واضح طور پر بیان کرتے جو اور پر ہم نے بیان کیا ہے تو ان جاللوں کی زبان سے ایسے ناگفتہ بہ کلمات ہرگز نہ نکلتے۔

آنچے سے پرسی کہ خرو را کہ کشت غمزہ تو چشم تو ابروے تو

(تحقيق الكلام، حصہ: اول / ص: ۷)

ہمارے محترم علمائے احتجاف کے پاس بھی کچھ دلائل ہیں جن کی تفصیل حقیقت معلوم کرنے کے لئے حدیث کبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکبوری کی مشہور کتاب **تحقیق الكلام** کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم اجمالی طور پر ان دلائل کی حقیقت حضرت مولانا عبدالرحمن حنفی لکھنؤی مرحوم کے لفظوں میں پیش کردیا چاہتے ہیں۔ موصوف علمائے احتجاف کے چوٹی کے عالم ہیں۔ مگر اللہ پاک نے آپ کو جو بصیرت عطا فرمائی وہ قابل صد تعریف ہے۔ چنانچہ آپ نے مندرجہ ذیل بیان میں اس بحث کا بالکل خاتمه کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ لم یرد فی حديث مرفع عن قراءة الفاتحة حلف الامام و كل ما ذکر و مرفوع عافية اما لا اصل له و اما لا يصح۔

(تعليق الممجد على موطأ امام محمد، ص: ۱۰۱ طبع يوسفی)

یعنی کسی مرفوع حدیث میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی نہی (منع) وارد نہیں ہوئی اور اس کے بارے میں علمائے حنفیہ جس قدر دلائل ذکر کرتے ہیں یا تو وہ بالکل بے اصل اور من گھرٹ ہیں، یا وہ صحیح نہیں۔

فظہر انہ لا یوجد معارض لاحادیث تجویز القراءه خلف الامام مرفوعا (تعليق الممجد، ص: ۱۰۱ طبع يوسفی) یعنی امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے معارض و مخالف کوئی مرفوع حدیث نہیں پائی جاتی۔

حنفیہ کے دلائل کے جواب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وبالجملة لا يظهر لاحادیث تجویز القراءه خلف الامام معارض يسا وبها في الدرجة و يدل على المنهج (تعليق الممجد، ص: ۱۰۱) یعنی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ) پڑھنے کی احادیث کے درجہ کی کوئی معارض و مخالف حدیث نہیں ہے اور نہ یہ (امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے) منع پر کوئی حدیث دلالت کرتی ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام کے اطمینان خاطر کے لئے اسی قدر کافی ہو گا۔ اپنا مقصود صرف یہی ہے کہ سورہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں سے حد بغض رکھنا، ان کو غیر مقلد لامہ ہب کہنا یہ کسی طرح بھی نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ ایسے فروعی مباحثت میں وسعت قلبی سے کام لے کر باہمی اتفاق کے لئے کوشش کی جائے جس کی آج اشد ضرورت ہے۔ وباشد التوفیق۔

نوٹ: کچھ لوگ آیت شریفہ (و اذا قری القرآن) سے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ یہ آیت کہ شریف میں نزل ہوئی جب کہ نماز باجماعت کا سلسلہ ہی نہ تھا، لہذا استدلال باطل ہے۔ تفصیل مزید کے لیے شائی ترجمہ والے قرآن مجید کے آخر میں مقالہ شامل کا مطالعہ کیا جائے۔ (رازا)

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ:

قطانَ نَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَمْرِيَّ سَعَى بِيَانِ كَيْمَاكَرَهُ مَجْهُسَ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ

مقربی نے اپنے باب ابو سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رض سے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی، پھر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ شخص واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی اور پھر آکر سلام کیا۔ لیکن آپ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ واپس جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا، اس لئے آپ مجھے نماز سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے عکسیر کہہ۔ پھر آسانی کے ساتھ جتنا قرآن تھا کو یاد ہوا اس کی تلاوت کر، اس کے بعد رکوع کر، اچھی طرح سے رکوع ہو لے تو پھر سراخا کر پوری طرح کھڑا ہو جا۔ اس کے بعد بجہہ کر پورے اطمینان کے ساتھ۔ پھر سراخا اور اچھی طرح بیٹھ جا۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔

سعید بن أبي سعید عن أبيه عن أبي هريرة: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَ وَقَالَ: ((إِذْجِعْ لَفْصَلَ فَلَنْكَ لَمْ تُصَلِّ))، فَرَجَعَ لَفْصَلَ كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((إِذْجِعْ لَفْصَلَ فَلَنْكَ لَمْ تُصَلِّ))، (بِالْأَقْوَافِ). فَقَالَ: وَالَّذِي يَعْتَكَ بِالْحَقِّ مَا أَخْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلَمْنِي: فَقَالَ: ((إِذَا قُنْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِرْ، ثُمَّ افْرُأْ مَا تَيْسَرْ مَعْلَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِنَ رَأْكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِنَ رَأْكِعًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِنَ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمِنَ جَالِسًا، وَأَفْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلَّهَا)).

اطرافہ فی : ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۶۶۷

آنحضرت ﷺ کو ہر بار یہ امید رہی کہ وہ خود درست کر لے گا۔ مگر تین بار دیکھ کر آپ نے اسے تعلیم فرمائی۔ ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ عکسیر کہہ پھر سورۃ فاتحہ پڑھ۔ امام احمد و ابن حبان کی روایات میں یوں ہے کہ جو تو چاہے وہ پڑھ۔ یعنی قرآن میں سے کوئی سورۃ۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلا کہ آپ نے اس کو قرأت قرآن کا حکم فرمایا۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ یاد ہونے والی سورۃ فاتحہ ہے۔ اسی کے پڑھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور آیت قرآن ﴿فَاقْرُوا مَا تِسْرَ مِنْهُ﴾ (آل زمل: ۲۰) میں بھی سورۃ فاتحہ ہی کا پڑھنا مراد ہے۔

### باب نماز ظہر میں قرأت کا بیان

(۵۷) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وصالح مسکنی نے عبد الملک بن عمیر سے بیان کیا، انہوں نے جابر بن سکرہ سے کہ سعد بن ابی و قاص رض نے حضرت عمر رض سے کہا۔ میں ان (کوفہ والوں) کو نبی کریم ﷺ کی طرح نماز پڑھاتا تھا۔ ظہر اور عصر کی دونوں نمازوں، کسی قسم کا نقص ان میں نہیں چھوڑتا تھا

### ٩٦ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظَّهَرِ

٧٥٨ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ سَمْرَةَ قَالَ: قَالَ سَعْدٌ: ((كُنْتُ أَصَلِّ بِهِمْ صَلَاةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا. كُنْتُ أَرْكُدُ فِي الْأَوْلَيْنِ

پہلی دور رکعتیں لمبی پڑھتا اور دوسری دور رکعتیں ہلکی۔ تو حضرت عمر بن عثمان نے فرمایا کہ مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔

وأخذِه في الأخرين. فقال عمر رضي الله عنه: ذلك الظن بل).

[راجع: ۷۰۵]

(۷۵۹) ہم سے ابو قیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، انہوں نے مجھی بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قفادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قفادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ہر رکعت میں ایک ایک سورت پڑھتے تھے، ان میں بھی قرأت کرتے تھے لیکن آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے تھے کبھی کبھی ہم کو بھی کوئی آیت سادیا کرتے تھے۔ عصر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ اور سورتیں پڑھتے تھے، اس کی بھی پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھتے۔ اسی طرح صحیح کی نماز کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری ہلکی۔

٧٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو ثَمِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْعَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَتَيْنِ مِنْ صَلَةِ الظَّهَرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوَّلُ فِي الْأُولَى وَيَقْصَرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسَمِّعُ الْآيَةَ أَخِيَّا، وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوَّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يُطَوَّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَةِ الصُّبُحِ وَيَقْصَرُ فِي الثَّانِيَةِ.

[اطرافہ فی: ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۷۹].

(۷۶۰) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا کہ کما ہم سے میرے والد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن مزان اگوش نے بیان کیا، کما کہ مجھ سے عمارة بن عمیر نے بیان کیا ابو معمر عبد اللہ بن مجہوہ سے، کما کہ ہم نے خباب بن ارات سے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ طراور عصر میں قرأت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہاں، ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس طرح معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ملنے سے۔

### باب نماز عصر میں قرأت کا بیان۔

(۷۶۱) ہم سے محمد بن یوسف بیکنڈی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عبینہ نے اگوش سے، انہوں نے عمارة بن عمیر سے، انہوں نے ابو معمر سے کہ میں نے خباب بن ارات سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ طراور عصر کی نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا

٧٦٠ - حَدَّثَنَا عَمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَغْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَارَةُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: سَأَلْتُه خَبَابًا: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظَّهَرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كُتُبَ تَعْرِفُونَ: قَالَ: بِإِضْطِرَابِ لِحَيَّهِ.

### باب القراءة في العصر

٧٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْعَانُ عَنِ الْأَغْمَشِ عَنْ عَمَارَةِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: قُلْتُ لِخَبَابِ بْنِ الْأَرَاثِ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظَّهَرِ

کہ ہاں! میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی قرأت کرنے کو آپ لوگ کس طرح معلوم کر لیتے تھے؟ فرمایا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

(۶۷) ہم سے کی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے رہشام دستوانی سے، انہوں نے بیکی بن الی کثیر سے، انہوں نے عبد اللہ بن الی قادہ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت ابو قادہ رضی اللہ عنہ سے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم ظہراً و عصر کی دور رکعات میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورہ پڑھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سنابھی دیا کرتے۔

**تفسیر حجۃ** مقصود یہ ہے کہ ظہراً اور عصر کی نمازوں میں بھی امام اور مقتدی ہر دو کے لئے قرأت سورہ فاتحہ اور اس کے بعد پہلی دو رکعات میں کچھ اور قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے۔ سورہ فاتحہ کا پڑھنا تو اتنا ضروری ہے کہ اس کے پڑھنے بغیر نمازی نہ ہو گی اور کچھ آیات کا پڑھنا بس مسنون طریقہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں مقتدیوں کو معلوم کرانے کے لیے امام اگر کبھی کسی آیت کو آواز سے پڑھ دے تو اس سے سجدہ سو لازم نہیں آتا۔ نائلی کی روایت میں ہے کہ ہم صحابہ آپ سے سورہ لقمان اور سورہ والذاریات کی آیت کبھی کبھار سن لیا کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں سورہ سعیح اسم اور سورہ هل اناک حدیث الفاشیہ کا ذکر آیا ہے۔ بہر حال اس طرح کبھی کبھار کوئی آیت آواز سے پڑھ دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

### باب نماز مغرب میں قرأت کا بیان۔

(۶۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ امام فضل رضی اللہ عنہما (ان کی مال) نے انہیں والمرسلات عرف پڑھتے ہوئے سناء پھر کہا کہ اے بیٹے! تم نے اس سورت کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلادیا۔ میں آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں یہی سورت پڑھتے ہوئے سنتی تھی۔

(۶۹) ہم سے ابو عاصم نبیل نے بیان کیا، انہوں نے عبد المalk ابن جرجیع سے، انہوں نے ابن الی ملیکہ (زہیر بن عبد اللہ) سے، انہوں

وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ يَا أَيُّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ؟ قَالَ: بِأَنْظِرْتَنِي إِلَيْهِ.

- ۷۶۲ حَدَّثَنَا الْمَكْتَمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّمَضَانِ مِنَ الظَّهَرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةِ سُورَةٍ، وَيَسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا۔ [راجح: ۷۵۹]

### باب القراءة في المغرب

- ۷۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ أَمَّ الْفَضْلِ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقْرَأُ: هُوَ الْمُرْسَلَاتُ عَرْفَانٌ فَقَالَتْ: يَا أَبَنَيَّ، لَقَدْ ذَكَرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَا يَخْرُجُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ۔

[طرفة في : ۴۴۲۹]

- ۷۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرْجِيَعَ عَنِ ابْنِ أَبِي مَلِيْكَةَ عَنْ عَرْوَةَ بْنِ الْوَزِيْرِ

نے عروہ بن زیر سے، انہوں نے مروان بن حکم سے، اس نے کمازید بن ثابت نے مجھے نوکا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ میں نے نبی ﷺ کو دو لبی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھتے ہوئے شا۔

**باب نماز مغرب میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا (چاہئے)**

(۷۶۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنسی نے بیان کیا، کہا کہ، میں امام مالک نے ابن شاب سے خبر دی، انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے ساختا۔

**شیخ** مغرب کی نماز کا وقت تھوڑا ہوتا ہے، اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی سورت بھی پڑھ دی جائے تو یہ بھی سنون طریقہ ہے۔ خاص طور پر سورہ طور پڑھنے کی سورہ مرسلات۔

**باب نماز عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا.**

(۷۶۶) ہم سے ابوالنعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا اپنے باپ سے، انہوں نے بکر بن عبد اللہ سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں آپ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ (تلاؤت) کیا۔ میں نے ابو القاسم ﷺ کے پیچے بھی (اس آیت میں تلاوت کا) سجدہ کیا ہے اور زندگی بھر میں اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔

(۷۶۷) ہم سے ابوالولید شام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ بنے بیان کیا عذری بن ثابت سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب سے ناکہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا۔ آپ سفر میں تھے کہ عشاء کی دو پہلی رکعت میں سے کسی ایک رکعت میں آپ نے والتين والزيتون پڑھی۔

عَنْ مَرْوَانِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: قَالَ لِيْ زَيْدُ  
نِبْرَأْتِ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ  
بِقَصَارِ، وَلَذِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ  
بِطُولِ الْطُّوْلِينَ.

### ٩٩ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

(۷۶۵) حَدَّثَنَا عَنْدُ اللَّهِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ مُحَمَّدٍ  
بْنِ جَبَّرٍ بْنِ مُطْعَمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتَ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرْأًا فِي الْمَغْرِبِ بِالظُّورِ.

[اطرافہ فی : ۳۰۰۰، ۴۰۲۳، ۴۸۵۴]

**شیخ** مغرب کی نماز کا وقت تھوڑا ہوتا ہے، اس لئے اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی سورت بھی پڑھ دی جائے تو یہ بھی سنون طریقہ ہے۔ خاص طور پر سورہ طور پڑھنے کی سورہ مرسلات۔

### ١٠٠ - بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

(۷۶۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْعَمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
مُغَيْرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ  
قَالَ: صَنَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ قَرْأًا:  
﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقَلَّتْ  
لَهُ، قَالَ: سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي  
الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى  
الْقَاهَا.

[اطرافہ فی : ۷۶۸، ۱۰۷۴، ۱۰۷۸]

(۷۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا  
شَبَّقَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ  
لِي إِذْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالْتَّيْنِ وَالزَّيْتُونِ.

[اطرافہ فی : ۷۶۹، ۴۹۵۲، ۷۵۴۶]

## باب نماز عشاء میں سجدہ کی

سورة پڑھنا۔

(۷۲۸) ہم سے مسد بن مسہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے تمی نے ابو بکر سے، انہوں نے ابو رافع سے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء پڑھی، آپ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا۔ اس پر میں نے کہا کہ یہ سجدہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سورت میں میں نے ابوالقاسم شہیل کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لئے میں بھی ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا، یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں۔

## باب نماز عشاء میں قرات کا بیان۔

(۷۲۹) ہم سے خلاد بن بھی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسر بن کدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عدی بن ثابت نے کہا۔ انہوں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء میں والین والزیعون پڑھتے سنے۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آوازیا اچھی قرات والا کسی کو نہیں پایا۔

## باب عشاء کی پہلی دور کعات لمبی اور آخری دور کعات مخصر کرنی چاہئیں۔

(۷۳۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ابو عون محمد بن عبد اللہ ثقفی سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن سمرہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی شکایت کوفہ والوں نے تمام ہی باتوں میں کی ہے، یہاں تک کہ نماز میں بھی۔ انہوں نے کہا کہ میرا عمل تو یہ ہے کہ پہلی دور کعات میں قرات لمبی کرتا ہوں اور دوسرا دو میں مختصر جس طرح میں نے نبی کریم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔ حضرت عمر

## ۱۰۱ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

### بِالسَّجْدَةِ

۷۶۸ - حَدَّثَنَا مُسَدْدَهُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رَبِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ، مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي القَاسِمِ ﷺ، فَلَا أَرَأَى أَسْجُدْ بِهَا حَتَّى أَلْفَاهُ. [راجع: ۷۶۶]

## ۱۰۲ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

۷۶۹ - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْأَبْرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: ﴿وَالْتَّيْنِ وَالزَّيْتُونِ﴾ فِي الْعِشَاءِ، مَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَخْسَنَ صَوْنَا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً. [راجع: ۷۶۷]

## ۱۰۳ - بَابُ يُطَوَّلُ فِي الْأُولَئِينَ

### وَيُخَدِّفُ فِي الْآخِرَيْنِ

۷۷۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنَى قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمْرَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: لَقَدْ شَكَوكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةَ. قَالَ: أَمَا أَنَا فَأَمْدُ الْأُولَئِينَ وَأَخْدِفُ فِي الْآخِرَيْنِ، وَلَا أَلُو مَا افْتَدَيْتُ بِهِ الصَّلَاةَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: صَدَقْتَ، ذَاكَ الظُّنُّ بِكَ، أَوْ ظَنِّي بِكَ.

بُشِّرَ نے فرمایا کہ سچ کرتے ہو۔ تم سے امید بھی اسی کی ہے۔

[راجع: ۷۵۵]

**تشریح** پہلی دو رکعات میں قرأت طویل کرنا اور دوسری دو رکعات میں مختصر کرنا یعنی صرف سورہ فاتحہ پر کفایت کرنا یعنی مسنون طریقہ ہے۔ حضرت عمر بن بیٹھ نے حضرت سعد بن بیٹھ کا بیان سن کر افسار اطہینا فرمایا مگر کوفہ کے حالات کے پیش نظر حضرت سعد بن بیٹھ کو وہاں سے بلا لیا۔ جو حضرت عمر بن بیٹھ کی کمال دورانیہ کی دلیل ہے۔ بعض مواقع پر ذمہ داروں کو ایسا اقدام کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

**باب نماز فجر میں قرآن شریف پڑھنا اور امام المؤمنین حضرت ام سلمہ** عینہ اپنے نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ طور پر چھی۔ (۱۷۷) ہم سے آدم بن ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار اہن سلامہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ابو بزرہ اسلامی صحابی بن بیٹھ کے پاس گیا۔ ہم نے آپ سے نماز کے وقت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھتے تھے۔ عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا۔ لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔ مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء کے لیے تہائی رات تک دیر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کوچکان سکتا تھا۔ آپ دونوں رکعات میں یا ایک میں سائٹھ سے لے کر سوتک آیتیں پڑھتے۔

**تشریح** حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ شعبہ نے شک کیا ہے۔ طبرانی میں اس کا اندازہ سورہ الحلقہ مذکور ہے۔ ابن عباس عینہ اپنے کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ جس کے دن صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں اللہ تنزیل اور دوسری رکعت میں سورہ الدھر پڑھا کرتے تھے۔ جابر بن سرہ کی روایت میں آپ کا فجر کی نماز میں سورہ ق پڑھنا بھی آیا ہے۔ بعض روایات میں والصافات اور سورہ واقعہ پڑھنا بھی مذکور ہے۔ برعکس فجر کی نماز میں قرأت قرآن طویل کرنا مقصود ہے۔ یہ وہ مبارک نماز ہے جس میں قرأت قرآن شنے کے لئے خود فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

(۱۷۸) ہم سے مسد بن مسہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد الملک ابن جرجخ خبردی، کہا کہ

٤٠٤ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ  
وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : قَرَا النَّبِيُّ ﷺ بِالظُّرُورِ .

٧٧١ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ : حَدَّثَنَا شَعْبَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ ، فَسَأَلَنَا عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْلِي الظَّهَرَ حِينَ تَرْوَلُ الشَّمْسُ ، وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَفْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةً ، وَتَسْبِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ . وَلَا يَتَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ الظَّلَلِ ، وَلَا يُحِبُّ النُّومَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا ، وَيَصْلِي الصُّبْحَ فَيُنَصِّرِّفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيلَتَهُ . وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّمَكُعَيْنِ أَوْ إِخْدَاهَمَا مَا يَبْيَنُ السَّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ . [راجع: ۵۴۱]

٧٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : أَخْبَرَنَا أَبْنُ

مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے اور جن نمازوں میں آپ نے آہستہ قرأت کی ہم بھی ان میں آہستہ ہی قرأت کریں گے اور اگر سورہ فاتحہ ہی پڑھو جب بھی کافی ہے۔ لیکن اگر زیادہ پڑھ لو تو اور ہتر ہے۔

### باب فجر کی نماز میں بلند آواز سے

#### قرآن مجید پڑھنا

اور امام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کماکہ میں نے لوگوں کے پیچھے ہو کر کعبہ کا طواف کیا۔ اس وقت نبی کریم (نماز میں) سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

(۳۷۷) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے ابو عوانہ وضاح۔ شکری نے ابو بشر سے بیان کیا، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کماکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف گئے۔ ان دونوں شیاطین کو آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر انگارے (شاب ثاقب) پھیکنے جانے لگے تھے۔ تو وہ شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے اور پوچھا کہ بات کیا ہوئی۔ انہوں نے کماکہ ہمیں آسمان کی خبریں لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اور (جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو) ہم پر شاب ثاقب پھیکنے جاتے ہیں۔ شیاطین نے کماکہ آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کی کوئی نی وجہ ہوئی ہے۔ اس لیے تم مشرق و مغرب میں ہر طرف پھیل جاؤ اور اس سبب کو معلوم کرو جو تمہیں آسمان کی خبریں لینے سے روکنے کا سبب ہوا ہے۔ وجہ معلوم کرنے کے لیے نکلے ہوئے شیاطین تماسہ کی طرف گئے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار کو جاتے ہوئے مقام نخلہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن مجید انہوں نے ناتوانوں سے اس کی طرف کان لگادیئے۔ پھر کہا۔ خدا

جُرْبِيْعَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ اللَّهِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ، فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ أَسْمَعَنَا كُمْ، وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَى عَنْكُمْ. وَإِنْ لَمْ تَرَدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَاتٍ، وَإِنْ زِدْتْ فَهُوَ خَيْرٌ.

### ۱۰۵ - بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ

#### الفجر

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: طَفْتُ وَرَأَءَ النَّاسُ وَالنَّبِيُّ يَصْلَى يَقْرَأُ بِالظُّورِ.

۷۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِّرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَّابِ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: الْنَّطَّلَقُ النَّبِيُّ يَطَافِهُ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ، وَقَدْ جَلَّ بَنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ، وَأَرْسَلَتْ عَلَيْهِمُ الشَّهْبَ، فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوا: مَا لَكُمْ؟ فَقَالُوا: حِيلٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ، وَأَرْسَلَتْ عَلَيْنَا الشَّهْبُ. قَالُوا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَأَضْرَبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَفَارِهَا فَانظَرُوا مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ. فَانصَرَفَ أُولَئِكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْنُ تَهَامَةُ إِلَيْنَا النَّبِيُّ وَهُوَ بِنَخْلَةٍ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَهُوَ يَصْلَى بِاصْحَابِهِ صَلَاةً

کی قسم یہی ہے جو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث بنا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا قوم کے لوگو! ہم نے حیرت انگیز قرآن سنایا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اس لئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اس پر نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ «فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمْهُوا لَهُ فَقَالُوا: هَذَا وَاللَّهُ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ خَبْرُ السَّمَاءِ。 فَهَنَالِكَ حِينَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوا: هَذَا قَوْمًا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَابًا يَهْدِي إِلَى الرُّشُدِ فَأَمْتَنَّ بِهِ وَإِنَّ نُشْرِكَ بِرِبِّنَا أَحَدًا». فَانْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ: «فَلَمَّا أُوحِيَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ»۔ [طرفة فی : ۴۹۲۱]

**لفظ عکاظ** ایک منڈی کا نام تھا، جو مکہ شریف کے قریب قدیم زمانے سے چلی آ رہی تھی، آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب سیت ایسے عام اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس جگہ جا رہے تھے کہ بلن خلہ وادی میں فجر کا وقت ہو گیا اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جس میں جنوں کی ایک جماعت نے قرآن پاک سنایا اور مسلمان ہو گئے۔ سورہ جن میں ان ہی کا ذکر ہے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ﷺ نے نماز فجر میں با آواز بلند قرأت فرمائی۔ مغرب اور عشاء اور فجر ان وقوتوں کی نمازیں جو ہی کملاتی ہیں کہ ان کی شروع والی رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے۔

(۷۳) ہم سے مدد بن مسہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے عکرہ سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے، آپ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کو جن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا تھا، آپ نے ان میں بلند آواز سے پڑھا اور جن میں آہستہ پڑھنے کا حکم ہوا تھا ان میں آپ نے آہستہ سے پڑھا اور تیرا رب بخونے والا نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

### باب ایک رکعت میں دو سورتیں

#### ایک ساتھ پڑھنا

اور سورت کے آخری حصوں کا پڑھنا اور ترتیب کے خلاف سورتیں پڑھنایا کسی سورت کو (جیسا کہ قرآن شریف کی ترتیب ہے) اس سے پہلے کی سورت سے پہلے پڑھنا اور کسی سورت کے اول حصہ کا پڑھنایہ سب درست ہے۔ اور عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے کہ نبی

۷۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُوبُ عَنْ عِنْكَرَةَ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا أَمْرَ، وَسَكَتَ فِيمَا أَمْرَ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيَّاً﴾。 (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ).

### ۱۰۶ - بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي الرُّكْعَةِ

وَالْفَرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيمِ، وَسُورَةٌ قَبْلَ سُورَةٍ، وَبَأْوَلِ سُورَةٍ. وَيَذَكُرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّابِقِ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ، حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى

اللَّٰهُمَّ نَسْأَلُكَ صَحَّ كَيْ نَمَازٍ مِّنْ سُورَةِ مُومُونٍ تَلَاوَتْ فَرْمَائِيْ، جَبْ آپ حَفَرَتْ مُوسَى مِلَّاَتْهُ اُورْ حَفَرَتْ بَارُونَ مِلَّاَتْهُ کَيْ ذَكَرْ پُرْ سُجَّيْ یا حَفَرَتْ عِيسَى مِلَّاَتْهُ کَيْ ذَكَرْ تو آپ کو كَحْانِي آنے گلی، اس لئے رکوع فرمادیا اُور حَفَرَتْ عُمَرَ بِنُ عَثَّمَهُ نے پُلِی رکعت میں سورَةِ بَقْرَهُ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثلثی (جس میں تقریباً سو آیتیں ہوتی ہیں) میں سے کوئی سورَت تلاوت کی اور حَفَرَتْ اخْفَتْ بِنُ عَثَّمَهُ نے پُلِی رکعت میں سورَةَ كَهْفٍ اور دوسری میں سورَةَ يُوسُفٍ یا سورَةَ يُونُسٍ پڑھی اور کما کہ حَفَرَتْ عُمَرَ بِنُ عَثَّمَهُ نے صَحَّ كَيْ نَمَازٍ مِّنْ یہ دونوں سورَتیں پڑھی تھیں۔ ابن مسعود بِنُ عَثَّمَهُ نے سورَةَ اَنْفَالَ کی چالیس آیتیں (پُلِی رکعت میں) پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل کی کوئی سورَةَ پڑھی اور قَادِهَ بِنُ عَثَّمَهُ نے اس شخص کے متعلق جو ایک سورَةَ دُو رکعات میں تقسیم کر کے پڑھے یا ایک سورَةَ دو رکعتوں میں بار بار پڑھے، فرمایا کہ ساری ہی کتاب اللہ میں سے ہیں۔ (الذَّاكِرُ حَرْجٌ نَّمِيْسِ)

(۷۲) م) عَبْدُ اللَّٰهِ بْنُ عَمَرَ نَفَّ ثَابَتْ بِنُ عَثَّمَهُ سے انہوں نے حَفَرَتْ اَنْسَ بِنُ عَثَّمَهُ سے نقل کیا کہ النَّصَارَى میں سے ایک شخص (کلثوم بْنَ ہَدْم) قبَا کی مسجد میں لوگوں کی امامت کیا کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورَةَ (سورَةَ فَاتِحَةَ) کے بعد شروع کرتا تو پہلے قل ہو اللَّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لیتا۔ پھر کوئی دوسری سورَةَ پڑھتا۔ ہر رکعت میں اس کا یہی عمل تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس پر اعتراض کیا اور کما کہ تم پہلے یہ سورَةَ پڑھتے ہو اور صرف اسی کو کافی خیال نہیں کرتے بلکہ دوسری سورَةَ بھی (اس کے ساتھ) ضرور پڑھتے ہو۔ یا تو تمہیں صرف اسی کو پڑھنا چاہئے ورنہ اسے چھوڑ دینا چاہئے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورَةَ پڑھنی چاہئے۔ اس شخص نے کما کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا اب اگر تمہیں پسند ہے کہ میں نماز پڑھاؤں تو برا بر پڑھاتا رہوں گا۔ ورنہ میں نماز پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ان سب سے افضل ہیں اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے

وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخْدَنَهُ سَعْلَةَ فَرَكَعَ، وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّبِيعَةِ الْأُولَى بِمِائَةَ وَعَشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ، وَفِي الْفَاطِمَةِ بِسُورَةِ مِنَ الْمَثَانِي، وَقَرَأَ الْأَخْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولَى وَفِي الْثَّانِيَةِ بِيُونُسَ أَوْ يُونُسَ، وَذَكَرَ اللَّٰهُ صَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللَّٰهُ عَنْهُ الصَّبْحَ بِهِمَا، وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ، وَفِي الْفَاطِمَةِ بِسُورَةِ مِنَ الْمُفَصَّلِ، وَقَالَ قَنَادَةَ - فِيمَنْ يَقْرَأُ سُورَةَ وَاحِدَةَ فِي رَكْعَتَيْنِ، أَوْ يُرَدِّدُ سُورَةَ وَاحِدَةَ فِي رَكْعَتَيْنِ - : كُلُّ كِتَابُ اللَّٰهِ.

774 - وَقَالَ عَبْدُ اللَّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابَتِ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّٰهُ عَنْهُ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَوْمَهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَّاءِ، وَكَانَ كُلُّمَا افْتَسَحَ سُورَةَ يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَسَحَ بِقُلْنَ هُوَ اللَّٰهُ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةَ أُخْرَى مَعْهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةِ، فَكَلِمَةُ أَصْحَابَةِ لَقَالُوا: إِنَّكَ تَفْتَسَحُ بِهِنِيهِ السُّورَةَ ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِيْنَكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أُؤْمِنَّ بِذَلِكَ فَعَلْتُ: وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مَنْ أَفْضَلَهُمْ وَأَكْرَهَهُمْ

آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا کہ اے فلاں! تمہارے ساتھی جس طرح کتے ہیں اس پر عمل کرنے سے تم کو کون سی رکاوٹ ہے اور ہر رکعت میں اس سورہ کو ضروری قرار دے لینے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور! میں اس سورہ سے محبت رکھتا ہوں۔ آخر پرست مولیٰ نے فرمایا کہ اس سورہ کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

آپ نے ان کے اس فعل پر سکوت فرمایا بلکہ تحسین فرمائی۔ اسی احادیث کو تقریری کہا گیا ہے۔  
(۵۷۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو داکل شقین بن مسلم سے سنا کہ ایک شخص عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصل کی سورہ پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں ان ہم معنی سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم ﷺ ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ آپ نے مفصل کی میں سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت کے لئے دو دو سورتیں۔

### باب پچھلی دو رکعات میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا۔

۷۷۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہام بن بیکی نے بیان کیا، انہوں نے بیکی بن ابی کثیر کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے علم کی دو پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعات میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔ کبھی کبھی ہمیں ایک آیت سنابھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں قرأت دوسری رکعات سے زیادہ کرتے تھے۔ عصر اور صبح کی نمازوں میں بھی آپ کا یہی معمول تھا (حدیث اور باب میں

ان یؤمُّهُمْ غَيْرُهُ۔ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوهُ الْغَيْرَ، فَقَالَ: ((إِنَّ فَلَانَ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ، وَمَا يَخْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟)) فَقَالَ: إِنِّي أَحِبُّهَا۔ قَالَ: ((جُبْكَ إِنَّهَا أَذْخَلَكَ الْجَنَّةَ)).

آپ نے ان کے اس فعل پر سکوت فرمایا بلکہ تحسین فرمائی۔

۷۷۵- حدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَهْبَأَ وَأَبْلَى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَيَّ أَنِّي مَسْغُوفٌ فَقَالَ: قَرَاتُ الْمُفَصَّلَ الْلَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ. قَالَ: هَذَا كَهْدَ الشَّمْرِ. لَقَدْ عَرَفْتُ الظَّاهِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَئُ بَيْهُنَّ. فَذَكَرَ عَشْرَيْنَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ، سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ.

[طرفاء في: ۴۹۹۶، ۴۹۹۳].

### ۱۰۷- بَابُ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

۷۷۶- حدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظَّهَرِ فِي الْأُولَيْنِ بِأَمْ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَلِي الرَّسْكَعَيْنِ الْأُخْرَيْنِ بِأَمِ الْكِتَابِ، وَيَسْمَعُنَا الْأَيَّةَ، وَيَطَوَّلُ فِي الرَّسْكَعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوَّلُ فِي الرَّسْكَعَةِ الْأُخْرَى، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي

الصَّبْعِ. [راجع: ٧٥٩]

### ١٠٨ - بَابُ مَنْ خَافَتِ الْقِرَاءَةُ فِي الظَّهِيرَةِ وَالْعَصْرِ

٧٧٧ - حَدَّثَنَا قَتْبِيَّةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرْبَرُ عَنِ الْأَحْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ مَغْمُرٍ: قَالَ قَلَّتِ الْعِيَابُ: (أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْرَا فِي الظَّهِيرَةِ وَالْعَصْرِ؟) قَالَ: نَعَمْ. قَلَّتِ: مِنْ أَنِّيْ عَلِمْتَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحِيَّهِ.

### ١٠٩ - بَابُ إِذَا أَسْمَعَ الإِلَامُ الْآيَةَ

٧٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَبِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِالْكِتَابِ وَسُورَةً مَعَهَا فِي الرَّسْكُنَيْنِ الْأَوْلَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظَّهِيرَةِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، وَيَسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا، وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّسْكُنَةِ الْأَوْلَى). [راجع: ٧٥٩]

### ١١٠ - بَابُ يُطَوِّلُ فِي الرَّسْكُنَةِ الْأُولَى

٧٧٩ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَبِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُطِيلُ فِي الرَّسْكُنَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظَّهِيرَةِ،

### باب جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قرأت کی

(٧٧٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے امش سے بیان کیا، وہ عمارہ بن عمیر سے وہ ابو معاشر عبد اللہ بن مخبو سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خباب بن ارت بن شٹھ سے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے پوچھا کہ آپ کو معلوم کس طرح ہوتا تھا، انہوں نے بتایا کہ آپ کی ریش مبارک کے ہنے سے۔ باب اگر امام سری نماز میں کوئی آیت پکار کر پڑھ دے کہ مقتدى سن لیں، تو کوئی قباحت نہیں۔

(٧٧٨) ہم سے محمد بن یوسف فربابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام عبد الرحمن اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا، وہ اپنے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کوئی آیت ہمیں سنائی دیا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں قرأت زیادہ طویل کرتے تھے۔

### باب پہلی رکعت (میں قرأت) طویل ہونی چاہئے۔

(٧٧٩) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے رشام دستوانی نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے والد ابو قتادہ بن شٹھ سے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں (قرأت) طویل کرتے

تھے اور دوسری رکعت میں منتحر۔ صحیح کی نمازوں میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

باب (جزر نمازوں میں) امام کا بلند آواز سے آمین کہنا مسنون ہے۔ اور عطاء بن ابی ریاح نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور عبد اللہ بن زبیرؓ اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچے (نمازوں پڑھ رہے) تھے۔ اس زور سے آمین کی کہ مسجد گونج اٹھی اور حضرت ابو ہریرہؓ امام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آمین سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور رافعؓ نے کہا کہ ابن عمرؓ آمین بھی نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق ایک حدیث بھی سنی تھی۔

(۷۸۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی انسوں نے این شاب سے، انسوں نے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن کے واسطے سے، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کے تو تم بھی آمین کو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو گئی اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ این شاب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کرتے تھے۔

### باب آمین کہنے کی فضیلت۔

(۷۸۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسی نے بیان کیا، انسوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو الزناد سے خبر دی، انسوں نے اعرج سے، انسوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے آمین کے اور فرشتوں نے بھی اسی وقت آسمان پر آمین کی۔ اس طرح ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے ساتھ مل گئی تو اس کے پیچے تمام گناہ معاف ہو

وَيَقْصُرُ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصَّبْعِ. [راجح: ۷۵۹]

۱۱۱ - بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالْتَّأْمِينِ  
وَقَالَ عَطَاءً: آمِينَ دُعَاءً. أَمِنَ ابْنُ الزَّبِيرِ  
وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلْجَةَ.  
وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَادِي الْإِمَامَ: لَا تَفْتَنِي  
بِآمِينَ. وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا  
يَدْعُهُ، وَيَحْضُطُهُمْ، وَسَمِعَتْ مِنْهُ فِي ذَلِكَ  
خَيْرًا.

۷۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ  
بْنِ الْمُسَيْبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَمِنَ الْإِمَامُ فَأَمْنَوْا،  
فَإِنَّهُ مَنْ وَاقَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةَ غَفِرَ  
لَهُ مَا تَقْدَمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ  
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((آمِينَ)).

[طرفة فی : ۲۴۰۲].

### ۱۱۲ - بَابُ فَضْلِ الْحَامِينِ

۷۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ  
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزَّنَادِ عَنِ الْأَغْرَجِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
قَالَ: ((إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ، وَقَالَتِ  
الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ، فَوَافَقَتِ  
إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، غَفَرَ لَهُ مَا تَقْدَمَ مِنْ

جاتے ہیں۔

ذنبہ))۔

الحمد شریف کے خاتمہ پر فرشتے ہی آئین کہتے ہیں۔ سری میں پست آواز سے اور جرجی میں بلند آواز سے، پس جس نمازی کی آئین فرشتوں کی آئین کے ساتھ مل گئی اس کا پیرا پار ہو گیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کا پیرا پار لگائے۔

### باب مقتدی کا آئین بلند آواز سے کہنا۔

(۸۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قصیٰ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک رضیٰ سے، انہوں نے ابو بکر بن عبد الرحمن کے غلام گی سے، انہوں نے ابو صالح سمان سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام (غیر المغضوب عليهم ولا الضالین) کے تو تم بھی آئین کو کویونکہ جس نے فرشتوں کے ساتھ آئین کی اس کے پچھے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سی کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن عمرو نے بھی ابو سلمہ سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آخر حضرت ﷺ سے روایت کیا۔ اور نعیم مجرم نے بھی ابو ہریرہ رضیٰ سے، انہوں نے آخر حضرت ﷺ سے

طرفہ فی : ۴۴۷۵]

مقتدی امام کی آئین سن کر آئین کیس گے، اسی سے مقتدیوں کے لیے آئین بالمر کا اثبات ہوا۔ بمنظار انصاف مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہی کافی ہے۔ تعصب مسلک کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

قریبین نے کتنے ہی صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس پر بڑے بڑے فسادات بھی ہو چکے ہیں۔ محترم برادران احباب نے کتنی مساجد سے آئین بالمر کے عالیین کو نکال دیا۔ مارا پیٹا اور معاملہ سرکاری عدالتون تک پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے اہل حدیث حضرات نے اپنی مساجد الگ تغیریں اور اس طرح یہ فساد کم ہوا۔ اگر غور کیا جائے تو عقلاء و فقلا یہ بھگڑا ہرگز نہ ہوتا چاہئے تھا۔ لفظ آئین کے معنی یہ ہیں کہ اے خدا میں نے جو دعائیں تجھ سے کی ہیں ان کو قبول فرمائے۔ یہ لفظ یہود و نصاریٰ میں بھی مستعمل رہا اور اسلام میں بھی اسے استعمال کیا گیا۔ جری نمازوں میں اس کا زور سے کہنا کوئی امر قیچ نہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ بعض علماء سونے رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سر پھول ہوئی اور عرصہ کے لئے دلوں میں کادش پیدا ہو گئی۔

سیدنا حضرت امام بخاری رضیٰ سے یہاں باب متفقہ کے اور اس کے تحت احادیث لا کر اس بحث کا خاتمہ فرمادیا ہے۔ پھر بھی ہست سے لوگ تفصیلات کے شائق ہیں۔ لہذا ہم اس بارے میں ایک تفصیلی مقالہ پیش کر رہے ہیں جو تحدہ بھارت کے ایک زبردست فاضل استاذ الفضلاء راس الاقیاء حضرت علامہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رضیٰ سے کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں دلائل کے ساتھ ساتھ ان پر اعتراضات واردہ کے بھی کافی شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

۷۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَمَّيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ : «غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّاغَاتِينَ» فَقُولُوا : آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَأَفَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرُو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعَيْمُ الْمَجْمُرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

## بلند آواز سے آمین کرنے کے متعلق احادیث و آثار اور علمائے احتجاف کے فتاوے

**احادیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نلی هبہ المغضوب علیہم ولا العصافین قال امن حنی پسمع من يلهه من الصف الاول (ابوداؤد) ص: ۳۳ (طبع دھلی)  
(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا العصافین پڑھتے تو آمین کرتے۔ یہاں تک کہ جو پہلی صفحہ میں آپ کے نزدیک تھے۔ وہ سن لیتے۔

اس حدیث پر حنفیہ کی طرف سے دو اعتراض ہوتے ہیں:  
ایک یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں بشر بن رافع الخارقی ابو الاساطل ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق نصب الرایہ جلد: اول / ص: ۱۷۳ میں علامہ زمبلی حنفی لکھتے ہیں: "ضعفه البخاری والفرمذی والنمسانی واحمد و ابن معین و ابن حبان" اس کو امام بخاری "تفہی"  
نسلی، احمد، ابن معین اور ابن حبان بختیاری نے ضعیف کہا ہے۔

دوسرा اعتراض یہ ہے کہ ایک راوی ابو عبد اللہ ابن حم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جو بشر بن رافع کا استاد ہے، اس کے متعلق علامہ زمبلی بختیاری لکھتے ہیں: "کہ اس کا حال معلوم نہیں اور بشر بن رافع کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔ یعنی یہ مجبول العین ہے، اس کی ضعیفیت کا پتہ نہیں۔"

**جواب اعتراض اول:** خلاصہ تذہیب الکمال کے صفحہ ۲۱ میں بشر بن رافع کے متعلق لکھا ہے۔ وفقہ ابن معین و ابن عدی و قال البخاری لا یتّابع عليه۔ یعنی ابن معین اور ابن عدی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بخاری بختیاری نے کہا ہے۔ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ضعیف کہتا ہے اور کوئی ثقہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضعیف کرنے والوں نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی۔ اور اسی جرح کو جرح مبہم کہتے ہیں۔ اور اصول کا قاعدہ ہے:  
"ثقة کرنے والوں کے مقابلے میں ایسی جرح کا اعتبار نہیں۔ ہال اگر وجوہ ضعف بیان کر دی جاتی تو اسی جرح پیش تعدل پر مقدم ہوتی اور اسی جرح کو جرح مفسر کہتے ہیں۔"

پھر امام بخاری بختیاری کا کہنا کہ اس کی موافقت نہیں کی جاتی۔ یہ بت ہلکی جرح ہے۔ ایسے راوی کی حدیث حسن درج سے نہیں گرتی۔ غالباً اسی لئے ابوداؤد بختیاری اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور اس سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی نکل آیا۔ کیونکہ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اچھی ہوتی ہے اور مجبول العین کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ پس ابو عبد اللہ مجبول العین نہ ہوا، ورنہ وہ سکوت نہ کرتے۔ علاوہ اس کے علامہ زمبلی بختیاری کو غلطی لگی ہے۔ یہ مجبول نہیں۔ حافظ ابن حجر بختیاری تقریب میں لکھتے ہیں۔ مقبول یعنی اس کی حدیث معتبر ہے۔

امام دارقطنی بختیاری کہتے ہیں۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ متدبرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔  
امام یہیقی کہتے ہیں۔ حسن صحیح ہے۔ (تبل الادطار، جلد: ۲ / ص: ۷) (طبع مصر)

تنبیہ: نصب الرایہ جلد اول / ص: ۱۷۳ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ اس کی اسناد میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء زیدی ضعیف ہے۔

مگر جو جرح مفسر ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے دارقطنی نے اس کو "حسن" کہا ہے اور حاکم نے صحیح اور یہیقی نے حسن صحیح اور

میزان الاعتدال میں جو عوف طائی سے اس کا جھوٹا ہوتا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب میں اس کی تردید کر دی ہے اور خلاصہ تذکیرہ الکمال میں عوف طائی کے ان الفاظ کو نقل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خلاصہ والے میزان الاعتدال سے یہ ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں۔ عن ابی هریرۃ قال ترك الناس العامین کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال

غیر المضوب عليهم ولا الضالین قال امين حتى يسمعها اهل الصف الاول فرجع بها المسجد

ترجمہ: ابو ہریرہ رض کہتے ہیں، لوگوں نے آمین چھوڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المضوب علیمم ولا الضالین کہتے تو آمین

کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صاف سن لیتی۔ پس (بہت آوازوں کے ملنے سے) مسجد گئی جاتی۔ (ابن ماجہ، ص: ۶۲ طبع دہلی)

اس حدیث کی صحت بھی وسیعی ہے۔ جیسی پہلی حدیث کی۔ ملاحظہ ہو شیل الاوطار، جلد: ۲، ص: ۷۴ طبع مصر۔

(۳) عن ام الحصین انها كانت تصلى خلف النبي صلی اللہ علیہ وسلم في صفات النساء فسمعته يقول الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم مالک يوم الدين حتى اذا بلغ غير المضوب عليهم ولا الضالین قال امين (مجھ الرواائد حشمتی، جلد: ۲، ص: ۱۰۷ تخریج حدایہ حافظ ابن حجر، ص: ۸۷)

(ترجمہ) ام الحصین رحمۃ اللہ علیہ کے پیچے عورتوں کی صاف میں نماز پڑھا کرتی تھیں (وہ کہتی ہیں) میں نے آپ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ الحمد لله رب العالمین۔ الرحمن الرحيم۔ مالک یوم الدین۔ یہاں تک کہ غیر المضوب علیمم ولا الضالین پر کھنچتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ میں سنتی اور میں عورتوں کی صاف میں ہوتی۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی اسماعیل بن سلم کی ہے۔ اس پر زملجی رحمۃ اللہ علیہ نے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو سکوت کیا۔ مگر یہی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ خیراً گر ضعیف ہو تو دوسرا روایتیں مذکور بالا اور زیریں اس کو تقویت دیتی ہیں۔

تبیہ: کبھی پہلی صاف کا سنتا اور کبھی پچھلی صافون تک آپ کی آواز کا پہنچ جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آپ آمین فاتح کی آواز کے برابر کہتے اور کبھی معمولی آواز سے۔

(۴) اخراجہ ابو داؤد والترمذی عن سفیان عن سلمة بن کہبل عن حمیر بن عنبس عن وائل بن حجر واللفظة لابی داؤد قال كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأوا ولا الضالین قال آمین ورفع بها صوته انتهی ولفظ الترمذی و مدبهها صوته و قال حدیث حسن (تخریج حدایہ زملجی، جلد: اول، ص: ۲۷۰)

(ترجمہ) ابو داؤد اور ترمذی میں ہے، واکل بن حجر رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ یہ ابو داؤد کے لفظ ہیں۔ اور ترمذی کے یہ لفظ ہیں و مدبهها صوته یعنی آمین کے ساتھ آواز کو کھنچتے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

تبیہ: بعض لوگ مدبهها صوته کے منینے کرتے ہیں کہ آمین کے وقت الف کو کھنچنے کر پڑھتے لیکن ابو داؤد کے لفظ رفع بہا صوته اور نبرہ کی روایت جھر بامیں نے وضاحت کر دی کہ مدبهها سے مراد آواز کی بلندی ہے اور یہ عرب کا عام حکارہ ہے اور احادیث میں بھی بت آیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ابو بکر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غفار، اسلم اور منیثہ تینہ قبیلے تیم، اسد، غطفان اور بنی عامر صصح سے بہتریں۔ یعنی بلند آواز سے کہتے اور بخاری میں براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احزاب کے دن خدق کھو دتے اور یہ کلمات کہتے۔

اللهم لا انت ما اهتدينا و لا نصدقنا و لا صلينا فائزلن سکینۃ علینا و ثبت الاقدام ان لا قينا ان الاولى رغبوا علينا و اذا ارادوا فتنۃ ابینا۔ قال یمد صوته باخراها

”یا اللہ! اگر تیرا احسان نہ ہوتا تو نہ ہم ہدایت پاتے۔ نہ صدقہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے“ پس اگر ہم دشمنوں سے میں تو ہمارے

دولوں کو ڈھارس دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ۔ یہ لوگ ہم پر دشمنوں کو چڑھا کر لے آئے۔ جب انہوں نے ہم سے مشرکانہ عقیدہ نہ نہادا چاہا۔ ہم نے انکار کر دیا۔ براء کتے ہیں۔ اخیر کلمہ (ابینا یعنی ہم نے انکار کر دیا) کے ساتھ دوسرے کلمات کی نسبت آواز بلند کرتے ہیں۔“

اور ابو داؤد وغیرہ میں ترجیح اذان کے متعلق ابو محمد ذورہ کی حدیث ہے۔ اس میں یہ الفاظ فرمد من صوبک یعنی اپنی آواز کو (پسلے کی نسبت) بلند کر۔

(۵) اخرج ابو داؤد والترمذی عن علی بن صالح و فقال العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن کهبل عن حجر بن عنبیس عن وائل بن حجر عن النبي صلی اللہ علی وسلم انه صلی فجھہ بامین

(ترجمہ) واکل بن حجر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز سے آمین کی۔

تنبیہ: واکل بن حجر کی اس حدیث کے راوی شعبہ بھی ہیں، جو سلمہ بن کمیل کے شاگرد ہیں، انہوں نے اپنی روایت میں وخفض بھا صوتہ یعنی رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آمین کی۔ حنفیہ اسی کو لیتے ہیں۔ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے جو اپنی روایت میں سلمہ بن کمیل سے و مدبہا صوتہ یارفع بھا صوتہ کہا ہے اس کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ فتح القدير شرح ہدایہ اور عناية شرح ہدایہ جلد: اول / ص: ۲۱۹ پر رفع یہ دین کی بحث میں لکھا ہے کہ زیادہ فقیہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بالاتفاق شعبہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اس بنا پر سفیان کی روایت کو ترجیح ہونی چاہئے اور محمد شین کا اصول ہے کہ زیادہ حافظہ والے کو ترجیح ہوتی ہے اور سفیان رضی اللہ عنہ حافظہ میں بھی شعبہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر حنفیہ نے کئی مقالات پر سفیان رضی اللہ عنہ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ (قصیل کے لئے ملاحظہ ہو تو ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوزی، جلد: ۱/ ص: ۲۱۰ و ص: ۲۱۱)

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ سلمہ بن کمیل کے دشائگر اور ہیں۔ ایک علاء بن صالح یہ شہ ہیں اور ان کو علی بن صالح بھی کہتے ہیں۔ دوسرے محمد بن سلمہ یہ ضعیف ہیں۔ ان دونوں سے علاء کی روایت میں جھہر بامین ہے اور محمد بن سلمہ کی روایت میں رفع بھا صوتہ ہے۔ بلکہ خود شعبہ نے بھی ایک روایت میں سلمہ بن کمیل سے رافع بھا صوتہ روایت کیا ہے۔ اور سند بھی اس کی صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ، جلد: ۱/ ص: ۳۶۹ اور تلمیص الحیر، ص: ۸۹ اور تحفۃ الاحوزی، جلد: ۱/ ص: ۲۱۱۔ مگر باوجود اس کے حنفیہ نے شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت خفض بھا صوتہ تھی کو لیا ہے۔ لیکن سارے حنفیہ ایک سے نہیں۔ کئی اس کمزوری کو محوس کر کے آئین باہم کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے ان شاء اللہ۔

(۶) عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلما افتتح الصلوٰۃ کبر و رفع یدیہ حتیٰ حاذتا

اذنیہ ثم قرأ اتحدة الكتاب فلما فرغ منها قال آمين برفع صوتہ۔ رواہ النسائی (تخریج زملی، ج: ۱/ ص: ۳۷۱)

(ترجمہ) عبدالجبار بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے باپ واکل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب نماز شروع کی تو تکمیر کی اور ہاتھ اٹھائے ہیں تک کہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر فاتحہ پڑھی۔ پھر جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کی۔ اس حدیث کو نسانی نے روایت کیا۔

نصب الرایہ، جلد: اول / ص: ۱۷۱ کے حاشیہ میں امام نووی رضی اللہ عنہ سے بحوالہ شرح المذب للتووی لکھا ہے کہ ائمہ اس بات پر تتفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے والد سے نہیں سنا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ پس یہ حدیث منقطع ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جبکہ بن محبس نے بھی واکل بن حجر سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس نے واکل سے سنی ہے۔ اس نے منقطع ہونے کا شہر رفع ہو گیا۔ نیز کتب اسماء الرجال میں عبدالجبار کا استاد زیادہ تر اس کا بھائی علقہ لکھا ہے۔ اس لئے غالب ظن

ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے بھائی علقمہ سے سنی ہو۔ نسب الرایہ جلد: اول / ص: ۳۷۰ پر جو لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا، وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے، یہ نقل کرنے والوں کی غلطی ہے اور یہیں سے حافظ ابن حجر الطیب کو بھی غلطی گئی ہے۔ وہ بھی تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہ بن دائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ حالانکہ وہ عبد الجبار ہے اور وہی اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ابھی گذرا ہے۔

ترفی باب المرأة استکرہت علی الزنا میں تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے، اور وہ عبد الجبار سے بڑا ہے اور عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

اور مسلم باب منع سب الدہر میں علقمہ کی حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، لائے ہیں اور مسلم منقطع حدیث نہیں لاسکتے۔ کیونکہ وہ ضعیف ہوتی ہے۔

اور ابو داؤد باب من حلف لیقطع بھا ملا میں اس کی حدیث اس کے باپ سے لائے ہیں اور اس پر سکوت کیا ہے۔ حالانکہ ان کی عادت ہے کہ وہ انتظام وغیرہ بیان کرتے ہیں۔

بہر صورت علقمہ کے سامنے شہر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلاصہ تذہیب الکمال میں تقریب کی یہ عبارت کہ ”اس نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔“ ذکر نہیں کی۔ خلاصہ والے تقریب سے لیتے ہیں۔ پس جب علقمہ کا سامنہ ثابت ہو گیا اور ملن غالب ہے کہ عبد الجبار نے یہ حدیث علقمہ سے لی ہے۔ پس حدیث متصل ہو گئی اور حنفیہ کے نزدیک تو ہمیشی کی حدیث ویسے ہی متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اپنے استاد کا نام لے یا نہ لے تو ان کو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔

(۷) عن علی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا قال ولا الصالین قال آمين (ابن ماجہ، باب الجهر بالآمین، ص: ۷۲)

(ترجمہ) حضرت علی رضا فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ ولا الصالین کہتے تو آمین کہتے۔ اس حدیث میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی ایک راوی ہے۔ اس کے متعلق مجمع الرواائد میں لکھا ہے۔ ”جمور اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں مقام اس کا صدق ہے۔“ مجمع الرواائد میں جمور کے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں ہتا۔ تقریب التذییب میں اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ صدوق سینی الحفظ جدا۔ یعنی سچا ہے۔ حافظ بہت خراب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضعف کی وجہ حافظ کی کمزوری ہے۔ دیسے سچا ہے، جھوٹ نہیں ہوتا۔ پس یہ حدیث بھی کسی قدر اچھی ہوئی اور دوسرا حدیث کو ساتھ مل کر نہیں تو یہی ہو گئی۔  
تحفۃ الاحوزی، جلد: اول / ص: ۲۵۸ میں ہے:

واما حدیث علی رضی الله عنه فانخرجه الحاکم بلفظ قال سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم يقول امن اذا قرأ غير المغضوب عليه ولا الصالین واخرج ايضا عنہ ان النبی صلی الله علیہ وسلم اذا قرأ ولا الصالین رفع صوته بامین کذا فی اعلام المؤقعن ﴿

(ترجمہ) متدرک حاکم میں ہے۔ حضرت علی رضا فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمین کہتے سا جب کہ آپ نے (غير المغضوب عليهم ولا الصالین) پڑھا۔ نیز متدرک حاکم میں حضرت علی رضا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ولا الصالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ اعلام المؤقعن میں اسی طرح ہے۔

(۸) تحفۃ الاحوزی کے اسی صفحہ میں ہے۔

ولابی هریڑہ حدیث اخیر فی الجھر بالثامین رواہ النسائی عن نعیم المجمّر قال صلیت وراء ابی هریڑہ فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم

لئے قرایہ القرآن حتیٰ بلع غیر المغضوب علیم ولا الفضالین قال امین فقال الناس امین الحديث وفي الحرة قال والذی نفس محمد بیده الى لا شبهکم صلوا بر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و استاده صحیح

(ترجمہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آمین ہادر کے پارے میں ایک اور حدیث ہے جو نسائی میں ہے۔ قسم بھر رضی اللہ عنہ نے کماکر میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچے نماز پڑھی۔ انسوں نے پہلے بسم اللہ پڑھی، پھر فاتحہ پڑھی جب غیر المغضوب علیم ولا الفضالین پر پیشے تو آمین کی۔ پس لوگوں نے بھی آمین کی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ ہے تھک میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ مشاہست رکھتا ہوں اور اس کی اسناد بھی ہیں۔

(۹) نسب الرایہ زملیٰ جلد: اول / ص: ۱۷۳ میں ہے:

ورواه ابن حبان في صحیحه في النوع الرابع من القسم الخامس وللهظة كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من قراءة القراء رفع بها صوره وقال امین

(ترجمہ) ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کرتے۔ (زمیٰن رضی اللہ عنہ سے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی)

(۱۰) ابن ماجہ باب امیر بالامین ص ۲۳ میں ہے:

عن عائشة عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ما حسد تکم اليهود ما حسد تکم على السلام والناسين

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود جتنا سلام اور آمین سے حسد کرتے ہیں، اتنا کسی اور شے پر حسد نہیں کرتے۔

بلند آواز سے آمین کرنے میں جب بستی آوازیں مل جاتیں تو اس میں اسلامی نمائش پائی جاتی۔ اس لئے یہود کو حسد آتا۔ ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی نہیں۔ کیونکہ جب نایدی کچھ نہیں تو حسد کس بات پر۔ اس حدیث کی ابتداء صحیح ہے۔ جیسے منذری رضی اللہ عنہ نے تخریج کی ہے اور ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ اس کو اپنی صحیح میں لائے ہیں اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی اسناد میں اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

﴿ تلک عشرہ کاملہ ﴾ :- یہ دس احادیث ہیں۔ ان کے علاوہ اور روایتیں بھی ہیں۔ مکالمات شرح بلوغ المرام میں یہ اذکر کی ہیں۔ اور آثار تو بے شمار ہیں۔ دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر تو عطاء تابعی رضی اللہ عنہ کے قول ہی میں گذر چکا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچے بھی لوگ آمین کرتے تھے۔ چنانچہ نمبر ۸ کی حدیث گذر چکی ہے۔ بلکہ حنفیہ کے طریق پر اجماع ثابت ہے۔ حنفیہ کافر ہب ہے کہ : «کنویں میں گر کر کوئی مرجع نہیں۔ تو سارے کنوں صاف کرو دیا چاہئے۔ دلیل اس کی کنویں زمین میں ایک جبھی گر کر مر گیا۔ تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کنویں کا سارا پانی نکلوا دیا اور کسی نے انکار نہیں کیا۔»

پس یہ اجماع ہو گیا۔ تھیک اسی طرح آمین کا مسئلہ ہے۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آمین کی اور ان کے ساتھ لوگوں نے بھی کہی۔ ہمارا تھک کہ مسجد گونج اٹھی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ پس یہ بھی اجماع ہو گیا۔ پھر حنفیہ کے پاس آہستہ آمین کے پارے میں ایک حدیث بھی نہیں۔ صرف شبید کی روایت ہے۔ جس کا ضعف اور بیان ہو چکا ہے اور ہدایہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ امام چار چیزوں آہستہ کے۔

سبحانک اللہم 'اعوذ' بسم اللہ 'امین' گمراہ کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ ملاحظہ ہو درایہ تخریج ہدایہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ ص: ۱۷ اور

نسب الرایہ تخریج ہدایہ زملیٰ رضی اللہ عنہ ص: ۳۲۵۔ اور فتح القدر شرح ہدایہ جلد: ۱/ ص: ۲۰۳، ص: ۲۷ وغیرہ۔

ہل ابراہیم نخعی تابعی کا یہ قول ہے کہ امام چار چیزوں آہستہ کے۔ مگر مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ایک تابعی

کے قول کی کیا وقت ہے۔ خاص کر جب خود اس سے اس کے خلاف روایت موجود ہے۔ چنانچہ اور گذر چکا ہے کہ وہ آئیت کریمہ ولا تجھر بصلوہ کی میں صلوٰۃ کے معنی دعا کرتے ہیں۔ اس ناپر آئین ان کے نزدیک درمیانی آواز سے کہنی چاہئے۔ نہ بہت چلا کرنا بالکل آہستہ اور بھی الہامدیث کا نامہ ہب ہے۔

حنفیہ کے بقیہ دلائل: بعض حنفیہ نے اس مسئلہ میں کچھ اور آثار بھی پیش کئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ذکر کر دیں۔  
شَاهُ عَبْدِ الْحَنْفَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُسْوَدَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلنَّاسِ إِذَا حَانَتْ أَوْرَدَةُ الْمَنَى فَلَا يَرْجِعُوا إِلَى مَنَى وَلَا يَرْجِعُوا إِلَى حِجَّةَ الْمَاضِ فَإِذَا أَتَتْهُمْ أَوْرَدَةُ الْمَاضِ فَلَا يَرْجِعُوا إِلَى حِجَّةَ الْمَاضِ

از امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رض روایت کروہ اندک اخاء کند امام چار چیز را، تعود، بسم اللہ، آئین، سبحانک اللهم و بحمدک.  
واز ابن مسعود رض نیز مثل ایں آمدہ۔ و سیوطی رض در جمع الجوامع از ابی واکل روایت آورده که گفت بودند عز و علی کہ جرنی کردن  
بسم اللہ انج و نہ تعود و نہ آئین۔ (ابن جریر طحاوی)

(ترجمہ) حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ امام چار چیز آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آئین، سبحانک اللهم۔ اور اسی کی مش ع عبد اللہ بن مسعود رض سے بھی آیا ہے۔ اور سیوطی رض جمع الجوامع میں ابی واکل رض سے روایت لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض اور حضرت علی رض بسم اللہ، اعوذ اور آئین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ ابن جریر اور طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے۔  
اور ابن ماجہ طبع ہند کے ص ۲۲ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

وروی عن عمر بن الخطاب قال يخفى الايمان او بعث اشياء التعود والبسملة وأمين وسبحانك اللهم. وعن ابن مسعود مثله. وروي السیوطی في جمع الجوامع عن ابی وائل قال كان عمر و على رضي الله عنهم لا يجهزان بالبسملة ولا بالتعود ولا بآمين رواه ابن جرير و الطحاوی و ابن شاهین

اس عربی عبارت کا ترجمہ یعنی شرح سفر العادات کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ حنفیہ کی ساری پوچھی یکی ہے۔ جو ان دونوں عبارتوں میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں (عربی، فارسی) میں حضرت عمر رض اور حضرت ابن مسعود رض کے قول کا تو کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس نے اس کو روایت کیا ہے اور حضرت عمر رض اور حضرت علی رض کا فعل کہ وہ اعوذ، بسم اللہ، آئین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ اس کے متعلق کہا ہے کہ ابن جریر، طحاوی اور ابن شاهین نے اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی اسناد میں سعید بن مرزبان بھال ہے۔ جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ امام فلاس نے اسے ترک کر دیا ہے اور ابن معین کہتے ہیں اس کی حدیث لکھنے کے قبل نہیں۔ اور بخاری کہتے ہیں مکرالحدیث ہے۔ اور ابی بن حیله کوئی کہ ترجمہ میں میزان الاعتدال میں این الفعلان نے نقل کیا ہے بخاری کہتے ہیں جس کے حق میں مکرالحدیث کہ دوں اس سے روایت لئی حلال نہیں۔ پس یہ روایت بالکل روی ہو گئی۔ علاوہ اس کے ان کتابوں کے متعلق جن کی یہ روایت ہے شاہ ولی اللہ صاحب رض جوہ اللہ البالغ اور شاہ عبدالعزیز صاحب رض غالۃ ثانۃ میں لکھتے ہیں: «کہ ان کی روایتیں بغیر جانچ پڑھانے کے نہیں لئی چاہئیں۔ کیونکہ یہ احتیاط نہیں کرتے۔ جھوٹی پیچی، صحیح ضعیف سب انسوں نے خلط کر دی ہیں۔»

پس حنفیہ کا بغیر صحیح کے ان کی روایتیں پیش کرنا دو ہری غلطی ہے۔ خاص کر جب خود حضرت علی رض سے آئین بالہر کی روایت آگئی ہے جو نمبر ۲۲ میں گذر چکی ہے اور بسم اللہ بھی جراً ان سے ثابت ہے۔ چنانچہ سبل السلام اور دارقطنی میں مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو مک الاعتدال شرح بلوغ المرام ص: ۲۳۰)

علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ مسلمان کی شان یہ ہوئی چاہئے۔

تصویر صحیح و نقشہ جس میں یہ صفائی ہو

ادھر حکم غیربرہ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

**مزید ثبوت اور علمائے احناف کی شہادت:-** بعض اختلافی مسائل میں جانبین کے پاس دلائل کا کچھ نہ کچھ سہارا ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو دوسرے پڑے میں کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ہے اس کا اندازہ قارئین کرام کو ہو چکا ہو گا۔ اب اس کی مزید وضاحت علمائے احناف کے فیصلوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

**امام ابن الہمام** حنفیۃ: اختلاف کے بعد امجد ہیں۔ حنفی مذہب کی مشور کتاب شای (روالخوار) کی جلد: ۳ / ص: ۳۸۸ میں لکھا ہے۔ کمال ابن الہمام بلعہ رتبہ الجہاد یعنی امام ابن الہمام مرتبہ اختلاف کو پہنچ گئے۔ وہ اپنی کتاب فتح القدير میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) اگر فیصلہ میرے پرد ہوتا تو میں یوں موافق تھا کہ آہستہ کرنے کی حدیث سے یہ مراد ہے کہ چلا کے نہ کے اور جر کی حدیث سے درمیانی آواز ہے۔

امام ابن امیر الحجاج رحمۃ اللہ علیہ : یہ امام ابن الامام رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ یہ اپنے استاد کے فیصلہ پر صاد فرماتے ہیں۔  
چنانچہ اپنی کتاب ”علیہ“ میں لکھتے ہیں:-

ورجح مشايخنا بما لا يعرى عن شيئاً لم تتمله فلا جرم أن قال شيخنا ابن الهمام ولو كان إلى شيئاً آخر (تعليق المجدد على موطى الإمام محمد، ص: 109)

(ترجمہ) ہمارے مشائخ نے جن دلائل سے اپنے مذہب کو ترجیح دی ہے وہ تماں سے خالی نہیں۔ اس لیے ہمارے شیخ ابن الہمام حکایت نے فرمایا ہے۔ اگر فیصلہ میرے سرد ہوتا ۔۔۔۔۔ اُخْرَ

**شہاب الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:** جن کی فارحقی عبارت شرح سفر السعادت کے حوالہ سے ابھی گذری ہے۔ یہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پسلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے خفی مذہب کے ترک کا ارادہ کیا۔ لیکن علماء مکہ نے مشورہ دیا کہ جلدی نہ کرو۔ خفی مذہب کے دلائل پر غور کرو۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ”فتح سر المنان“ لکھی۔ اس میں خفی مذہب کے دلائل جمع کئے۔ مسئلہ آئیں کے متعلق، کم عبارت، لکھ، ”جہاں احمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی، اور، امام احمد، الہام جانشیر، والایم، فصل کیا۔“

مولانا عبدالحکیم صاحب لکھنؤی رحمۃ اللہ علیہ: خنی مذہب کے مشور بزرگ گزرے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ والانصار ان الجہر قوی

بـث الدلـيل (التعليق المـمـجـد عـلـى موـطـا الـامـام مـحـمـد، ص: ١٥٥) (ترجمـه) لـيـنـي الصـافـ يـهـ كـه دـلـيلـ کـي روـ سـے آـئـیـنـ بـالـبـرـ قـوـیـ ہـ۔

**مولانا سرگان احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ:** یہ بھی سکی ذہب کے سسbor بورک ہیں۔ تحریر ترمذی میں لکھتے ہیں۔

ان کے علاوہ مولانا عبد العلی جرالعلوم لکھنؤی حنفی رحلیہ بھی ”ارکان الاسلام“ میں یہی لکھتے ہیں کہ ”آئین آہستہ کرنے کی بایت کچھ مثابت نہیں ہوا۔“ اور دیگر علماء بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب آہستہ کرنے کا کوئی ثبوت ہی نہیں، تو آہستہ بھرمار سے فائدہ ہی کیا۔ تسلی و اطمینان کے لئے جو کچھ لکھا گیا۔ خدا اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ضد و تعصّب سے محفوظ رکھے۔ آئین۔

(مقالہ آمین و رفع یہیں حضرت حافظ عبد اللہ صاحب روپری نور اللہ قبرہ و بردا مبغضہ، آمین) آج کل کے شار میں بخاری جن کا تعلق دیوبند سے ہے۔ ایسے اختلافی امور پر جو بے کمی رائے زنی فرمایا رہے ہیں وہ سخت حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً امام بخاری حوثی نے پچھلے بدب میں حضرت عبد اللہ بن نبیؐ اور ان کے ساتھیوں کا فعل نقل فرمایا کہ وہ اس قدر باند آواز سے آمین کما کرتے تھے کہ مجھ

گونج اٹھتی تھی۔ اس پر یہ شارحین فرمारے ہیں۔

”غالباً یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ مجھ میں عبد الملک پر قوت پڑھتے تھے۔ عبد الملک بھی اہن نزیر پر قوت پڑھتا تھا اور جس طرح کے حالات اس زمانہ میں تھے اس میں مبالغہ اور بے اختیاطی عموماً ہو جیایا کرتی ہے۔“ (تفصیل البخاری، پ: ۳/ ص: ۱۳۵)

اس بے شکی رائے زن پر اہل الصاف خود نظر ہال سکیں گے کہ یہ کمال تک درست ہے۔ اول تو عبد اللہ بن نزیرؑ کا آئین باہم کشنا خاص نماز مجھ میں کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق مغرب یا عشاء سے بھی ہو۔ پھر الحمد شریف کے خاتمه پر آئین باہم کا عبد الملک پر قوت پڑھنے سے کیا تعلق، قوت کا محل دوسرا ہے پھر مبالغہ اور بے اختیاطی کو حضرت عبد اللہ بن نزیرؑ میںے جلیل القدر صحابی کی طرف منسوب کرنا ایک بدی جوأت ہے اور بھی اسی تم کی بے شکی باتیں کی جاتی ہیں۔ اللہ پاک ایسے علماء کرام کو نیک ہدایت دے کہ وہ امر حق کو تسلیم کرنے کے لئے دل کھوں کر تیار ہوں اور بے جا تاویلات سے کام لے کر آج کے تعلیم یافت روشن خیال لوگوں کو بہنسے کا موقع نہ دیں اللهم وفقنا لاما تَحَبُّ و ترضی آمين

## ۱۱۴- بَابُ إِذَا رَكَعَ ذُونَ الصَّفَّ (تواس کے لیے کیا حکم ہے؟)

(۷۸۳) ہم سے موسر بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے زیاد بن حسان اعلم سے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسنؓ سے، انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف (نماز پڑھنے کے لیے) گئے۔ آپ اس وقت رکوع میں تھے۔ اس لیے صاف تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رکوع کر لیا، پھر اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تمہارا شوق اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

**تفسیر** طبرانی کی روایت میں یوں ہے کہ ابو بکرؓ اس وقت مسجد میں پہنچے کہ نماز کی تکمیر ہو چکی تھی، یہ دوڑے۔ اور طحاوی کی روایت میں ہے کہ دوڑتے ہوئے ہانپئے لگے، انہوں نے مارے جلدی کے صاف میں شریک ہونے سے پہلے ہی رکوع کر دیا۔ نماز کے بعد جب آخر حضرت ﷺ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

بعض اہل علم نے اس سے رکوع میں آنے والوں کے لئے رکعت کے ہو جانے پر دلیل پکڑی ہے۔ عون المعبود شرح ابو داؤد، ص: ۳۳۲ میں ہے قال الشوکانی فی النیل لیس فیه ما یا بدل علی ما ذہبوا لیه لانہ کمالی یامرہ بالاعادۃ لم یعقل ایضاً انه اعتدبه والدعاء له بالحرص لا يستلزم الاعتداد بها لأن الكون مع الامام مأمور به سواء كان الشئ الذي يدركه المولى معتقدا به ام لا كما في الحديث اذا جتنم الى الصلوة و نحن سجود فاسجدوا او لا تعدوها شيئا على ان النبي صلی الله عليه وسلم قد نهى ایا بکرۃ عن العود الى مثل ذلك والاحتجاج بشیء قد نهى عنه لا يصح وقد اجاب ابن حزم فی المحلی عن حديث ابی بکرۃ فقال انه لا حجة لهم فيه لانه ليس فيه اجراء بتلك الرکعة الخ )

خلاصہ یہ کہ بقول علامہ شوکانی اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ نے اس رکعت کے لوثائی کا حکم نہیں فرمایا تو ساتھ ہی مตقول یہ بھی نہیں کہ اس رکعت کو کلی سمجھا۔ آپ نے ابو بکرؓ پر بخیرؓ کو اس

۷۸۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الأَعْلَمِ - وَهُوَ زَيَادٌ - عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ بَكْرَةَ : أَنَّهُ أَنْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاجِعٌ فَرَسِعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفَّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((رَازِدُكَ اللَّهُ حِزْنَنَا، وَلَا تَعْدُ)).

کی حوصلہ پر دعائے خیر ضروری مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس رکعت کو بھی کافی سمجھا اور جب آخر پر محدث محدث نے ابو بکر بن عثیمین کو اس فعل سے مطلقاً منع فرمایا تو ایسی منوعہ چیز سے استدلال کیا تھا صحیح نہیں۔ علامہ ابن حزم نے بھی محلی میں ایسا یہ لکھا ہے۔  
حضرت صاحب عنون المعبود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فهذا محمد بن اسماعيل البخاري أحد المجحددين وواحد من اركان الدين قد ذهب الى ان مدرك للركوع لا يكون مدرك للركعة حتى يقرأ فاتحة الكتاب فمن دخل مع الامام في الركوع فله ان يتضمني تلك الركعة بعد سلام الامام بل حكمي البخاري هذا المذهب عن كل من ذهب الى وجوب القراءة خلف الامام الخ (عنون المعبود، ص: ۳۳۲)

یعنی حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو مجحدین میں سے ایک زبردست مجتهد تھا ملت اسلام کے اہم ترین رکن ہیں، انہوں نے رکوع پانے والے کی رکعت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص کو امام کے سلام کے بعد یہ رکعت پڑھنی چاہئے۔ بلکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ہر اس شخص کا نامہب لفظ فرمایا ہے جس کے نزدیک امام کے پیچے سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور ہمارے شیخ العرب والعلم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (حوالہ مذکور) اس تفصیل کے بعد یہ امر بھی طوفان رکھنا ضروری ہے کہ جو حضرات بلا تعصب محض اپنی تحقیق کی ہے اپنے رکوع کی رکعت کے قائل ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ ان کو بھی چاہئے کہ رکوع کی رکعت نہ مانے والوں کے خلاف زبان کو تعریض سے روکیں اور ایسے مختلف نیز فروعی مسائل میں وسعت سے کام لے کر اتفاق باہمی کو ضرب نہ لائیں کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ یہی طرز عمل رہا ہے۔ ایسے امور میں قاتلین و مکریں میں سے حدیث الاعمال بالذیات کے تحت ہر شخص اپنی نیت کے مطابق بدلہ پائے گا۔ اسی لئے المجتهد قدیمخطی و بصیر کا اصول وضع کیا گیا ہے۔ والله اعلم بالصواب والیہ المرجع والعام ولا کل کی رو سے صحیح یہی ہے کہ رکوع میں مٹنے سے اس رکعت کا لوما ضروری ہے۔

### باب رکوع کرنے کے وقت بھی تکمیر کرنا۔

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بنی اکرم محدث نے نقل کیا ہے اور مالک بن حوریث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس باب میں روایت کی ہے۔

(۷۸۲) ہم سے احراق بن شاہین واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ طحان نے سعید بن ایاس حریری سے بیان کیا، انہوں نے ابو العلاء یزید بن عبد اللہ سے، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ سے، انہوں نے عمران بن حسین سے کہ انہوں نے حضرت علی رضا کے ساتھ بھروسہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ ہمیں انہوں نے وہ نماز یاد دلادی جو ہم بنی محدث کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی رضا جب سراہاتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکمیر کرتے۔

(۷۸۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شاہب سے خبر دی، انہوں نے ابو سلمہ بن

### ۱۱۵ - بَابُ إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ

فَأَلَّهُ أَبْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَفِيهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْنِ.

۷۸۴ - حَدَّثَنَا إِسْنَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجَعْدِيِّ عَنْ أَبِي الْقَلَاءِ عَنْ مُطَرْفٍ عَنْ ۲۰ عِمْرَانَ بْنِ حَصَنَيْنَ قَالَ: (صَلَّى مَعَ عَلَيْهِ ﷺ بِالْبَصَرَةِ) فَقَالَ: ذَكَرْنَا هَذَا الرُّجُلُ صَلَّاهُ كُلُّا نَصْلَيْهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلُّمَا رَفَعَ وَكُلُّمَا وَضَعَ.

[طرفہ فی: ۷۸۶، ۸۲۶].

۷۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرْنَا مَالِكُ عَنْ أَبْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي

عبد الرحمن سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی وہ جھکتے اور جب بھی وہ اٹھتے سمجھیر ضرور کہتے۔ پھر جب فارغ ہوتے تو فرماتے کہ میں نماز پڑھنے میں تم سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشاہست رکھنے والا ہوں۔

سلمۃ عن أبي هريرة : (أَنَّهُ كَانَ يَصْنَلِ  
بِهِمْ فِي كَبِيرٍ كُلُّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا  
أَنْصَرَفَ قَالَ: إِنِّي لَا شَهِدُكُمْ صَلَاةً  
بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ).  
[اطرافہ فی : ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳].

**تَسْبِيحَ** حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصود ان لوگوں کی تروید کرتا ہے جو رکوع اور سجدہ وغیرہ میں جاتے ہوئے سمجھیر نہیں کہتے۔ بعض شاہان بنی ایسیا ہی کیا کرتے تھے۔ باب کا ترجمہ یوں بھی کیا گیا ہے، کہ سمجھیر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا۔ مگر بہتر ترجمہ وہی ہے جو اور پر ہوا۔

### باب سجدے کے وقت بھی پورے طور پر تکبیر کرنا۔

(۷۸۶) ہم سے ابو الشuman محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے غیلان بن جریر سے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ بن شحیر سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حسین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو وہ جب بھی سجدہ کرتے تو سمجھیر کہتے۔ اسی طرح جب سر اٹھاتے تو سمجھیر کہتے۔ جب دو رکعات کے بعد اٹھتے تو سمجھیر کہتے۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حسین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلادی، یا یہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو آنحضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح آج نماز پڑھائی۔

(۷۸۷) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ششم بن بشیر نے ابو بشر حفص بن ابی وحشی سے جردی، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقام ابراہیم میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا کہ ہر جھکنے اور اٹھنے پر وہ سمجھیر کہتا تھا۔ اسی طرح کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت بھی۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، ارے تیری ماں مرے! کیا یہ

### ۱۱۶ - بَابُ إِنْتَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُودِ

- ۷۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا  
حَمَادَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَوَنِيرٍ عَنْ  
مُطَرْفٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: (صَلَّيْتُ خَلْفَ  
عَلَيْيَ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَا  
وَعَمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَرَ،  
وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ  
الرُّكْعَيْنِ كَبَرَ. فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ  
بِيَدِي عَمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَقَالَ: فَذَ  
ذَكَرَنِي هَذَا صَلَاةُ مُحَمَّدٍ ﷺ - أَوْ قَالَ -  
لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةً مُحَمَّدٍ ﷺ).

[راجع: ۷۸۴]

- ۷۸۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنَ قَالَ:  
أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِّرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ  
قَالَ: (رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يَكْبَرُ لِي  
كُلُّ خَفَضٍ وَرَفَعٍ، وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ.  
فَأَنْجَبَتْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
قَالَ: أَوْ لَيْسَ بِنِكَ صَلَاةً النَّبِيِّ ﷺ لَا أُمِّ

لک؟]. طرفہ فی : ۷۸۸۔

یعنی یہ نماز تو آخرت شہادت کی نماز کے میں مطابق ہے اور تو اس پر تجھ کرتا ہے۔ لام لک عرب لوگ زجر و توجیخ کے وقت بولتے ہیں۔ جیسے نکلنک امک لینی تیری مال تجوہ پر روئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض عکرمہ پر خفا ہوئے کہ تو اب تک نماز کا پورا طریقہ نہیں جانتا اور ابو ہریرہ رض جیسے فاضل پر انکار کرتا ہے۔

### باب جب سجدہ کر کے کھڑا ہو تو تکبیر کئے۔

(۷۸۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہام بن سچی نے قادہ سے بیان کیا، وہ عکرمہ سے کہا کہ میں نے کہ میں ایک بوڑھے کے پیچھے (ظرف کی) نماز پڑھی۔ انہوں نے (تمام نمازوں میں) باہمیں تکبیریں کیں۔ اس پر میں نے این عباس رض سے فرمایا تم اسی مال بالکل بے عقل معلوم ہوتا ہے۔ این عباس رض نے فرمایا تم اسی مال تھیں روئے یہ تو ابوالقاسم شہید کی سنت ہے۔ اور موسیٰ بن اسماعیل نے یوں بھی بیان کیا کہ ہم سے ابا نے بیان کیا کہ کہا ہم سے قادہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی۔

(۷۸۹) ہم سے سچی بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یاث بن سعد نے عقیل بن خالد کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے این شلب سے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بتایا کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کتے۔ پھر جب رکوع کرتے تب بھی تکبیر کتے تھے۔ پھر جب سراہلاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کتے اور کھڑے ہی کھڑے ربانالک الحمد کتے۔ پھر اللہ اکبر کتے ہوئے (سجدہ کے لیے) بھکتے، پھر جب سراہلاتے تو اللہ اکبر کتے۔ پھر جب (دوسرے) سجدہ کے لئے بھکتے تب تکبیر کتے اور جب سجدہ سے سراہلاتے تب بھی تکبیر کتے۔ اسی طرح آپ تمام نماز پوری کر لیتے تھے۔ قدرہ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی تکبیر کتے تھے۔ (اس حدیث میں) عبد اللہ بن صالح نے یاث کے واسطے سے بجاے ربانالک الحمد کے ربانا ولک الحمد نقل کیا ہے۔ (ربنا ولک

### ۱۱۷ - بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ

۷۸۸ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَاتِدَةَ عَنْ عِنْكَرَمَةَ قَالَ: صَلَيْتُ خَلْفَ شَيْخِ بِمَكَّةَ، فَكَبَرَ ثَتَّيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرًا، فَقَلَّتْ لَانِبِ عَبَاسٌ: إِنَّهُ أَخْمَقَ، فَقَالَ: فَكِلْنَكَ أُمُّكَ، سَنَةً أَبِي الْفَاصِمِ رض، وَقَالَ مُوسَىٰ: حَدَّثَنَا أَبَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَاتِدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عِنْكَرَمَةَ.

[راجح: ۷۸۷]

۷۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ يَكْبِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْلَّيْثُ عَنْ غَفِيلٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَكْبِرُ حِينَ يَقُولُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْتَكِعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صَلَبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَهْنُوي، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كَلَّهَا حَتَّى يَقْضِيهَا، وَيَكْبِرُ حِينَ يَقُولُ مِنَ الشَّتَّيْنِ بَعْدَ

الْجَلْوْسُ وَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْأَنْبَيْتِ وَ لَكَ الْحَمْدُ. [رَاجِعٌ: ٧٨٥]

**الشیخ** چار رکعت نمازوں میں کل بائیس تکمیریں ہوتی ہیں ہر رکعت میں پانچ تکمیریں، ایک تکمیر تحریکہ دوسری پہلے تشدید کے بعد اٹھتے وقت سب بائیس ہوئیں۔ اور تین رکعت نمازوں میں سترہ اور دو رکعت میں گیارہ ہوتی ہیں اور پانچوں نمازوں میں چورانوے تکمیریں ہوتی ہیں۔ موسیٰ بن اساعیل کی سند کے بیان سے حضرت امام کی غرض یہ ہے کہ قادہ سے دو شخصوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ ہمام اور ایمان نے اور ہمام کی روایت اصول میں امام بخاری **متوفی** کی شرط پر ہے اور ایمان کی روایت متابعات میں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قادہ کا سامع عکرمہ سے معلوم ہو جائے۔

### باب اس بارے میں کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا

اور ابو حمید نے اپنے ساتھیوں کے سامنے بیان کیا کہ نبی کرم ﷺ نے رکوع میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جملے۔

(۹۰) ہم سے ابوالولید شام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو معفور اکبر سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مصعب بن سعد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنی دونوں ہاتھیوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ اس پر میرے باپ نے مجھے ٹوکا اور فرمایا کہ ہم بھی پہلے اسی طرح کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اس سے روک دیئے گئے اور حکم ہوا کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

**الشیخ** حضرت عبداللہ بن مسعود **رض** سے رکوع میں دونوں ہاتھوں کی اٹکیاں ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں رکھنا منقول ہے۔

**الشیخ** حضرت امام بخاری **متوفی** نے یہ باب لاکر اشارہ فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

باب اگر رکوع اچھی طرح اطمینان سے نہ کرے تو نمازنہ ہو گی۔

(۹۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا سلیمان امش کے واسطے سے، کہا میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حدیفہ بن یمن **رض** نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے نہ بجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس

### ١١٨ - بَابُ وَضْعِ الْأَكْفَّ عَلَى الرُّكُوعِ

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَاحِهِ: أَنْكَنَ النَّبِيُّ **ﷺ** يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتِهِ.

٧٩٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ أَبِيهِ يَقْفُورِ قَالَ: سَمِعْتُ مُضْعِبَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: (صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِيهِ لَطَبَقْتُ بَيْنَ كَفَّيْهِ ثُمَّ وَضَعَتُهَا بَيْنَ فَخْدَيْهِ، فَنَهَيَنِي أَبِيهِ وَقَالَ: نَكِّنَا نَفْعَلَهُ فَنَهَيَنَا عَنْهُ وَأَمِرْنَا أَنْ نَصْعَ أَيْدِينَا عَلَى الرُّكُوبِ).

### ١١٩ - بَابُ إِذَا لَمْ يَتْمِ الرُّكُوعُ

٧٩١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ سَلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: رَأَى حَدَّيْفَةَ رَجَلًا لَا يَتْمِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ: مَا صَلَّيْتَ، وَلَوْ مَتَ مَتَ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ

سنٹ پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا۔

اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ. [راجع: ۳۸۹]

یعنی تمیرا خاتمہ معاذ اللہ کفر پر ہو گا۔ جو لوگ سنٹ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس طرح خرابی خاتمہ سے ڈرانا چاہئے۔ سجان اللہ اہل حدیث کا جینا اور مرنا دونوں اچھا۔ مرنے کے بعد آخرحضرت ﷺ کے سامنے کچھ شرمندگی نہیں۔ آپ کی حدیث پر چلتے رہے جب تک جب تک جمیع خاتمہ بھی حدیث پر ہوا۔ (مولانا وحید الزمال رضی)

باب رکوع میں پیٹھ کو برابر کرنا۔ (سروانچائیجانہ رکھنا) ابو حمید

۱۲۰ - بَابُ اسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي

بنی یهود نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کرم ﷺ نے رکوع

الرُّكُوعَ وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي

کیا، پھر اپنی پیٹھ پوری طرح جھکادی۔

أَصْحَابِهِ: رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهَرَهُ.

باب رکوع پوری طرح کرنے کی اور اس میں اعتدال و

۱۲۱ - بَابُ حَدَّ إِتْمَامِ الرُّكُوعِ

طہانیت کی (حد کیا ہے؟)

وَالْإِعْدَالِ فِيهِ، وَالْأَطْمَانِيَّةِ

بعض نہیں میں یہ باب الگ نہیں ہے۔ اور درحقیقت یہ اگلے ہی باب کا ایک جزء ہے اور ابو حمید بنی یهود کی تعلیق اس کے اول جزء سے متعلق ہے اور براء کی حدیث پہلے جزء سے۔ اب اہن منیر کا اعتراض رفع ہو گیا کہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے کذا قالہ المخاطب۔

(۷۶۲) ہم سے بدل بن مجرم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حکم نے ابن ابی ملی سے خبر دی، انہوں نے براء بن عازب بن عیاض سے، انہوں نے بتایا کہ نبی کرم ﷺ کے رکوع و سجود، دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ اور جب رکوع سے سراحتاً، تو تقریباً سب برابر تھے۔ سو قیام اور تشدید کے تعود کے۔

۷۹۲ - حَدَّثَنَا بَدْلُ بْنُ الْمَهْبِرِ قَالَ:

حَدَّثَنَا شَفَعَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ أَبِنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: (كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسَجْدَوْهُ وَبَيْنَ السُّجُودَيْنِ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ - مَا خَلَأَ الْقِيَامَ وَالْقَعْدَةَ - قَرِيتَا مِنَ السُّوَاءِ).

[طرفہ فی : ۸۰۱، ۸۲۰]

**لشیخ** قیام سے مراد قرأت کا قیام ہے اور تشدید کا قیام، لیکن باقی چار چیزوں یعنی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے بین میں قدهہ اور رکوع کے بعد قومہ یہ سب قریب قریب برابر ہوتے۔ حضرت انس بن میٹھ کی روایت میں ہے کہ آپ رکوع سے سراحتاً اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ کنہ والا کھتا آپ بھول گئے ہیں۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ اس سے رکوع میں دیر تک ٹھہرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو باب کا ایک جزو یعنی الطہانیان اس سے نکل آیا اور اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا وہ بھی اس روایت سے ثابت ہو چکا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں جن کو مسلم نے نکلا ہے اعتدال لمبا کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس سے تمام ارکان کا لمبا کرنا ثابت ہو گیا۔

باب نبی ﷺ کا اس شخص کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دینا جس

۱۲۲ - بَابُ أَغْرِيَ النَّبِيُّ ﷺ الَّذِي لَا

نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا۔

يُؤْتَمُ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

(۷۹۳) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بھی بن سعیدقطان نے عبد اللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید مقبری نے اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ بنی کشمیلؓ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد اس نے آکر بنی کشمیلؓ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آکر پھر آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ دوبارہ جا کر نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار اسی طرح ہوا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ میوٹ کیا۔ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اسلئے آپؐ مجھے سکھلایے۔ آپؐ نے فرمایا جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو (پسلے) تکبیر کہہ پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ تجوہ سے ہو سکے پڑھ، اسکے بعد رکوع کرو اور پوری طرح رکوع میں چلا جا۔ پھر سراٹھا اور پوری طرح کھڑا ہو جا۔ پھر جب تو سجدہ کرے تو پوری طرح سجدہ میں چلا جا۔ پھر (سجدہ سے) سراٹھا کراچھی طرح بیٹھ جا۔ دوبارہ بھی اسی طرح سجدہ کر۔ یہی طریقہ نماز کی تمام (رکعتوں میں) اختیار کر۔

**تذکرہ** اسی حدیث کو بروایت رفاء بن رافع ابن ابی شیبہ نے یوں روایت کیا ہے کہ اس شخص نے رکوع اور سجدہ پورے طور پر اطمینان سے ہر رکن کا ادا کرنا فرض ہے۔ اس روایت بخاری میں یہ ہے کہ آپؐ نے اسے فرمایا کہ پڑھ جو تجھے قرآن سے آسان ہو۔ مگر رفاء بن رافع کی روایت ابن ابی شیبہ میں صاف یوں مذکور ہے۔ ثم اقرأ بام القرآن و ما شاء الله لي من پسلے سورۃ فاتحہ پڑھ پھر جو آسان ہو قرآن کی تلاوت کر۔ اس تفصیل کے عدم رکنیت پر دلیل پکلنے والا یا تو تفصیل روایات سے ناواقف ہے یا پھر تقصیب کا شکار ہے۔

### باب رکوع کی دعا کا بیان۔

(۷۹۴) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے منصور بن معتمر سے بیان کیا، انہوں نے ابو الفتحی مسلم بن صبیح سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے عائشہ

793 - حَدَّثَنَا مَسْدُدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْنَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْيَدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمَقْبَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ هُرَيْزَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجَدَ فَلَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ: ((إِذْ جَعَ فَصَلَّى فَإِنَّكَ لَمْ تُصلِّ)) (ثلاثاً) فَقَالَ: ((إِذْ جَعَ فَصَلَّى فَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((إِذْ جَعَ فَصَلَّى فَإِنَّكَ لَمْ تُصلِّ)) (ثلاثاً) فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَنْكَ بِالْحَقِّ فَمَا أَخْسِنَ غَيْرَهُ فَعَلَمْنِي قَالَ: ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ أَرْكَعْ أَفْرَا مَا تَبَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنْ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنْ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنْ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلَّهَا)). [راجع: ۷۵۷]

### ۱۲۳ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ

794 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةَ عَنْ مُنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضَّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں سبحانک اللہم ربنا و بحمدک اللہم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔

قالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ (سَبَّحَنَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِنِي). [۴۹۶۸]

[اطرافہ فی : ۸۱۷، ۴۲۹۳، ۴۹۶۷]

. ۴۹۶۸

**لَشَیْخُ** رکوع اور سجدہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے اس میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اس حدیث کے پیش نظر کہ ”رکوع میں اپنے رب کی تنظیم کرو اور بعد سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے سب سے نزاوہ قریب ہوتا ہے“ اس لئے سجدہ میں دعا کیا کرو کہ سجدہ کی دعا کے قول ہونے کی نزاوہ امید ہے۔ ”بعض ائمہ نے سجدہ کی حالت میں دعا جائز قرار دی ہے اور رکوع میں دعا کو کرو رکوع کہا ہے۔ امام بخاری رض یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں دعا کا ایک مخصوص ترین وقت حالت سجدہ کو بتایا گیا ہے۔ اس میں رکوع میں دعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ دونوں حالتوں میں دعا کرتے تھے۔ ابن امیر الحاج نے تمام دعائیں جماعت تک میں اس شرط پر جائز قرار دی ہیں کہ مقتدیوں پر اس سے کوئی گراں باری نہ ہو۔ (تفہیم البخاری)

### باب امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے پر کیا کہیں؟

(۷۹۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے سعید مقبری سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لن حمد کہتے تو اس کے بعد اللہم ربنا ولک الحمد بھی کہتے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے اور سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت بھی آپ اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

۱۲۴ - بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ

خَلَفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

۷۹۵ - حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لِمَنْ خَيَّبَهُ قَالَ: ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يَكْبُرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ قَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ)). [راجح: ۷۸۵]

**لَشَیْخُ** حدیث سے امام کا کہنا تو ثابت ہوا لیکن مقتدی کا یہ کہنا اس طرح ثابت ہوا کہ مقتدی پر امام کی بیرونی ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے۔ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ جب امام سمع اللہ لن حمد کے تو پیچے والے بھی امام کے ساتھ ساتھ ربنا ولک الحمد بھی کہیں۔

### باب اللہم ربنا ولک الحمد پڑھنے کی فضیلت۔

(۷۹۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف رض نے بیان کیا، انہوں نے کہا

۱۲۵ - بَابُ فَضْلٍ ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ))

۷۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

کہ ہمیں امام مالک نے کسی سے خبر دی، انہوں نے ابو صالح ذکوان کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لعن حمده کے قوم اللهم ربنا ولک الحمد کو۔ کیونکہ جس کا یہ کنا فرشتوں کے کئے کئے کے ساتھ ہوا گا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

أخبرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُعَيْدٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِسْنَنَ حَمْدَةَ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَأَفْقَحَ لِفْوَةَ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غَيْرَ لَهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبٍ)).

[اطرافہ فی: ۳۲۲۸]

## ۱۲۶ - بَابٌ

(۷۹۷) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا انہوں نے بشام دستوائی سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، انہوں نے ابو سلمہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کماکہ لوہیں تمیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب قریب کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور صبح کی آخری رکعتاں میں قوت پڑھا کرتے تھے۔ سمع اللہ لعن حمده کے بعد۔ یعنی مومنین کے حق میں دعا کرتے اور کفار پر لعنت بھیجتے۔

۷۹۷ - حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَّالَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَا يَقُولُنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ . فَكَانَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْتَلُ فِي الرِّكْعَةِ الْأُخْرَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهُرِ، وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الصَّبْرَى بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِسْنَنَ حَمْدَةَ . فَيَذْغُلُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ . [اطرافہ فی: ۱۰۰۶، ۸۰۴، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۲۹۳۲، ۳۳۸۱، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰].

**لَشَيْخُ** کچھ غداروں نے چند مسلمانوں کو دھوکا سے بر مuronہ پر شہید کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس حادث سے سخت صدمہ ہوا اور قوت کا ذکر ہے۔ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے تو ہر نماز میں آخر رکعت میں رکوع کے بعد قوت پڑھنا صحیح ہے۔

(۷۹۸) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کماکہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے خالد حذاء سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلبہ (عبداللہ بن زید) سے، انہوں نے انس بن ثابت سے کہ آپ نے فرمایا کہ دعاء قوت فجر اور مغرب کی نمازوں میں پڑھی جاتی ہے۔

(۷۹۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قصی نے بیان کیا امام مالک رحمۃ

۷۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ أَبِي قَلَبَةَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ) . [طرفہ فی: ۱۰۰۴].

۷۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

سے، انہوں نے نعیم بن عبد اللہ مغرب سے، انہوں نے علی بن سعید بن خلاد زرقی سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے رفاس بن رافع زرقی سے، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سراخھاتے تو سمع اللہ لمن حمد کرتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا ”ربنا ولک الحمد حمدًا كثیرا طيبا مباركًا فيه“ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہنے ہیں، اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمیں سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کے لکھنے میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ (اس سے ان کلمات کی فضیلت ثابت ہوئی)

مَالِكٌ عَنْ نُعِيمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَجْمِرِ عَنْ عَلَيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَادِ الزُّرْقَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرْقَى قَالَ: كَتَأْ يَوْمًا نُصْلِي وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكْنَةِ قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ))، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَةَ رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيْبًا مَبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((مَنِ الْمُكَلَّمُ؟)) قَالَ: أَنَا، قَالَ: ((رَأَيْتُ بِضُعْفَةِ وَثَلَاثَيْنِ مَلَكًا يَنْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوْلَى)).

## باب رکوع سے سراخھاتے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا۔

اور ابو حمید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (رکوع سے) سراخھاتے کے بعد طرح کھڑے ہو گئے کہ پیچھے کا ہر جوڑا پنی جگہ پر آگیا۔ سیدھے اس طرح کھڑے ہو گئے کہ پیچھے کا ہر جوڑا پنی جگہ پر آگیا۔ (۸۰۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے ثابت بیانی سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلاتے تھے۔ چنانچہ آپ نماز پڑھتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ ہم سوچنے لگتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔

(۸۰۱) ہم سے ابوالولید رشام بن عبد الملک نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، انہوں نے این ابی لیلی سے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے رکوع، سجدہ، رکوع سے سراخھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان کا بیٹھنا تقریباً برابر برابر ہوتا تھا۔

۱۲۷ - بَابُ الْأَطْمَانِيَّةِ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ  
وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى حَتَّى يَغُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَةً.  
۸۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: (كَانَ أَنْسَ بْنُ عَطَّى لَهَا صَلَّةَ النَّبِيِّ ﷺ، فَكَانَ يُصْلِي، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقْوَلَ قَدْ نَسِيَ). [طرفة في : ۸۲۱].

قطلانی نے کما اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا ایک لیمار کن ہے۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کا قول فاسد اور ناقابل توجہ ہے۔  
۸۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ أَبْنَى أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبْرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسَجْدَةُهُ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السُّجْدَتَيْنِ قَرِيَّتَا مِنَ السُّوَاءِ).

[راجع: ۷۹۲]

مراد یہ کہ آپ کی نماز معتدل ہوا کرتی تھی۔ اگر قرأت میں طول کرتے تو ای نسبت سے اور ارکان کو بھی طویل کرتے تھے۔ اگر قرأت میں تخفیف کرتے تو اور ارکان کو بھی بلکہ کرتے۔

(۸۰۳) ہم سے سليمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلبہ سے کہ مالک بن حوریث رضی اللہ عنہ ہمیں (نماز پڑھ کر) دکھلاتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا، چنانچہ آپ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر جب رکوع کیا اور پوری طہانت کے ساتھ، سرا احتیاط بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ ابو قلبہ نے بیان کیا کہ مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس شیخ ابو زید کی طرح نماز پڑھائی۔ ابو زید جب دوسرے سجدہ سے سرا احتیاط تو پسلے اچھی طرح پڑھ لیتے پھر کھڑے ہوتے۔

### باب سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے۔

اور نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (سجدہ کرتے وقت) پسلے ہاتھ زمین پر گھٹتے، پھر گھٹنے میختے۔

اس تعلیق کو ابن خزیس اور طحاوی نے موصولة ذکر کیا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے۔ لیکن بالقیوم اماموں نے یہ کہا ہے کہ پسلے گھٹنے نیکے پھر ہاتھ زمین پر رکھے۔ نووی نے کما دلیل کی رو سے دونوں مذہب برابر ہیں اور اسی لئے امام احمد رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اختیار ہے، چاہے گھٹنے پسلے رکھے چاہے ہاتھ۔ اور ابن قیم نے واکل بن حجر کی حدیث کو ترجیح دی ہے، جس میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو پسلے گھٹنے زمین پر رکھتے پھر ہاتھ (مولانا وحید الزماں مرحوم) درست یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہ راجح اور اسی ہے جو مسلم میں موجود ہے اور اس میں ہاتھ پسلے اور گھٹنے بعد میں ٹینکے کا مسئلہ یہاں ہے۔

(۸۰۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن هشام اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام نمازوں میں تکمیر کما کرتے

۸۰۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُوبَ عَنْ أَبِيهِ قِلَّابَةِ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرَةَ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ، وَذَلِكَ فِي غَيْرِ وَقْتٍ صَلَاةً: فَقَامَ فَأَنْكَنَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَنْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَبَ هُنْيَةً: قَالَ: أَبُو قِلَّابَةَ: فَعَلَى بَنِ صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِيهِ يَزِيدٍ، وَكَانَ أَبُو بَرِيْدَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا، ثُمَّ نَهَضَ.

### ۱۴۸ - بَابُ يَهُوِيِّ بِالْتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ أَبْنُ عُمَرَ يَضْطَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْنَيْهِ.

۸۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَعِيبَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْمَنَى أَبُونَكْرِيْنَ بْنَ عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هَشَّامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنِ عَنْدِ الرَّحْمَنِ (أَنَّ

تھے۔ خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکمیر کرتے، رکوع میں جاتے تو تکمیر کرتے۔ پھر سمع اللہ ملن حمد کرتے اور اس کے بعد رنا ولک الحمد سجدہ سے پسلے۔ پھر جب سجدہ کے لئے گھنکتے تو اللہ اکبر کرتے۔ پھر سجدہ سے سراخھاتے تو اللہ اکبر کرتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کرتے۔ اسی طرح سجدہ سے سراخھاتے تو اللہ اکبر کرتے۔ دو رکعات کے بعد تعدد اولیٰ کرنے کے بعد جب کھڑے ہوتے تب بھی تکمیر کرتے۔ اور آپ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہونے تک۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ ہوں۔ اور آپ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا سے شریف لے گئے۔

أنا هُنْزِرَةٌ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ  
الْمُكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ  
يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْتَكِعُ،  
ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ  
رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ  
يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ  
يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، ثُمَّ  
يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ  
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَمَمْ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ  
الْجَلْوسِ فِي الْأَنْتِينِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي  
كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ  
يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ : وَاللَّهِ نَفْسِي بِيَدِهِ،  
إِنِّي لَا فِرَّبَكُمْ شَبَهَا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ  
ﷺ. إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلاتَهُ حَتَّى فَارِقَ  
الدُّنْيَا). [رَاجِع: ٧٨٥]

الدُّنْيَا). [راجع: ٧٨٥]

(۸۰۳) ابو بکر اور ابو سلمہ دونوں نے کماکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمبار ک(رکوع سے) اٹھاتے تو سمع اللہ ملن حمدہ، ربنا ولک الحمد کہہ کر چند لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ یا اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دونوں پورب والے قبیلہ مضر کے لوگ مخالفین میں تھے۔

٨٠- قالاً: وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَفَظَهُ: وَكَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّدَ  
حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ:  
((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ  
- يَذْغُو لِرِجَالٍ فِي سَمَاءِهِمْ بِاسْمَاهُمْ  
لَيَقُولُ: اللَّهُمَّ أَتْحِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدَ  
وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامَ وَعَيَاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ  
وَالْمُسْتَضْعِفَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ  
وَطَائِكَ عَلَى مُضَرَّ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِبَبَيْنَ  
كَسِيفَ يُوسُفَ)). وَأَهْلَ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ  
مِنْ مُضَرَّ مُخَالِفُونَ لَهُ [راجع: ٧٩٧]

اسن حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعا یا بد دعا کسی مستحق حقیقی کا نام لے کر بھی کی جا سکتی ہے۔

٨٠٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: (٨٠٥) هُمْ سَعَى عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَدِينَى نَبَأَ بِهِ بَيْانٌ كَمَا كَهْ هُمْ سَعَى

سفیان بن عیینہ نے بار بار زہری سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک ہجۃ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے سے زمین پر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے عن فرس کے) من فرس کہا۔ اس گرنے سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ تو ہم آپ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس لیے جب وہ بھیر کے تو تم بھی بھیر کو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب سراخائے تو تم بھی سراخاؤ اور جب وہ سعی اللہ لمن حمدہ کے تو تم بھی کماو لک الحمد کو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ (سفیان نے اپنے شاگرد علی بن مدینی سے پوچھا کہ) کیا معمراں نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی۔ (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمراں کو حدیث یاد تھی۔ زہری نے یوں کماو لک الحمد۔ سفیان نے یہ بھی کہا کہ مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کما آپ کا دایاں بازو چھپل گیا تھا۔ جب ہم زہری کے پاس سے نکل ابن جریح نے کہا میں زہری کے پاس موجود تھا تو انہوں نے یوں کہا کہ آپ کی داہنی پنڈلی چھپل گئی۔

**لئے چکری** زہری نے کبھی تو پلو کما، کبھی پنڈلی۔ بعضوں نے یوں ترجیح کیا ہے سفیان نے کما جب ہم زہری کے پاس سے لٹکے تو ان جرنج نے اس حدیث کو بیان کیا۔ میں ان کے پاس تھا این جرنج نے پلو کے بد لے پنڈلی کما۔ حافظ نے اس ترجیح کو ترجیح دی ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب امام تکمیل کر کے تو تم بھی تکمیل کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور ظاہر ہے کہ مقتنی امام کے بعد سجدہ میں جاتا ہے تو اس کی تکمیل بھی امام کے بعد ہی ہو گی اور جب دونوں فعل اس کے امام کے بعد ہوئے تو تکمیل اسی وقت بر آن کر رہے گی جب مقتنی سجدہ کے لیے بھکری کا اور بھی ترجیح باب ہے۔

پاپ سعدہ کی فضیلت کا پیان۔

(۸۰۴) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کما کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خردی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب اور عطاء بن نزدیلیش نے خردی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خردی کہ لوگوں نے

حدَّثَنَا سُفِيَّانٌ ثُغْيَرٌ مَرْءَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَّ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ عَنْ فَرَسٍ - وَرَبِّنَا قَالَ سُفِيَّانٌ مِنْ فَرَسٍ - لَجِيَّشَ سَاقَةَ الْأَيْمَنَ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ تَعْوِذَةً، لَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَلَعْدَنَا. وَقَالَ سُفِيَّانٌ مَرْءَةٌ: مَثَلْنَا لَغُورِدًا، فَلَمَّا لَعَنَّ الصَّلَاةَ قَالَ: ((إِنَّمَا جَعَلَ الْإِيمَانَ لِيُؤْتَمْ بِهِ، فَإِذَا كَثُرَ فَكَبَرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَبُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَازْلَفُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَوْلُوا: رَبِّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُنَا)). كَذَا جَاءَ بِهِ مَفْمَرٌ؟ قَلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ، حَفِظْتُ مِنْ شِقَمِ الْأَيْمَنِ. فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جَرِيْحٍ وَأَنَا عِنْدَهُ: لَجِيَّشَ سَاقَةَ الْأَيْمَنَ. [رَاجِعٌ: ٣٧٨]

١٢٩ - بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ

-٨٠٦ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَعِيبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسْتَبْ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّثِينِ أَنَّ

پوچھایا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے (جواب کے لیے) پوچھا، کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کمیں بادل بھی نہ ہو شہبہ ہوتا ہے؟ لوگ بولے ہرگز نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا اور کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس کے قریب کمیں بادل بھی نہ ہو شہبہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ نے فرمایا کہ رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن جمع کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوچھتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ چنانچہ بست سے لوگ سورج کے پیچے ہو لیں گے؛ بست سے چاند کے اور بست سے بتوں کے ساتھ ہو لیں گے۔ یہ امت بالی رہ جائے گی۔ اس میں منافقین بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک نئی صورت میں آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ منافقین کمیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پچان لیں) آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ بھی کمیں گے کہ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلاۓ گا۔ پل صراط جنم کے پیچوں پنج رکھا جائے گا اور آخر خضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت کے ساتھ اس سے گذرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں گا۔ اس روز سوا انبیاء کے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہ کمیں گے۔ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اے اللہ! مجھے محفوظ رکھیو! اور جنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں! (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کے طول و عرض کو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بست سے لوگ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ بست سے نکڑے نکڑے ہو جائیں

أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((هَلْ تُمَارُونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ لَيْسَ ذُوَّنَةَ سَحَابَ؟)) قَالُوا: لَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ ((فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ ذُوَّنَهَا سَحَابَ؟)) قَالُوا: لَا. قَالَ ((فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ، يَخْسِرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلَيُتَبَعِّ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَبَعِّ الشَّمْسَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَبَعِّ الْقَمَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَبَعِّ الطَّوَاعِنَةَ، وَتَبَقِّيَ هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مَنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: هَذَا مَكَانًا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا، فَلَمَّا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ، فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ: أَنْتَ رَبُّنَا، فَيَذْعُوْهُمْ فَيَضْرِبُ الصَّرَاطَ بَيْنَ ظَهَرَانِي جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوْنَ مَنْ يَجْوِزُ مِنَ الرُّسْلِ بِأَشْيَهِ، وَلَا يَكَلِّمُ يَوْمَنِي أَحَدٌ إِلَّا الرُّسْلُ، وَكَلَامُ الرُّسْلِ يَوْمَنِي: اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ. وَلَنِي جَهَنَّمَ كَلَائِبُ مِثْلِ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟)) قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللَّهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَغْمَالِهِمْ : فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخْرَذَلُ ثُمَّ يَنْجُو. حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمْرَ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ

گے۔ پھر ان کی نجات ہو گی۔ جنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو غالباً اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے بچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنم پر سجدہ کے آثار کا جلا نا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جنم سے نکالے جائیں گے تو اس سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو الگ جلا چکی ہو گی۔ جب جنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے۔ جیسے سیالب کے کوڑے کر کٹ پر سیالب کے تھنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باتی رہ جائے گا۔ یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص ہو گا۔ اس کامنہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ اس لئے کہے گا کہ اے میرے رب! میرے منہ کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے۔ کیونکہ اس کی بدبو محکم کو مارے ڈالتی ہے اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پونچھے گا کیا اگر تیری یہ تمبا پوری کر دوں تو تو دبارہ کوئی نیا سوال تو نہیں کرے گا؟ بندہ کے کامنیں تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ جنم کی طرف سے اس کامنہ پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چلا وہ چپ رہے گا۔ لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ پونچھے گا کیا تو نے عمد و بیان نہیں باندھا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کے گا اے میرے رب! مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بد نصیب نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تیری یہ تمبا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال تو نہیں کرے گا۔ بندہ کے گا نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا سوال کوئی تھا سے نہیں کروں گا۔

يَعْدُ اللَّهُ، فَيُخْرِجُونَهُمْ، وَيَغْرِفُونَهُمْ بِأَثَارِ السُّجُودِ، وَخَرَمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ. فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ امْتَحَنُوهَا، فَيُصَبِّ عَلَيْهِمْ ماءَ الْحَيَاةِ، فَيُبَتُّونَ كَمَا تَبَتَّ الْحَجَةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ. ثُمَّ يَفْرَغُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَيَنْقُضُ رَجْلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ - وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ - مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قَبْلَ النَّارِ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّي اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ، فَقَدْ قَسَبَيْ رِنْحُهَا وَأَخْرَقَيْ ذَكَارُهَا. فَيَقُولُ : هَلْ عَسِيَتْ إِنْ فَعَلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ : لَا وَعِزْتِكَ. فَيَغْطِي اللَّهُ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدِ وَمِيَانِقِ، فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ، فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا، سَكَّتْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُنَ، ثُمَّ قَالَ : يَا رَبَّ قَدْمَنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ. فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ : أَلَيْسَ قَدْ أَغْطَيْتَ الْمُهُودَ وَالْمِيَانِقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الْذِي كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُولُ : يَا رَبَّ، لَا أَكُونُ أَشْفَى خَلْقِكَ. فَيَقُولُ : فَمَا عَسِيَتْ إِنْ أَغْطَيْتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ، فَيَقُولُ : لَا وَعِزْتِكَ لَا أَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ. فَيَغْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدِ وَمِيَانِقِ، فَيَقْدِمُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ ، فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنْ

چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عمد و پیان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی، تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ بندہ چپ رہے گا۔ لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے اللہ! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ افسوس اے ابن آدم! تو ایسا دعا باز کیوں بن گیا؟ کیا؟ (ابھی) تو نے عمد و پیان نہیں باندھا تھا کہ جو کچھ مجھے دے دیا گیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ بندہ کے گاے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ بد نصیب مخلوق نہ بنا۔ اللہ پاک نہ دے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا فرمادے گا اور پھر فرمائے گا مانگ کیا ہے تمی تمنا۔ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور ما گکو، فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود اللہ پاک ہی یاد دہانی کرائے گا۔ اور جب وہ تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ حضرت ابو سعید خدري رض نے حضرت ابو ہریرہ رض سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے فرمایا کہ یہ اور اس سے دس گناہ اور زیادہ تمہیں دی گئیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم کی یہی بات صرف مجھے یاد ہے کہ تمہیں یہ تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ لیکن حضرت ابو سعید رض نے فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ یہ اور اس کی دس گناہ تمنائیں تجھ کو دی گئیں۔

**الْتَّصْرِيفَةُ وَالسُّرُورُ** فَيَسْكُنْتُ مَا شاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُنْتَ، فَيَقُولُ : يَا رَبُّ أَذْخِلْنِي الْجَنَّةَ.

**فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى :** وَبَخْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، مَا أَغْذَرْتَكَ أَلَيْسَ قَدْ أَغْطَيْتَ الْمُهَنْدَ وَالْمُبِيْنَ أَنْ لَا تَسْأَلْ غَيْرَ الدِّيْنِ أَغْطَيْتَ؟ فَيَقُولُ :

يَا رَبُّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْفَى خَلْقَكَ.

**فَيَضْنَحُكَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ ،** ثُمَّ يَأْذُنْ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ لَهُ : تَمَنْ، فَيَتَمَنُّ. حَتَّى إِذَا افْقَطَ أَنْفِيْتَهُ قَالَ اللَّهُ :

ذِذَ مِنْ كَذَا وَكَذَا – أَقْبَلَ يَدْكُرْهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ – حَتَّى إِذَا اتَّهَمَ بِهِ الْأَمَالِيَّ قَالَ اللَّهُ : لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَقْهَمَهُ). قَالَ أَبُو سَعِيدُ الْعَدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم قَالَ : ((قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ : لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةً أَمْثَالَهُ)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : لَمْ أَخْفَظْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم إِلَّا قَوْلَهُ : ((لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَقْهَمَهُ)). قَالَ أَبُو سَعِيدُ الْعَدْرِيُّ : إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ : ((ذَلِكَ لَكَ وَعَشْرَةً أَمْثَالَهُ)).

[طرفاہ فی : ۶۵۷۳، ۷۴۳۷] .

**الْتَّصْرِيفَةُ** امام الحدیثین حضرت امام بخاری رض سجدے کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اس طویل حدیث کو لائے ہیں۔ اس میں ایک جگہ مذکور ہے کہ اللہ پاک نے وزن پر حرام کیا ہے کہ وہ اس پیشان کو جلائے جس پر سجدے کے نشانات ہیں۔ ان ہی نشانات کی بنا پر بت سے گنجاروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وزن سے نکلا جائے گا باب اور حدیث میں یہی مطابقت ہے۔ بالی حدیث میں اور بھی بت سی باتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کا دیدار برحق ہے جو اس طرح حاصل ہو گا جیسے چودھویں رات کے چاند کا دیدار عام ہوتا ہے۔ نیز اس حدیث میں اللہ پاک کا آنا اور اپنی صورت پر جلوہ افروز ہونا اور اللہ ایمان کے ساتھ شفقت کے ساتھ کلام کرنا۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بت سی احادیث سیحہ جن میں اللہ پاک کی صفات مذکور ہیں۔ ان کی بنا پر اللہ حدیث اس پر متفق ہیں کہ اللہ پاک ان جملے صفات سے موصوف ہے۔ وہ حیفہ کلام کرتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے فرشتے اس کی آواز سنتے ہیں اور وہ اپنے عرش پر ہے۔ اس کی ذات کے لیے بہت فوق ثابت ہے۔ اس کا علم اور سعی و سفر ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے جمال

چاہے جس طرح چاہے آئے جائے۔ جس سے چاہے بات کرے اس کے لئے کوئی امرمان نہیں۔

حدیث ہذا میں دوزخ کا بھی ذکر ہے۔ سعد بن نای گھاس کا ذکر ہے جس کے کامنے پرے سخت ہیں اور پھر دوزخ کا سعدان۔ جس کی بدائی اور ضرر رسالی خدا ہی جانتا ہے کہ کس حد تک ہو گی۔ نیز حدیث میں ماء الجیمات کا ذکر ہے۔ جو جنت کا پانی ہو گا اور ان دوزخیوں پر ڈالا جائے گا جو دوزخ میں جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ اس پانی سے ان میں زندگی لوٹ آئے گی۔ آخر میں اللہ پاک کا ایک گنگار سے مکالہ مذکور ہے۔ جسے من کر اللہ پاک ہنسا بھی برحق ہے۔

الغرض حدیث بست سے فوائد پر مشتمل ہے۔ حضرت الامام کی عادت مبارکہ ہے کہ ایک حدیث سے بست سے مسائل کا اخراج کرتے ہیں۔ ایک مجتہد مطلق کی شان یہی ہوتی چاہئے۔ پھر جیت ہے ان حضرات پر جو حضرت امام بخاری رض جیسے فاضل اسلام کو مجتہد مطلق تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کو بنظر انصاف اپنے خیال پر نظر ہائی کی ضرورت ہے۔

### باب سجدے میں دونوں بازوں کھلے اور پیش رانوں سے الگ رکھے۔

۱۳۰ - بَابُ يُنْدِيِّ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي

فِي السُّجُودِ

(۸۰۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے بکر بن مفرنے عفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن ہرمز سے، انہوں نے عبد اللہ بن مالک بن بحینہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے سجدے میں اپنے دونوں بازووں کو اس قدر پھیلا دیتے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ یاث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے بھی جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

۸۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْنَى قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضْرَبَ عَنْ جَعْفَرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ هُرْمَزَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَدْعُ بِيَاضِ إِنْطِيَهِ . وَقَالَ الْيَثِّ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ تَحْوِةً .

[راجع: ۳۹۰]

لام شافعی رض نے کتاب الام میں کہا ہے کہ سجدے میں کہیاں پلو سے الگ رکھنا اور پیش کو رانوں سے جدا رکھنا است ہے۔  
باب سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہئے۔ اس بات کو ابو حمید صحابی رض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

۱۳۱ - بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجَالِيَّةِ الْقَبْلَةِ قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب جب سجدہ پوری طرح نہ کرے (تو کیا گناہ ہے؟)  
(۸۰۸) ہم سے صلت بن محمد بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے مددی بن میمون نے واصل سے بیان کیا، انہوں نے ابو داکل سے، انہوں نے حدیفہ رض سے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو داکل نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے

۱۳۲ - بَابُ إِذَا لَمْ يُعِمِ السُّجُودَ

۸۰۸ - حَدَّثَنَا الصَّلَتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائلٍ عَنْ حَذَّرَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يَعْتَمُ رُكُوعًا وَلَا سُجُودًا، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حَذَّرَةَ : مَا صَلَيْتَ؟ قَالَ وَأَخْسِبَهُ قَالَ:

کہ حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت محمد ﷺ کے طریق پر نہیں ہو گی۔

وَلَوْ مَتَّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ سُنْنَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

[راجع: ۳۸۹]

### باب سات ہڈیوں پر سجدے کرنا۔

(۸۰۹) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیت نہ کپڑے کو (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی (معدن اک) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

(۸۱۰) ہم سے مسلم بن ابراهیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عمرو سے، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں سات اعضاء پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ ہم نہ بال سمیثیں نہ کپڑے۔

(۸۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے ابو اسحاق سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن زید سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کرتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکتا جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے۔

### ۱۳۳- بَابُ السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَغْظَمِ

۸۰۹- حَدَّثَنَا قَيْصَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَّانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ ((أَمِيرُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَغْضَاءِ، وَلَا يَكْفُ شَغْرًا، وَلَا ثُوْبًا: الْجَبَّةُ وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَيْنِ وَالْوُجْنَيْنِ)).

[اطرافہ فی: ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۵، ۸۱۶]

۸۱۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَّةُ عَنْ عَمْرِو عَنْ طَاؤسٍ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمِرْنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَغْظَمِ وَلَا نَكْفُ شَغْرًا وَلَا ثُوْبًا)).

[راجع: ۸۰۹]

۸۱۱- حَدَّثَنَا آدُمُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ - وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ - قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) لَمْ يَخْنُ أَحَدٌ مِنْ أَنْظَفَهُ حَتَّى يَضْطَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَنَاحَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ.

[راجع: ۶۹۰]

**لشیخ** اصل میں پیشانی ہی زمین پر رکھنا سجدہ کرنا ہے اور ناک بھی پیشانی ہی میں داخل ہے۔ اس لئے ناک اور پیشانی ہردو کا زمین سے لکھا واجب ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر نیکنا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ موز کر رکھنا۔ یہ کل سات اعضاء ہوئے جن پر سجدہ ہوتا ہے۔

### باب سجدہ میں ناک بھی زمین سے لگانا۔

(۸۱۲) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹھے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر۔ اس طرح کہ ہم نہ کچڑے سمیئش نہ بال۔

### باب سجدہ کرتے ہوئے کچڑی میں بھی ناک زمین پر لگانا۔

(۸۱۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہمام بن بیجیٰ نے بیجیٰ بن الیٰ کثیر سے بیان کیا، انہوں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی کہ فلاں خلختان میں کیوں نہ چلیں، سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی کریں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔ ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے راہ میں کہا کہ شب قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم ﷺ سے سنائے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔ لیکن جبریل ﷺ نے آکر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی۔ جبریل ﷺ دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ دوبارہ کرے۔ کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہو

### ۱۳۴ - باب السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

۸۱۲ - حَدَّثَنَا مُعْلَى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبَةً عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَغْظِمٍ: عَلَى الْجَبَّةِ - وَأَشَارَ يَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ - وَالْأَيْدِينِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدْمَيْنِ. وَلَا نَكْفِتُ الشَّيَّاً وَالشَّعْرَ)).

[رجوع: ۸۰۹]

### ۱۳۵ - باب السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالسُّجُودُ فِي الطَّيْنِ

۸۱۳ - حَدَّثَنَا مُوسَىٰ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجْ بِنَا إِلَى النَّخْلِ تَحْدِثُ؟ فَخَرَجَ. فَقَالَ: فَقُلْتُ حَدَّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ قَالَ: اغْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشْرَ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ وَاغْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطَلَّبُ أَمَامَكَ، فَاغْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاغْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِي تَطَلَّبُ أَمَامَكَ، قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطَبَنَا صَبَّيْحَةَ عِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((مَنْ كَانَ اغْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَيَزِجْعَ فَإِنِّي أَرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي نُسِيْتُهَا، وَإِنَّهَا فِي أَنْتَرِ الْأَوَّلِ خِلْفِ الْآخِرِ فِي وِتْرِهِ، وَإِنِّي رَأَيْتُ

گئی۔ لیکن میں بھول گیا اور وہ آخری عشرہ کی طاق را لوں میں ہے اور میں نے خود کو کچھ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ مسجد کی چھت سمجھو کی ذالیلوں کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پٹلا سا باول کا ٹکڑا آیا۔ اور برستے گا۔ پھر نبی کرم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اور میں نے رسول کرم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر کچھ کا اثر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہو گیا۔

کَانَ أَسْجُدُ فِي طَيْنٍ وَمَاءً). وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِينَدَ التَّغْلِيلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ هُنَيْنًا، فَجَاءَتْ قَزْنَعَةُ فَأَنْطَرَنَا، ((لَصَنَلَى بَنَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثْرَ الطَّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبَهَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) وَأَرَيْتُهُ تَصْدِيقَ رُؤْيَاهُ).

[راجع: ۶۶۹]

کہ میں اس شب میں پانی اور کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ترجمہ باب یہیں سے لکھتا ہے کہ آپ نے پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا۔ حمیدی نے اس حدیث سے دلیل لی کہ پیشانی اور ناک میں اگر مٹی لگ جائے تو نماز میں نہ پوچھے۔ حضرت امام بخاری درج کیا ہے کہ مقصود باب یہ ہے کہ سجدے میں ناک کو زمین پر رکھنا ضروری ہے کیونکہ آخر پرست ﷺ نے زمین تر ہونے کے باوجود ناک زمین پر لگائی اور کچھ کی کچھ پواہ نہ کی۔ (مشہور)



## مختصر فوائد ترجمہ و تشریح صحیح بخاری (اردو)

福德 ایمان اسلام و طالبان اسوہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح ہو گا کہ امت مسلمہ کے لئے قرآن مجید کے بعد اسلام کی سب سے زیادہ معتمد و مستند کتاب صحیح بخاری شریف ہے جو کم و بیش پارہ سو سال سے داخل درس ہے اس کتاب میں سات ہزار سے بھی زائد صحیح ترین احادیث نبوی ﷺ جمع کی گئی ہیں جن کی صحت پر پوری طلت اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اس کتاب کا اولین بہترین اردو ترجمہ جناب فواب مولا نا وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی مرحوم نے مکمل کر دیا تھا، مگر اس کی زبان اتنی دیقت ہے کہ آج عموم اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے پھر زمانہ حال میں نہ ہی، سانی اور ملکی حالات میں بہت کچھ روبدل ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ آج گروہ مقلدین کی طرف سے بخاری شریف کے بہت سے اردو ترجمے شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں حضرت امام بخاری اور ان کی جامع اسحیح کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش بڑے شدود میں جاری ہے۔ الہذا سخت ضرورت تھی کہ اس پاکیزہ کتاب کو حالات حاضرہ کے تحت مسلک سلف صالحین کی روشنی میں اردو زبان کے بہترین قالب میں ڈھانا جائے۔ اور امام بخاری اور ان کی جامع اسحیح پر جو حلے ہو رہے ہیں، ان کا سنجیدگی کے ساتھ دفاع کیا جائے۔ ان ضروریات کے تحت صحیح بخاری شریف مترجم اردو کی اشاعت کا اہم ترین کام عمل میں لا یا جا رہا ہے۔ یوں تو اس ترجمہ کی خصوصیات گفتگی و شمار سے باہر ہیں۔ مگر شائقین کرام کی آگاہی کے لئے چند خصوصیات درج ذیل ہیں:-

- (۱) اصل کتاب کا عربی متن اس قدر صاف ستر اسحیح اعراب کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی اردو عربی پڑھنے والا مسلمان آسانی عربی متن پڑھ کر حدیث نبوی پڑھنے کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔
- (۲) عربی متن بخاری شریف کے بہت سے نسخوں سے مقابلہ کر کے درج کیا گیا ہے۔ جس جگہ نسخوں میں اختلاف نظر آیا صحیح اور جامع تر نہ کو درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- (۳) احادیث اور ابواب کے نمبر فضیلۃ الشیخ محمد فواد عبد الباقی کے نسخے کے مطابق کر دیئے گئے ہیں۔
- (۴) حضرت امام بخاری نے کمال درجے کی مجتہدانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک حدیث سے کتنے ہی احکام و مسائل کو اخذ کیا ہے۔ ہم نے اس نسخے میں اہتمام کیا ہے کہ ہر ایسی حدیث کے آخر میں ان تمام احادیث کی نشان دہی کر دی جائے جو پنکڑا ر بخاری شریف میں بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح اس نسخے کی افادیت دو چند ہو جاتی ہے۔
- (۵) عربی متن کا ترجمہ پا محاذ وہ نہایت آسان اور عام فہم اردو زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم سے کم اردو جانے والے حضرات بھی پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں۔
- (۶) حسب موقع راویاں حدیث و بعض صحابہ کرام کے جامع مختصر حالات زندگی بھی دیئے گئے ہیں تاکہ

حدیث کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ راویانِ حدیث کے حالات سے بھی واقفیت حاصل ہو۔

(۷) حدیث اور باب میں مطابقت پیدا کرنے اور تراجم بخاری کی زیادہ سے زیادہ وضاحت کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔

(۸) حسب ضرورت ترجمہ حدیث کے بعد تشریع میں بہت سے علمی فوائد متعلقہ کو جمع کیا گیا ہے تاکہ علمائے کرام کے حسب فتح الباری و نیل الا و طار و مرعاۃ المفاتیح و تختۃ الا حوزی و عون المیود و جوہ اللہ البالغ اور الدین الی تص و قطبانی وغیرہ وغیرہ مسلکی کتابوں کے بہترین علمی مختصر نوٹ اس ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے آسکیں۔

(۹) مذکورہ کتابوں کی جملہ منقولہ عبارات اصل کتابوں سے نقل کی گئی ہیں تاکہ اشتبہ کا کوئی بھی موقع نہ پیدا ہو سکے، اور شاکرین جب چاہیں اصل کتابوں سے ملکر تصدیق کر سکیں۔

(۱۰) مسلک محمدیں کی تائید و تقویت کے لئے دیگر کتب احادیث سے بھی دلائل و شواہد متعلقہ کو نقل کر کے اہل نظر کے لئے ایک ایمان افروز موارد جمع کر دیا گیا ہے تاکہ مسائل خلافیہ میں ان کو بصیرت کامل حاصل ہو سکے۔

(۱۱) تائیدی اقتباسات کے لئے تعصب اور بخل سے بالا ہو کر دیگر مکاتب فکر کی کتابوں سے بھی استفادہ کی پوری کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان کے حوالے بھی دے دیئے گئے ہیں۔

(۱۲) مسلک محمدیں سے اختلاف کرنے والے مکاتب فکر کے خیالات کو بھی سمجھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور حسب ضرورت ان پر بہترین انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) بلا امتیاز مسلک ائمہ مجتہدین و علمائے اسلام کا ذکر جہاں بھی آیا ہے، سب کو ادب و احترام کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ کسر شان اور دل آزاری کا کوئی بھی لفظ قلم پر نہیں لایا گیا۔ ہاں! مسائل خلافیہ میں مسلک راجح کی وضاحت بغیر کسی خوف کے کی گئی ہے۔

(۱۴) تقلید جاہد پر لطیف اشارے، بہترین دل نشین انداز میں کئے گئے ہیں۔ جن کے پڑھ لینے کے بعد ایک انصاف پسند مسلمان ضروری تحقیق کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔

(۱۵) ساتھ ہی ایک جامع ترین مقدمۃ البخاری بھی ترتیب دیا گیا ہے جس میں فن حدیث و مخالفین حدیث کے متعلق بہت سے علمی مباحث آپ کے مطالعہ میں آسکیں گے۔

یہ مختصر فوائد شاکرین کرام کے سامنے ہیں۔ باقی جملہ فوائد کے لئے بغور مطالعہ کرنے والے اصحاب ذوق حضرات خود ہی تصدیق کر سکیں گے۔

امید ہے کہ احادیث نبوی کے ندائی اس نایاب ذخیرہ کو حاصل فرمائے جان بنا میں گے۔ اور برکات دارین کے حقدار ہوں گے۔ اس کے علاوہ اپنی دعاؤں میں مرتب و شارح و ناشر کو ضرور یاد رکھیں گے۔